سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
وہ غیر اللہ کے در کا کبھی سائل نہیں ہوتا

برکاتِ دُعا

اُمت کے پریشان حال، بے سہارا، مظلوم مسلمانوں کی خدمت میں رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے (دعائے ماثورہ کی شکل میں) ایک عظیم تحفہ

حدیثِ قدسی میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے مجھ کو اپنی عزت وجلال کی، میں جلد یا بدیر ظالم سے بدلہ ضرور لوں گا، اور اس سے بھی بدلہ لوں گا، جو باوجود طاقت اور قوت کے مظلوم کی امداد نہیں کرتے (مسند احمد)

پسند فرمودہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

پیش لفظ حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی مدظلہم العالی

مرتب: محمد ایوب سورتی، قاسمی ماکھنگوی عفی عنہ

مکتبہ لدھیانوی

"کہتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا — وہ غیر اللہ کے در کا کبھی سائل نہیں ہوتا"

کلام حضرت بالندوی

امت کے پریشان حال، بے سہارا، مظلوم مسلمانوں کی خدمت میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی جانب سے (دعائے ماثورہ کی شکل میں) ایک عظیم تحفہ"

حدیث قدسی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قسم ہے مجھکو اپنی عزت وجلال کی میں جلد یا بدیر ظالم سے بدلہ ضرور لونگا اور اس سے بھی بدلہ لونگا جو باوجود طاقت وقوت کے مظلوم کی امداد نہیں کرتے۔ (مسند احمد)

☆ ☆ ☆

مرتب: محمد ایوب سورتی قاسمی، گنگوہی عفی عنہ

8 MOUN' ST. BATLEY, WEST YORKSHIRE WF17 6BH U.K.

تفصیلات

نام کتاب ـــــــ برکات دعا
مرتب ـــــــ (مولانا) محمد ایوب سورتی قاسمی (صاحب) کھلوڈیا، ماکھنگوی
کمپوزنگ ـــــــ سمیع اللہ ابن مولانا ایوب کھلوڈیا عفی عنہ
سن طباعت ـــــــ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء
تعداد ـــــــ ایک ہزار
صفحات ـــــــ ۸۸
قیمت ـــــــ
ناشر ـــــــ ادارہ ہاشمی، باٹلی، یوکے

☆☆☆ ملنے کے پتے ☆☆☆

IDARAH-HASHMEE
8 MOUNT STREET BATLEY.WEST YORKSHIRE
WF17-6BH ENGLAND.UK
E-mail: h6afi@yahoo.co.uk

JAMEATUL-QIRAAT
M.A.HAI NAGAR. AT & POST: KAPLETHA.
VIA: LAJPORE. DIST: SURAT.PIN: 394 235
GUJARAT. INDIA

مطبع: بھارت آفسٹ، دہلی-۶

JUSTICE MUHAMMAD TAQI USMANI

Member Shariat appellate Bench
Supreme Court of Pakistan
Deputy Chairman : Islamic Fiqh Academy (OIC) Jeddah
Vice President Darul-Uloom Karachi-14 Pakistan.

محمد تقي العثماني

قاضي بمجلس التمييز الشرعي بالمحكمة العليا باكستان
نائب رئيس ، مجمع الفقه الإسلامي بجدة
نائب رئيس ، دار العلوم كراتشي ١٤ باكستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی بندہ جناب مولانا محمد ایوب سورتی صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دعا ہے کہ آنجناب مع متعلقین بعافیت ہوں۔ آمین۔ آج کی ڈاک سے آپ کی موقر کتاب "برکاتِ دعا" کے دو نسخے موصول ہوئے۔ شاید اس موضوع پر اس سے زیادہ مفصل کتاب اس سے پہلے اردو میں نہیں آئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مقبول بنائیں۔ آمین۔ بندہ بھی دعا کا بہت محتاج ہے۔

والسلام

بندہ

۳-۶-۱۴۲۸ھ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

زیرِ مطالعہ کتاب ''برکاتِ دعا'' جو احقر کو باٹلی انگلینڈ کے سفر میں اپنے رفیقِ سفر محترم جناب عتیق انور کے ہمراہ مرتب کتاب مولانا محمد ایوب سے ملاقات میں وصول ہوئی۔

جوں جوں میں نے ''برکاتِ دعا'' کا مطالعہ کیا ایک ایک بات دل میں اترتی چلی گئی احقر نے اپنی زندگی میں اتنی جامع، مفید، مؤثر اور دل نشین کتاب اس موضوع پر نہیں دیکھی یہ سب اس کے مرتب حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کا اخلاص ہے۔ جو انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ اس میں جمع کر دیا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ سے جامعہ اشرفیہ میں بخاری شریف پڑھتا تھا تو حضرت نے ایک مرتبہ عجیب بات بیان فرمائی کہ علامہ نوویؒ نے جب کتاب الاذکار لکھی تو علماء اور عوام و خواص میں یہ جملہ سب کی زبان پر تھا ''بع الدار واشتری کتاب الاذکار'' یعنی اگر گھر فروخت کر کے بھی کتاب الاذکار خریدنی پڑے تو خرید لی جائے۔

آج وہی جملہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بے ساختہ میری زبان پر جاری ہوا کہ آج کے اس پرفتن، پریشانی و مسائل اور بیماریوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لیے ''برکاتِ دعا'' اور اس میں موجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیمتی نسخے بہترین سہارا ہیں۔ مولانا نے قرآن وحدیث کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ اکابر علماء، اہل اللہ کے آزمودہ مجرب دعاؤں کے نسخے بھی بیان فرما کر کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

احقر کے سفر و حضر میں ''مناجات مقبول'' مؤلفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے علاوہ یہ کتاب بھی ساتھ رہتی ہے۔ اس سال سفر حج میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، عرفات، مزدلفہ، منٰی اور دیگر مقامات پر مجھے اس کتاب نے بہت ہی فائدہ پہنچایا ہے۔ خداوند کریم مؤلف کتاب مولانا محمد ایوب سورتی کو اپنی بارگاہ سے اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں وسط قلب سے دعا گو ہوں اپنے انتہائی محبوب اور عزیز جناب عتیق انور سلمہ کا جنہوں نے احقر کی دلی خواہش پر اس کتاب کو طبع کرانے کا اہتمام فرمایا اللہ تبارک وتعالٰی ان کو ان کے اہل وعیال اور ان کے آباؤ اجداد کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

آخر میں میں تمام قارئین کرام سے عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ احقر کے اہل وعیال اور آباؤ اجداد تمام مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں، جوانوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں خصوصاً امت مسلمہ کے حالیہ بحران کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت غیب سے تمام امت کی غیبی مدد فرمائے۔ (آمین یارب العلمین)

طالب دعا

فضل الرحیم

حافظ فضل الرحیم

نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
وہ غیر اللہ کے در کا کبھی سائل نہیں ہوتا

الحمد للہ ۔ بفضلہ تعالیٰ کتاب "برکاتِ دعا" کی اشاعت کے سلسلہ میں ایک عارف باللہ صاحب نسبت بزرگ نے قیمتی ہدیہ عنایت فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ۔

مؤلف کتاب کے بھتیجے جناب حاجی یونس بھائی کھلوڈیا صاحب کی جانب سے اپنے مرحوم والدین اور اپنے خاندان کے دیگر جملہ مرحومین، متعلقین اور رشتہ داروں کے ایصال ثواب کے لئے۔ نیز، ناچیز خادم محمد ایوب سورتی کی اہلیہ محترمہ کے مرحوم والدین، بہن اور جملہ رشتہ دار مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے۔

اسکے علاوہ لنکاشائر (یوکے) میں مقیم محترم جناب حاجی ایوب بھائی عمرجی مولیری صاحب اور انکی اہلیہ محترمہ صاحبہ کی جانب سے کم و بیش چار سو کتابوں کی اشاعت کے لئے ہدایا (گفٹ) ملے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے مذکورہ سب محسنین کی قربانیوں کو قبول فرماکر ان سب حضرات کے جملہ متعلقین کی مغفرت فرماکر سب کو جنت الفردوس میں بلند جگہ عنایت فرمائیں۔ ان سب حضرات کے رزق و تجارت وغیرہ میں خیر و عافیت والی برکت اور ترقی عطا فرمائیں۔ سب کی اولادوں کو نباہ کرنے والے اچھے رشتے عطا فرمائیں۔ سب کو اطمینان و سکون اور عزت والی زندگی نصیب فرمائیں اور ان سب حضرات کی دلی نیک تمناؤں اور مرادوں کو اللہ تعالیٰ پوری فرمائیں۔

آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(خادم محمد ایوب سورتی عفی عنہ)

کتاب کا خلاصہ

★★★★★

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے —— در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

☆☆☆☆☆☆☆☆

بعد حمد وصلوۃ: محترم حضرات قارئین۔ یہ کتاب۔ فضائل دعا کے سلسلہ میں "برکات دعا" کے نام سے شائع ہو کر بفضلہ تعالیٰ اس وقت آپکے ہاتھوں میں ہے۔

فضائل دعا کے موضوع پر لکھی جانے والی پچاسوں کتابوں میں سے اس کتاب کی تالیف کا نہج اور انداز تحریر بالکل نرالا ہے۔ یہ انداز۔ نکات۔ خدائی رحمتوں کا منظر اور اکابرین امت کے اقوال کی روشنی میں تشریعی وتکوینی علوم۔ شاید آپکو اور کہیں اس موضوع کی کتابوں میں نظر نہیں آئینگے۔

ایسے تو یہ کتاب ستائیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ جو ناچیز کی تیس سالہ زندگی کے مطالعہ اور محنت کا نچوڑ ہے۔ مگر انمیں بھی حسب ذیل چند فصلیں خصوصی طور پر زیادہ توجہ کی حامل ہیں:

(۱) عرض مؤلف (۲) اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتوں کا منظر (۳) مظلوم و مضطر کی دعا اور عرش اعظم (۴) مشکلات سے نجات دلانے والی دعائیں (۵) ذلت اور محتاجی سے نجات دلانے والی دعائیں (۶) اسم اعظم قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ اور (۷) سات منزلہ دعاؤں کا مجموعہ وغیرہ۔

اگر امت مسلمہ کے عوام وخواص اس کتاب کا مطالعہ فرما کر اصول کے مطابق دعائیں مانگتے رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کے پریشان کن حالات سے بہت جلد نجات ورہائی پا کر عزت وسکون والی زندگی نصیب ہوتی رہے گی۔ اور مایوسی ختم ہو کر امید کی کرنیں نظر آنے لگیں

(ناچیز خادم۔ محمد ایوب کھلوڈیا عفی عنہ)

★★★★★★★★★

فصلوں کی فہرست ایک نظر میں

فصلوں کی فہرست ایک نظر میں

☆فہرست برکاتِ دعا☆

دوسری فصل

پانچویں فصل

چھٹی فصل

ساتویں فصل

آٹھویں فصل

دسویں فصل

دعا اور درود شریف

گیارھویں فصل

دعا کے شروع اور اخیر میں پڑھے جانے والے کلمات

سولھویں فصل

سترھویں فصل

اٹھارھویں فصل

اکیسویں فصل

بائیسویں فصل

چوبیسویں فصل

ملفوظات و حکایات دعائیہ ۶۵۲

پچیسویں فصل

سورۂ یٰسٓ، آیت الکرسی، بسم اللہ کے فضائل ۶۸۳

چھبیسویں فصل

ستائیسویں فصل

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

★★★★★★★★★

ماخذ و مراجعات

کتاب "برکاتِ دعا" میں بالواسطہ اور بلاواسطہ جن جن تفاسیر و کتبِ حدیث وغیرہ سے مواد اخذ کیا گیا انکے اسماء ذیل میں لکھے گئے ہیں۔ ان کتب کے حضراتِ مصنفین کے اسماءِ گرامی کتاب کے حاشیہ وغیرہ میں کتابوں کے نام کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

کُتب تفاسیر مع متعلقات:

تفسیر ابن کثیر،
تفسیر روح المعانی،
تفسیر القرآن الکریم،
تفسیر فتح العزیز،
تفسیر بیان القرآن،
تفسیر معارف القرآن
تفسیر مظہری،
تفسیر قرطبی،
تفسیر ماجدی،

تفسیر مواہب الرحمٰن
تفسیر موضح القرآن،
تفسیر کشف الرحمٰن،
تفسیر انوار القرآن،
تفسیر خازن،
تفسیر محیط،
قصص القرآن،
الاتقان فی علوم القرآن

☆☆☆☆☆☆☆

کُتب احادیث مع متعلقات:

بخاری شریف،	مشکوۃ شریف،	فتح الباری،	جواہر البخاری،	البدایہ والنہایہ،
مسلم شریف،	حاکم،	عمدۃ القاری،	مجمع الزوائد،	درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد
ابوداؤد شریف،	مسند احمد،	الادب المفرد،	در منثور،	فتوحاتِ شیخ اکبر،
ترمذی شریف،	سنن کبریٰ،	ابن حبان،	مظاہر حق،	مدارج النبوۃ،
ابن ماجہ شریف،	کنز العمال،	ابن جریر،	معارف الحدیث،	طبقات الشافعیہ،
طبرانی،	بیہقی،	ابن ابی حاتم	ترجمان السنۃ	جمع الجوامع للسیوطی

فوائد الفوائد۔
مذہبِ مختار ترجمہ معانی الاخبار
نوادر الاصول۔
الجواب الکافی لابن القیم۔
وفیات الاعیان لابن خلکان۔
احیاء العلوم۔
کیمیائے سعادت۔

اخبار الاخیار
نزہۃ البساتین۔
برکاتِ اعمال ترجمہ فضائل اعمال۔
تنبیہ الغافلین۔
راحۃ القلوب ترجمہ جذب القلوب۔
غنیۃ الطالبین۔

☆☆☆☆☆☆☆

تصانیفِ حضرت تھانویؒ مع متعلقات

زاد السعید۔(فضائل درود شریف)
امداد المشتاق۔
حیاۃ المسلمین۔
التکشف عن مہمات التصوف
امداد الفتاوی۔
اشرف الجواب۔
البدائع۔
اشرف السوانح۔
حسن العزیز۔(ملفوظات)
اعمالِ قرآنی۔
کمالاتِ اشرفیہ۔
خطبات الاحکام۔

الافاضات الیومیہ۔
مناجاتِ مقبول۔
انوار الدعا۔
ماہنامہ "الہادی تھانہ بھون
۱۳۵۰ھ تا ۱۳۵۵ھ
اغلاط العوام
انفاسِ عیسیٰ۔(ملفوظات)
التبلیغ۔(وعظ)
رسالہ النور۔
کلمۃ الحق۔
حربات الحدود۔
رسالہ الابقاء ۱۳۵۶ھ۔

تقاریر۔
تسہیل المواعظ۔
مجالس حکیم الامتؒ۔
مآثر حکیم الامتؒ۔
ذکر مسیح الامتؒ۔
سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ۔
معرفتِ الٰہیہ۔(ملفوظات شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ)۔
احکامِ دعا۔
تصوف و نسبت صوفیہ۔
رسالہ مفتاح الرحمۃ۔
افادات شیخ عبد الحی عارفیؒ۔

تصانیفِ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

فضائلِ درود شریف۔
فضائلِ نماز۔
فضائلِ صدقات۔
قطب الاقطاب نمبر۔
حضرت مولانا محمد زکریاؒ اور انکے خلفاء کرام۔

صحبت با اولیاء۔ (ملفوظات شیخ الحدیثؒ)
آپ بیتی۔ (سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ)۔
تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ۔
العطور المجموعۃ۔

☆☆☆☆☆☆☆

ماخذ و مراجعاتِ دیگر اکابرین امت

کشف المحجوب۔
فیوض یزدانی۔ مواعظ جیلانیؒ۔
تذکرۃ الرشید۔
اکمال الشیم شرح اتمام النعم۔
ارشاد السلوک ترجمہ
امداد السلوک۔
شرحِ اسماء الحسنیٰ۔
ارض القرآن۔
تذکرۃ الاولیاء۔
تازیانے ترجمہ المنبہات۔
اعیان الحجاج۔
تاریخ فرشتہ۔
مجربات دیربی۔

حیاۃ الحیوان۔
مخزن اخلاق۔
معراج المؤمنین۔
سفینۃ الخیرات فی مناقب السادات۔
بستان عائشہ صدیقہؓ۔
براہین باہرۃ فی حیرۃ باجرۃ۔
شیخ الاسلام (مدنیؒ) کی ایمان
افروز باتیں۔
معیار السلوک۔
مکتوبات مجدد الف ثانیؒ۔
مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ
افاداتِ حضرت صدیق احمد باندویؒ
فضائلِ دعا۔

فضائلِ بسم اللہ۔
ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ
معارفِ مثنوی، علامہ رومیؒ
بوستان فاطمہؓ۔
دوزخ کا کھٹکا۔
سیرۃ النبیؐ بعد از وصال النبی ﷺ
حیاۃ الصحابہؓ۔
زادِ سفر ترجمہ ریاض الصالحین۔
تاریخ مشائخ احمد آباد۔
ملفوظات فقیہ الامتؒ
اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے۔
ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی۔
مردِ مؤمن سوانح مولانا مفسر لاہوریؒ۔

تصوف و سلوک۔
فتاویٰ رحیمیہ۔
مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت۔
انعاماتِ ربانی۔
خطباتِ محمودؒ (مجالس)
باغِ عارف۔
تقریر و پیغام آزادؒ و مدنیؒ۔
خطباتِ حکیم الاسلامؒ۔
سوانح مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ۔
فیضِ ابرارؒ (مواعظ حسنہ)

تجلیاتِ مرشد عالمؒ۔
ضیاء السالک۔
تراشے۔
خیر السالک۔
نقشبندی کشکول۔
مسلمان کی ڈائری۔
زاد الصابرین۔
افادات فاروقی (مواعظ)۔
آپ کے مسائل اور انکا حل۔
تحفۂ خواتین۔

کم و بیش 157 (ایک سو ستاون) کتابوں کے حوالات ہیں۔

اس پوری کتاب میں جہاں کہیں جتنی بھی آیاتِ کریمہ لکھی گئی ہیں انکا ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تفسیر ،بیان القرآن سے ماخوذ ہے یہ اس لئے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اور دیگر اکابرین کے علاوہ بقیۃ السلف فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کا ارشاد عالی آپکے ملفوظات میں نظر سے گزرا:

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا "قرآنِ مجید کے جتنے تراجم اس وقت (مطبوعہ) ہیں ان سب میں حضرت تھانویؒ کے بیان القرآن کا ترجمہ، جامع ارفع مقبول اور پسندیدہ ہے"۔

اس لئے ترجمہ تو اسی سے رقم کیا گیا ہے اس کے علاوہ آیات کی تفسیریں، مضمونات اور فوائد جو لکھے گئے ہیں ان کو لکھتے وقت متعدد تفاسیر ،تفسیر بیان القرآن، معارف القرآن، ابن کثیر اور تفسیر ماجدی وغیرہ کو سامنے رکھا گیا ہے۔

پھر بھی بشر ہونے کے ناطے اگر ترتیب و تحریر وغیرہ میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے، تو اسے میری اپنی کمزوری اور کم فہمی پر محمول کیا جائے، بڑی عنایات ہوگی اگر خطا سے مطلع کیا جائے۔

جزاکم اللہ، وباللہ التوفیق، و صلی اللہ علی النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

تقریظ

استاذ الفقہاء، مفتئ اعظم برطانیہ حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب مدظلہ
مجاز و خلیفہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی

☆☆☆☆☆☆☆☆

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اور دیگر تمام مخلوقات پر فوقیت دیتے ہوئے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا، اور دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کو اسکا خادم بنایا، اور دماغ میں سوچنے اور سمجھنے کی ایسی صلاحیت دی کہ اسکے ذریعہ سے محیر العقول امور انجام دئے۔ اسباب اتنے وافر مقدار میں میسّر کئے کہ اسکی طرف متوجہ ہو کر وہ اپنے کو سب سے زیادہ طاقت ور سمجھنے لگا، شیطان نے بھی اسکو خوب ورغلایا، لیکن ان سب کے باوجود نتیجہ اور کامیابی اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرت اور اختیار میں رکھی اور اپنے معبود حقیقی ہونیکا احساس و یقین دلایا۔

کامیابی کے سارے راستے بند ہو جائے، اسباب کی تکمیل کے باوجود دل خواہ نتیجہ نہ نکلے اور انسان اپنے آپ کو سب سے زیادہ محتاج و ذلیل سمجھ کر کامیابی کے حصول کے لئے کسی قادرِ مطلق کی طرف عاجزی اور التجاء کرے اسی کو دعا کہتے ہیں، اور اسی طرح دعا کرنے سے ہمیشہ دنیوی اور اخروی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

بڑے سے بڑے پکے موحد ہو یا سرکش ملحد، دونوں کو اپنی زندگی میں ایسے مواقع اکثر آتے رہتے ہیں، مگر ملحد کی نظر اسباب کی طرف رک جاتی ہے، اور موحد کی نظر مسبب الاسباب کی طرف تواضع اور عجز و نیاز کے ساتھ جھک جاتی ہے، اور اپنی بے کسی و بے بسی کا اظہار کامل کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لیتی ہے۔

دعا کا معنیٰ کیا ہے؟ هُوَ طَلَبُ الْاَدْنیٰ بِالْقَوْلِ مِنَ الْاَعْلیٰ شَيْئاً عَلیٰ جِهَةِ الْاِسْتِكَانَةِ کسی محتاج کا اپنے سے اونچے مرتبہ والے سے کسی چیز کا طلب کرنا، اور چونکہ دعا کرنے والا اسمیں اپنی محتاجی اور ذلت کا احساس کرتا ہے، اور قادرِ مطلق کی علوِ شان اور قدرتِ کاملہ پر پورا اعتماد اور یقین ہوتا ہے

اس لئے حدیث پاک میں "الدعاء مخ العبادة" کہا گیا ہے، یعنی دعا بندگی کا اعلیٰ معیار ہے۔ اور جو آدمی دعا میں جتنی زیادہ کوشش کرتا ہے اور جتنی زیادہ محتاجگی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو اتنا ہی اسکے ساتھ محبت کا تعلق ہوتا ہے۔ اور جو روگردانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا ہی زیادہ ناراض کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ہر کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے۔ اور مانگنے کا حکم فرمایا ہے۔

تخلیق آدم کے پہلے واقعہ سے ہی ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔ کہ شیطان لعین نے جو اس وقت ملٰئکہ کی صف میں شامل ہو گیا تھا۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنیکا حکم دیا اسنے عدولی کی۔ اور نافرمان بن گیا۔ اور "فلا تقربا هذه الشجرة" کے حکم میں حضرت آدمؑ سے چوک ہو گئی۔ اور جتنی نعمتیں چھین گئی۔ تو اپنی ذلت اور کمزوری کو سامنے کر کے اللہ جل شانہ کے دربار میں روتے روتے دعا کی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت و عشق حاصل کر لی۔ اور شیطان ہمیشہ کے لئے ملعون ہو گیا۔

محدثین نے بھی کتاب الدعوات کے عنوان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ اسی طرح مشائخین نے بھی مناجات اور حزب کے عنوان سے دعاؤں کو جمع فرمایا ہے۔

دعا یہ بھی ایک اہم عبادت ہے۔ تو دوسری عبادتوں کی طرح اسکے بھی خاص احکام و شرائط اور فضائل وغیرہ کا ہونا بھی لازم ہے۔ مشائخین نے اس پر بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ ان سارے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک جگہ ترتیب سے جمع کرنیکا کام اور وہ بھی اردو زبان میں یہ سعادت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کھلوڈیا (سورتی) کو نصیب ہوئی ہے۔ اللہ جل جلالہ مقبول فرمائے۔ امت کے لئے نافع اور مولانا کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

مولانا باطنی اور برطانیہ کے مشاہیر علماء کرام اور مشائخین میں سے ہے۔ گجرات کے دار العلوم اشرفیہ اور دار العلوم دیوبند کے تلامذہ کے علاوہ۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ صاحب کے مخلص خدام میں سے ہے۔ ایک طویل مدت سے برطانیہ میں خدمت دین میں مصروف و مشغول ہیں۔ انکی پوری تفصیل اور حالات تو انکے مخلص دوست کے قلم سے

ابتداء میں "چند یادیں اور چند باتیں" کے عنوان کے تحت تحریر کی گئی ہے، جو قابل دید ہے۔ بندہ تو دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ مزید ترقیات سے نوازے، اور ہر قسم کے مکارہ سے حفاظت نصیب فرمائے، انکی یہ تصنیف عوام و خواص دونوں کے لئے مفید ہے۔ اللہ جل شانہ شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین۔

دعا کے سلسلہ میں ایک اخیری اور جامع بات سیدی و مولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے فضائل رمضان میں تحریر فرمائی ہے، اسکو بعینہ نقل کرتا ہوں، جو ہم لوگوں کے لئے بمنزلہ خلاصۂ کلام کے ہے، و ھو ھذا:

"دعا کے قبول ہونے کا معنیٰ سمجھ لینا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی اور کسی گناہ کی دعا نہ کرے، تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے، یا خود وہی چیز ملتی ہے جسکی دعا کی، یا اسکے بدلے میں کوئی بڑی مصیبت اس سے ہٹادی جاتی ہے، یا آخرت میں اسی قدر ثواب اسکے حصہ میں لگادیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بندہ کو بلاکر ارشاد فرمائینگے کہ:

اے میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم فرمایا تھا، اور اسکے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا، تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی، اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی جسکو میں نے قبول نہ کیا ہو، تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹادی جائے، میں نے اسکو دنیا میں پورا کردیا تھا، اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لئے دعا کی تھی، مگر اسکا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا، میں نے اسکے بدلہ میں فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعین کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جائے گی، اور اسکا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اسکا عوض بتلادیا جائے گا، اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اسکی تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اسکی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اسکا اس قدر اجر ملتا، غرض، دعا نہایت ہی اہم چیز ہے اسکی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے، اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ (حضرت مولانا) العبد اسماعیل کچھولوی (صاحب) عفی عنہ
۱۵ شعبان ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۲۰۰۵ء

تقریظ

عارف باللہ، استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب مدظلہ،
خلیفہ و مجازِ بیعت شیخ المشائخ سیدنا حضرت شیخ مسیح الامت جلال آبادیؒ

★

بعد حمد و صلوٰۃ، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات سے نوازا ہے، ان میں سب سے بڑا کمال، مقام عبدیت ہے، یہ مقام تمام مقامات میں اعلیٰ و ارفع ہے اور بلاشبہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے لحاظ سے اللہ جل شانہ کی ساری مخلوق میں کامل و مکمل ہیں۔

انسان کی تخلیق کا مقصد اسکے پیدا کرنے والے نے عبدیت اور عبادت بتایا ہے، اس لئے سب سے افضل و اشرف انسان وہی ہوگا جو اس مقصد میں سب سے اکمل ہو۔ پس سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کمال عبدیت میں سب سے فائق ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضلِ مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ، بندوں کے مقامات میں سب سے بلند مقام عبدیت کا ہے، اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام میں سب پر فائق ہیں، اور دعا چونکہ عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے اللہ جل شانہ سے دعا کرتے وقت بندے کا ظاہر و باطن عبدیت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اوصاف میں غالب ترین وصف اور حال "دعا" کا ہے، اور امت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے ہیں ان میں سب سے بیش قیمت خزانہ دعاؤں کا ہے۔

اس دعا کے موضوع پر حضرت موصوف نے اپنی اس کتاب میں بہت سی اہم اشیاء، مثلاً آدابِ دعا، اندازِ دعا، اوقاتِ دعا، مقاماتِ دعا اور قبولیتِ دعا وغیرہ کو جمع فرمادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور حضرت مولانا موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت و ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔ فقط والسلام۔

(حضرت مولانا) عبد الرؤف (صاحب مدظلہ امام و خطیب جامع مسجد، باٹلی) لاجپوری،
۱۱ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۲۰۰۵ء

تقریظ

استاذ الحدیث والفقہ، خطیب جامع مسجد بلیکبرن حضرت مولانا اکرام الحق صاحب مدظلہ

(ابن شیخ المحدثین حضرت مولانا اسلام الحق صاحبؒ، دار العلوم، بری)

و مجاز بیعت و خلیفہ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی صاحبؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ،

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى، يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ، وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ.

(ترجمہ) اے لوگو تم (ہی) خدا کے محتاج ہو اور اللہ (تو) بے نیاز (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے۔ (سورۃ فاطر پارہ ۲۲) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى. اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ.

(ترجمہ) یا وہ ذات جو بے قرار کی سنتا ہے جب وہ اسکو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ (سورۃ نمل پارہ ۲۰)

اور بھی بہت سی آیات ہیں، ان سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی بے نیاز ہے۔ اور بندے سراپا محتاج ہیں، اور اللہ پاک ہی مضطر کی پکار سنتے ہیں، اور مصائب دور فرماتے ہیں۔ اور خود اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست (دعا) قبول کرلونگا۔ (سورۃ مؤمن پارہ ۲۴)۔

لہذا، اللہ ذو الجلال والاکرام کو یہ بات بہت ہی محبوب ہے کہ بندہ اس ارحم الراحمین کے سامنے اپنی بے بسی، عجز اور احتیاج کا اعتراف کر رہا ہو، اور خود کو سراپا محتاج سمجھکر رب ذوالجلال کی عظمت و کبریائی اور ان کی حمد و ثنا کرتے ہوئے سائلانہ، فقیرانہ، والہانہ بے قراری تضرع اور الحاح و زاری اور حاجت براری کے یقین کے ساتھ ہاتھ پھیلائے اپنی حاجات مانگ رہا ہو، بندے کے اسی مانگنے کو "دعـــا" کہا جاتا ہے، بندہ جب یہ صورت اور حالت اختیار کرتا ہے اور اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کے در پر جا بیٹھتا ہے تو انکا دریائے رحمت جوش میں آجاتا ہے اور اس وقت یہ بندہ دریائے رحمت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

رحمۃ للعٰلمین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے کی اس حالت کو عین عبادت بلکہ مغزِ عبادت فرمایا ہے، اس میں بندے کی عبدیت اکمل طریقہ پر ظاہر ہوتی ہے۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب رب العالمین سے ہر وقت مانگا ہے، ہر چیز مانگی ہے اور خوب مانگی ہے، اور اپنی امت کو بھی اسی کے در کا سوالی بننے کی تعلیم دی ہے، اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: وَ اِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر، اور جب تو مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگ۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ ذو الجلال والاکرام کی ذات ہی ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہے، وہی بے بسوں اور بے کسوں کا ملجا وماویٰ ہیں وہی منبع الخیر ہیں، انکے لامحدود خزانوں میں ہر چیز ہے، وہ فعّال لِمَا یُرِید اور قادرٌ علیٰ کلِّ شَیئٍ ہیں، ہر چیز انکی مشیت کے تحت ہے۔ زخمی دلوں پر مرہم انہی کے خزانہ سے ملتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات دن یہی سعی تھی کہ اللہ رب العزت سے امت کا صحیح تعلق قائم ہو جائے۔ بندے اپنی ہر حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اور اللہ پاک سے ہر وقت پُر امید رہیں، ان کی رحمت سے کسی وقت بھی مایوس نہ ہوں، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مصلحین امت کی بھی ہمیشہ یہی سعی رہی۔ کتنا قیمتی ہے اکابر امت کا وہ ارشاد گرامی جو مؤلف مدظلہم نے "عرض مؤلف" میں نقل فرمایا ہے:

"مسلمانوں کے سامنے قہر و غضب کے بجائے رحم و کرم اور عفو و درگزر کو فضائل کی شکل میں پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت و انسیت پیدا کرنا زیادہ مفید ثابت ہوگا"۔

اور یہی ارشاد اس عظیم الشان کتاب کی تالیف کی بنیاد ہے، مصلحین امت کا یہ ارشاد گرامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اور داعیان حق کے لئے اس میں بڑی رہنمائی ہے۔

قرآن و حدیث کی ادعیہ ماثورہ اور بزرگوں کی مجرب دعائیں امت کے لئے مضبوط قلعے اور قیمتی و انمول خزانے ہیں، اور انسانی زندگی کی دنیوی و اخروی ہر حاجت کا حل ان دعاؤں میں موجود ہے۔ ایمان اعمال اور اس پر استقامت کی فکر ہو یا مغفرت، حسن خاتمہ، حساب کتاب، شفاعت اور جنت کا معاملہ ہو، جہنم و عذاب قبر سے نجات کی فکر ہو یا حشر میں ذلت و رسوائی سے حفاظت کی فکر ہو، شیاطین و آسیب کا اثر ہو یا سحر و نظر بد ہو، مزمن (بہت پرانی بیماری) و لاعلاج امراض ہوں یا آفات و بلیات و دشمنوں سے حفاظت کا مسئلہ ہو، روزی میں کشادگی و برکت کے خواہاں ہوں یا قرض کی ادائیگی کی فکر ہو، رنج و غم میں مبتلا ہوں یا اولاد کی فکر ہو، غرض ہر حاجت کے لئے الحمد للہ دعاؤں کا ذخیرہ ہے۔

آج امت چاروں طرف سے حالات میں گھری ہوئی ہے۔ ان نازک حالات میں صبح و شام اور مختلف حالات اور مختلف اوقات کی جو دعائیں منقول ہیں ان دعاؤں کو کامل یقین اور کامل اعتقاد کے ساتھ اپنی زندگی کے معمولات میں شامل کیا جائے اور ہر موقع پر دین و شریعت پر عمل کی کوشش کیجائے تو انشاء اللہ ، اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور انکی غیبی نصرتیں شامل حال رہینگی ، اور یہ دعائیں بحکم الہٰی حفاظت کا ذریعہ بننگی ۔

آج کی مادی دنیا میں انسان پر جب کوئی حال آتا ہے تو فوراً مادی وسائل کی طرف چلتا ہے ، اس بات کی ضرورت ہے کہ اس وقت یقین کے ساتھ ان قیمتی روحانی خزانوں سے بھی فائدہ اٹھائے اور ان مضبوط قلعوں میں خود کو محفوظ کرے ۔ اور مادی وسائل کو بھی توکل علی اللہ کے ساتھ اختیار کرے ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس بارے میں جو قیمتی باتیں تحریر فرمائی ہیں وہ لائق توجہ و قابل عمل ہیں جزاهم اللہ۔

قابل صد مبارکباد ہیں حضرت مولانا محمد ایوب سورتی قاسمی مدظلہم و دامت برکاتہم جنہوں نے اس اہم موضوع سے متعلق اپنی ساٹھ (60) سالہ زندگی کے مطالعہ کا نچوڑ اس قیمتی کتاب " برکاتِ دعا " میں جمع فرمادیا ہے ۔ اور دعا سے متعلق بہت ہی قیمتی اور نادر باتیں نیز ضروری اور اہم اہم مباحث کتابوں کے حوالوں کے ساتھ تحریر فرمادی ہیں ، جو امت مسلمہ کے لئے بہت قیمتی سرمایہ اور قابل قدر ذخیرہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد ایوب صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں ، اور اللہ عزوجل اپنی بارگاہِ عالی میں اسے قبول فرمائیں ، اور اس کتاب سے امت کو بیش از بیش فیض پہونچائیں ، امت کے حق میں مفید و نافع بنائیں اور مولانا کے لئے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائیں ، احقر کو اور امت کو اسکی قدر اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔

اللھم آمین بحرمۃ النبیّ الامی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین و بارک و سلم تسلیماً کثیراً کثیراً ۔ فقط والسلام

* * *

محتاج دعا ، العبد (حضرت مولانا مفتی) اکرام الحق (صاحب مدظلہ) غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذتہ ولمشائخہ

۲۱ ذی قعدۃ الحرام ۱۴۲۶ھ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

منجانب حضرت مولانا ہاشم احمد علی راوت صاحب مدظلہ ، بھٹی (والسال ، یوکے) مجازِ صحبت سیدنا حضرت شیخ مسیح الامتؒ و مجاز بیعت شفیق الامتؒ حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیاو مسلماً۔ امابعد:

قدیم زمانہ سے اسلاف امت کی ایک سنت چلی آرہی ہے وہ یہ کہ: اکابرین کی زندگی کے حالات و سوانح بعض حضرات نے تو خود تحریر فرمائے یا لکھوائے یا بعد وصال انکے متعلقین نے لکھے ، اسی روایاتِ قدیمہ کے پیش نظر ناچیز خادم کے دل میں یہ بار بار وارد ہوا کہ ، میرے مخلص دوست حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتھم کے کچھ حالات قلم بند کر کے متعلقین کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔

موصوف کی دو تین کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آگئیں ، مگر ان میں مولانا کا تعارف یا سوانح کے متعلق کچھ بھی حالات نظر نہ آئے ، اور آئندہ بھی انکے کسرِ نفسی کی وجہ سے امید نہیں ، اس لئے دل میں آیا کہ مولانا محمد ایوب صاحب کی وقت کی اہم علمی و روحانی کمالات سے مزین جامع کتاب "برکاتِ دعا" کے شروع میں کچھ حالات تحریر کر دئے جائیں ۔

چنانچہ اسی مقصد کے تحت ناچیز نے حضرت مولانا سے درخواست کی کہ کچھ نہ کچھ احوال زندگی پیش لفظ کے طور پر لکھدئے جائیں ۔ خادم کے اصرار پر مختلف قسم کی چیزوں کی معلومات کے اظہار کرنے پر آمادگی ظاہر فرمائی ، جو قارئین کی خدمت میں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

بزرگوں کے حالات اسی لئے لکھے جاتے ہیں کہ ان سے ہم جیسوں کی کچھ نہ کچھ اصلاح ہو اور استفادہ کا موقع ملے ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را ۔ گاہ گاہ باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

بعد حمد و صلوٰۃ: زیر نظر کتاب "برکاتِ دعا" ستائیس فصلیں اور سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب میرے عزیز دوست حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہ کی تیس (۳۰) سالہ زندگی کی محنت اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے جیسا کہ، عرض مؤلف میں خود موصوف نے تحریر فرمایا ہے "کتاب کے حقائق اور مقبولیت وغیرہ کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر یہ خدمت میں دوسرے بڑے احبابوں پر چھوڑتا ہوں"

سر دست، میں مولانا صاحب کی سوانح کے متعلق کچھ مختصر سے حالات عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں، تاکہ مؤلف کی زندگی کے بعض مستور حالات سامنے آجائیں۔ موصوف کے ساتھ ایک ہی ملک میں کم و بیش میری تیس سالہ رفاقت رہی ہے جسکی وجہ سے مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی بالواسطہ، بلا واسطہ معلومات کو اجاگر کروں۔

پیدائش و ابتدائی تعلیم مولانا کا اسم گرامی: محمد ایوب، والد صاحب کا نام، اور خاندانی نسبت (اٹک) کھلودیا ہے۔ مگر ایشیاء کی عظیم علمی و روحانی درسگاہ، دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کی نسبت کی وجہ سے اسی وقت سے انھیں عرف عام میں محمد ایوب سورتی قاسمی کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔

مولانا کی پیدائش، مؤرخہ: ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء میں ضلع سورت (گجرات) کے ایک چھوٹے سے دیہات "ماکھنگا" میں ہوئی۔ یہ گاؤں ہندو پاک کی مشہور علمی درس گاہ، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے صرف تین میل دور (نیشنل ہائی وے) پر واقع ہے۔

مولانا محمد ایوب صاحب نے حفظ قرآن مجید مدرسہ مفتاح العلوم، قصبہ، تراج ضلع سورت میں فخرِ گجرات حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ تراجوی[1] کی زیر نگرانی کیا۔ اسکے علاوہ مادری گجراتی زبان کی ابتداء سے لیکر پانچ کلاس تک کی تعلیم بھی حفظ قرآن کے ساتھ مقامی اسکول میں حاصل کرتے رہے۔

درس نظامی کی ابتداء حفظ کی تکمیل کے بعد جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے، وہاں اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی، پھر جامعہ اشرفیہ راندیر[2] (ضلع سورت) تشریف لے گئے۔ وہاں عربی اوّل سے

(۱) حضرت مولانا مفتی علی محمد تراجوی یہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے اخص تلامذہ اور دارالعلوم دیوبند کے سابق قدیم و مقبول ذی استعداد اساتذہ میں سے تھے۔ (۲) دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں حسب ذیل اساتذۂ کرام سے تعلیم حاصل فرمائی (۱) عارف باللہ حضرت مولانا سید رضا اجمیری صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ، (۲) عالم ربانی، مجاز حضرت شیخ الاسلام مدنی حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کاچھوی (۳) استاذ حدیث حضرت مولانا محمد آدم صاحب طلع پوری (پالنپوری) (۴) حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کاوی محدث اشرفیہ، (۵) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن بلیدوی (حکیم ابوالشفاء) صاحب وغیرہ

عربی چہارم (شرح وقایہ) تک پڑھا۔ اسکے بعد ہدایہ سے لیکر موقوف علیہ اور دورۂ حدیث تک کی جملہ کتابوں کی تعلیم ، ایشیا، کی عظیم ، علمی ، روحانی و الہامی درسگاہ دار العلوم دیوبند میں حاصل فرمائی ۔ دیوبند میں ۱۹۵۶ء سے لیکر ۱۹۶۱ء تک تحصیل علوم نبویہ میں مصروف رہے

اساتذۂ دار العلوم دیوبند اس سے پہلے قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے درس بخاری اور ختم بخاری شریف میں بھی شرکت و سماعت کا شرف نصیب ہوا ۔ دار العلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام میں فخرالمحدثین علامہ سید فخرالدین صاحب مراد آبادیؒ ، شیخ المعقولات و المنقولات حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صاحبؒ ، ماہر فلکیات حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحبؒ ، حضرت مولانا عبد الجلیل صاحبؒ ، مفسر قرآن حضرت مولانا فخرالحسن صاحبؒ ، حضرت مولانا ظہور الحسن صاحبؒ وغیرہ اور تجوید و قرائت میں امام القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ سے تعلیم اور سند تجوید پانے کا شرف حاصل ہوا ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

بیعت و اصلاحی تعلق اسکے علاوہ اسلاف متقدمین اور دار العلوم دیوبند کی قدیم روایات کے مطابق اصلاح و تربیت کے اعتبار سے حضرت مولانا کا تعلق سب سے پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے رہا ۔ اسی سلسلہ میں ۱۹۵۶ء میں حضرت مدنی کا اخیری رمضان المبارک تھا جو حضرت نے آسام (بنگال) کے قصبہ ، بانسکنڈی (ضلع سلچر) میں گزارا تھا ، تو حضرت مدنیؒ سے عشق کے درجہ میں محبت ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب حضرتؒ کی معیت میں وہاں تشریف لے گئے اور پورا رمضان المبارک حضرت مدنیؒ کی معیت (صحبت) میں آسام ، بانسکنڈی میں گزارا ۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ، ماکھنگا میں اس رمضان المبارک کے بعد آل انڈیا جمعیت العلماء کانفرنس جو شہر سورت (گجرات) میں منعقد ہوئی ، حضرت مدنیؒ وہاں تشریف لے گئے ، حضرتؒ کی زیر صدارت اس سہ روزہ کانفرنس سے فراغت پر بلیشور سے ڈابھیل جاتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ، مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کے گھر ماکھنگا تشریف لے گئے ۔ صبح اشراق سے لیکر ظہر تک وہاں قیام فرمایا ، مردانہ ، زنانہ بیعت اور دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد دستر خوان پر ہی مزاحانیہ فرماتے ہوئے : فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ جامعہ سے مفتئ گجرات حضرت مولانا

مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحبؒ کے ہمراہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ جاتے وقت حضرت مدنیؒ نے مولانا محمد ایوب صاحب، اہل خانہ اور بستی والوں کو خوشی ومسرت کی حالت میں بڑی دعائیں دیں۔

شیخ الاسلامؒ کی جانب سے محبت کی بشارت

مولانا محمد ایوب صاحب نے فرمایا: مجھے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ امتحان کے سلسلہ میں بڑی فکر و پریشانی تھی، کہ خدا جانے امتحان میں کامیابی ملے گی یا نہیں، کیونکہ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکزی ادارہ میں بڑے بڑے ذی استعداد بھی فیل اور ناکام ہوجایا کرتے تھے، مگر خداوند قدوس کی شانِ کریمی کا ظہور اس طرح ہوا کہ:

داخلہ امتحان کی فکر اور پریشانی میں دعائیں کرتے اور روتے ہوئے میں سو گیا، رات، قطبِ عالم حضرت مدنیؒ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی، حضرت مدنیؒ نے فرمایا: تم کیوں پریشان ہو، فکر نہ کرو، تمہیں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں، تمہیں مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تم میرے پاس آسام بانس کنڈی نہ آتے، اور مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو میں تمہارے گھر (ماکھنگا) نہ آتا، بس یہ سنتے ہی میری غمی خوشی سے بدل گئی۔

خواب سے بیدار ہو گیا، دیوبند گیا، دارالعلوم کے امتحان میں بھی بفضلہ تعالیٰ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی توجہاتِ عالیہ کی برکت سے کامیاب ہو کر جملہ مطلوبہ کتابیں بھی مل گئیں۔ (اگرچہ سکہ تو کھوٹا ہی تھا) گویا یہ حضرت مدنیؒ کا ایک غائبانہ تصرف تھا، الحمد للہ علیٰ ذالک۔

بات مولانا محمد ایوب صاحب کی اصلاح و تربیت کی چل رہی تھی، حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ سے رجوع فرمایا، کم و بیش تین چار سال رمضان المبارک حضرت اقدس رائپوریؒ کی صحبت و معیت میں رائپور اور سہارنپور بہٹ ہاؤس میں قیام فرمایا۔

حضرت اقدس رائپوریؒ کے بعد شیخ المشائخ حضرت مولانا سید مسیح اللہ خان صاحبؒ (جلال آبادی) سے بیعت و اصلاحی تعلق رہا، حضرت[1] مسیح الامتؒ کی خدمت و معیت میں بھی تین رمضان المبارک اذکار و اوراد میں مشغول رہے۔

(۱) مولانا محمد ایوب سورتی صاحبؒ کی کوشش سے سیدنا حضرت مسیح الامتؒ پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء میں علاقہ گجرات، سورت کٹھور، ماکھنگا، بھٹی ناچیز خادم ہاشم احمد علی راوت کے ہاں اور نوساری وغیرہ مقامات پر تشریف لے گئے، بمقام

یہاں پر درمیان میں ایک اور بات عرض کرتا چلوں، وہ یہ کہ دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہ بقیۃ السلف فنا فی التبلیغ مخلص داعی حضرت مولانا موسیٰ سامرودی صاحبؒ (سورتی) مدظلہ کی تشکیل پر دہلی نظام الدین تبلیغی مرکز تشریف لے گئے، اور وہاں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے جانشین فرزندِ ارجمند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی سرپرستی میں رہ کر اس وقت کے اصول کے مطابق پورے سات چلے سے زیادہ دس گیارہ مہینے تک تبلیغی کام سیکھتے رہے۔

اس دوران تبلیغی جماعت سے نسبت و تعلق رکھنے والے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ کے پرانے بزرگ میانجی موسیٰ میواتی صاحبؒ اور میانجی مہراب میواتی صاحبؒ وغیرہ کے ساتھ رہ کر مولانا کو سیکھنے اور جماعتی کام کرنے کا اچھا موقع ملا۔

دار العلوم اور تبلیغی جماعت سے فراغت کے بعد اپنے وطن گجرات، نواپور اور عالی پور میں تعلیمی خدمت مع امامت و خطابت شروع کی وہاں سے ۱۹۶۷ء میں انگلینڈ، یارکشائر کے شہر ٹباٹلی، سوسائٹی کی دعوت پر تشریف لائے اور یہاں درس و تدریس وغیرہ خدمات شروع فرمائی۔

سرزمین برطانیہ پر عارف باللہ کا درود محترم مولانا محمد ایوب صاحب نے باٹلی آنے کے بعد اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ مسیح الامتؒ (محبوب خلیفہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) کو برطانیہ تشریف آوری کی دعوت پیش فرمائی۔ بصد اصرار حضرت والاؒ نے شرف قبولیت سے نوازا، چنانچہ ۱۹۷۱ء میں حضرت شیخ مسیح الامتؒ باٹلی (لندن) تشریف لائے اور

باٹلی آمد گاہ مولانا ایوب صاحب کے ہاں رات حضرت والاؒ کا ایک روح پرور تین گھنٹہ بیان ہوا جس میں کثیر تعداد میں عوام کے علاوہ، تراج مدرسہ اور جامعہ ڈابھیل کے علماء کرام اور طلبہ نے شرکت فرمائی، جامعہ ڈابھیل کے ایک معمر سابق استاذ جنہوں نے بارہ سال تک جامعہ میں درس دیا تھا وہ بھی شریک تھے، انہوں نے فرمایا حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے طرز کا بیان جس میں تقویٰ و طہارت، فضائل مع مسائل حکایات و واقعات پر مبنی تقریر بہ عرصہ کے بعد آج سننے کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت والاؒ کی سرزمین گجرات پر عزیزم مولانا ایوب صاحب کی سعی سے یہ پہلی مرتبہ تشریف آوری تھی، جس کا بہت سوں کو علم بھی نہ ہوگا۔

(۱) ایک مجلس میں مولانا محمد ایوب سورتی صاحب نے فرمایا جب میں یہاں یوکے باٹلی ۱۹۶۷ء میں آیا تو اس وقت

مولانا محمد ایوب صاحب کے دولت کدہ پر تین ماہ قیام فرمایا، اور اس دوران باٹلی سے پورے انگلینڈ کے متعدد شہروں کے اسفار ہوتے رہے، دریں اثنا سینکڑوں کی تعداد میں عوام و خواص اور حضرات علماء کرام حضرت کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہو کر فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔

یاد رہے: برطانیہ کی ہزار سالہ تاریخ میں اہل سنت والجماعت میں سے کسی ماہر شریعت و طریقت آلِ رسول ﷺ محدث صاحب کشف و کرامت عارف باللہ کا یہ پہلا قدم اور ورود تھا۔ الحمد للہ، حضرت کے بعد ہند و پاک کے بڑے بڑے علماء کرام محدثین عظام اور زمانہ کے مسلمہ غوث و قطب اور مقام ابدال پر فائز حضرات مشائخ کافی تعداد میں برطانیہ تشریف لاتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان سب حضرات کے آنے کو قبول فرما کر ان حضرات کے اقدام عالیہ اور تشریف آوری کو برطانیہ، پورے یورپ اور امریکہ وغیرہ میں مذہب اسلام اور دین و شریعت کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ بنائے، آمین یا رب العٰلمین۔

انشاء اللہ تعالیٰ، مولانا محمد ایوب صاحب کی یہ خدمت برطانیہ کی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش کارنامہ کی حیثیت سے لکھی جائے گی۔

دامن کو سمیٹتے ہوئے اگر اس بات کا اظہار نہ کرتا چلوں تو شاید حقِ رفاقت میں خیانت ہوگی، وہ یہ کہ: میرے کرم فرما حضرت مولانا محمد ایوب سورتی قاسمی صاحب کو قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبد القادر رائپوریؒ کے مقبول خلیفہ یادگارِ سلف صاحبِ نسبت بزرگ رئیس الخطاط حضرت مولانا شاہ سید نفیس الحسینی صاحب مدظلہ (مقیم، لاہور) کی جانب سے مجاز بیعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔

اسکے علاوہ، حضرت شیخ مسیح الامتؒ کے منظورِ نظر مجاز شفیق الامت حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ کی جانب سے بھی اجازتِ بیعت و خلافت ہے، اس خاکسار کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا ایوب صاحب کے علمی و روحانی فیوض و برکات کو عام و تام فرمائے اور موصوف کا ادب و احترام اور قدر کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العٰلمین۔

پورے انگلینڈ (یوکے) میں مقیم جملہ علماء کرام میں اس خادم کے علاوہ اور کوئی ایسے علماء کرام میں سے نہیں تھے جنھوں نے تبلیغی جماعت میں حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی زیر نگرانی پورے سات آٹھ چلے کام کیا ہو، یعنی پورے یورپ میں تبلیغی جماعت میں بیک وقت پورے آٹھ چلے لگا کر آنے والے علماء کرام میں حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں تو اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر...... حضرت مولانا برطانیہ میں سالہا سال تک مساجد و مدارس میں درس و تدریس اور امامت و خطابت وغیرہ خدمات انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی بحمد اللہ تعالیٰ ضعف، معذوری اور متعدد امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود نظام و انتظام، تبلیغ و تقریر، پند و نصائح وغیرہ کی بہت سی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

مولانا محمد ایوب صاحب جب تشریف لائے تو باٹلی میں صرف ایک مسجد، ایک مدرسہ اور سات علماء کرام تھے، اور آج بحمد اللہ تعالیٰ صرف باٹلی میں دس مساجد، اور جگہ جگہ بچوں کی دینی تعلیم کے لئے کم و بیش پندرہ سے زائد دینی مدارس اور سو سے زائد حضراتِ علماء کرام، مفتیانِ عظام اور صالح و مصلح مشائخ عظام وغیرہ موجود ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حالات و واقعات اور خدمات وغیرہ تو اور بھی بہت سے ہیں، مگر طوالت کے خوف سے انہیں چند اوصاف پر اکتفا کرتا ہوں

مذکورہ چند یادیں اور چند باتیں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا سورتی صاحب مدظلہ کو جو ایشیاء کی عظیم دینی و روحانی درسگاہ ہے علمی فیض اور وقت کے مسلمہ غوث اور قطب الاقطاب جیسے حضرات مشائخ سے روحانی نسبتیں اور خصوصی تعلق و محبت کا شرف حاصل ہے۔ جب ایسے صاحبِ علم و نسبت نے امت مسلمہ کی خدمت کی نیت سے مخلصانہ قلم (برکاتِ دعا کے سلسلہ میں) اٹھایا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ انکی یہ محنت رائیگاں نہیں جائے گی، جیسا کہ کتاب کی مقبولیت اور مزید نشر و اشاعت پر منامی بشارتیں اسکا بین ثبوت ہیں۔

عزیز محترم نے فضائل دعا کے سلسلہ میں "برکاتِ دعا" کے نام سے یہ بہترین جامع کتاب لکھی ہے، جسکو اکابرینِ امت کے چیدہ چیدہ سینکڑوں ملفوظات و حکایات سے مدلل اور مزین فرما کر شائع فرمایا ہے۔

مؤدبانہ گزارش اس کتاب کی کل ستائیس (۲۷) فصلیں ہیں، رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں دعاؤں کی قبولیت کے متعلق احادیث نبویہ میں کافی بشارتیں وارد ہوئی ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ حضرات ائمہ مساجد اور قابل احترام علماء کرام، رمضان المبارک میں روزانہ اس کتاب میں سے ایک ایک فصل کا ماحصل اور خلاصہ سامعین حضرات کی خدمت میں بیان فرماتے رہیں، تو انشاء اللہ

تعالیٰ ستائیس رمضان المبارک کو ختم قرآن مجید کے ساتھ یہ کتاب بھی پوری ہوجائے اور سامعین حضرات کو دعاؤ مناجات سے ایک گونہ نسبت و مناسبت بھی ہوجائے۔ گر قبول افتد زہے قسمت۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے صدیق محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کی تحریری، تقریری، تبلیغی اور جملہ دینی دنیوی خدمات، قبول فرماکر دارین میں اجرِ عظیم اور اس دار فانی میں صحت و عافیت، اتباع سنت کی توفیق اور محبوبیت و مقبولیت والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین.

ناچیز خادم، ہاشم احمد علی راوت (بھُمّیَ) غفرلہ۔ والسال۔ مڈلینڈ۔ یوکے۔
۲۲ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق: یکم فروری ۲۰۰۵ء

ہدیۂ عقیدت

بخدمت اقدس مولانا محمد ایوب صاحب سورتی قاسمی (کھلوڈیا) مدظلہ

از (مولانا) ہاشم احمد علی راوت (بھُمّیَ) صاحب مدظلہ

کیسے کروں بیاں حالات اپنے یار کی
قلم بھی قاصر ہے جیسے یہ دَین ہے پروردگار کی

دیا ساتھ برسوں میں نے اپنے یار کو
پہونچ نہیں پایا احقر ان کے کردار کو

ظاہر میں کچھ ہے تو اندر میں سب کچھ
برسوں بعد معلوم ہوا اندر سے ہے بہت کچھ

تقسیم کرتے ہیں پیار اپنوں اور بیگانوں میں
حاصل کرتے ہیں علم لوگ انکے سرائے سے

ظاہر میں ہے طبیعت میں انکی نرمی
جلال میں آتے ہیں تو بہت ہیں ان میں گرمی

کردار کا کیا پوچھنا گفتار کا غازی ہے
زہد و تقویٰ میں بھی بلند مقام ہے

بزرگوں کے قول و فعل کا وہ لٹیرا ہے
مطالعہ میں کتابوں کا وہ کیڑا ہے

طبیعت میں ہے سادگی تو ہے نظافت بھی
باتوں میں شرارت ہے تو ہے شرافت بھی

پایا ہے تیری زندگی کو مانند کشکول
یہ بات سچ ہے نہیں ہے اس میں مخول

اب زیبا نہیں ہم کو کرے شرارت آپ سے
نہیں گرائینگے آپ کو اپنے مقام سے

بدلے نہیں ہے آپ، بدلہ ہوا ہے ہاشم
شاعر کے تخلص میں کہتے ہیں مجھے دَیم

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد:

ملتِ اسلامیہ ایک ایسی واحد ملت اور انکے پاس ایک ایسی خالص آسمانی کتاب اور دین حنیف ہے، جس کے سامنے اس کائناتِ ہست و بود کے بڑے بڑے فلاسفر، عقلاء اور دانشور اپنے سر نگوں کئے ہوئے ہیں۔

اس ملتِ بیضاء کے پرستاروں کو دشمنانِ اسلام کی جانب سے جدید ٹکنالوجی اور سائنسی ترقیات کے ذریعہ حیرت انگیز گمراہ کن، ایمان سوز، عریانی، بے راہ روی، اور لادینیت کی طرف بہالے جانے والے آلات و اسباب مہیا کر کے عموماً ساری انسانیت کو اور خصوصاً امت مسلمہ کو اپنے خالق و مالک اور اسکے پیارے حبیب، امام الانبیاء، نبی آخر الزمان، محمد مصطفیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمابرداری کے بجائے بغاوت و نافرمانی کی جانب لے جانے کی ہر ممکن عالمی پیمانہ پر کوششیں کی جارہی ہیں۔

اس پُرفتن، پریشان کن حالات اور مسموم فضاؤں میں مسلمانوں کے رخ کو دین حنیف کی طرف موڑتے ہوئے اپنے معبود حقیقی سے وابستگی پیدا کرنے کے لئے منجملہ متعدد راہوں کے ایک کلیدی راہ سمجھ میں آئی اور وہ یہ کہ، عامۃ المسلمین کے سامنے خداوند قدوس کی نافرمانی اور اس سے عذاب و عتاب میں گرفتار ہونے جیسے ڈرانے والے مسائل رکھنے کے بجائے ......

خداوند قدوس کے فضل و کرم، عفو و درگزر اور اس ارحم الراحمین کے رحم و کرم کے بہتے ہوئے سمندروں کا نقشہ پیش کرتے ہوئے گنہگارانِ امت کو توبہ، استغفار اور دعاؤں کے ذریعہ خداوندِ قدوس کے دامنِ شفقت سے ملانے اور وابستہ کرنے کی سعی کی جائے۔

یہ اس وجہ سے کہ، اکابرینِ امت کی زبانی یہ مقدس الہامی ارشاد گرامی بار بار سننے میں آتا رہا کہ، مسلمانوں کے سامنے قہر و غضب کے بجائے رحم و کرم اور عفو و درگزر کو فضائل کی شکل

میں پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت و انسیت پیدا کرنا زیادہ مفید ثابت ہو گا۔

چنانچہ اس ارشاد گرامی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ یہ کتاب ابتداء سے لیکر انتہاء تک اسی نہج سے لکھی گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس میں ایک پُر مغز مقدمہ اور مختلف موضوعات پر کم و بیش ستائیس (۲۷) فصلیں قائم کی گئی ہیں۔ اس کتاب کو قرآنی تعلیمات و ہدایات اور احادیث نبویہ اور اسلاف امت کے گراں قدر ارشادات و فرمودات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اطمینان و سکون قلبی کے لئے۔ لکھی ہوئی چیزوں کی اسانید و حوالات بھی درج کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب کیا ہے؟ اگر میں یہ کہوں کہ میری ساٹھ سالہ زندگی کی کتب بینی۔ مطالعہ اور مقبولانِ الٰہی کی صحبت و معیت کا نتیجہ ہے۔ تو یہ بے جا نہ ہو گا۔

اس کتاب کے متعلق اگر ایک اور بات لکھدوں تو شاید غیر مناسب نہ ہو گا۔ وہ یہ کہ۔ مجھے اُس اکرم الاکرمین کی ذات کریمی سے امید قوی ہے کہ اس کتاب کا اگر بغور صدقِ دل سے مطالعہ کیا جائے تو عصیان و کبائر کے اعتبار سے فسق و فجور اور برائیوں کے تصور میں نہ آنے والے غضبِ الٰہی کے مورد بننے کے مقام تک کیوں نہ جا پہنچے ہوں۔ اور گمراہی میں بغاوت و نافرمانی کرتے ہوئے ایمان و اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھنے جیسی نازک حدود تک ہی کیوں نہ جا پہنچے ہوں۔ مگر پھر بھی اس کتاب کے پڑھتے یا سنتے رہنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اتنا اثر ہو گا کہ ان آخری حدود سے اپنی نامناسب زندگی پر ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے واپس لوٹ کر اس غفور الرحیم کے چہیتے اور مقبول بندوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اس میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امید افزا باتیں اور خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق انکے مخلص و مقبول بندوں کے روحانیت بھری تاثیر لئے ہوئے واقعات و ملفوظات لکھے گئے ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اب اخیر میں۔ بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اکرم الاکرمین محض اپنے فضل و کرم سے میری لغزشوں۔ کوتاہیوں کو معاف فرما کر اس کد و کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر جملہ مسلمانوں کو اسکے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے .... آمین۔

راقم: محمد ایوب سورتی۔ قاسمی عفی عنہ (باٹلی۔ برطانیہ)

جسٹس علامہ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

☆ کائنات کا کوئی ذرہ مشیت الٰہی کے بغیر ہل نہیں سکتا ☆

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ اپنی دعائیہ کتاب "پُر نُور دعائیں" کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ وہ عجیب و غریب عمل ہے جس سے ایک طرف بندے کی حاجتیں پوری ہوتی اور مرادیں بر آتی ہیں، اور دوسری طرف یہ بذات خود ایک عظیم عبادت ہے جس پر اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔

کون انسان ہے جس کو اپنی زندگی میں ہر روز بہت سی حاجتیں پیش نہ آتی ہوں۔ لیکن مادے اور اسباب میں منہمک انسان ان حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے صرف ظاہری اسباب کا سہارا لیتا ہے، اور اپنی ساری سوچ بچار اور دوڑ دھوپ انہیں ظاہری اسباب پر مرکوز کئے رکھتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی خود یا عزیز بیمار ہو جائے تو آجکل زیادہ فکر اور توجہ علاج کی طرف رہتی ہے۔ لیکن یہ خیال کم لوگوں کو آتا ہے کہ کوئی علاج یا ادویہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور مشیت کے بغیر کارگر نہیں ہو سکتا۔ لهذا علاج کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ہی سے صحت و شفاء بھی مانگنی چاہیے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بے روزگار ہے یا مقروض ہے تو روزگار کے حصول یا قرضے کی ادائیگی کے لئے دنیوی وسائل تو اہمیت کے ساتھ بروئے کار لائے جاتے ہیں لیکن کم لوگ ہیں جو ان وسائل کے ساتھ ساتھ دعاؤں کا بھی اہتمام کریں۔

لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حقیقت شناس نگاہ عطا فرمائی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کائنات میں کوئی ذرہ ہمارے خالق و مالک کی اجازت و مشیت کے بغیر ہل بھی نہیں سکتا، لہذا وہ حضرات اسباب کو اختیار تو ضرور کرتے ہیں لیکن بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے رحیم و کریم ہیں کہ وہ نہ صرف بندوں کی دعائیں سنتے ہیں بلکہ ان سے جتنی زیادہ دعائیں کی جائیں وہ بندے کو اپنی خوشنودی سے اتنا ہی زیادہ نوازتے رہتے ہیں۔

اسکے علاوہ: اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کے لئے کوئی خاص الفاظ متعین نہیں فرمائے، بلکہ ہر انسان کو یہ سہولت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنی جس جائز حاجت کو چاہے اپنے پروردگار سے اپنی زبان میں مانگ سکتا ہے، اس لئے نہ کوئی خاص الفاظ متعین ہیں، نہ کوئی خاص وقت، بلکہ بندہ جب چاہے براہ راست اپنی ضرورت اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے الفاظ و اپنی زبان میں کسی وقت بھی پیش کر سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسباب وسائل کے ساتھ دعاؤں کی طرف بھی خصوصی توجہ کرتے رہنا چاہئے تاکہ مسبب الاسباب وسائل میں تاثیر پیدا فرمادیں جو حاجت مندوں کا اصل منشاء ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک خواب اور اسکی تعبیر

استاذ المحدثین کی جانب سے ہمت افزائی

ناچیز خادم کی یہ تیسری کتاب ہے، پہلی: مقدمہ تاریخ گجرات، دوسری: قول فیصل اور تیسری کتاب یہ دعاؤں کے متعلق ہے۔

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں قول فیصل شائع ہونے پر خادم نے استاذ المحدثین شیخ الهند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ (اسیر مالٹا) کو خواب میں دیکھا۔

میں حضرتؒ کے قریب بیٹھا ہوا تھا، حضرت نے مجھے دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم کتاب کس ہاتھ سے لکھتے ہو؟ میں نے اپنا داہنا ہاتھ حضرت کے سامنے رکھتے ہوئے عرض کیا کہ: حضرت، اس ہاتھ سے، اس وقت حضرت شیخ الهندؒ نے اپنا دست مبارک زمین پر آہستہ آہستہ مارا، حضرت کا دست مبارک زمین پر مارنا تھا کہ اسی وقت میرے داہنے ہاتھ کی انگلی سے روشنی (بشکل نور) نکلنے لگی، اتنا دیکھ کر میں بیدار ہوگیا۔

تھوڑی دیر میں پھر نیند آگئی، تو دیکھا کہ حضرت شیخ الهندؒ نے بغیر گفتگو فرمائے مجھے دیکھتے ہی پھر اپنا دست مبارک زمین پر مارا، اور میری انگلیوں سے پھر روشنی نکلنی شروع ہوگئی، اتنا دیکھ کر میں بیدار ہوگیا۔

خواب کی تعبیر اس خواب کی تعبیر میں ایک صاحب نسبت محدث بزرگ نے یوں فرمایا کہ حضرت شیخ الھندؒ جملہ علماء دیوبند کے استاذ الکل ہیں۔اس سے ذہن میں یہ آتا ہے کہ تمہاری کتاب علماء دیوبند کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے۔

اسکے علاوہ انگلیوں سے روشنی نکلنا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سے تحریری کام اور بھی لئے جائینگے۔جو انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ہدایت کا سبب بنے گا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک، اللھم زد فزد،

اللّٰھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم آمین

خادم: محمد ایوب سورتی قاسمی عفی عنہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء رحمتوں کا ایک منظر

اس ارحم الراحمین کو جس نے جب بھی جس حالت میں، جہاں کہیں پکارا اس نے وہیں اسے ہر حالت میں ناصر و مددگار پایا۔

(۱) حضرت آدمؑ نے ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے اسے پکارا تو وہاں اسے ستار و غفار پایا۔
(۲) حضرت نوحؑ نے مظلومیت کے عالم میں پتھروں کے نیچے پکارا تو وہاں اسے غم خوار اور مددگار پایا،
(۳) حضرت یعقوبؑ نے فراقِ یوسفؑ کے انتہائی رنج و غم میں پکارا، تو وہاں اسے محافظ پایا۔
(۴) حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے تعاقب پر موجیں مارتے ہوئے سمندر پر پکارا تو راستوں کی شکل میں اسے وہاں نجات دہندہ پایا۔
(۵) حضرت ایوبؑ نے بیماریوں کے صدہا زخموں میں چور ہو کر اسے پکارا تو وہاں اسے شافی الامراض پایا۔
(۶) حضرت یونسؑ نے سمندر کی تاریکی میں مچھلی کے پیٹ میں پکارا، تو وہاں اسے نجات دہندہ پایا،
(۷) حضرت یوسفؑ نے کنوئیں کی اندھیری تہہ میں پکارا تو وہاں اسے ارحم الراحمین پایا۔
(۸) حضرت سارہؓ نے ظالم بادشاہ کے محل میں عفت و پاکدامنی کے تحفظ کی خاطر پکارا تو وہاں اسے احکم الحاکمین پایا۔
(۹) حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہؓ نے اپنے معصوم بچے کے پانی کے لئے صفا مروہ کی پہاڑیوں میں پکارا تو آبِ زمزم کی شکل میں وہاں اسے فریادرس پایا۔
(۱۰) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر و حنین میں دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پکارا تو آندھی اور فرشتوں کی شکل میں وہاں اسے ناصر و مددگار پایا۔
(۱۱) صحابۂ کرامؓ نے سانپ، شیر اور پھاڑ کھانے والے درندوں سے بھرے ہوئے افریقہ کے جنگلوں میں پکارا تو وہاں بھی اسے مہربان پایا۔
(۱۲) شیطان ملعون نے خدا کو انکے عین غضب و قہر کی حالت میں پکارا تو وہاں بھی اسنے اپنی دعاؤں کو قبول کرنے والا پایا۔

(۱۴) خدائی دعوی کرنے والے فرعون نے رات کی تاریکی میں دریائے نیل میں بارش کے لئے پکارا تو وہاں بھی اسے مستجاب الدعوات پایا۔

اے مسلمانوں! زمین و آسمان میں کونسی ایسی جگہ ہے جہاں انکے دوست اور دشمن مسلم اور غیر مسلم میں سے کسی نے بھی جان لیوا آڑے وقت میں اسے پکارا ہو، اور اس ارحم الراحمین نے اسکی نصرت و مدد نہ کی ہو۔

ایسا مشفق و مہربان خالق و مالک اپنے بندو کو بار بار پکار کر یہ کہہ رہا ہے: لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ، اے میرے بندو! اپنی نافرمانیاں اور گناہوں کی وجہ سے میری رحمتوں سے مایوس و نا امید نہ ہو، اے میرے بندو! اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ، مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا، مجھ سے مانگو، میں دونگا ایسے لاثانی مہربان داتا سے پھر بھی اگر کوئی نہ مانگے تو پھر ایسے بندوں کی غفلت و کوتاہی کا کیا کہنا!

مظلوم و مضطر کا مقام بارگاہِ خداوندی میں

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بد دعا جو ظالم کے حق میں ہوتی ہے، اسے بادلوں سے اوپر اٹھالی جاتی ہے، آسمانوں کے دروازے اس دعا کو قبول کرنے کے لئے کھول دئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: میں تیری نصرت و مدد ضرور کرونگا اگرچہ کچھ تاخیر ہو[1]

(۲) مظلوم کی بد دعا اور عرش اعظم کے درمیان کوئی حجاب و رکاوٹ نہیں ہوتی۔

(۳) مظلوم کی بد دعا پر عرش اعظم حرکت میں آجاتا ہے۔

(۴) مظلوم کی بد دعاؤں نے بڑی بڑی حکومتوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

(۵) امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے مضطر (مظلوم) کی دعا کو قبول کرنے کی ذمہ داری خود لے لی ہے۔ (آیت کریمہ)

(۶) اس ارحم الراحمین کو دعا کرنے والے اپنے بندوں کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرم و حیا آتی ہے، یعنی دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں کو ضرور قبول فرمالیتے ہیں۔

(۷) حیوانوں میں سب سے زیادہ ناپاک جنس خنزیز کی دعا مظلومیت کی حالت میں اللہ تعالی نے قبول فرمائی۔ (ناقل، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

---

(۱) مسند احمد، ترمذی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

★★★★★

الحمد للہ، اس وقت آپ کے ہاتھ میں جو کتاب "برکاتِ دعا" کے نام سے ہے، اسے لکھنے کا ارادہ دل میں اس لئے پیدا ہوا کہ برطانیہ (باٹلی۔ ویسٹ یارک شائر) آکر ابتداء ۱۹۶۷ء سے لیکر آج ۲۰۰۰ء تک سال بھر کے لیل و نہار میں اپنے احبابوں کے سامنے (انکے حسنِ ظن کی وجہ سے) کچھ نہ کچھ دینی باتیں کرنیکے مواقع دستیاب ہوتے رہیں۔ ایسے اوقات میں ناچیز اکثر و بیشتر خداوند قدوس کے فضل و کرم، عفو و درگزر اور فضائلِ دعا و فضائلِ توبہ وغیرہ موضوعات پر ترغیبی روایات و فضائل بیان کر کے لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کرتا رہا۔ موقع و محل کے اعتبار سے باتیں سنانے کے متعلق مواد جمع کرنے کے لئے مختلف فنون کی چھوٹی بڑی کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہو جاتا تھا۔

الحمد للہ جیسے جیسے مطالعہ کرتا رہا ضرورت کے مطابق اسمیں سے مواد جمع کرتا رہا۔ مثل مشہور ہے:
قطرہ قطرہ دریا شود، اسی طرح کافی ذخیرہ جمع ہوتا گیا۔

دوسری طرف زندگی چھ دہائیوں سے زیادہ گزر چکی ہے، اب **ضعیفی**، بیماری اور متعدد اعذار کی وجہ سے کچھ کام کا نہ رہا۔ تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایامِ گزشتہ میں کافی تگ و دو اور محنت و مشقت سے جو اوراق سیاہ کئے ہیں بتوفیقِ الٰہی اگر اسے صاف کر کے ضروری و اہم چیزوں کو کتابی شکل دیدی جائے تو شاید کسی کے اس پر عمل کرنیکی وجہ سے میری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اس

حسن ظن کو مد نظر رکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ قلم اٹھایا ۰ اور الحمد للہ سالہا سال کی کاوشوں کو آج آپکے سامنے کتابی شکل میں پیش کر نیکی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اکابرین امت کی زبانی یہ مقدس ارشادات بار بار سننے میں آتے رہے کہ "امت کے سامنے قہر و غضب کے بجائے رحم وکرم اور عفوٌ در گزر کو فضائل کی شکل میں بیان کر کے انکے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت وانسیت پیدا کرنا یہ زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے"۔

چنانچہ انہیں ارشادات کو مد نظر رکھتے ہوئے ۰ احقر نے کام شروع کیا اور زندگی بھر یہ ڈگر اپنائے رہا ۰ الحمد للہ اسکے ثمرات ونتائج ۰ انابت و رجوع الی اللہ کی شکل میں مشاہد ہوتے رہے۔

اکثر و بیشتر احقر کا موضوعِ سخن فضائل دعا و استغفار رہا ۰ اسے بیان کرتے ہوئے بعض اوقات میرے دل میں شکوک و شبہات کی شکل میں یہ بات آتی رہی کہ عوام کے سامنے ہمیشہ ایسی روایات و واقعات سناتے رہنے سے وہ کہیں بے خوف ہو کر جری نہ ہو جائیں؟

یہ سوچ کر کبھی راہ بدلنے کا ارادہ کرلیتا (مگر اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے حملے سے میری حفاظت فرمائیں) ایک تو مذکورہ موضوع پر کہتے رہنے کی خو بن چکی تھی ۰ اسکے علاوہ دوسری کتب اسلاف میں اپنے موضوعِ سخن کی تائید میں کچھ روایات و واقعات بھی مل جایا کرتی تھیں جنکی وجہ سے ہمت بڑھتی رہی۔ چنانچہ اس سلسلہ کی چند باتیں یہاں زیر قلم کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ سے خالی نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق سے محبت کا ایک منظر

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے[1] ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا کہ ۔سیدنا عبد القادرؒ وعظ میں چالیس سال تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا بیان فرماتے رہے ۰ پھر بڑے پیر صاحبؒ کے جی میں آیا کہ رحمت کا وعظ سن سن کر لوگ نڈر و بے خوف ہوگئے ہونگے۔

(۱) از کلمۃ الحق صفحہ ۱۵۵

لھٰذا خداوند قدوس کی پکڑ اور غضب کا بھی حال بیان کروں تو مصلحت و مناسب ہے۔ تاکہ لوگ عذابِ قبر وغیرہ سے بے خوف نہ ہو جائیں۔

چنانچہ صرف ایک دن (تھوڑا سا) قہرِ خداوندی کا حال بھی بیان فرمایا۔ تو لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ کئی کئی لاشیں مجلسِ وعظ سے اٹھائی گئیں۔ اس وقت حضرت سیدنا جیلانیؒ کو الہام ہوا کہ "اے میرے بندے کیا چالیس[1] سال ہی میں ہماری رحمت ختم ہوگئی؟ تم نے میرے بندوں کو خواہ مخواہ ہلاک کیا۔ اگر تم عمر بھر ہماری رحمتوں کا بیان کرتے رہتے تو بھی میری رحمت ختم نہ ہوتی"۔

فائدہ: اس رب کریم کو اپنے بندوں کے ساتھ کتنی محبت و شفقت ہے اس کا اندازہ مذکورہ واقعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ زمانے کے غوث و قطب کو اشارہ دیا گیا کہ میرے بندوں کو میری رحمت سے نا امید اور مایوس نہ ہونے دیا جائے۔

اس قسم کا ایک اور واقعہ حضرت پھولپوریؒ کے ملفوظات میں بھی نظر سے گزرا۔ اسے بھی آپ ملاحظہ کیجئے:

پچاس سال[2] تک رحمت کا وعظ کہنے والے کی مغفرت | عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحبؒ نے ایک مجلس میں فرمایا "اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اس قدر رحمت ہے کہ خداوند قدوس خود فرماتے ہیں (اے مسلمانوں) اگر تم میری رحمت سے نا امید ہو گئے تو کافر ہو جاؤ گے۔

اللہ اکبر! کس قدر رحمت کی شان اس عنوان میں جھلک رہی ہے۔ حضرت شاہ پھولپوریؒ نے فرمایا۔ ایک عالم (واعظ) پچاس سال تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وعظ فرماتے رہے۔ جب انکا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا "میرے اس بندے نے پچاس سال تک میرے بندوں کو میری رحمت کا وعظ سنایا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں

---

(۱) محمد ایوب سورتی غفر لہ الصمد

(۲) معرفت الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲، ملفوظات حضرت پھولپوریؒ مرتب حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ

اس بندے سے حساب لوں، جاؤ لیجاؤ! اسکو جنت میں داخل کردو میں نے بھی اپنی رحمت سے اسکو بخش دیا"

فائدہ[1]: یہ واقعہ گو مناسی ہے مگر اسمیں بھی واعظین ومقررین کے لئے ایک درس عبرت ہے وہ یہ کہ جب اس خالق ومالک ہی کی مرضی یہ ہو کہ اسکی مخلوق کا احترام کیا جائے تو پھر ہمیں کس نے داروغہ بنایا کہ ہم انہیں بے جا ڈرا دھمکا کر ہی سہی، امید کو بھی ختم کردیں؟ مجالس و بیانات میں رحمت وحکمت کے پہلو کو مدنظر رکھنا بہت ضروری اور مناسب ہے۔

مرقومہ مضمون کی تائید میں لگے ہاتھ ایک واقعہ مزید انہیں سے متعلق لکھتا چلوں۔ گو میں اس قابل تو نہیں مگر اسکے مشاہد دوسرے ہیں۔ بات یہ ہے (۱۹۶۷ء میں) برطانیہ حاضر ہوا تو اس وقت پورے شہر باٹلی میں صرف ایک مسجد (جامع، بریڈ فورڈ روڈ) تھی، باٹلی اور قرب وجوار میں رہنے والے ہندوپاک کے سبھی مسلمان عبادات وخوشی غمی وغیرہ مواقع پر اسی جگہ آتے رہتے تھے۔ خصوصاً شب برات رمضان المبارک اور عیدین وغیرہ کے مواقع پر کافی حضرات جمع ہوجایا کرتے تھے۔ ملکی اور عصری مسموم فضاؤ ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے ناچیز نے اللہ تعالیٰ کی شان کریمی رحمت اور مغفرتِ واسعہ وغیرہ عنوانات پر پے در پے بیانات دینے شروع کئے۔

اکثر وبیشتر توبہ استغفار سے گناہوں کی مغفرت، دعا کی طاقت وقوت کے متعلق ترغیبی روایات سنا کر لوگوں کی ڈھارسیں مجتمع کر کے رجوع الی اللہ کی تلقین کرتا رہا۔ اسی اثنساء میں یہاں باٹلی میں مقیم ایک دیندار[2] مصلی نے ایک دن مجھے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ[3] راقم مجمع کے سامنے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت ومغفرت کے

---

(۱) فائدہ از۔ محمد ایوب سورتی عفرلہ الصمد

(۲) جناب حاجی سعید بھائی عبدالحیٔ پٹیل صاحبؒ (ڈابھیلی)

(۳) محمد ایوب سورتی عفرلہ

موضوع پر بیان کر رہا ہے۔ اور آسمان سے موسلادھار بارش کی شکل میں انوارات کا نزول اس راقم (ایوب) پر ہو رہا ہے۔ انکا بیان ہے کہ انوارات نے اس راقم کو چو طرف سے ڈھانپ لیا ہے۔ بس اتنا خواب دیکھ کر وہ صاحب بیدار ہو گئے۔

یہ سن کر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ حضرت شیخ مسیح الامتؒ کی مجالس و مواعظ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے سنے ہوئے بیانات یہاں آکر لوجہ اللہ لوگوں کو سناتا رہا اور مسلمانوں کو انگلینڈ کی زہریلی فضاؤں سے متاثر ہونے پر بھی الحمدللہ خداوند قدوس کی رحمت و مغفرت سے مایوس ہونے سے تھامے رہا۔ شاید دربار خداوندی میں ناچیز کی اس کدّ و کاوش نے شرف قبولیت پائی ہو۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: ان مذکورہ قدیم و جدید واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے احقر خود اس بات کو باور کرنے کے حق میں ہے کہ، اس گئے گزرے زمانے میں بھی چاہے کتنی ہی بدی یا گمراہی میں لوگ مبتلا ہوں، مگر ان بے راہ روی سے قوم کو نکالنے کے لئے منجملہ دیگر ذرائع کے ایک پہلو یہ بھی اختیار کیا جائے کہ وقتاً فوقتاً اخلاص کے ساتھ مجالس و مجامع میں، فضائل توبہ و استغفار، مغفرت واسعہ اور قبولیت دعا وغیرہ موضوعات پر ترغیبی روایات و واقعات، حکمت و حسن ترتیب سے سناتے رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ اس طبقہ کے لئے جو برائے نام مسلمان ہیں انہیں دین اسلام پر باقی رکھنے کے لئے ایک بڑا کارنامہ ہو گا۔

گو اسکی ذات اپنی جگہ بالکل مستغنی و بے نیاز ہے اسمیں کوئی شک نہیں، مگر قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات ظاہر و ثابت ہوتی ہے کہ وہ خالق و مالک اپنی جملہ مخلوقات اور خصوصاً گنہگاران امت پر بہت ہی شفیق و مہربان ہے۔ ایسے مسلمانوں کی اشک سوئی اور دل جوئی کرنے والوں سے وہ ارحم الراحمین بڑا ہی خوش ہوتا ہے۔ یہ ایک راز کی بات ہے جو لکھدی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین۔

کمترین محمد ایوب سورتی عفرلہ۔

بہرحال ابتک جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ اس تالیف کے متعلق تھا۔ اب آگے دعا کی ضرورت و افادیت کے متعلق چند شواہد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

رحمت سے غفلت | مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے[1] ہیں: آجکل مسلمانوں کے مصائب اور تباہی و بربادی کے جہاں بہت سے اسباب جمع ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مصائب و آفات کے وقت انسان سینکڑوں قسم کی جائز و ناجائز تدبیروں میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بڑی تکالیف بھی اٹھاتے ہیں، بعض اوقات وہ تدبیریں الٹی پڑ کر نقصان بھی دے جاتی ہیں۔ ایک طرف تو مخلوق کی نامناسب کدو کاوش کا یہ نتیجہ دیکھ لیں۔

اسکے برعکس کامیابی کی ایک اعلیٰ تدبیر جو خود مخلوق کے پالنہار ربِّ کریم نے سکھائی ہے۔ جو سو فیصد کامیاب ہے۔ وہ کبھی نقصان دہ بھی نہیں ہوتی بلکہ خود خداوند قدوس کا یہ فرمان ہے:[2]

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

یعنی مجھ سے مانگو میں تمہارا کام پورا کرونگا۔ اسی کی ترجمانی فرماتے ہوئے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی عطیہ امت کی خدمت میں پیش فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھولدیئے گئے (یعنی جسے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق ہو گئی) تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھولدیئے گئے۔

فائدہ: اے سعادت مند مسلمانو! اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو کہ ایک مختصر سے عمل و عبادت پر زمین و آسمان اور دنیا و آخرت کی بھلائی و کامیابی بلندی و ترقی کے خزانے وا کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر بھی اتنی عظیم نعمت یعنی دعا مانگنے کی طرف توجہ نہ کرنا اس سے غفلت برتنا یہ ہمارے لئے محرومی اور بدبختی نہیں تو اسے اور کیا کہہ سکتے ہیں؟۔

---

(۱) ترمذی شریف۔ احکام دعا صفحہ ۵۳/۵۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب۔

(۲) پارہ ۲۴ رکوع ۱۱ سورۃ المؤمن۔ (۳) از محمد ایوب سورتی عفرلہ۔

مشکلات کو دور کردینے والی غیبی چیز ایک عارف ربانی نے کیا ہی عجیب نکتہ کی بات کہی ہے۔فرمایا: دعا پر اعتماد ہی نیکی ہے جب ہم تنہائی اور خاموشی میں دعا مانگیں تو ہم اس یقین کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہمارا پروردگار تنہائی میں ہمارے پاس ہے اور وہ خاموشی کی زبان (یعنی دل میں مانگی جانے والی دعا) بھی سنتا ہے۔ دعا میں خلوص آنکھوں کو نم (اشک بار) کردیتا ہے اور یہی دعا کی منظوری (قبول ہوجانے) کی دلیل ہے۔ دعا مومن کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ دعا ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے۔ دعا آنے والی بلاؤں کو ٹال دیتی ہے۔ دعا میں بڑی طاقت وقوت ہے۔ جب تک سینے میں ایمان ہے دعا پر یقین رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں ہماری دعاؤں کی افادیت سے محروم و مایوس نہ ہونے دیں۔

شیخ المحدثین علامہ عثمانیؒ کا ہمت افزا ملفوظ دعا کے سلسلہ میں ملت کے عظیم رہنما حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے آیتِ [1] کریمہ کے تحت:

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○

یعنی بےشک ناامید نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔ یہ جملہ تحریر فرمایا ہے کہ: حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا یہ کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اسکی رحمتِ واسعہ اور قدرتِ کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی، مگر ہاں ایک مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آجائیں تب بھی خداوندِ قدوس کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔

فائدہ [2]: خداوند قدوس کی رحیمی کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے؟ کتنی ہمت افزا آیت کریمہ ہے جس میں صاف طور پر یہ بیان فرمادیا گیا کہ: بھلا مسلمان اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ناامیدی یہ ہوہی نہیں سکتا۔ ہاں خدا کی غیبی نصرت و مدد اور فضل و کرم سے صرف کافر ہی

---

(۱) القرآن الکریم۔ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ پارہ ۱۳ رکوع ۵ سورۂ یوسف ۳۲۶ (۲) محمد ایوب سورتی غفرلہ

مایوس ہو سکتا ہے کیونکہ انہیں خدائی عفو درگزر کا مشرک ہونے کی وجہ سے صحیح علم نہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا ہے۔ جب ہم نے ایسے ایک خدا کو مانا ہے جو زمین و آسمان کے خزانوں کے خالق و مالک بھی وہی اور کریم و داتا بھی وہ ایک ہی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان سے مانگیں اور وہ ہمیں مایوس و محروم نہ کریں۔ اس لئے اسی ایک سے مانگتے رہنا چاہئے۔

حسن ظن اور پختہ ارادہ کر کے فائدہ اٹھالو آفات و مصائب سے تحفظ کے سلسلہ میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ[1] فرماتے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے تاکہ وہ ہم غرباء کو اپنے ابتلاء و امتحان سے محفوظ رکھے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ جیسا ظن (گمان) رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ فرماتے ہیں۔

فائدہ: یہ ملفوظ ہے تو چھوٹا مگر بڑا جامع ہے، حضرت حاجی صاحبؒ نے اسمیں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اول تو اس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے کہ، دعا مانگنا یہ فائدہ سے خالی نہیں۔ یا تو مطلوب چیز ملجاتی ہے۔ یا ذخیرہ آخرت ہو جاتا ہے۔ یا پھر دعا کی برکت سے آنے والے مصائب و فتن وغیرہ سے اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی حفاظت فرمالیتے ہیں تو دعا کی برکت سے ہمیں کتنی بڑی نعمت ملی کہ مستقبل میں آنے والے مصائب و فتن سے ہماری حفاظت فرمادی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ بہت بڑے عارف محقق اور روحانی نباض بھی ہیں اس لئے بیماری کے ساتھ دوا بھی بتلادی۔ وہ یہ ہے کہ دعا کے ساتھ دوسری گر کی بات یہ فرمائی کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس معاملہ میں جیسا حسن ظن و یقین رکھے گا ویسا ہی معاملہ اُدھر سے بھی ہمارے ساتھ کیا جائیگا یہ بھی حدیث پاک ہی کا مفہوم ہے۔ حضرت

(۱) امداد المشتاق صفحہ ۱۶۸ ملفوظات حضرت حاجی صاحبؒ مرتب حضرت تھانویؒ (۲) محمد ایوب سورتی عفرلہ

حاجی صاحبؒ دعا کی ترغیب دے کر دعا مانگنے والوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں. کہ دیکھو کس سے مانگ رہے ہو، وہ ہے تو بہت ہی بڑے کریم مگر اس سے مانگنے کا ڈھنگ اور طریقہ جو ہے اس کے مطابق مانگو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ وہ یہ کہ زمین و آسمان میں دینے والی صرف اور صرف وہی ایک اکیلی ذات ہے۔ اور مجھے ملے گا تو وہ بھی اسی ایک در اور چوکھٹ سے ہی ملے گا اور جو مانگا ہے وہ یقیناً مجھے ملکر رہے گا۔ میرا مالک بڑا داتا اور کریم ہیں مجھے مایوس و نا کام ہرگز نہ ہونے دے گا۔ اس پختہ عزم و اعتماد اور یقین کے ساتھ جب مانگا جائے گا تو پھر ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح مانگنے والوں کے لئے خوشخبری ہو کہ اس نے جو جائز مانگا وہ اس نے پالیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بد دعا اور ابر کرم کا نزول خداوند قدوس کی ستاری و غفاری کی طرف ذرا نظر دوڑائیں کہ وہ خالق و مالک اپنے گنہگار بندوں کے ساتھ کیسا مشفقانہ معاملہ فرماتے ہیں اگر اسکا ہمیں علم ہو جائے تو ہم حیران و ششدر رہ جائیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ کتنی محبت ہے اسکے متعلق چند واقعات زیر قلم کئے دیتا ہوں۔ سیدنا امام غزالیؒ فرماتے ہیں خداوند قدوس کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ دیکھا، کسی جگہ ایک مرد عورت کے ساتھ بدکاری میں مبتلا ہے یہ دیکھ کر حضرت نے انکے لئے بد دعا فرمائی مقبول پیغمبر علیہ السلام کی بد دعا تھی، قبول ہوئی اور وہ دونوں اسی جگہ اسی وقت ہلاک ہو گئے۔ پھر دوسری مرتبہ کسی اور کو اسی برائی میں مبتلا پایا تو اسکے لئے بھی بد دعا فرمادی تو اسی وقت وحی نازل کی گئی۔ اس ارحم الراحمین نے فرمایا:

"اے ابراہیم (علیہ السلام) میرے بندوں سے در گزر کرو، انہیں چھوڑ دو انکے لئے بد دعا نہ کرو کیونکہ اس گنہگار کی جانب سے ان تین کاموں میں سے ایک تو ضرور ہو کر رہے گا: پہلی بات۔ یا تو وہ (سارے) گناہوں سے (ہمیشہ کے لئے) توبہ کرلے گا اور میں اسکی توبہ قبول کرلونگا۔ دوسرا یہ کہ یا تو وہ مجھ سے (اس وقت کئے ہوئے) گناہ سے معافی

(۱) کیمیائے سعادت صفحہ ۹۱۳ سیدنا امام غزالی رحمہ اللہ علیہ

مانگے گا اور میں اسے بخش دونگا ۔ تیسرا یہ کہ یا تو انکے ہاں کوئی ایسی نیک صالح اولاد ہوگی جو میری بندگی اور عبادت کرے گی ۔ اے ابراہیم! (علیہ السلام) تمہیں معلوم نہیں کہ میرا نام صبور (بردبار) ہے۔

فائدہ: معمارِ بیت اللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جیسے مایۂ ناز پیغمبر کو اک زنا کاری کے ایسے فعل جس کے ارتکاب کے وقت ازروئے حدیث مسلمان کا ایمان بھی اسکے سینے سے رخصت ہو جایا کرتا ہے ایسے حیا سوز گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کے باوجود انکے لئے بددعا کرنے پر آسمان حرکت میں آگیا بلکہ گناہ کی رپورٹ اور خلیلی بددعا آسمان پر جانے سے پہلے ہی عفو درگزر کا پروانہ وحی کی شکل میں آگیا۔

یہاں غور فرمائیں کہ وہ امت ہمارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہیں تھی، جب اس پیغمبر کی امت پر وہ اتنا مہربان ہے تو پھر وہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم جنکے طفیل میں پوری کائنات کی بزم سجائی گئی، جس رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا ناراض کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صوت گفتار سے صحابہ کی آواز ذرا اونچی ہو جانے پر خدا کی خدائی جنبش میں آجاتی ہے اور فوراً نادہی پروانہ: لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ نازل کیا جاتا ہے ایسے لاڈلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا منصب و مرتبہ اس بارگاہِ عالی میں کیا اور کتنا بلند ہو سکتا ہے اسکا اندازہ لگانا ہم جیسوں کے بس کی بات نہیں ۔ حاصل یہ کہ انسان خدا کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے اور مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے اعتبار سے انکا جتنا بھی ادب و احترام کیا جائے کم ہے۔ فافہم۔

گناہ پر توبہ کرتے رہنے سے مقبولیت کا پروانہ اس سے بھی زیادہ امید افزا، عظیم الشان حدیث جسے حدیثِ قدسی کہا جاتا ہے اسے نقل کئے دیتا ہوں[3]۔ مشہور اتباعِ تابعین

---

(۱) محمد ایوب سورتی غفرلہ (۲) عن ابی ہریرۃ رواہ ابوداؤد۔ ترمذی۔ مشکوۃ فی باب الکبائر جلد ا صفحہ ۱۸

(۳) غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۷۸ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ

محدثِ کبیر حضرت محمد بن مطرف عسقلانیؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آدم کی اولاد پر میری رحمت ہے کہ گناہ کرتا ہے پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں پھر وہ گناہ کرتا ہے پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے پھر میں اسے معاف کر دیتا ہوں"
(ماحصل یہ کہ) نہ وہ گناہ چھوڑتا ہے نہ میری رحمت و بخشش سے مایوس ہوتا ہے پس تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔

فائدہ: مذکورہ حدیث قدسی میں انسانوں کی کمزوریوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے رحمت و مغفرت کا بہت بڑا مژدہ سنایا گیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس حدیث مبارکہ میں ایک بہت گہری باریک بات کی طرف بھی اشارہ فرمادیا گیا ہے۔ جو حدیث پاک کی اصل روح ہے۔ اگر یہ گُر کی بات سمجھ میں آجائے تو بخشش و مغفرت سے بڑھ کر یہ سلسلہ نسبت مع اللہ اور واصل بحق ہونے تک جالے گا۔ وہ یہ کہ اس حدیث مقدسہ میں یوں فرمایا گیا ہے کہ میرا بندہ گناہ کا کام کرکے مجھ سے مغفرت و بخشش مانگتا رہتا ہے، معافی چاہتے رہنے کا یہ عمل مسلسل کرتا ہی رہتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان سے کمزوریوں کی بناء پر معاصی کا صدور ہو جانا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، یہ تو اسکی فطرت میں سے ہے۔ مگر ہاں اس سے بھی بڑے کمال کی بات یہ ہے کہ اپنے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر گامزن ہوتے ہوئے بار بار رجوع الی اللہ ہوتا رہے بخشش و معافی مانگتا رہے یہ خدا کے مقبول بندے اور پیغمبرانِ اسلام کی سنت اور شیوہ ہے۔ اس اتباع کے صدقے میں چاہے کتنا ہی بڑا پاپی کیوں نہ ہو مگر وہ ارحم الراحمین معافی کا پروانہ صادر فرماتے رہتے ہیں۔

تو اب ہم مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ گناہ و معصیت سے باز رہنے کی ہر ممکن سعی تو ضرور کرتے رہیں مگر بشری کمزوریوں کی وجہ سے کبھی ہو بھی جائے تو پھر دربار الٰہی میں توبہ استغفار، گریہ وٗ الحاح وغیرہ کرکے اس روٹھے ہوئے کو منالو۔ اگر اس زرّیں اصول کو اپنائے رہے تو پھر بفضلہ تعالیٰ ایک وقت آئے گا کہ اسی توبۃ اللہ کے طفیل ہم مقبولان بارگاہ میں سے ہو جائینگے۔

اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اسی رحمت و مغفرتِ واسعہ کا ایک عجیب منظر کھینچتے ہوئے امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ[1] فرماتے ہیں۔ فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔[2] مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا۔ یہ حدیث قدسی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنا پیمانِ وفا آخر تک نہیں توڑتا۔ فرماتے ہیں۔ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عِنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ لَغَفَرْتُ لَکَ۔ یعنی خواہ تمام عمر اسے (اللہ تعالیٰ کو گناہ کر کے) روٹھا ہوا رکھو لیکن اگر انابت و اضطرار کا ایک آنسو بھی سفارش کے لئے ساتھ لے جاؤ تو وہ پھر بھی سننے کے لئے تیار ہے۔ اور جس کے دروازے سے کتنا ہی بھاگو لیکن پھر بھی اگر شوق کا ایک قدم آگے بڑھاؤ تو وہ دو قدم بڑھا کر تمہیں لینے کے لئے منتظر ہے۔

فائدہ[3]: حضرت مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے روٹھے ہوئے نہیں انکی جانب سے تو روٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ تو ہر آن اپنے بندوں کو دامنِ مغفرت میں جگہ دینے کے لئے تیار ہیں، جیسے مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا۔ غفلت ہم برت رہے ہیں ہماری جانب سے تھوڑی سی نقل و حرکت اور ندامت کے آنسو کی ضرورت ہے، پھر دیکھو وہ ہمیں اپنا کیسا محبوب بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رجوع الی اللہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعاؤں پر مداومت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوا کرتی ہیں اب میں یہاں اقوالِ مشائخ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان سے مصائب و مشکلات دور کرنے اور مرادیں حاصل کرنے کے جو اصول و قواعد ہیں انکی طرف نشاندہی کرتا چلوں، عارف باللہ مصلح الامت حضرت[4] شاہ وصی اللہ صاحبؒ (الہٰ آبادی) بیان فرماتے ہیں بندہ ہر وقت تضرع و زاری اور الحاح کو اپنی خُو (عادت) بنا لے اور اپنی صلاح و فلاح کا سوال (دعا) برابر اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا رہے اور جہاں تک

(۱) عیدین، تقریر مولانا ابو الکلام آزادؒ سابق وزیر تعلیم ہند (۲) عن ابی ذرؓ رواہ مشکوۃ صفحہ ۱۹۶
(۳) محمد ایوب سورتی غفرلہ (۴) رسالہ مفتاح الرحمۃ صفحہ ۴۳ مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہٰ آبادیؒ

ہوسکے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس الفاظ (یعنی ماثورہ عربی دعا) میں کرتا رہے پھر جب اُدھر سے ہدایتِ توفیقِ حسنِ نیت، قوتِ عبادت اور طاقتِ اجتناب معاصی وغیرہ امور عطا ہوتے ہیں تب ہی بندہ کا کام بنتا ہے۔

حضرت مصلح الامتؒ فرماتے ہیں "میں نے خُو (دعا مانگتے رہنے کی عادت) بنانے کو اس لئے کہا کہ محض دو چار مرتبہ سرسری طور پر صرف زباں سے ان چند دعائیہ کلمات کے کہہ لینے سے کشود کار (مطلب حاصل) نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان (دعاؤں) کی حیثیت تلاوت قرآن کی سی نہیں ہے کہ آپ کو اس کا ثواب مل جائے، یا ایمان میں ترقی ہو جائے بلکہ ان کی حیثیت دعا و درخواست کی ہے، اس لئے اس کے مضمون (دعا کے معنیٰ و مطلب) کو سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز اور ذلیل بنکر اپنے آپ کو پیش کرنا چاہئے، اور یہ مقام جب ہی حاصل ہوگا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت اور عنایت کو پیش نظر رکھ کر ان سے اپنی حاجت کو طلب کریں اور برابر طلب کرتے رہیں یہاں تک کہ خدمتِ شاہ (دربار خداوندی) میں عرضِ حال اپنی خُو بن جائے۔ کیونکہ جب وہ دیکھ لینگے کہ میرے اس بندہ نے اپنے آپ کو میرے آگے گرا دیا ہے اور مجھی کو اپنا حاجت روا اور ملجاؤ ماویٰ سمجھ لیا ہے اور میرے علاوہ کسی دوسرے پر اسکی نظر نہیں رہ گئی تب وہ بھی ہماری طرف متوجہ ہو جائینگے، اور جب انھی کی توجہ ہو جائے گی تب ہی کام بنے گا، اسی لئے میں نے کہا ان ادعیۂ ماثورہ کو سالکین و طالبین کے لئے دل سے مانگنا اور اس پر دوام برتنا اور غایت تضرع و الحاح کے ساتھ درگاہ واہب العطیات میں اپنی حاجت کو پیش کرنا ہی راہ مستقیم ہے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے۔

عارف ربانی حجۃ الاسلام | حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا ملفوظ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کا ایک عارفانہ کلام ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کیجئے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں عجز و انکساری ندامت و خاکساری کو کیا مقام حاصل ہے:

حضرت[1] نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک چیز نہیں، اور جس دربار میں جو چیز نہیں ہوتی اسکی ان کے ہاں بڑی قدر ہوا کرتی ہے۔ اور وہ چیز ہے بندوں کی گریہ وزاری عاجزی و انکساری اور بندوں کی ندامت۔ یہ چیزیں دربار الٰہی میں نہیں ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان چیزوں کی بڑی قدر ہوتی ہے

؎ نالۂ مؤمن ہمی داریم دوست　　گو تضرع کُن کہ ایں اعزاز اُوست

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم مؤمن کے نالہ (رونے دھونے) کو دوست رکھتے ہیں۔ مؤمن سے کہہ دو کہ وہ تضرع (گریہ وزاری) کرتا رہے کیونکہ یہ اس (مؤمن) کا اعزاز ہے

فائدہ: اکابرین کے ملفوظات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دعا میں مداومت اور عاجزی و گریہ وزاری ان دونوں چیزوں کا جو خوگر ہوجائیگا ان کے لئے خوشخبری ہے کہ وہ اپنے مسائل و مقاصد میں بآسانی کامیابی حاصل کرلے گا۔

منشاء خداوندی یہ ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ دین و دنیا میں سے جو کام بھی وہ کرنا چاہیں تو اس کام کے متعلق اگر منشاء خداوندی کو معلوم کرکے اس کے مطابق کام شروع کرینگے تو یہ انکے لئے نیک فال ہوگا۔ چنانچہ اسی کے متعلق حضرت شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ[2] فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا کہ تم لوگ راز (کی بات) مجھ سے کہو۔ اگر راز نہ کہہ سکو تو اپنی نظر مجھ پر رکھو۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو حاجت (مرادیں) تو مجھ ہی سے طلب کرو۔

حصولِ کامیابی کے لئے زرین اصول اس سلسلہ کی ایک اخیری مگر جامع اور زرین اصولی بات کہہ کر میں تسلسل کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ[3] (تابعی) نے مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے ایک بہترین نصیحت آموز بات فرمادی۔

---

(۱) معرفت الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ مرتب: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔ (۲) مخزن اخلاق صفحہ ۴۳ حضرت مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانویؒ۔

(۳) مخزن اخلاق صفحہ ۱۰۷ حضرت مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانویؒ۔

حضرت نے فرمایا۔جو شخص اپنی کسی ضروری حاجات یا مشکلات و بلیات وغیرہ کا خاتمہ یا اس سے نجات چاہے تو ان جملہ مشکلات کا تذکرہ (خبر) لوگوں سے کہنے یا مطلع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ یہ اس لئے کہ عادت اللہ یہی ہے۔کہ جو پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی مشکلات کو دور فرمادیتے ہیں۔

فائدہ: خدانہ خواستہ اسکی چوکھٹ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف رخ کیا تو پھر وہ بھٹکتا اور مارا مارا پھرتا رہے گا۔

اس کتاب کے لکھنے کی غرض وغایت کے ماتحت مقدمہ کی شکل میں چند صفحات لکھے گئے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اس کریم داتا کے رحم وکرم۔عفو درگزر۔ آفات ومصائب سے رہائی۔توبہ۔استغفار اور انابت رجوع الی اللہ۔دعا مانگتے ہوئے عزم و پختگی کا تصور۔اجابت و قبولیتِ دعا کی بشارتیں۔فضائلِ دعا مع آئین و اصول اور خداوند قدوس کی بے انتہار حمتوں کا نزول وظہور وغیرہ کو ترغیبی روایات و واقعات کی شکل میں مقدمہ ہی میں لکھ دیا گیا ہے تاکہ اسے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا مشاہدہ ہو۔ اور اس ارحم الراحمین کے ساتھ انس ومحبت پیدا ہونے کا ذریعہ بن جائے۔

خصوصی گزارش:

قابل احترام قارئین اور خصوصاً حضرات علماء کرام سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کہیں شبہات۔اشکالات۔غلطیاں وغیرہ نظر آئے۔تو برائے کرم اس سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اسکی اصلاح کی جائے۔جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسے قبول فرماکر امت کے مسلمانوں کو اس سے فیضیاب ہوتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

★★★★★★★★★★★★★★★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل اوّل

☆ دعا کے متعلق قرآنی تعلیمات و ہدایات ☆

دعا کے متعلق احکاماتِ خداوندی اور منشاء ایزدی کیا ہے انہیں اس فصل میں آیاتِ قرآنیہ تراجم وتفاسیر، ارشاداتِ نبویہ اور اقوالِ صحابہ کرامؓ وا کابرینِ امت کے گراں قدر فرمودات کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں۔

اس پہلی فصل میں ، اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور منوانے کا طریقہ ، مصائب و آفات سے حفاظت کی راہیں، کریم داتا کی شانِ کریمی کا ایک منظر، ناشکری پر زوال نعمت، دعا مانگنے کا پیغمبرانہ انداز، دعائیں کب قبول ہوتی ہیں اور عادت اللہ کے خلاف ارادت اللہ کا ظہور، وغیرہ جیسے عنوانات کے ذیل میں ارحم الراحمین کی شانِ رحیمی وکریمی کو اُجاگر کرکے اس کے بندوں کو اس مالکِ ارض وسماء سے قریب تر کرنے اور اس سے انس ومحبت پیدا کرنے کی امکانی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرماکر، مسلمانانِ عالم کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

★★★★★★★★★★★★★★★

وباللہ التوفیق۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۝

ترجمہ۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے۔ پا۲ رکوع، سورۃ البقرۃ (بیان القرآن)

تفسیر۔ اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ سے میرے بندے میرے (قرب اور بعد کے) متعلق دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے ان سے فرما دیجئے کہ) میں تو قریب ہی ہوں اور (جائز درخواست) منظور کرلیتا ہوں (ہر) عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے۔

شانِ نزول کے متعلق بعض[۲] آیتوں کی نسبت شانِ نزول کے اعتبار سے مختلف واقعات و سوالات کی طرف کی جاتی ہے یہ سب اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں۔ اصل میں نزول تو کسی ایک سوال یا واقعہ پر ہوتا ہے۔ مگر مسلم وغیر مسلم کبھی کسی ایک بات کے متعلق مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر سوال دریافت کرتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ایک آیت کو سناتے ہیں تو اسکی وجہ سے جو وقت جسکے سوال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیت سنا دی بس روایت کرنے والے راویوں نے اس آیت کی نسبت اس سوال کرنے والے کی طرف کردی۔ اس طرح ایک ہی آیت کے متعلق مختلف راوی اور واقعات لکھ لئے جاتے ہیں۔ مگر سب کا ماحصل اور نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے اس لئے ایسی مختلف اسناد و روایات پر کسی قسم کا شبہ اور اشکال نہ کرنا چاہئے بلکہ نظر مقصد کی طرف ہونی چاہئے۔ شانِ نزول کے متعلق مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہے۔

تفسیر خازن تفسیر خازن[۳] میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ۔ یہود ان مدینہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ خدا تو عرش پر ہے اور عرش اور فرش

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پارہ ۲ رکوع ۷ سورۃ البقرۃ صفحہ ۹۵ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔ (۲) محمد ایوب عفی عنہ۔
(۳) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۹۵ مصنف علامہ قاضی سید سلمان منصور پوری

کے درمیان اتنے آسمانوں کے پردے حائل اور دوری ہے تو پھر خدا ہماری (بات) کیسے سن سکتا ہے؟ تو اس وقت ان کے جواب میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

بخاری و مسلم کی روایت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں (بلندی پر) چڑھتے ہوئے زور سے اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ کی تکبیر پڑھیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، تم تو سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو"۔ (رواہ بخاری و مسلم)۔

ایک اعرابی کا سوال ایک اعرابیؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہو تو ہم اس سے سرگوشیاں کریں (یعنی آہستہ دل سے دعائیں مانگا کریں) یا دور ہے؟ اگر دور ہو تو ہم اونچی آواز سے اسے پکارا کریں۔ یہ سن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سلام کے ساتھ جواب حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ مذکورہ آیت کا مطلب دریافت کیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "یا اللہ (حضرت) عائشہؓ کے سوال کا جواب نازل فرمائیے؟" چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جواب لیکر آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں، اور فرماتے ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو نیک اعمال کرنے والا ہو، اور سچی نیت اور نیک دلی کے ساتھ مجھے پکارے (یعنی مجھ سے دعا کرے) تو میں لبیک کہہ کر اسکی حاجت ضرور پوری کر دیتا ہوں۔ (رواہ ابن مردویہ)

دعا آہستہ مانگنا عند اللہ محبوب ہے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا، اس آیت میں "اِنّی قریب" فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ دعا آہستہ اور خفیہ کرنا چاہیے دعا میں آواز بلند کرنا یہ

---

(۱) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۹۵ حضرت مولانا قاضی سید سلمان منصور پوریؒ (۲) رواہ ابن ابی حاتم۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ پارہ ۲ رکوع، سورۃ البقرۃ صفحہ ۳۸ (۳) رواہ ابن مردویہ۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ پارہ ۲ رکوع، سورۃ البقرۃ صفحہ ۳۸ (۴) تفسیر معارف القرآن، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب جلد ۱ پارہ ۲ رکوع، سورۃ البقرۃ صفحہ ۴۵۱۔

عند اللہ پسندیدہ نہیں۔ اگلے صفحہ پر ابن کثیرؒ نے گاؤں والے کے دریافت کرنے پر آیت کا شانِ نزول یہی بتلایا ہے کہ وہ تو قریب ہی ہے۔

بیان القرآن کی تشریح اس طرح ہے:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے قُرب اور بُعد کے متعلق دریافت کریں تو آپ میری طرف سے انہیں فرما دیجئے کہ میں تو قریب ہی ہوں (اور جو بہت ہی قریب ہو اسے زور سے پکارا نہیں کرتے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا آہستہ سے مانگنا خداوند قدوس کو زیادہ پسند ہے۔ اسی آیت کے ماتحت حضرت علامہ دریابادیؒ یوں فرماتے ہیں: قریبٌ کے معنیٰ باعتبار دعا قبول کرنے کے میں قریب ہوں، بندوں کی تسکین و تسلی کا کس قدر سامان اس آیت میں ہے۔ اس میں اپنے خدا کو ڈھونڈھنے کہیں اور نہیں جانا ہے وہ تو متصلاً قریب ہی ہے۔[1]

علامہ منصور پوری کی نکتہ سنجی حضرت سلمان صاحبؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر (دیکھنا) جو شبِ تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہہ میں پڑی ہوئی سوئی جیسی ادنیٰ شئی کو بھی دیکھ رہی ہے، تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی سمع (سنوائی) جو تحت الثریٰ پہاڑ کے غار کے اندر والے کیڑے کی جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی ہے اس کی آواز کو بھی سننے والی ہے۔ یعنی وہ سنتا ہے دیکھتا ہے اور قریب بھی ہے (یعنی قریب ہونا دیکھنا اور سننا یہ تینوں اوصاف بطریقِ اکمل اسمیں ہر وقت موجود ہوتے ہیں) لہٰذا ہماری دعاؤ مناجات کو نہ سننے کا ادنیٰ سا شک و شبہ بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔[2]

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ پا ۲۴ سورۃ المؤمن آیت ۶۰

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کرلونگا۔ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب[3]

(۱) تفسیر ماجدی جلد ۱ پارہ ۲ رکوع ، سورۃ البقرۃ صفحہ ۷۰ (۲) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۹۶ حضرت مولانا سید قاضی سلمان منصور پوریؒ (۳) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۲۴ رکوع ۱۱ سورۃ المؤمن

ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

انبیاء علیہم السلام کی خصوصی صفت سے اس امت کو نوازا گیا حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں، دعا کے لفظی معنی پکارنے کے ہیں، اور اکثر استعمال کسی حاجت وضرورت کے لئے پکارنے میں ہوتا ہے۔ کبھی مطلق ذکر اللہ کو بھی دعا کہا جاتا ہے۔ یہ آیت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اعزاز ہے کہ انکو دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جو دعا نہ مانگے اس کے لئے عذاب کی وعید آئی ہے۔

حضرت قتادہؒ نے حضرت کعب احبارؒ سے نقل کیا ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ دعا مانگنے کی خصوصیت انبیاء علیہم السلام کی تھی کہ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا تھا کہ آپ دعا کریں میں قبول کرونگا۔ مگر امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ۔ یہ حکم تمام امت کے لئے عام کر دیا گیا ہے۔

دعا اور عبادت کے معنیٰ تفسیر مظہری میں ہے کہ۔ اِنَّ الدُّعَآءَ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ یعنی دعا عبادت ہی کا نام ہے مراد یہاں پر یہ ہے کہ دعا اور عبادت اگرچہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے بظاہر دونوں جدا جدا ہیں مگر مصداق کے اعتبار سے دونوں متحد (ایک) ہی ہیں۔ کہ ہر دعا عبادت ہے۔ اور ہر عبادت دعا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عبادت نام ہے کسی کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرنے کا اور ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلانا یہ بڑا تذلل ہے۔ جو مفہوم عبادت کا ہے۔ اسی طرح ہر عبادت کا حاصل بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت، حصول جنت اور دنیا و آخرت کی عافیت مانگنا ہے۔

بے نیاز ہو کر دعا نہ مانگنے پر دخول جہنم کی وعید حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں، مذکورہ آیت میں عبادت بمعنیٰ دعا کے ترک کرنے (چھوڑ دینے) والوں کو جو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے وہ بصورت استکبار (یعنی تکبر بڑے پن اور بے نیازی کی وجہ سے) ہے

(۱۔۲) تفسیر معارف القرآن جلد ۷ پارہ ۲۴ رکوع ۱۱ سورۃ المؤمن صفحہ ۶۱۰

یعنی جو شخص بطور استکبار کے اپنے آپکو دعا سے مستغنی سمجھ کر دعا کو چھوڑ دے یہ علامت کفر کی ہے اس لئے وعید جہنم کا استحقاق ہوا۔ ورنہ فی نفسہ عام دعائیں فرض اور واجب نہیں۔ انکے چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔ البتہ مسئلہ کے اعتبار سے باجماع علماء سلف دعا مانگنا یا مانگتے رہنا یہ مستحب اور افضل ہے بلکہ موجب برکات ہے۔

قبولیت دعا کا وعدہ آیت[1] مذکورہ میں اسکا وعدہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات انسان یہ بھی دیکھتا ہے کہ دعا مانگی مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ اسکا جواب ایک حدیث میں اس طرح ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ مسلمان جو بھی دعا اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے بشرطیکہ اُس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو۔ (مسند احمد۔ تفسیر مظہری)

اور قبول فرمانے کی تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ جو مانگا وہی مل گیا۔ دوسرے یہ کہ اس کی مطلوب چیز کے بدلے اس کو آخرت کا کوئی اجر و ثواب دے دیا گیا۔ تیسرا یہ کہ مانگی ہوئی چیز تو نہ ملی مگر کوئی آفت و مصیبت اس پر آنے والی تھی وہ ٹل گئی۔

بکثرت دعائیں مانگنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے مفسرؒ ابن کثیرؒ[2] نے مذکورہ آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے تصدق ہو جائیں کہ وہ ہمیں دعاؤں کی ہدایت (حکم) کرتا ہے اور قبولیت کا وعدہ بھی فرماتا ہے۔

امام سفیان ثوریؒ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے اے وہ خدا جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کریں۔ اور وہ بندہ اسے سخت بُرا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دعا نہ کرے۔ اے میرے رب! یہ صفت تو تیری ہی ہے۔ کسی شاعر نے کتنا سچ کہا ہے

اَللّٰهُ يَغْضَبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَه ——— وَبُنَيُّ آدَمَ حِيْنَ يُسْاَلُ يَغْضَبُ

(۱) مسند احمد۔ تفسیر مظہری۔ معارف القرآن جلد ۷ پارہ ۲۴ رکوع ۱۱ سورۃ المؤمن صفحہ ۶۱۲

(۲) امام ترمذی۔ مسند احمد۔ ابن حبان۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۲۴ رکوع ۱۱ سورۃ المؤمن صفحہ ۵۰

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ جب تو اس سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے۔ اور انسان کی یہ حالت ہے کہ جب اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا مانگنا یہ عین (بڑی) عبادت ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

فائدہ: مذکورہ آیتِ کریمہ کے متعلق مختلف قسم کی تفاسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس پاک پروردگار نے خود ہی فرمانِ عالی صادر فرمادیا۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ یعنی مجھ سے مانگو میں تمہاری مانگ اور حاجت پوری کرونگا۔ وہ رب کریم اپنی مخلوق کے ساتھ کتنی شفقت و مہربانی کا معاملہ فرمارہے ہیں۔ انہیں ہماری صلاح و فلاح کی کتنی فکر ہے۔ وہ خود ہی بندوں کو حکم فرماتے ہیں کہ:

اے میرے بندو! تم زندگی کے ہر موڑ پر ہر حالت میں ہر حاجت کے پورا ہونے کا مطالبہ اور دعا مجھ ہی سے کیا کرو۔ اور دعا کرنے والوں کے لئے مژدۂ جانفزا بھی سنا دیا گیا ہے۔ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی تم فکر نہ کرو۔ جب میں نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ دعا مانگنے کی جب توفیق بھی میں نے ہی دی ہے تو اب، مایوس ناکام، اور نامراد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خوش ہو جاؤ میں تمہاری درخواست و دعاؤں کو قبول کرلونگا۔

اے مسلمانوں! مفت کا بغیر خسارہ کا سودا ہے۔ پھر بھی اگر ہم بے اعتنائی برتتے ہوئے ان سے فائدہ حاصل نہ کریں تو پھر اس سے بڑی ناشکری کیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنے کی توفیقِ سعید عطا فرمائے (آمین)

ایک لمبی حدیث کا آخری حصہ نقل کیا جاتا ہے: حضرت انسؓ سے روایت ہے[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو دعا کر اور میں قبول کرونگا ایک کام دعا کرنا، تیرا، ایک کام دعا کو قبول کرنا، یہ میرا، یعنی اے مسلمانوں! دعا کرنا یہ تمہارا کام ہے اور

(۱) محمد ایوب سورتی غفرلہ

(۲) رواہ بزار۔ تفسیر ابن کثیر جلد۱ پارہ ۲ رکوع ۷، سورۃ البقرۃ صفحہ ۲۰

اسے قبول کرنا یہ میرا کام ہے۔

خالق کے دربار میں مخلوق کی رسائی

حضرت عبادۃ بن صامتؓ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین کا جو مسلمان بھی اللہ جل شانہ سے دعا مانگے تو اس (جائز) دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ باری تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعا کو بے کار نہیں کرتا، نہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس دعا سے غافل رہے اور نہ سنے (۱) اسمیں دعا کرنے کی رغبت دلائی ہے اور اسکے ضائع نہ ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پارہ ۳ رکوع ۱۲ سورۃ آل عمران صفحہ ۱۱)

ترجمہ: جب کبھی زکریا انکے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو انکے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے، یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں؟ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں (بیان القرآن)

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میوے آتے گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمی میں۔ ان برکات و کرامات کا بار بار مشاہدہ ہونے پر حضرت زکریا علیہ السلام سے رہا نہ گیا، اور از راہ تعجب پوچھنے لگے کہ مریم! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں؟ تو حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ خدا کی قدرت اسی طرح مجھ کو یہ چیزیں پہنچاتی ہیں جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام بالکل بوڑھے ہو چکے تھے انکی بیوی بانجھ تھی اولاد کی کوئی ظاہری امید بھی نہ تھی مگر حضرت مریم کی نیکی و برکت اور یہ غیر معمولی خوارق دیکھ کر دفعتاً قلب میں ایک جوش

---

(۱) رواہ مسند احمد۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ پارہ ۲ رکوع، سورۃ البقرۃ صفحہ ۳۰

(۲) ترجمہ شیخ الہند۔ حاشیہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پارہ ۳ رکوع ۱۲ سورۃ آل عمران صفحہ ۱۰

اُٹھا اور فوری تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں، امید ہے کہ مجھے بھی بے موسم میوہ مل جائے۔ یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں، حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے پاس بے موسم کے میوے دیکھ کر باوجود اپنے پورے بڑھاپے اور اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کے آپ بھی بے موسم میوہ یعنی نیک اولاد طلب کرنے لگے، اور چونکہ یہ طلب بظاہر ایک ناممکن چیز کی طلب تھی اس لئے نہایت پوشیدگی سے دعا مانگی۔ (ابن کثیر جلد ا پارہ ۳ صفحہ ۲۶)

قدرتِ کاملہ اور عجائبات حاضرہ کو دیکھ کر اسی جگہ دعا مانگی

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو مسجد کے ایک عمدہ محفوظ مقفل کمرہ میں رکھ لیا۔ جب آپ کہیں جاتے تو اس کمرہ کو قفل (تالہ) لگا کر جاتے جب واپس انکے پاس آتے تو انکے پاس کچھ کھانے کی تازہ چیزیں (خلاف عقل و خلاف موسم) پاتے تھے، اسے دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے "یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا" اے مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں جبکہ مکان تو برابر مقفل ہے، اور قفل کی وجہ سے باہر سے کسی کے آنے جانے یا کمرہ میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو حضرت مریم علیہا السلام جواب دیتی "قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - یہ اللہ کے پاس جو خزائنِ غیب ہے اس میں سے آتیں ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔ بس خداوند قدوس کی قدرتِ کاملہ اور عجائباتِ حاضرہ کو دیکھ کر اسی وقت وہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگنی شروع کردی۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۝ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۝ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ یعنی وہیں اسی وقت اسی جگہ کمرہ میں خلافِ موسم پھل فروٹ والا منظر دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی۔ اے میرے رب مجھے عنایت فرما، اپنے پاس سے اچھی پاکیزہ اولاد بے شک آپ دعاؤں کے بہت سننے والے ہیں۔

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۲ پارہ ۳ رکوع ۱۲ سورۃ آل عمران صفحہ ۹۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

حضرت زکریا علیہ السلام کی اس وقت تک اولاد نہ تھی اور زمانہ ایسے بڑھاپے کا آگیا تھا کہ جس میں عادتاً اولاد نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن اس وقت جب آپ نے یہ دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم کے تازہ تازہ میوے عطا فرمائے ہیں تو اب آپ کو بھی سوال (دعا) کرنے کی جرأت و ہمت ہو گئی کہ جو قادر مطلق بے موقع کے پھل عطا کر سکتا ہے تو وہ بے موقع اولاد بھی عطا فرمائیگا۔ چنانچہ آپ نے عزم بالجزم اور یقینِ کامل کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دئے۔ ایسی کمزوری، پیرانہ سالی اور بڑھاپے کی انتہائی حدود میں پہونچ جانے کے باوجود ان کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور حسبِ منشاء پاکیزہ اولاد کی بشارت سناتے ہوئے فرمایا۔ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُہٗ یَحْیٰی ۙ اے میرے بندے زکریا آپ ایک بچے کی خوش خبری سن لیں جس کا نام یحییٰ ہے۔

اعتماد و یقین نے محال اور ناممکن کو ممکن بنا دیا

مذکورہ واقعہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ خداوندِ قدوس نے اپنی غیبی طاقت کا ایک ادنیٰ مظاہرہ دنیا والوں کے سامنے ظاہر فرمایا وہ یہ کہ خلاف موسم میوے لا کے رکھ دئے۔ دوسری بات یہ کہ پرورش بغیر ظاہری اسباب کے سنت اللہ کے خلاف بلا اسباب ہو رہی تھی پھل فروٹ وغیرہ لانے والا کوئی نظر نہیں آرہا تھا بلاواسطہ کھانے پہونچائے جا رہے تھے حالانکہ پیغمبر علیہ السلام اپنی امکانی ظاہری تدابیر بروئے کار لاتے ہوئے گھر اور کمرہ کو باقاعدہ ہر جانب سے مقفل کر دیا کرتے تھے اس کے باوجود روزانہ اپنے اپنے وقت پر وہاں کھانا پہونچ جایا کرتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ جب کسی کو کھلانے یا کچھ دینے کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ مطلب یہ کہ خدا کی قدرت کو بھول کر زندگی نہیں گزارنی چاہئے مال و دولت عیش و آرام وغیرہ یہ چیزیں ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ امید و بیم لئے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہئے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر علیہ السلام عمر کے اعتبار سے اس مقام تک جا لئے

تھے کہ جس میں عادتاً اولاد نہیں ہوا کرتی کیونکہ بڑھاپا اور پیرانہ سالی اپنی امکانی حدود پار کر چکے تھے۔ اسکے علاوہ حیران کُن بات ایک اور بھی تھی وہ یہ کہ حضرت کی بیوی صاحبہ صرف سن رسیدہ اور ضعیفہ ہی نہیں بلکہ پوری بانجھ تھی جس کی وجہ سے زندگی بھر جوانی میں کبھی اولاد کی تمنا پوری نہ ہوسکی تھی۔ ایسی حالت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر نے اسباب عادیہ و سنت اللہ کے خلاف بے موسم میوے کی شکل میں خدائی قدرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ تو آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ قادر مطلق مجھے ان حالات میں بھی اولاد عطا فرمانے پر قادر ہیں۔ چنانچہ عزم بالجزم، پختہ ارادہ اور یقین کے ساتھ اس احکم الحاکمین اور کریم داتا کے دربار میں جھولی پھیلادی تو اس ایمان و اعتماد کے ساتھ مانگی جانے والی دعا نے قبولیت حاصل کرلی۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں سب سے بڑی چیز اخلاص کے ساتھ حسنِ ظن، پختہ ارادہ اور کامل یقین ہے۔ لھذا دعائیں مانگتے وقت جتنا اعتماد کامل، پختہ ارادہ اور یقین صادق ہوگا اتنی ہی دعائیں قبول ہوتی ہوئی چلی جائیں گی۔ دعا مانگنے والا چاہے نیک و صالح ہو یا پھر خاطی و گنہگار ہو یہ اصول سب کے لئے ہے۔ اس لئے دعا کے وقت اس چیز کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے۔

وَ ذَاالنُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ (پارہ ۱۷، رکوع ۶)

ترجمہ: اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے جب وہ خفا ہو کر چلدئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر کوئی دارو گیر نہ کرینگے۔ پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ۔ آپکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ پاک ہیں میں بیشک قصور وار ہوں۔ سو ہم نے انکی دعا قبول کی اور انکو اُس گھٹن

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۱۷ رکوع ۶ سورۃ الانبیاء صفحہ ۴۳۸

سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

دعاءِ یونس میں امت کے لیے درس عظیم حضرت مجدد تھانوی قدرے تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پس انھوں نے اندھیروں میں پکارا (ایک اندھیرا شکم ماہی۔ دوسرا قعر دریا۔ تیسرا اندھیری رات کا۔ غرض ان تاریکیوں میں دعا کی) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (یہ توحید ہے) آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں (یہ تنزیہ ہے) میں بیشک قصور وار ہوں (یہ استغفار ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کر کے اس شدّت سے نجات دیجیے) سو ہم نے انکی دعا قبول کی اور انکو اُس گھٹن سے نجات دی۔ اور (جس طرح دعا کرنے سے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات دی) ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب اور غم سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

خدائی غیبی نظام حضرتؒ یونس علیہ السلام کو کشتی والے دریا میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے بار بار کی قرعہ اندازی پر بھی حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلتا رہا۔ تو پھر حضرت یونس علیہ السلام خود اپنے کپڑے اتار کر ان کشتی والوں کے روکنے کے باوجود سمندر میں کود پڑے۔ اسی وقت بحر اخضر (　　　) کی ایک بہت بڑی مچھلی کو خدائی حکم ملتا ہے کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی وہاں چلی جائے اور حضرت یونس علیہ السلام کو سالم نگل لے۔ اس طرح کہ نہ جسم پر زخم آنے پائے نہ ہی کوئی ہڈی ٹوٹنے پائے چنانچہ اس نے نگل لیا۔ نگلتے ہی حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار! میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی پہنچا نہ ہو گا۔ اس وقت فرمانِ باری صادر ہوا۔ کہ یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ یعنی جبکہ فراخی کشادگی اور امن وامان کی حالت میں تھے اُسوقت کی انکی نیکیاں اگر نہ ہوتی اور ادھر مچھلی کے پیٹ میں میری تقدیس، تسبیح وتوبہ نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۲۳ رکوع ۹ سورۃ الصفٰت صفحہ ۲۶

فائدہ مذکورہ آیتِ کریمہ سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ دنیا میں مفر کی ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں خدائی گرفت نہ ہوتی ہو۔ کہیں بھی چلے جاؤ وہ پکڑ ہی لے گا۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے جب اپنے بندے کی حفاظت کرنا چاہی تو سمندر کی تہ میں مچھلی کے پیٹ میں تین تین اندھیریوں میں بھی حفاظت کرکے دکھادیا۔ تیسری چیز یہ کہ انسان سے کبھی عصیان وخطا وغیرہ ہوجائے تو فوراً اس سے توبہ استغفار کرکے رجوع الی اللہ کرتے ہوئے گریہ وزاری کے ساتھ رو دھو کر خوب معافی مانگ لی جائے تو پھر انسان سے چاہے کتنی ہی بڑی لغزش ہوگئی ہو انشاءاللہ تعالیٰ وہ معاف فرماکر ہر قسم کی گرفت سے نجات عطا فرمادینگے۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ○ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○

(پارہ ۲۳ رکوع ۹ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ: سو اگر تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے

(بیان القرآن)

کبھی نجات کا ثمرہ بعض اعمال کرنے پر مرتب ہوتا ہے اسکا ثبوت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ جب مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ثابت نگل لیا تو اس وقت وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے (یہ تو دل سے توبہ ہوئی) اور زبان سے بھی توحید وتسبیح کے ساتھ استغفار کر رہے تھے جیسا کہ آیت مذکورہ میں ہے۔ سو اگر وہ (اسوقت) تسبیح (واستغفار) کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔ (یعنی مچھلی کے لئے انہیں غذا بنادی جاتی) چونکہ انہوں نے تسبیح اور توبہ کی۔ اس لئے ہم نے انکو اس کے ضرر سے محفوظ رکھا اور بسلامت مچھلی کے پیٹ سے نجات دی۔

مصائب وآفات سے تحفظ کا طریقہ

حضرت مفتی اعظم پاکستانؒ مذکورہ آیت

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۲۳ رکوع ۹ سورۃ الصّٰفّٰت صفحہ ۸۰۹

(۲) تفسیر معارف القرآن جلد، پارہ ۲۳ رکوع ۹ سورۃ الصّٰفّٰت صفحہ ۴۰۹

کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، تسبیح و استغفار کے ورد سے مصائب دور ہوتے ہیں، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصائب و آفات کو دور کرنے میں تسبیح و استغفار خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے تو اسوقت انکی خاص تسبیح و دعا، آیت مبارکہ ۔لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔ تھی اللہ تعالیٰ نے اسی کلمہ کی برکت سے انہیں اس آزمائش سے نجات عطا فرمائی اور مچھلی کے پیٹ سے صحیح سالم نکل آئے۔ اسی لئے بزرگوں سے یہ منقول چلا آتا ہے کہ وہ انفرادی یا اجتماعی مصیبت کے وقت دعائے یونس (علیہ السلام) سوا لاکھ مرتبہ پڑھتے ہیں اور اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں۔

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا مانگی تھی اسے جو مسلمان بھی کسی مقصد کے لئے پڑھیگا تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ (ابوداؤد۔ تفسیر قرطبی)

محقق علامہ دریابادیؒ کی تحقیق مفسر دریابادیؒ[1] تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے جس جگہ اپنے پیٹ سے باہر نکالا تھا اس کا نام نینوا تھا۔ یہ شہر نینوا دریائے دجلہ کے داہنے کنارہ پر واقع تھا جہاں آج شہر موصل واقع ہے۔ دریائے دجلہ یہ عراق کی سرزمین پر واقع مشہور بڑا دریا ہے جسکی لمبائی ساڑھے گیارہ سو میل تک چلی جاتی ہے۔

ایک عظیم رہنما اصول مذکورہ[2] آیتِ کریمہ سے ہمیں ایک رہنما اصول ملتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر کوئی قوم یا فرد کسی وقت کسی آفات و مصائب میں مبتلا ہو جائے تو ایسے وقت انہیں چاہیے کہ جلد از جلد صدق دل سے توبہ استغفار کر کے گریہ وزاری کے ساتھ دعاؤں میں مشغول ہو جایا کریں۔ اگر ایسا نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ اسے اُس گرفت سے نجات میسر نہ ہو سکے۔ کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر کے لئے کلام الٰہی میں جب صاف طور سے یہ فرما دیا گیا ہے کہ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ یعنی حضرت یونس

---

(۱) تفسیر ماجدی جلد ۲ پارہ ۲۳ رکوع ۹ سورۃ الصّٰفّٰت صفحہ ۹۰۳۔ (۲) محمد ایوب سورتی عفی عنہ

علیہ السلام اگر تسبیح (استغفار اور دعا) نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی ہی کے پیٹ میں (گرفتار آزمائش) رہتے۔ اسی نص قرآنی سے ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ جب انفرادی یا اجتماعی کوئی گرفتارِ آزمائش ہو تو فوراً اسی پیغمبر علیہ السلام کے مانند رجوع الی اللہ، توبہ استغفار اور گریہ وزاری کرکے اس روٹھے ہوئے کو منالو۔

مسلمانوں کے لئے خوشخبری حضرت یونس علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کو منوالینے پر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو ایک پروانہ اذن ورضا صادر فرمادیا گیا۔ وہ یہ ہے:

وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی ہم اسی طرح ایمان والوں کو (توبہ اور معافی کے بعد آزمائش سے) نجات دیا کرتے ہیں۔ جب اُدھر سے ہی ہمیں یہ خوش کن فیصلہ سنادیا گیا تو ایسے وقت میں ہمیں ناامید و پریشان نہ ہونا چاہیے بلکہ جلد از جلد توبہ استغفار کے بعد رو رو کر اپنی کوتاہی، عاجزی اور بے بسی کا دعا کے ذریعہ اظہار کردینے سے وہ رب کریم اپنے فرمان کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً ہر رنج وغم سے نجات عطا فرماتا رہے گا۔ یہ سبق ہمیں قرآن مجید نے دیا ہے۔

يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ (پارہ ۲۷، رکوع ۲۱)

ترجمہ: اسی[1] سے سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی شان میں رہتا ہے۔ (بیان القرآن)

تشریح: یعنی وہ ایسا باعظمت ہے کہ اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنے تصرفات عالم میں واقع ہورہے ہیں وہ اسی کے تصرف کرنے سے ہیں۔

اس بااختیار قادر مطلق کی نرالی شان کا ظہور حضرت مفتی[2] صاحب مذکورہ آیت کریمہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوقات حق تعالیٰ کی محتاج ہیں اور اسی سے اپنی حاجات مانگتی ہیں۔ زمین والے اپنے مناسب حاجات، رزق، صحت غرض

---

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن صفحہ ۱۰۲۵ مجدد تھانوی

(۲) تفسیر معارف القرآن جلد ۸ رکوع ۱۲ سورۃ الرحمٰن صفحہ ۲۵۲ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب

دینی دنیوی جملہ حاجات مانگتے رہتے ہیں اور آسمان والے (فرشتے) اگرچہ کھاتے پیتے نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کے ہر وقت محتاج ہیں، وہ بھی رحمت و مغفرت وغیرہ اپنی حاجات کے طلب گار رہتے ہیں۔

آگے ہے، كُلَّ يَوْمٍ. یہ اسی يَسْئَلُ کا ظرف ہے۔ یعنی انکے یہ سوالات اور درخواستیں حق تعالیٰ سے ہر وقت اور ہر روز رہتی ہیں۔ اور (یَوْم) دن سے مطلقاً وقت مراد ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ساری مخلوقات مختلف خطوں، مختلف زبانوں میں اس سے اپنی اپنی ضروریات ہر وقت مانگتی رہتی ہیں۔ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ۝ یعنی ہر وقت ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص شان ہوتی ہے، وہ کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو موت دیتا ہے، کسی کو عزت، کسی کو ذلت دیتا ہے۔ بیمار کو تندرست اور تندرست کو بیمار کرتا ہے۔ کسی مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہے، سائل کو مطلوبہ چیز دیتا ہے۔ گنہگار کی بخشش و مغفرت فرما دیتا ہے۔ کسی قوم کو بلندی سے پستی کی جانب اور کسی حکومت کو بلندی عطا کرتا رہتا ہے۔ غرض ہر آن ہر لحظہ و لمحہ خداوند قدوس کی ایک نہ ایک شان ہوا کرتی ہے۔

کریم داتا کی شانِ کریمی کا ایک منظر

مفسر دمشقی[1] نے اس رب کریم اور پالنہار کی کار فرمائی کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے، فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اور کل مخلوق اس کی یکسر محتاج ہے۔ سب کے سب سائل ہے اور وہ غنی ہے۔ سب فقیر ہیں۔ اور وہ سب کے سوالوں کو پورا کرنے والا ہے۔ ہر مخلوق اپنے حال و قال سے اپنی حاجتیں اس کی سرکار میں لیجاتی ہے اور انکے پورا کرنے کا سوال کرتی ہے۔ وہ ہر دن نئی شان میں ہے، اس کی شان یہ ہے کہ ہر پکارنے والے کو جواب دے۔ مانگنے والے کو عطا کرے تنگ دستوں کو کشادگی دے، مصیبت و آفات والوں کو رہائی بخشے، بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائے، غم و ہم کو دور کردے۔ بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا قبول فرما کر اسے قرار و آرام عنایت فرمائے گنہگاروں کے واویلا پر متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگزر فرمائے اور گناہوں کو بخش دیں۔

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۲۷ رکوع ۱۲ سورۃ الرحمٰن صفحہ ۵۸۔ علامہ ابن کثیر

تمام زمین و آسمان والے اس کے سامنے ہاتھ و دامن پھیلائے ہوئے ہیں۔ چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے۔ نیک لوگوں کا وہ منتہی ان کی پکار کا مدعا انکے شکوے شکایت کا مرجع وہی ہے یہی اس کی شان ہے۔

فائدہ مذکورہ آیت کریمہ کے معنیٰ اور مطلب اس بات کی ترجمانی کررہے ہیں کہ وہ خالق و مالک تنی بڑی قدرت والا ہے کہ سارے آسمان اور پوری کائنات والے انکے سامنے اپنے ہاتھ و دامن پھیلائے ہوئے ہیں۔ اور وہ اتنا بڑا داتا اور کریم ہے کہ ہر کس و ناکس کی سن کر اپنے لا متناہی خزانوں میں سے ہر آن و ہر لحہ عنایت فرماتا رہتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ داشگاف ہوتا ہے کہ اے مسلمانوں ساری کائنات مجھ سے بے انتہا مفاد حاصل کررہی ہے۔ تو پھر تم مجھ سے مانگنے سے کیوں شرمارہے ہو؟۔ کیوں اپنا تہی دامن سمیٹے ہوئے ہو؟۔ اُدْعُوْنِیْ. اُدْعُوْنِیْ. اَسْتَجِبْ لَکُمْ ○ آؤ آؤ جبین نیاز جھکا کر۔ دست سوال پھیلا کر مجھ سے مانگو۔ دیکھو میری عظیم صفت۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ○ ہے یعنی میں ہر وقت ہر لحظہ اپنی مخلوق میں سے کسی نہ کسی کو نوازتا ہی رہتا ہوں۔ کیا بعید ہے ان نوازے جانے والوں میں تم پر بھی میری نظرِ کرم ہو جائے یہ تو اس ارحم الراحمین کی جانب سے ہمیں جھنجوڑ کر مانگنے اور مانگتے رہنے کی برملا ترغیب و دعوت دی جارہی ہے۔ لہٰذا خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو اُس واھبُ العطایات کی طرف متوجہ ہو کر حسب توفیق اپنا دامن بھر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعائیں مانگتے رہنے کی توفیقِ سعید عطا فرمائے (آمین)

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۳ سورۃ یونس)	ترجمہ: (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی) اے ہمارے رب

انکے مالوں کو نیست و نابود کر دیجیے اور انکے دلوں کو سخت کر دیجیے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذابِ الیم دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی سو تم مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جنکو علم نہیں۔ (بیان القرآن)

(۱) محمد ایوب سورتی غفرلہ الصمد

تشریح: حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (دعامیں) عرض کیا کہ اے ہمارے رب (ہمکو یہ بات معلوم ہو گئی کہ) آپ نے فرعون کو اور انکے سرداروں کو سامانِ تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کریں (پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرآن یا بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ ہدایت انکے مقدر میں نہیں ہے اور جو حکمت تھی وہ حاصل ہو چکی، تو اب انکے اموال و نفوس کو کیوں باقی رکھا جاوے۔ پس) اے ہمارے رب انکے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور (انکے نفوس کی ہلاکت کا سامان کر دیجئے اس طرح کہ) انکے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جائیں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر اس کو) دیکھ لیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی اور حضرت ہارون علیہ السلام اس پر آمین کہتے رہے (کما قال فی الدر المنثور)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی (کیونکہ آمین کہنا بھی دعا میں شریک ہونا ہے) یعنی ہم انکے اموال و نفوس کو اب ہلاک کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، یا رب تو نے فرعون اور اسکے ہمراہیوں کو زینت و اموالِ کثیرہ اس دنیا میں دے رکھا ہے اس سے تو وہ اور بھٹک جائیں گیں یا دوسروں کو بھٹکانے لگیں، حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گیں۔ اس لئے اگر تو نے انکو زندہ چھوڑا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گیں، اور انکی جتنی اولاد ہوگی وہ سب کافر ہی پیدا ہوگی۔ اس لئے انکا ختم ہو جانا ہی بہتر ہے۔

ناشکری پر زوالِ نعمت کا واقعہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو انکے منشاء کے خلاف استعمال کرتا ہے تو پھر خود اللہ تعالیٰ اس کے زوال کے اسباب بھی پیدا کر دیتے ہیں جسکا ثبوت فرعون کے واقعہ سے ملتا ہے۔

---

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۱۱ رکوع ۱۳ سورۂ یونس صفحہ ۲۴۴ حضرت تھانوی

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پارہ ۱۱ رکوع ۱۳ سورۂ یونس صفحہ ۶، مفسر ابن کثیر دمشقیؒ

حضرت مفتی صاحبؒ[1] فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ آپ نے قوم فرعون کو زینت، دنیا کے ساز و سامان اور مال و دولت بہت عطا فرما رکھا ہے مصر EGYPT سے لیکر سرزمین حبشہ (ETHIOPIA) تک سونے چاندی، زبرجد، زمرد، یاقوت و جواہرات وغیرہ کی کانیں عطا فرما رکھی ہیں۔ (کما قال علامہ قرطبیؒ) جس کا اثر یہ ہے کہ وہ لوگوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کی اصلاح سے مایوس ہو کر انکے مال و دولت سے دوسروں کی گمراہی کا خطرہ محسوس کر کے مذکورہ بددعا کی کہ، اے میرے پروردگار انکے اموال کی صورت بدل کر مسخ و بیکار کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر کی بددعا تھی، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں، کہ اس دعا کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ قوم فرعون کے تمام زر و جواہرات اور نقد، قوم اور باغوں کھیتوں کی سب پیداوار پتھروں کی شکل میں تبدیل ہو گئی، دوسری بددعا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکے لئے یہ فرمائی، وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ، یعنی اے پروردگار انکے دلوں کو ایسا سخت کر دیجئے کہ انمیں ایمان اور کسی خیر کی صلاحیت ہی نہ رہے۔ تا کہ وہ عذاب الیم آنے سے پہلے ایمان نہ لاسکے۔ یہ بددعا کرنیکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انکے دلوں کا سخت و ناقابل ایمان و اصلاح ہونا منجانب اللہ مقرر ہو چکا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بصورت بددعا اس کا اظہار فرما دیا۔

آمین کہنے والا دعا کرنے والے کے مانند ہے

دعا پر آمین کہنے اور اسکے فوائد کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں، حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی شریک دعا فرما کر یوں فرمایا گیا قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا یعنی تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مذکورہ دعا کر رہے تھے تو اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام اس دعا پر آمین آمین کہتے جاتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعا پر آمین کہنا بھی دعا ہی میں داخل ہے۔ اس آیت میں قبولیت دعا کی اطلاع ان دونوں پیغمبروں کو دیدی گئی۔

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۴ پارہ ۱۱ رکوع ۱۳ سورۃ یونس صفحہ ۵۶۳ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ

قبولیتِ دعا کا ظہور چالیس[1] سال کے بعد ہوا حضرت مفتی صاحبؒ نے علامہ بغوی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے۔ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا ۔ کے بعد یہ بھی فرمادیا کہ۔ فَاسْتَقِیْمَا۔ یعنی تم دونوں پیغمبروں کی دعا تو قبول کرلی گئی۔ مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ صبر و استقامت کا دامن تھامے رہنا اپنے کار منصبی (ڈیوٹی) دعوت و تبلیغ میں لگے رہنا۔ قبولیتِ دعا کا اثر دیر میں ظاہر ہو تو عوام الناس کی طرح جلد بازی نہ کرنا چنانچہ بقول علامہ بغویؒ باوجود جلیل القدر نبی و صاحبِ شریعت رسولؑ ہوتے ہوئے آپکی دعا کی قبولیت کا ظہور چالیس سال کے بعد ہوا۔

(معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۵۶۳)

فائدہ جب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور صاحبِ کتاب رسول کی دعا کی قبولیت کا ظہور ۳۰۔۴۰ سال کے بعد ہوا تو دعا مانگنے والوں کی نظر اس طرف بھی ہونی چاہیئے۔ بار بار دعا کرنے اور کرتے رہنے کے باوجود قبولیت کے آثار نظر نہ آئے تو مایوس و ناامید نہ ہونا چاہیئے ہو سکتا ہے ہماری دعا قبول ہو چکی ہو مگر علمِ الٰہی میں اسکے ظہور کے لئے کوئی اور وقت متعین ہو اور ہم خواہ مخواہ چلانے لگیں۔ مایوس ہو جائیں یا دعا مانگنا ہی چھوڑ دیں یہ نادانی ہے۔ ہمیں مذکورہ بالا واقعہ سے سبق لیتے ہوئے ثبات، صبر و رضا اور ہمت سے کام لینا چاہیئے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ ۞ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ؕ (پارہ ۱۔ رکوع ۱۵)

ترجمہ[2]: اور جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار اس کو ایک شہر بنادیجئے امن والا۔ اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں سے نوازیئے۔ اے ہمارے پروردگار اس جماعت کے اندر انہیں میں کا ایک پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں۔ (بیان القرآن)

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ ؕ (پارہ ۱۳۔ رکوع ۱۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان

---

(۱) محمد ایوب سورتی عفی عنہ　(۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پارہ ۱ رکوع ۱۵ سورۃ البقرۃ صفحہ ۸۰ حضرت تھانویؒ

میں جو زراعت کے قابل نہیں۔ آباد کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں۔

تشریح: اے ہمارے رب میں اپنی اولاد (یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور انکے واسطے سے انکی نسل) کو آپ کے معظم گھر (خانۂ کعبہ) کے قریب (جو کہ پہلے سے یہاں بنا ہوا تھا اور ہمیشہ سے لوگ اس کا ادب کرتے آئے تھے) ایک میدان میں (بیت الحرام کے پاس اس لئے آباد کرتا ہوں) تاکہ وہ لوگ نماز کا خاص اہتمام رکھیں۔ (اور چونکہ یہاں زراعت وغیرہ نہیں ہے اس لئے) انکو محض اپنی قدرت سے پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ ان نعمتوں کا شکر کریں۔ اے ہمارے رب یہ دعائیں محض عبودیت و افتقار کے لئے ہیں۔ آپ کو اپنی حاجات کی اطلاع کے لئے نہیں کیونکہ آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو کچھ ظاہر کر دیں۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی بھی چیز مخفی نہیں۔ اور مکہ کی جگہ کو شہر ہونے کی دعا اس واسطے کی تھی کہ اس وقت یہ جگہ بالکل جنگل تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اس جگہ کو شہر بنا دیا۔

دعا مانگنے کا پیغمبرانہ انداز دعا تو ہر انسان مانگتا ہے مگر مانگنے کا سلیقہ ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں سبق آموز اور جامع ہوتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیا چیز مانگنے کی ہے اور اسے کس وقت کس طرح مانگا جائے۔ یہاں پر۔ پیغمبرانہ انداز دعا کو ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ دعا کو لفظ۔ رَبِّ ۔ رَبَّنَآ سے شروع فرمایا ہے جسکے معنیٰ ہیں۔ اے میرے پالنے والے۔ اے میرے پالنہار۔ ان الفاظ میں دعا مانگنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔ خود یہ الفاظ حق تعالیٰ کی رحمت اور لطف و کرم کو متوجہ کرنے پر مؤثر داعی ہے پھر دعا سے پہلے اور اخیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو جیسے رَبَّنَآ۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ ۔ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ پھر دعا بار بار مانگی جائے۔ اور الحاح و زاری کے ساتھ مانگی جائے۔ ملنے کے یقین کے ساتھ مانگی جائے۔ دعا مانگنے سے پہلے احکام خداوندی کی تعمیل بھی ہو۔ یہ اور ان جیسی بہت سی چیزیں تلاش کرنے سے مل جائے گی۔

مجھے اس وقت یہاں ملت حنیفیت کے مخلص داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸ سورۃ ابراہیم صفحہ ۵۱۹ حضرت تھانوی

دعاؤں کا تذکرہ کرنا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام نے کیا دعا مانگی مانگنے کا انداز طریقہ اور ترتیب کیا ہے اس کا اندازہ حسب ذیل امور سے ہو جائے گا۔

(۱) هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ۔ پہلی دعا جائے قیام وجگہ کی حفاظت کے لئے مانگی ۔یعنی قیام ورہنے سہنے کی جگہ ہی میں اگر اطمینان وسکون ،راحت وچین نہ ہو تو پھر ویسی جگہ ،بجائے امن وامان کے جہنم کدہ بن جائے ۔تو پھر ایسی جگہ پے رہنے سے نہ رہنا ہی بہتر ہوتا ہے ۔لہٰذا پہلی دعا تو جائے وقوع کے امن وسلامتی کے لئے مانگی۔

پیغمبرانہ دعا میں ترتیب کا درسِ عظیم

(۲) جائے قیام کی سلامتی کے بعد دوسری دعا یہ فرمائی ۔ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (پارہ ۱۳ رکوع ۱۸) شرک و بت پرستی سے تحفظ کے لئے دعا مانگی یعنی کمالِ ایمان وعقائد کی پختگی کی اور گمراہی وبے راہ روی سے حفاظت کے لئے مانگی ،اس میں دینِ متین اور ایمان واسلام پے مکمل بقاؤ استقامت وغیرہ سب کچھ آگیا۔

(۳) جائے قیام کی سلامتی ،اور ایمان وعقائد کے تحفظ کے بعد تیسری دعا جو مانگی وہ عبادت کے اعتبار سے اپنی اولاد اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے مانگی ۔بڑے بڑے ہوا کرتے ہیں صرف اپنے لئے نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے لئے بھی مانگ لیا ۔رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۝ اور وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۝ (پارہ ۱ ۔رکوع ۱۵) یعنی اے ہمارے رب میری اولاد دن کو بلدامین میں اس لئے لابسایا تاکہ وہ نمازوں کا اہتمام کریں ،اس کے علاوہ ہماری ان اولادوں میں سے مستقل ایک ایسی جماعت بھی پیدا فرمادیجئے جو آپ کی اطاعت وفرمابرداری کرتی رہے اس تیسری دعا میں عبادت کے جتنے شعبے ہیں ان میں سے مرکزی عبادت نماز کے ماتحت ان سب کو مانگ لیا

جلیل القدر پیغمبر بکر اہل وعیال کے حقوق کا خیال

(۴) بلدامین ،کمالِ ایمان اور جملہ عبادات کی توفیق کے بعد اب حقوق العباد (اہل وعیال) کی طرف توجہ فرماتے ہوئے جو دعا مانگی وہ یہ ہے ؛ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (پارہ ۱ ۔رکوع ۱۵) وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ (پارہ ۱۳ ارکوع ۱۸) اس میں اپنے شیر خوار بچے اور اہلیہ محترمہ کے ساتھ شفقت و محبت کی لائن سے حقوق العباد کی وجہ سے اس طرح دعا مانگی کہ ۔ یارب ۔ یہ جگہ (مکہ) قابل زراعت نہیں ہے کہ کاشت کاری کے ذریعہ روٹی بوٹی حاصل کر سکیں ۔ اس لئے یا اللہ آپ ہی اپنے فضل و کرم سے انکو پھلوں کا رزق عطا فرمادیں ۔ یہاں رزق میں بھی اعلیٰ قسم کا رزق جنتی میوہ مانگا ۔ سبزی بھاجی ۔ دال آٹا نہیں مانگا ۔

اس دعا میں دین و دنیا کی آسائش وراحت ، تمام معاشی و اقتصادی اشیاء اور دارین کی بھلائیاں اپنے اہل و عیال اور جملہ مسلمانوں کے لئے مانگ لیں ۔

دعا میں کائنات کے شہنشاہ کو بھی مانگ لیا (۵) پیغمبرانہ پختہ عزم و ارادہ اور بلندیٔ پرواز کا اندازہ تو ذرا لگائیے ۔ مذکورہ بالا بہت سی دعاؤں کے بعد اب ایک اور عظیم دعا مانگی وہ یہ ہے ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ... (پارہ ارکوع ۱۵) یہ ایک ایسی عالمگیر جامع اور مرکزی دعا مانگی کہ اس میں تو امام الانبیاء ، فخر موجودات سید الاولین والآخرین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ذات اقدس ہی کو مانگ لیا ۔ میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام نے دعائیں مانگیں ۔ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مانگیں ۔ ترتیب سے مانگیں اور ایک سے ایک بڑھ کر مانگیں ۔ مگر کیا وہ سب قبول ہو گئیں ؟ ہاں ہاں سب دعاؤں نے شرف قبولیت کا درجہ پالیا اور دعائیں کیوں مقبول نہ ہوتیں ؟ ۔

دعائیں کب قبول ہوتی ہیں؟ اس کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کے پس منظر کو ذرا ذہن نشین فرمالیں ۔ ہاں دعائیں مانگیں تو کب مانگیں ؟ اس کے لئے پہلے ہی ہاتھ نہیں پھیلا دئے ۔ بلکہ پہلے خلاف عقل و خلاف طبع حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام خلت کا حق ادا کر دیا ۔ امر الٰہی کو بسر و چشم بجالائے ۔ وطن عزیز کو چھوڑا اُبوت و بُنوت کے رشتہ کو توڑا ۔ قیامت خیز شعلہ زن دہکتے ہوئے نمرودی آگ کے سمندر سے ٹکرائے ۔ مال و منال ، اہل و عیال اور ہر قسم کے سکھ چین کو پامال کیا تعمیل احکام ربانی میں انکو جس جگہ جس وقت جو حکم ملا وہ کر گزرے

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۵ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸ سورۂ ابراہیم صفحہ ۲۵۲ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب

اپنے اکلوتے نور نظر لختِ جگر اور محبوب رفیقۂ حیات کو ایسی بے آب وگیاہ جگہ جہاں نہ دانا پانی نہ مکان و آبادی نہ ظاہری اسباب و وسائل بلکہ بیابان لق و دق چٹیل میدان جھلسا دینے والی کنکریلی اور پتھریلی زمین ہے، ایسی جگہ بیوی، بچہ کو لاکر رکھدیا۔

دعائے ابراہیمی نے ناممکنات اور محال کو ممکن کر دیا اتنا ہی نہیں بلکہ امرِ الٰہی کی تعمیل میں اتنی دیر لگانا بھی گوارا نہیں فرمایا کہ اس بیابان میں صنفِ نازک اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس جاکر چند کلماتِ خیر تسلی کے عرض کر دیتے کہ مجھے یہ حکم منجانب اللہ ملا ہے آپ گھبرائیں نہیں بلکہ فوراً حکمِ ربانی کی تعمیل میں مسارعت کے ساتھ متعینہ مقام پر لے جاکر چھوڑ آئے، یہ اور اس قسم کی بہت سی قربانیاں دیں جب اِدھر سے فرمابرداری و اطاعتِ کاملہ کا نمونہ اور اَن مِٹ قربانیوں کے نشانات ثبت کر دیئے گئے تو پھر اُدھر سے بھی یقینی بات تھی کہ ایسوں کی سنی جائے۔ چنانچہ جملہ دعائیں مقبول ہوئیں اور ایسی ہوئیں کہ قیامت تک ان گنت مخلوق ان سے فیضیاب ہوتی رہیں گی۔ ان مذکورہ واقعات اور دعاؤں میں اندازِ دعا آدابِ دعا تعلیمِ دعا اور ترتیبِ دعا وغیرہ جیسے اسرار و رموز کے خزانے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں فہمِ سلیم اور اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا کی قبولیت کے متعلق ایک اُصولی فیصلہ اب میں[1] مذکورہ دعائے خلیل اللہ (علیہ السلام) کے قبول ہونے کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک اُصولی ملفوظ نقل کر کے ختم کرتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (مذکورہ متعدد دعاؤں میں) بظاہر محال، خلافِ عقل اور ناممکنات جیسی بہت سی چیزیں مانگیں، مگر اس کے سمجھنے کے لئے یہاں دو چیزوں کو مدنظر رکھا جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ایک تو یہ کہ جس سے مانگا جا رہا ہے وہ کوئی معمولی ذات و ہستی نہیں ہے، وہ تو خالق و مالک ارض و سماء اور امرِ کُن فیکون کی شان لئے ہوئے ہے وہاں تو صرف کسی قسم

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۵ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸ سورۃ ابراہیم صفحہ ۲۵۲ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

کے ارادہ کر لینے سے زمین و آسمان کی کایا پلٹ سکتی ہے اس لئے یہ نہ دیکھا کہ زمین قابل کاشت ہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھا کہ کرنے والی ذات کے لئے تو یہ ایک معمولی کھیل سے زیادہ کچھ بھی نہیں اس لئے ملنے (پالینے) کا کامل یقین کرتے ہوئے مانگا۔

دوسری چیز یہ کہ مانگنے والوں میں پورا اعتماد و یقین اور کامل بھروسہ ہو دل میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ لائے بلکہ ملنے اور لینے کے پورے اعتماد و یقین سے مانگے۔ کہ یہی ایک در ہے اسی سے مانگنا ہے اور یہیں سے ملے گا۔ یہ دو باتیں مدنظر رکھکر دعا کی جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

اس آیت کریمہ میں دعا کی عظمت کا ظہور فرمایا گیا ہے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۔ حضرت تھانویؒ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اس میں بڑے زور شور کے ساتھ دعا کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ شروع ہی میں فرمادیا۔ تمہارے پالنے والے (رب کریم) نے فرمایا ہے۔ اس میں اشارہ ہے دعا کے قبول کرلینے کی طرف (حضرت مجدد تھانویؒ راز ہائے بستہ کو وا کرتے ہوئے فرماتے ہیں) چونکہ ہم ہمیشہ سے تمہاری پال پرورش کرتے آئے ہیں یہاں تک کہ تمہارے بغیر مانگے بھی تمہاری پرورش کی ہے تو کیا اب مانگنے پر تمہاری عرض (دعا) کو قبول نہ کرینگے؟ ضرور قبول کرینگے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر دعا کے بارے میں یہ اہتمام فرمایا کہ۔ دعا کرنے والوں کو دعا نہ کرنے پر عذاب سے ڈرایا ہے۔ جو لوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں (یعنی از راہ بڑائی دعا نہیں مانگتے) وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر جائیں گے۔ ان اہتماموں سے دعا کی کتنی بڑی شان معلوم ہوتی ہے اس لئے دعا مانگنے سے غفلت نہ برتنی چاہیے۔[1]

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝

(پارہ ۲۳، رکوع ۷)

ترجمہ: اے میرے رب مجھکو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔ (تفسیر بیان القرآن)[2]

(۱) تسہیل المواعظ جلد ا صفحہ ۵۲۹ مواعظ حکیم الامت (۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۲۳ رکوع ۷، سورۃ الصٰفٰت صفحہ ۸۰۰

اسیؔ سالہ عمر کے بعد بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری[1]

تشریح: اے میرے پروردگار مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند کی خوشخبری سنائی پس ہم نے انکو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔ حلیم المزاج فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ نومولود بچہ بڑا ہو کر اپنی زندگی میں ایسے صبر و ضبط اور بردباری کا مظاہرہ کرے گا کہ دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکے گی۔ اور فرزند کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارۂ نے یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی ہے اس وقت عمر تقریباً اسیؔ سال تک ہو چکی تھی، تو حضرت سارۂ نے سوچا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی تو وہ سمجھی کہ میں بانجھ ہو چکی ہوں، اس لئے اب اس عمر میں اولاد کا ہونا گویا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ دوسری طرف فرعونِ مصر نے حضرت سارۂ کو اپنی بیٹی جن کا نام ہاجرہ تھا خدمت گزاری کے لئے دے دی تھی۔ حضرت سارۂ نے بھی ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کر دیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔ انہی ہاجرۂ کے بطن سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے، اور انکا نام اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

اولاد مانگی اشاعت دین پر نصرت و مدد کے لئے[2]

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا، اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم لوگوں سے ہجرت کر جاؤنگا۔ میرا رہنما (ہادی) میرا خدا ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تاکہ وہ توحید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بُردبار بچے کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی ۸۶ سال کی تھی۔

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد، پارہ ۲۳ رکوع، سورۃ الصٰفّٰت صفحہ ۴۵۰

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پارہ ۲۳ رکوع، سورۃ الصٰفّٰت صفحہ ۲۸

فائدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت سارہؑ کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی اس وقت تک آپکو کوئی اولاد نہ ہوئی، تو حضرت سارہؑ کو کرامت کے صلے میں شاہِ مصر کی جو لڑکی ہاجرہؑ خادمہ کے طور پر ملی تھی اسے حضرت سارہؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی سوکن کے طور پر شادی کے لئے پیش کر دی، شادی کے بعد دعائے ابراہیمی۔ رَبِّ هَبْ لِيْ۔ کا ظہور حضرت اسمٰعیل کی شکل میں ہوا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنے جیسی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے دعا تو بہت پہلے، ادرِوطن چھوڑتے ہی جوانی کے زمانہ میں مانگ لی تھی مگر اس کا ظہور سالہا سال کے بعد بڑھاپے میں ذبیح اللہ کی شکل میں ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ مانگی ہوئی دعائیں رائیگاں نہیں جاتی، دعا قبول تو ضرور ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا ظہور کبھی مختلف شکلوں میں مختلف اوقات میں ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے دعائیں ہر حالت میں مانگتے رہنا چاہیئے اور قبولیت سے مایوس و ناامید بھی نہیں ہونا چاہئے جیسے مذکورہ واقعہ میں جوانی کے عالم میں مانگی ہوئی دعا کا ظہور بڑھاپے میں بھی ہو کر رہا۔

اولاد کے لئے دعا مانگنے میں نیک نیتی زیادہ مفید ثابت ہوگی | دوسرا سبق

مذکورہ دعا میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے دعا مانگی مگر وہ ذریعۂ معاش روٹی بوٹی اور عیش و آرام حاصل کرنے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اولاد مانگنے کا مقصد یہ بتلادیا کہ اے پاک پروردگار اس وقت دعوت دین میں، میں اکیلا ہوں میرے ساتھ دین کی تبلیغ کرنے والا کوئی نہیں، یا اللہ آپ مجھے نیک صالح نرینہ اولاد عطا فرما، تاکہ ہم مل کر دنیا میں تیری وحدت و توحید کا ڈنکا بجائیں، چنانچہ دعا قبول ہوئی، اور حسبِ منشاء دین و ایمان کی خدمت و اشاعت کے لئے جان و مال کی بازی لگادی۔ تو اس میں مسلمانوں کو دعا مانگنے کا ادب سلیقہ اور طریقہ بھی بتلادیا گیا۔

قرآنِ مبین میں اہل و عیال مانگنے کے لئے جو جامع دعا بتلائی گئی ہے اس میں بھی یہی ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا الخ اولاد نیک و صالح ہوگی تو کما کر کھلائے گی اور والدین کی خدمت بھی ضرور کرے گی۔ مگر اولاد مانگنے والوں کا مقصد پاکیزہ اور نیک

ہونا چاہیے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری کا ذکر قرآن مجید میں بھی کئی جگہوں پر آیا ہوا ہے۔ منجملہ ان میں سے الگ الگ تین پاروں کا مضمون یہاں نقل کیا جاتا ہے، پارہ ۱۲۔ ۱۴۔ اور ۲۶۔ ان سب کا مضمون قریب قریب یکساں ہے سب میں خداوندِ قدوس کی قدرتِ کاملہ کا ظہور جھلک رہا ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝

(پارہ ۱۲۔ رکوع ۷)

ترجمہ: وہ فرشتے کہنے لگے کہ ڈرو مت ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام کی بی بی کھڑی تھیں پس ہنسی ۔ سو ہم نے انکو بشارت دی اسحٰق علیہ السلام کی اور اسحٰق سے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی۔ کہنے لگیں ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر، اور میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے واقعی عجیب بات ہے۔ (بیان القرآن)۔

قدرتِ خداوندی بڑھیا بانجھ کے ہاں اولاد

تشریح: انہوںؑ نے کہا کہ تم ڈرو مت ہم فرشتے ہیں آپکے پاس بشارت لیکر آئے ہیں ۔ آپکے ایک فرزند پیدا ہو گا جنکا نام اسحٰق اور اس کے پیچھے انکے ایک فرزند ہو گا یعقوب ۔ اور بشارت اس لئے کہا کہ اول تو اولاد خوشی کی چیز ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام بوڑھے بہت ہو گئے تھے بی بی سارہؓ بھی بہت ضعیفہ تھیں جس کی وجہ سے اولاد کی امید نہ رہی تھی ۔ ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہؓ فرشتوں کی یہ بات کہیں کھڑی سن رہی تھیں پس اولاد کی خبر سن کر ہنسی اور بولتی پکارتی ہوئی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا تو فرشتوں نے ان سارہؓ کو بھی مکرر بشارت دی اسحٰق کے پیدا ہونے کی اور اسحٰق کے بعد اس کے پیچھے (پوتے) یعقوب علیہ السلام کی بھی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ تمہارے فرزند ہو گا وہ زندہ رہیگا اور انکے ہاں بھی نرینہ اولاد ہوگی۔ یہ سن کر حضرت سارہؓ کہنے لگیں کہ ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر۔ اور یہ میرے میاں (شوہر) بھی تو بالکل بوڑھے ہو

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پارہ ۱۲ رکوع ، سورۃ ہود صفحہ ۲۶۳ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

چکے ہیں۔ واقعی یہ عجیب بات ہے۔ یہ سنکر فرشتوں نے کہا کہ تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ بڑی تعریف کے لائق اور بڑی شان والے ہیں۔ وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں لھٰذا بجائے تعجب کے۔ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ۝ اسکی تعریف اور شکر میں مشغول رہو۔

پیغمبرانہ اوصافِ حمیدہ اور کھانے کی مسنون قیمت مذکورہ بالا آیت کے سلسلہ میں علامہ ؒ دمشقی ؒ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آئے جو قوم لوط علیہ السلام کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ آکر سلام کرتے ہیں آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکی بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا اچھا بچھڑا ذبح کر کے تل کر حاضر کردیا آپ دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ اور آپکی بیوی حضرت سارہؓ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے فرشتے کھانا نہیں کھاتے وہ رُکے اور کہنے لگے

"اے ابراہیم! (علیہ السلام) جب تک ہم کسی کھانے کی قیمت نہ ادا کردیں وہاں تک کھایا نہیں کرتے" آپ (علیہ السلام) نے فرمایا "ہاں ہاں قیمت ادا کردیجئے" فرشتوں نے پوچھا:

"قیمت کیا ہے؟" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے"

یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ فی الواقع (حقیقت میں) یہ اس قابل ہے کہ حق تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے۔ یہ گفت و شنید کے بعد بھی جب انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں مختلف قسم کے خیالات آنے لگے۔ حضرت سارہؓ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دستر خوان پہ بیٹھے انکا اکرام اور اصرار کررہے ہیں اور وہ کھاتے نہیں۔ یہ عجیب حالت دیکھ کر انہیں بے ساختہ ہنسی آگئی۔ حضرت کو خوف زدہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ:

"آپ خوف نہ کریں ہم انسانی شکل میں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کو ہلاک کرنے اور آپ

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پارہ ، سورۃ ہود صفحہ ۲۳ علامہ ابن کثیر دمشقی

کوفرزند اسحٰق ہونے کی بشارت لے کر آئے ہیں۔ پھر اسحٰق کے ہاں (پوتا) یعقوب ہونے کی بھی خوشخبری سنادی، یہ سنکر حضرت سارہؓ نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ ہم میاں بیوی دونوں کی گئی گزری زندگی اور اس بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے؟ فرشتوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا امر اور حکم ہے اس میں حیرت کیسی تم دونوں کو اس عمر میں ہی بیٹا دیگا تمہیں آج تک اولاد نہیں ہوئی تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن خدا کی قدرت میں کمی نہیں وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے۔ اسی واقعہ کو قرآن مجید کے پارہ ۲۶ میں قدرے تفصیل اور پیغمبرانہ وصف عظیم علم کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝
(پارہ ۲۶ رکوع ۱۹)

ترجمہ: تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت اور انکو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔ اتنے میں انکی بی بی بولتی پکارتی آئیں پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ بڑھیا بانجھ (یہ سنکر) فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا جاننے والا ہے۔ (بیان القرآن)

مہمان نوازی ملت ابراہیمی کا خصوصی تحفہ

تشریح: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں (فرشتوں) کی حکایت آپ تک نہیں پہنچی؟ جبکہ وہ مہمان انکے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی (جواب میں) سلام کہا (اور کہنے لگے کہ انجان لوگ معلوم ہوتے ہیں) پھر فوراً اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا) لائے اور اس کو انکے پاس لاکر رکھا (چونکہ وہ فرشتے تھے کھاتے کیسے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو شبہ ہوا اور) کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ (جب پھر بھی نہ کھایا) تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے کہ (یہ لوگ کہیں مخالفین واعداء

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پارہ ۲۶ سورۃ الذاریات صفحہ ۱۰۰۴ حضرت تھانویؒ

میں سے نہ ہوں) انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت (ہم آدمی نہیں بلکہ فرشتے ہیں) اور یہ کہہ کر ان (ابراہیم علیہ السلام) کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم (یعنی نبی) ہو گا۔ (اس فرزند سے مراد حضرت اسحٰق علیہ السلام ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ) اتنے میں حضرت کی بی بی سارہؓ جو کہیں کھڑی سن رہی تھیں وہ بولتی پکارتی ہوئی آئیں (پھر جب فرشتوں نے انکو بھی یہی لڑکے کی خبر سنائی تو اس نے) ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں (اوّل) تو میں بڑھیا اور بانجھ، پھر مجھ کو کیسے بچہ ہو گا؟ فرشتے کہنے لگے (کہ تعجب مت کرو) تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے۔

عادت اللہ کے خلاف ارادتُ اللہ کا ظہور حضرت مفتی صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی بشارت سنائی تو یہ خبر سن کر انکی بیوی حضرت سارہؓ کی زبانی غیر اختیاری طور پر یہ لفظ نکلے، اَنَا عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ یعنی اوّل تو میں بہت بڑھیا ضعیفہ ہوں اور اتنا ہی نہیں بلکہ بانجھ بھی ہوں یعنی پوری جوانی میں بھی اولاد کے قابل نہیں تھی اب بڑھاپے میں کیسے اولاد ہوگی؟ جس کے جواب میں فرشتوں نے فرمایا كَذٰلِكِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ یہ کام تو یوں ہی ہو کر رہے گا۔ چنانچہ جس وقت اس بشارت کے مطابق حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہؓ کی عمر ننانوے ۹۹ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو ۱۰۰ سال کی تھی۔

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ○ (پارہ ۱۴ رکوع ۴)

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپکو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہو گا، ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ کیا تم مجھکو اس حالت پر بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو؟ وہ بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں۔

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۲ پارہ ۲۶ رکوع ۱۹ سورۃ الذاریات صفحہ ۱۹۰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ظہور کبھی اسباب عادیہ کے خلاف بھی کر کے دکھلاتے ہیں[1]

تشریح: انہوں نے کہا آپ خائف نہ ہوں ہم (فرشتے ہیں منجانب اللہ ایک بشارت لیکر آئے ہیں اور) آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہو گا (مطلب یہ کہ وہ نبی ہو گا کیونکہ آدمیوں میں سب سے زیادہ علم انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے مراد اس فرزند سے حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں) حضرت ابراہیم کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر (فرزند کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھ کو بڑھاپا آگیا۔ سو (ایسی حالت میں مجھکو) کس چیز کی بشارت دیتے ہو؟ (مطلب یہ کہ یہ امر فی نفسہ عجیب ہے نہ کہ قدرت سے بعید) وہ فرشتے بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی (یعنی ہونے والی چیز) کی بشارت دیتے ہیں (یعنی لڑکا یقینا پیدا ہونے والا ہے) سو آپ نا امید نہ ہوں (یعنی اپنے بڑھاپے پر نظر نہ کیجئے کہ ایسے اسباب عادیہ پر نظر کرنے سے وسوسے نا امیدی کے غالب ہوتے ہیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور مجھکو امید سے بڑھ کر اس کا کامل یقین بھی ہے میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ۔ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○
(پارہ ۱۳ رکوع ۱۸)

ترجمہ: تمامی حمد خدا کے لئے ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحٰق عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے۔ (بیان القرآن)

اس کریم داتا کی کرم فرمائی کا ایک مثالی نمونہ

حضرت تھانویؒ[2] فرماتے ہیں۔

اس جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں مانگی اور وہ سب قبول ہو گئیں۔ پہلی: رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا. مکہ مکرمہ کو امن کی جگہ بنانے کے متعلق دعا کی، دوسری دعا:

---

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پارہ ۱۴ رکوع ۴ سورۃ الحجر صفحہ ۵۲۸ حکیم الامتؒ۔
(۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸ سورۃ ابراہیم صفحہ ۵۲۰ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ یعنی مجھکو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت (شرک) سے بچائے رکھئے۔ تیسری دعا۔ لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۝ تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں۔ چوتھی دعا۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً ۝ یعنی کچھ لوگوں کے دلوں کو انکی طرف مائل کر دیجئے۔ پانچویں دعا۔ وَارْزُقْهُمْ ۝ یعنی انکو پھل کھانے کو دیجئے۔ یہ سب تو بیان القرآن میں ایک ہی جگہ لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی دعا، رَبِّ هَبْ لِيْ، ساتویں دعا۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا یہ ساری دعائیں قبول ہوئیں۔

میں نے مانگا تو نے عنایت فرمادیا علامہ[1] دمشقیؒ فرماتے ہیں، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں، خدایا تو میرے ارادے اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہوا ہے، تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا اسمٰعیل بھی اور اسحٰق بھی، تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا پس تیرا شکر ہے۔

اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ اس کے ترجمہ میں حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں، حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ بتلا رہی ہے کہ خداوندِ قدوس دعاؤں کو زیادہ سننے اور قبول فرمانے والے ہیں۔

جب انہیں کی جانب سے قبولیت کے لئے ہر آن و ہر لمحہ دروازے کھلے ہوئے ہیں تو پھر مانگنے والوں کو بغیر کسی شک و شبہ کے ان سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہئے، اسی مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت تھانویؒ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی جو جو دعائیں مقبول ہوئیں انکی ایک مستقل فہرست اوپر تحریر فرمادی، تاکہ مسلمان اس ارحم الراحمین کی چوکھٹ سے وابستہ ہو کر اپنا دامن بھرتے رہا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی قدر کرتے ہوئے آداب و سلیقہ کے ساتھ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸ سورۃ ابراہیم صفحہ ۸۰ علامہ ابن کثیرؒ

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانیوں کاصلہ نبوت وکتاب کی شکل میں

مذکورہ[1] بالا اوراق میں لکھے ہوئے خلیل اللہ و ذبیح اللہ علیہما السلام کے واقعات میں سے چندباتیں نصائح کی اخذ کر کے لکھ رہا ہوں۔

اوّل یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوانی میں صرف ایک بیٹے کے لئے دعا فرمائی تھی۔ رَبِّ هَبْ لِیْ ۔ ترجمہ میں حضرت تھانویؒ نے ایک بیٹا لکھا ہے وہ تو مل گیا۔ اس کے علاوہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے دعا فرمائی ہو اسکا ثبوت میری نظر سے قرآن مجید میں کہیں نہیں گزرا۔ آیات کا ترجمہ یہ بتلارہا ہے کہ۔ جب فرشتے اولاد کی خوشخبری لیکر آئے تو دونوں میاں بیوی حیرت و تعجب سے کہنے لگے کہ کیا ضعیف کھوسٹ اور بڑھیا بانجھ ہوکر اتنی عمر میں ہمیں اولاد ہوگی؟

یہ جملے ثابت کر رہے ہیں۔ کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد اولاد کے لئے دعائیں نہیں مانگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باپ بیٹے کی مخلصانہ اطاعت وفرماں برداری اور بے لوث خدمات و قربانیوں پر خوش ہو کر اپنی طرف سے انکے صلے اور بدلہ میں اولاد کی خوشخبری سنائی۔ اس کے علاوہ یوں فرمایا کہ ہم تم کو قربانیوں کے صلے میں۔ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ایک تو تم کو امامت و خلافت کے منصب سے نوازیں گے ۔ دوسری خوشخبری یہ سنائی۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ (پارہ ۱۲ ع ۷) یعنی ہم نے ان کو بشارت دی لڑکے اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور اتنا ہی نہیں بلکہ لڑکے کے ہاں پوتا بھی ہوگا۔ تو لڑکے اور پوتے تک کی خوشخبری سنادی۔ اور وہ بھی۔ بڑھاپے اور ضعیف العمری میں۔ ان سب سے بڑھ کر مزید انعام یہ فرمایا کہ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ ۝ (پارہ ۲۰ ع ۱۵) یعنی ہم نے خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دنیا بھر میں جتنے انبیاء علیہم السلام اور رسول آئے وہ سب کے سب آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔ اور جتنی کتابیں نازل ہوئیں

---

(۱) محمد ایوب سورتی عفرلہ القوی۔

وہ بھی سب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد میں ہوئیں۔ تو اندازہ لگائیے کہ آپ کتنے عظیم الشان انعامات اور نعمتوں سے نوازے گئے۔ یہ کیوں اور کب ملے؟

اس کا جواب آپ کو وَ اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ ○ (پارہ۱ع۱۵) کی تفسیر میں ملے گا۔ جب نبی اور نبی زادے ہر قسم کے ابتلاء آزمائش اور امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے تب اُدھر سے بھی اِس مہربان و قدر دان خداوند قدوس نے ایسے موّحد کے لئے بے مانگے عطاؤ داد و دہش کے ایسے دہانے کھول دیئے کہ قیامت تک آنے والے مسلمان اسے یاد کر کے رشد و ہدایت کے پھول اپنے دامن میں چنتے رہیں گے۔

ماحصل یہ کہ مسلمان پہلے ،اَسْلِمْ تَسْلَمْ ، اطاعت و فرماں برداری والا منظر اپنی طرف سے پیش کرے، پھر خلافِ عقل بے مانگے ایسی ایسی چیزیں عنایت فرمائینگے کہ اسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ جائے گی۔

اور جب بے مانگے دیتا ہے تو پھر اُصول و آداب سے مانگنے والے کو تو وہ کیسے محروم رکھے گا۔ نہیں نہیں ان انبیاءؑ علیہم السلام جیسی اطاعت و آزمائش اب ہم جیسوں سے نہیں لیں گے، بلکہ مختصر سی نقل و حرکت پر بھی نوازدیتے ہیں، اس لئے اس کریم داتا سے کبھی کسی حال میں بھی مایوس و ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ کتنا ہی کیسا ہی گیا گزرا انسان کیوں نہ ہو اپنے آقا اپنے مالک اور اپنے پالنہار سے مانگنے میں عار و شرم محسوس نہ کرے۔

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مسیح الامتؒ کا ملفوظ ہے، دعا مانگنے والا محروم نہیں رہتا اور ڈرنے والے کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس لئے ضرور مانگتے رہا کریں۔[1]

اللہ تعالیٰ امت کے مسلمانوں کو سلیقے طریقے اور آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یوں تو دعا مانگنے کا امر اور ترغیب کے متعلق کلام ربانی میں صراحتاً و اشارتاً پچاسوں آیات مل سکتی ہیں سب کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے نمونہ کے طور پر اب تک اس سلسلہ کی بارہ آیات

---

(۱) ذکر مسیح الامتؒ صفحہ ۹۹ تالیف شفیق الامت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھرویؒ

لکھی جاچکی ہیں مگر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَّ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ کو مدنظر رکھتے ہوئے اب اخیر میں تین آیتیں اور لکھ کر پندرہ کا عدد پورا کر کے اس سلسلہ کو ختم کرتا ہوں۔

یہ آیت نامراد۔ ناامید۔ مایوس اور شکستہ ہمت لوگوں کی زندگی میں انقلاب اور تغیر لانے کے لئے ایک عجیب حقیقت خاصیت اور درس عبرت لئے ہوئے ہے۔ وہ آیتِ کریمہ شیطان کی دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں ہے شیطان لعین کی دعا سے پہلے اس کے پس منظر کے متعلق قرآنی تشریح وتفسیر بھی کچھ سامنے آجائے تو دعا مانگنے والوں کے عزم ویقین اور شرح صدر میں اضافہ کے لئے زیادہ مناسب ہوگا اس لئے اسے بھی رقم کیا جاتا ہے۔ خداوند قدوس نے ملعون شیطان سے دریافت فرمایا۔

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝
(پ۲۳ ع ۱۴۔ سورۃ صٓ)

ترجمہ[1]: حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی؟ کیا تو غرور میں آگیا یا یہ کہ تو بڑے درجہ والوں میں ہے؟ (بیان القرآن)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ابلیس! کس چیز نے روک دیا تجھ کو کہ سجدہ کرے اُسکو جس کو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھ سے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے انہیں پیدا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جملہ اعضاء و جوارح کی احتیاج (حاجت وضرورت) سے منزہ و پاک ہیں لھذا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

یوں تو کائنات کی ساری ہی چیزیں قدرت خداوندی ہی سے پیدا ہوئی ہیں، لیکن جب باری تعالیٰ کسی چیز کا خصوصی شرف ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو اسے خاص طور سے اپنی طرف منسوب

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پا ۲۳ ع ۱۴ سورۃ صٓ صفحہ ۸۹۱ حضرت تھانویؒ

فرمادیتے ہیں جیسے کعبہ کو بیت اللہ، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ یا روح اللہ کہا گیا۔ اسی طرح یہاں پر بھی یہ نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ (رواہ قرطبی، معارف القرآن جلد، پ ۲۲ ع ۱۴ سورۃ ص صفحہ ۵۴۲ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)

شیطان کو اس کا عجب اور تکبر لے ڈوبا قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر اس کا تذکرہ اس طرح آیا ہوا ہے۔ علامہ ابن کثیر دمشقیؒ تحریر فرماتے ہیں، اس خالق و مالک نے ملائکہ سے کہا تھا میں ایک بشر (انسان) پیدا کرنے والا ہوں جس کو کھنکھناتی (آواز دیتی ہوئی) سوکھی مٹی سے بناؤں گا۔ پس جب میں نے آدم (علیہ السلام) کے جسم کو تیار کیا پھر اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ ایک زندہ جسم بن گیا تو میری اس قدرت کو دیکھ کر سب فرشتے اس آدم (علیہ السلام) کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے اور اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے چکنی لیسدار مٹی سے بنایا اور اس کو ایک راست قامت بشر کی صورت بخشی اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی تو ملائکہ کو حکم دیا کہ (کُن، یعنی امر الٰہی سے بنی ہوئی مخلوق کو نہیں بلکہ میرے اپنے ہاتھوں سے بنے ہوئے پُتلے حضرت انسان کو) سجدہ کرو، لیکن دراصل یہ قدرت الٰہی کو سجدہ کرنا تھا اور اس کی شان کی تعظیم کرنی تھی۔ چنانچہ سب فرشتوں نے تعمیل حکم میں سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر غرور اور حسد کرتے ہوئے سجدہ نہ کیا، سجدہ نہ کرنے کی وجہ اس نے یہ بتائی کہ میں اس سے بہتر ہوں اور فاضل سے مفضول کو سجدہ نہیں کرایا جاتا ہے۔

یعنی جبکہ میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں تو پھر مجھے سجدہ کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

دلیل اس نے یہ پیش کی کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں، ابلیس کی نظر اصل عنصر (اپنی ناری تخلیق) پر ہے لیکن اس نے اس منجانب اللہ عزو شرف دیئے ہوئے آدم پر نظر نہیں ڈالی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے۔ مزید برآں اس میں اللہ تعالیٰ کی روح بھری ہوئی ہے۔ غرض سارے ملائکہ سجدہ میں گر پڑے اور ابلیس ترک سجود کی وجہ سے فرشتوں سے الگ ہو گیا۔

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ ۸ ع ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۱۵

اور رحمتِ خداوندی سے ہمیشہ کے لئے محروم و مایوس ہو گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا تخلیقی اعزاز اور فرشتوں کی فرماں برداری

علامہ[1] ابن کثیر دمشقی تخلیق آدم علیہ السلام، شیطان کی مردودیت اور انکی دعا کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ بتلادیا تھا کہ میں آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، تم اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرماں برداری کے ساتھ ہی آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے، پس جملہ فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی (یعنی سجدہ ریز ہو گئے) ہاں ابلیس اس سے رکا، یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں بلکہ کَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ یعنی جنات کی قوم میں سے تھا، شیطان کو سرکشی اور تکبر کی وجہ سے راندۂ درگاہ کیا گیا۔ اب تو تُو میری رحمت سے دور ہو گیا، اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لئے خیر و خوبی سے مایوس ہو جا، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ملعون، مردود اور محرومیت کا فیصلہ سنا دیا گیا، تو اب اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ، یا خدا مجھے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت دی جائے، تو اس رب کریم نے جو اپنی مخلوق کو انکے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجاء (دعا) بھی پوری کردی اور قیامت تک کے لئے اس کو مہلت دے دی گئی

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○
(پ۲۳ ع۱۲)

ترجمہ[2]: کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک، ارشاد ہوا تو تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی (بیان القرآن)

حق تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس: جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا (یعنی جس کے ایجاد کی طرف خاص عنایات ربانی متوجہ ہوئی) یہ تو اس کا شرف فی نفسہ ہے اور پھر اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پ۲۳ ع۱۲ سورۃ ص صفحہ ۳۰۔

(۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پ۲۳ ع۱۲ سورۃ ص صفحہ ۸۹۱ حضرت تھانویؒ

خداوندِ قدوس کے عین غضب اور جلال کے وقت شیطان نے دعا کی وہ بھی قبول ہو گئی

اسی قسم کی آیت کریمہ پا ۸ ع ۹ میں بھی آئی ہے اس کے متعلق حضرت مفتی صاحب[1] فرماتے ہیں، ابلیس نے عین اس وقت جبکہ اس پر عتاب و عقاب (خدائی غضب) ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک دعا مانگی اور وہ بھی عجیب دعا کہ حشر تک کی زندگی (زندہ رہنے) کی مہلت عطا فرما دیجئے اس کے جواب میں جو ارشادِ خداوند قدوس نے فرمایا وہ یہ ہے۔

اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ یعنی تجھ کو مہلت دے دی گئی اور دعا قبول کر لی گئی۔

توبہ و استغفار یہ پیغمبرانہ عظیم میراث ہے

حضرت آدم علیہ السلام کے ممنوعہ درخت (فَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ) سے (نادانستہ طور پر) کچھ کھا لینے کی وجہ سے جب انہوں نے جنت سے زمین پر نزول فرمایا تو اس وقت اس نادانی پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار فرماتے ہوئے رجوع الی اللہ کی غرض سے دربارِ الٰہی میں والہانہ انداز میں یوں عرض فرمایا۔ حضرت قتادہؓ[2] سے روایت ہے یا بار الہا کیا میں توبہ و استغفار کر سکتا ہوں؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ہاں۔ کیوں نہیں؟ اس صورت میں (توبہ استغفار کر لینے پر) میں تمہیں پھر جنت میں داخل کر دونگا۔ لیکن ابلیس لعین نے توبہ کی اجازت مانگنے کے بجائے اپنے لئے زندہ رہنے کی مہلت (قیامت تک زندہ رہنے) کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں کو حسب منشا۔ اپنی مانگی ہوئی اور مطلوبہ چیزیں دے دی گئیں کسی کو مایوس و محروم نہ رکھا۔ دونوں کی دعا قبول کر لی اور جس نے جو مانگا وہ اسے دیدیا گیا۔

شیطان نے مہلت پالینے کے بعد مسلمانوں کو ورغلانے اور گمراہ کرنے کے لئے فوراً قسم کھائی جس کا تذکرہ اس آیتِ کریمہ۔ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ ۚ (پا ۸ ع ۹) میں ہے اس میں گمراہ کرنے کے لئے چار جہت سے آنے کی اس نے قسم کھائی مگر اوپر اور نیچے

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۴ پا ۸ ع ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۲، مفتی محمد شفیع صاحب

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا ۸ ع ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۱

سے آنے کی قسم کھانا وہ چوک گیا، تو اس کے متعلق علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں، اوپرؒ سے آنے کی قسم وہ نہ کھا سکا کیونکہ اوپر سے تو صرف اس ارحم الراحمین کی رحمت و مغفرت کا نزول ہی ہو سکتا ہے۔

میرے مہربان خدا تیرے حلم اور کرم پر میں قربان جاؤں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایذا، تکالیف اور بری باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ زمین و آسمان میں اور کوئی بھی نہیں۔ لوگ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، اس کے لئے بیٹا اور لڑکا قرار دیتے ہیں، ایک کے بجائے تین خدا مانتے ہیں، خدائی سے انکار کرتے رہتے ہیں، چھوٹے بڑے ہزاروں خدا مانتے ہیں، شرک کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ہزاروں قسم کی نعمتوں کے باوجود ان کی نافرمانی و ناشکری اور عصیان کرتے رہتے ہیں، مگر پھر بھی وہ ایسا حلیم اور رحمٰن ہے کہ سب کو اچھے سے اچھا کھلاتے پلاتے رہتے ہیں، کیا اس سے بھی بڑا کوئی شفیق، رحیم، اور کریم داتا زمین و آسمان اور دنیا میں ہو سکتا ہے؟

شیطان کی مردودیت کی اصل وجہ

شیطان کے راندۂ درگاہ ہونے کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک بہت اچھی علمی بات تحریر فرمائی ہے وہ یہ کہ، ابلیس کا کفر محض عملی نافرمانی (سجدہ نہ کرنے) کا نتیجہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی فرض کو عملاً چھوڑ دینا اصول شریعت میں فسق و گناہ تو ہو سکتا ہے مگر کفر کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہاں پر ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربانی سے معارضہ اور مقابلہ کرنا ہے کہ فخر و غرور میں سرشار ہو کر شیطان نے یوں کہا کہ "اے خدا آپ نے جس (مٹی سے بنے بنائے انسان) کو سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اس کو سجدہ کروں" یہ معارضہ بلاشبہ کفر ہے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ ۸ ع ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۱۵ علامہ مفسر ابن کثیر (۲) بوستان فاطمہ صفحہ ۳۰ عارف باللہ حضرت شیخ صوفی عابد میاں صاحب عثمانی نقشبندی ڈابھیلی (۳) معارف القرآن جلد ۱ پ ۱ ع ۴ سورۃ البقرۃ صفحہ ۱۹۰

حضرت[1] عائشہؓ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ملائکہ نور سے، ابلیس آگ سے، آدمی مٹی سے، اور حوریں زعفران سے پیدا کی گئیں ہیں۔

اس اکرم الاکرمین کی بے انتہا شانِ کریمی کا ظہور بہرحال دعا کے متعلق[2] یہاں تک پندرہ آیتیں تحریر کی گئیں، انمیں اس اخیری آیت میں خداوند قدوس کی ایک عظیم الشان صفت نصرت و مدد، عنایات اور شفقت کا ظہور سامنے آتا ہے۔ پیغمبرانِ اسلام، صحابہ کرام، صلحائے امت، علماء ربانی اور عامۃ المسلمین کی دعاؤں کی قبولیت کا علم اور یقین تو سب ہی کو ہوتا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر مرتکب کبائر، نافرمان، فاسق و فاجر مسلمانوں کی دعاؤں کو بھی وہ ارحم الرّاحمین بلا شبہ قبول فرمالیتے ہیں۔ اور بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ کافر، مشرک، فرعون اور ان سب کا سرغنہ زمین اور آسمان میں نافرمانی کرنے والوں کا سب سے بڑا مجرم لیڈر اور ابوالعصیان ملعون شیطان کی دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

اس اکرم الاکرمین کی شانِ کریمی کا ذرا اندازہ تو لگائیے کہ دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے مقدس و مبارک اوقات قرآن و احادیث نبویہ میں بار بار مختلف طریقوں سے بتلادیئے گئے ہیں۔ کہ ان بابرکت لیل و نہار میں خداوند قدوس کی شفقتوں اور رحمتوں کے دریا اور سمندر اُمنڈ آتے ہیں، ایسے اوقات میں دعائیں زیادہ قبول کی جاتی ہیں۔

مگر شیطان مردود نے ان سارے اوقاتِ مقبولہ کو چھوڑ کر ایسے وقت میں دعا مانگی جس میں اس جبّار و قہّار کے جبر و غضب اور انتقام کی آگ (شیطان کے خداوند قدوس سے معارضہ، مقابلہ، تکبر اور سوالات وغیرہ کرنے کی وجہ سے) سروں پر جھوم رہی تھی اور وہ منتقم بے انتہا غضب ناک ہوچکے تھے، ایسی حالت میں ہی اس ملعون نے دعا مانگی، اور دعا بھی ایسی کہ شاید پوری دنیا میں آج تک ویسی کسی نے نہیں مانگی ہوگی۔ یعنی قیامت تک زندہ رہنے کی۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ ۸ ع ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۱۵

(۲) محمد ایوب سورتی عفرلہ و لوالدیہ

مگر واہ رے میرے پالنہار ربِ کریم کہ اس نے باوجود غضبناک ہونے کے ویسے وقت میں بھی اس شیطان کو مایوس و ناامید نہ ہونے دیا اور اس کی اتنی بڑی دعا کو بھی قبول فرمالیا۔
اے امتِ مرحومہ یہی ایک چیز بتلانے کے لئے یہ چند صفحات میں نے سیاہ کئے ہیں۔ اس ملعون و مردود شیطان نے بقول حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس جبار و قہار کے عین جلال اور ناراضگی کے وقت میں بھی من مانی دعا مانگی تو اس کریم نے باوجود بے انتہا ناراض ہونے کے بھی اس کی دعا قبول فرمالی۔

تو۔ اے امتِ مسلمہ! ہم تو الحمد للہ خدا تعالیٰ کے لاڈلے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ اگر ہم خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ندامت و توبہ اور استغفار کر کے نزولِ رحمت کے مقدس اوقات میں بصد عجز و نیاز اخلاص کے ساتھ دعا کے لئے اس واہب العطایا کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائیں گے تو کیا آپ تصور بھی کر سکتے ہیں۔ کہ ہماری دعائیں قبول نہ ہوں گی؟ نہیں نہیں قبول ہوں گی اور یقیناً قبول ہوں گی؛ شیطان مردود کو جب اس نے ناامید نہ ہونے دیا۔ تو پھر ہمیں مایوس و ناامید ہونے کا خدشہ اور خیال بھی ہرگز نہیں لانا چاہئے۔

بفضلہ تعالیٰ برکاتِ دعا کے سلسلہ میں آیاتِ قرآنی کی فصل ختم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اسے قبول فرما کر سب مسلمانوں کو یقین صادقہ سے مسنون طریقہ کے مطابق برضا و رغبت ہمیشہ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

فصلِ ثانی

☆ دعا کے معنیٰ و مفہوم اور دعا کی توفیق ملجانا ☆

اس سے پہلے۔ دعا کے متعلق قرآنی تعلیمات و ہدایات، کے عنوان سے ایک مضمون گزر چکا، اس کے بعد اب اس دوسری فصل میں ایک اور مضمون کو ہدیہ قارئین کرنے کی شرف یابی حاصل کر رہا ہوں اس کا عنوان ہے:۔

دعا کے معنیٰ و مفہوم اور دعا کی توفیق ملجانا

اس کو بھی قرآن مجید، احادیثِ نبویہ اور اکابرینِ ملت کے گراں قدر ارشادات و فرمودات کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں احادیث کی قسمیں اور احادیث فضائل کا استعمال، دعا کے معنیٰ و مفہوم، دعا میں بنیادی کردار، بارگاہِ بے نیازی میں نیاز مندی کا مقام، دعا کا امتیازی نشان، دعا مانگنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا، اس اکرم الاکرمین نے خود فرمایا کہ مجھ سے یہ چیز مانگو اور دنیا وآخرت کی جملہ خیر و بھلائی اس دعا میں جمع کردی گئی، وغیرہ جیسے بصیرت افروز علوم تحریر کرکے مسلمانوں کو اس بارگاہِ بے نیازی میں نیاز مندانہ طریقہ اختیار کرنے کا انداز سکھایا گیا ہے۔

یاالٰہ العٰلمین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت کو آپ کے اور آپکے لاڈلے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنی بارگاہ صمدیت میں نیاز مندانہ طریقہ سے دست سوال پھیلاتے ہوئے ہمیشہ دعائیں مانگتے رہنے اور آپ سے لیتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

احادیث کی قسمیں فقیہ الامت حضرت[1] مفتی محمود صاحبؒ نے فرمایا (۱) ایک حدیث وہ ہے جس کا تعلق ایمانیات سے ہے اس کی سند زیادہ قوی ہونی چاہئے۔ اس کے راوی بھی اعلیٰ درجہ کے ہونے چاہئے جیسے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان مرتب کی اس میں سند کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ درجہ کی احادیث جمع فرمائیں ہیں (۲) اس کے بعد ایسی احادیث جن سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ انکے لئے وہ شرائط نہیں ہیں وہ اس سے کم درجہ کی ہونگی۔ اس لئے استنباطی روایات کے سلسلے میں تتبع اور تلاش کرنا اور وہ صورت اختیار کرنا جو ایمانیات کی احادیث کے متعلق تھی یہ غلط ہے۔

(۳) اس سے آگے تفاسیر کا درجہ ہے۔ تفسیر میں اس سے بھی کم درجہ کی حدیث قبول کرلی جاتی ہے

(۴) اس سے آگے فضائل و مناقب ہے۔ اسمیں اس سے بھی کم درجہ کی روایات کو لیا جا سکتا ہے چنانچہ جو شرائط ایمانیات کی احادیث میں ہیں وہ فضائل و مناقب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۵) ان سب سے ادنی درجہ کی وہ روایات ہیں جو تاریخ سے متعلق ہیں انمیں بعض دفعہ تو موضوع روایتیں بھی نقل کردیتے ہیں۔ اسی لئے ہر جگہ روایات پر یکساں حکم لگا دینا غلط ہے۔

احادیثِ فضائل کا استعمال حضرت[2] مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ حدیث ضعیف جبکہ درجۂ موضوع (بناوٹی، جھوٹی) تک نہ پہنچی ہو وہ فضائل میں حجت ہے۔ لکھی جا سکتی ہے، مسائل (حلال و حرام) میں حجّت نہیں۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہمارے پاس کوئی حدیث حلال و حرام سے متعلق آتی ہے تو ہم اس کے متعلق خوب سختی کرتے ہیں، اچھی طرح جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ اور جب فضائل سے متعلق کوئی حدیث آتی ہے تو ہم نرمی اختیار کرتے ہیں زیادہ تحقیقات میں نہیں پڑتے۔

---

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۹ صفحہ ۲۹ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

(۲) تدریب الراوی، ملفوظات فقیہ الامت جلد ا صفحہ ۱۲ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

قرآن و احادیث نبویہ کی روشنی میں دعا کی ترغیب و اہمیت لکھنے کے بعد، اب دعا کے معنیٰ اس کی غرض و غایت اور حقیقت کو قرآن و حدیث اور اکابرین امت کے اقوال کی روشنی میں تحریر کرتا چلوں۔ تاکہ دعائیں مانگنے والے دعا مانگتے وقت اس کو مدنظر رکھ کر دعا مانگیں گے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ مقصد برآری اور کامیابی میں ہم کنار ہونے میں زیادہ مفید ثابت ہوگا

دعا کے لفظی و اصطلاحی معنیٰ دعا کے لفظی معنیٰ۔ پکارنے[1]۔ کے ہیں اور اکثر اس کا استعمال کسی حاجت و ضرورت کے لئے پکارنے میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، لفظ دعا کے معنیٰ ایک یہ بھی ہے کہ، کسی کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارا جائے۔ آیت کریمہ۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ ۝ یعنی پکارو اپنے رب کو حاجت کے لئے۔ (رواہ نسائی و ابوداؤد)

محدّث لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں، دعا کے معنیٰ[2]۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور اس کی بارگاہ میں اپنی احتیاج کا دامن پھیلانے کے ہیں۔

دعا کو اقرب الی القبولیت بنانے کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا[3] تمام عبادات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ اس حدیث پاک کی شرح میں حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ عبادت سے مقصد اظہارِ عبودیت و بندگی ہے، اور اس کا راز اسی میں ہے کہ بندہ اپنی شکستگی و عاجزی اور پروردگارِ عالم کی عظمت و قدرت کو دیکھے اور یہ دونوں باتیں (عاجزی و عظمت) دعا میں بطریق اتم موجود ہیں اسی لئے دعا میں تضرع و زاری جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔

دعا میں بنیادی کردار مرشدؒ تھانویؒ فرماتے ہیں، دعا میں جب تک پورے طور سے دل کو حاضر نہ کرینگے اور عاجزی و انکساری کے آثار اس پر ظاہر نہ ہونگے تو وہ دعا، دعا نہیں خیال کی جاسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دل کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تو لوگوں کے دلوں کو دیکھتے ہیں (اغلاط العوام، صفحہ ۹۴)

---

(۱) معارف القرآن جلد، پارہ ۲۴ ع۱۱ سورۃ المومن صفحہ ۹۰ مفتی محمد شفیع صاحب (۲) آپکے مسائل اور انکا حل صفحہ ۲۰۴ مفتی یوسف لدھیانوی صاحب (۳) کیمیائے سعادت صفحہ ۱۹۶ امام غزالیؒ (۴) تسہیل المواعظ جلد ا صفحہ ۵۲۹ مواعظ حضرت تھانویؒ۔

غرض یہ بات پوری طرح ثابت ہو گئی کہ دعا میں خشوع و خضوع ہی مقصود ہے۔ یعنی دعا میں دل لگانا عاجزی انکساری کرنا ہی مقصود ہے۔ اگر بغیر دل لگائے بھی کسی کی دعا بظاہر قبول ہو جائے تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ خداوند قدوس کا میرے ساتھ یوں ہی احسان اور فضل و کرم کا معاملہ ہے یہ قبولیتِ دعا کے اثر سے نہیں۔

بارگاہِ عالی میں پیش کرنے کی نمایاں سوغات محدث لدھیانوی صاحبؒ فرماتے ہیں، احادیث فضائلِ دعا[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ، اللہ تعالیٰ کو دعا کتنی محبوب ہے، اور کیوں محبوب نہ ہو؟ وہ غنیِ مطلق ہے اور بندوں کا عجز و فقر ہی اس کی بارگاہِ عالی میں سب سے بڑی سوغات (تحفہ) ہے ساری عبادتیں اسی فقر و احتیاج اور بندگی و بے چارگی کے اظہار کی مختلف شکلیں ہیں، دعا میں آدمی کا بارگاہِ الٰہی میں اپنی بے بسی اور عجز و قصور کا اعتراف کرنا ہے اسی لئے دعا کو عینِ عبادت بلکہ عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے۔

عبادت سے جس شخص کے دل میں بندگی کی یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی وہ عبادت کی حلاوت و شیرینی اور لذت آفرینی سے محروم ہے۔

بارگاہِ بے نیازی میں نیاز مندی کا مقام عبادتیں تو بہت[2] ساری ہیں، اور دعا بھی ایک عبادت ہے لیکن یہ عبادت بہت بڑی ہے، یہ عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا مغز اور اصل عبادت ہے۔ کیونکہ عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں بندہ اپنی عاجزی اور ذلت پیش کرے اور خشوع خضوع یعنی ظاہری و باطنی جھکاؤ کے ساتھ بارگاہِ بے نیاز میں نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہو، چونکہ یہ عاجزی والی حضوری دعا میں سب عبادتوں سے زیادہ ہی پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت کا مغز فرمانا بالکل صحیح ہے

دعا کی امتیازی شان صاحبؒ[3] فتاویٰ رحیمیہ فرماتے ہیں، آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا کی بہت اہمیت ہے، اور اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) آپکے مسائل اور انکا حل صفحہ ۲۷۰ حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ (۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۹۹۰ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ (۳) فتاویٰ رحیمیہ جلد، صفحہ ۲۲۲ مفتیٔ اعظم حضرت مولانا سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری۔

خود ہی دعا مانگنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کا مغز فرمایا ہے۔ عبادت کی حقیقت خضوع و تذلل ہے جو دعا میں کامل طور پر موجود ہے۔ ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنے میں اپنی عبدیت اور ذلت و احتیاج کا ایسا مظاہرہ ہے جو کسی اور طریق (عبادت وغیرہ) میں نظر نہیں آتا، دور ہی سے دیکھنے والا انسان ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنے والے کو محتاج سمجھتا ہے، کیونکہ جو محتاج ہوتا ہے وہی دست سوال دراز کرتا ہے۔

الغرض دعا میں مکمل طور پر عبدیت اور احتیاج کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت صمدیت اور قادر مطلق و معطی ہونے کا اقرار ہے۔ اس لئے دعا کو مخ العبادۃ (عبادت کا مغز) فرمایا گیا ہے اس وجہ سے دعا کی اہمیت و فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

دعا کی حقیقت معلوم نہیں[1] عارف باللہ جماعت تبلیغ کے بانی و روح رواں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں، مسلمان دعا سے غافل ہیں، اور جو کرتے ہیں انکو دعا کی حقیقت معلوم نہیں۔ مسلمانوں کے سامنے دعا کی حقیقت کو واضح کرنا چاہیے، دعا کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا، پس جتنی وہ بلند بارگاہ ہے اتنا ہی دعاؤں کے وقت اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور الفاظ دعا کو تضرع و زاری سے ادا کرنا چاہیے اور یقین و اذعان (بھروسہ) کے ساتھ دعا کرنا چاہیے، اس نہج سے دعا کرنیوالوں کی دعا ضرور قبول کی جائے گی، کیونکہ جس سے مانگا جارہا ہے وہ بہت ہی سخی اور کریم ہے اپنے بندوں پر رحیم ہے زمین و آسمان کے خزانے سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

دعا کی توفیق ملجانا یہ بھی بڑی چیز ہے[2] حضرت نافع بن عمرؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا (یعنی جسے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق ہو گئی) تو اس کی قبولیت کے لئے بھی کئی دروازے کھولدئے جاتے ہیں۔

---

(۱) ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بستی نظام الدین نئی دہلی صفحہ ۵۳ مرتب حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ (۲) غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۴۲ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ۔

حضرت[1] ابو درداءؓ اپنی طرف سے یہ فرمارہے ہیں کہ، اے خدا کے بندو! اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھاؤ، اس سے پہلے کہ یہ زنجیروں میں جکڑ لئے جائیں (یعنی دعا کی توفیق سلب کرلی جائے، یا پھر انتقال ہو جائے)

حضور[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو گے تو پاؤ گے، دروازہ کھٹ کھٹاؤ گے تو تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ کیونکہ جو مانگتا ہے اسے ملتا ہے، جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔ اور جو کھٹ کھٹاتا ہے اس کے لئے (دروازہ) کھولا جاتا ہے۔

مانگنے کی بہترین چیز حضرت[3] عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے، حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جس کو دعا (مانگنے) کی اجازت (توفیق) ہو گئی تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا و آخرت کی عفو و عافیت سے زیادہ محبوب کوئی چیز مانگنا نہیں ہے۔

فائدہ یعنی ایک دعا مانگنے والا اپنے لئے دنیا و آخرت کی جتنی بھی خیر کی چیزیں مانگنا چاہے وہ مانگ سکتا ہے، مانگنا چاہئے مگر مسلمانوں کے لئے سب سے اچھی چیز جو اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے اس کے متعلق نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ وہ عافیت کا سوال ہے۔ اس چھوٹے سے جملہ میں دنیا و آخرت کے خزانے جمع کردئے گئے ہیں۔ مزید یہ خوش خبری سنادی کہ خداوند قدوس کو بھی عافیت کا طلب کرنا بہت محبوب و مطلوب ہے۔ اس لئے اپنی دعاؤں میں عافیت کو بھی شامل کرلینا دعا مانگنے والوں کے لئے سعادت مندی کی علامت ہے۔

دعا مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا حدیث مقدسہ میں دعا کی توفیق ملجانے کو عظیم القدر ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کو دعائیں مانگنے کی اجازت (توفیق) ہو گئی تو گویا حق تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنے ماسوا سے چھڑا لیا ہے۔ اس طرح

(۱) جمع الفوائد، مصنف علامہ محمد سلیمان رودانیؒ۔

(۲) تجلیات مرشد عالم صفحہ ۳۳ سوانح پیر غلام حبیب چکوالی صاحبؒ۔

(۳) جمع الفوائد (۳) جمع الفوائد، مصنف علامہ محمد سلیمان رودانیؒ۔

پر کہ اس کے قلب و زبان کو اپنے ساتھ جوڑ لیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝ یعنی مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا۔ اس آیت میں "سین" (س) تاکید کے لئے ہے جو علمائے معانی کے نزدیک قسم کے لئے ہے اور پہلی آیت میں جو ۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (پا۲۰ ع۱) (یعنی کون ہے جو مضطر کی پکار کو پہنچے جب وہ دعا مانگے) آیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف اجابت کے لئے متوجہ ہو جاتے ہیں، اور اجابت سے مراد قبولیت ہی ہے یعنی مراد کو پورا کر دینا ۔ اس کے علاوہ فرمان الٰہی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (پا۹ ع۔۱۲) یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت سے اچھے نام ہیں، پس اس کے ذریعہ دعا مانگو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور اس کی صفات کے ذریعہ اس کی ثنا کر کے جب دعا مانگی جاتی ہے تو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ اور عدم قبولیت میں ترک لازم آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت برتر ہے۔

خزانے بے انتہا موجود مگر لینے والے کم نظر آتے ہیں انہیں صحابیؓ سے دوسری حدیث پاک قدرے تغیر کے ساتھ اس طرح آئی ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا (یعنی دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق مل گئی) تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے ۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں طلب کی جاتی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے یعنی خیر و عافیت کی دعا مانگی جائے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ آسمان و زمین اور اسکے اندر کے سب خزانے اور انکے باہر کے سب خزانے اسی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے پل بھر میں سب کچھ ہو سکتا ہے صرف امر کُنْ (ہوجا) فرما دینے سے سب کچھ ہو جاتا ہے اس کے لئے کسی چیز کا دینا اور کسی بھی چیز کا پیدا کرنا کوئی بھاری چیز نہیں ہے۔ ان سب چیزوں کے ہونے کے باوجود اصل چیز اذن توفیق ہے۔ اگر دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ ملی تو پھر ان بے بہا

(۱) رواہ ترمذی شریف، تحفۂ خواتین صفحہ ۳۹۰ مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

خزائن سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا۔لھذا جہاں تک ہو سکے پہلے اپنے لئے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق ملجائے اس کے لئے خوب الحاح ولجاجت سے دعا کرتے رہا کریں، جب ادھر سے توفیق مل جائے گی بھرپوری رغبت اور یقین کے ساتھ دعا کرو گے تو مقصد ضرور پورا ہو گا۔ وہ اکرم الاکرمین کسی کو محروم نہ رکھے گا۔

مولانا[1] سبحانیؒ نقل کرتے ہیں، مانگو تو تمہیں دیا جائے گا۔ڈھونڈو گے تو پاؤ گے دروازہ کھٹ کھٹاؤ گے تو تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھری (کمرہ) میں اور دروازہ بند کر کے خدا سے دعا مانگ اس صورت میں تیری دعا ضرور قبول ہوگی۔

نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق ملجانا یہ بھی کارے دارد

حدیث[2] پاک میں ہے، اگر ساری دنیا کی نعمتیں کسی ایک آدمی کو مل جائیں، اور وہ اس نعمت پر، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، کہ لے تو یہ الحمد للہ کہنا ان ساری دنیا کی نعمتوں سے افضل ہے۔ علامہ قرطبی اندلسیؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ زبان سے کہنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت (یعنی اس کی دی ہوئی توفیق) ہے، اور یہ نعمت دنیا کی ساری نعمتوں سے افضل ہے

قرآن مجید[3] کی سب سے پہلی سورت، کا سب سے پہلا کلمہ اَلْحَمْدُ، لایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، کو عبادت میں بڑا درجہ دیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو کوئی نعمت عطا فرمائیں اور وہ اس نعمت پر (شکر کے طور پر) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، کہے تو ایسا ہو گیا کہ گویا جو کچھ اس نے لیا ہے اس سے افضل چیزیں اُنہیں دے دی گئیں۔

حضرت[4] قتادہؓ نے فرمایا، جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو مارے شرم و ندامت کے دربار الٰہی میں عرض کیا، اے بارے الٰہا! کیا میں اپنی لغزش

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۹۰ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانویؒ (۲) معارف القرآن جلد ۱ سورۃ فاتحہ صفحہ ۹۶ مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۳) رواہ ابن ماجہ، قرطبی، تفسیر معارف القرآن جلد ۱ سورۃ فاتحہ صفحہ ۹۶ مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

(۴) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا ۸ ع ۹ سورۃ اعراف صفحہ ۵۵۔

پر توبہ کر سکتا ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ہاں کیوں نہیں! تم استغفار (توبہ) کر سکتے ہو اور اس کے بدلہ میں پھر میں تمہیں جنت میں داخل کر دونگا۔ یہ جواب ملنے پر حضرت آدم علیہ السلام نے یوں پناہ مانگی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الٰخ۔ اسکے بالمقابل ابلیس لعین نے بجائے توبہ استغفار اور مغفرت کی اجازت مانگنے کے اس نے قیامت تک زندہ رہنے کی دعا (مہلت) مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا بھی قبول فرمالی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں کو مانگی ہوئی چیزیں دیدی گئیں۔

دعا مانگنے والے نے درجۂ قبولیت حاصل کر لیا مذکورہ بالا احادیث میں چند باتیں بطور انعام و خوشخبری کے فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے۔ جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا۔ دوسری حدیث میں ہے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا۔ یعنی جسے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق ہی جب مل گئی تو اسکے بدلہ میں رحمت و قبولیت (یعنی دعائیں قبول ہوجانے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ و حفاظت میں آجانے) جیسے عظیم الشان انعام و عطاء کے دروازے کھول دئے جائینگے۔ یہ کچھ معمولی نعمت نہیں ہے۔ اہل فہم اسے خداوند قدوس کا بہت بڑا انعام تصور کرتے ہیں۔ مگر سوال توفیق اور مانگنے کا ہے۔ ہم یہ سوچتے ہیں کہ دعا مانگنا یہ کونسی بڑی چیز ہے۔ جب چاہیں گے ہاتھ پھیلا کر مانگ لیں گے مگر یہ خیال غلط ہے۔ صحابئ رسول حضرت ابودرداءؓ نے اسکی قدر پہچانی اس لئے تڑپ کر اور مسلمانوں کی ہمدردی و خیر خواہی کا خیال کرتے ہوئے اصل بات کی طرف رہنمائی فرمادی اور بہت ہی مخلصانہ انداز میں فرمارہے ہیں۔ اے خدا کے بندو! اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اُٹھاؤ اس سے پہلے کے یہ ہاتھ زنجیروں میں جکڑ لئے جاویں۔ سبحان اللہ کتنی اُونچی بات فرمائی۔ یعنی خدا نہ کرے دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ ملے یا ملی ہو تو کہیں ناقدری کی وجہ سے سلب نہ کرلی جائے اس لئے اول تو دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق طلب کرو بفضلہ تعالیٰ اگر توفیق ملی ہوئی ہے یا مانگنے پر ملی تو اسکی قدر کرتے ہوئے اس سے خوب فائدہ اُٹھاؤ۔ اور یہ سلسلہ جاری رکھو۔ مصیبت زدہ انسان اولیاء اللہ کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے جاتے ہیں اور پھر بے خوف ہوجاتے ہیں کہ ہمارا کام ہوگیا۔ مگر یاد رکھو کہ ان اولیاء اللہ

اور مقبولانِ بارگاہِ خداوندی بھی اپنے ہاتھ اسی وقت اُٹھاتے ہیں جب اُدھر سے انہیں اجازت ملے۔ ایک مستند واقعہ اپنے مشاہدہ کا تحریر کئے دیتا ہوں :۔

وقت کے قطب عالم مگر دعا کے لئے ضمیر آمدہ نہ ہوا قطب عالم سیدنا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری ؒ کے خادمِ خاص جنہوں نے اپنی پوری زندگی مع مال و دولت کے حضرت کے لئے وقف کردی تھی، انہوں نے خود مجھے[1] سنایا کہ،

ایک مرتبہ میں ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہوگیا۔ اول کھیتی باڑی میں نقصان ہوا پھر گائے بیل یکے بعد دیگر مرنے لگے پھر بھینس مرنے لگیں یہ گوناگوں نقصانات اور پریشانیوں سے دل برداشتہ ہوکر میں نے اپنے مرشد کامل حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری ؒ سے سارے حالات عرض کرکے خصوصی دعا کرنے کے لئے گزارش کی۔ تو اس چالیس سالہ خادمِ[2] خاص کو حضرت ؒ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ ہاں بھائی نقصانات کی خبر آپکے اور دوسروں کے ذریعہ بھی ملتی رہی مجھے صدمہ بھی ہورہا ہے مگر کیا کروں بھائی! دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانے کی بہت کوشش کرتا ہوں مگر ہاتھ اُٹھانے پر ضمیر آمدہ نہیں ہوتا۔ میں کیا کروں بھائی منشاء خداوندی پر راضی رہو اس میں بھی خیر ہوگی۔ تو دیکھو دعا کرانے والا وہ خادم جو کم و بیش چالیس سال تک مسلسل جان و مال اور ہر قسم کی دولت حضرت کے لئے بے دریغ نچھاور کرتا رہا، اور جن سے دعا کے لئے عرض کیا جارہا ہے انکا مقام وقت کے غوث اور قطب عالم سے کم نہیں۔ مگر پھر بھی کیا فرمارہے ہیں؟ کہ بھائی میں کیا کروں مجبور ہوں تمہاری تکالیف سے دل پارہ پارہ ہورہا ہے مگر ان مصائب سے رہائی کی دعا مانگنے کے لئے مجھے اجازت نہیں مل رہی۔ جب اتنے بڑے قطب عالم کی یہ حالت ہے تو پھر ہماری کیا حیثیت کہ ہم جس وقت جو چاہیں دعا مانگ لیا کرینگے سوچنے کی بات ہے، اس لئے اولیاء اللہ سے دعا کے لئے کہہ کر بے خوف بھی نہ ہوجانا چاہیے منشاءِ الٰہی کوئی نہیں جانتا۔ دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام جیسے پیغمبر نے بھی مغفرت کی دعا مانگنے کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ سے اجازت و توفیق طلب کی۔ پھر اجازت ملنے پر دعائے مغفرت

(۱) محمد ایوب سورتی عفرلہ۔ (۲) بھائی الطاف صاحب۔

مانگی۔ اس لئے خود بھی دعائیں مانگتے رہنا چاہئے۔ خدانہ خواستہ مانگنے کی توفیق نہیں مل رہی تو اس بے بسی پر روتے ہوئے توفیق ملنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ بہت بڑی دولت اور نعمت خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق سعید عطا فرمائے۔ آمین

وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ پاہ ع ۲۔ سورۃ النسآء۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کی درخواست کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ (بیان القرآن صفحہ ۱۰۲)

تشریح: اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل (خاص) کی درخواست (دعا) کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ استقامت علی الشرع (شریعت پر پابندی کرنے) سے ایسے کمالات جسکو چاہیں عطا فرمادیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: مذکورہ آیت میں ہدایت (کا یہ طریقہ) بتلایا گیا ہے کہ جب تم کسی کو مال و منال میں اپنے سے زائد (زیادہ مالدار) دیکھو تو بجائے اس کے کہ اس خاص کمال میں اسکے برابر ہونے کی تمنا کرو۔ تمہیں تو یہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل و کرم کی درخواست کرو کیونکہ فضل خداوندی ہر شخص کے لئے جدا جدا صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آیتِ کریمہ میں یہ (قانون و اصول) بتلادیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو کسی خاص وصفِ معین (کوئی خاص چیز) کو مانگنے کے بجائے اس سے اسکا فضل مانگا کرو تاکہ وہ اپنی حکمت کے مطابق تم پر اپنے فضل کا دروازہ کھولدے۔[1]

مفسر دریابادیؒ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں (توفیق اعمال میں) رشک و تمنا والی اور دعاؤں کے ذریعہ طلب کی جانے والی اصل چیز وہبی اور طبعی نہیں ہے۔ بلکہ توفیق حسنِ عمل ہے۔ یعنی اس واہب العطایا سے حسنِ عبادت، اعمالِ صالحہ مقبولہ اور اخلاقِ حسنہ جیسی چیزیں مانگنی چاہئے۔ یہ اس لئے کہ مانگنے کی چیزیں یہ ہیں۔[2]

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۲ پاہ ع ۲ سورۃ النسآء۔ صفحہ ۳۹۲ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

(۲) تفسیر ماجدی۔ جلد ۱ پاہ ع ۲ سورۃ النسآء۔ صفحہ ۱۹۰ علامہ عبدالماجد دریابادی صاحبؒ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے یہ چیز مانگو مفسر بصریٰ دمشقیؒ اس آیت کریمہ کے متعلق گویا ہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے ہم سے ہمارا فضل مانگتے رہا کرو۔ آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت (تفوق) کی تمنا بے سود امر ہے۔ ہاں مجھ سے میرا فضل طلب کرو تو میں بخیل نہیں ہوں بلکہ وہاب، جواد اور کریم ہوں تمہیں دونگا اور بہت کچھ دونگا۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! اللہ تعالیٰ سے اسکا فضل طلب کرو، اللہ تعالیٰ سے مانگنا یہ اسے بہت پسندیدہ اور محبوب ہے۔

یاد رکھو سب سے اعلیٰ عبادت کشادگی وسعت اور رحمت کا انتظار کرنا اور اسکی امید رکھنا ہے روایت میں ہے ایسی امید رکھنے والے اللہ تعالیٰ کو بہت بھاتے (یعنی بہت اچھے لگتے) ہیں، اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہیں، اسے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ کون دیئے جانے کے قابل ہے اور کون فقیری کے لائق ہے، کون آخرت کی نعمتوں کے مستحق ہیں۔

کیا ہمارا شمار مطلب پرستوں میں تو نہیں؟ حضرت ابن مسعودؓ[2] سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اسکا فضل (اور احسان) مانگو، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سوال کرنے (دعا مانگنے) کو پسند فرماتے ہیں اور بہترین عبادت کشادگی اور فراخی کا انتظار کرنا ہے۔ (ترمذی۔ حدیث مرفوع)

فائدہ دفع بلا میں کتنی ہی تاخیر کیوں نہ ہو۔ خیر کا منتظر اور اپنے مولیٰ سے رفع مصیبت کی امید باندھے رہو مایوس نہ ہو اس لئے کہ ناامید ہوجانا یہ علامت ہے بے تعلقی اور خود غرضی کی۔

حضرت[3] امام غزالیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، دعا سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضوری ہو سکتی ہے جو منتہائے عبادات میں سے ہے اور اسی جہت سے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا کرنا یہ عبادت کا مغز ہے اور مخلوق کا اکثر یہی معاملہ ہے کہ انکا دل ذکر الہٰی کی طرف مائل اسی وقت ہوتا ہے کہ جب انکو کوئی حاجت یا مصیبت آن پڑے، چنانچہ خود

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۱ پارہ ۵ ع ۲ سورۃ نساء صفحہ ۱۸ علامہ ابن کثیر بصری دمشقیؒ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد۔ صفحہ ۸۸ ج ۲ مترجم علامہ عاشق الہٰی میرٹھی ؒ رسالہ انوار الدعا صفحہ ۱۰ حضرت تھانویؒ (۳) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۹۹ ج ۳ امام غزالیؒ

فرمانِ باری ہے۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (پا ۲۹ ع، سورۃ المعارج۔ یعنی جب اسکو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگ جاتا ہے) پس دعا کی ضرورت تو زیادہ تر حاجات براری کے لئے ہوا کرتی ہے جو انسانوں کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور دعا دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع اور مسکنت کے ساتھ پھیر دیتی ہے۔ جب انسان اس کیفیت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی انکی طرف متوجہ ہو جایا کرتا ہے۔

دنیا اور آخرت کی جملہ خیر و بھلائی اس دعا میں ہے

مذکورہ آیتِ کریمہ اور حدیثِ مبارکہ سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی اپنی مخلوق اور امت پر شفقت و محبت کے اعتبار سے بڑی نظر ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں کچھ مل جائے اور اچھی سے اچھی چیز لینے والے ہو جائیں۔ اس لئے اس جواد و کریم داتا نے مانگنے کی اعلیٰ سے اعلیٰ جو چیز ہو سکتی ہے اسکی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمادیا کہ مجھ سے میرے فضل و کرم کو مانگا کرو یہ ایسی جامع دعا ہے کہ اس میں انسان کے لئے عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت کی جملہ خیر اور بھلائیاں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے خداوند قدوس سے اسکے منشاء کے مطابق اپنی حوائج و ضروریات کے ساتھ ساتھ اس کا فضل و کرم کو بھی مانگتے رہنا چاہیے۔

سورۂ جمعہ میں آیا ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پا ۲۸ ع ۱۲) یعنی جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر چلو پھرو۔ اور (اس کا فضل یعنی) خدا کی روزی تلاش کرو۔ اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ جو چیز خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے۔

تشریح: ظاہری اعتبار سے اسباب و وسائل کے طور پر روٹی بوٹی کے لئے ہاتھ پیر چلاتے رہو۔ مگر نظر اس خالق و مالک پر رکھو اور ساتھ ساتھ اسکا فضل و کرم بھی انہیں سے مانگتے رہا کرو۔ کیونکہ خود اس ربِ کریم نے فرمایا ہے: اے پیارے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے۔ جو

چیزیں میرے (یعنی خدا تعالیٰ کے) پاس ہیں وہ ان سارے مشاغل و تجارت وغیرہ سے بہت بہتر ہے۔ اور اخیر میں یہ بھی فرمادیا کہ۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ یعنی وہ اچھا روزی رساں ہے۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تم رات دن روٹی بوٹی کے چکر ہی میں نہ پڑے رہنا بہترین روزی رساں تو ہم ہیں۔ ہاں حدود و اسباب میں رہتے ہوئے کچھ ہاتھ پیر بھی مارتے رہو مگر اصل چیز انکا فضل و کرم بے بہا نعمتیں اور توفیقِ اعمال حسنہ و مقبولہ وغیرہ مع دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کے خزانوں کے جو ان کے پاس موجود ہیں وہ بھی ان سے انکے بتلائے ہوئے آداب و طریقے کے مطابق مانگتے رہا کرو۔ جب اُدھر سے ہی ہمیں اعلیٰ درجہ کی چیزوں کے مانگنے کے لئے کہا جارہا ہے تو پھر نہ دینے یا نہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ملے گا اور یقیناً ملے گا۔

ہاں مانگتے رہنے کی خُو بنا لینی چاہیے۔ آفات و مصائب سے نجات و حفاظت اور آرام و راحت، ہر وقت ہر حالت میں مانگتے رہنا چاہیے اس طرح مانگتے رہنے پر اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق فرشتے بھی دربارِ عالی میں ہماری سفارش کرتے رہتے ہیں کہ یہ آواز جانی پہچانی ہے۔

یہ دعا یاد کرلو اب آپکے دل میں اللہ تعالیٰ کے منشأ کے مطابق جن میں انکا فضل و کرم بھی شامل ہو ویسی دعائیں تلاش کرنے کی تمنا بھی ہو رہی ہوگی اس لئے اس کے متعلق دو دعائیں یہاں نقل کئے دیتا ہوں:

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ (ترمذی شریف) [۱]

(۲) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ فَاِنَّهٗ لَایَمْلِكُهَا اِلَّا اَنْتَ۔ [۲]

ترجمہ (۱): الٰہی میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت اور فضل کے دروازے کھول دے۔ (۲) اے اللہ میں آپکے فضل اور آپکی رحمت کا سوال کرتا ہوں کیونکہ اس رحمت اور فضل کے آپ ہی مالک ہیں۔

---

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۲۵ علامہ عاشق الٰہی (۲) رواہ طبرانی۔ فضائل دعا صفحہ ۲۴۳ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

تیسری فصل

☆ دعاؤں میں سب سے افضل اور محبوب دعا ☆

اس سے پہلے۔ دعا کے معنیٰ و مفہوم۔ کے عنوان سے ایک مضمون گزر چکا۔ اس میں احادیث کی قسمیں ۔ دعا کے معنیٰ و مفہوم۔ دعا میں بنیادی کردار۔ بارگاہِ بے نیازی میں نیازمندی کا مقام۔ وغیرہ جیسے دل کش علوم تحریر کئے گئے ہیں ۔

اسکے بعد اب اس تیسری فصل میں ایک ایسے جامع مضمون کو زیر قلم کیا گیا ہے جنکا تعلق زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ ہے جسکا عنوان ہے:۔

دعاؤں میں سب سے افضل اور محبوب دعا

اسکو بھی کلام ربانی، احادیث نبویہ، اور اولیاء امت کے ارشادات کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔

اس میں۔ دعاؤں میں سب سے افضل دعا۔ دولتِ ایمانی کے بعد سب سے بڑا انعام۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا زیادہ پسند ہے۔ گنہگاروں کو حقیر نہ جانو۔ ہاتفِ غیب نے پہاڑ کی چوٹی پر سے یہ آواز دی۔ اور عفوو عافیت کا عارفانہ ترجمہ وغیرہ جیسے دل پذیر مواد تحریر کر کے مسلمانوں کو مختصر اوقات میں زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

٭ یا مجیب الدعوات ٭

جملہ مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ سے منقول مسنون دعاؤں کو حرز جان بنا کر رات دن دربارِ خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر دارین کی فلاح و کامیابی مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

دعاؤں میں سب سے افضل دعا یہ ہے حضرت[1] ابن عمرؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا (یعنی بکثرت دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق مل گئی) تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگی گئی (یعنی جو اس کے نزدیک محبوب ترین ہو) مگر یہ کہ اس سے عافیت مانگے۔ (ترمذی شریف، حاکم)

حضرت[2] ابن عمرؓ سے دوسری روایت اس طرح مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھل گئے (یعنی جس کسی خوش نصیب کو دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق مل گئی) تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا اس سے زیادہ محبوب نہیں مانگی گئی کہ انسان ان سے عافیت کا سوال (دعا) کرے۔ (ترمذی شریف، حاکم، ابن حبان)

نوٹ :۔ لفظ عافیت یہ بڑا جامع لفظ ہے اس میں بلاء و مصائب وغیرہ سے حفاظت بھی ہے اور جملہ ضروریات و حوائج کا پورا ہونا بھی داخل ہے۔

دولت ایمانی کے بعد سب سے بڑا انعام یہ ہے حضرت[3] ابوبکرؓ صدیق سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبرؐ پر تشریف لے گئے، پھر رونے لگے اسکے بعد فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے معافی (گناہوں سے درگزر) اور عافیت کا سوال (دعا) کرو کیونکہ کسی شخص کو دولت ایمانی کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ملی۔ (ترمذی شریف)

تشریح: اس حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبرؐ پر تشریف لے جا کر پہلے رو دئے (یعنی آنکھیں اشکبار ہو گئیں) تو یہ رونا اللہ تعالیٰ کے ان گنت بے شمار احسانات اور عظیم نعمتوں کے استحضار سے ایک کیفیت طاری ہو گئی تھی اس پر بلا اختیار رونا آ گیا تھا۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱) انوار الدعا صفحہ ۲۲ ماہنامہ الہادی، صفر، ۵ ۱۳ھ حضرت تھانویؒ وسیدنا جیلانیؒ (۲) معارف القرآن جلد، پ۲۴ ع۱۱ سورہ مومن صفحہ ۶۱۲ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۳) تحفۂ خواتین صفحہ ۵۰۲ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری صاحبؒ

مجھے کوئی دعا[1] تلقین (تعلیم) فرمادیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رب سے عافیت کی دعا مانگا کریں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلقین دعا کا سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگا کریں۔

حضرت[2] انسؓ سے روایت ہے ایک شخص نے آکر سوال کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسی دعا افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رب سے (دین و دنیا میں) عافیت اور (گناہوں سے) معافی کی درخواست (دعا) کرنا۔ یہ سنکر وہ صحابی چلے گئے۔ پھر دوسرے دن آئے اور یہی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب ارشاد فرمایا۔ پھر تیسرے دن وہ آئے اور یہی سوال کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب کی مرتبہ بھی وہی جواب عنایت فرمایا اور مزید یہ فرمایا کہ جب تجھکو دنیا میں عافیت مل گئی، اور آخرت میں بھی عافیت مل گئی تو (پھر کونسی چیز رہ گئی) تونے تو ہر قسم کی فلاح (کامیابی) حاصل کرلی۔ (ترمذی شریف)

لہٰذا اس دعا کو معمولی نہ سمجھنا چاہیے۔ دنیا و آخرت کی حاجتوں اور ضرورتوں کے پورا ہونے کے لئے اجمالی طور پر سب دعاؤں میں جامع ترین اور افضل دعا یہ عفو و عافیت مانگنا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچھا سمجھتے تھے ان دعاؤں کو جو جامع ہوں۔ (یعنی لفظ تھوڑے ہوں مگر ضروریات کے اعتبار سے دین و دنیا کو شامل ہو) اور اسکے ماسوا کو چھوڑدیتے تھے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت[3] انسؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو تکالیف میں مبتلا تھے انکو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال (دعا) نہیں کرتے تھے؟ (یعنی عافیت کی دعا کرتے تو اس

---

(۱) تفسیر مظہری۔ طبرانی معارف القرآن جلد ۵ پارہ ۱۲ سورۂ یوسف صفحہ ۱۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۰۳ علامہ عاشق الٰہی میرٹھی صاحبؒ (۳) مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۴ فضائل دعا صفحہ ۵۰ مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ

مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے۔) (رواہ بزار)

تشریح: عافیت یہ بہت جامع لفظ ہے۔ صحت تندرستی، سلامتی، چین و آرام، اور اطمینان و سکون وغیرہ جملہ امور کو شامل ہے۔

صبر کی دعا مانگنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا

اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور بلاء کے وقت عافیت ہی مانگی جائے۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی دعا مانگنے سے ایک صحابی کو منع فرمادیا کہ صبر تو بلاء مصیبت پر ہوتا ہے۔ لھذا تم اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا مانگنے کے بجائے عافیت کی دعا مانگو۔ (ترمذی شریف)

احادیث مبارکہ میں بڑی اہمیت کے ساتھ عافیت کی دعا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اللہ جل شانہ سے دونوں جہاں میں عافیت نصیب ہونے کے لئے دعا کرتے رہنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع دعائیں بہت پسند تھیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع دعائیں بہت پسند تھیں۔ جامع اسکو کہا جاتا ہے جسکے الفاظ تو مختصر ہوں اور معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے خیر و برکات کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہوں۔ چونکہ عافیت میں دنیا و آخرت کی ہر چیز آجاتی ہے اس لئے عافیت کی دعا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

عفو و عافیت کا مطلب

عفو[2] کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے تم کو اپنے لئے خاص کرلیا اور دوسرے سے علیحدہ کرلیا۔ اور عافیت سے مراد یہ ہے کہ تیری حفاظت کی گئی ہے۔

الحمدللہ کس قدر مفید دعا ہے۔

عطر التصوف کے مصنف نے عافیت کی تعریف اور ماحصل جو تحریر فرمایا ہے وہ اتنا بلند جامع اور دلرُبا ہے کہ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص عش عش کرنے لگتا ہے اور باور کرلے گا کہ اس پیغمبرانہ دعا کو میں زندگی بھر کے لئے اپنا معمول اور وظیفہ بنالونگا۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

---

(۱) معارف القرآن جلد ۵ پا ۱۲ سورۃ یوسف صفحہ ۱۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

(۲) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۱۱ ۔ مصنف الشیخ امام ابوبکر بن اسحٰق بخاری الکلاباذیؒ۔

عافیت کا عارفانہ ترجمہ عارف[۱] ربانی فرماتے ہیں، عافیت کی حقیقت یہ ہے کہ (۱) سانس بغیر تکلیف کے آتا رہے (۲) رزق بغیر مشقت کے ملتا رہے (۳) اور اعمالِ صالحہ بغیر ریا کے ہوتے رہیں۔

نوٹ: اس میں دونوں جہاں کی بھلائی آگئی، دعائے صحت و رزق نے دنیا کو خوشنما بنا دیا، اور بلا ریا کاری کے اعمالِ صالحہ سے آخرت کی منازل آسان ہو جائیں گی۔ سبحان اللہ قربان جائیں رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر۔

حضرت[۲] جابرؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب ذکروں سے افضل ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے اور سب دعاؤں سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہے۔ (ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ البقرۃ کے ختم پر جو آیتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ان خزانوں میں سے دی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں۔ (ان آیات میں جو دعائیں ہیں وہ ایسی جامع ہیں کہ) انہوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جس کا سوال اس میں نہ کیا گیا ہو۔ (مشکوۃ شریف)

دعا کا ایک مفہوم یہ بھی ہے حضور[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بہتر ذکر، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے، اور سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہے، اور حدیث میں الحمد للہ کو سب دعاؤں سے افضل اس لئے بتایا ہے کہ بندہ کا اپنے اللہ کو یاد کر کے اس سے اس کے فضل کی درخواست کرنے کا نام دعا ہے، اور الحمد للہ میں یہ معنی موجود ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد بھی ہے اور زیادتی کی دعا بھی ہے، کیونکہ الحمد للہ یہ کلمہ شرک کی جڑ کاٹنے اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ الحمد للہ نہ کہے اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ہی ادا نہیں کیا، اور شکر سے نعمتوں میں برکت اور ترقی ہوتی ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مبین میں فرمایا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ.

---

(۱) عطر التصوف صفحہ ۲۲ مترجم حضرت علامہ ظفر احمد صاحب محدث تھانوی (۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۲، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (۳) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۱۲ مولانا عاشق الٰہی صاحب، مجالس الابرار۔

یعنی اگر تم میرا شکر ادا کرتے رہو گے تو ضرور بالضرور میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کرتا رہونگا۔

حضرت[1] عائشہؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچھا سمجھتے تھے ان دعاؤں کو جو جامع ہوں (یعنی لفظ تھوڑے ہوں مگر ضروریات کے اعتبار سے دین و دنیا کو شامل ہو) اور اسکے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا ورد کرنا بھی ایک دعا ہے جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو گے، بارگاہ خداوندی میں قرب بڑھتا رہے گا اور درخواست پیش کرسکنے کے اہل ہونگے، اگر سارا وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہی میں گزر جائے تو خود یہ بھی ایک بہت بڑی دعا ہے کیونکہ کریم سے یہ کہنا کہ، آپ کریم ہیں، سخی ہیں، داتا ہیں، قادر ہیں یہ مانگنا ہی ہے۔ اسی لئے حدیث[2] میں آیا ہے سب ذکروں سے افضل ذکر۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور سب دعاؤں میں افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔ (رواہ ترمذی شریف)

نوٹ: ناظرین کی سہولت و آسانی کے لئے عفو و عافیت کے متعلق چند مستند مسنون دعائیں یہاں پر تحریر کئے چلتا ہوں تاکہ مشتاقین کو تلاش کرنے کی زیادہ زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عافیت کے متعلق سب سے افضل دعا یہ ہیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ——— رواہ مسلم

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ——— مشکوۃ۔ ابو داؤد

(۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ ——— مسلم، ترمذی، ابو داؤد

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ۔ مشکوۃ، وابوداؤد

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں جو دعا آئی ہے (آمن الرسول کے بعد والی آیت) اسکے متعلق حضرت انسؓ نے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر (ایک وقت میں الگ الگ) جو دعائیں کرتے تو

---

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۹ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی

(۲) فضائل دعا صفحہ ۹۹ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری

انکے شروع میں درمیان میں اور دعا ختم کرتے وقت (یعنی تینوں جگہ) یہ (سورۃ البقرۃ والی) دعا ضرور کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنی دعا (یعنی صرف یہی ایک دعا کو) بار بار مانگا کرتے وہ دعا یہ ہے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (صحیح البخاری ومسلم)

دعاؤں کا ترجمہ (۱) اے اللہ میں آپ سے دنیا و آخرت میں معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں

(۲) اے اللہ میں آپ سے دنیا و آخرت میں عافیت طلب کرتا ہوں۔

(۳) اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت پر رکھ اور مجھے عافیت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔

(۴) اے اللہ میں آپ سے معافی کا خواست گار ہوں اور اپنے دین، دنیا اور اہل و عیال اور مال کے بارے میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

★★★★★★★★★★★★★★★

نوٹ:۔ افضل دعا کے متعلق یہاں تک مختلف احادیث تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھی گئی جامع اور افضل دعا بھی تحریر کردی گئی۔ اب آگے اسلاف امت کے چند ملفوظات اور واقعات دعا کی اہمیت کے متعلق تحریر کئے دیتا ہوں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ عبادت کے اس پہلو کے اختیار کرنے میں مزید تقویت حاصل ہوگی۔

شیطان کی ڈاکہ زنی اور مسلمانوں کی غلط فہمی

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: آجکل لوگوں میں یہ بھی خبط (جنون سوار) ہے کہ "صاحب! ہمارا منہ دعا کے قابل نہیں" ایک صاحب نے مجھ سے یہی کہا تھا، میں نے ان سے کہا کہ، تم نماز پڑھ سکتے ہو؟ روزہ رکھ سکتے ہو؟ کلمہ پڑھ سکتے ہو؟ تو کہا کہ ہاں! یہ سب عبادات ہم کرتے ہیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ جب تم نماز روزہ اور کلمہ کے قابل ہو تو پھر دعا کے قابل کیوں نہیں؟ یہ سب شیطانی رہزنیاں (ڈاکہ زنی) ہیں وہ اس طرح دل میں وسوسہ ڈال کر، دعا جو ایک بڑی اہم عبادت ہے اس

(۱) ملفوظات حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ حضرت تھانویؒ، مرتب خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

سے تم کو محروم رکھنا چاہتا ہے اور نفس کچھ کام کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے ہر چیز کا ایک بہانا نکالتا ہے۔

دعا مانگنے والوں کی زبان اور دل میں مطابقت ضروری ہے

حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگردِ رشید، علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ انسانی دعاؤں کی حیثیت ہتھیار کے مانند ہے۔ جب ہتھیار مضبوط اور تیز ہو تو مصیبتوں سے نجات و بچاؤ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جبکہ دعا بذات خود بھلی ہو۔ اور دعا مانگنے والے کی زبان اور دل ایک ساتھ رب کریم کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر ان شرطوں میں سے کسی کی بھی کمی ہوئی تو دعا کے قبول ہونے میں شک ہے۔[1]

تدابیر، دوا اور دعا یہ ایمان کا تقاضا ہے

حکیم الامتؒ[2] حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ لوگوں میں ایک کمزوری یہ ہے کہ مریض (بیمار آدمی) کی شفاء کے لئے دوا، علاج معالجہ اور دیگر بہت سی قسم کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اور پیسے بھی پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں، لیکن دعا کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ اسکا خیال بھی نہیں آتا، حالانکہ دعا منصوص و عظیم ترین تدابیر میں سے ہے۔ اور اسکی توفیق نہ ہونا بلکہ اسکی طرف توجہ نہ کرنا یہ سخت محرومی کی بات ہے، مریض کو اگر ہو سکے تو خود دعا کرنا چاہئے۔ کیونکہ حالت مرض میں دعا قبول ہوتی ہے ورنہ متعلقین میں سے جو اعزا و اقرباء وغیرہ ہوتے ہیں انکو پوری توجہ اور دھیان سے دعا کرنا چاہئے۔ گھر میں سے کسی ایک فرد کا بیمار ہو جانا اور انکی وجہ سے پورے کنبے والوں کا پریشان ہونا یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دلا رہا ہے، اور ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اپنے خالق و مالک کی طرف ایسے اوقات میں متوجہ ہوا جائے اسی سے مدد مانگی جائے اسی سے صحت و عافیت کی دعا عاجزی کے ساتھ کی جائے۔

اس بات کا تجربہ کر کے دیکھ لیا

حضرت تھانویؒ نے فرمایا، میں سچ کہتا ہوں، جو دعا

---

(۱) الجواب الکافی لابن القیم، تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ، صفحہ ۴۲ مولانا عبد القیوم بلگرامی ندوی۔

(۲) اغلاط العوام صفحہ ۱۰۲ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ

دل سے کی گئی، کبھی نہیں یاد کہ وہ قبول نہ ہوئی ہو۔ دل سے کی جانے والی دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے، ہاں اگر کوئی دعا قبول نہ ہوئی، تو اس میں اپنی ہی کوتاہی ہوتی ہے۔ میں نے تو ہمیشہ تجربہ کر کے دیکھ لیا۔[1]

صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی میان سے لکھا ہوا کاغذ نکلا

نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، حضرت[2] محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی موت کے بعد انکی تلوار کی میان (خانہ) میں سے ایک پرچہ (لکھا ہوا کاغذ) نکلا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ۔ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو بہت ممکن ہے کہ کسی وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت کریم آقا کی رحمت جوش میں ہو اور تمہیں وہ سعادت والی گھڑی مل جائے جس کے بعد پھر کبھی بھی حسرت و افسوس نہ کرنا پڑے۔[3]

دعا مانگنے کی خاصیت معلوم ہو جائے تو پھر

حضرت تھانویؒ نے فرمایا، بعض لوگ شکایت کیا کرتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہے کہ دعا مانگنا ضروری ہے، مگر جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ہمارا دل دعا میں نہیں لگتا، اس لئے بعض لوگ دعا ہی نہیں مانگتے، سو وجہ اس شکایت کی یہ ہے کہ لوگوں کو دعا کی خاصیت معلوم نہیں۔ دعا کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے کثرت سے بار بار مانگی جائے تو پھر اس میں جی لگنے لگتا ہے اور یہی حکمت ہے اس میں کہ دعاؤں کو تین تین مرتبہ مانگنے کو سنت فرمایا گیا اور اگر تین مرتبہ سے بھی زیادہ ہو تو یہ زیادہ انفع ہے۔

اپنے کرتوت پر نہیں بلکہ اسکی رحمت پر نظر رکھو

شیخ العرب[4] والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔ عزیزان من! قصور کا اعتراف (گناہوں کا اقرار) کرنا اور اس پر نادم ہونا اور خدا کی طرف رجوع ہونا یہ کمال انسانی ہے۔ پھر فرمایا عزیزان من! اپنے کرتوت (یعنی اپنی بداعمالیوں) پر نظر نہ کریں بلکہ اللہ

---

(۱) کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۱۸ ملفوظات حضرت تھانویؒ مرتب مولانا محمد عیسی صاحب الہ آبادیؒ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پارہ ۲۴ ع ۱۱ سورۃ مؤمن صفحہ ۵۳ علامہ ابن کثیرؒ (۳) الافاضات الیومیہ صفحہ ۴۴۸ ملفوظات حضرت تھانویؒ (۴) امداد المشتاق صفحہ ۱۰۳ ملفوظات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مرتب حضرت تھانویؒ

تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھیں اور اپنے کام میں مشغول رہیں اس سے کامیابی کے دروازے کھلتے ہوئے نظر آئیں گے۔

دل کی گرہ کھول دینے والا عارفانہ ملفوظ ایک عارف ربانی نے کیا خوب عجیب بات فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ دعا پر اعتماد ہی نیکی ہے۔ جب ہم تنہائی اور خاموشی میں دعا مانگ لیں تو ہم اس یقین کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا اللہ تنہائی میں بھی ہمارے پاس ہے۔ اور وہ خاموشی کی زبان، (دل کی تمناؤں کو) بھی جانتا اور سنتا ہے۔ دعا میں خلوص آنکھوں کو نم کر دیتا ہے۔ اور یہی آنسو دعا کی منظوری (دعا قبول ہو جانے) کی دلیل ہے۔ دعا مؤمن کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ دعا ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے۔ دعا آنے والی بلاؤں کو ٹال سکتی ہے۔ دعا میں بڑی قوت ہے۔ جب تک سینے میں ایمان ہے دعا پر یقین رہتا ہے۔ جس کا دعا پر یقین نہیں اسکے سینے میں (کامل) ایمان نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں ہماری دعاؤں کی افادیت سے مایوس نہ ہونے دیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند ہے حضرت تھانویؒ[1] نے فرمایا کہ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات (زیادہ) پسند ہے کہ بندہ سر ہو کر (یعنی ڈٹ کر۔ خوب اصرار کر کے) اللہ تعالیٰ سے مانگے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَآءِ۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ دعا میں گریہ وزاری کے ساتھ بار بار مانگنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

ہاتف غیب نے پہاڑ کی چوٹی پر سے یہ آواز دی ایک[2] بزرگ فرماتے ہیں، میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا۔ ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی پر سے باآواز بلند یہ کہہ رہا ہے۔ خدایا اس پر تعجب ہے۔ جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امید وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا اس آدمی پر بھی تعجب ہے۔ جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتے ہیں۔ پھر ذرا ٹھیر کر ایک

---

(۱) کمالات اشرفیہ صفحہ ۴، ملفوظات حضرت تھانویؒ، مرتب مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادی

پُر زور آواز لگائی اور یوں فرمایا ، پورا تعجب اس شخص پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے وہ کام کرتے ہیں جن سے تو ناراض ہو جائے

مسلمانوں سے حُسن ظن نے مستجاب الدعوات بنادیا

منقول[1] ہے کہ ، ایک عابد نے عبادت و ریاضت کے ارادہ سے آبادی سے نکل کر دور ایک پہاڑی پر جاکر بسیرا کیا ، ایک رات اسے خواب میں یوں حکم دیا گیا کہ شہر میں فلاں جگہ سرِ راہ ایک موچی (جوتے بنانے اور مرمت کرنے والا) بیٹھ کر جوتے گانٹھ رہا ہے وہ مستجاب الدعوات ہے اسکے پاس جاکر تم اپنے لئے دعا کراؤ ، صبح ہوتے ہی عابد اسکے پاس جا پہنچا ، اور دریافت کرنے لگا کہ تمہارے اعمال و عبادات کیا کیا ہیں ؟ موچی نے کہا کہ میں دن میں روزہ رکھکر مزدوری کرتا ہوں اس سے جو کچھ مجھے ملتا ہے اس میں سے میں اپنے بال بچے کو کھلاتا ہوں اور جو بچ جاتا ہے اسے میں اللہ کے نام غربا و مساکین پر خیرات کردیا کرتا ہوں ، یہ سن کر عابد نے دل میں سوچا کہ یہ عمل اچھا تو ضرور ہے مگر اتنا بڑا نہیں کہ صرف اتنا کام کرنے سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جائے یوں گمان کرتے ہوئے وہ واپس چلا گیا ، رات سویا تو پھر اسے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم پھر اس موچی کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ تمہارے چہرے کا رنگ زرد کیوں ہو گیا ہے ؟

صبح اٹھتے ہی عابد نے پھر اس موچی کے پاس حاضر ہو کر چہرے کے زرد ہونے کی وجہ پوچھی ، تو موچی نے جواب دیا کہ ۔ میرے قریب سے مسلمانوں میں سے جو بھی کوئی گزرتا ہے ، یعنی آمد و رفت کرتا ہے ، تو میں ان سبھی مسلمانوں کے لئے دل میں یہ تصور کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے اچھے ہیں جنکی وجہ سے انکی مغفرت و نجات ہو جائے گی اور میں اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو جاؤنگا ، یہ تصور کرتے ہوئے ندامت کے آنسو بہایا کرتا ہوں ، عابد نے جب یہ سنا تو کہا کہ البتہ یہ تیرا عمل مستجاب الدعوات ہونے کے قابل ہے ۔

---

(۱) قصص الاولیاء ، ترجمہ نزہتہ البساتین جلد ۸ صفحہ ۱۲۲ مصنف امام جلیل محمد عبد اللہ یمنی یافعی ، مترجم علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی

فائدہ مذکورہ واقعہ سے ہمیں یہ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ ہم میں لاکھ خوبیاں صحیح مگر اس پر غرور اور فخر نہ کرنا چاہیے۔ اسکے علاوہ دوسرے کتنے ہی کمزور گنہگار اور غریب وغیرہ کیوں نہ ہو مگر اسے حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔

عارفین نے کیا ہی اچھا فرمایا، دوسروں کی خوبیوں کو دیکھا جائے، اور اپنے عیوب ہمیشہ مدنظر ہیں۔ اس طرح رہنے سے انسان خدا کا مقبول بندہ بن سکتا ہے۔

ایک سچا عبرت خیز واقعہ۔ گنہگاروں کو حقیر نہ جانو

گناہوں[1] کا اقرار اور اس پر ندامت و شرمندگی کے آنسوؤں کی دربار الہی میں بڑی قدر و قیمت اور وقعت ہے۔

(انڈیا میں) شہر لکھنؤ کے قریب "سندیلہ" نامی ایک قصبہ ہے، اس علاقہ میں ایک مرتبہ سخت قحط (بارش بند) ہو گیا، لوگ پریشان تھے، نماز استسقاء کئی مرتبہ پڑھی گئی مگر بارش نہ ہوئی، عوام الناس کی بد حالی دیکھ کر، وہاں کی بازاری طوائف (فاحشہ) عورتیں سب جمع ہو کر وہاں کے ایک دیندار رئیس کے پاس گئیں اور کہا کہ ہم سب (فاحشہ) عورتیں جنگل میں جاکر بارش کے لئے دعا کرنا چاہتی ہیں، نماز استسقاء تو ہمیں آتی نہیں، ہاں آپ صرف اس بات کا انتظام فرما دیں، کہ وہاں پر ہمارے پیچھے کوئی اوباش قسم کے مرد حضرات نہ آنے پائے ورنہ بجائے رحمت کے کہیں قہر الہی کا نزول نہ ہو جائے چنانچہ مذکورہ رئیس آدمی نے حسب منشاء ہر ممکن انکے لئے انتظامات فرما دئے، اس منتظم کے ماتحت یہ پورا گروہ جنگل میں پہنچا۔ سب فاحشہ عورتوں نے جمع ہو کر اپنی پیشانی زمین پر سجدہ میں رکھکر گڑگڑانا شروع کر دیا توبہ استغفار کی اور کہا کہ۔

اے بار الہا! اس وقت آبادی میں سب سے زیادہ سیاہ کار اور گنہگار ہم ہی لوگ ہیں ہماری بد اعمالیوں کی نحوست کی وجہ سے تیری مخلوق پریشان ہیں ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہیں اب تو ہی اپنی مخلوق پر فضل و کرم فرما، اس طرح سچے دل سے بلک بلک کر دعائیں کر رہی تھیں چنانچہ انکے گڑگڑانے توبہ اور ندامت کرنے پر انہوں نے ابھی سجدہ سے سر بھی نہ اٹھایا تھا کہ اسی وقت موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو گئی۔

---

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۳۱۹ مصنف مولانا حبیب الرحمن صاحب سبحانی لدھیانویؒ

فائدہ دنیا میں کس انسان کو کس منہ سے ہم ذلیل و حقیر سمجھیں ۔ نماز استسقاء میں بڑے بڑے بزرگ، عابد و زاہد اور علماء وغیرہ تھے مگر درجۂ قبولیت کس کمزور گنہگار طبقہ کی دعاؤں کو حاصل ہوا ۔ سُمِعْتُ ھٰکَذَا مِنْ سَیِّدِنَا وَ مُرْشِدُنَا عَارِفُ بِاللّٰہِ حضرت مولانا شاہ مسیح الامت نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ ۔

مصائب و دشمنوں سے نجات کے لئے مجرّب آسمانی عطیہ عارف باللہ

حضرت شیخ ابو الحسن قزوینیؒ نے فرمایا: جس کسی کو دشمن یا اور کسی مصیبت وغیرہ کا خوف ہو تو اس کے لئے ۔ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ کی سورۃ پڑھتے رہنے سے امان نصیب ہو جائیگا۔

اس عمل کو علامہ جزریؒ نے نقل فرما کر یوں ارشاد فرمایا کہ ۔ یہ عمل میرا آزمودہ اور مجرب ہے، اس کے علاوہ مفسرِ قرآن حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں اسی سورۃ قریش کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ : مجھے میرے شیخ پیر و مرشد عارف ربانی صاحبِ کشف و کرامت بزرگ حضرت مرزا مظہرؒ جانِ جاناں نے ہر قسم کے خوف و خطرہ کے وقت اسی سورۃ قریش کو پڑھتے رہنے کا حکم فرمایا تھا اور مزید فرمایا کہ، ہر بلاؤ مصیبت کے دفع کرنے کے لئے اس سورۃ کو پڑھتے رہنا مجرب ہے ۔ محدث و مفسر قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی بار ہا اسکا تجربہ کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اسکی برکت سے مجھے کامیابی عطا فرمائی۔

بفضلہ تعالیٰ، صاحبِ کشف و کرامت بزرگ کے اس مجرب عمل پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اسے قبول فرما کر سب مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمائی ہوئی افضل و محبوب دعاؤں کو ہمیشہ مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۱) معارف القرآن جلد ۸ پا ۳۰ سورۃ قریش صفحہ ۸۲۳ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

چوتھی فصل

☆ فضائل دعا مع انعامات الٰہیہ ☆

اس سے پہلے ۔ دعاؤں میں سب سے افضل اور محبوب دعا، کے نام سے ایک حکمت و موعظت سے لبریز مضمون گزر چکا ۔ اس کو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرامین سے مرصع کر کے مرتب کیا جا چکا۔

اس کے بعد اب۔ بحمد للہ، چوتھی فصل، شروع کی جا رہی ہے، جس کا عنوان ہے:۔

فضائل دعا مع انعامات الٰہیہ

اسے حصولِ خزائن الٰہیہ مع ترغیبات نبویہ اور اسلاف امت کے مخلصانہ زریں اقوال کو مد نظر رکھتے ہوئے رقم کیا گیا ہے ۔

اس میں۔ فضائلِ دعا۔ رحمٰن و رحیم کے عارفانہ معنیٰ۔ دعا کی قسمیں ۔ اپنے لئے دعا کرنا افضل عبادت ہے۔ دعا کرنے والا کبھی ہلاک نہیں ہوتا۔ بغیر مانگے بھی بہت کچھ مل سکتا ہے۔ دشمنوں سے نجات دلانے والا پیغمبرانہ اسلحہ۔ اور ایسے مسلمان اس جبار و قہار کے غضب کے مستحق بن سکتے ہیں۔ وغیرہ عنوانات کے تحت خداوند قدوس کی بے بہا رحمتوں۔ انکے فضل و کرم اور عفو و درگزر کی منظر کشی کر کے اسکے گنہگار بندوں کو اس پالنہار کی طرف مائل کرنے اور اسکے لامتناہی خزائن سے شب و روز دامن بھرتے رہنے کی ترغیب دلائی گئی ہے

اے مالک ارض و سماء!

جملہ مسلمانوں کو اپنی ذات عالی سے ملنے کا یقین کامل عطا فرماتے ہوئے آپ ہی سے ہمیشہ مانگتے اور لیتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

دعا کے متعلق ابتدائی کلمات ہمیشہ[1] دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اسکے منافع دنیا و آخرت میں بے شمار ہیں۔ جو لوگ دعاؤں میں لگے رہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں ہوتی ہیں، برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ دل میں اطمینان و سکون رہتا ہے، اور ان پر اوّل تو مصیبتیں آتی نہیں اور اگر آتی ہیں تو وہ معمولی ہوتی ہیں۔ اور پھر وہ واپس جلدی ختم ہوجاتی ہیں۔ اسی لئے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا کرنے سے عاجز نہ ہوجاؤ کیونکہ دعا کا مشغلہ رکھتے ہوئے کوئی شخص برباد نہیں ہوسکتا۔

دعا کی چار قسمیں ہیں شیخ العرب[2] والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ دعا کی چار قسمیں ہیں:۔ (۱) دعائے فرض، مثلاً نبی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کریں تو اب اس نبی علیہ السلام پر یہ دعا کرنا فرض ہوگیا۔

(۲) دعائے واجب۔ جیسے دعائے قنوت (نماز وتر میں) (۳) دعائے سنت، جیسے تشہد اور درود ابراہیمی کے بعد (نماز کے قاعدہ میں) اور ادعیہ ماثورہ وغیرہ۔ (۴) دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں، اور اس سے محض عبادت مقصود ہے۔ جو امرِ الٰہی کی تعمیل بجا آوری کے طور پر ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ دعا میں تذلل ہے۔ اور تذلل (عاجزی انکساری) اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اسی لئے حدیث پاک میں ہے۔ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ (دعا عبادت کا مغز ہے) وارد ہوا ہے

وہ کیسا طاقت و قوت والا خدا ہے۔ جو اکیلا لاکھوں سال سے بے شمار مخلوقات کو حسب ضرورت کھلا پلا رہا ہے دیے جا رہا ہے مگر پھر بھی انکے خزانے میں ایک تنکے کے برابر بھی آج تک کمی نہیں آئی۔ یا اللہ میں قربان ہوجاؤں تیری اس رحیمی و کریمی اور قدرت کاملہ پر۔

حدیث۔ یَدُ اللّٰہِ مَلاٰئی لاَ تَغِیْضُھَا نَفَقَۃٌ سَحَّآءَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ اَرَاَیْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ

(۱) حصن حصین، تحفۂ خواتین صفحہ ۱، ۳ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ۔

(۲) امداد المشتاق صفحہ ۹۲ ملفوظات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مرتب حضرت تھانویؒ۔

السمٰوٰت والارض فانّہٗ لم یغض مافی یدہٖ (رواہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (ہر وقت) بھرا ہوا ہے۔ وہ کتنا ہی خرچ فرمائیں کم نہیں ہوتا۔ اور فیاضی کرتے رہنے سے خشک نہیں ہوتا۔ رات دن خرچ فرماتے ہیں۔ تم ہی بتاؤ جب سے اس نے آسمان و زمین پیدا فرمائے ہیں کتنا خرچ فرما دیا، اور جو اسکے ہاتھ میں تھا اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم دعا مانگو تو اللہ تعالیٰ سے بہت سی چیزیں مانگو یہ اس لئے کہ تم کریم آقا سے مانگ رہے ہو۔

مانگنے میں بخل و بزدلی کا رویہ نہ اختیار کیا جائے

فائدہ۔ جب ہمیں صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ ہدایات مل رہی ہیں کہ دیکھو مانگتے وقت مانگنے میں بخل و بزدلی کا رویہ نہ اختیار کرنا بلکہ حوصلوں کو بلند رکھتے ہوئے جتنا مانگ سکتے ہو اتنا مانگ لیا کرنا۔ کیونکہ جن سے مانگا جارہا ہے وہ کریم آقا ہے جنہیں اپنے بندوں کے ساتھ بے انتہا شفقت و محبت ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھالینا چاہیئے۔

پیغمبروں کے سے کمالات مل جائیں تو اس سے بھی زیادہ مانگو

مانگنے والوں کے حوصلے کتنے بلند ہونے چاہئے اور کیا مانگنا چاہئے اس سلسلہ میں عارف ربانی سیدنا بسطامیؒ کا ایک ملفوظ یہاں نقل کئے چلتا ہوں تاکہ مانگنے والوں کی ہمتیں بلند ہوں اور مانگتے وقت دلوں میں کسی قسم کے شکوک و شبہات نہ پیدا ہونے پائے۔

سلطان العارفین سیدنا بایزید بسطامیؒ نے فرمایا۔ اگر تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہم کلامی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی خلت بھی بیک وقت عطا کردی جائے تو اس سے بھی زائد کا مطالبہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں اس سے بھی کہیں زیادہ عطائیں (سخاوت) موجود ہیں۔

(۱) فضائل دعا صفحہ ۳۹ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ، ھکذا منقول فی ترجمان السنۃ جلد ا صفحہ ۲۹، محدث کبیر محمد بدر عالمؒ

(۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۵ صفحہ ۳۹۹ حضرت امام غزالیؒ (۳) اخبار الاخیار صفحہ ۲۹۲ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ

اسکے بعد فرمایا۔ اے بھائی ہر زمانہ میں عالم محبوب (بارگاہ ایزدی) سے ہر عاشق کو یہ خطاب ہوتا ہے کہ اے مشرق کے مسافر اے مغرب کے مجاہد! اے بلندیوں پر نظر رکھنے والے اے ثریا تک کمان (تیر) ڈالنے والے تو مجھے جہاں بھی تلاش کرے گا مجھے وہیں پائے گا۔ یعنی مجھے کہیں دور تلاش کرنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں میں تو ہر ایک کے ساتھ ہر وقت ہر حالت میں جہاں کہیں بھی ہو انکی گردن کی رگ سے بھی زیادہ قریب ہوا کرتا ہوں۔ اس لئے دعائیں مانگنے میں دیر یا توقف نہ کیا کریں۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کو اپنے رب سے حاجتیں مانگنا چاہیئے۔ (ترمذی)

حضرت[۱] ثابت ؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمک اور جوتے کا تسمہ (shoe-lace) ٹوٹ جائے۔ تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے (رواہ ترمذی)

فـائدہ: یعنی یہ خیال نہ کرے کہ ایسی حقیر چھوٹی سی چیز اتنے بڑے رب کائنات سے کیا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو بڑی سے بڑی چیز بھی چھوٹی ہی ہے۔

حضور[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز معزز و مکرم نہیں۔ (ابن ماجہ)

ایک[۳] حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز قدر کی نہیں (ترمذی۔ ابن ماجہ)

ایک حدیث[۴] میں حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ

(۱) رسالہ النور۔ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ حضرت تھانویؒ (۲) خطبات الاحکام صفحہ ۹۲ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (۳) حیاۃ المسلمین۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔ (۴) انوار الدعا۔ صفحہ ۵ ماہنامہ "الہادی" ماہ صفر ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ (۴) غنیۃ الطالبین سیدنا جیلانیؒ

تعالیٰ کو دعا سے زیادہ کوئی چیز عزیز (پیاری) نہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

دعائیں خوب مانگتے رہنے کا صحابہؓ کا وعدہ حضرت[1] عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین پر کوئی (ایسا) مسلمان نہیں جو اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول فرمائے۔ یا یہ کہ اسکے برابر کوئی برائی اس سے دور کر دی جائے جب تک کسی گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ یہ سنکر صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
اب تو ہم خوب دعا مانگا کرینگے۔ تو اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بھی بہت قبول کرنے والے ہیں۔ (ترمذی۔ حاکم)

دعا عبادت کا مغز ہے حضرت[2] نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ۔ یعنی دعا مانگنا بھی عبادت ہی ہے اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۝ (ابن ماجہ۔ نسائی۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات صفحہ ۱۹۴)

حضرت[3] انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔
ایک[4] حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ یعنی دعا عبادت کی کامیابی ہے (ترمذی۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات صفحہ ۱۹۴)

فائدہ: حدیث پاک میں جو فرمایا گیا۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اسکی مثال اس طرح مرقوم ہے۔ بادام کو اگر پھوڑو تو اس میں سے گری (مغز) نکلتی ہے اسی گری کی قیمت ہے اور اسی مغز کے لئے بادام خریدے جاتے ہیں اگر چھلکوں کے اندر مغز نہ ہو تو پھر بادام بے دام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عبادتیں تو بہت ساری ہیں۔ ان میں سے دعا بھی ایک عبادت ہے۔ لیکن یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اور فرمایا گیا کہ یہ عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا

(۱ و ۲) انوار الدعا صفحہ ۱۰۰۔ ۲۰۔ ماہنامہ الہادی۔ ماہ صفر ۱۳۵۵ھ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (۳) فضائل دعا مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ (۴) اصحاب سنن و حاکم مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۹۰۳ حضرت امام غزالیؒ

مغز اور اصل عبادت ہے، کیونکہ عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جَلّ شانہٗ کے حضور میں بندہ اپنی عاجزی بے بسی اور ذلت پیش کرے اور ظاہری باطنی جھکاؤ کے ساتھ بارگاہِ بے نیازی میں نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوں اور چونکہ یہ عاجزی والی حضوری دعا میں سب عبادتوں سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت کا مغز فرمایا گیا۔

تم میرے ہو، میں تمہارا ہوں خداوند قدوس کی ذاتِ گرامی بڑی غیور ہے وہ یہ گوارہ نہیں کر سکتے کہ اسکی مخلوق اسکے دروازہ کو چھوڑ کر کسی غیر کی چوکھٹ پر جا کر ہاتھ پھیلائے، اس لئے اس نے حضرت انسان کو پیدا فرمانے کے بعد کلام ربانی میں بار بار یہ اعلان فرمادیا کہ:

تم میرے ہو، میں تمہارا ہوں، تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا، اس ربّ العٰلمین کے موعودہ فرمان کے مطابق جب کوئی مسلمان ان کی بارگاہِ عالی میں دستِ سوال دراز کرتا ہے تو اسے کچھ دئے بغیر خالی ہاتھ لوٹانے سے اس کریم کو شرم وعار محسوس ہوتی ہے، اس لئے اس کے متعلق چند احادیث کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:۔

حضرت[1] سلمانؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا پروردگار بہت حیا والا سخی ہے، اس کو شرم آتی ہے اپنے بندہ سے کہ جب وہ اپنے ہاتھ اسکی طرف اٹھائے تو انکو خالی و محروم واپس کرے (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت[2] انسؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے، اس بندے سے حیا کرتا ہے جو اسکی طرف ہاتھ اٹھائے، تو اسکے ہاتھوں پر کوئی چیز خیر وعطا کی نہ رکھے (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت[3] سلمان فارسیؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے حیادار اور کریم ہیں، جب کوئی آدمی انکی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو انکو خالی اور نامراد واپس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے (ابوداؤد۔ ترمذی)

---

(۱) جمع الفوائد ترجمہ درر فرائد صفحہ ۲۸۵ علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ (۲) احکام دعا، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۳) انوار الدعا صفحہ ۱۲ ماہنامہ الہادی ماہ صفر ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ وسیدنا جیلانیؒ

حضرتؓ انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ رحم و کرم والے ہیں۔ انکو اپنے بندہ سے شرم آتی ہے کہ وہ انکی طرف اپنے ہاتھ اُٹھائے اور پھر ان میں کچھ بھلائی نہ رکھدیں۔ (رواہ حاکم)

دعا کرنے والا کبھی ہلاک نہیں ہوتا

حضرتؓ انسؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا (مانگنے) سے عاجز نہ ہوا کرو کیونکہ دعا کے ساتھ (یعنی دعا کرنے والا) کبھی کوئی ہلاک نہیں ہوا (ابن ماجہ فی الصحیح، ابن حبانؒ)

تشریح: انسان اپنی بھلائی اور بہتری کے لئے جتنی بھی تدبیریں کرتا ہے ان سب میں سب سے زیادہ کامیاب آسان اور مؤثر طریقہ دعا کرنا ہے۔ اس میں نہ ہلدی لگے نہ پھٹکڑی۔ نہ ہاتھی گھوڑے جوڑنے پڑے نہ مال و منال خرچ کرنے پڑے بس دل کو خاطر میں لاکر یکسوئی، عاجزی، اور گڑگڑا کر ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ اس میں غریب مالدار، بیمار صحت مند، مقیم مسافر، دیسی پردیسی، جوان بوڑھا، مرد عورت، مجمع عام یا تنہائی، ہر حالت میں ہر انسان دعا کر سکتا ہے۔

اسی لئے حضور نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ عاجزوں (سست کاہل) سے بڑھ کر وہ عاجز ہے جو دعا سے بھی عاجز ہو (یعنی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا اور لب ہلانا بھی جسے گراں اور بوجھ سا معلوم ہو اس سے بڑھ کر کون محروم ہو گا؟۔

درحقیقت دعا میں سُستی کرنا یہ بڑی محرومی ہے۔ دشمنوں سے نجات حاصل کرنے اور طرح طرح کی مُصیبتوں کو دور کرنے کے لئے بہت سی دنیوی تدابیر اختیار کرتے ہیں، مگر بارگاہِ صَمدِیت میں ہاتھ نہیں پھیلاتے جو ہر تدبیر سے آسان اور بہتر ہے۔ ظاہری تدابیر کو کرتے رہیں یہ ناجائز نہیں، مگر من جملہ انہیں تدابیر میں سے ایک بڑی اور اعلیٰ تدبیر دعا کرنا بھی ہے جو ہر قسم کی تدبیروں سے بڑھ کر مفید بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ امت کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱، ۲) انوار الدعا، صفحہ ۱۲۔۱۱ ماہنامہ الہادی ماہ صفر ۱۳۵۸ھ حضرت تھانویؒ و سیدنا جیلانیؒ (۳) رواہ ابو یعلیٰ و الهیثمی

اے میرے رباّہ! یہ صفت تو صرف آپ ہی کی ہو سکتی ہے قربان جائیں اس ارحم الرّاحمین کی شانِ رحیمی پر، انکے پیار و محبت کا نقشہ چند جملوں میں ایک عارف باللہ نے اس طرح کھینچا ہے۔ عارفِ ربانی حضرت[1] امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ، اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے۔ جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کرے، اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو بہت سخت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ جو اس سے دعائیں نہیں کرتا۔ پھر فرمایا، اے میرے رباّہ! یہ صفت (مانگنے پر خوش ہونے کی) تو آپ ہی کی ہو سکتی ہے۔

سیدنا عبدؒ[2] القادر جیلانیؒ نے بعض اکابر اولیاء اللہ سے یہ ملفوظ نقل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں "اے میرے بندو! تم مجھے حمد و ثنا، اور بزرگی سے یاد کرو، میں تمہیں عطا اور جزا سے یاد کرونگا۔ اے میرے بندو! تم مجھے توبہ سے یاد کرو، میں تمہیں گناہوں کی بخشش سے یاد کرونگا، اور اگر تم مجھے دعا سے یاد کرو گے تو میں تمہیں عطا سے یاد کرونگا اے میرے بندو! تم مجھے سوال (دعا) سے یاد کرو گے، تو میں تمہیں اپنے کرم سے یاد کرونگا"

اپنے لئے دعا کرنا یہ افضل عبادت ہے حضور[3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسی عبادت افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا اپنی ذات (یعنی اپنے ذاتی مفاد، حاجات و ضروریات) کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ افضل عبادت ہے۔

فائدہ: اس حدیثِ مقدسہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے لئے ہمیشہ ضرور دعائیں کرتے رہنا چاہیئے، اپنے لئے اپنے اہل و عیال و متعلقین کے لئے دعا کرنا اسے افضل عبادت فرمایا گیا ہے لھٰذا اس سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔

گنہگاروں کے لئے خوشخبری حضرت سفیان ابن[4] عیینہؒ نے فرمایا، تم اپنے نفس کی خرابی سے واقف ہو کر دعا کرنے سے باز نہ رہو (یعنی خود بڑا پاپی اور گنہگار ہونے کی وجہ

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۲۲ ع ۱۱ سورہ مؤمن صفحہ ۵۰ (۲) غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۳۸ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ

(۳) الادب المفرد، از امام بخاریؒ (۴) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۹۹ امام غزالیؒ

سے دعا مانگنا نہ چھوڑ دے) اور یہ مت جانو کہ ہم برے ہیں اس لئے ہماری دعا قبول نہ ہوگی۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب سے بُرے یعنی شیطان ملعون کی دعا بھی قبول فرمالی ہے اس نے جو دعا مانگی وہ کلام ربانی میں مرقوم ہے۔ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (پا ۲۳ ع ۱۴) یوں دعا مانگی کہ (یا اللہ) مجھے قیامت تک کی (لمبی) زندگی عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ دعا قبول فرماکر جواب ارشاد فرمایا۔ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ یعنی اے ملعون جا تیرے مانگنے کے مطابق تیری دعا قبول کر کے تجھے حسب منشا لمبی زندگی دے دی گئی۔

فائدہ: مذکورہ صحابیؓ کے فرمان میں گنہگارانِ امت کی ڈھارس بڑھائی گئی ہے کہ خدانہ خواستہ اگر کوئی مسلمان رات دن بُرائیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنی مغفرت یا ضروریات زندگی وغیرہ کے متعلق دعائیں مانگتے ہوئے شرم و عار محسوس کر رہا ہو۔ یا مایوس و ناامید ہو رہا ہو۔ تو ایسے مسلمانوں کے لئے اس فرمانِ عالی میں بڑی خوشخبری آئی ہوئی ہے کہ اے میرے مسلمان بھائی یہ تصور بھی نہ کرنا کہ ہم گنہگار ہیں، اس لئے ہماری دعا کیسے قبول ہوگی؟ نہیں نہیں! اس کریم آقا نے جب زمین و آسمان میں جو سب سے زیادہ بُرا ہی نہیں بلکہ سب سے بڑا باغی تھا، جب انکی دعا قبول فرمالی تو پھر ہم کیسے ہی سہی مگر شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ضرور ہیں، تو پھر کیا ہماری دعائیں قبول نہ ہوگی؟ نہیں ضرور قبول ہوگی۔ ہاں بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق مانگو وہ ضرور عطا فرمائے گا۔

نہ سونا نہ چاندی نہ زر مانگتا ہوں　　الٰہی میں علم و ہنر مانگتا ہوں
ہمیشہ جو پیغام لائے خوشی کا　　میں ایسی نسیم سحر مانگتا ہوں
نہیں مانگتا ہوں بجز اس کے یارب　　میں رحمت بھری ایک نظر مانگتا ہوں
تیرا قول قرآن میں ہے اُجیبُ　　میں اپنی دعا میں اثر مانگتا ہوں

بغیر مانگے بھی بہت کچھ مل سکتا ہے حدیثؒ قدسی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو بندہ میری حمد و ثناء (یعنی ذکر و اذکار وغیرہ) میں ہر وقت لگا رہے یہاں تک کہ اس کو اپنے مطلب کی دعا (یعنی اپنی ضروریات و حاجات) مانگنے کی بھی فرصت نہ رہے، تو میں اس کو تمام مانگنے والوں سے بہتر چیز دونگا یعنی بے مانگے اسکے سب کام پورے کر دونگا۔

حدیث قُدسی، حضرت عمرؓ سے روایت ہے، حضور[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب میرا بندہ میرے ذکر کی مشغولیت کی وجہ سے مجھ سے (دعا و حاجات) نہ مانگ سکے تو میں اسکو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔

فائدہ: عارفِ ربانی الشیخ الکلاباذیؒ۔ اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بہرحال جسکی مشغولیت ذکر اللہ کے ساتھ زیادہ ہوگئی اور وہ دعا مانگنے سے رہ گیا، تو اسکو سائلین سے زیادہ اور افضل ملے گا، کیونکہ سائلین بقدر عبودیت (اپنی بساط کے مطابق) ہی مانگ سکتے ہیں اور بندہ کی ہمت بہرحال قصیر اور کوتاہ ہے اور عطا کرنے والے کی ہمت اعلیٰ و ارفع ہے، اس لئے اس کی عطا کی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ خیر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ اور وہ جواد بھی ہے کریم بھی ہے۔

حدیث قُدسی۔ حضرتؓ ابوہریرۃؓ سے روایتؓ[۳] ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں، جیسا وہ میرے ساتھ (گمان) رکھے۔ اور جب وہ مجھے پکارے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (بخاری۔ ومسلم)

دشمنوں سے نجات دلانے والا پیغمبرانہ اسلحہ حضرتؓ ابوہریرۃؓ سے روایتؓ[۴] ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ دین کا ستون ہے آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے (مسند ابویعلی، حاکم فی المستدرک)

---

(۱) معارف القرآن جلد ۴ پارہ ۱۱ سورۂ یونس صفحہ ۵۱۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۲) جمع الفوائد، مذہب مختار معانی الاخبار صفحہ ۲۸۰ الشیخ الامام ابوبکر محمد بن اسحق الکلاباذی بخاریؒ (۳۔ ۴) انوار الدعا صفحہ ۱۰۱۔ ۱۱ رسالہ الہادی ماہ صفر ۱۳۵۷ھ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

حضور[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں۔ جو تم کو دشمن سے نجات دلائے۔ اور تمہارے لئے روزی (مینہ اور بارش کی طرح) برسائے۔ وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کو پکارتے (دعائیں مانگتے) رہو دن اور رات۔ یہ اس لئے کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ جو ہر قسم کی بلاؤں کی محافظ اور حصول مال وجاہ کے لئے برابر وسیلہ ہے۔

حضور[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں وہ چیز بتلاتا ہوں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دلائے اور تمہاری روزی بڑھائے وہ یہ کہ تم رات دن میں (جس وقت بھی موقع ملے) اللہ تعالیٰ سے (اپنی حاجات کے لئے) دعا مانگا کرو کیونکہ دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ۔ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا سے بڑی بڑی مصیبتیں ٹل جایا کرتی ہیں۔ شیطانی حملوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔ انسانی دشمنوں پر فتح یابی حاصل ہو جایا کرتی ہے۔ ظالموں سے نجات مل جاتی ہے اس لئے اسے مؤمن کا ہتھیار کہا گیا ہے۔

حدیث شریف[3] میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رو کر گڑگڑا کر دعا کرو۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسا منہ بناؤ۔

تشریح: یاد رہے تمام آفات و بلیّات اور ساری بیماریاں دعاؤں سے دور ہو جاتی ہیں۔ اس لئے دعا کو بے کار نہ سمجھا جائے جس طرح جنگ میں اسلحوں اور ہتھیاروں کے ذریعہ حملہ آوروں کو دفع کیا جاتا ہے اسی طرح بڑی بڑی آفتیں اور بلائیں دعاؤں سے ٹل جایا کرتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔

لوحِ محفوظ میں کرسی کا ظہور حضرت ابوہریرۃؓ[4] سے روایت ہے حضور نبی کریم

---

(۱) حدیث مرفوع دررفرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۸ مترجم الشیخ علامہ عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ۔ (۲) جمع الفوائد۔ احکام دعا صفحہ ۵۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۳) مسلمان کی ڈائری جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ حضرت مولانا سید عبد الاحد صاحب کوثر قادری راندیریؒ (۴) معارف القرآن جلد ۸ پارہ ۳۰ سورۂ علق صفحہ ۷۸۵، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ازل (شروع) میں جب مخلوقات کو پیدا کیا تو اس وقت اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں یہ کلمہ لکھدیا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔

ایک حدیث[1] میں اس طرح وارد ہوا ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اگلی امتوں کے احوال پیش کئے اور عرض کیا کہ، اے بارالہا! آپ نے بہت سی گذشتہ امتوں پر عذاب نازل فرمائے، کسی کو پتھر سے کسی کو خسف یعنی زمین میں دھنسادینے کسی کو مسخ یعنی صورتوں کو بدل دینے وغیرہ مختلف قسم کے عذابوں میں بتــلا کردیا تھا۔ یہ سنکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے پیارے حبیب! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہاری امت کے ساتھ ویسا معاملہ نہیں کرونگا، بلکہ ان پر رحمت نازل کرونگا، ان کی بدیوں (گناہوں) کو نیکیوں سے بدل دونگا، اور جو کوئی مجھ سے دعا کرے گا، میں اس پر "لبیک" کہونگا۔ (یعنی دعا مانگنے والوں کی دعائیں قبول کرونگا) اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا اسے عطاء کرونگا اور مجھ پر توکل (یقین کامل کے ساتھ) کرے گا تو میں اسے کفایت کرونگا۔

معراج کا تحفہ اور رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت کا ایک منظر

فائدہ: جب ہمارے مدنی آقا، صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو وہاں بھی اپنی پیاری امت کو فراموش نہ فرمایا، اور دربار خداوندی میں ان پر عذاب و غضب سے تحفظ کے لئے ایک بلیغ پیرائے میں سفارش کرنا شروع فرمادی۔ تو اس رب العٰلمین نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی پر فضل و کرم اور رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے مزید یہ بشارتیں دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دونگا۔

اس کے علاوہ ایک اور عظیم نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور فرمایا، وہ یہ کہ مسلمانوں میں سے جو

(۱) مدارج النبوت جلد۱ صفحہ ۳۰۹ شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

بھی مجھ سے دعائیں کریں گے تو میں اسے قبول کرونگا، اور جو مانگیں گے وہ عطا کر دونگا، تو گویا دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ تو اس ارحم الراحمین نے ساتوں آسمانوں کے اوپر صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرمالیا تھا اور وہ بھی بغیر عرض کئے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اسکا اظہار فرمادیا تو اس حدیث مقدسہ سے ہمیں یہ بھی ہدایت ملتی ہے کے دعاؤں کی قبولیت میں اُدھر سے تو کوئی پس و پیش ہے ہی نہیں بلکہ وہ تو ہر آن دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہاں مانگنے اور ہاتھ پھیلانے والوں کی ضرورت ہے، اس لئے جہاں تک ہوسکے مانگنے والے انسانوں کو تیار کیا جائے اس کی ترغیب و تبلیغ کی جائے تاکہ اس لائن سے بھی مسلمانانِ امت میں ایک انقلاب رونما ہو۔ صلاح و فلاح اور عزت و آبرو والی زندگی نصیب ہو

اللہ تعالیٰ امت کے مسلمانوں کو اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا ہر چیز (ہر اعتبار) سے کام دیتی ہے ایسی بلا سے بھی جو نازل ہو چکی ہو اور ایسی بلا سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی، سوائے بندگانِ خدا تم دعا مانگنے کو پلّے باندھ لو (یعنی ہمیشہ دعا کرتے رہا کرو) (ترمذی، واحمد)۔

حضورﷺ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک دعا نفع دیتی ہے اس (بلاؤ مصیبت) سے جو نازل ہو چکی ہو اور اس سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی (ترمذی شریف)

فائدہ: یعنی دعا سے نازل شدہ بلا دور ہو جاتی ہے، اور جو آئندہ آنے والی تھی وہ بھی ٹل جاتی ہے پس اے بندگانِ خدا تمہارے ذمہ ہر حال میں دعا کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اسوقت کسی آفت میں بتلا نہیں ہو تو کیا خبر کہ آئندہ بھی کوئی آفت آنے والی نہیں ہے۔

ہاتھ اُٹھانے والوں کا ہاتھ اُٹھانا کسی حال میں بھی بے کار نہیں جاتا اسکے کشکول میں کچھ نہ کچھ ڈال ہی دیا جاتا ہے اس کے متعلق اس حدیثِ پاک کو ملاحظہ فرمائیں:

(۱) خطبات الاحکام صفحہ ۹۳ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

حضرت[1] ابو منصورؒ سے روایت ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ دعا کر لینے کے بعد تین چیزوں میں سے ایک نہ ایک (چیز تو ضرور) حاصل کر ہی لیتا ہے:۔
(۱) یا تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (۲) یا تو اس سے کوئی بہتر چیز دنیا ہی میں عطا کر دی جاتی ہے (۳) یا تو کوئی چیز اس کے لئے ذخیرۂ آخرت کر دی جاتی ہے۔
حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو یہ خوشی ہو کہ سختیوں کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول فرمائے تو اس کو چاہیے کہ خوشحالی کے زمانہ میں بھی بکثرت دعائیں کیا کریں۔ (ترمذی و حاکم)
اب یہاں سے دعا کے متعلق چند ایسی احادیث مبارکہ نقل کی جا رہی ہے۔ جنکا تعلق ایک طرف تو حضرت انسان سراپا عاجز و محتاج ہونے کے اعتبار سے انسانی زندگی کے ہر دور اور ہر زمانہ کے ساتھ وابستہ ہے تو دوسری جانب ایک حق شناس مسلمان کا امر الٰہی۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ○ کو مدنظر رکھتے ہوئے جبین نیاز مع دست سوال دراز کئے اظہار عبودیت میں ہمہ وقت نالاں و گریاں رہنے والوں کے متعلق ہے۔
حسب ذیل احادیث ایسے مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید و کار آمد ثابت ہوگی۔ لہٰذا امید ہے کہ ہر مسلمان اپنے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرمودات کا پاس رکھتے ہوئے اپنی زندگی کو اس ڈگر پر لے جانے کی ہر ممکن سعی و کوشش کرتا رہے گا۔

اگر فرشتوں کی سفارش کے مستحق بننا چاہتے ہو تو یہ کام کرو

حضرت[2] سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں جو شخص خوشی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے (یعنی خوشی کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتا ہے) تو جب وہ کسی وقت کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو فرشتے اس کے لئے بارگاہِ عالی میں سفارش کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں اس کے برعکس جس نے آرام و راحت

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۶۷ حضرت امام غزالیؒ

(۲) غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۳۸ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ

کے وقت خدا سے دعا نہ کی ہوگی تو جب وہ مصیبت کے وقت دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کے لئے سفارش نہیں کرتے جیسا کہ فرعون کے واقعہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ پہلے نافرمان کیوں رہا کہ اب توبہ کرتا ہے۔

اسی قسم کی دوسری روایت حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں بندہ جب چین و آرام کے زمانہ میں دعا کرتا ہے اور پھر کوئی مشکل درپیش ہو تو اس وقت بھی دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا اللہ! یہ تو جانی پہچانی آواز معلوم ہوتی ہے یہ آواز تو ہمیشہ (یعنی آرام و راحت کے زمانے میں بھی) یہاں پہنچتی رہتی ہے اور جب بندہ چین و خوشی کے زمانہ میں دعائیں نہیں کرتا اور مصیبت آنے پر دست دعا پھیلاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! اس آواز کو تو ہم نہیں پہچانتے پہلے تو کبھی یہ آواز سنی نہیں، یوں کہہ کر اس دعا کرنے والے کی طرف سے بے اتفاقی برتتے ہیں اور دعا قبول ہونے کی سفارش نہیں کرتے۔

تشریح: پہلی حدیث میں دعا قبول ہونے کا ایک بہت بڑا گر بتایا ہے اور وہ یہ کہ آرام و راحت، مال و دولت، صحت و تندرستی کے زمانے میں بھی برابر دعا کرتے رہنا چاہئے جو شخص اس پر عمل پیرا ہوگا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام ہوگا کہ جب کبھی کسی مصیبت یا پریشانی سے دوچار ہوگا یا کسی مرض میں گرفتار ہوگا اور اس وقت وہ دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا قبول فرمالیں گے۔

اس میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو آرام و راحت، مال و دولت یا عہدہ کی برتری کی وجہ سے خدائے پاک کی یاد سے غافل ہوجایا کرتے ہیں اور دعا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور جب کبھی مصیبت آتی ہے تو دعا کرنا شروع کردیتے ہیں، پھر جب دعا قبول نہیں ہوتی یا قبول ہونے میں دیر لگتی ہے تو مایوس و ناامید ہوجاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خوشی اور دولت کے نشے کے زمانے میں اگر دعائیں کرتے رہتے تو اس وقت بھی ضرور دعا قبول کی جاتی غفلت و بے اعتنائی ہماری طرف سے ہوئی ہے۔

انسان کا یہ جو طرز عمل ہے کہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے اور جب چین وراحت کا زمانہ پاتا ہے تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے یہ طرز عمل نہایت بے غیرتی کا ہے۔ بندہ جس طرح دکھ تکلیف کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اسی طرح راحت وخوشی کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔

حضرت[1] سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تکالیف ومصائب کے وقت اس کی دعا قبول فرمائیں تو اس کو چاہیے کہ فراغ (یعنی مالداری۔ آرام وراحت) کے وقت وہ زیادہ دعائیں مانگا کریں (ترمذی حدیث مرفوع)۔

فائدہ: یہ اس لئے کہ امن وصحت کے وقت اللہ تعالیٰ سے غافل رہنا اور خوف ومرض کے وقت اس کو پکارنا (دعا مانگنا) یہ خود غرضی کی علامت ہے۔ اور خوشحالی میں بھی دعائیں مانگتے رہنا یہ علامت ہے تعلق مع اللہ اور انس ومحبت کی اس لئے ایسے لوگوں کی مصیبت کے وقت بھی سنوائی ہوتی ہے۔

نوٹ: اوپر جو احادیث مبارکہ تحریر کی گئی اس میں اس بات کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ مسلمان خوشی غمی صحت وبیماری وغیرہ ہر مراحل سے گزرتے ہوئے زندگی کے ہر ادوار میں دعائیں کرتے رہا کریں۔ اس طرح کرتے رہنے سے مصائب وپریشانی کے زمانے میں بھی دربار الٰہی میں ان کی سنوائی وپذیرائی ہوتی رہے گی۔

اب یہاں پر چند ایسی احادیثِ نبویہ نقل کی جارہی ہے جنکا تعلق مطلوبہ چیزوں کے علاوہ اور چیزوں کے ساتھ بھی ہے یعنی دعائیں کرتے رہنے سے دعائیں کرنے والوں کو کس قسم کے انعامات سے نوازے جاتے ہیں۔ اور کیسے کیسے فوائد مرتب ہوتے ہیں اس کے متعلق چند احادیث مبارکہ نقل کی جارہی ہیں:۔

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع فوائد صفحہ ۳۸۴ الشیخ علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔

تنگ دست مدیون کو مہلت دینے سے مصائب سے نجات مل جایا کرتی ہے

حضور[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی یہ چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو یا اس کی مصیبت دور ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست مدیون (غریب مقروض) کو مہلت دے دیا کریں۔

حضور[2] اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا نازل شدہ اور غیر نازل شدہ چیزوں کے لئے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندو دعا کو لازم پکڑو۔

فائدہ: نازل شدہ اور غیر نازل شدہ سے مراد، اذن دعا اور فتح ابواب رحمت ہے۔ اور بندہ کا دعا کرنا خدا کا ذکر کرنا اسکا محتاج رہنا یہ زیادہ مانگنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ، مَا نُزِّلَ سے مراد بلایا اور مصائب کا تحمل ہے۔ اور مصیبت کا ثواب ہے، اور مِمَّا یُنْزِلْ، سے مراد تخفیف ہے اور توفیق صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

دعا کی برکت سے آنے والی مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں

حضرت جابرؓ[3] سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ بھی کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے جو کچھ اس نے مانگا ہے، یا اس سے روک دیتا ہے کوئی تکلیف اس جیسی جب تک کہ گناہ یا رشتہ سے بے تعلقی کی دعا نہ مانگے، اور رزین (محدث) کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کو دیتا ہے جو اس نے مانگا یا آخرت میں اس کے لئے اس سے بہتر ذخیرہ بنا کر رکھ چھوڑتا ہے اور یا اس سے روک دیتا ہے کوئی تکالیف وغیرہ۔

فائدہ: یعنی بندہ کی کوئی دعا بے کار و ضائع نہیں جاتی یا تو حسب سوال مل جاتا ہے اور اگر دنیا میں اس کا دینا اس کے لئے مصلحت (مناسب) نہیں ہوتا تو آخرت میں اس کا نعم البدل عطا کیا جاتا ہے۔ یا کوئی تکلیف و مصائب جسکا پہنچنا اس کے لئے مقدر ہو چکا ہوتا

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۷۵۵ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔ (۲) جمع الفوائد، مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۲۹۶ مصنف امام ابوبکر بن اسحق بخاری الکلاباذیؒ (۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۱۱ الشیخ علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ

ہے وہ مثال دی جاتی ہے۔

مسلمان کی تین[1] عادتیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری لگتی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی تین عادات بہت پسند ہیں: (۱) اپنی تمام طاقت و قوت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دینا۔ (۲) پشیمانی کے وقت گریہ وزاری کرنا (یعنی گڑگڑا کر دعائیں مانگنا) (۳) تنگدستی کے وقت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکوہ شکایت نہ کرنا۔

خداوند قدوس کی عظیم چار[2] نعمتیں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو چار چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق مل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ اسے مزید چار نعمتوں سے نوازدیگا۔ (۱) جس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی توفیق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ضرور یاد فرمائے گا۔ لقولہ تعالیٰ۔ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ ۔یعنی تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو (ذکر اللہ کرتے رہوگے) تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں یاد فرمائیں گے۔

(۲) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو دعائیں مانگنے کی توفیق مل گئی تو یقین کرلو کہ وہ مقبولیت سے نوازا گیا قرآن مجید میں ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ یعنی تم مجھ سے (دعا) مانگو میں قبول کرونگا (۳) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق مل گئی تو اس کی ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ یقیناً اضافہ فرماتا رہے گا۔ قرآن مجید میں ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ ۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہوگے تو ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ تمہیں زیادہ نعمتیں عطا فرماتے رہیں گے (۴) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے (اخلاص کے ساتھ گناہوں پر ندامت و) استغفار کرنے کی توفیق مل گئی تو یقین کرلو کہ وہ مغفرت کے عظیم انعام سے نوازا جائیگا۔ لقولہ تعالیٰ۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ؕ یعنی تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اس

---

(۱) تازیانے۔ ترجمہ المنبہات صفحہ ۹۸ حضرت مولانا ابو البیان حمادؔ صاحب۔

(۲) امام بیہقی فی شعب الایمان۔ تفسیر عزیزی جلد ا صفحہ ۵۳۹ ۔

وجہ سے کہ وہ بہت زیادہ مغفرت فرمانے والے ہیں۔

مصائب سے نجات اور خوشحالی میں ترقی کے لئے ایک زریں اُصول

مذکورہ حدیث مقدسہ میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے مسلمانوں کی صلاح و فلاح اور کامیابی و ترقی کے لئے ایک بہترین اُصول اور قانون کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔ پیغمبرانہ گُر کی بات ارشاد فرمائی۔ وہ کلیہ یہ ہے کہ دنیا میں انسان اس وقت جس حالت میں بھی ہے اگر آرام و راحت میں ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے گا، تو فراخی و آسائش میں ترقی اور بڑھوتری ہوتی رہے گی۔ اور خدا نخواستہ تنگدستی مصائب و پریشانی وغیرہ میں مبتلا ہے تو اس میں بغیر کسی قسم کے شکوہ شکایت کے انابت الی اللہ کے ساتھ صبر و تحمل اور رضا برقضاء رہے گا تو اللہ تعالیٰ جلد از جلد ان آزمائشوں، افلاس و مصائب و آلام اور ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات و فراخی کی راہیں ضرور بالضرور اپنے فضل و کرم سے نکال دیں گے۔ اس لئے جو بھی مسلمان پستی میں صبر و تحمل اور رضا کا دامن رجوع الی اللہ کے ساتھ تھامے رہے گا تو یقینا موجودہ حالات سے بہت جلد خلاصی نصیب ہو جائیگی۔ اور جو مسلمان فراخی خوشحالی اور صحت یابی وغیرہ سے گزر رہے ہیں، ایسے حضرات خداداد اِن نعمتوں میں اس مُنعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہیں گے تو موجودہ خوشحالی وغیرہ میں مزید ترقیات کی منزلیں طے کرتے رہیں گے، یہ اس احکم الحاکمین کا قرآنی فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو منشا خداوندی کے مطابق بطریق سنت زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا رحمت کی کنجی ہے، وضو نماز کی کنجی ہے، اور نماز جنت کی کنجی ہے[1] ۔ احادیث متعددہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دعا کتنی محبوب ہے اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ وہ غنیٔ مطلق اور بندوں کا عجز و فقر ہی اس کی بارگاہِ عالی میں سب سے بڑی سوغات ہے۔ ساری عبادتیں اسی فقر و احتیاج اور بندگی و بےچارگی کے اظہار کی مختلف شکلیں ہیں۔

(۱) دیلمی۔ آپکے مسائل اور اس کا حل۔ صفحہ ۲۶۳

رحمٰن و رحیم کے عارفانہ معنیٰ پیرانؒ پیر سیدنا غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں. رحمٰن وہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے (حاجت روائی کے لئے دعائیں مانگی جائیں) تو وہ اسے پورا کردے، اور رحیم وہ ہے کہ اس سے سوال نہ کیا جائے (یعنی دعا ازراہ استغنا نہ مانگی جائے) تو وہ غصہ و غضب میں آجائے۔ رحمٰن کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ ہر حال میں مہربان ہیں ہر قسم کی نعمتیں عنایت فرماتے رہتے ہیں، اور رحیم کے معنی بلاؤں سے محفوظ رکھنے والے کے ہیں۔

ایسے مسلمان اس جبّار و قہّار کے غضب کے مستحق بن سکتے ہیں اب یہاں سے چند احدیث ایسی نقل کی جاتی ہیں جنکا تعلق اس جبّار و قہّار کے غضب و غصہ اور ناراضگی کے ساتھ ہے، الامان و الحفیظ، اس سے مسلمانوں کو بہت ہی ڈرتے اور بچتے رہنا چاہیے۔ کیا ایک مسلمان حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو کر بھی ایسی راہ اختیار کرسکتا ہے کہ جس سے وہ رحمن و رحیم اپنی صفت رحمت و مغفرت کو جبّاریت و قہّاریت سے بدل دے؟

نہیں نہیں! خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں سے ایسی امید تو نہیں ہو سکتی۔ ہاں شاید منافق ہی اس راہ کو اختیار کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کی انکے غضب و ناراضگی کی طرف لے جانے والے ہر قول و فعل سے حفاظت فرمائے۔

حضورؐ[2] نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں (ترمذی)

فائدہ: ہاں وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ کی دُھن۔ دھیان۔ ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ سے فرصت نہ ہو وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

حضورؐ[3] نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال

---

(۱) غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۲ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ

(۲) خطبات الاحکام صفحہ ۹۲ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

(۳) تفسیر مظہری، معارف القرآن جلد، پ ۲۴ ع ۱۰ سورہ مؤمن صفحہ ۹۲ مفتی شفیع صاحب

نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے (ترمذی۔ حاکم۔ ابن ماجہ)

نوٹ ۔ دعا نہ مانگنے والوں پر غضب الٰہی کی وعید اس صورت میں ہے کہ نہ مانگنا تکبر اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھنے کی بنا پر ہو۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال (دعا) نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتے ہیں (ترمذی حدیث مرفوع)

فائدہ: کبھی سوال نہ کرنا غلبۂ رضا برقضاء اور شانِ تسلیم میں ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ تجویز خداوندی میں تبدیل کی درخواست کو سوءِ ادب سمجھتے ہیں، یہ حالت تو مذموم اور بُری نہیں، یہ اس لئے کہ اسکا منشا تو تعلق مع اللہ ہے اگرچہ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس میں بھی اپنی عبدیت اور کمزوری کے اظہار کے لئے سوال (دعا) بھی کرے اور راضی برقضا بھی رہے کہ اگر عطا نہ ہو تو غصہ اور شکوہ نہ کرے گا مگر حدیث بالا میں جس طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر چونکہ سوال نہ کرنا یہ براہ کبر و تکبر ہوتا ہے کہ ہاتھ پھیلانے میں عار و شرم معلوم ہوتی ہے، یا براہ استغنا (بے پرواہ) ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ماتحت و محتاج اور غلام نہیں سمجھتا، لھذا غضبِ خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔

الحمدللہ۔ فضائلِ دعا کے سلسلہ میں کافی احادیث نبویہ مع شرح و فوائد کے تحریر کی گئی ہیں۔ اب آگے اکابرینِ امت کے چند ملفوظات دعا کی ضرورت و اہمیت کے متعلق تحریر کئے جارہے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہونگے۔

گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرو قبول ہوگی حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات (زیادہ) پسند ہے کہ بندہ سر ہو کر (یعنی ڈٹ کر۔ خوب اصرار کر کے) اللہ تعالیٰ سے مانگے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّيْنَ فِي الدُّعَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں دعا میں (اصرار کے ساتھ) گریہ وزاری کرنیوالوں کو (از۔ کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۲۰، شیخ عیسیٰ الہ آبادیؒ)

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۱۳۸۸ الشیخ عاشق الٰہی میرٹھیؒ

تین قلوب کے ساتھ دعا کرو عارف باللہ حضرت شیخ خواجہ علی رامتینیؒ فرمایا کرتے تھے، جب تین قلوب ایک میں جمع ہو کر دعا کرتے ہیں تو ایسی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک سورۂ یٰسین کہ جو دل ہے قرآن مجید کا۔ دوسرا شب آخر (یعنی سحر و تہجد کا وقت) جو دل ہے رات کا اور ایک دل اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے کا ہے۔ لھذا جس وقت یہ تینوں دل جمع ہو جاتے ہیں تو دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ تہجد کے وقت اٹھ کر نماز تہجد میں سورۂ یٰسین پڑھ کر یا نماز تہجد سے فارغ ہو کر سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنے کے بعد دل سے دعا کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ تین دلوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کی جانے والی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔

دعا میں دنیا مانگو تب بھی وہ عبادت ہے حضرت تھانویؒ نے فرمایا دعا میں ایک امتیاز یہ ہے کہ دین و دنیا دونوں منافع کو جمع ہے۔ یعنی تدابیر دنیا میں سے بھی یہ ایک تدبیر ہے اور سب سے بڑی تدبیر ہے، اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ دعا ہر حال میں (گو دنیا ہی مانگی جائے بشرطیکہ ناجائز اور حرام شئی کی دعا نہ ہو) ثواب و عبادت ہے۔ دیگر عبادات میں اگر دنیا کی آمیزش ہو جائے تو وہ عبادت نہیں رہتی اور اگر مقصود ہی دنیا ہو تو پھر بُطلانِ عبادت ظاہر ہے، مگر دعا سے اگر دنیا ہی مطلوب ہو جب بھی وہ عبادت ہے، کیونکہ دعا میں عبادت کی شان ہر حالت میں باقی رہتی ہے۔

اسکے علاوہ دعا کی فضیلت عقلی دلیل سے ثابت کرتے ہوئے حضرتؒ نے فرمایا، تدبیر میں انسان اپنے جیسے عاجز کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کرتا ہے خواہ قالاً ہو یا حالاً، اور دعا میں ایسے سے مانگتا ہے جو سب سے زیادہ کامل القدرۃ ہے اور جس کے سب محتاج ہیں اور عقل سے پوچھو تو وہ بھی یہی کہے گی جو سب سے قادر تر ہے اسی سے مانگنا اکمل و انفع ہے، پس یقیناً یہ تدبیر (یعنی حاجات و ضروریات وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا) یہ ہر تدبیر سے بڑھ کر ہے۔

---

(۱) معیار السلوک صفحہ ۸، حضرت شیخ مولانا شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی جیپوریؒ (۲) انفاس عیسیٰ حصہ ۱ صفحہ ۱۱، ملفوظات حضرت تھانویؒ، مرتب حضرت مولانا سید محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادیؒ۔

کیونکہ اور تدابیر بھی حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہی کامیاب ہو سکتی ہیں۔ تو پھر جو شخص اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ ضرور کامیاب ہو گا۔

حضرت تھانویؒ کے مذکورہ ملفوظ کی مزید تائید و وضاحت کرنے والا بہت افزا بہترین ملفوظ صاحبِ معارف القرآن نے تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں، عارفین نے فرمایا جو شخص دنیوی حاجات و ضروریات کے لئے دعا مانگنے کو بزرگی کے خلاف سمجھتا ہے وہ مقام انبیاء علیہم السلام اور تعلیماتِ اسلامیہ سے بے خبر اور جاہل ہے۔ (جلد ۱ پا۲ ع ۹ صفحہ ۴۹۲)

خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ سے مانگو علامہؒ مہائمیؒ تحریر فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بدون اجرت طے کئے حضرت شعیب علیہ السلام کے جانوروں کو پانی پلایا۔ اسکے بعد کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ○ (پا۲۰ ع ۶) یعنی اے میرے پروردگار جو نعمت بھی قلیل یا کثیر آپ میرے لئے بھیج دیں میں اسکا سخت حاجت مند ہوں۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تو کچھ اجرت ٹھیرا لیتے۔ مگر باوجود سخت بھوک کی حالت کے بدون اجرت کام کر دیا۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول فرمائی، اُدھر بچیوں کو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ، اس پانی پلانے والے کو بلا کر لے آؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے عرصہ تک بکریاں چرائیں، اور اپنی لڑکی سے شادی بھی کرادی۔ مطلب یہ کہ اخلاص وللہیت کے ساتھ جب کوئی آدمی مخلوق کی لوجہ اللہ خدمت کر کے اللہ تعالیٰ سے اسکا اجر مانگے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے مخلص خدام کی دعا قبول فرمالیتے ہیں۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ، ہمیشہ نظر اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر رہے۔ خوشی غمی ہر حالت میں اسی خالق و مالک سے مانگتے رہا کریں مخلوق پہ نظر نہ ہو۔

بیک وقت دین کے سارے شعبوں میں شرکت کا طریقہ قطب عالم حضرت

(۱) معرفت الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۹۹ ملفوظات شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ، مرتب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ،

شیخ الحدیثؒ صاحبؒ نے فرمایا "میرے پیارو تم اپنے وقت کی قدر کرلو۔ (خانقاہ میں) باتیں بالکل نہ کرو۔ ہم سب کی نیت یہ ہو کہ دنیا میں جتنے دین کے شعبے چل رہے ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ پروان چڑھائے۔ مساجد، مدارس، مراکز اور خانقاہوں کے لئے جتنی دعائیں کرو گے اتنی ہی اس میں ترقی ہوگی اور اتنا ہی آپ کو ثواب بھی ملے گا۔ پیارو، تمہارا دین کے سارے کاموں میں لگنا تو مشکل ہے، ہاں دعا کے ذریعہ سب کاموں میں شرکت ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ (بخاری شریف) ایک (دعا کے) عمل میں جتنی نیت کرلو گے سب کا ثواب ملے گا"۔

مناجات میں جنت کی حلاوت عارف ربانی شیخ ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا[2]۔ جتنا مزا کھیل کود کے شوقین کو اپنے کھیلوں میں آتا ہے، شب بیداروں کو اپنی راتوں میں اس سے کہیں زیادہ مزہ آتا ہے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا کہ دنیا میں کوئی لذت ایسی نہیں جو اہل جنت کی لذت کے مشابہ ہو سوائے مناجات (دعا) کی حلاوت کے جسکو اہل نیاز (اولیاء اللہ) رات (تہجد) کے وقت اپنے دلوں کے اندر پاتے ہیں۔ پس مناجات کی حلاوت شب بیداروں کے لئے ایک قسم کا انعام ہے جو دنیا ہی میں انکو ملجاتا ہے۔

کتنا بلند مقام ہے دعا کرنیوالوں کا اور کیا شان ہے دعا کی کہ اسی فانی دنیا میں گویا جنت کی سیر کر کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں ایسی خوبیاں ہے دعا و مناجات میں۔

علامہ رومیؒ فرماتے ہیں مثنوی کا ایک[3] ملفوظ جو حدیث پاک کی ترجمانی کر رہا ہے اس پر فصل کو ختم کر رہا ہوں۔ علامہ رومیؒ فرماتے ہیں:۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے ——— عاقبت بینی ازاں در ہم سرے۔

یعنی پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مسلمانوں۔ اگر تم کسی دروازہ کو مسلسل (ہمیشہ) کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ تم اس دروازہ سے کوئی سر دیکھو گے۔

---

(۱) ماہنامہ، اقراء ڈائجسٹ، کراچی کا قطب الاقطاب نمبر حصہ ۲ صفحہ ۲۰۳ دسمبر ۱۹۸۹ء مفتی ولی حسن ٹونکیؒ (۲) انوار المحسنین، قصص الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۳۴ مترجم علامہ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ (۳) معارف مثنوی علامہ رومیؒ حصہ ۲ صفحہ ۲۲۵ شارح حکیم محمد اختر صاحب

مطلب یہ ہے کہ علامہ رومیؒ عقلی دلیل کے ساتھ سمجھا رہے ہیں کہ اگر کوئی گدا یا فقیر کسی کے دروازہ پر جا کر دستک دے اگر وہ دروازہ نہ کھولے تو وہ بار بار اسے کھٹکھٹاتا رہتا ہے تو کبھی نہ کبھی تو وہ دروازہ کھولے گا ہی۔ یعنی کچھ نہ کچھ اس گدا کو دے ہی دیگا۔ اسی طرح مسلمان اس سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے گدایانہ انداز میں اپنی جھولی پھیلا کر بار بار دعائیں مانگتا رہے گا تو یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ داتا اس کھٹکھٹانے (دعا مانگنے) والے کی طرف نظر کرم فرما کر اس کی جھولی میں کچھ نہ کچھ ڈال ہی دے گا یعنی بار بار مانگنے پر اس کی مرادیں ضرور پوری فرما دے گا۔

ماحصل یہ کہ ایک دنیا دار فقیر بار بار دھتکارے جانے پر بھی جب مانگنا اور دروازے کو کھٹکھٹانا نہیں چھوڑتا تو مخلوق کو بھی اپنے خالق و مالک اور اپنے حقیقی پالنہار سے مانگنے میں عار و شرم نہ آنی چاہئے۔ اس لئے بار بار مانگتے رہنا چاہئے۔

الحمدللہ۔ اس چوتھی فصل میں فضائلِ دعا کے متعلق نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی اور اسلافِ امت کے ملفوظات مع تشریح و فوائد تحریر کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ سعی و محنت کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر اسے لکھنے، پڑھنے اور سننے والوں کے لئے دارین میں خیر و بھلائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

★★★★★★★★★★★★★★★★

پانچویں فصل

☆ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں ☆

دعا مانگنے والوں کے فضائل اور نہ مانگنے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے متعلق آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور انکی تشریحات لکھنے کے بعد اب ایک اور مضمون کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اسکا عنوان ہے:۔

اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں

اس مضمون کو بھی قرآن مجید۔ احادیث نبویہ اور حضرات اکابرین امت کے گراں قدر ملفوظات و واقعات سے مزین کیا گیا ہے۔

اس باب میں:۔

عفوو درگزر کا موجیں مارتا ہوا سمندر۔ زندگی بھر صنم صنم کی مالا جپنے والے پر حال کا طاری ہوجانا۔ اور ایک عالم ربانی کی تلاش میں نکلنے پر سو آدمیوں کے قاتل کی مغفرت جیسے امید افزا مضامین لکھ کر خدا کی مخلوق کو اس ارحم الراحمین سے منسلک اور قریب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

یا ذا الجلال والاکرام!

ہمیں اپنے ان گراں مایہ احسانات کا شکر ادا کرتے ہوئے اتباعِ سنت و اتباعِ شریعت کی توفیق عطا فرما۔ آمین

★★★★★★★★★★★★★★★

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝

(پارہ ۸ ع ۹ سورۃ الاعراف)

ترجمہ: وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھکو گمراہ کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ میں انکے لئے آپکی سیدھی راہ پر بیٹھونگا، پھر ان پر حملہ کرونگا انکے آگے سے بھی اور انکے پیچھے سے بھی اور انکے داہنی جانب سے بھی اور انکے بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائے گا۔ (بیان القرآن)

خداوند قدوس کی شان کریمی پر حضرت شیخ مسیح الامت" کا عارفانہ ملفوظ

ایک مجلس میں قطب زماں عارف رموز معرفت حضرت شیخ مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا جنکا خلاصہ یہ ہے: جب شیطان نے غصہ میں آکر قسم کھالی کہ "مجھے جنت سے نکالنے اور راندۂ درگاہ کرانے کے صلہ اور بدلہ میں، مسلمانوں کی مرکزی عبادتوں کی راہ میں آکھڑا ہونگا، اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے ان سب جہات اربعہ سے آآکر، ورغلاکر انہیں بہکانے اور گمراہ کرنے کی جب وہ قسم کھا بیٹھا تو اس مردود کی اس قسم کھانے پر سارے آسمانوں کے فرشتے کانپ اُٹھے اور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوکر گڑگڑا کر دعاؤ التجاء کرنے لگے کہ "یا بارالٰہا" یہ مردود مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھا بیٹھا ہے اور آپ نے انہیں قدرت بھی وافر دے رکھی ہے جنکی وجہ سے اکثر و بیشتر کمزور مسلمانوں کا اس کے نرغے میں پھنس کر واصل بجہنم ہونے کا خطرہ ہے۔ یا اللہ! مسلمانوں کے حال پر رحم فرما، اور شیطان مردود کے پھندے میں پھنس جانے سے اس کی حفاظت فرما۔

جب مسلمانان امت کی زبوں حالی پر فرشتوں نے تڑپتے ہوئے رونا شروع کردیا تو اسی وقت ارحم الراحمین کی شان کریمی حرکت میں آگئی اور فرشتوں سے خداوند قدوس

نے فرمایا۔ اے فرشتو! اس مردود شیطان نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آگے پیچھے، دائیں بائیں ان چار جانب سے آنے کی قسم کھائی ہے۔ مگر اب بھی وہ مردود، دو طرف سے آنے کی قسم کھانے میں چوک گیا ہے۔ اوپر سے اور نیچے سے آنے کی قسم اس نے نہیں کھائی تم خوش ہو جاؤ کہ، مسلمانوں میں سے جو بھی (ہمیشہ نمازوں میں) سجدہ ریز ہوتے ہوئے اپنا سر اور پیشانی (نیچے) زمین پر رکھ دیگا تو میں اس کے سر سے لیکر قدموں تک کئے ہوئے سارے گناہوں کو گرا کر ختم کر دونگا۔ اور عبادات وغیرہ سے فارغ ہوکر اپنے دونوں ہاتھوں کو (اوپر) آسمان کی طرف پھیلاتے ہوئے میرے دربار میں وہ گڑگڑا کر ہدایت و مغفرت اور حاجات وغیرہ کی دعائیں مانگے گا تو انہیں ہدایت سے نواز کر مغفرت کر کے انکی (جائز) مرادوں کو بھی پورا کر تا رہونگا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس رحم و کرم اور ہدایت و مغفرت بھری خوشخبری کی آواز فرشتوں نے سنی، تو شکریہ ادا کرتے ہوئے انہوں نے اپنے سروں کو سجدوں سے اٹھالیا۔

فائدہ: مذکورہ واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق اور خصوصاً مسلمانان امت کے ساتھ کتنی شفقت پیار و محبت ہے جب اس رب کائنات کا ہم لوگوں کے ساتھ اتنا مشفقانہ سلوک ہے، تو پھر ہمیں بھی ایسے کریم آقا و داتا کے احسانات کو فراموش نہ کرنا چاہیے، اور ہر ممکن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی والے کام کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباعِ شریعت و سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرعون کی خباثت اور خدا کی رحمت

فرعون کی سرکشی تو دیکھئے کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قسم قسم کی اذیتیں دیں آپکو جھوٹا کہا گیا۔ قید خانہ میں ڈالنے کی دھمکیاں دی گئی، مزید بڑا غضب یہ کیا کہ خداوند قدوس کا مذاق اُڑاتے ہوئے، اپنے وزیر ہامان سے کہتا ہے فَاَوْقِدْلِیْ یٰھَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ ○: سورۂ قصص آیت ۳۸ یعنی اے ہامان میرے لئے سر بفلک (اونچی) عمارت بنا تا کہ اس پر چڑھ کر (العیاذ باللہ) میں تمہارے خدا کی خبر لوں۔ اس قسم کی بے شمار عصیان و نافرمانی کے باوجود جب وہ دریا سے

شور میں غرقاب ہونے لگا تو فرعون کی اتنی زبردست گمراہی اور مظالم کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو دیکھئے :۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فرعون دریائے شور میں غرق ہونے لگا اور غرق ہوتے ہوئے اسے عذاب آخرت کا مشاہدہ ہونے لگا۔ تو ایسے جان کنی کے عالم میں اس کی زبان سے ایمان کا کلمہ جاری ہوگیا۔ حَتّٰىٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ ؀ (پا ۱۱ ع ۱۴ سورۂ یونس) تو اس وقت اس کے متعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے (یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) یوں عرض کیا کہ۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے دریائے شور سے کیچڑ لے کر جلدی جلدی فرعون کے منہ میں ٹھونس دیا (کیچڑ سے فرعون کا منہ بھر دیا) یہ اس لئے کہ (اسکے بلبلانے اور تڑپنے پر) کہیں اس ارحم الراحمین کا دریائے رحمت جوش میں نہ آجائے اور کہیں اس ملعون کی مغفرت نہ ہوجائے۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے اندازہ لگائیں کہ جو شخص زمین و آسمان میں سب سے بڑا سرکش باغی اور نافرمان تھا۔ جس نے اتنا بڑا جرم اور گناہ کیا تھا کہ مردود شیطان بھی بغاوت میں انکے ہم پلہ نہ ہوسکا۔ یعنی شیطان نے نافرمانی اور حکم عدولی ضرور کی مگر اس نے خدائی کا دعویٰ تو کبھی نہیں کیا۔ مگر اس سلطان الشیاطین نے تو برملا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ کہہ کر سب سے بڑا خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس مقہور کی اتنی بغاوت کے باوجود حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے کو شک و شبہ ہوگیا کہ میرے خالق و مالک کی صفتِ رحیمی کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ اس بارِ الہٰا کی سنتِ قدیمہ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ فرعون کے زیادہ تڑپنے پر کہیں انکا دریائے رحمت جوش میں آکر انکی مغفرت نہ فرمادیں۔ اس لئے جلدی جلدی اس خبیث کا منہ بند کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث مقدسہ میں خداوند قدوس کی رحیمی و عفو در گزر کو دکھانا مقصود ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں پر بھی کتنے شفیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا ۱۱ ع ۱۴ سورۂ یونس صفحہ ۷۶

سکرات اور غرغرۂ موت کی تشریح یہاں پر دو باتیں اور رقم کیے چلوں تاکہ شبہ دور ہوجائے۔ ایک تو حدیث پاک میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ۔ حضور[1] نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول فرماتے رہتے ہیں جب تک غرغرۂ موت کا وقت نہ آجائے (رواہ ترمذی شریف)

تشریح: غرغرۂ موت سے مراد وہ وقت ہے جب نزع روح کے وقت سامنے فرشتے نظر آنے لگ جاتے ہیں، اس وقت دنیا کی زندگی ختم ہوکر آخرت کے احکام شروع ہوجاتے ہیں۔ اس لئے ایسے وقت میں کوئی عمل قابل قبول نہیں، نہ ایمان نہ کفر۔

سمندر میں غرق ہوتے وقت فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈالنے کی حکمت دوسری بات حضرت[2] مرشد تھانویؒ نے تحریر فرمائی وہ یہ کہ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا جو بعض احادیث میں آیا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ۔ رحمت سے مراد رحمتِ دنیوی ہے، اگر وہ سکرات کے وقت ایمان لے بھی آتا تو آخرت میں تو وہ کار آمد نہیں ہوسکتا لیکن شاید دنیا میں اس کو کچھ عرصہ کے لئے زندگی مل جاتی غرق ہونے سے بچ جاتا۔ مگر اس کا زندہ رہنا بھی دنیا میں (ان کی جبلی خباثت کی وجہ سے) فسق و فجور اور فسادِ عالم کا سبب بنتا اس لئے اس کا منہ بند کرنا چاہ رہے تھے۔

قارون کا تڑپنا اور دریائے رحمت کا جوش میں آجانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون کا واقعہ لمبا اور مشہور ہے اسلئے پورا واقعہ نقل کرنے کے بجائے مختصر طور پر اس کا ماحصل ہی تحریر کیے چلتا ہوں۔

حضرت[3] عبداللہ بن الحارثؓ سے روایت ہے۔ قارون نے مال و دولت کے نشے میں خدا و رسول سے بغاوت و نافرمانی کرکے جب انتہائی درجہ کا غلیظ الزام اور تہمت۔

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۴ پا ۱۱ ع ۱۳ سورۂ یونس صفحہ ۵۹۳ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پا ۱۱ ع ۱۳ سورۂ یونس صفحہ ۲۴۴ حکیم الامت تھانویؒ (۳) درمنثور، ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۵۱۵ عارف باللہ محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ۔

فاحشہ عورت کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھرے مجمع میں لگوانے کی کوشش کی، مگر بفضلہ تعالیٰ اس عورت نے صداقت کا اظہار کرتے ہوئے قارون کی گندی اسکیم کا برملا اظہار کر دیا۔ تو ایسے وقت میں دل برداشتہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور حکم پر زمین نے جب قارون کو نگلنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں عذاب الٰہی کی گرفت پر وہ بار بار چیختا چلاتا اور بلبلاتا رہا۔ عاجزی انکساری کرتا ہوا رحم و کرم کی بھیک مانگتا رہا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی کچھ نہ سنی اور زمین نے اسے پورے کا پورا نگل لیا۔ جب یہ واقعہ مکمل ہو چکا تو فوراً اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے میرے بندے موسیٰ (علیہ السلام) خوب سن لو، اگر وہ قارون مجھکو صرف ایک مرتبہ بھی پکارتا تو میں باوجود ان کی ہر قسم کی نافرمانی بغاوت اور طغیانی کے میں ان کو نجات دے دیتا۔

مال و دولت اور منصب کے نشے میں کھو جانے والوں کے لئے مقام عبرت

فائدہ: قدیم زمانے سے اہل دنیا کا ایک یہ بھی دستور چلا آرہا ہے کہ،

جو جتنا رئیس اور مالدار یا منصب و عزت کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے، اتنا ہی وہ اپنے مالک حقیقی اور پالنہار کا نافرماں، ناشکرا اور باغی ہوا کرتا ہے (الا ماشاء اللہ) اسی طرح اس قارون نے بھی کیا، حالانکہ اس وقت روئے زمین پر دنیوی اعتبار سے مال و دولت اور ہر قسم کے عیش و آرام و راحت کے ساز و سامان کے اعتبار سے شاید پوری دنیا میں قارون سے زیادہ رئیس اور کوئی نہیں ہو گا۔ ہر قسم کی نعمتیں اسے عطا کی گئی تھیں، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے شرافت انسانی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ اپنے منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرتا، مگر ایسا نہیں کیا، بلکہ دولت کے نشے میں اپنے مالک و خالق سے بغاوت و نافرمانی کی انکے سچے پیغمبر پر حیران کن الزامات لگانے پر اتر آیا۔ جب اللہ کے پیغمبر کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تو بحالت مجبوری اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ نصرت و مدد طلب فرمائی اور باذن اللہ زمین کو اسے پکڑنے کا حکم دے دیا گیا، زمین کے پکڑنے اور عذاب الٰہی کے آلینے پر قارون جو بلبلایا ہے اس کے متعلق وحی کے ذریعہ اس کریم خالق نے اپنے

عفو وکرم کا جو اظہار فرمایا ہے وہی یہاں دکھانا مقصود ہے کہ خدا اور سول کے ساتھ اتنی بغاوتوں کے باوجود ان کے متعلق یوں فرمانا کہ سن لو اے میرے بندے موسیٰ (علیہ السلام) تم کو اس پر ترس نہ آیا مگر وہ قارون مجھ کو صرف ایک بار بھی پکارتا تو میں اس کو نجات دیدیتا۔ عفو درگزر کا ایسا معاملہ تو صرف اس ارحم الراحمین کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے؟۔

ماحصل یہ کہ، روئے زمین کے سب سے بڑے باغی نافرمان اور کافر، فرعون، قارون، ہامان اور شیطان کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کا ایسا معاملہ ہے تو پھر ہم لاکھ بُرے اور گنہگار سہی مگر پھر بھی ہم انکے نام لیوا مسلمان بندے اور حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، اتنا بلند مقام ملنے کے بعد بھی خدا نخواستہ اگر کوئی مسلمان اس ارحم الراحمین کی رحمتوں سے مایوس اور نا امید ہو جاتے تو اس سے بڑی بد نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ لھذا ہر مؤمن مسلمان کو کسی حالت میں بھی اس سے مایوس ونا امید نہ ہونا چاہیے۔

عفو ودرگزر کا موجیں مارتا ہوا سمندر

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ ○

(پا ۳ ع ۸) اے ہمارے پروردگار، دارو گیر نہ فرمایئے، اگر ہم بھول جائیں، یا چوک جائیں۔

(بیان القرآن)

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں، سورۃ البقرۃ کے اخیر میں مسلمانوں کو ایک خاص دعا کی تلقین فرمائی ہے جس میں بھول چوک اور بلا واسطہ خطا کسی فعل کے سرزد ہونے کی معافی طلب کی گئی ہے۔

حکیم الامت[۱] حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، اس دعا میں تکوینی تکالیف سے بچنے کی بھی دعا ہے، جس میں دنیا و آخرت کی سب مصائب وعقوبات (سزائیں) داخل ہو گئیں، اس میں درخواست مغفرت اور اعداء پر غلبہ کی دعا بھی ہے جنکا حاصل یہ نکلا کہ ایک طرف تو اس مالکِ حقیقی کے ساتھ معاملہ کی درستگی کی دعا کی گئی۔ تو دوسری جانب انفرادی، اجتماعی طور پر اعداء سے نجات اور اُن پر حصول غلبہ کی دعا بھی ہو گئی۔

---

(۱) پا ۳ ع ۸ سورۃ البقرۃ، تفسیر بیان القرآن، جلد ۱ صفحہ ۰۰ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

مذکورہ دعا کی تفسیر کرتے ہوئے عارف باللہ حضرت شیخ ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحبؒ (مجاز بیعت حضرت تھانویؒ) نے فرمایا کہ[1]:

شہر کراچی میں ایک کروڑ سے زیادہ آبادی ہے۔ ان سب کا پیشاب پاخانہ کراچی سے متصل سمندر میں جاتا ہے مگر سمندر میں پانی کی ایک ہلکی سی موج آتی ہے اور ان ساری ناپاکی کو بہا کر لے جاتی ہے اور صاف کر دیتی ہے۔ اور ایسی صاف کرتی ہے کہ کوئی امام اس پانی میں نہا کر نماز پڑھائے تو سب کی نماز بھی ہو جائے گی۔ دھوبی سینکڑوں کپڑے اس میں دھو کر لا کر پہنائے تو سب پاک اور صاف ہو جاتے ہیں۔ تو جب ایک سمندر جو مخلوق ہے اور اسکی ایک موج میں یہ اثر و تاثیر ہے تو، اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور عفو و درگزر کا سمندر تو غیر محدود ہے تو کیا اس کی رحمت و مغفرت کی ایک موج ہمارے گناہوں کو معاف نہ کر دیگی؟ ضرور کر دیگی۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب و غصہ پر سبقت لے گئی اب یہاں سے خالقِ کائنات کی صفت ربوبیت و رحمانیت کے متعلق چند احادیث نقل کی جارہی ہیں جس سے آپ اندازہ فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ کس قدر مشفقانہ سلوک فرمارہے ہیں:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت[2] ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ نے خلق (ساری کائنات) کو پیدا کیا تو اسی وقت اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں یہ لکھ کر عرش میں محفوظ کر دیا کہ "بیشک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہو گئی" یا یوں فرمایا "میری رحمت میرے غضب پر سبقت کر گئی۔ (رواہ مسلم)

ایک روایت[3] میں اس طرح وارد ہوا کہ، اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا اسی دن رحمت کو بھی پیدا کیا۔ ان میں سے ایک رحمت زمین پر اتاری ہے جسکے سبب ماں

---

(۱) وعظ راہ مغفرت صفحہ ۲۱ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔

(۲) دوزخ کا کھٹکا صفحہ ۱۱۵ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ۔ (۳) زاد سفر ترجمہ ریاض الصالحین صفحہ ۲۴۲ مصنف شارح مسلم امام نوویؒ مترجمہ سیدۃ امۃ اللہ تسلیم لکھنوی۔

اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے اور جانور وغیرہ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں. جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ دنیا کی رحمت بھی اس ننانوے ۹۹ رحمتوں میں ملا کر پوری سو ۱۰۰ کر دی جائیگی ۔ (رواہ مسلم، ترمذی)

ایک روایت[1] میں اس طرح آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے سو ۱۰۰ رحمتیں ہیں ان میں سے ایک حصہ جن وانس جانوروں اور کیڑوں میں اتارا گیا، اسی سبب ایک دوسرے پر نرمی کرتے ہیں، ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہیں، ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے جانور اپنے بچوں پر نرمی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ننانوے ۹۹ حصے قیامت کے لئے رکھے ہیں، قیامت کے دن اپنے بندوں پر اس کے ذریعہ رحم کرے گا۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لئے سو ۱۰۰ رحمتیں ہیں، ان میں سے ننانوے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ ان میں سے دنیا میں اتارا، اس ایک حصہ کی بدولت مخلوق آپس میں محبت کرتی ہے، یہاں تک کہ جانور اپنے بچے سے اپنا کُھر (قدم) اس ڈر سے اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اس کو لگ نہ جائے۔ (رواہ مسلم، ترمذی)

ایک حدیث میں ہے "میرے غضب پر میری رحمت سبقت لے گئی" (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرۃؓ[2] سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو بنایا تھا اسی دن اسکے سو ۱۰۰ حصے کر دیے تھے ان میں سے ننانوے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھ لئے تھے اور صرف ایک حصہ ساری مخلوق کے لئے رکھا تھا۔

یا بار الہا! یہ صفت تحمل تو صرف آپ ہی کی ہو سکتی ہے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خداوند قدوس کے صبر و تحمل اور ان کی خالقیت و ربوبیت کے متعلق ارشاد فرمایا جن کا مفہوم اور خلاصہ اس طرح پر ہے:۔

---

(۱) زاد سفر ترجمہ ریاض الصالحین صفحہ ۲۲۲ مصنف امام نوویؒ، مترجمہ سیدۃ امۃ اللہ تسلیم لکھنوی ۔

(۲) ترجمان السنۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ محدث کبیر محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ ۔

حضرت[1] ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایذا تکلیف اور بری باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ زمین و آسمان میں اور کوئی بھی نہیں، لوگ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں ۱۔ اس کے لئے بیٹا اور لڑکا قرار دیتے ہیں ۲۔ ۳ خدا مانتے ہیں بلکہ سرے سے خدا کی خدائی ہی سے انکار کرتے رہتے ہیں، چھوٹے بڑے ہزاروں خدا مانتے ہیں شرک کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہزاروں قسم کی نعمتوں کے استعمال کے باوجود ان کی نافرمانی، ناشکری اور عصیان کرتے رہتے ہیں، مگر پھر بھی وہ ایسا حلیم اور رحمٰن ہے کہ سب کو اچھے سے اچھا کھلاتا پلاتا رہتا ہے، کیا اس سے بھی بڑا کوئی شفیق رحیم اور داتا زمین اور آسمان میں ہے؟ کوئی نہیں۔ (رواہ بخاری و مسلم)

سو آدمیوں کے قاتل کی مغفرت

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔ (پ ۵ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرونگا پھر اس کو موت آپکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا (بیان القرآن)۔

امام المفسرین علامہ[2] ابن کثیر اور سیدنا جیلانیؒ دونوں اکابر نے حدیث ہجرت کا مفہوم عام لیتے ہوئے ننانوے آدمیوں کے قاتل کی توبہ کے واقعہ کو بھی مذکورہ آیت کے تحت تحریر فرمایا ہے،

حضور[3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر عمل کا مدار نیت پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے، یہ حدیث عام ہے ہجرت وغیرہ تمام اعمال کو شامل ہے۔ صحیحین کی مشہور حدیث کے متعلق محدث عظیم سیدنا محمد بدر عالم صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں، حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سے پہلی

(۱) بوستان فاطمہ عارف باللہ حضرت شیخ صوفی عابد میاں نقشبندی عثمانی ڈابھیلیؒ۔

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۱ پ ۵ ع ۱۱ سورۃ النساء صفحہ ۸۸ علامہ ابن کثیرؒ۔

(۳) ترجمان السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۰ محدث کبیر سید محمد بدر عالم صاحبؒ۔

امتوں میں ایک آدمی تھا ۔ اس نے ننانوے قتل کئے تھے اس نے اس جرم و گناہوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے شہر کے سب سے بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا تاکہ وہاں جاکر طریق توبہ دریافت کرے تو اس کو ایک درویش کا پتہ بتلایا گیا ۔ وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں ۔ کیا اب بھی میرے لئے توبہ اور مغفرت کی صورت ہے ؟ اس درویش نے جواب دیا کہ نہیں تمہاری مغفرت نہیں ہو سکتی ۔ اس قاتل نے اس درویش کو بھی اسی وقت اسی جگہ پہ قتل کر کے رکھدیا اور سو کی تعداد پوری کر دی مگر چونکہ دل میں عذاب الٰہی اور فکر آخرت کی آگ لگی ہوئی تھی اس لئے پھر وہاں سے چل کر کسی اور بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا تو اب کی مرتبہ کسی اچھے عالم کا پتہ بتلادیا ۔ وہ قاتل اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ؟ تو اس برگزیدہ عالم نے جواب میں کہا کہ بھلا تیرے اور تیری توبہ کے درمیان میں کون حائل ہو سکتا ہے ؟ جاؤ فلاں بستی میں چلے جاؤ ! وہاں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے رہتے ہیں ۔ تم بھی وہاں جاکر انکے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاؤ ۔ اور سنو ! کہ تم وہاں سے واپس اپنے وطن کی طرف نہ لوٹنا یہ اس لئے کہ یہ معصیت کی زمین ہے ۔ یہ سن کر وہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا ۔

جب نصف راستہ پر پہنچا تھا کہ اسے موت نے آلیا ۔ اب یہاں رحمت و عذاب کے فرشتے آگئے اور اسے لے جانے کے لئے دونوں کے درمیان بحث ہونے لگی ۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ " یہ آدمی توبہ کر کے دلی توجہ کے ساتھ خدا کی طرف آرہا تھا ۔ تو عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے اپنی گذشتہ زندگی میں کبھی کوئی نیک کام کیا ہی نہیں تھا (یعنی سو آدمیوں کو قتل کر دینے کے علاوہ اور بھی دوسرے بہت سے ہر قسم کے گناہ کئے ہیں) اسی حجت بازی کے درمیان ان کے پاس انسانی شکل میں ایک اور فرشتہ آگیا ۔ تو انہوں نے فیصلے کے لئے اس کو اپنا حکم (قاضی جج) بنالیا ۔ اور اسے سارا واقعہ کہہ سنایا ۔ سماعت کے بعد اس نے کہا کہ تم دونوں طرف کی زمینوں کو ناپو ۔ جس طرف زیادہ قریب نکلے اسے ادھر ہی کا سمجھا جائیگا ۔ چنانچہ زمین ناپی

گئی تو معلوم ہوا کہ توبہ کی نیت سے جس طرف جا رہا تھا اس طرف کا فاصلہ کم نکلا چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کر لی (رواہ بخاری و مسلم، متفق علیہ)۔

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ موت کے وقت یہ اپنے سینے کے بل نیک لوگوں کی بستی کی طرف گھسٹتا ہوا پھسل گیا (رواہ ابن کثیر)۔

ایک[1] اور روایت میں یوں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ایک حصے کی طرف وحی نازل کی کہ تو دور ہو جا اور دوسرے حصے کو حکم دیا کہ تو (صالحین کی بستی کے) قریب ہو جا پھر حکم دیا گیا کہ اب زمین کی پیمائش کی جائے چنانچہ جب پیمائش کی گئی تو صالح لوگوں کی جانب ایک بالشت زمین قریب نکلی چنانچہ اس کی بخشش ہو گئی۔

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ توبہ کی نیت کرنا اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرنا کس قدر فائدہ مند ہے جب تک نیکیوں کا پلا بھاری نہ ہو گا نجات ناممکن ہے چاہے وہ نیکی ایک ذرہ کے برابر ہی ہو۔

سو بے گناہ قتل کیے جانے والی حدیث پر محدث بدر عالمؒ کی محدثانہ و عارفانہ نکتہ سنجی

سیدنا بدر[2] عالم صاحب مذکورہ حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ایک بے گناہ قتل پر دائمی عذاب کا ہونا یہ آئینِ عدل ہے۔ اور سو ۱۰۰ بے گناہ قتل پر اغماض (چشم پوشی کرنا) یہ آئین فضل ہے۔

یہ قادرِ مطلق کی مرضی اور وقت کی بات ہے۔ جس آئین پر چاہے عمل کرے۔ یہاں اس کا فضل صورتِ عدل میں نمودار ہوا۔ اس لئے زمین ناپی گئی۔ اور صرف ایک بالشت بھر زمین کی زیادتی پر غلبۂ رحمت نمودار اس لئے ہوا کہ آئین فضل کا بھی مظاہرہ ہو جائے۔

یَدْعُوْنَ خَوْفاً وَّ طَمَعاً ۝ اپنے رب کو اس طرح پکارنا چاہیے کہ اس کے قہر کا خوف اور اسکے مہر کی طمع ہر وقت لگی رہے۔

---

(۱) غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۹۳ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ (۲) ترجمان السنۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۷ عارف باللہ حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ۔

پچاسؓ سال تک رحمت کا وعظ کہنے والے کی مغفرت عارفؒ باللہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ نے ایک مجلس میں فرمایا، اللہ تعالیٰ کی اپنے بندو پر اس قدر رحمت ہے کہ خداوند قدوس خود یوں فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو اگر تم ہماری رحمت سے ناامید ہوگئے تو یاد رکھو کافر ہوجاؤ گے۔ اللہ اکبر! کس قدر رحمت کی شان اس عنوان میں موجود ہے جہنم کے عذاب سے ڈرا کر اپنی رحمت کا امیدوار بنا رہے ہیں۔ حضرت شاہ پھولپوریؒ نے فرمایا ایک عالم (واعظ) نے پچاس سال تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وعظ فرمایا تھا، جب انکا انتقال ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا، میرے اس بندے نے پچاس سال تک میرے بندوں کو میری رحمت کا وعظ سنایا ہے، مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس بندے سے حساب لوں۔ جاؤ لیجاؤ! اس کو جنت میں داخل کردو میں نے بھی اپنی رحمت سے اس کو بخش دیا۔

فائدہ: مذکورہ بالا پچاس سالہ واعظ کی مغفرت والے واقعہ میں واعظین ومقررین کے لئے درس عبرت ہے کہ وعظ کہتے وقت، ماحول، سامعین کے مذاق اور موقع شناسی وغیرہ کو مدنظر رکھ کر تقاریر ومجالس کی جائیں۔ اور جہاں تک ہوسکے خداؤ رسول کی اطاعت وفرمابرداری کی تلقین اور مشفقانہ انداز میں نافرمانی معصیت سے اجتناب کا احساس دلاتے ہوئے رحمت ومغفرت کی روایات وواقعات سنا کر مسلمانوں کے دامن کو اس کریم ذات کے ساتھ وابستہ رکھنے کی ترغیب دی جائے۔

مسلمان، اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوس، دینی خدمات وعبادات وغیرہ سے خستہ دل ہوجائیں ایسے بیانات سے احتراز کیا جائے۔

دو[۲] جامع دعا مانگنے پر عالمگیر دولت سے نوازے گئے ایک روایت[۲] میں ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے وصال کے بعد خود اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا، اے سلیمان (علیہ السلام) مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو تم جو مانگو گے وہ عطا کیا

(۱) معرفت الٰہیہ حصہ ۲ صفحہ ۲۳، ملفوظات شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ، مرتب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پارہ ۲۳ سورۃ ص صفحہ ۹۹ علامہ ابن کثیر۔

جائیگا۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوؔ دعائیں مانگی۔ پہلی دعا یہ مانگی:۔

(۱) یا اللہ مجھے ایسا دل دے جو تجھ سے ہمیشہ ڈرتا رہے۔ جیسے کہ میرے والد محترم (حضرت داؤد علیہ السلام) کا دل آپ سے خوف کیا کرتا تھا۔ دوسری دعا یہ مانگی:۔

(۲) یا اللہ میرے دل میں اپنی ایسی محبت ڈالدے جیسے آپ نے میرے والد بزرگوار کے دل میں اپنی محبت ڈال دی تھی۔ یہ دعا سن کر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ میرا بندہ میری عین اطاعت کے وقت بھی مجھ سے میرا ڈر اور محبت مانگتا ہے۔ مجھے اپنی ذات کی قسم میں اسے اتنی بڑی سلطنت (حکومت) دونگا جو اس کے بعد ویسی حکومت کسی کو نہ ملے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی بے مثل نعمتوں سے نوازا کہ حکومت کے اعتبار سے ان کی ماتحتی میں ہوائیں۔ انسان۔ جنات۔ چرند۔ پرند اور جملہ مخلوقات کو ان کی مطیع و فرمانبردار بنادیا۔ اس کے علاوہ مزید اس قدر ملک و مال انہیں عطا کرنے پر بھی قیامت کے دن انہیں حساب و کتاب سے آزاد کردیا گیا۔

فائدہ:۔ پیغمبرانہ انداز دعا میں بڑی جامعیت ہوا کرتی ہے۔ بڑے۔ بڑے ہوا کرتے ہیں بڑوں کے سامنے مرکزی نکتہ فکرِ آخرت اور رضائے الٰہی ہوا کرتا ہے ان کی ہر اداؤں میں نسبت و تعلق مع اللہ کی جھلک ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے ہمیں ایسے مقبولان بارگاہ خداوندی کا دامن تھامے رہنا چاہئے تاکہ انکی نسبت و برکت سے رحمت کے چھینٹے ہمارے دامن میں گر کر وہ ہماری نجات و مغفرت کا سبب بن جائے۔

اب یہاں سے اس فصل کی مناسبت سے مزید۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتوں۔ کے چند واقعات و روایات زیرِ قلم کئے چلتا ہوں جس سے مشہور مقولہ "رحمت خدا بہانہ می جوید" کا ایک حقیقی نقشہ مشاہدہ کی شکل میں ہمارے سامنے آجائے جنکے ذریعہ شاید اللہ تعالیٰ ان واقعات و روایات کے نقل کرنے پڑھنے اور سننے والوں کو رجوع و انابت الی اللہ نصیب فرمادیں۔

زندگی بھر صنم صنم کی مالا جپنے والے پر حال طاری ہو گیا

اکابرین امت سے منقول ہے کہ جیسی بھی ٹوٹی پھوٹی عبادتیں ہوتی ہو وہ کئے جاؤ۔ رحمت سے مایوس و ناامید نہ

ہو، ایک نہ ایک دن تم پر رحم آہی جائے گا، اور اپنوں پر کیوں رحم نہ کرے گا جبکہ وہ تو غیروں اور دشمنوں پر بھی ایسا مہربان ہے کہ، ایک بت پرست زندگی بھر صنم صنم (اومیرے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مرتی خدا) کا ورد کرتا رہا، ایک مرتبہ بھولے سے اتفاقاً اسکی زبان سے صنم کے بجائے صمد (اللہ خدائے بے نیاز) نکل گیا۔ تو فوراً اسی وقت آواز آئی۔ لَبَّیْكَ یَا عَبْدِیْ

اومیرے بندے میں ہر وقت سب جگہ سب کے لئے حاضر ناظر وسامع ہوں۔ بس اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ آواز آنی تھی کہ اس بت پرست کافر پر ایک حال طاری ہوگیا اور اسی وقت زندگی بھر جس بت کی پوجا (عبادت) کی تھی جلال میں آکر یہ کہتے ہوئے زور سے لات مار کر اسے اوندھے منہ ڈالدیا کہ پوری زندگی میں تیرا نام جپتا (لیتا) رہا مگر کبھی بھولے منہ سے بھی تو نے مجھے جواب نہ دیا اور اسی وقت کلمہ پڑھکر وہ مسلمان ہوگیا۔ تو کام کئے جاؤ وہ کسی کو محروم نہ رکھے گا۔

امام وقت اور ایک مکھی کی دل جوئی حجۃ الاسلامؒ حضرت امام غزالیؒ کی مغفرت کے متعلق علامہ شعرانیؒ نے عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ عارف ربانی امام غزالیؒ کے وصال کے بعد انہیں کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت خوش وخرم نظر آرہے ہیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ، اے امام صاحب! آپکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ تو علامہ غزالیؒ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور میری مغفرت فرمادی، اس کے بعد فرمایا کہ میری مغفرت کا واقعہ یہ ہوا کہ، جب میں کتابیں لکھنے بیٹھتا تھا تو کتابت کے دوران کبھی کوئی مکھی قلم پر بیٹھ کر سیاہی (روشنائی) پی لیا کرتی۔ تو جب تک وہ مکھی پی کر اڑ نہ جاتی تھی اس وقت تک میں صبر کرتا رہتا تھا اور لکھنے سے باز رہتا تھا، اور جب وہ اُڑ کر چلی جاتی تھی تب میں پھر لکھنا شروع کردیتا تھا۔ تو اس مکھی کی دل جوئی کرنے اور اسکی خاطر اتنی دیر تک انتظار پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔

ادنیٰ نیکی کا عظیم صلہ حضرت امام غزالیؒ کی مغفرت کے متعلق ممکن ہے اور بھی

---

(۱) سنن کبریٰ لشعرانی، موت کا جھٹکا صفحہ ۳۶۹ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ

مختلف قسم کے واقعات ہوں، من جملہ ان میں سے ایک مذکورہ واقعہ بھی منقول ہے۔

خیر۔ اس واقعہ میں بہت سی نصیحت آمیز چیزیں ملے گی، ایک تو یہ کہ چھوٹے سے چھوٹی نیکی کو بھی ادنیٰ سمجھ کر اسے چھوڑنا نہ چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ علم الٰہی میں ہماری ہدایت و نجات ایسی معمولی چیزوں میں مستور و مقدر ہو۔

دوسری چیز یہ کہ حضرت امام غزالیؒ جیسے متبحر عالم ہو کر جن کے ہاں ایک ایک منٹ اور وقت کی عظیم قدر و منزلت ہوا کرتی تھی ایک مکھی جیسی معمولی چیز کے لئے انتظار کرتے رہنا یہ پتھر کی چٹان سینے پہ رکھنے سے کچھ کم وزن محسوس نہ ہوتا ہوگا، مگر قربان جائیں انکے اس حلم و بردباری پر اور خدا کی ایک بے دام ادنیٰ مخلوق کو نظر شفقت و محبت سے دیکھنے پر کہ اسے بھی خدا کی ایک مخلوق ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا بارگاہ خداوندی میں جرمِ عظیم سے کم تصور نہ گردانا۔ بڑے ایسے ہوا کرتے ہیں، اور ہمیں ان سے ایسے اخلاق کریمانہ سیکھنا چاہیے اسے محض ایک تفریحی قصہ نہ سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی سمجھ عطا فرمائے۔

صرف ایک مجلس وعظ سے کئی کئی لاشیں اُٹھائی گئی

خداوندِ قدوس کو اپنی مخلوق اور اپنے بندوں سے کتنی محبت ہے۔ اسکے متعلق شیخ العربؒ والعجم نے حضرت غوث پاکؒ کا واقعہ بیان فرمایا ہے، اس سے اندازہ لگ جائے گا کہ اس مالک حقیقی کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کے ساتھ کس قدر انس و محبت ہے۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ سیدنا حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ نے وعظ میں چالیس سال تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان فرمایا۔ پھر بڑے پیر صاحب کے جی میں آیا کہ رحمت کا وعظ سن سن کر لوگ نڈر و بے خوف ہو گئے ہونگے۔ لھذا اس جبار و قہار کے غضب کا بھی کچھ حال بیان کروں تو مصلحت و مناسب ہے تاکہ لوگ نڈر و بے خوف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک دن کچھ (تھوڑا سا) قہر خداوندی کا حال بھی بیان فرمایا، تو لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ کئی کئی لاشیں مجلس وعظ سے اُٹھائی گئیں۔

اس وقت سیدنا جیلانیؒ کو الہام کے ذریعہ اس بات کی طرف رہنمائی فرمائی گئی کہ

اے میرے بندے! کیا چالیس سال ہی میں ہماری رحمت ختم ہو گئی؟ تم نے میرے بندوں کو خواہ مخواہ ہلاک کیا اگر تم عمر بھر ہماری رحمت کا بیان کرتے رہتے تو بھی میری رحمت ختم نہ ہوتی [1]

سیدنا بسطامیؒ غزالیؒ اور جیلانیؒ یہ فرماتے ہیں

یہ بات ذہن نشین فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بے جا ڈرا دھمکا کر اس کی رحمت سے مایوس کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

دوسری نصیحت ہمیں یہاں پر یہ ملتی ہے کہ بقول عارف "از دل خیزد بر دل ریزد" یعنی جو بات اخلاص و للّہیت کے ساتھ دل سے نکلتی ہے اس کی چوٹ سیدھی سامعین کے دل پر جا گرتی ہے اور زندگی کی کایا پلٹ جایا کرتی ہے، اس لئے یہ چیز پیدا کرنے کے لئے اہل علم خدام دین اور واعظین کو چاہئے کہ کچھ عرصہ خانقاہوں میں جا کر اہل اللہ کی خدمت میں رہ کر اخلاقِ رذیلہ کا تزکیہ اور اوصافِ حمیدہ کی مشق کر کے اخلاص کی قیمتی مایہ اور ایمان میں جلا پیدا کرنے کی سعی کرتے رہا کریں، اس کے بعد مخلوق اور دین متین کی خدمت کا مشغلہ اختیار کریں ورنہ عبادات و خدمات بے نور و بے اثر ہوں گی۔

سیدنا جیلانیؒ کی زبان و بیان میں اثر و تاثیر صحرا نوردی اور متبع سنت اولیائے کرام کی خانقاہوں میں جا کر، فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کی منزلیں طے کرنے اور اپنے آپ کو مٹا دینے کے بعد حاصل ہوئی تھی۔ عارف باللہ حضرت شاہ محمد احمد پرتاپگڑھی نقشبندیؒ فرماتے ہیں:

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ ہو حاصل
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی
مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت [2] میں
یہی کہتے ہیں بسطامیؒ غزالیؒ اور جیلانیؒ

★ ———— ★

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا [3]

---

(۱) کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۵ (۲) محبت شیخ و محبت خدا و رسول (۳) اکبر الہ آبادیؒ

اے پیغمبر (علیہ السلام) کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے بندوں کے دل ٹوٹ جائے

خدا وند قدوس کو اپنے بندوں سے کتنی محبت اور لگاؤ ہے اس کے متعلق یہاں پر ایک پیغمبرانہ واقعہ نقل کیا جارہا ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوجائے گا کہ انسانوں میں سب سے اونچا طبقہ جسے انبیائے کرام (علیہم السلام) کہا جاتا ہے ان میں سے ایک اُولوا العزم پیغمبر سے کہا جارہا ہے کہ میرے بندوں کا خیال رکھنا، تمہارے اس عمل سے کہیں وہ میری صفت رحیمی و کریمی سے مایوس نہ ہوجائیں۔

منقول ہے کہ حضرت[1] یحییٰ علیہ السلام پر خشیت (خوف خدا) کا بہت غلبہ تھا اور زیادہ وقت انکا رونے میں گزرتا تھا یہاں تک کہ روتے روتے انکے رخساروں کا گوشت بھی گل کر گر پڑا تھا کیونکہ آنسوؤں میں ایک قسم کی تیزابیت ہوتی ہے، اس لئے آپ کی والدہ روئی کے پھائے رخساروں پر چپکا دیا کرتی تھی تاکہ چہرا بدنما نہ معلوم ہو۔ حضرت زکریا علیہ السلام کسی مجلس میں عذاب نار کا ذکر فرماتے تو پہلے یہ دریافت فرمالیتے تھے کہ اس مجلس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام تو نہیں؟ جس مجلس میں وہ ہوتے تو اس میں عذاب کا ذکر نہ فرماتے

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا، کہ "اے یحییٰ (علیہ السلام) تم تو اتنا روتے ہو کہ گویا تم کو اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید ہی نہیں" یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا کہ " اے عیسیٰ علیہ السلام تم تو اتنا ہنستے ہو کہ گویا تم کو قہر الٰہی کا اندیشہ ہی نہیں" دونوں نے ایک دوسرے کو جواب دیدئے، اور خاموش ہوگئے اب خدا وند قدوس کا دریائے رحمت جوش میں آیا تو فیصلہ صادر فرمایا اور وحی نازل فرمائی کہ، کہ اے یحییٰ (علیہ السلام) خلوت میں تو تم ایسے ہی رہو جیسے اب ہو (یعنی تنہائی میں رونا بُرا نہیں) اور میری مخلوق کے سامنے ویسے رہو جیسے عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں یعنی ہنستے مسکراتے رہا کرو، میرے بندوں کے سامنے زیادہ رویا نہ کرو، کہیں ہمارے بندوں کا دل ٹوٹ نہ جائے اور مایوس نہ ہوجائے اللہ اللہ! حق تعالیٰ کو اپنے بندوں کی کس قدر رعایت ہے کہ انکا دل نہ ٹوٹنے پائے اور دوسری طرف

---

(۱) وعظ "النور" ، در بیان سیرت النبیؐ صفحہ ۲۵۲ مواعظ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وحی آئی آپ سے فرمایا گیا اے عیسیٰ (علیہ السلام) ہمارے بندوں کے سامنے تو تم ویسے ہی رہو جیسے اب تک ہو (یعنی تبسم کنا) اور خلوت میں ویسے رہو جیسے (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) ہیں۔ یعنی خلوت میں ہمارے عذاب کو یاد کرکے رویا کرو۔ یہ عجیب فیصلہ ہے جس میں ہر ایک کو اس کی حالت سے کچھ کچھ ہٹایا گیا۔

ایسی بے مثال طاقت و قوت رکھنے والا اور کوئی ہے؟ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روایات کے ذیل میں جو اپنے پروردگار سے روایت فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (یہ حدیث قدسی ہے) اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے۔ پس آپس میں تم (ایک دوسرے پر) ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر میں جسے ہدایت دیدوں، پس مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دونگا۔ اے میرے بندو! تم سب فقیر و محتاج اور بھوکے ہو، مگر میں جسے کھانا کھلاؤں (اور غنی کردوں) پس کھانے کو مجھ سے مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤنگا (اور رزق دونگا)۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر میں جسے کپڑا پہناؤں، پس مجھ سے پہننے کو مانگو، میں تمہیں پہناؤنگا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہ معاف کرتا ہوں پس مجھ سے استغفار کرو میں گناہ معاف کردونگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر تمہارے انسان اور جنات اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تر اور خشک سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں، اور (سب مل کر) مجھ سے مانگنے والے اپنی تمنا آرزو اور حوصلہ کے موافق (جو چاہے جتنا چاہے سب کچھ) مانگے اور میں سب کی تمناؤں اور انکے سوالوں کو پورا کردوں، تب بھی میری ملک و مملوکات میں کچھ بھی کمی نہ آئیگی، مگر جیسے تم میں سے کوئی دریا کے کنارہ پر گذرے اور اسمیں ایک سوئی ڈبو کر نکالیں،

اب تم ہی بتلاؤ کہ اس سے دریا کے پانی میں کیا کمی آئیگی؟ (یعنی کچھ بھی کمی نہیں آتی) پس یہ سب اس لئے ہے کہ سخاوت اور بزرگی والا میں ہی ہوں میری عطا صرف

---

(۱) انوار الدعا صفحہ ۸ از رسالہ "الہادی" ماہ محرم ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ۔

امر کن کہہ دینا ہے۔ جب میں کسی چیز کو چاہتا ہوں تو صرف اس کو میں کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (رواہ مسلم و ترمذی)

فائدہ: حدیث مقدسہ کی تشریح کی زیادہ ضرورت نہیں۔ اس میں بہت کچھ آ گیا۔ اسے سمجھنے اور مانگنے والوں کی ضرورت ہے اس حدیث قدسی میں خدا کی خدائی ان کی طاقت و قوت، ان کی بے نیازی، ان کی عطائیں و عفاری وغیرہ کوئی ایسی چیز نہیں جنکا تذکرہ اس حدیث پاک میں نہ کیا گیا ہو، اس خالق و مالک کے لامتناہی خزانے اور ان کی عطا و کرم نوازی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سلطان العارفین کا ایک چھوٹا سا ملفوظ جو بڑی جامعیت لئے ہوئے ہے یہاں نقل کئے دیتا ہوں تاکہ مانگنے والوں کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوتے ہوئے چلے جائیں:۔

سلطان العارفین نے مانگنے والوں کے لئے راہیں کھولدیں

سید العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں، اگر تمہیں بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسی ہم کلامی اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جیسی خلت بھی عطا کر دی جائے تب بھی اس سے زائد کا مطالبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں اس سے بھی کہیں زیادہ عطائیں موجود ہیں۔

ہمارے کارناموں کا چیک ہمیں واپس لوٹا دیا جائیگا

اوپر جو حدیث تحریر کی گئی، اسی کے مانند دوسری ایک بڑی حدیث ہے، قدرے تفاوت کے ساتھ یہاں لکھی جارہی ہے اس میں عطا و مغفرت کے ساتھ ان کی شان عظمت و بے نیازی کا ظہور فرمایا گیا ہے۔ حدیث لمبی ہے اوپر کا مشترکہ حصہ چھوڑ کر اخیری حصہ نقل کئے چلتا ہوں۔

حدیث قدسی ہے، حضرت[2] ابو جندب بن جنادۃؓ سے روایت ہے حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے میرے بندو! تم سب رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں، سو مجھ سے بخشش مانگو میں تم کو بخش دونگا، اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان اور جن سب کے سب نہایت متقی

(۱) اخبار الاخیار صفحہ ۲۶۲ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ (۲) زاد سفر مترجمہ امۃ اللہ تسلیم لکھنوی

اور پرہیز گار ہو جائیں تو اس سے میرے مُلک میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو! تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جن سب کے سب نہایت ہی بدکار فاسق وفاجر ہو جائیں تو اس سے بھی میرے مُلک میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جن سب کے سب ایک چٹیل میدان میں جمع ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں تو میں سب کو ہر ایک کے حسب منشا پورے پورا دونگا۔ اسکے باوجود میری خدائی اور میرے خزانے میں ایک ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئیگی۔ اے میرے بندو! بیشک یہ تمہارے اعمال ہیں۔ اس کو میں گنتا ہوں (یعنی محفوظ رکھتا ہوں) پھر وہی سارے اعمال تمہیں پورے پورے دے دیئے جائینگے۔ پس جو بھلائی پائے (یعنی اعمالِ صالحہ کی توفیق مل جائے) تو میری حمد و ثنا کرے اور جو اسکے سوا پائے (یعنی بُرے اعمال کرے) تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔ (رواہ مسلم)

فائدہ: مذکورہ حدیث پاک میں ایک اور چیز کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ خدا نہ خواستہ اگر کوئی نادان، عبادتیں، خدمتیں اور کارہائے نمایاں کر کے یوں کہنے یا تصور کرنے لگے کہ میں نے بڑی دھاڑ ماری ہے ویسے لوگوں کے لئے اس میں نصیحت ہے کہ تم تو کیا اگر ساری کائنات ملکر بھی سب کے سب زمانے کے غوث وقطب بن جائیں تو وہاں اس کی مملکت میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہوگا وہ تو ایسی بے نیاز بارگاہ ہے اس لئے بجائے اترانے کہ ایسے خیالات پر توبہ استغفار کرنا چاہیے۔

دوسری چیز یہ فرمائی کہ اگر کسی کو کچھ نیکی یا اچھے کام کرنے کی توفیق ملی ہوئی ہے تو اس پر اسے اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے تاکہ اس میں مزید استقامت و ترقی نصیب ہو۔ اور بُرائیوں سے اپنے کو بچاتے رہنا چاہیے ورنہ اچھے بُرے سارے اعمال دفتر میں محفوظ کئے جارہے ہیں، سب کا بدلہ وہاں ملکر رہے گا کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی۔

بس کرو، نہ تم ہمارا راز کھولو، نہ ہم تمہارا راز کھولینگے

اللہ تعالی کی بے انتہا رحمتوں کے متعلق بہت سی چیزیں تحریر کی جاچکی، اب صرف ایک حیران کُن مختصر سا واقعہ اور ایک حدیث پر اس موضوع کو ختم کررہا ہوں۔ واقعہ ظاہر کے اعتبار سے تو اس قدر ہمت افزاء مسرت کُن ہے کہ جس سے اس اکرم الاکرمین کی بے انتہا رحمتیں موجیں مارتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

عارف ربانی شیخ عطار فرماتے ہیں[1] ایک مرتبہ عارف باللہ شیخ ابو الحسن خرقانی نقشبندیؒ رات کے وقت نماز پڑھ رہے تھے، اثنائے عبادت یہ آواز سنائی دی کہ، اے ابو الحسن تمہارا جو حال ہے (یعنی روحانی بلندیاں) وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ تمہاری ولایت و بزرگی کی خبر ہم اہل دنیا پر ظاہر کردینگے، یہ آواز سن کر فوراً حضرت خرقانیؒ نے یہ جواب دیا کہ یا بارالہا: تمہاری مرضی اگر ایسی ہی ہے تو یہی صحیح، مگر ہاں یا ارحم الرّاحمین یاد رکھو کہ میں بھی تمہارے فضل اور رحم و کرم کے متعلق جو کچھ جانتا ہوں وہ سب تمہاری مخلوق کو کہہ دونگا تاکہ تم سے کوئی مایوس ہی نہ ہونے پائے، حضرت خرقانیؒ کے اس جواب دینے پر پھر یہ آواز آئی کہ اے ابوالحسن، بس کرو نہ تم ہمارا راز کھولو نہ ہم تمہارا راز کھولیں گیں۔

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کیسے کیسے اولیاء کبار گذرے ہیں

اللہ اکبر: اس ملفوظ سے ایک طرف تو اس پالنہار کا اپنی مخلوق کے ساتھ بے انتہا شفقت و محبت کا ظہور ہورہا ہے تو دوسری جانب حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت میں کیسے کیسے عالمگیر اولیاء کرام و مقبولانِ الہی گزرے ہیں جنکی ایثار و قربانی اور ریاضت و مجاہدات پر خود اس رحمن کی رحیمی انگڑائیاں لے رہی ہیں۔ الحمد للہِ علی فضله ونعمه وکرمه۔

جب واہب العطایا نے یہ چاہا کہ حضرت شیخ خرقانیؒ کے مقام کو میں اہل دنیا پر ظاہر کروں تو اس منشاء ایزدی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میرے جی میں بھی یہ آیا کہ اسی شیخ ابوالحسنؒ

---

(۱) تذکرۃ الاولیاء، جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ مؤلف حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ۔

کی کرامت کا ایک واقعہ جو اثنـاےئ مطالعہ نظر سے گذرا تھا، وہ بھی یہاں نقل کرتا چلوں تاکہ قارئین و سامعین کو پتہ چلے کہ حقیقت میں وہ اس اعلیٰ مقام محبوبیت پر فائز تھے۔

اے محمود! (غزنویؒ) تم نے میرے خرقہ کی آبرو ریزی کی صاحب تاریخ فرشتہ[1] (جلد ۱ صفحہ ۱۵۰) نے لکھا ہے کہ جس وقت سلطان الہند محمود غزنویؒ نے سومنات پر حملہ کیا اور وہاں کے راجہ، پرم اور دابشلیم سے پنجہ آزمائی میں مغلوب ہو کر انکے غلبے کا جب انہیں احساس ہونے لگا تو اس وقت بے چینی اور پریشانی کے عالم میں سلطان محمود نے اسی شیخ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے خرقہ (جبہ، پیراہن مبارک جو ہدیہ میں ملا تھا ان) کو ہاتھ میں لیکر سجدہ میں اس پر سر رکھ کر اس خرقہ کے مالک کے وسیلے سے گڑگڑا کر دعـا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے دعـا قبول فرمائی، اور الحمد للہ ہزیمت فتح سے بدل گئی،

مگر اسی رات سلطان محمود غزنویؒ نے خواب میں اپنے اسی مرشد حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کو دیکھا، حضرت والہانہ انداز میں فرمارہے ہیں، اے محمود! تو نے میرے خرقہ کی آبرو ریزی کی (یعنی اس خرقہ کی قدر و منزلت نہ پہچانی) پھر یوں فرمایا اے محمود! (فتح تو بہت معمولی چیز تھی، اس خرقہ کا دربار خداوندی میں یہ مقام ہے کہ) اگر تو اس خرقہ کے وسیلے سے اس جنگ میں شریک (جو لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم تھے) ان سارے غیر مسلموں کے مسلمان ہوجانے کی اگر دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہوجاتی، یعنی سارا ملک اسلام میں داخل ہوجاتا۔ سبحان اللہ، اللہ اکبر!۔

یہ کرامت تو صرف اس شیخ کے جسم مبارک سے لگے ہوئے خرقہ اور پیراہن کی تھی تو پھر غور فرمائیں کہ اس صاحب خرقہ کا دربار خداوندی میں کس قدر ارفع و اعلیٰ مقام ہوگا۔ اسی مقام محبوبیت کی طرف مذکورہ واقعہ میں "نہ تم ہمارا راز کھولو نہ ہم تمہارا راز کھولیں گے" کی طرف اشارہ ہے۔

یا اللہ! تیرے اس مقبول بندے کے طفیل، اس کتاب کے لکھنے، پڑھنے، سننے اور ہر قسم کی اعانت و مدد کرنے والے سارے حضرات کی مغفرت فرما کر سب کو اپنا خاص قرب نصیب فرما، حسن خاتمہ کی دولت سے نوازدے اور اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس

---

(۱) تاریخ فرشتہ اردو جلد ۱ صفحہ ۱۵۰ ملا محمد قاسم (فرشتہ) بن مولانا غلام علی شاہ استر آبادیؒ ہندی۔

کے فیوض و برکات کو پوری دنیا میں جاری و ساری فرمادے۔ آمین یارب العلمین۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکالیا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں

اب یہاں پر اس سلسلہ کی ایک حدیث مبارکہ نقل کر کے اس باب کو ختم کر رہا ہوں :۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ ہم ایک غزوہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے۔ اثنائے سفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قوم پر گزر ہوا۔ انہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان لوگ ہیں۔ ان میں ایک عورت اپنی ہنڈیا (برتن) کے نیچے آگ جلا رہی تھی اس کے ساتھ اس کا ایک معصوم بچہ بھی تھا جب آگ کی لپٹ (تیز گرمی) اٹھتی تو وہ ماں اپنے بچے کو وہاں سے دور ہٹا لیتی۔ پھر وہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا "کیا اللہ کے رسول آپ ہی ہیں ؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جی ہاں میں ہی ہوں۔ پھر وہ بولی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا خدا ارحم الراحمین نہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک ہے۔ یہ سن کر پھر اس عورت نے پوچھا کہ۔ کیا خدا اپنے بندوں پر زیادہ مہربان نہیں بنسبت ایک ماں باپ کے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک (زیادہ مہربان) ہے پھر اس عورت نے کہا کہ۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ یہ سنکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکالیا اور رو پڑے پھر سر اٹھاکر فرمایا "خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دیگا مگر صرف اس سرکش کو جس کی سرکشی خدا کے ساتھ بھی قائم ہے یعنی جو "لاالہ الااللہ" کہنے کو بھی تیار نہیں ہوتا (رواہ ابن ماجہ)۔

فائدہ :۔ عورت کے اس سوال کرنے پر خدا کی بے انتہا رحمت کا نقشہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ رحمت طاری ہوگیا۔

(۱) ترجمان السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۱ محدث کبیر عارف باللہ حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ

مختصر جواب دیدیا کہ خدا کی رحمت نے تو کسی کو اپنے دامن سے باہر نہیں رکھا۔ مگر کیا کیا جائے اسکی بعض سرکش مخلوق نے خود ہی اس کے دامن عفو و کرم میں آنے سے انکار کر دیا۔

اعتراف تقصیر الحمد للہ۔ زیر قلم مضمون "اللہ تعالی کی بے انتہا رحمتوں کے مطابق تو میں کچھ بھی مواد پیش نہ کر سکا۔ بھلا زمین و آسمان میں اللہ تعالی کی لامتناہی رحمتوں کا احصاء کرنے کی کسی میں کیا طاقت ہو سکتی ہے؟ مگر پھر بھی اپنی ادنی بساط کے مطابق جو کچھ اپنے ترکش میں تھا۔ مشفقانہ انداز میں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

یَاذَاالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ یَاذَاالْمَجْدِ وَالْکَرَمِ

ناچیز کی اس ٹوٹی پھوٹی محنت کو قبول فرما کر اپنے لامتناہی انعام و احسانات کا صمیم قلب سے ہمیشہ شکر ادا کرتے رہنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرما۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آمین یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ، بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

★★★★★★★★★★★★★★★

اقوالِ دانش:

جو شخص محنت کے بغیر بلند مقام کی تمنا رکھتا ہے وہ سخت غلطی کرتا ہے۔

اپنی ذاتی مصیبتیں کم کرنا چاہتے ہو تو کام کاج و محنت میں زیادہ مشغول و مصروف ہو جاؤ۔

چھٹی فصل

☆حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائیں ☆

اس سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں ۔ اس نام سے مضمون گذر چکا، اس کو قرآنی تعلیمات و ہدایات ، احادیث نبویہ اور اکابرین امت کے درد مندانہ ملفوظات و حکایات کی روشنی میں لکھنے کے بعد، اب ایک اہم مضمون زیر قلم کیا جارہا ہے۔ اسکا عنوان ہے:۔

حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائیں

یہ بات بہت اہم اور غور طلب ہے، جسم انسانی میں ریڑھ کی ہڈی کے مانند اس مضمون کا مقام ہے۔

اس میں۔ اس وحدہ لاشریک، کو ماننے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے مؤمنین کی اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ، اس خالق حقیقی کے علاوہ کائنات کے سارے مصنوعی اور جھوٹے خداؤں (یعنی سہاروں) کو چھوڑ کر صرف اپنے ایک پالنہار اور حاجت روا سے ہمیشہ اپنی امیدیں اور حاجتیں وابستہ رکھی جائیں، وہ کریم آقا ہمیں دے گا ضرور دیگا اور امیدوں سے بھی زیادہ دے گا۔

یا اکرم الاکرمین!

سب مسلمانوں کو ایمانِ کامل نصیب فرما۔ اور ہم سب کو اپنی ذات عالی سے مانگتے رہنے اور لیتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے

اب یہاں سے دوسرا باب شروع ہو رہا ہے اسکا موضوع ہے دعا اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے۔ یہ باب بہت اہم ہے۔ جسم انسانی میں ریڑھ کی ہڈی کے مانند اس مضمون کا مقام ہے۔ اس میں ساجھی، شریک اور غیر کے تصور کی جڑ و بنیاد ہی ختم کی جارہی ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان جھوٹے خدا، غلط سہارے اور غیروں سے ہر قسم کی ناجائز امیدیں قطع کر کے جب اس خالق و مالک کی ایک ہی چوکھٹ سے امیدیں وابستہ رکھے گا اور اس پالنہار سے ملنے اور لینے کے پختہ عزم و ارادہ اور یقین لئے ہوئے جب انکے سامنے دست احتیاج پھیلائے گا تو پھر اُدھر سے بھی ایسے باوفا بندوں کی ہر مشکلات، مصائب و حوائج میں ہر اعتبار سے دستگیری نصرت و مدد کی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے۔

اب اس سلسلہ میں پہلے چند آیتیں لکھی جارہی ہے، پھر احادیث و واقعات کے ذریعہ اس کو ذہن نشین کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

(پا ۲۲ ع ۱۳ سورۃ فاطر)

ترجمہ[1]۔ اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھولدے سو اسکا کوئی بند کرنیوالا نہیں، اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے (بیان القرآن)

یہاں لفظ رحمت عام ہے اس میں دینی اور اخروی نعمتیں داخل ہیں۔ جیسے ایمان، علم اور عمل صالح وغیرہ، اور دنیوی نعمتیں بھی داخل ہیں۔ جیسے آرام، راحت، صحت، فراخی، مال و عزت وغیرہ۔ اسی طرح دوسرا جملہ مَا يُمْسِكْ بھی عام ہے۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ روکتا ہے اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اس میں مصائب و آلام بھی داخل ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۵۰ سورۃ فاطر، حکیم الامت حضرت تھانوی؟

اپنی حکمت سے کسی کو رحمت سے محروم کرنا چاہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کو دے سکے۔

(رواہ ابوحیان)

اسی مضمون کے متعلق ایک حدیث[1] آئی ہے۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا اس وقت سنی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوجاتے تو یہ کلمات دعائیہ پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

ترجمہ: یا اللہ جو چیز آپ کسی کو عطا فرمادیں اسکا کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو آپ رد کیں اس کو کوئی دینے والا نہیں۔ آپکے ارادہ کے خلاف کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نہیں چلتی۔

توقع اور امیدیں صرف ایک ذات واحد سے رکھو آیت[2] مذکورہ میں اس بات کی طرف رہنمائی کی جارہی ہے کہ نظر (توقع، امیدیں) صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں، دین و دنیا کی درستی اور دائمی راحت کا یہ نسخہ اکسیر ہے اور انسان کو ہزاروں غموں اور فکروں سے نجات دینے والا ہے۔ (روح المعانی)

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے، بے اسکی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔

اس میں یہ بتلادیا گیا ہے کہ مخلوق کو کسی بات کا اختیار نہیں دیا گیا، مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے فیصلے کو کوئی الٹ نہیں سکتا، اور اسکی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا، اسکی بھیجی ہوئی مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

فائدہ: اس آیت کریمہ اور حدیث پاک میں مسلمانوں کو یکجائی اور وحدت کا سبق سکھایا گیا ہے خداوند قدوس مختارِ کُل ہوتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ، میرے کئے ہوئے

(۱۔۲) تفسیر معارف القرآن جلد ۷، پا ۲۲ ع ۱۳ سورۃ فاطر صفحہ ۳۱۸ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

فیصلے کو زمین و آسمان میں کوئی ٹال نہیں سکتا۔ کائنات میں نفع و ضرر اور رفع و وضع کا تعلق میری ذات سے ہے۔ اس لئے مصائب و آلام ہموم و غموم۔ بیماری اور تنگ دستی وغیرہ سے خلاصی صرف مجھ سے مانگو۔ ان ساری چیزوں سے خلاصی اور نجات میری ذات کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لئے غیر اللہ سے منقطع ہو کر میرے سامنے دامن احتیاج پھیلاؤ۔ سارے حاجت رواؤں میں سب سے بڑا جواد، کریم اور داتا صرف میں ہی ہوں میں تمہیں دونگا۔ اس لئے یکے در گیر، محکم گیر۔ یعنی ایک ہی چوکھٹ سے وابستگی پیدا کرلو۔ ایک ہی سے مانگو وہ دینے میں کسی کے صلاح و مشورے یا کسی طاقت و قوت کے ماتحت یا محتاج نہیں ہے۔ وہ خالق و مالک اور مختار کل ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے دے گا اور ضرور دے گا۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۔ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پا ۷، ع ۸)	ترجمہ[1]: اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچادیں تو اسکا دور کرنیوالا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی

نہیں اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچادیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (بیان القرآن)

تشریح: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انکو یہ بھی سنادیجئے کہ اے انسان) اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ[2] کوئی تکلیف پہنچادیں تو اسکا دور کرنیوالا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں (وہی چاہیں تو دور کریں یا نہ کریں جلدی کریں یا دیر میں کریں) اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچادیں (تو اسکا بھی کوئی ہٹا نے والا نہیں) وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، وہی اللہ تعالیٰ قدرت کے اعتبار سے اپنے بندوں پر غالب اور برتر ہیں (اور علم کے اعتبار سے) وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں، پس صفت علم کی وجہ سے وہ سب کا حال جانتے ہیں، اور اپنی قدرت سے سب کو جمع کرلیں گیں، اور حکمت سے مناسب جزاؤ سزا دینگے۔

یاد رکھو مصیبت کے ساتھ راحت، اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے	حضرت مفتی

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پا ۷ ع ۸ سورۃ انعام صفحہ ۱۰ حضرت تھانویؒ

(۲) معارف القرآن جلد ۳ پا ۷ ع ۸ سورۃ انعام صفحہ ۲۹۳ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

صاحبؒ[1] فرماتے ہیں: امام بغویؒ نے اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور مجھے بھی اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا (حدیث لمبی ہے انمیں سے چند باتیں یہ بھی ہیں) کچھ دور چلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں یاد رکھے گا۔ تم امن و عافیت اور خوش عیشی کے وقت اللہ تعالیٰ کو پہچانو۔ (یاد رکھو) تو تمہاری مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ تم کو پہچانے گا (یعنی مدد کرے گا) پھر فرمایا۔ تم کو سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، پھر فرمایا۔ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے قلم تقدیر اسے لکھ چکا ہے۔ اگر ساری مخلوقات مل کر اسکی کوشش کریں کہ تم کو ایسا نفع پہنچادیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں نہیں رکھا۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔ اور اگر وہ سب مل کر اس بات کی کوشش کریں کہ تم کو ایسا نقصان پہنچادیں جو تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ تو ہرگز اس پر قدرت نہ پائیں گے اور یاد رکھو مصیبت کے ساتھ راحت اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (امام بغوی، ترمذی، مسند احمد)

اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے

علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں[2] اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالک مضرت و نفع ہے۔ وہ اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرف کرے۔ اسکی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے۔ نہ اسکی قضا (فیصلے) کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت (نقصان) کو روک دے تو کوئی جاری کرنیوالا نہیں۔ اور اگر وہ کوئی خیر و بھلائی کو جاری کردے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ ہر شئی پر وہ غالب ہے۔ اسکا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضع اشیاء سے باخبر ہے۔ اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے۔ اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ پا ۱۱ ع ۱۶

ترجمہ۔ اگر تم کو اللہ تعالیٰ

(۱) معارف القرآن جلد ۳ پ۷ ع۸ سورۂ انعام صفحہ ۲۹۴۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ۷ ع۸ سورۂ انعام صفحہ ۱۵۔

کوئی تکلیف پہنچادیں تو بجز اس کے اور کوئی اسکا دور کرنیوالا نہیں ہے، اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمادیں اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں (بیان القرآن)[1]

علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے اعراض کر کے باخلاصِ تمام خدا کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، اگر مضرت و نقصان کے اندر خدا تمہیں گھیر لے تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے۔ نفع و ضرر، خیر و شر، تو خدا کی طرف راجع ہے۔[2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر بھر خیر کے طالب رہو، اور خدا کی نعمتوں کو درپیش رکھو، خدا کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں، وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے، اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ وہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے وہ غفور الرحیم ہے، کیسے ہی گناہ کیوں نہ ہو گئے ہوں، توبہ کرلو، حتیٰ کے شرک کرنے کے بعد بھی توبہ کرلو تو وہ قبول کرلینگے۔

اس کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا آیتِ کریمہ کی تشریح، ساری دنیا والے لوگ اگر آپس میں مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بس اسی قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا، اور اسی طرح اگر ساری دنیا کے لوگ مل کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں، تو بس اسی قدر جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اس میں یہ بتلادیا گیا ہے کہ مخلوق کو کسی بات کا اختیار نہیں دیا گیا، مختارِ کُل صرف اللہ تعالیٰ ہیں، اسکے فیصلے کو کوئی الٹ نہیں سکتا، اس کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا، اس کی بھیجی ہوئی مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

---

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پا ۱۱ ع ۱۶ سورۃ یونس صفحہ ۴۴۸ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا ۱۱ ع ۱۶ سورۃ یونس صفحہ ۸۳

حاجات و ضروریات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائیں، اس سلسلہ میں آیت کریمہ کے بعد اب چند احادیث مقدسہ لکھی جارہی ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو کتنی اہمیت دی ہے۔

دعاؤں کی قبولیت کے لئے ایک اصول سیدنا[1] حضرت امام جعفرؒ صادق کا قول ہے کہ، اگر تم میں سے کوئی یہ چاہے کہ خداوند عالم میرا کوئی سوال (دعا) رد نہ کرے تو اس کے لئے لازم ہے کہ تمام مخلوق سے مایوس و ناامید ہوجائے، اور صرف خالق عالم پر امید واثق (یقین کامل) رکھے، جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا معاملہ ایسا (یقین والا) ہوجائے گا۔ تو اس وقت کوئی حاجت ایسی نہ ہوگی جو پوری نہ ہوجائے۔

حضور[2] نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگو کہ تم کو قبول ہونے کا یقین ہو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (بخاری و مسلم)

وہ جس طرح چاہیں دلوں کو پلٹ دیتے ہیں حضرت عبد[3] اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی آدم (پوری دنیا کے انسانوں) کے تمام قلوب اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ایک دل کی طرح ہے۔

وہ جس طرح (اور جس طرف) چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ارشاد فرمائی، اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ۔ (مسلم شریف)

امام رازیؒ کا اپنی زندگی بھر کا تجربہ حضرت[4] امام رازیؒ فرماتے ہیں انسان اپنے معاملات (ضروریات، مشکلات و حاجات) میں جب بھی اللہ تعالیٰ کے اوپر بھروسہ (پورا یقین) اور اطمینان رکھتا ہے، تو راستہ کی تمام مشکلات حل ہوجایا کرتی ہیں، لیکن جہاں غیر اللہ کا تصور ذہن میں ابھرا، یا ان پر کسی طرح کا بھروسہ رکھا تو بس وہیں سے پریشانیوں کا

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۷۰۵ مولانا رحمت اللہ صاحب سبحانی لدھیانویؒ (۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۰۹ حضرت امام غزالیؒ (۳) معارف الحدیث جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ (۴) طبقات الشافعیہ للسبکی جلد ۵ صفحہ ۸۳ تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ جلد ۲ صفحہ ۱۱ مولانا محمد یونس نگرامی ندوی

سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ میرا بچپن سے اب تک کا تجربہ ہے۔

کائناتِ ہست و بود کے سارے انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ مل کر بھی یہ نہیں کر سکتے

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں[1] ساری مخلوق خواص میں سے اور عوام میں سے، مثلاً انبیاء علیہم السلام، صلحاء، اولیاء اللہ وغیرہ سب مل کر بالفرض والتقدیر، تمہارے دینی یا دنیوی امور میں تم کو نفع یا نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائیں تب بھی وہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچانے پر طاقت وقدرت نہیں رکھتے، مگر اسی قدر نفع نقصان جو مقدر ہیں اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ: اللہ جلّ شانہ کو نفع و نقصان، عطا و منع میں یکتا سمجھا جائے، یہ اس لئے کہ حقیقت میں وہی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ نافع ضار، مُعطی و مانع ہے۔

مقولہ مشہور ہے، حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن۔ یعنی مقبولانِ بارگاہ سے اگر کبھی کوئی کام ادب کے خلاف بھی ہو جائے تو اس پہ بھی کبھی منجانب اللہ باز پرس ہو جاتی ہے۔ اسی قبیل کا ایک واقعہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے حوالہ سے اپنی اصلاح و تربیت کی نیت سے نقل کر رہا ہوں اس سے بھی رجوع الی اللہ کا سبق لینا چاہیے:۔

پہلی مرتبہ بوٹی کھائی شفایاب ہو گئے دوسری مرتبہ کھائی تو مرض بڑھ گیا

منقول ہے[2] کہ۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیٹ میں درد شروع ہوا، اور درد نے شدت اختیار کر لی، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام، دربارِ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلا کر شفایابی کے لئے ملتجی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات القاء فرمائی کہ فلاں جنگل میں جا کر فلاں قسم کے درخت کی بوٹی کھالو، چنانچہ حکم کے مطابق تشریف لے گئے، اور تلاش کر کے اسے کھالیا بفضلہ تعالیٰ شفایاب ہو گئے، ایک مدت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں پھر درد کی

---

(۱) زاد الصابرین صفحہ ۵۴ مصنف حضرت مولانا ہاشم پٹیل صاحب جوگواڑی مدظلہ۔

(۲) تفسیر فتح العزیز صفحہ ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، منقول از تفسیر ابن کثیر۔

شکایت شروع ہوئی، اب کی مرتبہ درد شروع ہوتے ہی فوراً اسی جنگل میں جاکر اسی بوٹی کو کھالیا، مگر اب کی مرتبہ مرض دور ہونے کے بجائے اور زیادہ ہوگیا جب شفاء نہ ملی تو دربار الٰہی میں پھر ملتجی ہوئے اور عرض کیا کہ، اے بارالہا جب پہلی مرتبہ کھایا تو شفاء ملی اور دوسری مرتبہ وہی بوٹی اسی درد کے لئے کھائی تو بجائے شفاء ہونے کے مرض اور بڑھ گیا یہ کیا معاملہ ہے؟

یہ عرض کرنے پر منجانب اللہ یہ جواب ملا، کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) پہلی مرتبہ جب تمہیں درد کی شکایت ہوئی تھی تو اس وقت تم سب سے پہلے میری طرف ملتجی اور رجوع ہوکر میرے حکم کے مطابق وہاں گئے تھے، تو میں نے بھی شفاء دے دی تھی۔ مگر اب کی مرتبہ بغیر میری طرف رجوع ہوئے اپنی طرف سے خود بخود وہاں چلے گئے تھے، پس ہم نے بھی مرض میں اضافہ کردیا، پس کیا تم نہیں جانتے کہ پوری دنیا زہر قاتل ہے، مگر اس کا تریاق (دوا) میرا نام ہے، میری طرف رجوع، عاجزی انکساری کرنا ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبروں کے ذریعہ امت کے مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے کہ زبان میں اثر نہیں، دوا میں شفاء نہیں، اور غذا وغیرہ میں صحت نہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان چیزوں کو اثر و تاثیر اور نفع و ضرر کی اجازت نہ ملے، اس لئے دینی یا دنیوی ہر جائز امور میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اس خالق و مالک کی جانب سوال و دعا کے ذریعہ متوجہ ہونا بہت ضروری ہے، اسکے بعد حسب منشاء امور میں مشغول ہوجانا چاہیئے تاکہ امور مقصودہ میں خداوند قدوس کی نصرت و مدد اور فضل و کرم شامل حال رہیں۔

دعا کی قبولیت کے لئے ایک چیز کی ضرورت ہے حضرت[1] مفتی گنگوہیؒ فرماتے ہیں، دعا کی قبولیت کے لئے اس کا بھی یقین ہونا ضروری ہے کہ، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا مراد پوری نہیں کرسکتا، اس کے متعلق ایک واقعہ گذرا جو اس طرح ہے:

(۱) ملفوظات فقیہ الامت قسط ۱۰ صفحہ ۳۸ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

ایک مرتبہ ایک بزرگ پوری رات عبادت کرتے رہے۔ آخر شب میں جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو کان میں یہ آواز آئی۔ کہ ہمارے دربار میں تمہاری دعا قبول نہیں ہے۔ چاہے ذلت کے ساتھ نکل جاؤ۔ چاہے آہ و زاری کے ساتھ پڑے رہو۔ دوسری راتوں میں بھی وہ اسی طرح عبادات میں مصروف رہے۔ اخیر شب میں وہی آواز آتی رہی۔ ایک مرتبہ یہ آواز اُن کے ایک عزیز نے بھی سن لی۔ تو عزیز صاحب نے عرض کیا کہ جب آپ کی دعا قبول نہیں ہوتی تو پھر کیوں ساری ساری رات بیداری کی مشقت برداشت فرمارہے ہو؟

جاؤ پڑ کر سو جاؤ۔ تو اس بزرگ پیر صاحب نے جواب ارشاد فرمایا کہ۔ بیٹے! اس در کے علاوہ کوئی اور در ہوتا تو میں وہاں جاکر رو دھو کر دعا کرلیتا۔ مگر در اور چوکھٹ تو صرف ایک ہی ہے۔ ملے گا تو یہیں سے ملے گا۔ اس لئے اس در کو چھوڑ کر تو میں کہیں جا نہیں سکتا۔ اس لئے چاہے وہ میری دعا قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں مجھے تو اسی در اور چوکھٹ پر پڑے رہنا ہے۔

بس اس بزرگ کا صدق دل سے یہ کہنا تھا کہ اب حالت بدل گئی۔ اور اسی وقت غیب سے یہ آواز آئی کہ:

قبول است گرچہ ہنر نیست تست　　کہ جز ما پناہ دیگر نیست تست

یعنی تمہاری ساری عبادات اور دعائیں میں نے قبول کرلیں۔ کیونکہ تم ہمارے سوا اور کسی جگہ امید اور آس نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد یوں فرمایا

عارف ربانی حضرت شیخ سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا کہ۔ اے میرے بندو! راز مجھ سے کہو۔ اگر راز نہ کہہ سکو۔ تو نظر مجھ پر رکھو۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو حاجت تو صرف مجھ ہی سے طلب کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہاری حاجت روائی کی جائیگی۔

ایک دیہاتی کا ایمان افروز واقعہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحبؒ

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۲۰، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب سبحانی لدھیانویؒ (۲) خطبات حکیم الاسلام صفحہ ۲۳۸ حضرت ملانا قاری محمد طیب صاحبؒ

فرماتے ہیں: ہارون رشیدؒ کی بادشاہت کے زمانہ میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ اس وقت جنگل کا رہنے والا ایک دیہاتی بادشاہ کے پاس مدد لینے کے ارادہ سے آیا۔ اس وقت ہارون رشید نماز پڑھ رہے تھے، جسکی وجہ سے دیہاتی کو چوکیدار نے روک لیا۔ بادشاہ نماز سے فارغ ہوکر دربار الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنے میں مشغول ہو گئے جب دعا سے فارغ ہو گئے تو دربانوں نے اس دیہاتی کو خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ ”ابے چودھری تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ تو میں بعد میں کہونگا کہ میں کیوں آیا تھا، مگر پہلے تو یہ بتا کہ ابھی ہاتھ لمبے کر کے تو کیا کر رہا تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میں اپنے پالنہار، رب کریم کے سامنے سجدہ ریز (نماز سے فارغ) ہو کر اپنے خالق و مالک کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اس سے دعائیں (اپنی حاجات) مانگ رہا تھا۔ یہ سن کر اس دیہاتی نے کہا کہ ”اچھا، اے بادشاہ کیا تیرے سے بھی کوئی بڑا ہے؟۔

بادشاہ نے کہا کہ ”ہاں میرے سے بھی بڑے اللہ میاں ہیں، جس نے اس آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، میں بھی انہیں سے مانگتا ہوں۔ بادشاہ کا یہ جواب سن کر بس وہ گنوار فوراً دہیں سے پھر اپنے گھر کی طرف یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گیا کہ ”ابے، اُو بادشاہ جب تو خود بھکاری (محتاج) ہے، تو خود بھی بادشاہ ہو کر دوسروں سے مانگتا ہے تو اب مجھے تجھ سے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی بس اسی بڑے (یعنی اللہ تعالیٰ) سے کیوں نہ مانگوں جس سے تو مانگے ہے، جب تو بھی اسکا محتاج ہے تو میں محتاج کا محتاج کیوں بنوں؟۔

فائدہ: حقیقت یہی ہے کہ، سب اس قادرِ مطلق کے سامنے بے بس ہیں، اس لئے خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ، ہم اپنے معاملے (ردینے) کو اللہ تعالیٰ سے درست کرلیں، تو سب کچھ مل جائیگا، اور اگر خدا نخواستہ گناہ و نافرمانی اور معصیت کر کے ان سے بگاڑلی تو پھر ملا ملایا بھی چھن جائیگا یہ طے شدہ بات ہے۔

اس صورت میں تنگ دستی دور نہ ہوگی

حضرتؓ عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی پر فقر و فاقہ نازل ہو اور وہ لوگوں

(۱) انوار الدعاء صفحہ ۱۴ ماہنامہ ”الہادی“ ماہ صفر ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ

پر بھروسہ کر کے (یعنی لوگوں سے مانگ کر) اسے اُتارے تو اس کا فاقہ رُکے گا نہیں۔ (یعنی ختم نہ ہوگا) اور جس پر فاقہ نازل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے (یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ مانگ کر) اس کو اتارے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے جلد رزق کو وزن (آسانی) فرمائیں گیں جو جلد سے جلد اسے ملجانے والا ہوگا یا کچھ دیر سے ملے گا۔ مگر ملے گا ضرور (ابوداؤد، ترمذی، حاکم)

سیٹھ صاحبوں کی دعا قبول ہو گئی ۱۹۶۷ء میں ضلع بلساڑ، قصبہ عالی پور کے قریب گاؤں چاسا (گجرات، انڈیا) میں تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا۔ اس میں جامعہ حسینیہ راندیر (ضلع سورت) کے مہتمم عارف باللہ، استاذِ حدیث، حضرت مولانا محمد سعید صاحبؒ (مجازِ بیعت حضرت شیخ مسیح الامتؒ) بھی تشریف لے گئے تھے، اجتماع سے واپسی کے وقت قصبہ عالی پور کی جامع مسجد میں حضرت موصوف کا بیان ہوا، اس میں حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ، یہ منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ۔ بارش کا موسم تھا اور راستہ بھی کچا تھا میں (یعنی حضرت مولانا راندیری صاحبؒ) عالیپور سے بیل گاڑی میں جا رہا تھا، آگے جا کر دیکھا شہر سورت سے چند نوجوان تاجر اپنی کار لیکر اس اجتماع میں شرکت کے لئے جا رہے تھے، بارش کیچڑ وغیرہ ہونے کی وجہ سے انکی کار راستہ میں پھنس گئی تھی، مولانا کی بیل گاڑی پیچھے تھی، مولانا نے دیکھا کہ تھوڑی دیر تک تو نوجوانوں نے گاڑی کیچڑ سے نکالنے کے لئے بہت زور لگایا اور جوانی کے خوب جوہر دکھائے، مگر کار کو اپنی جگہ سے نہ نکلنا تھا وہ نہ نکلی، سب نوجوان شہری تاجر کے بچے اور بہترین لباس کوٹ پتلون میں ملبوس تھے، سب حواس باختہ ہو چکے تھے راستہ میں دوسرا کوئی یار و مدد گار بھی نظر نہیں آ رہا تھا، مولانا نے فرمایا کہ انھوں نے اپنی ہر ممکن کوششیں کرنے کے باوجود جب کام چلتے ہوئے نہیں دیکھا تو تھک تھکا کر پھر کار میں جا بیٹھے، تھوڑی دیر سستا کر مشورہ کے بعد پھر سب باہر آکر حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے، سروں پے رومال باندھ کر سب نے مل کر بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر رو رو کر دعائیں مانگنا شروع کر دی، دعا سے فارغ ہو کر اب کی مرتبہ جب سب نے مل کر کار کو دھکا لگایا تو بفضلہ تعالیٰ اسی وقت کار گہرے کیچڑ میں سے نکل

کھڑی ہوئی، ان نوجوانوں کو تبلیغی کام کی برکت سے دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور لینے پر یقین آگیا تھا، جو یہاں پر کام آگیا۔

حضرت مولانا نے یہ پورا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جامع مسجد میں اثنائے تقریر یہ واقعہ سنانے کے بعد فرمایا کہ، انسان اپنی طاقت و قوت سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے اور دنیوی سہارے اور رشتہ سے ہٹ کٹ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں یقین اور گریہ و زاری کر کے جب دعا مانگتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کی دعا قبول ہو کر اپنے مقاصد حسنہ میں کامیابی حاصل نہ ہو۔ یہ واقعہ جس وقت سنایا تھا اس بیان میں یہ راقم الحروف (محمد ایوب سورتی) وہاں پر خود حاضر تھا۔

دعا کی قبولیت کے لئے یہ بات ضروری ہے

عارفوں میں سے کسی عارف نے یہ فرمایا کہ، مخلوق سے سوال کرنے (مانگنے) کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سائل کی دعا اس کے حق میں مستجاب (قبول) نہیں ہوتی، کیونکہ اجابتِ دعا کے لئے یہ بات لازمی ہے کہ، مخلوق سے ناامید اور ہر قسم کے علائق سے مبرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے، مخلوق کی طرف نظر رکھنے کی حالت میں دعاؤں کا قبول ہونا مشکل ہے۔ (مخزن اخلاق)

کریم کے عارفانہ معنی بزبان شیخ خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ

فنِ تصوف کی بہترین کتاب "اِکمال الشیم"[1] کے شارح عارفِ ربانی شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ تحریر فرماتے ہیں، اے سالک تو اپنی ہمت کو اپنے مولائے کریم کے غیر کی طرف نہ بڑھا، کیونکہ کریم سے امیدیں تجاوز نہیں کیا کرتیں۔

شرح، عالی ہمت شخص اپنی جملہ حاجات کو کریم پر پیش کیا کرتا ہے اور جو دَنِیُّ الہمت اور پست حوصلہ ہے اس کے پاس نہیں جاتا۔ اور کریم حقیقی، سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے، اس لئے کہ کریم اس کو کہتے ہیں کہ جب مجرم پر اس کو قدرت حاصل ہو جائے تو وہ معاف کر دے اور جب وعدہ کرے تو پورا کرے، اور جب وہ کسی کو کچھ دے تو امید سے بھی زیادہ دے،

[1] اکمال الشیم شرح اتمام النعم صفحہ ۹۰ مصنف الشیخ مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہیؒ شارح مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ

اور اسکی کچھ پرواہ نہ کرے کہ کتنا دیا ۔ اور یہ بھی نہ دیکھے کہ کس کو دیا ۔ اور جو کوئی اس کی پناہ میں آئے تو اسکو ضائع نہ کرے ۔ اور سائل وسفارشیں کرنے والوں کی اسکے یہاں ضرورت نہ ہو (سبحان اللہ کیا شانِ خداوندی ہے) اور یہ صفات کامل درجہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی میں نہیں ہیں۔

تو اس لئے فرماتے ہیں کہ ۔ اے سالک اپنی ہمت کو اپنی حاجتیں رفع (پوری) کرنے کے واسطے اپنے مولائے کریم کے سوا کسی دوسرے کی طرف مت بڑھا ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کریم نہیں ہے ۔

نوٹ : اس مقام پر یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ مخلوق سے اپنی حاجت طلب کرنا اگر اس طور سے ہو کہ ان پر ہی اعتماد کلی ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ سے غفلت ہو تو یہ شانِ بندگی کے خلاف ہے اور اگر کسی سے حاجت طلب کرنا اس طور سے ہو کہ انکو محض اسباب ظاہرہ اور وسائط مجازی جانے اور اعتماد قلب اللہ تعالیٰ ہی پر ہو تو یہ طلب کرنا بندگی کے خلاف نہیں۔

عادت اللہ بھی کوئی چیز ہے | عارف ربانی حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی کسی قضائے حاجت ۔ یا دفع مصیبت کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ ۔ اس میں کامیابی کے لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے ۔ یعنی مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے صلوٰۃ الحاجت وغیرہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کریں ۔ اپنی ضروریات اور حاجات کا علم لوگوں کو ہونے سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف تخلیہ میں رجوع کرو ۔ یہ اس لئے کہ عادت اللہ یہی ہے کہ جو شخص مخلوق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مشکلات کو آسان فرمادیتے ہیں ۔(۱)

جب تو مخلوق کے ساتھ رہے گا تو ہرگز فلاح نہ پائے گا | عارفؒ ربانی سیدنا عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں : ایک شخص نے (بادشاہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے ایام سال کی مقدار کے موافق) تین ۳۶۰ سو ساٹھ قصے کہانیاں تصنیف کئے (گھڑ لئے) تاکہ حاکم شہر

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۱۷۰ (۲) فیوض یزدانی صفحہ ۵۸۳ مواعظ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ

کو روزانہ ایک ایک نیا گھڑا ہوا قصہ سناتا رہا، اور وہ تنگ دل نہ ہوا یہاں تک کہ انجام کار اسکی مراد کا پروانہ صادر ہو گیا۔ یعنی بادشاہ کو خوش کر کے انعامات حاصل کر لئے (دنیا دار کا تو یہ استقلال) اور تیری جلد بازی کی تو یہ حالت ہے کہ چند ہی روز اور چند رات دعا کر کے گھبرا جاتا ہے اور مخلوق کی طرف لوٹ آتا ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے تو سنی نہیں۔ مخلوق ہی سے بھیک مانگ لیں تاکہ کچھ مل جائے) اے طالب تو اس کہانیاں گھڑنے والے کی حالت کو کیوں نہیں یاد کرتا (کہ کم از کم سال بھر تو انتظار کرتا) جب تو مخلوق کے ساتھ رہے گا تو ہرگز فلاح نہ پائے گا۔ ہاں مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو اسی کے دروازے قرب کی چوکھٹ پر پڑا رہ تاکہ محبت اور قرب کا ہاتھ تجھ کو کھینچ لے۔

مصیبت زدہ کا قبلہ امام ربانی سیدنا عبد القادر جیلانیؒ نے ایک مرتبہ یوں ارشاد فرمایا کہ، بھائیو سنو، نماز پڑھتے وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا جاتا ہے، اور مصیبت کے وقت بھی ایک قبلہ کی طرف اپنا رخ کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے قلب و دل کا منہ (یعنی دلی توجہ، یقین اور نظر) اللہ تعالیٰ کی طرف کرے۔ جیسا کہ نماز کے وقت تو نے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا تھا، پس اگر مصائب و آلام کے وقت تو نے اپنا منہ مخلوق کی طرف کیا (کہ کاش کوئی آکر میری مصیبت دور کر دے) تو بس تیرا ایمان باطل (کمزور) ہو گیا۔ اس لئے کہ مصائب کے وقت ایمان شکستہ ہو جاتا ہے ایسے وقت میں ایمان کا شکستہ ہو جانا یہ گناہ کبیرہ ہے۔

بارگاہ خداوندی میں چھوٹی بڑی کا تصور کرنا یہ جہالت ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی ساری حاجتیں صرف اپنے رب سے مانگیں، یہاں تک کہ اگر چپل کا تسمہ (رسی اور پٹی) ٹوٹ جائے تو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمک کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو (رواہ ترمذی)

---

(۱) فیوض یزدانی صفحہ ۹۳، مواعظ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ (۲) ترجمان السنۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ محدث کبیر حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ۔

فائدہ: ممکن تھا کسی نادان کو شبہ ہوتا کہ بڑی ذات ہے، بڑی چیز ہی مانگنی چاہئے۔ چھوٹی سی چیز کا اس سے مانگنا سوئے ادبی ہے۔ حالانکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے اس لئے کہ جس کو تم بڑی سے بڑی چیز سمجھتے ہو اس رب کائنات کے نزدیک تو وہ بھی معمولی اور تسمہ پاپوش کی طرح حقیر ہے۔ نیز دعا میں بڑی اور چھوٹی چیز کی تمیز کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ہے کہ چھوٹی چیز کا معطی کوئی اور ہے یا استغنیٰ اور بے نیازی ہے کہ معمولی چیز اگر نہ ملے تو چنداں حرج نہیں۔ حالانکہ بعض اوقات معمولی چیز کا نہ ملنا سبب ہلاکت بن جاتا ہے اس لئے بندگی اور یک در گیری، کہ یہ توحید اور حنفیت کا ثمرہ ہے۔ یہ ہے کہ اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا سوال بجز اپنے آقا کے کسی دوسرے سے نہ کرے۔ دیکھو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رویت باری کا سوال بھی اسی رب العلمین سے کیا کہ قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ ؕ (پا۹ ع۷) یعنی اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھکو دکھلا دیجئے کہ ایک نظر آپ کو دیکھ لوں؟

یہ بہت بڑا سوال تھا اور دوسری طرف جب ایک مرتبہ بھوک لگی تو روٹی کا سوال بھی اسی سے کیا۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ۝ (پا۲۰ ع۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار جو نعمت بھی آپ مجھکو بھیج دیں میں اس کا حاجت مند ہوں۔

ماحصل یہ کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا چاہئے ہر چیز کا مختار کل صرف وہی ایک اکیلی ذات ہے۔

اگر کوئی میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے زمین میں دھنسا دونگا

حضرت وہبؒ نے فرمایا: میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے میری عزت کی قسم جو شخص مجھ پر اعتماد کر کے مجھے تھام لے تو میں اسے اس کے مخالفین سے بچا لونگا۔ گو آسمان و زمین اور کل مخلوق اسکی مخالفت اور ایذا دہی پر تل جائے۔ اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن و امان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہونگا تو زمین میں

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۸۷ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پا۲۰ ع۱ سورۃ النمل صفحہ ۲

دھنسا دونگا، اور اسکی مدد نہ کرونگا۔

میرے جلال کی قسم جو میرے غیر سے امید رکھے میں اسے ذلت کا لباس پہناونگا

بعض کتب الٰھیہ میں ہے کہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت و جلال کی قسم میں اس شخص کی امید قطع کردونگا جو میرے غیر سے امید رکھے اور میں ان لوگوں کو ذلت کا لباس پہناونگا، اور اپنے قرب و وصل سے دور کردونگا، اور اسکو متفکر اور حیران و پریشان کردونگا، جو مذکورہ بالا مواقع میں میرے علاوہ سے امیدیں رکھتا ہے، حالانکہ مصائب میرے قبضہ میں ہیں، اور میں ہی حَیٌّ قَیُّوْمٌ ہوں، میرے علاوہ کے دروازے کھٹ کھٹانے والو؟ تمام دروازوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں، میرے سارے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اس لئے جو مجھے ہی پکارے تو میں اس کی فریادرسی کے لئے ہر وقت حاضر و موجود ہوتا ہوں۔

فائدہ: اس پورے باب اور فصل کا ماحصل اور نتیجہ اس اخیری فرمان جنکی نسبت کُتُبِ الٰھیہ کی طرف کی گئی ہے اس میں آگیا ہے، مسلمان اپنے خالق و مالک کو چھوڑکر دوسروں کی طرف للچائی ہوئی نظر سے دیکھے یہ وہ کسی حال میں برداشت نہیں کرسکتا، ایسے لوگوں کا انجام بھی اس میں بتلادیا گیا ہے، اس لئے مسلمانوں کو اپنی چوکھٹ درست کرلینی چاہیے۔

ایک عورت ستر ہزار کی شفاعت کرے گی

زمانہ کی ولیہ اور گھر میں فاقہ منقول ہے جس رات امت کی عظیم عارفہ حضرت رابعہ بصریہؒ کی ولادت ہوئی تو والدین کے گھر میں غربت کی وجہ سے چراغ جلانے کے لئے روغن (تیل) بھی نہیں تھا، آپکی والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے عرض کیا کہ فلاں ہمسایہ (پڑوسی) کے ہاں جاکر تھوڑا سا تیل لے آؤ، تاکہ گھر میں چراغ جلا سکیں، مگر نومولود رابعہ کے والد ماجدؒ نے خفیہ طور پر اپنے دل میں یہ عہد کرلیا تھا کہ مجھے کسی قسم کی بھی ضرورت پیش آئے تو میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کبھی مطالبہ نہیں کرونگا۔ اب گھر میں چراغ کے لئے تیل لانے کے لئے کہا گیا، اور

---

(۱) زاد الصابرین صفحہ ۵۵ حضرت مولانا ہاشم پٹیل جوگواڑی صاحب مدظلہ العالیہ (۲) تذکرۃ الاولیاء، خواجہ فرید الدین عطارؒ، سیرت النبی بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۳۲ عبد المجید صدیقی صاحب

حقیقت میں اس کی ضرورت بھی تھی۔ گھر والی کی دل جوئی کے لئے گھر سے باہر آئے۔ اور ہمسایہ کے دروازہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر واپس چلے آئے۔ اور اہلیہ محترمہ سے کہا میں گیا تو تھا مگر ہمسایہ نے دروازہ نہیں کھولا۔ اور کسی جگہ سے ملنے کی امید بھی نہ تھی۔ والد ماجد رنج وغم کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر سو گئے۔ خواب میں رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غمگین نہ ہوں۔ تمہاری بیٹی سیدہ ہے۔ میری امت کے ستر ہزار افراد اس کی شفاعت میں ہونگے پھر ارشاد فرمایا۔ امیر بصرہ (حاکم وقت) عیسیٰ زروان کے پاس جاؤ اور یہ واقعہ کاغذ پر لکھ کر ان تک پہنچادو۔ وہ یہ کہ تم ہر رات مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھ کر بھیجتے تھے اور شب جمعہ میں چار سو مرتبہ درود پڑھتے تھے۔ مگر گزشتہ جمعرات کو تمہیں کیا ہو گیا کہ درود شریف نہیں پڑھا گیا۔ اسکے بدلہ میں چار سو دینار (سونے کے سکے) بطور کفارہ اس کاغذ کو لے کر آنے والے کو دے دو۔ بس اتنا خواب دیکھ کر خوشی میں روتے ہوئے بیدار ہو گئے۔ اور مذکورہ واقعہ مرقوم کر کے دربان کے ہاتھ۔ امیر حاکم بصرہ تک پہنچادیا۔ امیر نے جب وہ کاغذ پڑھا تو خوشی میں دس ہزار درہم درویشوں میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ اس بات کے شکرانے میں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔ اور حکم دیا کہ چار سو دینار حضرت رابعہ کے والد ماجد کو دیدیئے جائیں۔ اور یہ کہ وہ میرے پاس آئیں تاکہ میں اس کو دیکھ لوں۔ پھر خیال آیا کہ یہ بات اچھی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبر (پیغام بھیجنے والے) کو میں اپنے پاس بلواؤں۔ یہ ادب کے خلاف ہے۔ بلکہ میں خود انکے پاس جاؤنگا۔ اور اپنی داڑھی سے اسکے در کی خاک روبی کرونگا۔ اسکے بعد ان سے فرمایا کہ خدا کی قسم جب کبھی آپ کو ضرورت ہو تو مجھ سے فرما دیا کریں۔ والد ماجد نے وہ چار سو دینار لئے اور اپنی ضروری اشیاء خرید لیں۔

فائدہ: عارفہ رابعہؒ کی بزرگی اور ولایت تو اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ مگر یہ واقعہ نقل کرنیکا مقصد یہ ہے

کہ حضرت سیدہ کے والد ماجد کے کمال تقویٰ کو تو ذرا دیکھو کہ باوجود غربت، فقر و تنگ دستی کے اپنے پالنہار کے ساتھ کیسا مؤمنانہ عہد و پیماں کئے ہوئے تھے، کہ کیسے ہی جان لیوا، صبر آزماں، مشکلات درپیش ہوں، مگر سوائے اس مالک حقیقی کے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرونگا۔

چنانچہ اس پر وہ قائم رہے، اور اس مقدس طرز عمل پر اس کریم داتا نے دیا، چھپڑ پھاڑ کر دیا یہاں تک کہ زمانے کے شاہوں کو انکے در کا گدا بنا دیا، یہ سب انکو صرف ایک احکم الحاکمین سے ملنے اور لینے کے پختہ عزم و ارادہ پر ملا۔ اس لئے جملہ مسلمانوں کو اس قسم کے واقعات سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے، اپنی زندگی کو اس طرح بنانے کی سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

یہ چھٹی فصل، بعنوان دعا صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے، دلائل و واقعات کی روشنی میں بفضلہ تعالیٰ ختم ہوئی، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اسے قبول فرما کر، خلوت و جلوت اور زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں صرف اپنے پالنہار رب کریم سے ہمیشہ مانگتے اور لیتے رہنے کی توفیق سعید عطا فرمائے، آمین۔

****

کل اور آج میں فرق:

کل (گزشتہ زمانہ میں) لوگ خدا کی راہ میں دیتے تھے، تو کسی کو ظاہر نہیں کرتے تھے، اور آج خدا کی راہ میں دیتے ہیں تو پہلے وڈیو اور فوٹو گرافر کو بلا لیتے ہیں۔

کل شیطانی بُرے کاموں کو دیکھ کر انسان توبہ کرتا تھا، اور آج انسان کے حیا سوز کاموں کو دیکھ کر شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔

کل بیوی شوہر کو اپنا سر کا تاج سمجھتی تھی،
اور آج بیوی شوہر کو اپنا محتاج سمجھتی ہے،

ساتویں فصل

☆ مظلوم و مضطر کی دعا اور عرشِ اعظم ☆

اس سے پہلے ۔ دعا صرف اللہ تعالٰی سے مانگی جائے ۔ کے عنوان سے مضمون گزر چکا ۔ اسکو شریعت مطہرہ کی روشنی میں مرتب کرنے کے بعد، اب ایک اہم اور غیر معروف مضمون، امت مسلمہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اسکا عنوان ہے :

مظلوم و مضطر کی دعا اور عرشِ اعظم

اس میں اس خالق و مالک کا اپنی بے بس، کمزور اور مجبور، مخلوق کے ساتھ مربیانہ مشفقانہ اور کریمانہ سلوک کا ایک عجیب نقشہ ثبت کیا گیا ہے۔ اس ارحم الراحمین کا دائرۂ رحمت و شفقت صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ اسکے کرم کی چادر انسانوں سے تجاوز کر کے چرند، پرند اور درندوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

اس میں مظلوم کی آہوں پر آسمانی فیصلے، مظلوم آتش پرست مشرک کی بد دعا نے مسلمانوں کی حکومت کو تہ و بالا کر کے رکھدیا اور مظلوم کی بد دعا پر آسمان میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے، وغیرہ عنوانات کے تحت ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور مظلوموں کی نصرت و مدد کرنے کے لرزہ کن شواہد پیش کئے گئے ہیں۔

یاذاالجلال والاکرام

امت مسلمہ کو ظلم و تعدی سے بچتے ہوئے اپنے غضب کے مورد بننے سے حفاظت فرما، اور تیری جملہ مخلوقات کے ساتھ حلم و بردباری اور حسن سلوک کرتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

اب یہاں سے مظلوم و مضطر کی جان لیوا دعا کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں نقل کی جارہی ہیں۔ اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر، مظلوم، مضطر اور بے قراروں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جنکا تعلق اور کنکشن بغیر کسی وسیلہ اور واسطے کے براہ راست اُس خالقِ ارض و سماء سے جُڑ جاتا ہے۔

یہ طبقہ انسانوں میں سے ہو یا حیوانوں میں سے، اور انسانوں میں مسلمان ہوں، فاسق و فاجر ہوں یا پھر غیر مسلم ہوں۔ اِس میں کوئی کسی قسم کا امتیاز یا فرق روا نہیں رکھا گیا۔

اس سے غفلت برتنے والوں کے، افراد، خاندان اور مملکتوں کے تباہ و برباد ہونے کے واقعات تاریخوں میں نظر آتے ہیں، اس لئے عام مسلمانوں کو خصوصاً اہل جاہ و منصب اور اہل طاقت و ثروت کو تو اس سے بہت ہی بچتے رہنا چاہیے۔

مظلوم کی بد دعا آہستہ آہستہ اپنا کام کرتی رہتی ہے

بزرگانِ دین فرماتے ہیں: مظلوم بھی ان لوگوں میں سے ہے جسکی دعا ضرور قبول ہوجاتی ہے۔ کیونکہ مظلوم، اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی حق والے سے اسکا حق نہیں روکتا، ہاں یہ ضروری نہیں کہ مظلوم کی بد دعا کا ثمرہ فوراً ہی ظاہر ہو جائے، بعض مرتبہ حکمت الٰہی کا تقاضہ ہوتا ہے کہ دعا کا اثر دیر سے ظاہر ہو، اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔ میں ضرور ضرور تیری مدد کرونگا، اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہو، یہ بھی ضروری نہیں کہ، جس مظلوم کی بد دعا لگے وہ (مظلوم) نیک آدمی ہو یا مسلمان ہو، چونکہ دعا کی قبولیت کی وجہ مظلومیت ہے، اس لئے مظلوم فاسق و فاجر یا بڑا گنہگار ہو بلکہ کافر ہی ہو، تب بھی اس کی بد دعا ظالم کے حق میں قبول ہوجاتی ہے، اسی لئے روایات حدیث میں وَاِنْ کَانَ فَاجِراً اور وَ لَوْ کَانَ کَافِراً کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، بعض لوگ تونگری یا اقتدار و عہدوں کی وجہ سے بات بات میں ماتحتوں یا بے بسوں کو مار پیٹ کرتے ہیں ستاتے ہیں۔ مال چھین لیتے ہیں عزتوں پر حملہ کرتے ہیں، غنڈوں سے پٹواتے ہیں، اور کبھی تو قتل بھی کروادیتے ہیں

مگر جب کسی مظلوم کی بد دعا اثر کر جاتی ہے، تو پھر مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں۔ کیونکہ مظلوم کی بد دعا انکے حق میں قبول ہو چکی ہوتی ہے، وہ آہستہ آہستہ اپنا کام کرتی رہتی ہے۔

ظالم تو ظلم کر کے اپنی بھڑاس نکال کر بھول جاتا ہے یا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ مگر مظلوموں کی بد دعا اب اپنا کام آہستہ آہستہ کرتی رہتی ہے۔ مگر ظالم کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ (تحفۂ خواتین صفحہ ۳۰۵ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ)

اللہ تعالیٰ تو اپنے حقوق کو معاف فرما دیتے ہیں، لیکن کسی بندہ پر کسی طرح کا کوئی ظلم کرے تو اسکی معافی اسی وقت ہوگی جبکہ وہ مظلوم بھی دل سے معاف کر دے۔

اب یہاں پر اس سلسلہ میں آیاتِ قرآنیہ احادیث نبویہ اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے مشاہدات پیش کئے جاتے ہیں۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ ○ (پا ۲۰ ع ۱ سورۂ نمل)

ترجمہ: یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے، اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے (بیان القرآن)

اَلۡمُضۡطَرَّ اضطرار سے مشتق ہے۔ کسی ضرورت سے مجبور و بے قرار ہونے کو اضطرار کہا جاتا ہے وہ جب ہی ہوتا ہے جب اس کا کوئی یار و مدد گار اور سہارا نہ ہو، اس لئے مضطر وہ شخص ہے جو سب دنیا کے سہاروں سے مایوس ہو کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کو فریاد رس سمجھ کر اسکی طرف متوجہ ہو، مضطر کی یہ تفسیر۔ سُدّیؒ، سہل بن عبداللہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (کما قال الشیخ القرطبیؒ)

مضطر کی دعا اخلاص کی بناء پر ضرور قبول ہوتی ہے

امام قرطبیؒ فرماتے ہیںؒ، اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اس آیت میں اسکا اعلان بھی فرما دیا ہے۔ جسکی اصل وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سب سہاروں سے مایوس اور علائق سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز سمجھ کر دعا کرنا یہ سرمایۂ اخلاص ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا بڑا درجہ ہے، وہ جس کسی بندہ سے پایا جائے، وہ مومن ہو یا کافر اور متقی ہو یا فاسق فاجر اسکے اخلاص کی برکت سے اس کی طرف رحمتِ حق متوجہ ہو جاتی ہے۔

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۶ پا ۲۰ ع ۱۔ سورۂ نمل صفحہ ۵۹۵

جب کوئی مظلوم دنیا کے سہاروں اور مددگاروں سے مایوس ہوکر دفع ظلم کے لئے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اسکا شمار بھی مضطرہی میں ہوتا ہے۔

علامہ عماد الدینؒ دمشقیؒ تحریر فرماتے ہیں، سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے۔بے بس و بے کس لوگوں کا سہارا وہی ہے۔گرے پڑے مصیبت زدہ، اسی کو پکارا کرتے ہیں، اسی کی ذات ایسی ہے کہ ہر ایک بے قرار وہاں پناہ لے سکتا ہے۔مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت اسکے سوا کوئی بھی دور نہیں کرسکتا۔

مظلوموں کی آہوں پر آسمانی فیصلے

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مظلوم کی بددعا جو ظالم کے حق میں ہوتی ہے، اسے بادلوں سے اوپر اٹھالی جاتی ہے، آسمانوں کے دروازے اس دعا (کو قبول کرنے) کے لئے کھول دئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں تیری امداد ضرور کرونگا اگرچہ کچھ تاخیر ہو۔ (رواہ۔مسند احمد، ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ انکی بددعا شعلے کی طرح آسمان پر چڑھ جاتی ہے۔ (رواہ۔حاکم)

امام حدیث، آجریؒ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت نقل فرمائی ہے۔حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ میں مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کرونگا، اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہی ہو۔ (رواہ۔قرطبی)

جیسا کہ مذکورہ حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ مظلوم کی بددعا کا اثر کیسا جان لیوا ہوتا ہے۔ مظلوموں کی مظلومیت کی حالت میں نکلی ہوئی آہیں جھلسادینے والے اور جلا کر ملیا میٹ کردینے والے شعلوں کے مانند عرش اعظم سے جاٹکراتی ہیں۔ مظلوموں کی آہوں اور خدا کے درمیان کوئی چیز حائل اور رکاوٹ نہیں بن سکتی، اس لئے اس سے بہت ہی بچتے رہنا چاہیے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پا ۲۰ ع ا سورۃ نمل صفحہ ۳ (۲) تفسیر معارف القرآن جلد ۶ پا ۲۰ ع ا سورۃ نمل صفحہ ۵۹۹

اس سلسلہ کا ایک واقعہ۔ امام اسعدؒ یمنی کا لکھا ہوا نزہت البساتین سے یہاں نقل کئے چلتا ہوں جو مذکورہ حدیث پاک کی صداقت پر مکمل شہادت پیش کر رہا ہے:

مظلوم کی آہ و زاری پر ظالم کو جلا کر رکھ دیا روایت منقول ہے۔ کوفہ میں ایک قُلی (مزدور۔ بوجھ اٹھانے والا) تھا۔ جس پر لوگ اعتبار و اعتماد رکھتے تھے اور تجارت کے لئے اسے امین جان کر اپنا مال حوالہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ آدمی تنہا سفر میں چلا۔ جب آبادی سے باہر نکلا تو اسے ایک شخص راہ میں ملا۔ اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟

انہوں نے بتلا دیا کہ میں فلاں شہر میں جا رہا ہوں۔ اس اجنبی آدمی نے اس قُلی سے کہا کہ میں بھی اسی جگہ جا رہا ہوں مگر میرے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے۔ اگر تم برائے کرم مجھے اپنے ہمراہ خچر پر بٹھالو۔ تو اس کے عوض میں تمہیں ایک دینار (سونے کا سکہ) دیدونگا۔ اس قلی نے اسے اپنے ہمراہ بٹھالیا۔ راستہ میں ایک دوراھہ (یعنی دو راستے) ملا تو اس اجنبی نے قلی سے کہا کہ یہ دوسرا راستہ قریب بھی ہے اور جانور کے واسطے سبزہ زار بھی ہے۔ قلی نے کہا کہ میں تو ہمیشہ اس بڑے اور پرانے راستہ سے جاتا رہتا ہوں۔ تم جو راستہ بتلا رہے ہو اس پر تو میں کبھی نہیں گیا۔ اجنبی نے کہا کہ بھائی! میں اس چھوٹے راستے سے بارہا جا چکا ہوں۔ اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں۔ چنانچہ اسی راستہ پر چل نکلے۔ چلتے چلتے وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل میں جا کر ختم ہو گیا جہاں بہت سے مردے مرے پڑے تھے۔ اس جگہ پہنچ کر وہ اجنبی خچر سے اتر گیا اور اپنی کمر سے خنجر نکالا اور قلی سے کہا کہ بس اب تمہارا وقت آخر آگیا ہے تمہیں قتل کر کے یہ سارا مال میں لے لونگا۔ قلی کے قدموں سے تو گویا زمین نکل گئی۔ ڈرتے ہوئے کہا کہ بھائی اگر تمہیں مال کی ضرورت ہو تو یہ خچر اور اس پر لدا ہوا سارا مال میں تمہیں دیدیتا ہوں۔ تم خوشی سے اسے لے لو۔ اور مجھے چھوڑ دو میں کہیں چلا جاؤنگا۔ مگر اس ظالم نے کہا کہ خدا کی قسم جب تک تجھے قتل نہ کر دوں وہاں تک خچر کو ہاتھ بھی نہ لگاؤنگا۔ قلی نے بڑی عاجزی کر کے روتے ہوئے کہا کہ۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو اور

(۱) نزہتہ البساتین جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ مؤلف علامہ امام ابی محمد اسعد یمنیؒ

خچر مع سامان کے لے لو۔مگر اس نے نہ مانا۔جب نجات اور رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔تو اخیر میں یہ کہا کہ بھائی۔مجھے صرف دوگانہ ادا کرنے کی مہلت دو اس کے بعد تجھے جو کرنا ہو وہ اختیار ہے۔ یہ سن کر اس ظالم نے ہنس کر کہا کہ بہت اچھا جلدی جلدی دو رکعت پڑھ لے اور دیکھ یہ سارے مردے جن کو تم دیکھ رہے ہو ان سب نے بھی یہی کہا تھا۔مگر ان میں سے کسی کو بھی اسکی نماز نے نفع نہیں پہنچایا اور سب کو میں نے ڈھیر کر دیا ہے۔چل جلدی کر وہ قلی نماز کے لئے کھڑا ہوا تکبیر تحریمہ کہہ کر فاتحہ پڑھی پھر مارے ڈر کے اسکی زبان بہکنے اور تھر تھرانے لگی اور اس سوچ میں رہ گیا کہ آگے کیا پڑھوں۔اتنے میں اس ظالم لٹیرے نے آواز کسی کہ جلدی کر اسی حالت میں اسکی زبان پر اس وقت بے اختیاری طور پر یہ آیت جاری ہو گئی۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ ؕ (پا۲۰ع۱۔سورۂ نمل) کون ہے سوائے اللہ تعالی کے جو مضطر کی دعا قبول کرے اور اسکی مدد کو پہنچے غیر اختیاری طور پر چلا چلا کر یہ آیت بار بار پڑھ رہا تھا اور دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ایسی حالت میں اچانک جنگل میں سے ایک گھوڑ سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے نمودار ہوا اسکے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) بھی تھا اس نے آتے ہی سب سے پہلے اس بدقماش دھوکے باز ظالم پر جلدی سے حملہ کرتے ہوئے اسے زمین پر دے مارا۔اس کے گرتے ہی اس جگہ سے آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور اس نے آنا فانا جلا کر اسے خاک میں ملا دیا۔

یہ منظر دیکھ کر وہ قلی اسی وقت سجدے میں گر کر اس ارحم الراحمین کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

پھر اٹھ کر اس سوار کی طرف چلا اور دریافت کیا کہ۔اے میرے محسن! خدا کے لئے بتاؤ کہ تم کون ہو؟

تو اس نے جواب دیا کہ میں۔اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ. کا غلام (یعنی خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ) ہوں اب تم جہاں چاہو چلے جاؤ تمہیں کوئی ہاتھ تک نہیں لگائے گا چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو کر بخیر و عافیت وطن واپس آ گیا۔

فائدہ:دیکھا! مظلوم کی بددعا کا اثر۔مظلوم کی بددعا نے ظالم کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔مظلوموں،بے بسوں اور بے قراروں کی آہوں،آنسوؤں اور بددعاؤں میں یہ طاقت و قوت ہے۔

اس لئے جہاں تک ہوسکے خلوت و جلوت میں کمزوروں، بے بسوں پر ظلم و زیادتی کرنے سے بچتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلتے رہنے کی توفیق سعید عطا فرمائے۔

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ترجمہ: وہ بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟۔ یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے (بیان القرآن پا ۲ ع ۱۰)

علامہ دمشقی[1] تحریر فرماتے ہیں۔ اگلے مؤمنوں نے مع نبیوں کے (سختی کے وقت) اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور سختی و تنگی سے نجات چاہی تو اس وقت انہیں یہ جواب ملا کہ امداد خداوندی بہت ہی نزدیک ہے۔

علامہ قاضی منصور پوری[2] فرماتے ہیں۔ انسان جب وسائل دنیویہ سے محروم ہوجاتا ہے اور اسباب عادی (ظاہری وسائل) کو اپنے خلاف دیکھتا ہے تو ایسے اوقات میں دل شکستگی کے ساتھ بے اختیار بول اٹھتا ہے۔ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ. اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں ہے؟ تو اسی وقت قدسی کلام اسے ہدایت کرتا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد تو قریب ہی ہے

علامہ دریابادی[3] فرماتے ہیں[3]۔ مذکورہ آیت میں اشارہ ہے کہ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ہر قسم کی بلائیں پیش آئیں گی۔ جیسی کہ اگلی امتوں کو پیش آچکی ہیں۔ مگر دوسری طرف اس آیت میں مؤمنوں کو ہمیشہ کے لئے بشارت اور تسلی بھی دیدی گئی۔ اور اس حقیقت کا بیان آگیا کہ نصرت الہی اپنے وقت پر ضرور آکر رہے گی۔ ہاں کبھی وقتی شدت تکلیف مصائب اور سختی وغیرہ سے گھبرا کر ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ تعجب کرتے ہیں پھر ہنس دیتے ہیں ایک حدیث میں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندے جب ناامید ہونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تعجب کرتا ہے کہ میری فریاد رسی تو آنے ہی والی ہے۔ مگر یہ ناامید ہوتا چلاجارہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انکی عجلت اور اپنی رحمت کے قریب ہونے پر ہنس دیتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۱ پا ۲ ع ۱۰ سورۃ البقرۃ صفحہ ۹۰ (۲) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۹۵ حضرت مولانا قاضی سید سلمان منصور پوری صاحبؒ (۳) تفسیر۔ جدی جلد ۱ پا ۲ ع ۱۰ سورۃ البقرۃ صفحہ ۸۲ (۴) تفسیر ابن کثیر جلد ۱ پا ۲ ع ۱۰ سورۃ البقرۃ صفحہ ۹۰

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں کس چیز کی طرف بلارہے ہیں؟

ایک حدیث میں ہے۔حضرت جابر بن سلیمؓ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلارہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس اللہ کی طرف جو اکیلا ہے۔جس کا کوئی شریک نہیں۔جو اس وقت تجھے کام آتا ہے جب تو کسی پھنساوڑے میں پھنسا ہو۔وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کرے۔تیرا کوئی کھویا ہوا ہو اور تو اس سے التجاء کرے تو وہ اسے تجھ کو ملادے۔قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے، تو وہ موسلا دھار مینہ برسائے۔

ناپاک حیوان پر ترس کھانے پر ظالم کی مغفرت ہو گئی

خدا نخواستہ اگر کوئی شخص فسق وفجور یا برائی میں مبتلا ہو تو ایسے لوگوں کو کچھ نیکی بھی کرتے رہنا چاہئے، اور نیکی چاہے کتنی ہی چھوٹی ہو اسے معمولی نہ سمجھنا چاہئے　ہوسکتا ہے کہ وہی معمولی نیکی زندگی بھر کے گناہوں کی معافی کا سبب اور ذریعہ بن جائے، اسی سلسلہ کا ایک واقعہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا لکھا ہوا نصیحت حاصل کرنے کے ارادہ سے لکھ رہا ہوں:

حضرتؒ شیخ تحریر فرماتے ہیں، بخارا کا ایک حاکم (گورنر) بڑا سخت ظالم و جابر تھا، ایک مرتبہ وہ اپنی سواری پر کہیں جارہا تھا، راستہ میں ایک کتا نظر آیا جسکو جسم پر خارش ہو رہی تھی، اور سردی کی وجہ سے وہ ٹھٹھک رہا تھا، اس ظالم بادشاہ کی نظر اس کتے پر گرتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور اپنے ایک خادم سے کہا اس کتے کو میرے گھر لے جا اور میری واپسی تک اسکا خیال رکھنا، یہ کہہ کر جہاں جانا تھا چلا گیا۔سفر سے جب واپس آیا تو اس کتے کو منگوایا، اور مکان کے ایک کونے میں اسے رکھوادیا، اسکے سامنے، کھانا پانی رکھوایا اسکے بدن پر تیل دوائی مالش کرائی، اور اسے اچھے گرم کپڑوں میں لپیٹا، اسکے قریب آگ

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پ ۲۰ ع ا سورۃ نمل صفحہ ۴۔

(۲) فضائل صدقات حصہ ۲ صفحہ ۵۲۸ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ۔

جلوائی تاکہ سردی کا اثر ختم ہوجائے۔ اس طرح اسکی ہر قسم کی خدمت اور تیمارداری کرائی گئی۔ اتفاقاً اس واقعہ کے دو چار دن بعد ہی اس ظالم بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ اسی شہر میں رہنے والے ایک بزرگ جو اس ظالم بادشاہ کے ظلم وستم اور سفاکی سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے اس بادشاہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہا ہے۔ اس بزرگ نے پوچھا، کہو کیسی گزری؟

اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کتا تھا۔ (یعنی تو انسانوں جیسے نہیں بلکہ کتوں جیسے چیر پھاڑنے کے کام کیا کرتا تھا) اس لئے ہم نے بھی تمہیں ایک کتا ہی دیدیا (یعنی اس خارشی مظلوم ومریض کتے کی خدمت کے طفیل میں تیری مغفرت کردی) اور میرے ذمہ ظلم کرنے کی وجہ سے جو مالی و جانی حقوق وغیرہ تھے انکی ادائیگی کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس طرح ایک مریض مظلوم ناپاک کتے کی خدمت و تیمارداری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے حقوق سے مجھے بری کردیا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی کریم ہے کسی شخص کی کوئی ادنی سی چیز بھی اگر اسے پسند آجائے تو اس کا بیڑا پار ہے۔ آدمیوں کو چاہیے کہ اسکی خوشنودی کی تلاش میں رہے نہ معلوم کس کی کونسی ادا پسند آجائے جو مقبولیت و مغفرت کا سبب بن جائے۔

اے صدیقؓ تمہارے درمیان سے فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان آگیا

اب یہاں پر ایک ایسی حدیث پاک نقل کر رہا ہوں جس میں مظلوم کو جب کبھی ظالم سے سابقہ پڑے تو ایسے وقت میں مظلوم کو کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔ اسکے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو ایک اصول اور طریقہ بتلادیا جو حسب ذیل حدیث میں مذکور ہے۔

ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برا بھلا کہنا (یعنی گالیاں دینا) شروع کردیا اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے (ظالم کی باتیں) سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے، اور حضرت صدیق اکبرؓ خاموش تھے۔ لیکن جب اس

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ صفحہ ۲۳

نے بہت گالیاں دینا شروع کر دیا تو پھر حضرت صدیقؓ سے رہا نہ گیا۔اور انہوں نے بھی اپنی طرف سے جواب دینا شروع کر دیا۔اس جواب دینے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے چلدئے۔یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پھر رہا نہ گیا۔اور فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے سنتے رہے اور جب میں نے انکی ایک دو باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر چلے آئے اس کی کیا وجہ؟

یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔اے ابو بکر سنو!جب تک تم خاموش تھے تو اس وقت تمہاری طرف سے فرشتہ جواب دیتا رہتا تھا۔مگر جب تم نے اپنا دفاع (جواب دینا) شروع کیا تو اس وقت تمہارے درمیان سے وہ فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آگیا۔پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہوں؟۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر سنو!تین چیزیں بالکل برحق ہیں:

(۱) جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرلے (یعنی صبر کے ساتھ سنتا یا برداشت کرتا رہے) تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اسکی مدد کرے گا۔

(۲) جو شخص سلوک واحسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادہ سے لوگوں کی امداد کرتا رہے گا۔تو اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور (رزق و عزت) میں زیادتی عطا فرمائے گا

(۳) جو شخص مال بڑھانے کے لئے سوال (مانگنے) کا دروازہ کھولے گا یعنی ادھر اُدھر لوگوں سے مانگتا پھرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں بے برکتی کردے گا۔اور کمی (تنگ دستی و غربت) ہی میں مبتلا رکھے گا۔(ابوداؤد۔مسند احمد)۔

اللہ تعالیٰ مضطر و مظلوم کی مدد فرماتے رہتے ہیں،انکی امداد و نصرت کے طریقے الگ الگ ہیں جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے واقعہ سے ظاہر ہوا یہاں باطنی طور پر انکی دست گیری ہورہی تھی تو کبھی ظاہری طور پر اعانت فرمادیتے ہیں،اس سلسلہ کے شواہد بہت ہیں نمونہ

کے طور پر چند واقعات یہاں نقل کئے چلتا ہوں:

آتش پرست کی بد دعا نے مسلمان کی حکومت کو تہہ و بالا کر کے رکھدیا

امام الہند حضرتؒ مولانا ابو الکلام آزاد تقریر میں فرماتے ہیں: ایک تاریخی واقعہ۔ فتنۂ تاتار کے اس عبرت ناک واقعہ کو یاد کرو۔

جب آتش پرست چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی اور مسلسل تین رات تک ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یوں التجا۔ (دعا) کرتا رہا کہ: اے خدا! خوارزم شاہ نے میری قوم پر مظالم ڈھائے ہیں۔ میری قوم مظلوم ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ: اے خدا تو مظلوموں کی مدد کرتا ہے تو میری مظلوم قوم کی مدد فرما۔ بس تین رات تک اتنی دعا کرتا رہا۔ پھر کیا ہوا وہ تم نے دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آتش پرست چنگیز اور اسکی قوم کی کس طرح امداد فرمائی۔ چنگیز ایک خانہ بدوش قبیلہ کو لیکر اٹھا اور تمام سلطنتوں کو تہہ و بالا کرتا چلا گیا۔ آج تک وہ تاریخ کا بڑا فاتح شمار کیا جاتا ہے پھر جب وہ رب العالمین ایک مشرک آتش پرست کے ساتھ بھی رحم و انصاف کا معاملہ کرتا ہے۔ تو کیا وہ اپنے سامنے جبین نیاز جھکانے والوں کی درد بھری فریاد کو نہیں سنے گا؟ بے شک ہم سب خطا کار ہیں۔ لیکن اگر سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو وہ ہماری توبہ ضرور قبول فرمائے گا اور ہمارے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوار دے گا۔

مظلوم کی بد دعا پر عرشِ اعظم کے فرشتے کی بے تابی

اب یہاں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ایک ایمان افروز واقعہ مظلوم کی دعا اور نصرتِ الٰہی کے متعلق تحریر کر رہا ہوں، اس میں جہاں مظلوم کی دعا پر آسمانوں کا حرکت میں آجانا ہے وہیں مضطر و بے قرار کے لئے ایک اسمِ اعظم کا غیبی عطیۂ خداوندی کا ظہور بھی فرمایا گیا ہے جو ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

(۱) تقریر: پیغام آزاد و مدنی صفحہ ۵ ۲ مرتب مولانا سید محمد الحسینی صاحب استاذ دار العلوم دیوبند۔

(۲) رسالہ تصوف و نسبت صوفیہ صفحہ ۳، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ۔

رسالہ قُشیریہ کے باب الدعا سے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے. حضرت انس ابن مالکؓ روایت فرماتے ہیں. حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک صحابیؓ تھے جو بغرض تجارت بلاد شام سے مدینہ طیبہ اور مدینہ منورہ سے ملک شام کا سفر کیا کرتے تھے اور اپنے سفر میں زیادہ تر قافلوں کے ساتھ نہیں جاتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تنہا اکیلے سفر کیا کرتے تھے. ایک مرتبہ وہ ملک شام سے مدینہ منورہ آرہے تھے کہ راستہ میں اس کو ایک چور (ڈاکو) ملا جو گھوڑے پر سوار تھا اس نے اُس تاجر صحابی کو آواز دی کہ ٹھہر جاؤ اور سامان رکھدو. تاجر ٹھہر گئے سامان بھی رکھدیا، اور کہا کہ یہ سامان تجارت ہے. اس میں سے تم جو چاہو جتنا چاہو لے لو. یہ سنکر ڈاکو نے کہا کہ. یہ مال تو اب میرا ہے ہی! میں تمہاری جان بھی لے لونگا. تمہیں زندہ نہ چھوڑونگا. تاجر صحابیؓ نے کہا کہ بھائی جان لینے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا. مال لے لو اور مجھے چھوڑ دو. ڈاکو نے پھر وہی کہا کہ. بک بک نہ کرو مجھے تو تمہیں قتل کرنا ضروری ہے! یہ سنکر تاجر صاحب نے عرض کیا کہ بہت اچھا آپ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہیں کریں. مگر مجھے صرف اتنی مہلت دیدو کہ میں دوگانہ ادا کر کے اپنے پروردگار سے فریاد کرلوں. ڈاکو نے کہا کہ اسکی تمہیں اجازت ہے جو چاہو کرلو. تاجر نے نماز سے فارغ ہو کر دربار خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بے اختیار یہ کلمات زبان سے جاری ہوگئے:۔

يَاوَدُوْدُ يَاوَدُوْدُ يَاوَدُوْدُ۔ يَاذَاالْعَرْشِ الْمَجِيْدِ۔ يَامُبْدِئُ يَامُعِيْدُ يَافَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ۔ وَاَسْئَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِيْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰى خَلْقِكَ. وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔ يَامُغِيْثُ اَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِيْ يَامُغِيْثُ اَغِثْنِيْ ۔

یہ دعا اس تاجر نے نہایت گریہ وزاری. عجز وانکساری کے ساتھ تین مرتبہ پڑھی. جب دعا سے فارغ ہوئے تو اچانک ایک شخص گھوڑے پر سوار سبز کپڑے پہنے ہاتھ میں چمکتی ہوئی

تلوار لئے ہوئے نمودار ہوئے۔ جب ڈاکو نے انہیں دیکھا تو تاجر کو چھوڑ کر انکی طرف بڑھا جب اسکے قریب پہنچا تو اس نئے سوار نے اس ڈاکو پر حملہ کر کے اسے گھوڑے سے زمین پے دے مارا، پھر وہ تاجر کے پاس آئے اور کہا کہ، اٹھو اور یہ تلوار لے کر اسے تم اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔ یہ سن کر تاجر صحابیؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ میں نے تو کبھی کسی کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی میرا دل اس کو قتل کر کے خوش ہو گا۔ یہ سن کر وہ گھوڑے سوار پھر اس ڈاکو کے پاس گئے اور اس کا سر قلم کر دیا۔ پھر تاجر کے پاس آئے اور کہا کہ، سنو: میں تیسرے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں۔ جب تم نے پہلی مرتبہ مذکورہ دعا کی تو ہم لوگوں نے آسمان کے دروازوں سے حرکت (کھڑ بھڑاہٹ) کی آواز سنی تو ہم لوگوں نے آپس میں کہا کہ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ رونما ہو رہا ہے۔ پھر جب تم نے دوسری مرتبہ یہ دعا کی تو اس وقت فوراً آسمانوں کے دروازے کھولدیئے گئے، اور ان میں سے آگ کی چنگاریوں کی طرح شعلے بھڑکنے لگے۔ پھر جب تم نے یہی دعا تیسری مرتبہ مانگی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام عرش اعظم سے ہمارے پاس آگئے، اور یہ آواز لگا رہے تھے کون ہے جو اس مصیبت زدہ انسان کے کام آئے؟ تو میں (اس گھوڑے سوار فرشتے) نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ: مجھے اس ظالم ڈاکو کو قتل کرنے اور اس مظلوم کی مدد کے لئے متولی بنا دیجئے؟ چنانچہ تیسرے آسمان سے آکر میں نے بحکم الٰہی یہ کام تمام کر دیا۔ اے عبد اللہ! (تاجر) تم یہ جان لو کہ جو شخص بھی تمہاری اس دعا کو کرب بے چینی، مصیبت اور پریشانی کے وقت پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت اور پریشانی کو دور فرما دینگے۔

اسکے بعد وہ فرشتہ وہاں سے غائب ہو گیا، اور وہ تاجر بسلامت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ مع دعا کے عرض کر دیا تو پوری بات سن کر حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے ان اسماء حسنہ کی تلقین فرمائی (آپکی زبان سے یہ دعا جاری کی) ہے کہ

جب انکے واسطے سے کوئی دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے۔ اور جب انکے وسیلے سے سوال کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائیں گے۔

اسکے بعد دعا قبول ہوگی

حضرت انسؓ مذکورہ حدیث اور واقعہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی حاجت مند وضو کر کے چار رکعت نفل پڑھے، پھر مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد اپنی ضروریات کے لئے جو بھی دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔

مذکورہ واقعہ اور دعا والی حدیث کو ابن اثیرؒ نے "اسد الغابہ" میں اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "الاصابہ" میں نقل فرمائی ہے۔

فائدہ: حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ وقت کے غوث اور قطب الارشاد اولیائے کاملین میں سے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی پریشانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے معتبر کتابوں میں سے مذکورہ صحابیؓ کا یہ واقعہ مع دعائے نافعہ نقل فرمایا ہے۔ اور اس پر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر نبوت ثبت فرمادی ہے۔ جسے بالفاظ دیگر اسم اعظم کہا جاتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے ایسی مقدس، مسنون دعاؤں کو زبانی یاد کر کے ضرورت کے وقت انکے وسیلے اور واسطہ سے دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ ارحم الراحمین کی جانب سے القاء فرمائی ہوئی ہے تو شرف قبولیت سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور نوازے جائیں گے۔

مظلوم کی بد دعا اور عرشِ الٰہی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا

حضرت علیؓ سے روایت ہے، حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مظلوم کی بد دعا سے بچو۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی حق والے کا حق نہیں روکتا (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۳)

فائدہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مظلوم کی مدد کرنا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے۔ مظلوم جب دعا یا بد دعا کرتا ہے، تو گویا وہ اپنے حق کا سوال کررہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب حق کا حق نہیں روکتے۔ اسکی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔

---

(۱) حاشیہ الموافق صفحہ ۱۲، ابن ابی الدنیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مظلوم کی بد دعا اور عرشِ الٰہی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا، اس لئے اس سے ضرور بچنا چاہیے، اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ کسی پر ظلم ہی نہ کیا جائے، اور اگر ہو جائے تو فوراً معافی تلافی کر لی جائے۔ جیسا کہ ابھی حدیث پاک نقل کی گئی کہ مظلوم اور خدا کے درمیان کوئی حجاب و رکاوٹ نہیں ہوتی اس حدیث کے شواہد سے کتابیں بھری پڑی ہیں، نصیحت و عبرت کے لئے دو تین واقعات نقل کئے چلتا ہوں:۔

غریبوں کی آہوں سے بہت ڈرتے رہنا چاہیے

شیخ المفسرین عارف باللہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "دنیا دار امیروں اور رئیسوں سے مت ڈرا کرو، (یعنی صرف دنیا داری کے اعتبار سے جو بڑے مال دار رئیس ہوں یا عہدے اور منصب کے اعتبار سے بڑے ہوں ان سے کبھی زیادہ خوف زدہ نہ ہوا کرو) کیونکہ ان لوگوں کو اپنی دولت، منصب، ثروت اور اثر و رسوخ پر ناز ہوا کرتا ہے۔ اس لئے وہ غیر اللہ کے دروازے پر جاتے ہیں، افسران یا عدالتوں میں جائیں گے، اس لئے ہم انکا مقابلہ نہ کر سکیں گے، مگر ہاں غریبوں سے زیادہ ڈرتے رہنا چاہیے، یہ اس لئے کہ اگر آپ نے ان کو ستایا، ظلم کیا یا مارا پیٹا تو وہ غیروں کے دروازے پر نہیں جائیں گے، بلکہ وہ تو صرف بارگاہِ الٰہی میں فریاد کریں گے، اور دو چار آنسو بہا کر خاموش ہو جائیں گے، مگر یاد رہے کہ انکی بے بسی اور بے کسی کے عالم میں انکی آنکھوں سے نکلے ہوئے دو آنسو بربادی اور ویرانی کے لئے کافی ہیں۔

یہ فرمانے کے بعد شیخ المشائخ حضرت مفسرؒ لاہوریؒ نے فرمایا کہ، ایک دفعہ میرے پاس ایک سابق انسپکٹر آیا جو قوی ہیکل چھ فٹ لمبا قد تھا، پاکستان کے نامور اشخاص، سر فضل حسین، سر محمدؒ شفیع، اور ڈاکٹر علامہ محمدؒ اقبالؒ کی سفارشی تحریریں اس نے مجھے دکھائیں کہ یہ واقعی امداد کا مستحق ہے، میں نے جب اس سے کہا کہ بھائی اس وقت شام ہو چکی، دفتر وغیرہ بھی بند ہے اور ذمہ دار میں سے بھی کوئی موجود نہیں، اب میں کیا کر سکتا ہوں؟ تو وہ مجھ سے کہنے

(۱) منقول از، مرد مؤمن صفحہ ۱۳۲، سوانح مفسرِ قرآن، حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحبؒ

لگا کہ دار الحفاظ (یعنی حفظ کلاس میں پڑھنے والے چھوٹے) بچوں سے ہی پیسہ پیسہ جمع کر کے مجھے دے دیجئے،

دیکھا آپ نے: اپنے عہدے اور منصب کے زمانے میں کسی ماتحت یا بے قصور غریب پر ظلم کیا ہوگا۔ جنکی آہوں اور تڑپنے نے آج انکو کہاں سے کہاں دے مارا، جو آج پیسے پیسے کا محتاج ہی نہیں بلکہ در بدر کا گدا بن گیا ہے۔ الامان و الحفیظ، اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں، انصاف ہے ظلم نہیں، انکی لاٹھی اور ضرب میں آواز نہیں۔

ظالم کی جب گرفت ہوتی ہے تو اولیاء اللہ کی دعا بھی انکے لئے کارگر نہیں ہوتی

ظالم کی گرفت اللہ تعالیٰ مختلف طریقے سے کرتے رہتے ہیں۔ حسب ذیل واقعہ میں مظلوموں کی آہ و فغاں نے زمانے کے حاکم کو لاعلاج امراض میں مبتلا کر دیا، عبرت و موعظت کے خیال سے اسے لکھا جا رہا ہے:۔

حضرت علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ، امیر خراسان (وزیر مملکت) یعقوب بن لیث، خود ایک مرتبہ ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا کہ جسکے علاج سے وقت کے سارے بڑے بڑے اطباء (ڈاکٹرز) عاجز ہو چکے تھے کسی قسم کی دوا سے وہ شفایاب نہ ہو سکا، تب کسی نے کہا کہ تمہارے ملک میں ایک بڑے مستجاب بزرگ ہیں جنکا نام عارف ربانی حضرت شیخ سہل بن عبد اللہ تستریؒ ہے۔ اگر ان کو بلا کر ان سے دعا کراؤ تو امید ہے کہ تم شفایاب ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی وزیر یعقوب نے آپ کو بلوالیا، اور دعا کے لئے درخواست کی۔ یہ سنتے ہی حضرت نے فرمایا کہ، میری دعا تمہارے لئے کیسے قبول ہو سکتی ہے اس حالت میں کہ تم تو ابھی تک ظلم پر قائم ہو؟ (یعنی تم ظالم ہو۔ ظلم کا بازار اب بھی گرم ہے)

یہ سنکر وزیر نے اسی وقت مظالم سے باز آنے کے لئے توبہ کر لی، اور اپنی رعیت سے حسن سلوک کا وعدہ بھی فرمالیا، اسکے علاوہ جتنے بے گناہ قیدی تھے ان سبھوں کو رہا کرنے کا حکم دیدیا گیا۔ بس اسی وقت حضرت سہل تستریؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور یوں دعا

(۱) انوار المحسنین قصص الاولیا، جلد ۱، صفحہ ۲، مترجم حضرت علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی تھانویؒ

فرمائی کہ "اے بار الہا! معصیت اور گناہوں کا مزہ آپ انہیں دکھا چکے۔ بس اب اپنی طاعت اور فرمابرداری کی عزت بھی اسکو دکھا دیجئے۔ اور ہر قسم کے مرض اور بیماریوں کو دور فرما دیجئے؟ بس اتنی سی دعا فرمانا تھا کہ وہ اسی وقت اسی مجلس میں اٹھ کھڑا ہوا جیسے اونٹ کے پاؤں کی بندش کھل جائے۔ اور وہ کھڑا ہو جایا کرتا ہے۔ حضرت کی دعا کی برکت اور کرامت کا ظہور وزیر کے صدق دل سے توبہ اور ظلم سے باز رہنے پر ہوا۔

فائدہ: ایک طرف حاکم نے ظلم کرنے کا نتیجہ اور انکی نحوست پر خدا کی پکڑ کا مزہ بھی چکھ لیا اور سچے دل سے ظلم سے باز آنے اور توبہ کرنے کا صلہ بھی دیکھ لیا۔ تو دوسری جانب متبع سنت اولیاء کاملین کی دعا و کرامتوں کا مشاہدہ بھی اپنی آنکھوں سے کر لیا۔ بہر حال حاکم ہو یا بادشاہ، رئیس ہو یا بڑے سے بڑے منصب نشین ان میں سے کسی نے بھی جب کبھی ظلم کا بازار گرم کیا تو پھر مظلوموں کی آہوں اور آنسوؤں نے انکی عزت و صحت اور آرام و سکون کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے اسمیں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اب یہاں پر پھر دو تین احادیث مبارکہ۔ ظلم، ظالم اور مظلوم کے متعلق تحریر کئے دیتا ہوں، تاکہ وہ ذہن میں رہے اور اصل چیز یاد رکھنے کی بھی یہی ہے۔

تین آدمیوں کی دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں:۔ (۱) والد کی دعا اپنے لڑکے کے لئے (۲) مسافر کی دعا حالت سفر میں (۳) مظلوم کی دعا حالت اضطرار میں۔

مظلوم کی مدد نہ کرنے والے کی بھی پکڑ ہوگی

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (یہ حدیث قدسی ہے) "قسم ہے مجھ کو اپنے عزت و جلال کی میں جلد یا بدیر ظالم سے بدلہ ضرور لونگا، اور اس سے بھی بدلہ لونگا جو باوجود طاقت و قدرت کے مظلوم کی امداد نہیں کرتا"۔

(۱) بیہقی۔۔ جمع الفوائد۔ مذہب مختار معانی الاخبار صفحہ ۳۳۲

میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے سو تم بھی آپس میں ظلم نہ کرو

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے، ایک مرتبہ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (یہ حدیث قدسی ہے) "اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے، پس آپس میں تم ظلم نہ کرو"۔

فائدہ اگلی حدیث میں ظالم کے علاوہ، مظلوم کی مدد نہ کرنے والے، آپس میں لڑانے والے یا مظلومین کے تماشا بیں وغیرہ پر بھی عذابِ الٰہی اور عبرت آمیز سزا میں ملوث ہونے کے آثار نظر آرہے ہیں۔ اس لئے مذکورہ افراد یا جماعت سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے مظلومین کی امکانی نصرت و مدد کرتے ہوئے ظالم کو ظلم سے احسن طریقہ سے باز رکھنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے غصہ سے بچنے کا بہترین عمل ابن ابی حاتم حضرتؓ وہب بن وردؒ سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، (یہ حدیث قدسی ہے) اے ابن آدم! اپنے غصہ کے وقت تو مجھے یاد کرلیا کر، میں بھی اپنے غصہ کے وقت تجھے معافی عطا کردیا کرونگا، اور جن پر میرا غضب نازل ہوگا میں تجھے انمیں سے بچالونگا اور برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا۔ اے ابن آدم! تجھ پر جب ظلم کیا جائے تو اس وقت صبر و سہار سے کام لے اور مجھ پر نگاہ رکھ میری مدد پر بھروسہ رکھ، یاد رکھ میں تیری مدد کردوں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔

فائدہ: یہ حدیث پاک بہت جامع کئی نصائح پر مشتمل ہے۔ انسان چھوٹا ہو یا بڑا، غریب ہو یا امیر مگر غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایسے وقت میں انسان آپے سے باہر ہو جایا کرتے ہیں، تو اس پر قابو پانے اور اعتدال اختیار کرنے کے فوائد بیان کئے گئے ہیں کہ تجھے برباد نہ ہونے دونگا۔ اخیری بات یہ فرمائی کہ تو آپ اپنی مدد کرے، یعنی ظالم کے ظلم کا

---

(۱) انوار الدعا صفحہ ۱۸ رسالہ، ماہنامہ "الہادی" محرم ۱۳۵۷ھ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

(۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۷ سورۂ حج صفحہ ۸۰ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ

بدلہ باوجود قدرت کے تم اپنی طرف سے نہ لو بلکہ صبر وسہار سے کام لو اسکا ثمرہ یہ ہوگا کہ میں خود تمہاری طرف سے ان سے نمٹ لوں گا مظلوموں کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔ سلطنت مُغلیہ کے آخری تاجدار ظفرشاہؒ نے اس کا بہترین نقشہ کھینچا ہے :۔

ظفر اسے آدمی نہ جانئے گا۔ گو ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا۔

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہے ۔ جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہے

حضرتؓ ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مظلوم کی دعا ضرور قبول ہوجاتی ہے اگرچہ وہ بدکار ہی ہو۔ کیونکہ اسکی بدکاری کا وبال اسکی ذات پر ہے۔ (رواہ مسند احمد) یعنی فسق وفجور کے باوجود ظالم کے حق میں اسکی بددعا قبول ہوجاتی ہے

غریب سے مچھلی چھین لینے پر دردناک بیماری نے پکڑلیا مظلوم ومضطر کی دعا کا اثر ضرور ہوکر رہتا ہے۔ مذکورہ حدیث پاک کے متعلق یہاں پر حصول عبرت کے لئے ایک واقعہ نقل کئے دیتا ہوں۔ بعضؒ کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک غریب آدمی اپنے اہل و عیال کے لئے ایک مچھلی خرید کر لئے جارہا تھا راستہ میں اسے ایک سپاہی (پولیس) مل گیا اس نے اس غریب آدمی سے جبراً مچھلی چھین لی۔ اور گھر لے جاکر جب خود ہی مچھلی کو صاف کرنے لگا تو مچھلی کا ایک کانٹا سپاہی کے انگوٹھے میں لگ گیا جسکی وجہ سے انگوٹھے میں اول تو ہلکی سی خراش آگئی جس نے آگے چل کر زخم کی شکل اختیار کرلی آہستہ آہستہ انگوٹھے میں سڑان شروع ہوگئی بُہتیرا علاج کرتا رہا مگر فائدہ نہ ہوا بلآخر انگوٹھے کو کٹوانا پڑا مگر اس کے زہریلے اثرات دیگر انگلیوں اور ہتھیلی تک جاپہونچے ۔ یہ بیماری نہیں بلکہ اس غریب کی آہ اسمیں کام کررہی تھی مختصراً یہ کہ اسے انگلیاں۔ ہتھیلی اور آگے جاکر پہونچے تک پورا ہاتھ ہی کٹوانا پڑا مگر پھر بھی ختم نہ ہوا اس کے جراثیم آگے بڑھتے رہے۔ پریشان ہوکر وہ کسی اللہ والے کی خدمت میں دعا کے لئے گیا۔ وہ بزرگ صاحبِ نسبت تھے حقیقت ان پے

---

(۱) معارف الحدیث۔ جلد ۱ صفحہ ۸۴ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھنوی۔

(۲) از تحفۂ خواتین۔ صفحہ ۳۷۵۔

منکشف ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ اُو اللہ کے بندے! تھوڑا تھوڑا کر کے کب تک تم اپنے ہاتھوں کو کٹواتے رہو گے؟ جاؤ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس غریب مظلوم (مچھلی والے) کے پاس جاؤ اور اس سے معافی مانگ کر اسے راضی کر لو۔ اسکے راضی ہونے اور معاف کر دینے پر اس مصیبت سے نجات مل سکتی ہے۔ یہ سن کر وہ وہاں سے نکلا۔ مچھلی والے کو تلاش کیا رو دھو کر منت سماجت کر کے اس سے معافی مانگی۔ اس بچارے غریب آدمی نے اسے معاف کر دیا۔ تب جا کر اسکو اس مصیبت اور زخم سے شفا نصیب ہوئی۔ تو دیکھا! غریب مظلوم کی آہ اور آنسوؤں کا اثر۔ قدرت خداوندی نے اسی وقت انتقامی کاروائی کرتے ہوئے۔ اس ظالم کو ظلم کا مزہ چکھا دیا ظلم بہت بُری چیز ہے اس سے بچتے رہنا چاہیے۔

قطبُ الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فرمایا میرا اپنی ذات کے لئے بھی بیسیوں مرتبہ کا تجربہ ہے کہ جو دعا اضطراری طور پر مانگی گئی ہے وہ بہت جلد قبول ہوتی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے علامہ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کر لینے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور آیت کریمہ:۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ۔ میں اسکا اعلان بھی فرما دیا ہے جسکی اصل وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سب سہاروں سے مایوس اور علائق (وسائل) سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا کارساز سمجھ کر دعا کرنا یہ سرمایۂ اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کی برکت سے اس کی طرف رحمت حق متوجہ ہو جاتی ہے۔[2]

مظلوم کافر کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مظلوم کی بد دعا قبول ہو جاتی ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اسکے لئے کوئی روک (رکاوٹ) نہیں ہے۔ (مسند احمد)[3]

---

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور انکے خلفائے کرام جلد ا صفحہ ۲۰۸ مرتب حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ

(۲) معارف القرآن جلد ۶ پا ۲۰ ع ا سورہ نمل صفحہ ۵۹۵ (۳) معارف الحدیث جلد ا صفحہ ۸۳ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ

سب سے زیادہ ناپاک جنس خنزیر کی دعا قبول ہو گئی

اب تک تو مسلم اور غیر مسلم مظلوم و مضطر کی دعاؤں کے قبول ہونے کے متعلق احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حکایات اکابرین امت کی روشنی میں کافی چیزیں تحریر کی جا چکیں۔ اب جی میں آیا کہ ایک دو واقعات اس خالق و مالک کی ان مخلوقات میں سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا چلوں، جن کا تعلق انسانوں سے نہیں بلکہ حیوانوں سے ہے۔ اور حیوانوں میں بھی جسے ام الخبائث سے تعبیر کیا جاتا ہے، انکی دعا بھی اس ارحم الراحمین نے سن لی۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

رئیس المحدثین شیخ الاسلام سیدنا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے فرمایا۔" کابل" (افغانستان) کے ایک آدمی نے اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ مجھ سے (یعنی حضرت مدنیؒ سے) بیان کیا تھا۔ کابل کے جنگلات میں جنگلی جانوروں اور موذی درندوں کی بڑی کثرت تھی انکی وجہ سے باغات اور کھیتی باڑی کو سخت نقصان پہونچتا تھا، ایک مرتبہ لوگوں نے ان جانوروں کو گھیر کر جنگل میں آگ لگا دی۔ جب آگ نے تپش اختیار کر لی اور چاروں طرف سے ان حیوانوں کو گھیر لیا، تو حیوانوں کے ان گلّہ (ریوڑ۔ ٹولے) میں سے ایک سوّر (خنزیر) باہر نکل آیا اور اس اکیلے سوّر نے آسمان کی طرف اپنا منہ اٹھا کر چیخنا چلاّنا (یعنی اپنی بے بسی اور مظلومیت پر رونا گڑگڑانا) شروع کر دیا۔

پس ادھر سے اس خنزیر کا اپنی مظلومیت پر گڑگڑا کر رونا اور بلکنا تھا کہ اُسی وقت اُدھر دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور اسی وقت یک بارگی آسمان ابر آلود ہو گیا، اور آناً فاناً موسلادھار بارش برسنے لگی اور اسی وقت سارے جنگل کی آگ بجھ گئی اور گھرے ہوئے سارے جانور اور درندے بچ کر وہاں سے نکل بھاگے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد، حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں، اے مسلمانوں! کیا تم اس درجہ مایوس ہو گئے ہو کہ وہ پروردگار جو خنزیر جیسے ناپاک جانور کی فریاد سنتا ہے تو پھر کیا وہ تمہاری داد رسی نہیں کرے گا؟ یقیناً کرے گا۔

(۱) تقسیم ہند و پاک کے وقت کا بیان۔ تقریر، بنام "پیغام آزاد و مدنی" صفحہ ۲۳، مرتب مولانا محمد اصلح الحسینی صاحب

فائدہ: تقسیم ہند و پاک کے وقت غیر مسلموں کی جانب سے جو قیامت خیز مظالم ڈھائے گئے تھے اور ہندوستان کے مسلمان میدانِ حشر کے مانند مظلومیت اور پریشانی کی وجہ سے نفسی نفسی کے عالم میں گھرے ہوئے تھے اس وقت اکابرین امت اس قسم کے ترغیبی بیانات کے ذریعہ مسلمانوں کی اشک سوئی فرمارہے تھے۔

مظلوم چاہے فاسق و فاجر ہو یا کافر۔ اللہ تعالیٰ اسکی سنتا ہے

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ فاسق و فاجر ہو۔ یہ اس لئے کہ اس کا فسق و فجور اسکی ذات پر ہے (مسند احمد)

فائدہ: فسق ایک مستقل چیز ہے جیسا کوئی کرے گا ویسا بھرے گا۔ اور مظلومیت دوسری چیز ہے جس پر رحم دل والوں کو ترس آیا ہی کرتا ہے۔ پس کسی کے فاسق یا مبتلائے گناہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلا حق شرعی اس پر کوئی ظلم کرے۔ تو ظالم کو پکڑا نہ جائے اور مظلوم کی نہ سنی جائے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے بددعا کی اُس کے حق میں جس نے اس پر ظلم کیا تھا۔ تو اس نے بدلہ لے لیا۔ (ترمذی)

فائدہ: یعنی مظلوم کو ظالم سے انتقام لینے کا حق دیا گیا ہے وہ اس سے بھی پورا ہو جائے گا کہ بددعا کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کر لے۔ یا مجرم کو حاکم وغیرہ کے حوالہ کر کے سزا دلوادیں اس کا بھی اس کو حق پہنچتا ہے۔ مگر بدلہ لینے کے اعتبار سے دونوں برابر ہو جائیں گے چاہے خود بدلہ لیں یا کسی اور سے دلوائیں۔

ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ لوگوں پر ضرور ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جس میں ذریعہ نجات صرف دعا ہوگی۔ اور ایسی دعا جیسا کہ ڈوبنے والا دعا کرتا ہے۔ (یعنی بے انتہاء گریہ و زاری کے ساتھ)۔

(۱) ابوبکر بزار۔ درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۳۔ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۸۸۔

(۳) ابونعیم فی الحلیۃ۔ حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ حصہ ۱۰ صفحہ ۵۸۶۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ۔

فـائدہ: یہ شاید اس وجہ سے ہوگا کہ ظالموں کے ظلم وستم کا دور ہوگا۔اس میں بے کس، غریب اور کمزوروں کی شنوائی و دادرسی کہیں نہ ہوگی۔ایسے لوگوں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہونے کی وجہ سے انکا آخری سہارا صرف خدا کی ذات ہوگی۔اس لئے سوائے الحاح وزاری اور دعاؤں کے انکے لئے کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔

حضرت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں حضرتؒ طاؤسؒ کسی بیمار کے پاس تیمار داری کے لئے تشریف لے گئے۔تو مریض نے عرض کیا کہ حضرت میری صحت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں؟ یہ سن کر حضرت طاؤسؒ نے فرمایا۔اُے مریض! تم خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ بے قراری کی بے قراری کے وقت کی دعا اللہ تعالیٰ بہت جلد قبول فرمالیتے ہیں۔

در اصل بات یہ ہے کہ جب انسان مجبور، بے کس و بے بس ہوجاتا ہے تو ایسے وقت اس کی نظر سیدھی اس احکم الحاکمین پر جالگتی ہے۔ہر طرف سے امیدیں ختم ہوجاتی ہیں۔اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کرتا ہے کہ۔میری مصیبت دور ہو۔بے چینی و بے قراری ختم ہو۔چونکہ ایسے مواقع پر انسان ظاہر و باطن سے اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے۔اور یقین کرلیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے جو اس وقت کی بے چینی، تکلیف و دکھ درد کو رفع کر سکے اس لئے اس کی دعا بہت جلد قبول ہوجاتی ہے۔ایسے مواقع میں دعا سے غافل نہ ہونا چاہئے۔یہ تو قبولیت کا خاص وقت نصیب ہوا ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ یہاں تک تو جسمانی اذیتیں اور تکالیف جو ظاہری ظلم و زیادتی کے اعتبار سے لوگوں پر ہوا کرتی ہے اسکے متعلق تحریر کیا گیا ہے۔جی میں آیا کہ ظاہر کے ساتھ باطن اور جسم کے ساتھ روح کو بھی اپنی جانب سے کبھی دوسروں کو اذیت اور دکھ پہونچ جاتا ہے۔اسکے متعلق بھی اشارتاً چند مثالیں پیش کرتا چلوں تاکہ زہد و تقویٰ اور دینداری کے

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۲۰ ع ا سورۂ نمل۔غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۴۲ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ۔

(۲) فضائل دعا صفحہ ۱۳۱ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ

اعتبار سے جنکا مقام بلند وارفع ہے ان حضرات کے ذہن میں بھی یہ عبرت آموز واقعات مستحضر اور مشعل راہ بنے رہیں۔

تحقیر مسلم کی سزا محدث دہلوی حضرت شیخ سید ابرار احمد صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ایک بزرگ کا واقعہ نظر سے گزرا، لکھا ہے، ایک مرتبہ ان سے کسی مسلمان کی تحقیر (توہین۔ بے عزتی) ہو گئی تھی جسکی وجہ سے میرے اس فعل کی سزا مجھے یہ ملی کہ چھ مہینہ تک قیام لیل (تہجد کی نماز کی توفیق) سے محروم ہو گیا، اور چھ مہینہ تک مجھے مناجات (دعا) کی حلاوت سے محرومی رہی، یہ اس لئے کہ مؤمن کا رتبہ دربار الٰہی میں بڑا ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ کس کا کیا حال ہونے والا ہے، اور کس کی کیا شان بعد میں ہونے والی ہے، اس لئے مسلمانوں کے ہمراہ شفقت و محبت کا معاملہ ہو، اس کے لئے دعا کی جائے، اس سے عبرت حاصل کرے، اکرام و تکریم کا مدار اسلام پر ہے، اگر کسی میں بھی اسلام آگیا تو وہ قابل تکریم بن گیا۔ خدانہ خواستہ اگر کسی میں کوئی کمزوری ہے اور آپ کے لئے ممکن بھی ہو تو پیار و محبت سے اس کی اصلاح کی کوششوں کے بعد اس کے لئے رشد و ہدایت کی دعا فرماتے رہا کریں۔ باقی کسی کے لئے کسی قسم کے فیصلے یا فتویٰ بازی سے باز رہے، نہ ہم اسکے ذمہ دار ہیں نہ اسکے اہل۔ وہ اکرم الاکرمین ہمیں مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

زمانہ کے محدث اعظم قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کا اپنے پیر و مرشد سے محبت اور مخلوق کی دلجوئی کی خاطر اپنے کو کھپا دینے والا عجیب واقعہ۔

علامہ شیخ میرٹھیؒ حضرت گنگوہیؒ کی سوانح میں تحریر فرماتے ہیں: "آبھہ" یہ ضلع سہارنپور میں ایک گاؤں کا نام ہے، چونکہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کا کبھی کبھی اس گاؤں میں قیام ہوا کرتا تھا اس نسبت سے امام ربانی حضرت مولانا رشید

(۱) فیض ابرار جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ مواعظ حسنہ، حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دہلویؒ محدث دارالعلوم ترکیسر، گجرات انڈیا۔ (۲) تذکرۃ الرشید صفحہ ۲۸ سوانح حضرت رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔

احمد صاحب گنگوہیؒ بڑے شوق سے وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس بستی اور اہل بستی کو آپ ادب واحترام کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ حضرت مولانا نظر محمد صاحب (جو وہاں کے نیک لوگوں میں سے تھے) فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھیا (چمارن) راستہ میں جھاڑو دے رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ: آج کیا بات ہے گاؤں میں چہل پہل مچی ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں؟

آج بڑے مولوی جی (یعنی حضرت گنگوہیؒ) آتے ہیں۔ مولانا آگے چلے تو دیکھا کہ چاروں طرف حضرت کی تشریف آوری کا شور مچا ہوا ہے۔ اور اہل بستی عید سے زیادہ خوشیاں منا رہے ہیں۔ کیا ہندو، کیا مسلمان، کیا غریب، کیا امیر، بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے تک گاؤں سے نکل کر رام پور کی بٹیا (راستہ) پر چل کھڑے ہوئے۔ ظہر کے بعد حضرت گاؤں میں تشریف لائے اور ایک شب قیام بھی فرمایا۔ گھروں کی مستورات کا یہ حال تھا کہ حضرت کی زیارت کے لئے تڑپتی تھیں۔ صبح ہوتے ہی بیبیوں درخواستیں آئیں۔ اور پردہ نشین عورتیں حضرت گنگوہیؒ کو اپنے اپنے گھروں پر بلا کر سلسلہ میں داخل ہوئیں۔ اس روز پھرتے پھرتے حضرت کی کمر میں درد بھی ہو گیا۔ مگر پھر بھی حضرت نے کسی ایک سے بھی یہ نہ فرمایا کہ میں ضعیف ہوں تھک گیا ہوں۔ اور مجھے چلنے سے بھی تکلیف ہو رہی ہے۔ کسی سے کچھ نہ کہا۔ دیندار عورتوں کی یہ حالت تھی کہ: حضرت کے قدموں سے جدا ہونا انکو شاق گزرتا تھا۔ اسلئے بہتیرے گھروں سے دو دو اور تین تین بار بلاوا آیا اور آپ بغیر کسی قسم کی خفگی یا ناراضگی کے سب جگہ تشریف لے جاتے۔

یہ منظر دیکھ کر مجھے ناگوار بھی گزرا کہ بلاوجہ حضرت کو ضعیفی پیرانہ سالی اور کمزوری کے عالم میں تکلیف دی جارہی ہے۔ مگر واہ رے حضرت کو ایک ایک گھر میں جتنی بھی دفع بلائے گئے اتنی ہی دفع آپ بخوشی تشریف لے گئے۔ آخر میرے دلی وسوسہ پر مطلع ہو کر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا۔ " میرے بھائی نظر محمد صاحب۔ سنو! دہلی میں (عارف باللہ) حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب (محدث دہلویؒ) کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک

بوڑھیا کسی کام کے لئے آئی تھی، حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کو جواب دیا کہ اس وقت موقع (فرصت) نہیں ہے۔ یہ سن کر بچاری بوڑھیا نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ، یا اللہ تجھ تک تو میری رسائی نہیں اور جنکی تیرے در تک رسائی ہے وہ میری طرف توجہ نہیں کرتے، اب میں کروں تو کیا کروں، اور جاؤں تو کہاں جاؤں (اس طرح کہہ کر مایوسی کی حالت میں اس نے وہاں سے چل دیا) اس طرف بوڑھیا کا یہ کہنا تھا کہ اُدھر حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ کی حالت کا بدلنا شروع ہو گیا۔ غالباً یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کچھ (روحانی) نعمت ملی تھی وہ بھی سب سلب ہو گئی (یعنی چھین گئی) آخر کار کئی دن تک حضرت شاہ صاحبؒ روتے رہے، اور بوڑھیا کو تلاش کر کے ان سے معافی مانگی پھر اس کی درخواست کو پورا کیا تب کہیں جا کر وہ نعمت پھر عطا ہوئی۔ بھائی نقر محمد صاحب مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے خداوند قدوس کی بے نیازی سے، اس لئے میں تو جتنی مرتبہ بھی جتنے گھروں میں بلایا جاؤں اتنی مرتبہ ضرور وہاں حاضری دونگا۔ یہ تھے ہمارے علمائے دیوبند۔

حضرت شیخ مسیح الامتؒ اور مسلمانوں کی دل جوئی کا عالم

اسی نسبت سے زمانے کے ایک اور عاشق رسولؐ عارفِ ربانی کے اخلاقِ کریمانہ کا ایک منظر جو ہم نے[1] اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے قارئین کے لئے تحریر کرنا اپنی سعادت مندی تصور کرونگا۔

ایسے ہی واقعات ہمارے آقا قطب الارشاد حضرت شیخ مسیح الامت جلال آبادیؒ کے ہمراہ بھی سفر برطانیہ کے دوران بار بار پیش آتے رہے۔ حضرت والا جب پہلی مرتبہ ۱۹۷۱ء میں یہاں تشریف لائے تو نحیف الجسم، پیرانہ سالی، نقاہت، بیماری اور تھکن وغیرہ متعدد اعذار کے باوجود حلم و بردباری کا یہ عالم، کہ ایک ایک دن میں ایک ایک بستی میں لوگ چالیس اور پچاس پچاس مکانوں میں حضرت کو دعا و برکت کی نیت سے لے جاتے رہے۔

تو حضرت والا کہیں کسی کی دل شکنی نہ ہو اس خیال سے ہر کس و ناکس، امیر و غریب، چھوٹے بڑے، سب کے ہاں تشریف لے جاتے رہے، پھر جب قیام گاہ پر تشریف لاتے

(۱) ناقل، محمد ایوب سورتی عفرلہ، باٹلی، برطانیہ۔

تو فوراً نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑتے، اور خدام خدمت شروع فرما دیتے، مگر احتراماً خدمت کرانا بھی زیادہ دیر گوارا نہ فرماتے۔ ہر قسم کی ساری مشقتیں اپنے اوپر ہی برداشت فرما لیا کرتے تھے، یہ تھے ہمارے اکابرین جنکی نظریں ہمیشہ خالق و مخلوق دونوں طرف رہا کرتی تھیں۔

مرغیوں کو وقت پر نہ کھولنے پر وقت کے مجدد سے تلاوت کی حلاوت چھن لی گئی

حضرت مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں:۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا کہ میں نے اپنے گھر میں مرغیاں پال رکھی تھیں، انہیں روزانہ شام کے وقت بند کر دیتا تھا، اور صبح کے وقت کھول دیا کرتا تھا، اسکے بعد ذکر و تلاوت اور اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتا تھا ایک مرتبہ صبح کے وقت میں تلاوت کر رہا تھا، مگر اس میں دل جما نہیں بلکہ بے رغبتی اور وحشت سی پیدا ہونے لگی اور دل اچاٹ سا ہو گیا۔ میں نے اسی وقت تلاوت کرنا بند کر دیا اور دربار الٰہی میں استغفار اور توبۃ اللہ کر کے معافی مانگنے لگا، اور دعا کی کہ یا اللہ یہ وحشت اور بے اطمینانی کس وجہ سے ہو رہی ہے، مجھ سے کیا ہو گیا؟ بس اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا تھا کہ فوراً میری رہنمائی فرمائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ القاء فرمایا کہ آج سورج طلوع ہو گیا دن بھی کافی نکل آیا مگر گھر میں جو مرغیاں پال رکھی ہیں انہیں آج چھوڑنا اور کھولنا بھول گئے ہو، میری اس مخلوق کے پنجرے میں جکڑ رکھنے کی وجہ سے تمہارے دل کا انبساط ہم نے چھین لیا ہے۔ بس یہ معلوم ہونا تھا کہ توبہ و استغفار کرتے ہوئے، فوراً وہاں سے بھاگے ہوئے گئے اور انہیں کھول دیا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی بے زبان اور بے بس مخلوق کی اتنی قدر و منزلت ہے کہ انکی وجہ سے وقت کے مجدد اور قطب کی عبادات کے انوارات اور حلاوت کو سلب کر لیا۔ جب حیوانوں پر معمولی قسم کی زیادتی کو اللہ تعالیٰ برداشت نہیں فرماتے تو پھر حضرت انسان جو اشرف المخلوقات میں سے ہے انکی دل شکنی، دل آزاری توہین اور بے عزتی وغیرہ کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

(۱) باتیں انکی یاد رہے گی، صفحہ ۱۰۶ ملفوظات حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔

لهٰذا کسی پر ظلم و زیادتی بے جا تشدد اور ناانصافی وغیرہ سے بہت بچتے رہنا چاہیے۔

پرندے کی شکایت پر اللہ تعالیٰ نے پریشانی مسلط کردی

اب یہاں پر اخیر میں ایک ایسا واقعہ تحریر کیا جا رہا ہے جنکے مطالعہ کے بعد اگر انسان میں تھوڑی سی بھی شرافت اور سوجھ بوجھ ہو تو پھر وہ زندگی بھر خداوند قدوس کی ہر قسم کی مخلوق کو ستانے یا ان پر ظلم و زیادتی کرنے سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو بچائے رکھے گا۔

واقعہ اس طرح رونما ہوا۔ عالم ربانی حضرتؒ شیخ ابو بکر واسطیؒ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی دینی مسئلہ کی سوچ میں پڑ گیا، اور اسی استغراقی حالت میں سوچتا ہوا گھر سے چلدیا اور چلتے چلتے ایک باغ میں جا پہونچا، وہاں ایک پرندہ آکر میرے سر پر اُڑنے لگا میں نے اس کو بغیر کسی قسم کے ارادہ کے ویسے ہی پکڑ لیا اس کے بعد دوسرا پرندہ آیا اور وہ بھی میرے سر پر آکر چلانے لگا، اسے دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ اس پرندہ کی جفت (مادہ) یا بچہ ہے۔ میں نے اس کے چلانے اور اسکے تڑپنے پر ترس کھا کر اپنے ہاتھ والے پرندے کو چھوڑ دیا، مگر جب مٹھی کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مرچکا ہے، میری حالت استغراق جیسی تھی مگر یہ منظر دیکھ کر مجھے بہت دُکھ اور صدمہ ہوا۔ اس حادثہ سے میں دل برداشتہ ہو گیا، اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی وقت سے میرا علمی مشغلہ درس و تدریس اور ریاضت و مجاہدات وغیرہ سب چھوٹ گئے۔ اور مسلسل ایک سال تک میں اسی حیرانی و پریشانی میں بھٹکتا رہا۔

آخر انہیں حیرانی و پریشانی کے عالم میں ایک رات خواب میں جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف ہوا، میں نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی حالت پیش کردی، تو میرے حالات سن کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا کہ بارگاہ رب العزت میں ایک جانور (مظلوم پرندے) نے تمہاری شکایت کی ہے اس لئے اس کی پاداش (جرم) میں تم پر سرگردانی اور پریشانی مسلط

(۱) تذکرۃ الاولیاء، جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ۔

کر دی گئی ہے۔ عذر کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔

تو گویا یہ ایک ایسا جرم تھا کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے لئے سفارش نہ فرما سکے۔ میں مایوسی اور غم کی حالت میں بیدار ہو گیا اس کے کافی عرصہ کے بعد ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ میرے گھر میں بلی نے بچے دئے بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ ایک دن سانپ کہیں سے آنکلا اور اس نے ایک بچہ کو اپنے منہ میں دبالیا۔ بچہ چلا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں دوڑا اور سانپ کے منہ سے بلی کے بچے کو زندہ چھڑالیا۔ بس اسی دن سے میری حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ اور بہت جلد میں تندرست اور شفایاب ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد پھر ایک رات خواب میں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف ہوا۔ تو میں نے بلی اور سانپ کا سارا واقعہ اور اسکے بعد صحت کی طرف لوٹنے کا منظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ سنکر حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلی نے بارگاہ رب العزت میں تمہارے لئے سفارش کی تھی جس کی وجہ سے تم کو اللہ تعالیٰ نے صحت و تندرستی عطا فرمادی۔ جان کے بدلہ جان بچانے پر مواخذہ سے بچ نکلے۔

فائدہ: ظلم و ستم پر ظالموں کے مختلف طریقوں سے خدائی قہر و غضب۔ اور گرفت میں مبتلا ہونے اور مظلوم و مضطر کی آہ و فغاں پر نصرت خداوندی وغیرہ کو۔ قرآنی تعلیمات و ہدایات احادیث نبویہ اور واقعات اکابرین امت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔ ان کا ماحصل صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق چاہے وہ انسانوں میں سے ہو یا پھر حیوانوں میں سے بہر حال خدا کی مخلوق ہونے کے ناطہ سے وہ خدا کی محبوب اور پیاری ہے۔ انکے ساتھ کسی نے بھی اگر بے جا یا غیر مناسب رویہ اختیار کیا تو پھر وہ قہر خداوندی اور انکی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے بچتے۔ بچاتے رہنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

اسکے علاوہ روحانی اور باطنی طور پر کسی کی دل شکنی۔ دل آزاری۔ اور تحقیر و توہین سے بھی بڑے بڑے صاحب کمال کی نسبتیں سلب ہو جایا کرتی ہیں۔ اس لئے ہر مکتبہ

فکر کے لوگوں کو مذکورہ واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑی احتیاط سے زندگی گزارتے رہنا چاہیے۔

ظلم کی تلافی کی شکل صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان کو رخصت کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند نصائح فرمائیں۔ ان میں اخیری نصیحت یہ فرمائی کہ، اے معاذ! مظلوم کی بددعا سے بہت بچتے اور ڈرتے رہنا، کیونکہ اسکے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ (روکنے والا) نہیں ہوتا۔ (رواہ، بخاری ومسلم)۔

فائدہ: مطلب یہ کہ تم ایک علاقہ کے گورنر اور حاکم بن کر جارہے ہو، تمہارا واسطہ ہر کس و ناکس سے پڑے گا، اس لئے کبھی کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرنا، کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا وہ قبول ہوکر رہتی ہے۔

دوسری چیز یہ کہ دراصل جب کوئی شخص مظلوم ہوتا ہے، مگر اپنی کمزوری وغیرہ کی وجہ سے وہ بدلہ لینے کی طاقت نہیں رکھتا، تو ایسے وقت میں اسکا مقدمہ سرکاری ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسکا انتقام لینے کے لئے خود ہی آگے بڑھتے ہیں۔ ہم نے سینکڑوں ظالموں کو انتقام الٰہی کا نشانہ بنتے اپنی آنکھوں دیکھا ہے، اس لئے کمزوروں، ماتحتوں، مجبوروں اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے سے آدمی کو ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے۔

ظلم کی تلافی کی شکل یہ ہے کہ مظلوم سے معافی مانگ لی جائے، یا پھر کچھ دے دلاکر کسی طرح اسے راضی اور خوش کرلیا جائے، پھر اللہ تعالیٰ سے بھی سچے دل سے توبہ استغفار کرکے معافی مانگ لی جائے، اور آئندہ کبھی کسی پر ظلم نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا جائے، اس طرح کرلینے سے انشاء اللہ تعالیٰ اس جبار و قہار کے غضب اور پکڑ سے محفوظ رہ سکو گے

حضرت مفتیؒ صاحب فرماتے ہیں۔ اگر کسی مضطر، مظلوم یا مسافر وغیرہ کو کبھی یہ

(۱) آپکے مسائل اور انکا حل، صفحہ ۷، حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب

(۲) تفسیر معارف القرآن جلد ۶ پ ۲۰ ع ۱ سورۂ نمل صفحہ ۵۹۶۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

محسوس ہو کہ اسکی دعا قبول نہیں ہوئی تو اسے مایوس یا بدگمان نہ ہونا چاہیے۔ بعض اوقات دعا تو قبول ہو جاتی ہے۔ مگر کسی مصلحت و حکمت ربانی سے قبولیت کا ظہور دیر میں ہوتا ہے۔ یا پھر وہ اپنے نفس کو ٹٹولے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسکے طریقہ طلب، اخلاص اور توجہ الی اللہ میں کچھ کمی یا کوتاہی ہو رہی ہے۔ یہ بھی وجوہات میں سے ایک وجہ ہو سکتی ہے۔

مضطر و پریشان حال کے لئے پیغمبرانہ عطیہ

حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص (کسی قسم کے بھی) مصائب و آلام (وغیرہ) میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ یہ دعا پڑھتے رہا کریں۔

> اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِىْ اِلٰى نَفْسِىْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِىْ شَاْنِىْ كُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔
>
> (رواہ۔ علامہ قرطبی)

ترجمہ: یا اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، اس لئے مجھے ایک لحظہ (سیکنڈ) کے لئے بھی میرے اپنے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور آپ ہی میرے سب کاموں کو درست کر دیجئے۔ آپکے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔

الحمدللہ، مضطر و مظلوم، کے متعلق یہ باب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین دعا پر ختم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر، قرآنی تعلیمات و ہدایات اور پیغمبرانہ فرمودات کے مطابق زندگی گزارنے کی جملہ مسلمانوں کو توفیق سعید عطا فرمائے۔ آمین۔

****

> قولِ دانش: ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے۔
>
> لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۶ پا ۲۰ سورۃ نمل صفحہ ۵۹۵۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب۔

آٹھویں فصل

☆ نبیٔ کریم ﷺ کے امتی کے لئے دعائیں کرنے کے فضائل ☆

اس سے پہلے "مظلوم و مضطر کی دعا" کے عنوان سے مضمون گزر چکا، اب اسکے بعد آپکے سامنے تعلیمات نبویہ کی روشنی میں، اخوتِ اسلامیہ کا ایک اہم باب پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کا عنوان ہے:۔

نبیٔ کریم ﷺ کے امتی کے لئے دعائیں کرنے کے فضائل

اسکو بھی قرآنی ہدایات، احادیثِ نبویہ اور اکابرینِ ملت کے گراں قدر ارشادات سے مرصع کر کے تحریر کیا گیا ہے۔

اس میں دعا کے لئے دوسروں سے درخواست کرنا پیغمبرانہ سنت ہے۔ اے عمرؓ میری امت کے حق میں دعا کے لئے عرض کرنا، امت کے لئے دعائیں مانگنے والوں کا نام ابرار و ابدال میں لکھا جاتا ہے، اے ابن ادہم! اپنے بجائے دوسروں کے متعلق تمہارا دعا کرنا زیادہ مناسب ہوگا، اور کوہِ لبنان میں رہنے والے نابینا شیخ کا امت مسلمہ کے لئے نادر تحفہ پیش کرنا، وغیرہ جیسے دردمندانہ علوم کے ذریعہ امت مسلمہ کو جملہ مسلمانوں کے ساتھ دعاؤں کے ذریعہ حقوق العباد کا خیال رکھتے ہوئے مساوات و اخوت اسلامی کے بہترین درس کے ساتھ مسلمان کو مسلمانوں سے قریب کرنے اور جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے

یا ارحم الراحمین

سب مسلمانوں کو نبیٔ کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت کے سارے مسلمانوں کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

اب یہاں سے دوسرا ایک نیا باب شروع کیا جارہا ہے۔اس میں دوسروں کے لئے خصوصاً جو غائب یعنی دعا کرتے وقت دعا کرنے والے کے پاس موجود نہ ہوں ایسے لوگوں کے لئے دعائیں کرنے کے فضائل جو احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں وہ تحریر کئے جارہے ہیں:

دوسروں کے لئے دعا کرنے والوں کے لئے خوشخبری

حدیث[1] میں ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹھ پیچھے مسلمان بھائی کی دعا قبول ہوتی ہے۔اس کے پاس ایک فرشتہ دعا کرنے والے کے سر کے قریب مقرر ہوتا ہے۔جب وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے۔اور یوں کہتا ہے (مسلمان کے حق میں تونے جو دعا کی ہے وہ) تیرے لئے بھی اس جیسی ہی (نعمت ودولت کی) خوشخبری ہے۔ (مسلم شریف)۔

ایک حدیث پاک میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں پہلے تجھ سے شروع کرونگا۔ یعنی تم جو دعائیں دوسروں کے لئے مانگ رہے ہو وہ سب دعائیں میں پہلے تمہارے حق میں قبول کرونگا۔پہلے تمہیں دونگا۔

فائدہ:اس حدیث پاک سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے کتنی محبت ہے کیسی ہی گنہگار سہی۔مگر انکے لئے دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرنے۔اور اسے پہلے دینے کا برملا اعلان فرمایا جارہا ہے۔اسکے علاوہ اس حدیث پاک میں حقوق العباد اور اخوتِ اسلامی کا درس بھی دیا جارہا ہے۔

حضرت[2] امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ۔آدمی کی دعا اسکے بھائی کے حق میں (غائبانہ دعا) اس قدر زیادہ قبول ہوتی ہے کہ خود اسکے حق میں اتنی قبول نہیں ہوتی۔

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۸۴ (۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۳ امام غزالیؒ

فرشتوں سے اپنے لئے دعا کرانے کی بہترین تدبیر

ایک صاحب نے رخصت ہوتے وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے دعا کی درخواست کی، تو اس وقت حضرت نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لئے اس کی غیبت میں (غائبانہ) دعا کرنا درحقیقت اپنے لئے دعا کرنا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے خیر و فلاح کی کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں۔ وَلَكَ مِثْلُ ذٰلِكَ یعنی اے اللہ کے بندے، یہی چیز اللہ تعالیٰ تجھے بھی عطا فرما دے۔ بس ہر مسلمان کے لئے کسی بہتری کی دعا کرنا یہ درحقیقت فرشتوں سے اپنے لئے دعا کرانے کی ایک یقینی تدبیر ہے۔

سب سے زیادہ قبول ہونے والی دعا یہ ہے

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہیں:- (۱) مظلوم کی (۲) حاجی کی (۳) مریض کی (۴) مجاہد کی (۵) اور ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے جو کی جاتی ہے۔ یہ پانچ دعائیں فرمانے کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا، ان دعاؤں میں سب سے زیادہ قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اسکی پیٹھ کے پیچھے دعا کرے۔ (رواہ بیہقی فی الدعوات الکبیر)

خاتمہ بالخیر اور مستجاب الدعوات ہونے کا عمل

عارفؒ باللہ شیخ المشائخ حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی صاحبؒ (خلیفہ ارشد حضرت تھانویؒ) فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے، اگر کوئی مسلمان روزانہ ستائیس مرتبہ، تمام مسلمانوں کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کرتا رہے تو اسکی ساری دعائیں قبول ہوجاتی ہیں (یعنی امت کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرنے والا خود مستجاب الدعوات بن جاتا ہے) اسکے علاوہ دوسرا انعام

(۱) ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ۔ صفحہ ۱۴۱ مرتب مولانا محمد منظور احمد نعمانی صاحبؒ۔

(۲) تحفہ خواتین صفحہ ۳۰۲، (۳) افادات حضرت شیخ مولانا عبد الحی عارفی صاحبؒ۔

یہ ملے گا کہ اسکا ایمان پر خاتمہ ہوگا۔ تیسری نعمت یہ ملے گی کہ اسکے رزق میں برکت و فراغت (کشادگی) ہوتی رہے گی۔

فائدہ: خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں کے لئے دعائیں کرنے والوں کا بارگاہ ایزدی میں کتنا بلند مقام ہے کہ انہیں قسم قسم کے انعامات سے نوازے جانے کی بشارتیں دی جارہی ہیں۔ ان بشارتوں کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان خدا کا بندہ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی نسبت سے ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرنے والے اور آپس میں نصرت و مدد کرنے والے بن جائیں۔ یہ اس لئے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ یعنی سارے مسلمان بھائی بھائی ہی تو ہے، تو بھائی اپنے بھائی کے لئے دعائیں نہ کریگا تو پھر کس کے لئے کریگا؟ اور دعائیں مفت میں نہیں کرائی جارہی ہیں بلکہ اسکے عوض بے بہا نعمتوں سے نوازے جارہے ہیں۔

حدیث میں وارد ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی مسلمانوں کی غم خواری نہ کرے وہ ان میں (یعنی مسلمانوں میں) سے نہیں۔ (رواہ حاکم وطبرانی)

حضرت[1] امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لئے اسکی غیبت (غیر موجودگی) میں رد نہیں ہوتی۔ یعنی ضرور قبول کرلی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)۔

ایک حدیث[2] میں ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب دعاؤں سے بڑھ کر جلد سے جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب کی دعا غائب کے لئے ہو۔ (ترمذی شریف)

دوسری ایک حدیث میں اس طرح منقول ہے۔ حضرت[3] عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا مسلمان کا کسی مسلمان کی غیر حاضری میں اسکے حق میں دعا کرنا ہے۔ (ابوداؤد)

---

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ امام غزالیؒ۔ (۲) فضائل دعا صفحہ ۱۴۰ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ۔ (۳) برکات اعمال ترجمہ فضائل اعمال صفحہ ۱۸۲ مترجم مولانا یعقوب کاوی صاحب قاسمی مدظلہ۔

فائدہ: یعنی جو دعا اپنے مسلمان بھائی کے لئے اسکی پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے اس طرح کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ایسی حالت میں اسکے لئے دعائیں مانگ رہا ہے۔تو چونکہ اس میں اخلاص و خیر خواہی اور تعلق و موذت کا اظہار ہو رہا ہے اس لئے وہ بہت جلد قبول ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کی حاجت روائی کے لئے دعا مانگنا

کتبِ[1] تفاسیر میں لکھا ہوا ہے۔کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا یہ بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے۔اور دعا کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملتا ہے۔حدیث پاک میں ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اللہ تعالی تیری بھی حاجت پوری فرمائیں۔

غیب سے آواز آئی اے ادہم! اپنے لئے کوئی بات نہ کرو

حضرت ابراہیم[2] ابن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف میں ہمیشہ رات کو ایسے موقع کا متلاشی اور خواہش مند تھا کہ خانۂ کعبہ خالی ہو ایسے وقت میں عبادت کروں۔

چنانچہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی خانۂ کعبہ میں صرف میں ہی اکیلا طواف کر رہا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر کعبہ کے حلقہ (باب کعبہ) میں ہاتھ ڈالا۔اور گناہوں کی پاکی (یعنی مغفرت) طلب کی تو اس وقت غیب سے آواز آئی کہ۔تمام مخلوق مجھ سے یہی چاہتی ہے۔یہ سنکر میں نے کہا کہ یا اللہ آپ صرف میرے ہی گناہوں کو بخش دیں۔

تو پھر آواز آئی کہ اے میرے بندے! تم دوسری ساری مخلوق کے متعلق ہمارے ساتھ گفتگو کرو۔یعنی اپنے علاوہ دوسروں کے متعلق دعا کرو) لیکن اپنے لئے کوئی بات نہ کرو۔کیونکہ تمہارے متعلق دوسروں کا کہنا (دعا کرنا) زیادہ زیبا ہے۔

---

(۱) تفسیر محیط، تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۰۰۔

(۲) تذکرۃ الاولیاء جلد ا صفحہ ۰، حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ۔

فائدہ: وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ دعا ریا کاری سے بعید ہوتی ہے۔ محض خلوص و محبت کی بنیاد پر کسی کے لئے اسکے پیٹھ کے پیچھے جو دعا کی جاتی ہے اس میں اخلاص بھی بہت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ غائب کی دعا غائب کے لئے بڑی تیزی سے قبول ہو جاتی ہے۔ اس لئے دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا بھی مسنون ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے سورج کو نیک و بد ہر قسم کے انسانوں پر چمکاتا ہے (روشنی پہونچاتا ہے) راست باز اور بدکار دونوں پر مینہ (بارش) برساتا ہے۔

دوستی کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: دوستی کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے دوست کے لئے اس کی زندگی میں اور انکے انتقال کے بعد بھی اس کے لئے دعائیں مانگا کریں جو اپنے لئے محبوب جانتا ہو۔ اس کے علاوہ اس کے گھر والوں اور انکے متعلقین کے حق میں بھی دعائیں مانگے۔ غیروں کے لئے اور اپنے لئے مانگنے میں فرق یہ ہے کہ: جس طرح اپنے لئے مانگے اسی طرح اس کے لئے بھی مانگے۔ کیونکہ حقیقت میں اس کے لئے دعا مانگنا یہ اپنے لئے ہی مانگنا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا مانگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ: یا اللہ اس دعا مانگنے والے کو بھی وُہی دے۔ جو یہ دوسروں کے لئے مانگتا ہے (رواہ مسلم)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حدیث میں ہے کہ: اپنی دعا سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان کی دعا اسکے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اس لئے دوسروں سے ضرور دعا کرائی جائے۔

---

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۹۹ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب سبحانی لدھیانوی۔

(۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۳ حضرت امام غزالیؒ

(۳) کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۱۳ مرتب حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادیؒ

فائدہ: یعنی جو دعا اپنے مسلمان بھائی کے لئے اسکی پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے اس طرح کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اسکے لئے دعائیں مانگ رہا ہے۔ تو چونکہ اس میں اخلاص و خیر خواہی اور تعلق و موذت کا اظہار ہو رہا ہے اس لئے وہ بہت جلد قبول ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کی حاجت روائی کے لئے دعا مانگنا

کتبِ تفاسیر میں لکھا ہوا ہے۔ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا یہ بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے۔ اور دعا کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تیری بھی حاجت پوری فرمائیں۔

غیب سے آواز آئی اے ادہم! اپنے لئے کوئی بات نہ کرو

حضرت ابراہیمؒ ابن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف میں ہمیشہ رات کو ایسے موقع کا متلاشی اور خواہش مند تھا کہ خانۂ کعبہ خالی ہو ایسے وقت میں عبادت کروں۔

چنانچہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی خانۂ کعبہ میں صرف میں ہی اکیلا طواف کر رہا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر کعبہ کے حلقہ (باب کعبہ) میں ہاتھ ڈالا اور گناہوں کی پاکی (یعنی مغفرت) طلب کی تو اس وقت غیب سے آواز آئی کہ۔ تمام مخلوق مجھ سے یہی چاہتی ہے۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ یا اللہ آپ صرف میرے ہی گناہوں کو بخش دیں۔

تو پھر آواز آئی کہ اے میرے بندے! تم دوسری ساری مخلوق کے متعلق ہمارے ساتھ گفتگو کرو۔ یعنی اپنے علاوہ دوسروں کے متعلق دعا کرو) لیکن اپنے لئے کوئی بات نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے متعلق دوسروں کا کہنا (دعا کرنا) زیادہ زیبا ہے۔

---

(۱) تفسیر محیط۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۰۰۔

(۲) تذکرۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۰، حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ۔

فائدہ: وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ دعا ریاکاری سے بعید ہوتی ہے۔ محض خلوص و محبت کی بنیاد پر کسی کے لئے اسکے پیٹھ کے پیچھے جو دعا کی جاتی ہے اس میں اخلاص بھی بہت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ غائب کی دعا غائب کے لئے بڑی تیزی سے قبول ہو جاتی ہے۔ اس لئے دوسروں سے دعا کی درخواست کرنا بھی مسنون ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے دشمنوں سے محبت رکھو، اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے سورج کو نیک و بد ہر قسم کے انسانوں پر چمکاتا ہے (روشنی پہونچاتا ہے) راست باز اور بدکار دونوں پر مینہ (بارش) برساتا ہے۔

دوستی کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: دوستی کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے دوست کے لئے اس کی زندگی میں اور انکے انتقال کے بعد بھی اس کے لئے دعائیں مانگا کریں جو اپنے لئے محبوب جانتا ہو۔ اس کے علاوہ اس کے گھر والوں اور انکے متعلقین کے حق میں بھی دعائیں مانگے۔ غیروں کے لئے اور اپنے لئے مانگنے میں فرق یہ ہے کہ جس طرح اپنے لئے مانگے اسی طرح اس کے لئے بھی مانگے۔ کیونکہ حقیقت میں اس کے لئے دعا مانگنا یہ اپنے لئے ہی مانگنا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا مانگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ یا اللہ اس دعا مانگنے والے کو بھی وُہی دے جو یہ دوسروں کے لئے مانگتا ہے (رواہ مسلم)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حدیث میں ہے کہ اپنی دعا سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان کی دعا اسکے حق میں قبول ہوتی ہے، اس لئے دوسروں سے ضرور دعا کرائی جائے۔

---

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۶۶ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب سبحانی لدھیانوی۔

(۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۴ حضرت امام غزالیؒ

(۳) کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۱۴ مرتب حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادیؒ

دعا مانگنے کا خانقاہی انداز طالبین[1] میں سے ایک طالب فرماتے ہیں، میں اپنی فہم اور سمجھ کے اعتبار سے قلب کے مرض کے علاج کے لئے سب سے قوی علاج اور مفید ترین چیز ذکر بالجہر سمجھتا تھا۔ مگر میرے مربی حضرت شیخ الحدیثؒ ماہر معالج اور مجدد فی الطریق تھے، وہ خوب سمجھتے تھے کہ اس مریض کا معدہ اس دوا (یعنی ذکر بالجہر) کو ہضم نہیں کر سکے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرتؒ نے فرمایا، آپکی صحت مساعدت نہیں کرتی، اس لئے میرے لئے مراقبہ دعائیہ حضرتؒ نے تجویز فرمایا تھا۔ مراقبہ دعائیہ اہل اللہ کے ہاں معروف چیز ہے۔ خاموشی کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ کر اپنے قلب کو یکسو کر کے امت مسلمہ کے لئے، اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے دعائے خیر کی جائے جسکو میں نے صراحتہً پوچھا تھا۔ مثلاً خاتمہ علی الایمان، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اکل حلال، معاصی سے محفوظ رہنا وغیرہ اس قسم کی دعائیں مانگی جائیں؟ حضرتؒ نے فرمایا ہاں: مگر یہ دعا دل میں مانگی جائے، اور اس مراقبہ میں کم از کم پندرہ منٹ کا وقت ضرور صرف کیا جائے یہ حضرتؒ نے فرمایا تھا۔

مراقبہ دعائیہ کی حقیقت اس کی حقیقت[2] یہ ہے کہ، آنکھ بند کر کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعائیں کی جائیں۔ زبان سے نہیں، اپنے دین و دنیا سب کے لئے اور اپنی ضروریات کے مطابق دعائیں کرنا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاح و فلاح کا اس مراقبہ میں خاص خیال رکھیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے امت کے لئے دعائیں کرنا یہ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی زیادہ مفید اور مناسب ہے۔

مراقبۂ دعائیہ کا طریقہ مراقبہ کا طریقہ یہ[3] ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر آنکھ بند کر کے امت کے لئے پہلے سات آٹھ منٹ دعا مانگی جائے۔ مگر اس میں زبان نہ ہلنے پائے صرف دل میں دعا مانگے اسکے بعد دو تین منٹ اپنی آخرت کے متعلق دعا مانگے۔ اسکے بعد اپنی جائز دنیوی ضرورت

---

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور انکے خلفائے کرام، جلد ۲ صفحہ ۲۰۱، مرتب حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ۔ (۲۔۳) حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور انکے خلفائے کرام جلد ۱ صفحہ ۲۲۳۔ صفحہ ۲۰۳۔

کے لئے الگ دو منٹ دعا مانگے۔ کم از کم یہ مراقبہ دس بارہ منٹ کا ضرور ہونا چاہئے مزیادہ کی کوئی حد نہیں، بہرحال اس میں امت کے لئے جتنا وقت دعا میں لگایا اس سے آدھا وقت اپنی آخرت کی حاجت کے لئے ہو اور اس سے آدھا اپنی دنیوی حاجت کے لئے خرچ کرے۔

قطب عالمؒ نے فرمایا: امت کے لئے دعائیں مانگنا زیادہ مفید ہے

حضرت شیخ الحدیثؒ صاحبؒ نے فرمایا، دعائیں عربی میں ہوں یا اردو میں، جس میں دل بستگی زیادہ ہو اس زبان میں مانگنا چاہئے، اور دعاؤں میں امت کے لئے دعائیں (مانگنا) زیادہ مفید ہے اور اپنا شمار بھی انہی لوگوں میں ہو جاتا ہے۔

ایک اشکال اور اسکا حل

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس مراقبۂ دعائیہ پر اگر کوئی عمل کرنا چاہے تو پہلے اپنے شیخ سے اسکی اجازت لے لے، اگر شیخ و مرشد نہ ہو تو فنِ تصوف کے معتبر متبع سنت اکابرین میں سے کسی سے مشورہ کرلیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ، مذکورہ دونوں ملفوظات میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ مراقبہ میں دعائیں پہلے، امت کے لئے کی جائیں، پھر اپنے لئے، مگر قرآنی ہدایات یہ ہے کہ دعا میں ابتداء پہلے اپنی طرف سے کی جائے، یعنی دعا شروع کرتے وقت، پہلے اپنے لئے، پھر متعلقین کے لئے، پھر عامۃ المسلمین کے لئے دعائیں کی جائیں، جیسا کہ قرآن مجید کی آیت کریمہ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پا ۱۳ ع ۱۸) اسی طرح دوسری جگہ پا ۲۹ سورۂ نوح کی آخری آیت میں بھی اسی طرح فرمایا گیا ہے۔

اسکے علاوہ، حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب (کسی دوسروں کے لئے) دعا مانگتے تو پہلے اپنے نفس سے ابتداء فرمایا کرتے تھے۔ (معجم کبیر)

ایک طرف تو قرآن و حدیث کا یہ فیصلہ، دوسری طرف حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا مذکورہ فرمان، ان دونوں میں قدرے اختلاف نظر آیا تو، خود راقم الحروف نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا مذکورہ ملفوظ، اور قرآنی آیات، دونوں کو فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کی

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور انکے خلفائے کرام جلد ۱ صفحہ ۴۵۸، مرتب حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ

خدمت میں پیش کیا، تو حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ، دعا کا مسنون طریقہ تو وہی ہے جو قرآن و حدیث سے منقول ہے، اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مذکورہ ملفوظ میں جو ابتداء اپنے علاوہ سے بتلائی ہے، وہ اپنے مریدین و متعلقین کی اصلاح و تربیت کے لئے علاج و معالجت کے اعتبار سے فرمایا ہے، ہر کس و ناکس کے لئے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو بلند مرتبہ عطا فرمائیں، ایک بہت بڑے اشکال اور مسئلہ کو حل فرما گئے۔

اجازت یافتہ مجازین دعائیں کس طرح مانگیں؟

یہاں پر مجاز بیعت حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ انداز میں قطب عالم حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا ایک مصلحانہ ملفوظ بصد احترام نقل کر رہا ہوں، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے بڑوں نے اپنے متعلقین کی دعائیں مانگنے کے آداب کے سلسلہ میں کس طرح تعلیم و تربیت اور رہنمائی فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنے ایک مجاز سے پوچھا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ " حضرت کے نام خط لکھ دیا تھا، اور فلاں پریشانی بھی حضرت کی دعا کی بدولت ختم ہو گئی" حالانکہ ان بزرگ نے انکے لئے دعا نہیں کی اور نہ ہی انکا خط حضرت تک پہونچا تھا۔ تو یہ کیا معاملہ ہے بتلاؤ؟ وہ مجاز صاحب کیا جواب دیتے وہ تو ششدر رہ گئے پھر خود ہی حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ، دیکھو! جب اس نے خط لکھا یا کہلوایا، تو اسی وقت سے اس بزرگ کی دعا میں وہ شامل ہو گیا کیونکہ وہ (مشائخ) یوں کہتے ہیں کہ یا اللہ جس نے مجھ سے دعا کے لئے لکھا یا کہلوایا، یا امیدوار ہے تو، تو انکے حالات سے واقف ہے تو انکے نیک مقاصد اپنی طرف سے پورا فرما دے۔ تو اب اس نے لکھا تو ہے یا کہلوایا تو ہے گو اب تک وہ خط یا قاصد وغیرہ وہاں تک نہ پہونچ سکا، لیکن ان بزرگ کی دعا میں تو وہ شامل ہو گیا۔

پھر حضرتؒ نے فرمایا دیکھو پیارے تم مجاز بھی ہو، اس لئے تمہیں بھی اسی طرح دعائیں مانگا کرنی چاہیے۔

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور انکے خلفائے کرام جلد ا صفحہ ۱۹۱، مرتب حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ

اے موسیٰ علیہ السلام دوسروں سے دعا کراؤ

بعض اکابرین نے قبولیت دعا کے سلسلہ میں عجیب نکتہ کی بات لکھی ہے عارف رومیؒ فرماتے ہیں کہ. تمہاری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ اس لئے کہ تم پاک زبان سے دعا نہیں کرتے. پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ جانتے ہو کہ پاک زبان سے دعا کرنے کا مطلب کیا ہے؟ ہاں پاک زبان سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ. تم دوسروں کی زبان سے دعا کراؤ. اگر گناہوں کی وجہ سے تم زبان قبولیت نہیں رکھتے تو جاؤ اللہ والوں سے دعا کی درخواست کرو کہ وہ اخوان صفا (پاکیزہ دل مؤمن) تمہارے لئے دعا کریں۔

علامہ رومیؒ فرماتے ہیں[1] ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ یہ بتلایا گیا کہ. اے موسیٰ (علیہ السلام) مجھکو ایسے منہ سے پکارو جس منہ سے کوئی خطا نہ ہوئی ہو!

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں ـــــ گفت مارا از دہانِ غیر خواں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے پاس تو ایسا منہ نہیں ہے. اس جواب پر ارشاد باری ہوا کہ. اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم کو دوسروں کی زبان سے پکارو. یعنی اپنے لئے دوسرے لوگوں سے دعا کراؤ. دوسرے کی زبان سے تو تم نے خطا نہیں کی اس لئے تمہارے حق میں وہ بے خطا ہے۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے دوسروں سے دعا کرانے کی امت کو تعلیم دی جارہی ہے۔ پھر فرمایا اگر دوسرے سے درخواست نہیں کرسکتے تو پھر اپنے منہ کو پاک کرلو. اپنی غافل روح کو یاد الہی سے مزین کرلو. کیونکہ حق تعالیٰ کا ذکر پاک ہے۔ جب انکا نام لوگے تو تمہارے منہ میں پاکی آجائے گی. اس کے بعد دعائیں مقبول ہوتی رہیں گی۔

فرشتوں سے دعا کرانے کا طریقہ

حضرت[2] مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ فرماتے ہیں. پاک زبان سے دعا کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے. وہ یہ کہ. آپکو جو چیز اپنے

---

(۱) معارف مثنوی. حصہ ۱ صفحہ ۲، ۲ شارح حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔

(۲) آپکے مسائل اور انکا حل. حصہ ۱ صفحہ ۲۶۔ مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ۔

لئے مطلوب ہے (یعنی جس چیز کی ضرورت ہے) اسکی دعا کسی دوسرے مؤمن کے لئے کیجئے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ چیز آپ کو پہلے ملے گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ آمِین وَلَکَ۔ یعنی اے اللہ اسکی دعا قبول فرما، اور پھر فرشتے دعا کرنے والے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی یہ چیز عطا فرمائے۔ گویا فرشتوں کی پاک زبان سے دعا کرانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ کسی مؤمن کے لئے دعا کریں، چونکہ اس دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور پھر دعا کرنے والے کے حق میں بھی دعا کے قبول ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مؤمن کی دوسرے مؤمن کے حق میں غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے۔

نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کتاب اللہ میں فرماتے ہیں اے ابن آدم! دو چیزیں میں نے تمہیں عطاء کی ہیں، حالانکہ وہ تیری نہ تھیں، ایک چیز یہ کہ میں نے تیرے لئے وصیت کرنی جائز کر دی، حالانکہ وہ مال جسمیں تو وصیت کرتا ہے وہ تیری موت کے بعد دوسروں کی ملکیت ہے پھر بھی وصیت کو جائز کر دیا۔ اور دوسری چیز یہ کہ مسلمانوں کی دعاؤں کو تیرے لئے مفید بنا دیا جبکہ موت کے بعد عمل کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

دعا کے لئے دوسروں سے درخواست کرنا یہ پیغمبرانہ سنت ہے

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ عمرہ کے سفر پر جانے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اور ساتھ ہی یوں فرمایا۔ اَشْرِکْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِکَ وَلَا تَنْسَنَا۔ یعنی او میرے بھائی، ہم کو بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا اور ہم کو بھول نہ جانا۔

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اسکے بجائے اگر پوری دنیا مجھے مل جاتی تب بھی اتنی خوشی نہ ہوتی جس قدر مجھے

(۱) التکشف عن مہمات التصوف صفحہ ۳۴۴ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس کلمات فرمانے سے ہوئی۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ)

تشریح: حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعضے منافع اہل کمال کو بھی اپنے سے کم مرتبہ والوں سے پہونچ سکتے ہیں، پس کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اپنے کو مستغنی محض سمجھے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسروں سے اپنے لئے دعا کرانا بھی محمود و مستحسن فعل ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ جس سے دعا کے لئے کہا جائے وہ دعا کی درخواست کرنے والے سے افضل یا بڑا ہو۔

جب حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دعا کے لئے فرمایا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اکابر کو بھی اپنے چھوٹوں سے دعا کے لئے کہنا چاہیے۔

اے عمرؓ! جب تم اُس سے ملو تو میرا اسلام کہنا اور میری امت کے حق میں دعا کے لئے عرض کرنا

عارفؒ ربانی شیخ فرید الدین صاحبؒ نے نقل فرمایا ہے: حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں ایک مرد ایسا ہے جس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ میری امت کے اس قدر گنہگاروں کو قیامت کے دن بخش دے گا جس قدر قبیلہ رُبیعہ اور قبیلہ مُضر کی بھیڑوں کے (جسم کے) بال ہیں (یعنی لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں مسلمانوں کی وہ بخشش کرائیں گے۔

یہ سن کر صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون شخص ہو گا؟ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اُویس (قرنی) اسکا نام ہے، علاقہ یمن کے قرن گاؤں میں وہ رہتے ہیں، اسکی والدہ، ضعیفہ، نابینہ اور مؤمنہ ہیں وہ شتربانی (اونٹ چرا) کر کے اسکی خدمت بجالاتے ہیں اس (خدمت) کی وجہ سے وہ میرے پاس نہ آسکے۔ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید یہ بھی فرمایا کہ، انکو (حضرت) عمرؓ اور (حضرت) علیؓ دیکھیں گے، اسکے علاوہ یوں فرمایا کہ اے عمرؓ و علیؓ! جب تم اس سے ملو تو میرا اسلام کہنا، اور میری امت کے حق میں

(۱) تذکرۃ الاولیاء، جلد ا صفحہ، حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ۔

دعا کرنے کے لئے ان سے التماس کرنا۔

والدہ کی خدمت کرنے سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور نظر اور مستجاب الدعوات کا مرتبہ ملا

اسکے علاوہ ۔ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے اس طرح روایت منقول ہے۔ حضرت عمرؓ سے حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرؓ ۔ یمن سے جہاد کے لئے آنے والی جماعتوں میں قبیلہ "مراد" میں سے ایک شخص اُویس نامی آئے گا، اسکی ایک والدہ ہے جس کے ساتھ وہ حسن سلوک کرتا ہے (جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکا یہ مرتبہ ہے کہ) اگر وہ (کسی بات کے متعلق) قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکی قسم میں اسکو ضرور سچا کردے، اگر تم سے یہ ہوسکے کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے تو تم ایسا ضرور کرلینا (یعنی اس سے دعائے مغفرت کرالینا)۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُویس قرنیؒ سے ملاقات کی، اور اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائی (صحیح مسلم)

فائدہ: جب کسی سے دعا کے لئے کہا جائے تو اسے چاہئے کہ تکلف نہ کرے، اور تواضع کو آڑ بنا کر دعا سے انکار نہ کرے ذرا سی زبان ہلانے میں کیا بوجھ پڑجائیگا؟ ہمارا کام ہے اتباع سنت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کرنا، دعا کو قبول کرنے والی ذات تو خداوند قدوس کی ہے۔ دعا سے انکار کرکے خلافِ سنت کام بھی کرتے ہیں، اور اپنا وقار و ثواب بھی کھودیتے ہیں۔ اسکے علاوہ بڑا ظلم یہ کرتے ہیں کہ دعا کی درخواست کرنیوالوں کی دل شکنی بھی ہوتی ہے اس لئے خود بھی اپنے چھوٹے بڑے سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے رہنا چاہیے، اور اگر دوسرے کوئی چھوٹے بڑے ہم سے دعا کی درخواست کرے تو بخوشی قبول کرتے ہوئے اسکے لئے حسب منشاء دعائے خیر کرتے رہنا چاہیے

والدہ کی خدمت کرنے والے کی خدمت میں سپہ سالار اسلام، دعا کے لئے تشریف لے گئے

مذکورہ احادیث میں کئی چیزیں قابل غور ہیں۔ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے دعا کرانے کے صرف فضائل ہی بیان نہیں فرمائے بلکہ خود آقائے

دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے دعا کرنے کی درخواست کر کے عملی زندگی کا ایک نقشہ بھی امت کے سامنے پیش فرمادیا جس کا درس مذکورہ احادیث نبویہ ہمیں دے رہی ہیں۔

دوسری حدیث میں ملت اسلامیہ کے عظیم جرنیل فاروق اعظمؓ اور حیدر قرارؓ جیسوں سے فرمایا گیا کہ اگر تمہاری اس سے ملاقات ہو تو اپنے لئے دعائے مغفرت کرالینا۔

یاد رہے، یہ داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروقؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، اسکے باوجود مغفرت کی دعا کرانے کے لئے سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا۔ اور ایک ہم ہیں کہ سال بھر میں بھی اپنی اصلاح و تربیت اور ہدایت و مغفرت کے لئے اپنے اساتذہ، مشائخ اور صلحائے امت سے نہ دعا کے لئے عرض کرتے ہیں نہ خطوط لکھتے ہیں۔ وَاحَسۡرَتَاہ۔ یَا لَلۡعَجَبۡ!

دوسری چیز بڑی عبرت خیز اس حدیث پاک میں یہ ہے کہ، سپہ سالار اسلام اور خلیفۃ المسلمینؓ کو دعا کرانے کے لئے جنکے پاس بھیجا جا رہا ہے وہ کون برگزیدہ شخصیت ہے؟ اور انہیں مقبولیت کا یہ اعلیٰ مقام کن عبادات سے ملا؟ یہ مشہور واقعہ سید التابعین عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت اُویس قرنیؒ کا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مقام صحابیت حاصل کرنے کے بجائے معذور والدہ کی خدمت کو ترجیح دی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں مقبولیت کا اتنا بلند مقام عنایت فرمایا کہ کل قیامت کے دن کروڑوں مسلمانوں کی بخشش کرائیں گے اور دنیا میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور نظر اور مستجاب الدعوات ہونے کے مقام ارفع سے نوازے گئے۔

عالم ہست و بود میں سر تاج الاولیاء سیدنا جنید بغدادیؒ سے لیکر دیگر بہت سے بڑے بڑے اولیاء کرام گزرے ہیں جنہیں ولایت و قطبیت کے بلند مقامات والدین کی خدمت و دعا کے صلے میں عطا کیے گئے۔ اس لئے والدین کی خدمت باخلاص کرتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو حدود شرع کا پاس رکھتے ہوئے اتباع سنت و شریعت اور والدین کی خدمت و صلہ رحمی کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

کوہِ لبنان میں رہنے والے نابینا شیخ کا امت مسلمہ کو نادر تحفہ

امام جلیل یمنی یافعیؒ سے منقول ہے۔ بعض صالحین سے مروی[1] ہے۔ فرماتے ہیں، ہم چند رفقاء مل کر کوہ لبنان پر گئے تاکہ وہاں کے رہنے والے عابدوں زاہدوں اور ابدالوں میں سے کسی سے ملاقات کریں۔ ہم تین دن تک مسلسل چلتے رہے۔ یہاں تک کے چلتے چلتے میرے پاؤں میں چوٹ آگئی جس کی وجہ سے چلنے سے میں معذور سا ہو گیا۔ میں بلند پہاڑی پر اسی جگہ بیٹھ گیا۔ اور میرے ساتھی یہ کہہ کر کہ تم یہاں پر آرام کرو ہم اطراف میں گھوم پھر کر یہاں آجائیں گے۔ وہ دونوں چلے گئے۔ اور میں اکیلا بیٹھا رہا۔ وہ شام تک نہ آئے یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ مگر وہ نہ آئے۔ میں اکیلا پہاڑی اور بیابان میں تڑپتا رہا۔ دوسرے روز میں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا۔ تو پہاڑی کے نیچے پانی کا ایک چشمہ نظر آیا۔ وہاں وضو کر کے میں نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اثنائے نماز کسی تلاوت کرنے والے کی آواز مجھے سنائی دی۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے آواز کی طرف چل دیا۔ چلتے چلتے ایک غار نظر آیا۔ میں اس میں داخل ہو گیا۔ دیکھا تو اس میں صرف ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی نابینا اور اندھے تھے۔

میں نے انہیں سلام کیا۔ جواب دیکر انہوں نے دریافت کیا کہ تم جن ہو یا انسان؟ میں نے کہا میں آدمیوں میں سے ہوں۔ یہ سنکر انہوں کہا۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ میں نے یہاں اس سرزمین پر تیس سال سے کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔ تم یہاں کیسے آگئے؟ پھر فرمایا کہ شاید تم تھک گئے ہونگے تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ۔ میں نے آگے چل کر غار میں دیکھا تو وہاں تین قبریں ایک ہی جگہ بنی ہوئی نظر آئی اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ مگر پھر بھی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آگئی۔

جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے مجھے آواز دی۔ کہ خدا تم پر رحم کرے۔ اٹھو نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ باوجود نابینا ہونے کے۔ اوقات نماز کے ماہر اور واقف کار۔ میں نے اٹھ کر انکے ہمراہ نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ عصر تک تلاوت کرتے رہے۔ پھر جب نماز عصر سے فارغ

(۱) نزہتہ العباتین، ترجمہ روضتہ الریاحین جلد ۵ صفحہ ۲۰۶ امام جلیل ابی محمد عبداللہ الیمنی یافعیؒ۔

ہوئے تو کھڑے ہو کر انہوں نے تین مرتبہ یہ دعا پڑھی جو آگے عارف شاذلی، محدث ابو نعیم اصفہانیؒ کے تذکرہ کے ساتھ لکھی جائے گی۔ پھر جب ہم مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ، یا شیخ آپکو امت کی مغفرت والی یہ دعا کس نے سکھائی اور کہاں سے حاصل کی؟ یہ سن کر اس نابینا بزرگ نے یوں فرمایا، جو شخص اس دعا کو روزانہ دن میں صرف تین مرتبہ پڑھ لیا (مانگا) کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو ابدالوں میں داخل فرمائے گا۔

میں نے پھر دریافت کیا کہ، یا شیخ آپ کو یہ دعا کس نے سکھائی؟ اتنا بتلا دو تو مہربانی ہوگی، اسکے جواب میں اس نابینا شیخ نے فرمایا کہ، او اللہ کے بندے، یہ ایک راز کی بات ہے اس دعا کی حقیقت سننے کی تم تاب نہ لاسکو گے، اس راز کو جاننے کا تحمل تمہارا دل نہیں کر سکتا، اتنا کہہ کر پھر وہ خاموش ہو گئے۔

اتنا واقعہ لکھنے کے بعد صاحب کتاب امام یافعیؒ فرماتے ہیں عارف باللہ، شیخ امام ابوالحسن شاذلیؒ اور دیگر اکابر عرفاء، فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز یہ دعا صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھتے (مانگتے) رہا کرے گا تو اسکا شمار اور نام ابرار لوگوں میں لکھا جاتا ہے۔

اسکے علاوہ۔ فقیہہ ابو للیثؒ سمرقندیؒ نے فرمایا، جو شخص ہر نماز کے بعد ان کلمات دعائیہ کو پڑھتا (مانگتا) رہے گا تو اس کا شمار ابدالوں میں ہو گا۔ نیز، مشہور محدث علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ نے اپنی حلیہ میں، اور اسی طرح، مقبول بارگاہِ ایزدی حضرت شیخ معروف کرخیؒ سے بھی منقول ہے کہ، جو شخص روزانہ کم و بیش پانچ۔ سات مرتبہ صبح و شام یہ دعا مانگتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا نام ابدالوں میں لکھ لیتے ہیں۔

اولیائے کاملین نے فرمایا۔ یہ دعا خصوصی طور پر، رجال اللہ (مخصوص گروہ اولیاء) کو حضرت خضر علیہ السلام کی جانب سے رازدارانہ طور پر سکھائی گئی ہے۔ اس دعا کو مانگتے رہنے والوں کے لئے قرب خداوندی اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ فافہم، وہ مبارک دعا یہ ہے:۔

---

(۱) مدارج النبوۃ۔ جلد ۱ صفحہ ۲۸۰ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ (۲) تنبیہ الغافلین صفحہ ۵۰۹ علامہ فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ

(۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲) اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۳) اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۴) اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۵) اَللّٰهُمَّ اجْبُرْ اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۶) اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَاَصْلِحْ هُمْ، وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَاجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَالْحِكْمَةَ۔[1]

(۱) اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہوں کو معاف فرما۔

(۲) اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما۔

(۳) اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح فرما۔

(۴) اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور انکے گناہوں، برائیوں کو چھپا لے، اور ان سے درگزر فرما۔

(۵) اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دے۔

(۶) اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کشادگی (رزق میں برکت) عطا فرما اور فقر و فاقہ کو غنی اور تونگری سے مبدل فرما۔

(۱) از محمد ایوب سورتی عفی عنہ۔

غائب کے لئے دعائیں مانگنے کا مطلب دراصل احادیث میں ایک مسلمان کی اسکے بھائی کے حق میں (غائبانہ) دعا کے عنوان سے پوری امت کے لئے ہر قسم کی دعائیں کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ وہ صرف مذکورہ چند متعینہ مرقومہ دعاؤں پر محمول نہیں۔

یہ بات اپنی جگہ بالکل سچ اور صحیح ہے کہ مذکورہ دعائیں منجانب اللہ بطور الہام کے یا اصحاب تکوین یا بواسطہ رجال الغیب و حضرت خضر علیہ السلام کے منظر عام پر آئیں۔ یہ دعائیں جامع ہیں انکا مقام بہت بلند ہے۔ جہاں تک ہوسکے اسے یاد کر کے مانگتے رہنا چاہئے۔

مگر یہ دعائیں اور اسی قبیل کی اور بھی بہت سی دعائیں ہیں ان میں سے جو چاہیں جتنی چاہیں اور جس زبان میں چاہیں کر سکتے ہیں، اور کرتے رہنا چاہئے۔

یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ دعائیں مانگنے کے ثمرات، قرب خداوندی وغیرہ کی شکل میں ہر حال میں مرتب ہوتے رہیں گے۔

دعا شروع کرنے کے متعلق پیغمبرانہ مسنون طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی کسی دوسروں کے لئے دعا کرنی ہوتی تو پہلے (شروع میں) اپنے لئے دعا فرماتے تھے۔ پھر دوسروں کے لئے دعا کرتے۔ قرآنی اسلوب و ہدایت بھی یہی ہے۔ (رواہ ترمذی شریف)

امت کی غمخواری میں اپنی بھلائی اور کامیابی ہے غور فرمائیں، خداوند قدوس کو اپنے لاڈلے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ کتنی زیادہ محبت ہے کہ اس کے لئے دعائیں کرنے والوں کا شمار، ابرار و ابدالوں میں کیا جا رہا ہے۔ تو پھر خود رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح عشق و محبت رکھنے والوں اور بدعتوں سے بچتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنتوں پر عمل کرنے والوں کا کتنا بلند مقام ہوگا، اسکا تصور کرنا بھی ہمارے لئے تو مشکل ہے۔ بہر حال، اس فصل میں لکھی ہوئی احادیث کے تقاضے کے مطابق اگر کچھ تھوڑی سی دعاؤں کے ذریعہ امت مسلمہ کی غمخواری ہو جائے تو یہ اتباعِ سنت کے اعتبار سے ہماری بلندی

ترقی اور کامیابی کے لئے بہت بڑا عظیم سرمایہ ہو گا۔

الحمد للہ ، اس آٹھویں فصل میں حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے غائبانہ دعائیں کرنے والوں کے فضائل ، انکا منصب و مقام اور بارگاہ ایزدی میں انکی محبوبیت و مقبولیت وغیرہ کو اس انداز سے تحریر کیا گیا ہے، کہ اس کے پڑھنے اور سننے والوں کے ضمیر سے انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً یہ صدائیں آئیں گی کہ ، سب مسلمان کلمہ گو ہونے کے ناطہ سے ہمارے بھائی بہن ہیں ، اور ہمیں سب کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہیے ، اس میں انکے ساتھ ہماری بھی دنیا و آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

لھذا ، جملہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً اپنے رشتہ دار ، متعلقین اور مسلمانوں میں (زندہ ، مرحومین) سب کے لئے دعائیں کرتے رہنے کی سعی کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو محض اپنے فضل و رحمت سے قبول فرما کر ، سب مسلمانوں کو مسنون طریقہ کے مطابق دعائیں کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

****

اقوالِ دانش : چھوٹی چھوٹی فضول خرچیوں سے بچتے رہو ، کیونکہ چھوٹا سا سوراخ بھی بڑے بڑے جہاز کو ڈبو دیتا ہے ،

اسی طرح فضول خرچی بھی مالدار کو غریب اور مفلس بنا دیتی ہے ، (مخزن اخلاق صفحہ ۴۸۴)

نویں فصل

☆ دعا میں ہاتھ اٹھانے کے مختلف طریقے ☆

اس سے پہلے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے دعائیں کرنے کے فضائل کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اب ان اوراق میں پیغمبرانہ تعلیمات کی روشنی میں خداوند قدوس سے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنے کا مستند و مسنون طریقہ رقم کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ جسکا عنوان ہے:۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے مختلف طریقے

اسکو بھی قرآنی ہدایات، احادیث نبویہ اور اکابرین ملت کے فرمودات سے مزین کر کے تحریر کیا گیا ہے۔ اس فصل کے چند عنوانات حسب ذیل ہیں:۔
ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا یہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ دعا کا قبلہ۔ پریشانیوں کے وقت دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ۔ مجتہد زمانہ حضرت امام مالکؒ اور علامہ ابن حجرؒ کا عارفانہ قول۔ گناہوں کی بخشش اور مغفرت طلب کرتے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کا مخصوص انداز، اور دعا سے فارغ ہو کر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے میں کیا راز ہے۔ جیسے عنوان کے تحت دعا مانگنے کے متعلق شریعتِ مطہرہ کا آسان طریقہ تحریر کیا گیا ہے۔

٭ یا واہب العطایا ٭

ہم سب مسلمانوں کو تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے مسنون طریقے کے مطابق تیری بارگاہِ قدس میں اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر تجھ ہی سے مرادیں مانگنے اور دارین کی نعمتوں کو حاصل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

اب یہاں پر انداز دعا اور دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے متعدد، مسنون طریقے جو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ ترتیب سے لکھے جارہے ہیں۔ اس میں بعض احادیث قریب قریب ایک ہی مضمون و مفہوم لئے ہوئے ہوں گی۔ مگر اسناد و طرق مختلف ہونے کی وجہ سے اسے بھی تحریر کیا گیا ہے۔ تاکہ ابہام و شکوک دور ہو کر شرح صدر کے ساتھ قابل صد اطمینان ہو جائے۔

ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا یہ بھی ہمارے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

حضرت[1] مالک ابن یسارؓ سے روایت ہے: حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال (دعا) کرو تو ہاتھوں کے باطنی (اندرونی) جانب سے سوال کرو ظاہری (یعنی پشت، باہر کی) طرف سے نہ کرو۔ (یعنی ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں اور ہاتھ کے پیچھے کا حصہ نیچے کی طرف ہو۔) (ابوداؤد، ترمذی، فتح الباری)

حضرت[2] ابن عباسؓ سے روایت ہے، حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے سوال (دعا) کیا کرو اپنی ہتھیلیوں کے اندرون سے، اور نہ سوال کیا کرو انکے بیرون سے۔ (یعنی دعا مانگتے وقت منہ کی طرف ہتھیلیاں رکھا کرو) (ابوداؤد)

حدیث پاک میں ہے: حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو دونوں ہتھیلیاں ملا لیتے تھے اور ہاتھوں کے اندر کا حصہ منہ کی طرف رکھتے تھے۔ یہ صورت ہاتھوں کے اٹھانے کی ہوئی۔ (رواہ طبرانی)

بخاری شریف[3] کی روایت ہے: حضرت انسؓ فرماتے ہیں: حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ (کبھی) اتنے اٹھاتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

ایک[4] روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے: سوال و دعا کی صورت یہ ہے کہ اپنے

(۱) احکام دعا صفحہ ۳۰ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۸۳ شیخ علامہ عاشق الہی صاحب میرٹھی

(۳) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۹۶ (۴) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۸۳۔

دونوں ہاتھوں کو شانہ (کندھے) تک اٹھاؤ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور دعا مانگتے تھے یہاں تک کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں ہاتھ (دیر تک) اٹھائے رکھنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کھانے لگتی تھی ، یعنی کافی دیر تک دعاؤں میں دست مبارک اٹھائے رکھنے کی وجہ سے بازوؤں میں درد وغیرہ ہونے کے خوف سے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترس آنے لگتا تھا۔ (رواہ احمد)۔

فائدہ: مذکورہ احادیث مقدسہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کے ثبوت کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ اس میں متعدد چیزوں کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

ایک تو یہ کہ: ہمارے مدنی آقا، صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کے سلسلہ میں معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود دعا کرتے وقت اپنے دونوں دست مبارک کو اٹھا کر دعائیں مانگا کرتے تھے، یہ تو خود اپنا طرز عمل بتلادیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والے امتی کو یہ ہدایت بھی فرمادی کہ جب کبھی تم دعا مانگو تو دعا مانگتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعائیں مانگا کرو۔

اسکے علاوہ، سوال و دعا کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھانے کی ایک عمومی ہیئت و شکل کیا اور کیسی ہونی چاہئے اسکا درس اور طریقہ بھی اس میں بتلادیا گیا ہے۔

اب اسکے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر انکو اپنے چہرے پر ملنے اور پھیرنے کے ثبوت کے متعلق بھی چند احادیث تحریر کی جارہی ہیں۔

دعا سے فارغ ہوکر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ہے

حضرت عمرؓ سے روایت ہے[2] کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دونوں ہاتھ دعا میں اٹھاتے تھے تو جب تک ان ہاتھوں کو اپنے چہرۂ انور پر نہ پھیر لیتے وہاں تک نیچے نہ رکھتے تھے (ترمذی، مشکوۃ)

(۱) رواہ احمد، حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۳۵۴ (۲) فتح الباری، فتاوی رحیمیہ جلد، صفحہ، ۲۳۔

حضرت سائبؓ[1] اپنے والد ماجدؓ سے نقل فرماتے ہیں: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تھے تو اپنے دونوں دست مبارک اٹھاتے، اور دعا سے فارغ ہوتے تو ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث پاک میں ہے: حضرت[2] نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا (یعنی عادت مبارکہ تھی) کہ جب اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھاتے تھے تو دعا سے فارغ ہونے پر اپنے دست مبارکہ کو اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیا کرتے تھے (ترمذی، حاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی مسلمان یہاں تک ہاتھ اٹھا کر دعا کرے کہ، اسکی بغلیں ظاہر ہوں (یہ طریقہ انتہائی پریشانی کے وقت کے لئے ہے) اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی مراد پوری فرمادیتے ہیں جب تک جلدی نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: جلدی نہ کرے اسکے کیا معنی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یوں کہنے لگے کہ میں نے سوال کیا، اور سوال کیا، (یعنی بار بار دعائیں مانگیں مگر) مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ (رواہ، ترمذی)

حضرت[3] ابن عباسؓ سے روایت ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کیا کرو اور ہاتھوں کے پشت سے نہ کرو، بس جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لو (مشکوٰۃ)

حضرت[4] ابو نعیم وہبؓ نے فرمایا: میں نے خود حضرت ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کو دیکھا ہے کہ یہ دونوں حضرات دعا کرتے تھے اور دعا سے فارغ ہو کر اپنی ہتھیلیوں (یعنی ہاتھوں) کو اپنے چہروں پر پھیر لیتے تھے۔

دعا کے بعد ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے سے قبولیت اور نزول رحمت کی طرف اشارہ ہے

حضرت عمرؓ سے روایت ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱،۳) مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۶،۱۹۵۔ فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۔ (۲) ترمذی، حاکم، مذاق العارفین جلد ۱ صفحہ ۳۶۸۔

(۴) اخرج امام بخاری فی الادب المفرد صفحہ ۹۰، حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ حصہ ۳ صفحہ ۳۵۵۔

جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو جب تک ہاتھوں کو چہرے پر نہ پھیر لیتے تھے نیچے نہیں گراتے تھے۔
(ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۵۔ فضائل دعا صفحہ ۹۶، حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہریؒ۔)

تشریح: مذکورہ احادیث میں آداب سکھائے گئے ہیں۔ دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں۔ اور فراغت پر دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لیئے جائیں۔ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا یہ سوال کرنے والے کی صورت بنانے کے لئے ہے، تاکہ باطنی طور پر دل سے جو دعا ہو رہی ہے اسکے ساتھ ظاہری اعضاء بھی سوال کرنے میں شریک ہو جائیں۔ اور دونوں ہاتھ پھیلانا یہ فقیر کی جھولی کی طرح ہے۔ جس میں حاجت مندی کا پورا اظہار ہے۔ اسکے علاوہ جس طرح نماز کا قبلہ کعبۃ اللہ ہے۔ اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے۔ دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ انکا رخ آسمان کی طرف ہو جائے۔ (رواہ۔ البزار)

دعا سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ پر پھیر لینا یہ بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور مسنون طریقہ ہے جس میں دعا کی قبولیت اور رحمتِ خداوندی نازل ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ رحمت حق میرے چہرے سے شروع ہو کر مکمل طور پر میرے پورے جسم کو گھیر رہی ہے۔

حضرت امام مالکؒ اور علامہ ابن حجرؒ کا قول

حضرت[1] امام مالکؒ نے فرمایا کہ: ہاتھوں کو دعا میں بہت زیادہ (اوپر) نہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت و دل جمعی کے وقت ہاتھ (سینہ تک) اٹھانا یہ اظہارِ عاجزی کے طور پر محمود و مستحسن ہے۔ اسکے علاوہ علامہ ابن حجرؒ نے شرح لباب میں اس (دعا کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرنے) کو آداب دعا میں شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حلیمیؒ فرماتے ہیں کہ: راز اس فعل کے مستحب و مستحسن ہونے میں نیک فال لینا ہے، گویا اسکے ہاتھ خیر و عافیت سے بھر گئے ہیں اسکو اپنے چہرے پر ڈالتا ہے۔

گناہوں کی مغفرت طلب کرتے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کا مخصوص انداز

گناہوں[2] کی بخشش و مغفرت چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر انگشت شہادت اٹھا کر اشارہ کرے کہ: یا بار الہا! بجز تیری ایک ذات کے اور کوئی

(۱) احکام دعا صفحہ ۴۵ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۸۴۔

مانگتے دیکھا ہے کہ اندرونِ ہتھیلی سے بھی اور اسکی پشت سے بھی۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت[1] خلاد ابن سائب انصاریؓ سے روایت ہے: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا) سوال کیا کرتے تو اس وقت (عموماً) اپنی ہتھیلیاں منہ کی طرف کیا کرتے تھے۔ اور جب (کسی چیز سے) پناہ مانگتے تو ہاتھوں کی پشت کو اپنے منہ کی طرف رکھا کرتے تھے۔

تشریح: دعاؤں کا عمومی اور مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ جس طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر کسی سے کچھ مانگا جاتا ہے اسی طرح ہتھیلی کو منہ کی جانب کر کے اپنے مولیٰ سے سوال کیا جائے اور ختم دعا پر انہیں منہ پر پھیر دیا جائے۔ (رواہ مسلم شریف)

کہیں زیادہ اضطرار و بے چینی ہو جیسے قحط سالی کے وقت نماز استسقاء کے بعد بارش کے لئے دعا مانگنا ہو۔ تو ایسے اوقات میں ہاتھوں کو اونچا اٹھائے اور ہتھیلی کی پشت کا حصہ منہ کے سامنے کر لے اس میں قال کے علاوہ حال (ہیئت) سے بھی درخواست کی جاتی ہے۔ کہ یا غفور الرحیم اپنے غضب و غصہ کو رحمت سے بدل دیجئے اور قحط سالی، امساکِ باراں کو خیر و عافیت والی بارشوں سے مبدل فرما دیجئے۔

پریشانیوں کے وقت ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

حضرت[2] انسؓ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔ (مشکوٰۃ)

تشریح: اس حدیث پاک سے ہاتھوں کو زیادہ اوپر اٹھانا معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ صورت بعض مخصوص اوقات پر محمول ہے۔

یعنی جب دعا میں بہت زیادہ، استغراق، مبالغہ اور محویت منظور ہوتی تھی، مثلاً استسقاء، یا سخت آفات و مصائب اور پریشانی کے اوقات وغیرہ۔ تو ایسے اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔ (مشکوٰۃ)

ایک روایت[3] میں ہے: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: انتہائی عاجزی کا اظہار اس طرح ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور انکی پشت کو اپنے منہ کے قریب کیا۔ (رواہ ابوداؤد)

مذکورہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: حضرت ابن عباسؓ نے دعا میں انتہائی عاجزی کے اظہار کا

---

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۴ (۲۔۳) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۷۔

بھی غفار الذنوب نہیں ہے۔

استغفار، کا ادب (طریقہ) یہ ہے، استغفار اور توبۃ اللہ کرتے وقت کلمۂ شہادت والی صرف ایک انگلی سے اشارہ کر کے مغفرت چاہی جائے جیسا کہ اوپر گزرا۔

ابتہال، (عاجزی) کا طریقہ یہ ہے کہ، دونوں ہاتھوں کو دراز (لمبا) کرو اور او نچا اٹھاؤ اس طرح پر کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگے، اور ہاتھوں کی پشت اپنے منہ کی طرف رکھو۔

دعاؤں میں مختلف حالات و اوقات میں ہاتھ اٹھانے کے بھی الگ الگ طریقے ہیں، قدرے تفصیل کے ساتھ یہاں تحریر کئے جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے: ایک شخص اپنی دونوں انگلیوں سے (اشارہ کر کے) دعا مانگ رہا تھا یہ منظر دیکھ کر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک ایک، یعنی صرف ایک انگلی اٹھاؤ۔ (ترمذی، نسائی)[1]

تشریح: حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ دعا مانگتے وقت اگر انگلیوں سے اشارہ کرے تو ایسے وقت کلمۂ شہادت والی صرف ایک انگلی کھڑی کر کے اس سے اشارہ کرے، یہ اس لئے کہ خدا کی یکتائی کا مفہوم اسی سے پورا ہو گا۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کا عمومی مسنون طریقہ حضرت سہل ابن سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دونوں انگلیوں یعنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے اپنے مونڈھوں کے برابر لے جاتے تھے اور پھر دعا مانگتے تھے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کی جو مقدار بیان کی گئی ہے ہاتھوں کو اٹھانے کا یہی عمومی اور اوسط درجہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اکثر اپنے ہاتھوں کو اتنا ہی اٹھاتے تھے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: خود میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعا

(۱) احکام دعا صفحہ ۴۰ (۲) مظاہر حق شرح مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸

طریقہ عملی طور پر ویسا کر کے بتلا دیا۔

چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا زیادہ اٹھایا کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگی اور ہاتھ سر کے برابر (مقابل) پہونچ گئے۔

ہمیشہ اس طرح ہاتھ اٹھاتے رہنا یہ بدعت ہے حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو بہت زیادہ اوپر اٹھاتے رہنا یہ بدعت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس سے (یعنی سینے سے) زیادہ اوپر نہیں اٹھاتے تھے۔ (رواہ احمد، مشکوٰۃ)۔

تشریح: اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اٹھانے کی مقدار کا فرق حالات و مواقع کے اختلاف پر مبنی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے دست مبارک کو سینہ تک ہی اٹھاتے تھے، مگر بعض مواقع پر مونڈھوں تک اور کسی خاص موقع پر مونڈھوں سے اوپر بھی اٹھاتے تھے۔

لیکن حضرت ابن عمرؓ نے جن لوگوں کو یہ تنبیہ کی تھی وہ مواقع اور حالات کے اختلاف کو مد نظر نہیں رکھتے تھے، بلکہ ہر موقع پر اور ہر دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو بہت ہی زیادہ اوپر اٹھانے لگ گئے تھے اس لئے حضرت ابن عمرؓ نے انکے اس طرز عمل سے بیزاری کا اظہار کیا اور اسے سنت کے خلاف قرار دیا۔

دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کے مختلف انداز اور طریقے ناچیز خادم، محمد ایوب سورتی کو ۱۹۹۵ء کے رمضان المبارک میں ہتھوڑا، عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندویؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی وہاں سے عید کے بعد دہلی نظام الدین تبلیغی مرکز پر حاضری کا موقع ملا۔

وہاں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ (خلیفۂ شیخ الحدیث صاحبؒ) کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی متعدد ہیئت اور طریقوں کو معلوم کرنے کی درخواست کی۔ حضرتؒ صاحب فراش تھے، اسکے باوجود لیٹے لیٹے ہی اجمالاً حسب ذیل چھ سات طریقے بیان فرمادیئے جو اسی وقت ناچیز نے قلم بند کر لئے تھے جسے یہاں نقل کئے دیتا ہوں:

(۱) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۹۰۳، شارح علامہ نواب محمد قطب الدین خاں دہلویؒ۔

(۱) بغیر ہاتھ اٹھائے صرف دل ہی دل میں دعا کی جائے (جسے مراقبہ۔ دعائیہ بھی کہتے ہیں) (۲) بغیر ہاتھ اٹھائے صرف زبان سے دعا کی جائے (۳) صرف داہنے ہاتھ کی شہادت کی ایک انگلی آسمان کی طرف کر کے دعا مانگی جائے (۴) دونوں ہاتھوں کو سینہ سے قدرے آگے کر کے مانگنے والے سائل کے مانند ہاتھ کر کے دعا مانگی جائے (جیسا عام طریقہ ہے) (۵) دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنی حالت پے رکھ کر (یعنی قدرے کشادہ کر کے) دونوں ہاتھوں کے درمیان بھی قدرے (دو، چار انگلیوں کا) فاصلہ رکھ کر دونوں ہاتھ اپنے منہ کے سامنے کر کے اس طرح کہ ہتھیلی کا حصہ نیچے کی طرف (یعنی جس طرح مٹھی میں پانی لینے کے لئے شکل بناتے ہیں) اور انگلیوں کے پورے آسمان کی طرف ہوں اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے۔ (۶) دونوں ہاتھوں کو الگ الگ کر کے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر سامنے کی طرف لمبا کر کے ہاتھوں کے پورے آسمان کی طرف رکھے، اور دونوں ہاتھوں کے درمیان کم و بیش دو ڈھائی بالشت کا فاصلہ بھی ہو۔ اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے۔

نوٹ: اس طرح دعا مانگتے ہوئے محی السنۃ حضرت شیخ ابرار الحق ہردوئی صاحبؒ کو باٹلی کی پرانی جامع مسجد میں، خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

(۷) طریقہ یہ ہے کہ: دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو سامنے کی طرف کی جائیں اور ہاتھوں کی پشت (ہتھیلی کے پیچھے کا حصہ) اپنے منہ کی طرف کی جائے، اور دونوں ہاتھوں کے درمیان کم و بیش ایک بالشت کا فاصلہ بھی ہو، پھر دعا مانگی جائے۔

نوٹ: اس میں ہاتھوں کی شکل مدافعانہ ہو، جیسے کوئی ضرر رساں (نقصان دہ) چیز سامنے سے اپنی طرف حملہ آور ہو، اس وقت اس نقصان دہ چیز کو ہٹانے اور روکنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے اور سامنے کی جانب کیا جاتا ہے۔ ویسی شکل بنا کر دعا مانگی جائے، ایسی دعا انتہائی پریشانی آفات و مصائب اور مشکل حالات سے گزرنے والے لوگوں کے لئے ہیں۔

یہ کُل سات طریقے محدث جامعہ کاشف العلوم نے فی البدیہہ لیٹے لیٹے بیان فرمادیئے، دعا کے طریقے صرف اتنے یا انہیں پر منحصر نہیں، اور بھی بہت سے ہونگے، جنہیں بوقت ضرورت کسی محقق محدث متبع سنت علماء کرام سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

فــائدہ: عمومی اور خصوصی آزمائش و زبوں حالی وغیرہ مختلف حالات زندگی سے گزرنے والے مسلمانوں کے لئے ہمارے پیارے مدنی آقا، صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع محل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے پالنہار اور خالق و مالک سے دعائیں مانگنے کے ایسے ایسے زُود اثر طریقے، ہیئتیں، اور انداز اپنے امتی کے سامنے عملی طور پر کر کے ثبت فرمادیئے کہ قیامت تک آنے والے، امیر غریب اور ہر قسم کے حالات سے گزرنے والے مسلمان ان پر عمل کر کے دینی، دنیوی فلاح و کامیابی اور ہر قسم کے مصائب و پریشانیوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ ہمارے محسن آقا، پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ زندگی کے کسی شعبے میں، کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کو ملت اسلامیہ کے علاوہ کسی اور باطل ملل و مذاہب کی طرف حسرت بھری یا للچائی ہوئی نظر سے دیکھنے کے روادار اور محتاج نہ بنایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک، حمداً کثیراً کثیراً

کروڑوں درود و سلام ہو ہمارے ایسے رہبرِ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنے کے اصول و آداب لکھنے کے بعد جی میں آیا کہ، دعا کی اہمیت اور اسکا دربارِ عالی میں بلند درجہ اور مقام ہونے کی وجہ سے اسکے متعلق اولیائے کرام کے چند ملفوظات بھی تحریر کرتا چلوں تاکہ انہماک، رغبت اور دل جمعی کے ساتھ اس عظیم عبادت کو کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطاء فرمائے۔

جملہ عبادات کے لئے شریعت مطہرہ کا ایک جامع اصول اور قانون

صاحبِ معارف القرآن[1] نے ایک بہت اچھی کار آمد بات نقل فرمائی ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں: (۱) اخلاص، اور (۲) حسنِ عمل، اور حسنِ عمل نام ہے اتباعِ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس لئے اخلاص کے ساتھ ساتھ حسن عمل کرنے والوں کا بھی فرض ہے کہ کسی قسم کی عبادت یا عمل کرنے سے پہلے یہ معلوم کرلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا ہے یا نہیں؟ اور اگر کیا ہے تو اسے کس طرح کیا ہے؟ اور اس عمل کے کرنے کے متعلق کیا کیا ہدایتیں دیں ہیں ہمارا جو بھی عمل خلاف سنت ہو گا وہ عند اللہ نا مقبول ہو گا۔

فــائدہ: مذکورہ اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے جب بھی ہم دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں تو پہلے

---

(۱) معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۰۰ مفتی اعظمؒ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو اٹھانے کا مسنون طریقہ معلوم کرلیں اسکے بعد مدنی آقا، صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق دست دراز کر کے دعائیں مانگتے رہا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

الحمد للہ بہت سے مسنون طریقے اس باب میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تحریر کردئے گئے ہیں اسکے مطابق ہاتھوں کو اٹھا کر دعائیں مانگتے رہا کریں۔

اسباب کے تحت ہر کام کے لئے کوشش کرنا انسان کے فرائض میں سے ہے

پیران پیر سیدنا عبد القادر جیلانیؒ[1] فرماتے ہیں: بیٹے تجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا اور تیرے کئے بغیر چارہ بھی نہیں بس تو کوشش کر مدد کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اس سمندر (یعنی دنیا) میں جس کے اندر تو ہے اپنے ہاتھ پاؤں کو ضرور بلا۔ موجیں (حوادثات زمانہ) تجھ کو اٹھا کر اور پلٹے دلا کر کنارہ تک لے بھی آئے گی۔ تیرا کام دعا مانگنا ہے اور قبول کرنا اسکا کام۔ تیرا کام سعی کرنا ہے اور توفیق دینا اسکا کام۔ تیرا کام ہمت سے معصیتوں (گناہوں) کو چھوڑنا ہے اور بچائے رکھنا اس کا کام ہے۔ تو اسکی طلب میں سچا بنجا۔ یقیناً وہ تجھ کو اپنے قرب کا دروازہ دکھلادے گا۔ تو دیکھے گا کہ اسکی رحمت کا ہاتھ تیری طرف دراز ہوگیا۔

دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ[2] نے فرمایا کہ دعا بڑی چیز ہے۔ تمام عبادات کا مغز ہے اور سب سے زیادہ آج کل اسی سے غفلت برتی جارہی ہے۔ فرمایا کہ: دعا ایسی چیز ہے کہ دنیا کے کاموں کے واسطے بھی دعا مانگنا عبادت ہے بشرطیکہ وہ کام شرعاً جائز ہو۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ دین ہی کے کاموں کے واسطے اور آخرت ہی کی فلاح اور بہبود کے لئے دعا کرنا عبادت ہے۔ بعض لوگ بجائے درخواست دعا کے لکھتے ہیں کہ: فلاں کام کے لئے کوئی مجرب عمل اور کوئی مجرب وظیفہ بتلادیجئے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ: اس قید کے ساتھ مجھ کو عمل معلوم نہیں اور دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں۔

چھوٹی سی چیونٹی نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی

حضرت[3] سدی فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی ہوگئی تو لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام

(۱) فیوض یزدانی صفحہ ۱۹۳ مجالس سیدنا عبد القادر جیلانیؒ (۲) افاضات یومیہ من افادات القومیہ حصہ، صفحہ، حضرت تھانویؒ۔ (۳) تفسیر فتح العزیز صفحہ، شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ۔

سے بارش کی دعا کے لئے عرض کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام دعا کے لئے باہر تشریف لے جارہے تھے کہ اثنائے راہ یہ منظر دیکھا کہ ۔ایک چھوٹی سی چیونٹی اپنے دونوں پیروں پر کھڑی ہے اور آگے کے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ مناجات کر رہی ہے کہ: اے پروردگار! آپکی مخلوقات میں سے میں بھی ایک مخلوق ہوں۔ اور اے پروردگار! آپکے فضل و کرم کی میں بھی محتاج ہوں۔ تو اپنے فضل و کرم سے بارش برسادے ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (چونکہ انکی زبان جانتے تھے) انکی دعا سن کر فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے بس چیونٹی کی دعا قبول فرمالی اور بارش برسنا شروع ہو گئی ۔ اور میں وہاں سے واپس لوٹ آیا۔

دربار الٰہی میں ایک چیز کی بڑی قدر و منزلت ہے

جناب کاسوجی موٹالاجپوری صاحب نے مجھے (محمد ایوب سورتی کو) حضرت شیخ مسیح الامتؒ کی مجلس کا ایک واقعہ (ملفوظ) سنایا۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ: ہم چند احباب ساؤتھ افریقہ سے جلال آباد (دہلی ۔ انڈیا) حضرت کی خدمت میں پہونچے ۔ تو اس وقت حضرت کی عصر کے بعد والی مجلس ہو رہی تھی ۔ ہم سے مصافحہ ۔ معانقہ کے بعد اثنائے مجلس میں ارشاد فرمایا کہ: اگر کوئی آدمی افریقہ ۔ انگلینڈ ۔ سے ہندوستان آئے ۔ اور آنے والے اپنے ہاں سے یہاں متعلقین کے لئے ہدیہ میں کوئی ایسی قیمتی چیز لے آئے جو ہندوستان بھر میں کہیں ملتی نہ ہو ۔ تو ایسی قیمتی چیز کو لینے والے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی ہے ان جنتوں میں ساری چیزوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔

مگر پھر بھی ایک چیز ایسی ہے جو جنت میں بھی نہیں ہے۔ اور مذکورہ بالا اصول کے مطابق جو چیز جہاں نہ ملتی ہو اسکی وہاں زیادہ قدر و منزلت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اسکی اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بڑی قدر ہے اور وہ ہے: دربار الٰہی میں عاجزی ۔ انکساری اور محتاجوں کے مانند ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا ۔ گڑ گڑا کر بھیک مانگنا یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اس لئے دعائیں خوب گریہ وزاری کے ساتھ کرتے رہنا چاہئے ۔ اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں۔

نوٹ: نویں فصل جو دعا میں ہاتھ اٹھانے کے طریقے کے متعلق ہے ۔ اسے ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر اسکے لکھنے اور پڑھنے والے سب کو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے طریقے کے مطابق اعمال و عبادات کرنے اور زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

دسویں فصل

☆ دعا اور درود شریف ☆

اس سے پہلے۔ "ہاتھ اٹھانے کے اعتبار سے دعا مانگنے کا طریقہ" کے عنوان سے فصل گزر چکی، اس کے بعد اب آپ کی خدمت میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں، مستجاب الدعوات بننے اور دعاؤں کی قبولیت حاصل کرنے کا ایسا آسمانی پروانہ جسکے بغیر دعائیں آسمانوں پر نہیں جاتیں۔ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جسکا عنوان ہے:۔

دعا اور درود شریف

اس میں سنت کے مطابق دعاؤں کو شروع اور ختم کر کے دعاؤں کی قبولیت کا پروانہ حاصل کرنے والا، پیغمبرانہ رہنما اصول و قواعد، قرآن و حدیث اور اولیائے کرام کے زرین اقوال کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں۔

اس میں، آیت کریمہ کا مقصد۔ یہ اعزاز صرف نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ وہ صندوق دعاؤں کو لپیٹ کر لے جاتا ہے۔ ہماری کشتی دو کریموں کے بیچ میں ہے۔ اس طرح عمل کرنے سے مستجاب الدعوات بنجائیگا۔ اور دعا کے متعلق محدث امام ترمذیؒ کا آزمودہ نسخہ، وغیرہ جیسے پُر لطف گراں قدر دعائیں مانگنے کے انداز و آداب تحریر کر کے مخلوق کو خالق سے عقیدت و محبت اور کامیابی حاصل کرنے کا گُر بتلایا گیا ہے۔

یا مجیب الدعوات

سب مسلمانوں کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے اور مسنون طریقہ کے مطابق دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

دعا شروع کرنے سے پہلے اور بعد میں

اب یہاں سے دعاؤں کی قبولیت کا پروانہ (certificate) حاصل کرنے والا، عظیم باب شروع کیا جارہا ہے۔ یعنی وہ چیز اور وہ عمل جسکے کئے بغیر دعا کرنے والوں کی دعائیں زمین و آسمان کے درمیان معلق (لٹکتی) رہتی ہیں، یا پھر ٹھکرا دی جاتی ہے، اسے قرآن مجید کی زبان میں صلوۃ و سلام کہا جاتا ہے، اس مقدس فصل کو قرآن مجید کی اسی آیتِ کریمہ سے شروع کیا جارہا ہے۔

یہ اس لئے کہ، متعدد احادیثِ نبویہ میں یہ ارشاد وارد ہے کہ، دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے اسکے بعد درود پاک سے دعا شروع کرکے درود شریف ہی پر دعا ختم کی جائے، مگر دعاؤں کے متعلق احادیث نبویہ اور اقوالِ سلف وخلف لکھنے سے پہلے دل میں آیا کہ آیتِ کریمہ اور صلوۃ و سلام کے معنیٰ و مطلب اور اسکی قدرے تشریح وغیرہ بھی تحریر کردی جائے تاکہ مسلمانانِ عالم کو یہ احساس ہو کہ درود پاک کتنی بڑی دولت اور نعمتِ الٰہیہ ہے۔

> إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا
>
> (پارہ ۲۲، رکوع ۴، سورہ احزاب)

ترجمہ: بیشک[1] اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان والوں تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے وہ ادا ہو)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے، اور مراد اس سے رحمت خاصہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مناسب ہے۔

اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت بھیجنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد اس رحمت خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں درود شریف کہتے ہیں۔

صلوۃ و سلام کے معنی

لفظ صلوۃ عربی[2] زبان میں چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

---

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۳۳ پ ۲۲ ع ۴ سورۃ الاحزاب۔

(۲) تفسیر معارف القرآن جلد، صفحہ ۲۲۱ پ ۲۲ ع سورۃ الاحزاب۔

(۱) رحمت (۲) دعا (۳) مدح و ثنا۔ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد، رحمت نازل کرنا ہے۔ اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنیٰ، انکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنا ہے، اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ نام ہے دعا اور مدح و ثناء کے مجموعہ کا، عام مفسرین نے یہی معنیٰ لکھے ہیں۔

استاذ المحدثین حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے تحریر فرمایا، علماء نے کہا ہے کہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے معنیٰ رحمت بھیجنا ہے۔ اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنیٰ استغفار کرنا ہے۔ اور مؤمنین کی جانب سے صلوٰۃ کے معنیٰ دعا کرنا ہے۔

آیت کریمہ کا ماحصل اور مقصد صاحبؒ معارف القرآن اس طرح فرمارہے ہیں:

آیت کریمہ کا اصل مقصود، مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں، مگر اسکی تعبیر و بیان میں اس طرح فرمایا کہ، پہلے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عمل صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اسکے بعد عام مؤمنین کو اسکا حکم دیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جارہا ہے، وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اسکے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں، تو عام مؤمنین جن پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں، انکو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود و سلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اس مقدس عمل میں شریک فرمالیا۔ جو کام خود حق تعالیٰ اور اسکے فرشتے کرتے ہیں۔

علامہؒ ابن کثیر فرماتے ہیں: مقصود اس آیت کریمہ سے یہ ہے کہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت لوگوں کی نگاہوں میں جیچ جائے۔ وہ جان لے کہ جب خود اللہ

(۱) القرآن الحکیم، ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ پ ۲۲ ع ۴ سورۃ الاحزاب صفحہ ۵۵۲۔

(۲) معارف القرآن۔ جلد ۷ پ ۲۲ ع ۴ سورۃ الاحزاب صفحہ ۲۲۱۔ (۳) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پ ۲۲ ع ۴ سورۃ الاحزاب صفحہ ۳۵

تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مداح اور ثناء خواں ہے اور اسکے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاءِ اعلیٰ کی مذکورہ خبر کلامِ ربانی کے ذریعہ دے کر اب زمین والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ، اے مسلمانوں تم بھی اپنے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کرو تاکہ عالمِ علوی (آسمانوں) اور عالمِ سفلی (زمین والوں) کا اس پر اجماع ہو جائے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب مزید آگے تحریر فرماتے ہیں: مقصود آیت کا تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حق ہم لوگ خود ادا کریں۔ مگر طریقہ یہ بتلایا کہ پہلے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واطاعت کا پورا حق ادا کرنا یہ ہمارے کسی کے بس میں نہیں ہے، اس لئے یہ لازم کیا گیا کہ پہلے ہم اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الآباد تک نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتے رہیں۔

> یہ اعزاز صرف نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے

ایک عمل اتنا بڑا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ فرشتوں اور مسلمانوں کو بھی شریک فرمالیا۔ شیخ بلند شہریؒ تحریر فرماتے ہیں[1] دراصل بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنا یہ وہ عمل ہے جسکے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں خود اس عمل کو کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف پھر ثانیاً اپنے فرشتوں کی طرف کی، پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم بھی درود بھیجو۔ یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس عمل میں اللہ اور اسکے فرشتے بھی مؤمنین کے ساتھ شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا یہ مطلب ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتوں کے سامنے تعریف و توصیف بیان فرماتے ہیں اور فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنا اسکا مطلب یہ ہے کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مزید اعزاز واکرام کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور مؤمنین کا صلوٰۃ بھیجنا بھی

---

(۱) فضائل دعا صفحہ ۱۲۲ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری صاحب مہاجر مدنیؒ۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنا ہے۔ یا اللہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اور زیادہ بلند مرتبہ عطا فرما۔

فائدہ: جب کوئی بندہ بارگاہِ ایزدی میں یوں عرض کرتا ہے کہ اے اللہ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود (رحمت) بھیج تو اس میں اوّل تو اس بات کا اقرار ہے کہ مجھ پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔ اور میں حضور نبیٔ کریم کے لئے اپنی طرف سے کوئی ایسا بیش بہا تحفہ بھیج نہیں سکتا جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانِ عالی کے لائق ہو۔ اس طرح اپنی بے بسی کا اظہار کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اے بار الہا! تو ہی ان پر اپنی طرف سے رحمتوں کی بارشیں برسا اور انکو مزید در مزید اکرام و اعزاز اور توصیف و ثنا سے نواز دے۔

پس درود شریف کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرنے میں دعا مانگنے والے کے لئے بارگاہِ الٰہی کی مقبولیت اور محبوبیت بھی ہے اور فرشتہ کی دعا کا استحقاق بھی ہے جو باعث رحمت ہے۔ پس جو بندہ جس قدر زیادہ درود شریف پڑھے گا وہ محبوب بارگاہِ ایزدی ہو گا اور مستحق رحمت ہو گا۔ ساتھ ہی اسکے درجات بلند ہونگے۔ اور گناہ معاف ہونگے۔

اسیرِ مالٹا حضرت شیخ الهندؒ فرماتے ہیں: حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے والوں پر یہ بڑی قبولیت کا مقام رکھتی ہے۔

درود و سلام دونوں ساتھ پڑھنا زیادہ مناسب ہے درود و سلام نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول الفاظ میں پڑھنا یہ زیادہ انفع ہے۔ صاحب معارف القرآن[1] تحریر فرماتے ہیں: درود شریف میں جس عبارت سے صلوٰۃ و سلام کے الفاظ ادا کئے جائیں اس سے حکم کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب تو حاصل ہو جاتا ہے، مگر یہ بات ظاہر ہے کہ جو الفاظ خود نبیٔ

(۱) معارف القرآن جلد، پا۲۲ ع۴ سورۃ الاحزاب صفحہ ۲۲۲۔

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے الفاظ سلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے متعین فرمالئے۔ اس لئے وہ زیادہ انفع ہے۔

حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں: درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام، دونوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے رہنا چاہئے، صرف "صلی اللہ علیہ" یا صرف "علیہ السلام" نہ کہا جائے کیونکہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام دونوں ہی کو ساتھ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

ساری پریشانیوں سے نجات اور جملہ مقاصد میں کامیابی کا وظیفہ

حضرت اُبیؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر بکثرت درود پڑھتا ہوں، پس کتنا وقت اس میں صرف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہے۔ اس نے عرض کیا چوتھائی وقت؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرلو۔ انہوں نے عرض کیا آدھا وقت متعین کرلوں تو؟ اسکا بھی وہی جواب ارشاد فرمایا۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ دو تہائی وقت؟ اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ اور زیادہ کرلو تو اچھا ہے۔ اس پر اس صحابیؓ نے عرض کیا کہ بس اب تو میں سارا ہی وقت درود شریف پڑھنے میں صرف کردونگا۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے تیرے تمام ہم و غم سے بچالے گا اور تیرے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ (رواہ ترمذی شریف)

ایسا ہی سوال ایک دوسرے صحابیؓ نے کیا تھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سارا وقت درود شریف پڑھنے میں صرف کردونگا، تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات عطا فرمادیگا۔
(رواہ ترمذی شریف)

(۱) تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ پارہ ۲۲ ع ۴ سورۃ الاحزاب صفحہ ۵۰۳۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۲۲ ع ۴ سورۃ الاحزاب صفحہ ۵۰۳۔

ایک صحابی نے عرض کیا کہ، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں اپنا سارا ہی وقت درود شریف پڑھنے میں صرف کردوں تو؟ اسکے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب تو تمہارے دنیا اور آخرت کے تمام مقاصد پورے ہوجائیں گے۔ (رواہ مسند احمد)

ایک لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ حج کرنے کے برابر ثواب

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اس میں کہا گیا کہ، جو شخص تم پر درود بھیجے گا اس کو چار سو غزوے کا ثواب ملے گا اور ہر غزوہ چار سو حج کے برابر ہوگا۔

فـــائدہ: مذکورہ بالا روایت کے مطابق ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ حج (کرنے) کے برابر ثواب ملے گا۔ درود شریف کی عظمت و بلندی اور فضیلت کا اس سے آپ اندازہ لگالیں۔

آیتِ کریمہ کی قدرے تشریح اور فضائل درود کے بعد اب یہاں سے اصل مضمون کو شروع کررہا ہوں یعنی دعاؤں کے شروع کرنے کا اور اس کو ختم کرنے کا شرعی اور پیغمبرانہ طریقہ کیا ہے۔ وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، دعـــا اس طرح مانگو

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حضرت فضالۃ بن عبیدؓ سے روایت ہے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک صحابی تشریف لائے، اور آتے ہی نماز پڑھی سلام پھیر کر (دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر) وہ کہنے لگے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، او نماز پڑھنے والے! تو نے جلدی کی، جب تو نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے، تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کر جسکا وہ اہل ہے، پھر مجھ پر درود بھیج، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کر۔ راوی فرماتے ہیں: اس واقعہ کے بعد اسی مجلس میں ایک اور صحابی تھوڑی دیر میں تشریف لائے، اور انہوں نے بھی دوگانہ ادا کی، سلام پھیر کر انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد (تعریف) کی

---

(۱) از مکتبہ مرادی حضرت شیخ ابو حفص بن عبد المجید مبانسیؒ۔ (۲) رسالہ انوار الدعا ماہنامہ "الھادی" ماہ صفر، ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ۔ حیاۃ الصحابہ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۲۷۹، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ بس اتنا سنکر خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ، او نماز پڑھنے والے ! دعا مانگ تیری (جائز) دعا قبول کی جائے گی۔ (ابو داؤد، ترمذی نسائی، احمد و ابن حبان)

اسی قسم کی دوسری حدیث مختصر تغیر کے ساتھ اسی صحابیؓ سے اس طرح وارد ہے۔

حضرتؓ فضالۃ بن عبیدؓ سے روایت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ، ایک صحابی نے نماز سے فارغ ہوکر دعا مانگنا شروع فرمادی اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ، اس نے عجلت کی اسکو بلایا اور اسی سے یا دوسرے سے (تاکہ وہ بھی سن لے) فرمایا : جب تم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہوکر دعا مانگے تو اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر مجھ پر درود بھیجے ، اسکے بعد جو دل چاہے (جائز) دعا مانگے (ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی)

یہ طریقہ دیکھ کر فرمایا اے عبد اللہ ! مانگ جو مانگے گا وہ عطا کیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ : میں خود ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا ، اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر ابن الخطابؓ بھی وہاں تشریف فرما تھے ، اسی مجلس میں نماز سے فارغ ہوکر جب میں بیٹھا تو سب سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شروع کیا ؛ یہ طریقہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت یہ ارشاد فرمایا کہ ، اے عبد اللہ ! مانگ جو مانگے گا وہ عطا کیا جائے گا۔

(یعنی تم نے اصول کے مطابق دعا مانگنا شروع کیا ہے اس لئے تمہاری دعا قبول ہو جائے گی) یہ جملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ فرمائے کہ ، اے عبد اللہ ! مانگ جو مانگے گا وہ عطا کیا جائے گا۔ (ترمذی شریف)

حضرتؓ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ : جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگنے کا ارادہ کرے تو اس

(۱) درر فرائد ترجمہ الفوائد صفحہ ۵۰۰۔ (۲) فضائل درود شریف صفحہ ، حضرت شیخ الحدیث صاحب مہاجر مدنی۔

کو چاہیئے کہ ، اوّلاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ ابتداء کرے ایسی حمد و ثناء جو اسکی شایانِ شان ہو۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اسکے بعد دعا مانگے۔ پس اقرب یہ ہے کہ وہ کامیاب ہو گا ، اور مقصود کو پہونچے گا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی دعا مانگنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ ، ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کرے جسکا وہ اہل ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اسکے بعد سوال (دعا) کرے پس تحقیق کہ یہ دعا اس قابل ہے کہ کامیاب ہو (یعنی قبول کی جائے گی) (طبرانی۔ ہیثمیؒ جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۵)

حضرت علیؓ سے روایت ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارا مجھ پر درود پڑھنا یہ تمہاری دعاؤں کی حفاظت کرنے والا ہے ، اور تمہارے رب کے راضی اور خوش ہونے کا سبب ہے (فضائل درود شریف صفحہ ۶)

دعا مانگنے والے عبد اور معبود کے درمیان حجاب حضرت علیؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کوئی دعا ایسی نہیں ہے کہ ، اس میں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب نہ ہو۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پس جب وہ ایسا کرتا ہے (یعنی درود شریف پڑھ لیتا ہے) تو پردہ ہٹ جاتا ہے ، اور وہ محلّ اجابت میں داخل ہوجاتی ہے ورنہ پھر لوٹا دی جاتی ہے (فضائل درود شریف صفحہ ۶)

فائدہ : حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں: ہر وہ دعا جسکے اوّل و آخر میں درود شریف نہ پڑھا گیا ہو وہ دعا ، خدا اور بندہ کے درمیان حجاب و پردہ کے مانند ہوجاتی ہے ، دربار خداوندی تک ایسی دعاؤں کی رسائی نہیں ہوتی ، اسے قبولیت کے بغیر واپس لوٹا دیا جاتا ہے ، اس لئے ہمیشہ دعا مانگتے وقت اوّل و آخر درود شریف پڑھنے کا معمول بنالینا چاہیئے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ، جب تو دعا مانگا کرے تو اپنی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی شامل کرلیا کر ، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود تو مقبول

(۱) حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۳۶۴۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ مرکز نظام الدین۔ دہلی۔

ہے ہی، اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ کچھ (یعنی درود شریف) قبول کرے اور کچھ (یعنی دعاؤں) کو چھوڑ دے (فضائل درود شریف صفحہ ۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھکو سوار کے پیالہ کی طرح نہ بناؤ!

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ مجھ کو سوار کے پیالہ کی طرح نہ بناؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ۔ سوار کے پیالہ سے کیا مراد؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسافر اپنی حاجت و ضرورت پر برتن میں پانی ڈالتا ہے۔ اسکے بعد اگر اسکو پینے یا وضو کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اسے پی لیتا ہے۔ یا وضو کر لیتا ہے۔ ورنہ پھینک دیتا ہے۔ مجھے اپنی دعا کے اوّل میں بھی یاد کرو اوسط میں بھی اور اخیر میں بھی۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: مسافر کے پیالہ سے مراد یہ ہے کہ مسافر اپنا پیالہ سواری کے پیچھے لٹکا لیا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے دعا میں سب سے اخیر میں نہ رکھو۔ یہی مطلب صاحب الاتحاف نے شرح احیاء میں بھی لکھا ہے۔ سوار اپنے پیالہ کو پیچھے لٹکا دیتا ہے۔ یعنی مجھے اپنی دعا میں صرف سب سے اخیر میں نہ ڈالو۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۵، حضرت شیخ الحدیث)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے (قبولیت حاصل کرنے کے لئے آسمان کی طرف) چڑھتی نہیں۔ جب تک کہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھکو سوار کا پیالہ نہ بناؤ (بلکہ) مجھ پر دعا کے شروع میں درمیان اور آخر (تینوں وقت) میں درود پڑھا کرو۔

(ترمذی ورزین)

فائدہ: یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔ قاسم برکات و باعثِ رحمتِ عالم ہے۔ اس لئے قبولیت دعا کے لئے بھی وسیلہ اعظم اور شرط اتم ہے۔ اس لئے دعا کے اوّل، اوسط اور آخر میں درود و سلام پڑھنا قبولیت دعا کے لئے اقرب ہے۔

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۵ حضرت شیخ علامہ عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ۔

اور سوار جب اپنی سواری پر سب ضروری سامان لاد کر آخر میں پچھلے حصہ پر پیالہ لٹکا لیتا ہے کہ، "داشتہ بکار آید" درود شریف کو بھی اس طرح غیر مہتم بالشان اور آخری حصۂ دعا بنانا یہ سوءِ ادب ہے۔ اس لئے ہر دعا کے اوّل آخر اور درمیان میں درود و سلام ہونا چاہئے۔ تاکہ اعمال و عبادات شرف قبولیت پالیں۔ (ترمذی۔ حدیث مرفوع)۔

اس طرح عمل کرنے سے تو مستجاب الدعوات بن جائیگا

عارفؒ ربانی علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ: درود شریف دعا کے اوّل میں، درمیان میں اور اخیر میں، تینوں وقت ہونا چاہیے۔ علماء نے اس کے استحباب (مستحب ہونے) پر اتفاق نقل کیا ہے۔

دعا کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہونی چاہئے اور اس پر ختم ہونا چاہئے۔

اقلیشیؒ (محدث) فرماتے ہیں کہ: جب تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو پہلے حمد کے ساتھ ابتداء کر، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج، اور درود شریف کو دعا کے اوّل میں دعا کے بیچ میں اور دعا کے آخر میں پڑھ لیا کر، اور درود شریف پڑھتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ فضائل کو ذکر کیا کر۔ اسکی وجہ سے تو مستجاب الدعوات بنے گا تیرے اور تیرے پروردگار کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے گا۔

اب یہاں سے دعاؤں میں درود شریف نہ پڑھنے کے متعلق چند ایسی احادیث و اقوال نقل کئے جارہے ہیں کہ اگر دعاؤں کے اوّل آخر درود شریف نہ پڑھا جائے تو دعاؤں کا کیا حشر اور انجام ہوتا ہے۔ اسکے متعلق ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

کوئی دعا آسمان تک نہیں پہونچتی مگر ...

حضرت عبداللہ ابن بسرؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعائیں ساری کی ساری رُکی رہتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد و ثنا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے نہ ہو۔ اگر ان دونوں کے بعد دعا کرے گا تو اسکی دعا قبول کی جائے گی۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۶)

(۱) فضائل درود شریف صفحہ ۴، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ۔

ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا آسمان پر پہونچنے سے رُکی رہتی ہے، اور کوئی دعا آسمان تک اس وقت تک نہیں پہونچتی جب تک کہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جاتا ہے تب وہ آسمان پر پہونچ جاتی ہے۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۶)۔

حضرت ابو طالب مکیؒ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے اپنی کوئی حاجت مانگو، تو ابتداء میرے اوپر درود پڑھنے سے کرو، اللہ تعالیٰ کا کام اس امر کا مقتضیٰ (مناسب) نہیں کہ اس سے کوئی دو حاجتیں مانگیں تو ایک پوری کرے اور دوسری کو پوری نہ کرے۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں چڑھتی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جائے۔ (رواہ ترمذی شریف، طبرانی)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: دعا رُکی ہوئی رہتی ہے (مقام قبولیت تک نہیں پہونچتی) یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ فرماتے ہیں: بے شک دعا آسمان اور زمین کے درمیان لٹکتی رہتی ہے کوئی بھی چیز ان میں سے آسمان پر نہیں چڑھتی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ (رواہ ترمذی)۔

وہ صندوق دعاؤں کو لپیٹ کر لے جاتا ہے عارف ربانیؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ: دعا سے پہلے اور بعد میں جو درود پڑھا جاتا ہے وہ مثل صندوق کے ہے۔ کہ وہ صندوق دعاؤں کو اپنے اندر لپیٹ کر (دعا، درود، تلاوت اور وظائف وغیرہ کو) لے جاتا ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: دعاؤں کے اول آخر، درود شریف پڑھنا یہ دعا کی قبولیت کا

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ (۲۔۳) رسالہ "انوار الدعاء"، ماہنامہ "الھادی" صفحہ ۴ تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ (۴) امداد المشتاق صفحہ ۱۲۳ ملفوظات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ۔

نہایت قوی ذریعہ ہے۔

علامہ ابو اسحٰق شاطبیؒ نے فرمایا: درود شریف کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں، اور کریم سے یہ بعید ہے کہ بعض دعا قبول کرے اور بعض کو رد کردے۔

عارف باللہ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں: دعا سے پہلے اور اخیر میں درود شریف پڑھنے والے کی دعا قبول ہوجاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اوّل۔ آخر کا درود شریف قبول فرمالیں اور اسکے درمیان کی دعاؤں کو قبول نہ کریں یہ ان کے کرم سے بعید ہے (رواہ۔ شامی جلد ۱)

محقق علامہ شامیؒ کا ملفوظ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: اپنی دعاؤں سے پہلے بھی درود شریف پڑھو اور بعد میں بھی پڑھو، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا یہ تو قطعی (یقینی) طور پر قبول ہے، اس لئے کہ اس عمل (یعنی درود شریف پڑھنے) میں خود اللہ تعالیٰ بھی شامل ہے، جیسا کہ آیت کریمہ میں وارد ہے۔ تو جس عمل میں اللہ تعالیٰ خود شریک ہوں وہ عمل تو ضرور قبول ہوگا۔ اگر کسی تجارت یا فیکٹری وغیرہ میں کسی کے ساتھ وقت کا سب سے بڑا بادشاہ شریک ہو تو کیا وہ کبھی فیل اور ناکام ہوسکتا ہے؟ تو ارحم الراحمین جو زمین و آسمان اور کُل کائنات کے خالق و مالک ہیں جب وہ اس عمل میں شامل ہیں اور اسکے مقبول ملائکہ بھی شریک ہیں تو اس نعمتِ عظمیٰ سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے ہمیں بھی اپنی دعا کے اوّل و آخر میں درود شریف ضرور پڑھتے رہنا چاہئے، تاکہ جب اللہ تعالیٰ دعا کا اوّل و آخر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا صلوٰۃ و سلام قبول فرمائیں گے، تو وہ کریم آقا، ہیں؛ درمیان سے تمہاری دعاؤں کو کیسے باہر نکال سکتے ہیں؟۔ یاد رہے! کریم کی تعریف اور معنی ہی یہ ہیں کہ جو نالائقوں پر بھی رحم و کرم کی بارشیں برساتا رہے۔

ہماری کشتی دو کریموں کے بیچ میں ہے عارف باللہ، حضرت[۲] مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ (خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ) فرمایا کرتے تھے کہ: جب درود شریف پڑھنا شروع کرو اور صرف اَللّٰهُمَّ صَلِّ کہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر برس رہی ہے۔ اور دعاؤں

(۱) مذاق العارفین بترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰۔ (۲) راہ مغفرت صفحہ ۶۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔

کے وقت یا بغیر دعا کے جب بھی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہو تو سمجھ لو کہ ہماری کشتی دو کریم کے بیچ میں آ گئی ہے۔ ایک کریم تو ربّ العٰلمین ہے، اور دوسرے کریم رحمۃ للعٰلمین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں یہ دو کریم ہیں اور ہم ان دونوں کے درمیان میں ہیں، اس لئے قبولیت دعا سے مایوس اور نا امید ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یا رب تو کریم و رسول تو کریم ——— صد شکر کہ ما میان دو کریم

محدّث امام ترمذیؒ کا آزمودہ نسخہ حضرتؒ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: تسبیح سے اعمال کی تطہیر (صفائی پاکیزگی) ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیس (پاکی) بیان کرنے سے گناہ دُھلتے ہیں، اور اللہ اکبر کہنے سے اعمال عرش تک پہونچتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، اور درود شریف پڑھ کر دعا مانگنا یہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے آزمودہ نسخہ ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے عارف باللہ حضرتؒ امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کریں، اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو بہت سخت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ جو اس سے دعائیں نہ کریں۔ پھر فرمایا اے میرے رب! یہ صفت تو صرف آپ ہی کی ہو سکتی ہے۔[2]

دنیا میں کوئی چیز اہل جنّت کی لذّت کے مشابہ نہیں مگر ایک چیز...... حجۃ الاسلام حضرتؒ امام غزالیؒ نے لکھا ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ: دنیا میں کوئی ایسا وقت نہیں جو اہل جنّت کے مزہ (لذّت) کے مشابہ ہو، مگر ہاں صرف ایک چیز ہے، اور وہ ہے مناجات کی وہ حلاوت جو رات کے وقت عاجزی کرنے والوں کے دلوں میں ہوا کرتی ہے۔ وہ البتہ جنّت کی نعمتوں کے مشابہ ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ: مناجات کی لذت یہ دنیا کی چیزوں میں سے نہیں، بلکہ جنّت کی چیز ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور انکے سوا دوسروں کو وہ نصیب نہیں ہوتی۔[3]

---

(۱) نوادر الاصول، حکیم ترمذیؒ۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پارہ ۲۴ سورۂ مومن صفحہ ۵۰۔

(۳) مذاق العارفین: ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۲۲۔

شہوت پرست کے لئے محرومی ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی روایت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس طرح وارد ہے کہ: اے داؤد! (علیہ السلام) عالم جس وقت اپنی شہوت کو (نفسانی شہوات سے برانگیختگی) اختیار کرتا ہے تو ادنیٰ بات (سزا کے طور پر) میں اس کے ساتھ یہ کرتا ہوں کہ اس کو اپنی مناجات (دعا مانگنے) کے مزہ (حلاوت) سے محروم کر دیتا ہوں، اے داؤد (علیہ السلام) میری کیفیت (صفات و کمالات) ایسے عالم سے مت پوچھنا جس کو دنیا نے اپنا متوالا (دیوانہ) کر دیا ہو، ورنہ وہ تجھ کو میری محبت سے روک دے گا۔ اس قسم کے لوگ میرے بندوں کے حق میں راہزن ہیں۔(۱)

علامہ سمرقندیؒ نے تحریر فرمایا: ایک مرتبہ عارفہ رابعہ عدویہؒ ایک قبرستان کی طرف جارہی تھی، ایک آدمی نے لپک کر ان سے دعا کرنے کے لئے عرض کیا۔ تو وہ مقدس خاتون کہنے لگی کہ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو، اور اسی سے مانگتے رہا کرو، اس لئے کہ مجبور و بے بس لوگوں کی دعائیں وہی قبول فرمالیتے ہیں۔ (از تنبیہ الغافلین۔ صفحہ ۴۲۱)

باغی کے پاس جاؤ، مگر انداز تکلم نرم ہو فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ (پا ۱۶ ع ۱۱ سورۂ طٰہٰ) تشریح: اے موسیٰ (علیہ السلام) تم فرعون کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر بہت سر اٹھائے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر دلیر ہو گیا ہے، اور اپنے خالق و مالک کو بھول گیا ہے، مگر ہاں اس سے نرم گفتگو کرنا۔(۲)

فـــائدہ: دیکھو! فرعون کس قدر بُرا آدمی ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کس قدر بھلے ہیں، لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ اسے نرمی سے سمجھانا، اس مذکورہ آیت پر حضرت شیخ یزید رقاشیؒ نے فرمایا کہ: اے وہ خدا! جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے تو پھر تیرا کیسا کچھ سچا برتاؤ ہو گا ان لوگوں کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور تجھے رات دن پکارا کرتے ہیں۔

حضرت شیخ علامہ فخرالدین مروزیؒ نے فرمایا: مخلوق سے دور رہنے کی ترکیب یہ ہے کہ

(۱) مذاق العارفین، ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۸۱۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پا ۱۶ ع ۱۱ سورۂ طٰہٰ

(۳) اخبار الاخیار، صفحہ ۲۰۳ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ۔

گوشہ نشینی اور عزلت کو اختیار کرے ۔ اور دنیا سے دور رہنے کا طریقہ قناعت اور بر (تقویٰ) اختیار کرنا ہے ، اور نفسانی خواہشات اور شیطان سے بچنے کی سبیل ہمہ وقت خدا کی یاد میں مشغول رہنا ہے اور اس سے التجا اور دعا کرتے رہنے میں ہے ، اور مشہور یہ ہے کہ شیطان سے بچنے کے لئے ذکر اللہ کی کثرت اور نفس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑا کر التجا و دعا کرتے رہنا چاہئے ۔

مخلص داعی ، حضرت مولانا محمدؐ الیاس کاندھلویؒ نے ایک مرتبہ یوں فرمایا کہ : اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل اور رزق وغیرہ مانگنا تو فرض ہے ، اور اپنی عبادت و خدمت وغیرہ کا اس دنیا میں معاوضہ (بدلہ) چاہنا حرام ہے (ملفوظات مولانا محمدؐ الیاس صاحبؒ صفحہ ۱۴۸)

دعا میں ایک خاص خوبی ہے جو دوسری عبادتوں میں نہیں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا : دعا میں ایک خاص خوبی ہے جو اور عبادتوں میں نہیں ، ایک خاص خوبی دعا میں دوسری عبادتوں سے زیادہ ہے ، دوسری جتنی عبادتیں ہیں ، اگر وہ دنیا کے (دکھاوے کے) لئے ہو تو وہ عبادت نہیں رہتی مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ اگر یہ دنیا کے لئے ہو تب بھی عبادت ہے اور ثواب بھی ملتا ہے ، اگر دعا میں مال و دولت مانگے یا دنیا کی اور کوئی چیز مانگے تب بھی ثواب ملے گا ۔ دوسری عبادتیں ایسی نہیں کہ اگر دنیوی حاجت اس میں مقصود ہو تو انہیں ثواب نہیں ملتا چنانچہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ : اگر حکیم صاحب نے کسی کو یہ رائے دی کہ تم آج کھانا نہ کھاؤ ! اگر کھالیا تو نقصان دے گا ۔ اس نے سوچا ، کہ لاؤ آج روزہ ہی رکھلوں ، بس روزہ رکھ لیا ۔ تو اب اس کو خالص روزہ کا ثواب نہ ملے گا ۔ کیونکہ اس کو اصل میں روزہ رکھنا مقصود نہ تھا ، اسی طرح کوئی شخص سفر میں مسجد میں اس نیت سے اعتکاف کر لے کہ ہوٹل کے کرایہ سے بچونگا ، تو اب اسے اس اعتکاف کا پورا ثواب نہ ملے گا ۔ مگر ہاں دعا میں یہ بات نہیں چاہے کتنی ہی دعائیں دنیا کی جائز حاجت و ضرورت کے لئے مانگو ، مگر پھر بھی ثواب ملے گا اور یہ خوبی خاص دعا میں اس لئے ہے کہ ، دعا نام ہے عاجزی کرنے کا اور عاجزی کے ساتھ دنیا

(۱) تسہیل المواعظ جلد ۱ صفحہ ۵۲۹ مواعظ حکیم الامت حضرت تھانویؒ ۔

کے لئے دعا کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند ہے۔

علانیہ گناہ کرنے والوں کے لئے دعائے رحمت و مغفرت

حضرت شیخ ابراہیم اطروشؒ سے روایت ہے کہ: ہم شہر بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارہ پر حضرت معروف کرخیؒ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران، ایک چھوٹی سی ڈونگی (کشتی) پر سوار چند نوجوان ناچتے ڈھول بجاتے اور شراب پیتے ہوئے چلے جارہے تھے، انہیں اس نازیبا حرکت و مستی میں دیکھ کر لوگوں نے عارفِ ربانی حضرت شیخ معروف کرخیؒ سے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ علانیہ بے باک ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کررہے ہیں، آپ ان کے لئے بد دعا کیجئے، تاکہ کیفرِ کردار تک وہ پہونچ جائیں اور اپنے کرتوتوں کا مزہ اچھی طرح وہ چکھ لیں۔ یہ سنتے ہی اسی وقت اس عاشق رسولؐ بزرگ نے ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا فرمائی کہ یا الٰہ العالمین؛ جیسا تو نے انہیں اس دنیا میں خوش رکھا، آخرت میں بھی ان سب لوگوں کو خوش رکھنا۔ یہ سن کر ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضرت؛ ہماری غرض تو یہ تھی کہ آپ ان کے لئے بد دعا فرمائیں؟

یہ سن کر حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ: کیا میں ان کے لئے بد دعا کر کے شیطان کو خوش اور حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر فرمایا امید ہے کہ، اللہ تعالیٰ انہیں سچی توبہ کی توفیق کے بعد ہدایت اور عملِ صالح کی توفیق عطا فرمائیں گے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب لوگ آخرت میں بھی خوش و خرم رہیں گے

☆ شنیدم کہ مردان راہ صفا دل دشمنا ہم نہ کردند تنگ ☆
☆ ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف است و جنگ ☆

الحمد للہ۔ دسویں فصل، دعا اور درود شریف کے عنوان سے شروع کی گئی تھی، بفضلہٖ تعالیٰ

---

(۱) قصص الاولیاء، ترجمہ نزہتہ البساتین جلد ۹ صفحہ ۴۰۔ شیخ امام ابی محمدؒ عبد اللہ یمنی یافعیؒ۔ مترجم علامہ ظفر احمد صاحب تھانویؒ۔

حسب توفیق بہت اہم اور ضروری چیزیں، اس میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل ورحمت سے اسے قبول فرما کر سب مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

****

رسالت کو معزز کردیا اپنے تعلق سے نبوّت ناز کرتی ہے کہ ختم الانبیاء تم ہو

رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا شمار

جیوؤں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھکو مور و مار

(حضرت نانوتویؒ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خدا سے مانگ لے جو مانگنا ہے، اے مسلم یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

****

قطب عالم حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائیپوریؒ نے فرمایا:

میں سب مسلمانوں کو اور خصوصاً حضرات علماء کرام کو جو درس وتدریس یا دیگر دینی خدمات کرتے ہیں، انہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ، خواہ دس منٹ، دس دن، یا دس سال میں، غرض جتنا عرصہ بھی ہوجائے، اسمیں یہ خیال جمانے اور پختہ کرنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے کہ میں جو کچھ کام کر رہا ہوں وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوں، اس نیت کو تازہ اور خالص کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

(از مجالس حضرت اقدس رائیپوریؒ صفحہ ۹۴)

گیارھویں فصل

☆دعا کے شروع اور اخیر میں پڑھے جانے والے پیغمبرانہ مقدس کلمات☆

اس سے پہلے "دعا کو شروع اور ختم کرتے وقت درود شریف پڑھنے" کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اس کے بعد اب آپکی خدمت میں دعاؤں کو شروع کرنے اور ختم کرنے کا ایسا رہنما آسمانی اور پیغمبرانہ مسنون طریقہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جسکا عنوان ہے:۔

دعا کے شروع اور اخیر میں پڑھے جانے والے پیغمبرانہ مقدس کلمات

اس میں سنت کے مطابق اسماء حُسنیٰ کے ذریعہ دعاؤں کو شروع اور ختم کرنے کا پیغمبرانہ طریقہ، قرآن وحدیث اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ملفوظات کی روشنی میں تحریر کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

اس فصل میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں کو ان لفظوں سے شروع فرمایا کرتے تھے، سارے اسماء حُسنیٰ پر مشتمل ایک جامع دعائیہ کلمہ، مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے جسکے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے، دعا کو ختم کرنے کا پیغمبرانہ طریقہ اور دعائیں کرنے کے بعد اس کے قبول ہونے کی بھی دعا کرنی چاہیئے، وغیرہ جیسے راز ہائے بستہ لئے ہوئے نبوی علوم زیر قلم کر کے مسلمانوں کو دعاؤں سے بھرپور فوائد حاصل کرنے کے طریقے سکھائے گئے ہیں۔

یا مسبب الاسباب

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا جملہ مسلمانوں کو آپکے مقدس اسمائے حُسنیٰ کے ذریعہ نبیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے مسنون طریقہ کے مطابق ہمیشہ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العٰلمین۔

الحمد للہ، اب یہاں سے دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھا کر مسنون طریقہ کے مطابق دعا شروع کرنے سے پہلے کن کن کلمات مقدسہ کو پڑھنا مناسب اور مسنون ہے۔ بسیار تتبع کے بعد چند چیزیں اس سلسلہ کی معلوم ہوئیں جسے قارئین کی خدمت میں تحریر کئے دیتا ہوں:۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ، اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ (پ ۱۵ ع ۱۲ سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ خواہ، اللہ، کہہ کر پکارو۔ یا رحمن، کہہ کر پکارو۔ جس نام سے بھی پکارو گے سو (بہتر ہے۔ کیونکہ) اسکے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔ (تفسیر بیان القرآن)

اس آیت کا شان نزول منجملہ ایک یہ ہے کہ، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ رہے تھے، اور دعا میں "یا اللہ، یا رحمٰن" کہہ رہے تھے۔ تو یہ جملے مشرکین و کفار نے سنے تو وہ یوں سمجھے کہ، اللہ اور رحمٰن۔ یہ دو الگ الگ خدا ہیں، جنکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پکار رہے ہیں اور ہم کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اللہ کے سوا اور کسی کو پکارنے سے منع کر رہے ہیں؟ یہ باتیں انہوں نے چلانی شروع کر دی۔ پس ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

مفسر، مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ تحریر فرماتے ہیں: عرب میں حق تعالیٰ کے لئے "اللہ" کا لفظ بطور اسم ذات کے شروع زمانے سے چلا آ رہا تھا، اور یہود کے ہاں اسم "رحمٰن" کا استعمال جاری تھا، اسلام نے دونوں لفظ استعمال کرنے شروع کئے۔

حضرت مفتی صاحب[1] تحریر فرماتے ہیں: اس میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ، اللہ تعالیٰ کے صرف یہ دو ہی نام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے تو بہت سے اسماء الحسنیٰ ہیں، ان میں سے اپنے اوراد و وظائف یا دعا میں جو دل چاہے اسکو پڑھ کر دعائیں کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ انکے وسیلہ سے تمہاری دعائیں قبول فرماتے رہیں گے۔

تفسیر میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے سب چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت

(۱) تفسیر معارف القرآن، جلد ۵ پ ۱۵ ع ۱۲ سورۃ بنی اسرائیل صفحہ ۵۲۹

سکھلایا کرتے تھے۔

صحابہؓ میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ اور حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ: یہ مذکورہ آیت دعا کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے، اسکے علاوہ حضرت ثوریؒ اور امام مالکؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ، یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۝ (پا ۹ ع ۱۲ سورۃ اعراف)	اور اچھے اچھے (مخصوص) نام اللہ ہی کے لئے (خاص) ہیں، سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو (یعنی پکارا

کرو) (بیان القرآن)

اسماء الحسنیٰ کی تشریح: اچھے نام سے مراد وہ نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کے اعلیٰ درجہ پر دلالت کرنے والے ہیں، یہ اسماء حسنیٰ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی خصوصیت ہے، یہ اوصاف وکمالات کسی اور کو حاصل نہیں۔

فَادْعُوْهُ بِهَا۔ یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اسماء حسنیٰ ہیں اور وہ مقدس اسماء اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں، تو پھر یہ لازم ہو گیا کہ اوّل تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اور اسے انہیں اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارو۔

پکارنا یا بلانا، یہ دعا کا ترجمہ ہے۔ اور دعا کا لفظ قرآن مجید میں دو معنیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک اللہ کا ذکر، اسکی حمد وثنا اور تسبیح و تمجید کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، دوسرے حاجات و مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنا اور مصائب و آفات سے نجات اور مشکلات کی آسانی کی درخواست کرنا۔ اس معنیٰ میں دعا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اس آیت میں فَادْعُوْهُ بِهَا، کا لفظ مذکورہ دونوں معنیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو معنیٰ آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ، حمد وثنا اور تسبیح کے لائق بھی صرف اسی کی ذات پاک ہے اور مشکلات و مصائب سے نجات دینا اور ہر قسم کی حاجت روائی کرنا یہ سب اسی ذات وحدہ

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پاره ۱۵ ع ۱۲ سورۃ بنی اسرائیل صفحہ ۸۰۔ (۲) معارف القرآن جلد ۴ پا ۹ ع ۱۲ سورۃ اعراف صفحہ ۱۳۰۔

لاشریک لہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

اس لئے اگر حمد و ثنا کی جائے تو وہ بھی اسی ذات وحدہٗ کی۔ اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا جائے تو اس کے لئے بھی اسی ایک قاضی الحاجات و دافع البلیأت کو پکارا جائے، اور پکارنے اور دعا مانگنے کا طریقہ بھی بتلا دیا گیا کہ انہیں ایسے مقدس اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارو جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔

آیت کریمہ کا ماحصل متعدد، مستند احادیث نبویہ میں وارد ہوا ہے کہ: دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے، مگر حمد و ثنا کیسے کی جائے، کن کن الفاظ میں کی جائے، اسکے متعلق مذکورہ آیت کریمہ میں بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء مقدسہ بہت ہیں، روایتوں میں آیا ہے کہ، اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں، تو ان ناموں میں سے کسی بھی نام کے ذریعہ یا اس کے علاوہ احادیث نبویہ میں خداوند قدوس کی حمد و ثنا کے متعلق مستقل بڑے جامع توصیفی کلمات وارد ہوئے ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے اپنی دعائیں شروع کی جائیں، ان ناموں کے ذریعہ مانگنے کے لئے خود فرمانِ ایزدی مذکورہ آیت میں اس طرح ہے: فَادْعُوْہُ بِهَا ۔ یعنی خداوند قدوس کو ان مقدس اسماءِ صفاتی کے ذریعہ اسکی حمد و ثنا کر کے انہیں سے مانگا جائے۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم ہو رہا ہے کہ: خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خالق و مالکِ ارض و سماء کے اسم ذاتی اور صفاتی (اللہ اور رحمٰن) دونوں کو جمع کر کے دعا مانگ رہے تھے۔ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے، اور کن رہنما اصول کی ضرورت ہے؟ جبکہ مسلمانوں کے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عملی طور پر کر کے بتلا اور دکھا دیا۔ بہر حال مسلمانوں کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نے بتلا دیا کہ: حمد و ثنا صرف اسی ایک وحدہ لاشریک کی کی جائے، اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے بھی اسی کی حمد و ثنا کر کے انہیں سے مانگا جائے۔

مسلم اور غیر مسلم کی دعائیں یہ فرق ہوتا ہے

عارف باللہ امام ابو بکر بخاری الکلاباذیؒ فرماتے ہیں: دعا یہ ہے یا اللہ، یا رحمٰن۔ پس جو آدمی مؤمن ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرکے اللہ تعالیٰ کو پکارتا (دعا مانگتا) ہے تو وہ اجابت (وقبولیت) سے محروم نہیں ہوگا۔ یہی معنیٰ آیت کریمہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ کے ہیں کیونکہ کافر (غیر مسلم) جب کبھی دعا مانگتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرکے نہیں مانگتے اس لئے انکی دعا کے بدلہ میں لعنت ہوئی اور مؤمن کی دعا کے بدلہ میں اجابت وقبولیت ہوئی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ضرور کرلینا چاہئے تاکہ دعا اقرب الی القبولیت ہوجائے۔

اس طرح عمل کرنے پر دعا پیش کرنے کے قابل ہوجاؤ گے

ایک حدیثؒ میں دعا کا طریقہ بتایا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ جب دعا کرنے لگو تو اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو، پھر درود بھیجو اسکے بعد دعا کرو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں درخواست پیش کرنے سے پہلے اسکی حمد بیان کرو اسکے اسماء حسنیٰ کا ذکر کرو، ہر عیب و نقصان سے اسکی پاکی بیان کرو، اسکے خالق و مالک اور رزاق و قادر ہونے کا اقرار کرو، پھر اسکی مخلوق میں جو اسکا سب سے زیادہ محبوب بندہ ہے، یعنی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، انکے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو یعنی ان پر درود پڑھو، درود کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے اس بات کی درخواست کرنا ہے کہ اے اللہ! اپنے پیارے بندے رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج انکو اور زیادہ سے زیادہ عزت و عظمت عطا فرما، جیسے جیسے جتنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروگے بارگاہِ خداوندی میں اتنا ہی قرب بڑھے گا اور درخواست (دعا) پیش کرنے کے اہل ہونگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد جب اسکے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اپنی حاجت کے سوال کو پیچھے ڈال کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۱۰۴۱ (۲) فضائل دعا صفحہ ۹۹ مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ۔

لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جسکا خود اللہ تعالیٰ نے حکم (صلوٰۃ سے) دیا ہے ثواب مزید قرب حاصل ہو گیا، اب اپنی حاجتوں کے لئے دعا کرو گے تو ضرور قابل قبول ہو گی۔

جب کسی کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ: ایک محدث نے اس اعتراض (سوال) کا جواب بہت اچھا دیا۔ حدیثوں میں بعض توحید کے صیغے کو (یعنی جس میں وحدانیت کا ذکر ہو اسکو) دعا فرمایا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ۔ اِنَّ الثَّنَاءَ عَلَى الْكَرِيْمِ دُعَاءٌ۔ یعنی جب کریم کی ثناء (تعریف) کی جاتی ہے کہ۔ آپ ایسے ہیں، آپ ایسے ہیں، تو اس سے مقصود دعا مانگنا ہی ہوتا ہے کہ کچھ عطا کیا جائے۔ یہ جواب حضرت تھانویؒ نے بہت پسند فرمایا۔

قرآنی تعلیمات کے بعد، اب احادیث نبویہ سے منقول چند غیر معروف دعائیں نقل کی جارہی ہیں، جن کو دعاؤں کے شروع میں پڑھنا حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور مسنون ہے۔ اور قبولیت دعا کے لئے ان کا پڑھنا زیادہ مناسب و انفع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا ان لفظوں سے شروع فرمایا کرتے تھے

مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہر دعا کو ان لفظوں (اسم اعظم) سے شروع فرمایا کرتے تھے وہ الفاظ یہ ہیں: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَى الْوَهَّابِ۔ (رواہ مسند احمد)

دوسرے صحابی سے یہ روایت اس طرح مروی ہے، حضرت سلمہ بن اکوع اسلمیؓ نے فرمایا کہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا کہ کوئی دعا کی ہو جسکا شروع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات سے نہ کیا ہو، یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری دعاؤں کو شروع کرنے سے پہلے مذکورہ بالا کلمات مقدسہ ضرور کہہ لیا کرتے تھے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے بھی اپنی احیاء میں مذکورہ بالا حضرت سلمہ بن اکوعؓ

---

(۱) حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۹۵ ملفوظات حضرت تھانویؒ۔ (۲) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۳ پارہ ۲۳ صفحہ ۶۹۔ (۳) ابن ابی شیبہ۔ احمد ہیثمی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۶ احیاۃ الصحابہ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۳۶۳۔

کی روایت نقل فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ دعا کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے شروع کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کئے بغیر دعا شروع نہ کی جائے۔ (احمد۔ طبرانی)

صحابہؓ نے پوچھا کوئی ایسی دعا بھی ہے جو رد نہ ہو؟ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی ایسی بھی دعا ہے جو رد نہ ہو؟ (یعنی ان کے ذریعہ دعا کی جائے) اسکے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہے (دعا شروع کرتے وقت) یہ دعا تم پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْاَعْلَی الْاَجَلِّ الْاَکْبَرْ۔ یعنی جب دعا شروع کرو تو اسکے شروع میں پہلے یہ کلماتِ مقدسہ پڑھو پھر دعا مانگو۔ ان مقدس کلمات کے ساتھ جو دعا کی جائے گی وہ مقام قبولیت تک پہونچ جائے گی۔ (از مجربات دیربیؒ)

سیدنا عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں[1]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دعا کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی جائے وہ دعا رد نہیں کی جاتی (یعنی قبول ہو جاتی ہے)

افاداتِ فاروقی میں اس طرح منقول ہے۔ حضرت[2] حاجی صاحبؒ نے فرمایا: ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ: دعا مانگنے سے پہلے سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) کی تلاوت کی جائے، اس کی برکت سے اس کے بعد جو باتیں (دعائیں) عرض کی جاتی ہیں وہ دربارِ خداوندی میں بہت جلد شرفِ قبولیت حاصل کر لیتی ہیں۔

سارے اسمآءِ حُسنہ پر مشتمل ایک جامع دعائیہ کلمہ عارفِ ربانی سیدنا حضرت[3] خواجہ حسن بصریؒ (تابعیؒ) کا ملفوظ ہے، آپ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کو لفظ اَللّٰھُمَّ کے ساتھ یاد کرتا ہے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو ان کے سارے اسمآءِ حسنیٰ کے ساتھ یاد کیا۔ لھذا اپنی دعاؤں میں ہمیشہ لفظ اَللّٰھُمَّ شروع میں شامل کر لیا کریں۔ اسی طرح درود پاک کے شروع میں بھی لفظ اَللّٰھُمَّ ضرور پڑھ لیا کریں۔

---

(۱) غنیۃ الطالبین، صفحہ ۷۰ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ۔ (۲) افادات فاروقی، صفحہ ۱۶ بیان عارف باللہ حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ۔ (۳) جذب القلوب تاریخ مدینہ صفحہ ۲۵۶۔

علامہ سید قاضی منصور پوریؒ تحریر فرماتے ہیں: لفظ "اَللّٰھُمَّ" کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یا اللہ میں تجھ کو تیرے سارے پاک اسماءِ حُسنیٰ کے ساتھ پکارتا ہوں۔[1]

جب حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا مذکورہ ملفوظ میری نظر سے گزرا تو اس وقت فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ شہر باٹلی (لندن) کی مدینہ مسجد میں مقیم تھے اس وقت راقم الحروف نے خود حضرت مفتی صاحبؒ سے دریافت کیا حضرت منصوص اور مسنون (یعنی قرآنی اور احادیث سے منقول) دعاؤں کو لفظ "اَللّٰھُمَّ" سے شروع کیا جائے تو یہ غیر مناسب تو نہیں؟ تو حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب ارشاد فرمایا کہ لفظ "اَللّٰھُمَّ" کو قرآنی دعاؤں کا جز حصہ (یعنی یہ بھی قرآنی آیت میں شامل ہے یوں خیال نہ کرتے ہوئے) نہ سمجھتے ہوئے دعاؤں کے شروع میں پڑھ لیا کریں تو کوئی حرج نہیں۔[2]

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ہر نماز کے) سلام پھیرنے کے بعد تین تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ، پڑھ لیا کرتے تھے۔ (مسلم ابوداؤد، ترمذی)[3]

صحابہؓ نے دعا میں سنت پر اس طرح عمل کیا

حضرت عون بن عبد اللہ بن عتبہؒ نے فرمایا کہ ایک صحابی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اس نے ان سے سنا جس وقت انہوں نے سلام پھیرا تو یہ دعا کر رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ چنانچہ اسی صحابیؓ نے پھر عبد اللہ بن عمرؓ کے پہلو (قریب) میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو اس شخص نے سنا جب عبد اللہ بن عمرؓ نے سلام پھیرا تو وہ بھی انہیں جیسی مذکورہ بالا دعا مانگ رہے تھے۔ تو یہ سن کر اس آدمی کو ہنسی آ گئی، تو ان سے حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں ہنسایا؟ اس صحابیؓ نے کہا میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے بھی سلام کے بعد یہی دعا سنی اور آپ

(۱) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۱۶ شیخ سید مولانا قاضی منصور پوریؒ (۲) سائل و ناقل، محمد ایوب سورتی عفی عنہ۔

(۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۸۸۔ (۴) ابن شیبہ، حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۲۷۷۔

نے بھی وہی دعا پڑھی، تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد۔ طبرانی)

حضرت صلہ بن زفرؓ نے فرمایا کہ: میں نے حضرت ابن عمرؓ کو سنا (وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعِ سنت کے تحت) ہر نماز کے سلام کے بعد یہی مذکورہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ پھر اوپر والی حدیث بیان کی (ابوداؤد)

مجھے ایسی آیت معلوم ہے جسے پڑھ کر دعا قبول ہوتی ہے

حضرتؒ سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں: مجھے قرآن کریم کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ (۱) اس کو پڑھ کر آدمی جو بھی دعا کرتا ہے وہ قبول ہوجاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ آیت کریمہ یہ ہے:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝ پا ۲۴ ع ۲ (رواہ قرطبی)

یہاں تک جو باتیں تحریر کی گئیں وہ دعا کے شروع کرنے کے طریقے کے متعلق تھیں۔

اب یہاں سے چند شواہد دعا میں ترتیب اور دعا کو ختم کرنے کے طریقے کے متعلق تحریر کئے جارہے ہیں۔

قربان جائیں دین اسلام پر کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند قدوس کی جانب سے ایک ایسا جامع دین اور شریعتِ مطہرہ لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہر قسم کی رہنمائی اس سے ملتی رہتی ہے اور قیامت تک ملتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی قدر کرتے ہوئے دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت اور محبت کے ساتھ چمٹے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) معارف القرآن جلد ۷ پا ۲۴ ع ۲ سورۃ زمر صفحہ ۵۶۶۔

اسے پڑھتے ہی دعا قبول ہوجائے گی

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ اوپر سے ایک آواز آئی تو جبرئیل علیہ السلام نے اوپر کو دیکھا اور کہا کہ۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان کا یہ ایک دروازہ ہے۔ جو صرف آج ہی پہلی مرتبہ کھولا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس دروازہ سے ایک فرشتہ اترا تو اسے دیکھ کر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ۔ یہ بھی ایک ایسا فرشتہ ہے۔ جو زمین کی طرف آج سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔

پھر اس فرشتے نے در اقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا اور کہا کہ۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دو نور کی میں بشارت لے کر آیا ہوں جو آپکو دیئے گئے ہیں کہ آپ سے پہلے یہ نور کسی نبی یا رسول کو نہیں دیئے گئے۔

پہلا نور: (۱) فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۃ فاتحہ) اور دوسرا نور: (۲) سورۃ بقرۃ کے آخر کی آیتیں کہ ان دونوں میں سے آپ ہر گز ایک حرف بھی نہیں پڑھیں گے مگر یہ کہ فوراً آپ کی دعا قبول ہوجائے گی۔ (مسلم، نسائی، حاکم)۔

فـائدہ: یعنی دعا شروع کرنے کا ایک مستند طریقہ یہ بھی ہے کہ۔ دعا شروع کرتے وقت حمد و صلوٰۃ۔ کے بعد پہلے پوری سورۃ فاتحہ پڑھ لی جائے اسکے بعد سورۃ بقرۃ کی آخری آیات بھی پڑھ لی جائیں جو مستقل جامع دعائیں ہیں۔ اسکے بعد آگے جو دعائیں کرنی ہو وہ کرلی جائیں۔ اس طرح شروع کرنے اور مسنون طریقہ کے مطابق دعا ختم کرنے پر انشاء اللہ تعالیٰ سب دعائیں بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوجائیں گی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (پا ۲۹ ع ۱۰ سورۃ نوح)

ترجمہ: اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں (یعنی اہل وعیال وغیرہ) انکو اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے (بیان القرآن)

(۱) انوار القرآن، ماہنامہ "الھادی" صفحہ ۱۹ ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ حضرت تھانویؒ

دعا مانگنے میں پیغمبرانہ اسلوب اور طریقہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں: مذکورہ آیت میں حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے اپنے نفس لئے دعا کی پھر اصول (یعنی والدین) کے لئے دعا کی پھر اپنے اہل و عیال کے لئے دعا کی پھر عام مسلمانوں کے لئے کی۔

مفسر ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں: حضرتؑ نوح علیہ السلام دعا کو عام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو بھی بخش دیجئے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں۔ اس لئے مستحب ہے کہ، ہر مسلمان اپنی دعا میں دوسرے مؤمنوں کو بھی شامل کرلیا کریں تاکہ آیت کریمہ اور حدیث دونوں پر عمل ہو جائے۔

دعا میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے مذکورہ آیتِ کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا مانگنے میں قرآنی اسلوب اور پیغمبرانہ ترتیب کا لحاظ رکھا جائے، یعنی جب دعا شروع کی جائے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ترتیب کے اعتبار سے چار چیزوں کا خیال رکھا جائے۔ دعا پہلے اپنی ذاتی ضروریات کے لئے کی جائے اسکے بعد دوسرے نمبر پر اپنے والدین کے لئے کی جائے، چاہے وہ زندہ ہوں یا وفات شدہ۔ دوسرے نمبر پر انکا حق ہے (وبالوالدین احسانا) اسکے بعد تیسرے نمبر پر اپنے اہل و عیال، رشتہ دار اور متعلقین کے لئے دعا کی جائے اسکے بعد چوتھے نمبر پر عام مسلمانوں کے لئے دعا کی جائے جس میں دنیا جہاں کے سارے مسلمان مرد عورتیں زندہ اور مرحومین سب شامل ہیں۔

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہر ایک مسلمان کو مذکورہ بالا قرآن مجید کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق دعا مانگنا انفع و انسب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (پ۱۳ ع۱۸ سورۃ ابراہیم)

ترجمہ: اے ہمارے رب میری مغفرت فرمادیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے (قیامت) کے دن (بیان القرآن)

(۱) بیان القرآن جلد ۲ پ۲۹ ع۱ سورۃ نوح صفحہ ۱۱۰۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پ۲۹ ع۱ سورۃ نوح صفحہ ۴۹۔

حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: اے ہمارے پروردگار میری اور میرے ماں باپ کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرمادیجئے اس دن جبکہ محشر میں پوری زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائے گا (معارف القرآن) مذکورہ آیت کریمہ میں بھی مسلمانوں کو دعا مانگنے میں ترتیب کا درس دیا گیا ہے، فرمایا دعاءِ مغفرت مانگنا ہو تو وہ بھی پہلے اپنے لئے مانگو، پھر اپنے محسن والدین کے لئے، اس کے بعد جملہ مسلمانوں کے لئے دعاءِ مغفرت مانگنا چاہئے، مطلب یہ کہ دعائیں چاہے دنیا کے لئے کی جائیں یا آخرت کے لئے اس میں پہلے اپنے لئے دعا کرنا چاہیے اس کے بعد الاقرب فالاقرب.

اسکے علاوہ اس آیت کریمہ میں، دنیا کے ساتھ آخرت میں مغفرت کے متعلق دعا مانگنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ایک نہ ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر سب کو جانا ہے، آخرت کی منزلیں (قیامت میدان حشر، حساب و کتاب وغیرہ) بڑی صبر آزما ہیں، اس لئے اس دنیا میں عیش و آرام میں رہتے ہوئے کہیں آخرت کو بھول نہ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے چند روزہ مہلت دے رکھی ہے اس میں آخرت میں کام آنے والے اعمال صالحہ اور عبادات کے ساتھ اپنے لئے والدین کے لئے اور جملہ مسلمانوں کے لئے ہمیشہ دعاءِ مغفرت کرتے رہنا چاہیے کہ دعاءِ مغفرت سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، اور مرحومین کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی نصیب ہوتی ہے، اس لئے دنیا کی ضرورتوں کے ساتھ گناہوں کی معافی کے لئے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔

دعا شروع کرنے کا پیغمبرانہ طریقہ حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب (کسی کے لئے) دعا مانگتے تو اپنے نفس سے ابتداء فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: یعنی پہلے اپنی ذات کے لئے دعا مانگتے تھے اس کے بعد دوسروں کے لئے، مثلاً یوں فرماتے تھے کہ الٰہی! مجھے بخش دے، اور فلاں کو بھی بخش دے اس میں اپنی احتیاج (محتاجی) کا اظہار ہے کہ جس شئی کا بھی کوئی دوسرا محتاج ہے میں خود بھی اس کا محتاج ہوں (معجم کبیر)

(۱) درد فرائد، ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۸۸ شیخ علامہ عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○
(پا ۱۳ ع ۱۸ سورۃ ابراہیم)

ترجمہ: اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام کرنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو (نماز کا اہتمام رکھنے والا کیجیے) اے ہمارے رب۔ اور میری دعا قبول کیجیے۔ (بیان القرآن)

یہ پورا رکوع ہی گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے بھرا ہوا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (۱) پہلی دعا مکہ معظمہ کو (بلداً آمناً) امن کی جگہ، امن والا شہر بنانے کے لئے فرمائی۔ (۲) دوسری دعا خود اپنے اور اپنی خاص اولادوں کو اصنام پرستی سے حفاظت کے لئے فرمائی (۳) تیسری دعا خود اپنے اور اپنی اولاد ہمیشہ نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنے والے ہوجائیں اسکے لئے فرمائی (۴) چوتھی دعا مسلمانوں کے دلوں کو بیت اللہ کی طرف مائل کرنے کے لئے فرمائی کہ کچھ لوگ وہاں جاکر قیام پذیر ہوں۔ (۵) پانچویں دعا مکہ معظمہ میں رہنے والوں کے لئے ثمرات اور پھل فروٹ کے لئے فرمائی۔ یہ ساری دعائیں کرنے کے بعد خلیل اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں: رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ، یعنی اے ہمارے رب میری دعاؤں کو قبول فرمالیجیے۔

حضرت خلیل اللہؑ کی فنائیت اور خوفِ خدا کا استحضار

یہ دعائیں بھی قابل رشک اور مسلمانوں کے لئے قابل عبرت ہیں ایک جلیل القدر پیغمبر اور اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے کے باوجود دعا مانگ رہے ہیں، تو وہ کس انداز سے کر رہے ہیں، قرآن مجید میں یہ دعائیہ کلمہ ہے: وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ یعنی اے اللہ، پہلے مجھے اصنام پرستی سے بچایئے اور میری اولادوں کو بھی۔

دوسری دعا یوں فرمارہے ہیں، رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ ــــ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی اے اللہ پہلے مجھے نماز کا اہتمام کرنے والا بنائیے اور میری اولادوں کو بھی۔

ایک طرف تو ان حکیمانہ دعاؤں میں، عظیم المرتبت پیغمبر کی فنائیت ان دعاؤں سے آشکارا

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پا ۱۳ ع ۱۸ سورۃ ابراہیم صفحہ ۵۲۰۔

ہو رہی ہے۔ تو دوسری طرف اس جبار و قہار کی حاکمیت کا استحضار فرماتے ہوئے خود اپنے لئے بُت پرستی سے بچنے کی دعا مانگ رہے ہیں۔ سبحان اللہ اس دعا سے کیا فنائیت۔ کیا سبق آموزی اور کتنی بالغ نظری ہُویدا ہو رہی ہے۔ ایک مسلّمہ عالمگیر نبی اور رسول ہونے کے باوجود خدا سے ڈرتے ہوئے اپنے آپ کو بت پرستی (یعنی شرک وغیرہ) سے بچتے رہنے کی اور اپنے لئے نمازوں کی توفیق کی دعا مانگ رہے ہیں۔

اور آج ہم ہیں کہ دنیا بھر کی کمزوریوں کے باوجود اس قسم کی دعا مانگنے کی توفیق تو کیا۔ ہمیں اس کا تصور بھی نہیں آتا کہ ۔زمانہ کی دہریت۔ گمراہی۔ اور ایمان سوز فضاؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لئے اور اپنی اولادوں کے لئے تحفظ ایمان و بقائے اسلام وغیرہ جیسی گڑگڑا کر دعائیں مانگتے رہا کریں۔ یا للعجب!

دعا کو ختم کرنے کا پیغمبرانہ طریقہ

الغرض دعاء ابراہیمیؑ سے ہمیں دو سبق ملتے ہیں اوّل تو انہوں نے بھی جب دعا مانگنا شروع کی تو پہلے اپنے لئے مانگی پھر اپنی اولاد کے لئے۔ اسکے بعد دوسروں کے لئے مانگیں۔ اس لئے دعا مانگنے میں اس ترتیب کو مدنظر رکھنا مناسب ہے۔

دوسرا سبق یہ ملتا ہے اور میرا۔ مذکورہ آیت کریمہ لکھنے سے اصل مقصد ہی یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسب منشاء ساری دعائیں مانگنے کے بعد اخیر میں یوں فرمایا۔ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ یعنی اے میرے ربّ! میری دعاؤں کو آپ قبول فرمالیجئے۔

تو دعا شروع کرنے کے بعد دعا کو ختم کرنے کا پیغمبرانہ ایک بہترین قرآنی اصول اور طریقہ معلوم ہو گیا کہ شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق دعا شروع کرنے کے بعد حسب منشاء کسی بھی زبان میں دنیا جہاں کی دعائیں مانگنے کے بعد جب دعا ختم کرو تو اخیر میں یہ بھی کہہ لیا کرو۔ یا اللہ آپکی دی ہوئی توفیق سے جو کچھ دعائیں مانگی ان ساری دعاؤں کو آپ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمالیجئے۔ اب آگے دعا ختم کرنے کے طریقہ کے سلسلہ میں مزید ایک اور جامع اور مشہور آیت کریمہ شاہد کے طور پر تحریر کئے چلتا ہوں جس میں اس سے زیادہ بلیغ انداز

میں اختتام کا طریقہ امت کے مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
(پارہ ۱ ع ۱۵ سورۃ البقرۃ، بیان القرآن)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمائیے، بلاشبہ آپ خوب سننے والے ہیں (ہماری دعاؤں کو سنتے ہیں اور ہماری نیتوں کو بھی جانتے ہیں)۔

مفسر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہما السلام) کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے (بناتے) جاتے تھے اور کہتے (دعا مانگتے) جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم سے (یعنی ہماری خدمتوں اور قربانیوں کو) قبول فرما۔ تو سننے والا ہے اور (نیتوں کا) جاننے والا ہے۔

خدمات وعبادات کے بعد اسکے قبول ہونے کی بھی دعا کرنی چاہیے

صاحبِ معارف القرآنؒ فرماتے ہیں: (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی (اور انکے ساتھ) اسمٰعیل علیہ السلام بھی (اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار (تعمیر بیت اللہ کی یہ خدمت) ہم سے قبول فرمائیے، بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں (ہماری دعا کو سنتے ہیں اور ہماری نیتوں کو بھی جانتے ہیں)۔[1]

حضرت مفتیؒ صاحب فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملکِ شام کے ہَرے بھَرے خِطہ کو چھوڑ کر مکۂ مکرمہ کے خشک پہاڑوں کے درمیان اپنے اہل وعیال کو لاڈالا، اسکے بعد بیت اللہ کی تعمیر میں اپنی پوری توانائی خرچ کر کے قیامت تک باقی رہنے والے عظمت وشان والے بیت اللہ کو باپ بیٹے نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا، اسکے علاوہ اطاعت وفرماں برداری کے بے مثل کارنامے سرانجام دیئے، توبظاہر ایسے مواقع پر انسان کے دل میں تکبر وبڑائی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوسکتا ہے کہ ہم نے روئے زمین کا لاثانی مکان تعمیر کیا لیکن یہاں خلیل اللہ وذبیح اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت وجلال سے پورے آشنا

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۱ پارہ ۱ ع ۱۵ سورۃ البقرۃ صفحہ ۳۲۸، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اور باخبر ہیں اس لئے بجائے ناز کرنے کے نیاز مندانہ الحاح و زاری کے ساتھ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس عمل (تعمیر بیت اللہ) کو قبول فرمالیں، کیونکہ آپ ہماری دعا کو سننے والے اور ہماری نیتوں کو جاننے والے ہیں۔

دعائیں کرنے کے بعد اس کے قبول ہونے کی بھی دعا کرنی چاہیے

مذکورہ دونوں آیتوں کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ انمیں اس بات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ دینی کام ہو یا دنیوی۔ خدمات ہوں یا عبادات۔ غرض جو اعمال بھی اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ شریعت و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے کئے جائیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بھی ان کی طرف متوجہ ہوجاتی ہیں، تو ایسے مواقع پر عند اللہ ان کے قبول ہونے کی بھی ضرور دعا کر لینی چاہئے، جیسے کہ دوسری آیت میں اسکا ثبوت ملتا ہے۔ اور پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مختلف قسم کی متعدد دعائیں کیں اسکے بعد ان دعاؤں کے قبول ہونے کی بھی دعا کی۔

اس لئے مسلمانوں کو خدمات، اعمال، عبادات اور دعائیں وغیرہ کرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں انکے قبول ہونے کی بھی ضرور دعا کرتے رہنا چاہئے۔

اب آگے ایک اور پیغمبرانہ اصول اور دعا ختم کرنے کا مسنون طریقہ تحریر کر رہا ہوں جو سونے پہ سہاگہ کے مانند ہے۔ و هی هذا۔

دعا یقیناً قبول ہوگی اگر اس طرح دعا کو ختم کیا گیا

حضرت ابو زہیر نمیریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم ایک شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جارہے تھے اس دوران ایک ایسے صحابی کے پاس سے گزر ہوا جو (حضورِ قلب کے ساتھ) گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے تھے، یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ ٹھہر گئے اور اسکی دعا سننے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قبولیت کو) اس نے واجب بنالیا اگر باقاعدہ اس نے دعا کو ختم کی یہ سنکر ایک صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کس چیز پر ختم کرے (جسکی

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۸۶ شیخ علامہ عاشق الٰہی میرٹھی ۔

وجہ سے باقاعدہ ہو جائے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آمین پر۔ کہ اگر آمین پر دعا کو ختم کیا تو قبولیت ضروری ہو گئی۔ پس یہ صحابی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا وہ وہاں سے چل کر اس دعا مانگنے والے کے پاس گئے اور کہا کہ اے بھائی آمین پر (اپنی دعا کو) ختم کرو اور خوش خبری پالو (کہ دعا قبول ہو گئی) (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا ختم ہونے پر آمین کہنے کی بہت بڑی اہمیت ہے۔
حضرت ابوزہیر نمیریؓ فرمایا کرتے تھے کہ: دعا کے ختم پر آمین کہنا ایسا ہے جیسے مضمون لکھ کر آخر میں اس پر مہر لگا دیتے ہیں، اسی طرح دعا پر آمین کی مہر لگا کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آمین یہ اللہ تعالیٰ کی مہر ہے اپنے مؤمن بندوں کے لئے (رواہ ابن مردویہ)۔

آمین کہنے والا دعا کرنے والے کے مانند ہوتا ہے

دعا پر آمین کہنے اور اسکے فوائد کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے، حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی۔ آمین۔ کہلوا کر اپنی دعا میں شریک فرمالیا، جسکا منظر قرآن مجید نے اس طرح کھینچا ہے قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا (پا ۱۱ ع ۱۴ سورۃ یونس)

یعنی تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی، وجہ یہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے لئے بددعا کر رہے تھے تو ان کی دعا پر حضرت ہارون علیہ السلام آمین آمین کہتے جاتے تھے۔
اس سے معلوم ہوا کہ۔ دعا پر آمین کہنا یہ بھی دعا ہی میں داخل ہے۔
اس آیت میں قبولیت دعا کی اطلاع ان دونوں پیغمبروں کو دی گئی ہے، حالانکہ دعا مانگنے والے تو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے مگر انکی دعا پر حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی تو اللہ تعالیٰ نے آمین کہنے والے کو دعا کرنے والے کے مانند ہونے کا ثبوت آیتِ کریمہ کے ذریعہ فرما دیا۔ تاکہ آئندہ دعاؤں پر آمین کہنے والوں کے دل میں یہ حسرت نہ رہ جائے کہ امام صاحب یا ہمارے بڑوں نے جو جو دعائیں کی ہیں اس پر ہم نے آمین تو کہی مگر اس آمین کہنے پر ہمیں کیا ملے گا؟

تو قرآن مجید میں جواب دے دیا گیا کہ تمہیں بھی وہ ساری چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ ملے گی جو امام صاحب وغیرہ نے مانگی ہے۔

دعا کو آمین پر ختم کیا کرو حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں (وَ لَا الضَّآلِّیْن۔ پر) آمین کہنی اور دعا پر آمین کہنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے عطا کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔ ہاں اتنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی خاص دعا پر (صرف) ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ تم اپنی دعاؤں کو آمین پر ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو تمہارے حق میں قبول فرمایا کرے گا۔

افاداتِ فاروقی میں لکھا ہے: حدیث شریف میں آتا ہے کہ آمین قبولیت دعا کی مہر ہے اور اپنی ذات میں یہ ایک عالی شان دعا ہے۔ آمین کے معنیٰ اس طرح ہے "یا اللہ جیسا کہ آپ کی توفیق سے عرض کیا گیا (یعنی دعا مانگی گئی ہے) آپ ویسا ہی قبول فرمالیجیے"۔

مزید یوں فرمایا: ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ: اس بات پر امت کے فقہاء کا اتفاق ہے کہ "آمین" نہ تو قرآن کا جزو ہے، اور نہ ہی سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ لھٰذا جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی تو "آمین" کہا تو جائے گا، لیکن جب قرآن مجید کی کتابت کی جائے گی تو وہاں آمین لکھا نہ جائے گا۔

اجتماعی دعا پر آمین کہنے والوں کو بھی مانگنے والے کے مثل ملے گا دعا کے ختم ہونے پر دعا کرنے والا بھی آمین کہے اور جو لوگ دعا کو سنے وہ بھی آمین کہے۔

حضرت حبیب بن مسلمہ فہریؓ نے فرمایا کہ: میں نے حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب چند آدمی جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک دعا کرے اور باقی سب لوگ آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان (سب لوگوں) کی دعا قبول فرمالیتے ہیں (رواہ طبرانی و بیہقی)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۱ تفسیر سورۂ فاتحہ صفحہ ۳۲ مفسر علامہ ابن کثیرؒ۔

(۲) افادات فاروقی صفحہ ۱۵ مواعظ شفیق الامت حضرت شیخ حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ۔

ایک بزرگ نے فرمایا: جس نے کسی کی دعا پر آمین کہی تو گویا وہ دعا خود اس نے کی ہے، مطلب یہ کہ اگر ایک آدمی دعائیں کرتا رہے اور سامعین اس پر آمین کہتے رہیں تو یہ بھی جائز ہے اور آمین کہنے والوں کا آمین کہنا یہ بھی دعا میں شریک ہونے کے مانند ہے۔

آمین کے معنیٰ و مفہوم علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں: آمین کے معنیٰ ہیں "اسی طرح ہو" محدث ترمذیؒ فرماتے ہیں: آمین کے معنیٰ ہیں۔ "اے اللہ ہماری امیدوں کو نہ توڑ"۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ۔ آمین کے معنیٰ یہ ہیں۔ اے اللہ ہماری امیدوں کو پوری فرما اور ہمیں محروم نہ فرما۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ "یا اللہ ہمکو یہی چاہئے جو طلب کیا گیا ہے"۔ (یعنی جو مانگا گیا ہے) اکثر حضرات نے۔ آمین کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ اِسْتَجِبْ کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی "اے اللہ (تو ہماری دعا کو) قبول فرما"۔

آمین کے متعلق قول فیصل حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ، (صلی اللہ علیہ وسلم) آمین کے معنیٰ کیا ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: "اے اللہ تو ایسا کر دے (یعنی جس طرح دعا مانگنے والے نے دعا مانگی ہے ویسا عنایت فرما دیجئے")۔

سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ: جو دعا مانگی گئی ہے۔ آمین۔ اس کی تاکید ہے، جو دوسرے لفظوں میں اجمالاً (پوری دعا کو) دہرایا گیا ہے۔ یعنی "یا اللہ پوری دعا میں جو جو کچھ مانگا گیا ہے ان ساری چیزوں کو اپنے فضل و کرم سے ہمیں عنایت فرما دیجئے"۔ یہ ہیں معنیٰ۔ آمین۔ کہنے کے۔

جو شخصؒ امام ہو وہ بھی دعا میں ایسا لفظ استعمال کرے جو مقتدیوں کو بھی شامل ہو۔ یعنی دعا میں، جمع متکلم کی ضمیر لائے۔ جمع کا صیغہ استعمال کرے۔ اگر امام ہوتے ہوئے ایسا نہ کیا تو گویا اس نے خیانت کی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (ترمذی۔ مشکوۃ۔ ابوداؤد)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ا تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ ۴۱ مفسر ابن کثیرؒ۔

(۲) فضائل دعا۔ صفحہ ۱۰۱ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ۔

فائدہ: آمین والی اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "آمین" کو اپنی اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک خصوصی عطیہ فرمایا ہے۔ اسے مہر قبولیت فرمایا ہے، دعاؤں کی قبولیت کے لئے اسے لازم کہا گیا ہے اور اسے مستقل ایک شاندار جامع دعا کہا گیا ہے۔ اس لئے انفرادی طور پر دعا کرنے والے اپنی دعا کو ختم کر کے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا[1] کہنے کے بعد اخیر میں خود آمین کہہ لیا کریں۔

اور اجتماعی دعا کرنے والوں کی دعا پر سامعین حضرات درمیان میں بھی آمین کہتے رہیں اور دعا کے ختم ہونے پر دعا کرنے والے اور سننے والے سب آمین کہہ لیا کریں۔

اس کے علاوہ ائمہ کرام کے لئے یہ مسئلہ بتلادیا گیا کہ نمازوں کے سلام کے بعد جب دعا مانگیں تو وہ حضرات قوم کے نمائندے اور نائبِ رسولؐ ہونے کی وجہ سے اپنی دعاؤں میں مقتدیوں کو شامل فرماتے ہوئے جمع کے صیغے استعمال کرتے رہیں۔

اسی طرح اجتماعات۔ مجالس و مواعظ وغیرہ کے اختتام پر جب اجتماعی طور پر چاہے جس زبان میں دعا کی جائے مگر ان دعاؤں میں بھی سب کو شامل کرتے ہوئے جمع متکلم کے صیغے لاتے رہیں اس طرح عمل کرنے پر انشاء اللہ تعالیٰ اجتماعی، انفرادی ہر قسم کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے رہیں گے۔ اس پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی اسکی تعلیم و ترغیب دیتے رہو۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پا ۲۳ ع ۹ سورۃ الصّٰفّٰت)	ترجمہ: آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں (اور پیغمبروں کو واجب

الاتباع سمجھو کیونکہ ان کی ایسی شان ہے کہ ہم انکی شان میں یہ کہتے ہیں) اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ (بیان القرآن صفحہ ۸۸۲)۔

دعا کے بالکل ختم کرتے وقت پڑھی جانے والی آیت مسنونہ	حضرتؒ مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں، مذکورہ آیت کے متعلق اسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں یہ تعلیم

(۱) تفسیر ابن کثیر۔ معارف القرآن جلد ۷، پا ۲۳ ع ۹ صفحہ ۴۸۹ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

دی گئی ہے کہ ایک مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے ہر مضمون پر ہر مجلس اور خطبے کا اختتام اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور اسکی حمد و ثنا پر ختم کرے۔ چنانچہ متعدد تفاسیر میں امام بغویؒ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا یہ قول منقول ہے کہ: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر ملے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس کے آخر میں مذکورہ بالا تینوں آیتیں پڑھ لیا کریں۔ (ابن ابی حاتم عن شعبیؒ)

اسکے علاوہ علامہ قرطبیؒ نے اپنی سند سے حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: خود میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم ہونے کے بعد (دعا کے اختتام پر) یہ مذکورہ (تین) آیات تلاوت فرماتے تھے۔ (رواہ قرطبی)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: سورۃ صٰفّٰت۔ کو مذکورہ آیات مقدسہ پر ختم کرنا یہ انکی جلالت و جزالت (بڑائی) کی وجہ سے ہے۔ روایات میں نماز کے بعد اور مجلس سے اٹھنے کے وقت اسکا پڑھنا منقول ہے۔

نماز کے بعد مذکورہ آیتوں کے پڑھنے کی روایت خطیب نے حضرت ابی سعید خدریؓ سے نقل کی ہے یہ روایتیں روح المعانی میں بھی درج ہیں۔

اب یہاں پر دل میں آیا کہ فصل کو ختم کرنے سے پہلے حمد و ثنا کے مسنون و مستند الفاظ جو صاحب شریعت ﷺ سے منقول ہیں وہ اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے دو تین ملفوظات تحریر کردوں۔ "داشتہ بکار آید" کے اصول کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ اسکی توصیف اور تسبیح کیسے کہتے ہیں؟ اسکی تشریح

خود صاحب شریعت ﷺ نے فرمادی

حضرت میمونہ بنت سعدؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خادمہ تھیں وہ فرماتی ہیں کہ:

(۱) معارف القرآن جلد ۴ پ ۱۱ سورۃ یونس صفحہ ۵۱۳ (۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پ ۲۳ ع ۹ صفحہ ۸۸۲

ایک[1] مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلمانؓ کے پاس سے گزرے وہ نماز کے بعد دعا مانگ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! کیا کوئی حاجت ہے جو اپنے رب سے مانگنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سنکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا سے پہلے اپنے رب کی حمد و ثناء کہو اور توصیف بیان کرو جیسے کہ اس نے خود ہی اپنی توصیف فرمائی ہے پھر اسکی تسبیح بیان کرو۔ حمد کہو۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو۔

یہ سنکر حضرت سلمانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ثناء کسے کہتے ہیں؟ فرمایا تین مرتبہ سورۃ الفاتحہ (الحمد شریف) پڑھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے۔ عرض کیا توصیف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الصمد (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) تین مرتبہ پڑھو کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توصیف ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ حضرت سلمانؓ نے پھر دریافت فرمایا کہ: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) تسبیح کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھا کرو: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. پس اتنا پڑھنے کے بعد اپنی دعا و حاجت مانگا کرو۔

> مریض نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں قبول فرمالیں

مشہور تابعی عارفِ ربانی حضرت[2] حسن بصریؒ ایک مرتبہ شیخ ابو عثمان نہدیؒ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ کسی نے کہا: اے ابو عثمانؒ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کیونکہ مریض کی دعا کے متعلق جو کچھ روایات ہیں وہ سب آپ کو معلوم ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں یہ کہنے پر ابو عثمانؒ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ کتاب اللہ کی متعدد آیات پڑھیں، درود شریف پڑھا پھر ہاتھ اوپر اٹھائے حاضرین نے بھی اپنے اپنے ہاتھ اٹھالئے اور حضرت دعا مانگتے رہے۔ فارغ ہو کر ہاتھ رکھ دئے اسکے بعد مریض ابو عثمانؒ نے فرمایا، تمہیں مبارک ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں قبول فرمالیں۔

(۱) تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۰۵۔ (۲) تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۲۰۔ علامہ شیخ فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ۔

یہ سن کر حضرت حسنؒ نے پوچھا کہ یا شیخ ابو عثمان! اللہ پاک کے معاملہ میں آپ نے قسم کیسے کھالی؟ یہ سنتے ہی انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں! اے حسن جب تم کوئی بات مجھ سے کہتے ہو تو میں تمہیں سچا یقین کرتا ہوں مجھے تم پر اعتماد ہے کہ تم جھوٹ نہیں بولتے تو پھر جب اللہ تعالیٰ فرمائیں تو پھر ہم اسے کیوں سچا نہ جانے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرمایا ہے کہ۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ○ مجھے پکارو (یعنی مجھ سے دعا مانگو) میں قبول کرتا ہوں۔

یہ سن کر جب حضرت حسن بصریؒ جانے کے لئے باہر نکلے تو فرمایا کہ یہ شخص یقیناً مجھ سے زیادہ فقیہ معلوم ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور واسطہ دعا کی قبولیت کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے

عارفؒ ربانی حضرت مولانا محمدؒ الیاس صاحب دہلویؒ نظام الدین والے فرماتے ہیں: دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ: دعا مانگنے والا باوضو، قبلہ رُو ہو کر بیٹھے۔ پالتی مار کر (چار زانوں) ہر گز نہ بیٹھے اس لئے کہ یہ سخت بے ادبی ہے۔ مگر ہاں مجبوری میں اجازت ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کا دھیان جما کر دعا مانگے، ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھا کر سب سے پہلے درود شریف پڑھے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جو دعا بغیر درود کے مانگی جاتی ہے وہ زمین و آسمان کے درمیان لٹکتی رہتی ہے اور قبول نہیں ہوتی، اسکے بعد اللہ جل شانہٗ کی تعریف و توصیف میں جتنے عمدہ کلمات کہہ سکتے ہو وہ پڑھ لیں، اسکے بعد اسم اعظم اور اسمائے حُسنیٰ جنکے متعلق صحیح حدیث میں آتا ہے کہ انکے پڑھنے کے بعد جو دعا مانگی جائے گی وہ رد نہیں کی جائے گی۔ ان اسماء میں سے دو چار یا زیادہ کہہ کر دعا کے الفاظ ادا کرے (یعنی دعا مانگنا شروع کرے) اپنی حاجتوں کو احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین۔ ذات خداوندی کے سامنے پیش کرے رو رو کر گڑ گڑا کر اپنی دعاؤں کو قبول کرائے۔

اور دعا میں سب کچھ مانگ لینے کے بعد آخر میں پھر درود شریف پڑھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے دعا مانگنا سب سے زیادہ افضل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) مسنون دعائیں صفحہ ۱۲۹ (ملفوظ، مولانا محمدؒ الیاس صاحبؒ) مؤلف، مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ۔

کا وسیلہ اور واسطہ دعا کی قبولیت کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:۔

• فَسَهِّلْ يَا اِلٰهِيْ كُلَّ صَعْبٍ ــــ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ سَهِّلْ

یعنی یا اللہ! میری ساری مصیبتیں اور تکلیفیں سید الابرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دور فرما۔

دعا کی قبولیت میں اوقات اور مقامات متبرکہ کو بھی کافی دخل ہے۔ دعا مانگ لینے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیں اور اس پر پورا یقین رکھو کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور اگر دعا کی قبولیت کے آثار نظر نہ آئے تو تنگ دل اور رنجیدہ نہ ہوں بلکہ برابر مانگتا رہے اور خیال کرے کہ اب تک قبول نہ ہونے میں کوئی بہتری مقدر ہے اور آخرت میں اسکا بہت بڑا ذخیرہ ثواب کی شکل میں ملے گا۔

دعا شروع اور ختم کرنیکا مسنون طریقہ

اب اخیر میں پوری فصل کا ماحصل۔ یعنی دعا شروع کرنے سے لیکر ختم ہونے تک کا ایک پیغمبرانہ اجمالی نقشہ سمیٹ کر سب کو ایک جگہ۔ اَدعیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیش کئے دیتا ہوں تاکہ دعا مانگنے والوں کو سہولت اور آسانی ہو۔

نماز یا دیگر عبادات وغیرہ کے بعد ــــ اور دعا شروع کرنے سے پہلے اس طرح پڑھو:۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پوری سورۂ فاتحہ ــــ الحمد شریف ــــ تین مرتبہ

پوری سورۂ اخلاص ــــ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ــــ تین مرتبہ

آیت الکرسی ــــ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ــــ ایک مرتبہ

یہ تسبیح ایک مرتبہ:۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ. وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ

یہ آیت کریمہ ایک مرتبہ:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ○

اب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شروع کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ۔ وَمِنْكَ السَّلَامُ۔ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

يَا اَللّٰهُ۔ يَا رَحْمٰنُ۔ يَا رَحِيْمُ۔ يَا كَرِيْمُ۔ يَا سُبُّوْحُ يَا قُدُّوْسُ۔ يَا غَفُوْرُ يَا وَدُوْدُ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الْاَعْلٰى الْاَجَلِّ الْاَكْبَرِ۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى الْوَهَّابُ۔ يَا وَهَّابُ۔ يَا وَهَّابُ۔ يَا وَهَّابُ

اتنا پڑھنے کے بعد: جو دعا مانگنا ہو جس زبان میں مانگنا ہو وہ سب دل لگا کر اچھی طرح مانگ لیں۔ پھر اخیر میں دعا سے فارغ ہو کر نیچے لکھی ہوئی ترتیب کے مطابق دعا کو ختم کر کے اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیر لے۔

اَللّٰهُمَّ۔ يَا رَبَّنَا۔ تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ آمِيْنَ۔ آمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ آمِيْنَ۔ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ○

نوٹ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ سے لیکر یَا اَرْحَمُ الرّٰاحِمِین تک لکھی ہوئی ساری دعائیں۔ باترتیب اس کتاب میں دیکھ کر زبانی یاد فرمالیں۔ یا پھر اسکی فوٹو کاپی نکلوا کر یاد کرلیں۔ پھر اس ترتیب سے ہمیشہ اپنی دعائیں مانگتے رہا کریں۔ تقریباً یہ ساری دعائیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ ترجمان سے نکلی ہوئی اسم اعظم لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح دعا مانگنے سے بفضلہٖ تعالیٰ مرادیں بر آتی رہے گی۔

ائمۂ مساجد کی خدمت میں عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت شیخ مسیح الامت نے ایک مجلس میں فرمایا: فرض نمازوں کے بعد سری دعاؤں میں۔ خاص کر فجر۔ عصر وغیرہ نمازوں کے بعد سری دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ: جب دعا شروع کی جائے۔ تو ابتداء میں ایک دو جملے ذرا زور سے پڑھے جائیں۔ تاکہ مقتدی حضرات کو معلوم ہوجائے کہ امام صاحب نے دعا شروع فرمادی۔ تو وہ بھی متوجہ ہوجائیں۔ اگر ہوسکے تو درمیان میں بھی ایک دو کلمات دعائیہ قدرے آواز سے پڑھ لئے جائیں۔

اور خصوصاً آخر میں جب دعا ختم کرنا ہو تو اس وقت بھی اخیری کلمات کو قدرے آواز سے پڑھے جائیں۔ تاکہ مقتدی حضرات کو معلوم ہوجائے کہ امام صاحب اب دعا ختم فرما رہے ہیں بعض ائمہ۔ سری دعائیں کب شروع کی اور کب ختم فرماتے ہیں اسکا مقتدی کو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا مقتدی کو پریشانیوں سے بچانے کا خیال رکھنا چاہیے۔

بفضلہٖ تعالیٰ۔ گیارھویں فصل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ مسنون و مقبول طریقۂ دعائیہ پر ختم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اس سعی کو قبول فرما کر۔ پیغمبرانہ مسنون طریقہ کے مطابق سب مسلمانوں کو ہمیشہ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

****

بارہویں فصل

☆ دعا آہستہ مانگی جائے ☆

اس سے پہلے، دعا کو شروع اور ختم کرتے وقت درود شریف پڑھنے۔ کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اسکے بعد اب آپکے سامنے ایک اور معروف و غیر معروف تحقیقات کو پیش کرنے کی ہمت کر رہا ہوں جسکا عنوان ہے :۔

دعا آہستہ مانگی جائے

اس مضمون کو بھی شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں، قرآنی تعلیمات و ہدایات احادیثِ نبویہ اور فقہائے امت کے اقوال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ جسکے چند عنوانات حسب ذیل ہیں :۔

دعا مانگنے کا صحیح اصول قرآن مجید میں۔ ہم لوگ دعا پڑھتے ہیں، یا دعا مانگتے ہیں؟ زور سے دعا مانگنے کی بنسبت آہستہ مانگنا ستر گنا زیادہ اچھا ہے۔ اے لوگو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ باپ کی شکایت کرنے پر آسمان لرز گیا۔ اور دل میں چھپے ہوئے بھید کو ساتوں آسمانوں کے اوپر سے بتلادیا، وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت احکام شرعیہ اور منشۂ خداوندی کو ظاہر کرکے مسلمانوں کے سامنے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون و محبوب طریقہ تحریر کرکے مسلمانوں کو صحیح اصول و طریقہ کے مطابق دعائیں مانگتے رہنے کی طرف رہنمائی کی گئی۔

یا عالم الغیب و الشہادۃ

آپکے جملہ اوصاف پر پورا یقین رکھتے ہوئے آپ سے آپکے حبیب پاک ﷺ کے بتلائے ہوئے پسندیدہ طریقہ کے مطابق ہمیشہ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔

اب یہاں سے ایک دوسرا باب شروع ہو رہا ہے۔ جسکا تعلق ہے خداوندِ قدوس کی صفاتِ عظیمہ یعنی حق تعالیٰ کے علیم، خبیر، سمیع اور قدیر وغیرہ ہونے کے ساتھ ہے۔

یہ باب بہت اہم ہے اکثر و بیشتر مسلمان اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفاتِ عظیمہ کا علم ہونے کے باوجود یقینی معیار یا عقیدہ کمزور ہونے کی وجہ سے قرآنی تعلیمات۔ منشۂ خداوندی اور طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ اس لئے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس سلسلہ میں مستقل ایک باب باندھ کر اس میں حتی الامکان قرآن و احادیثِ نبویہ کی روشنی میں باور کرانے کی سعی کی جائے۔ رہا تعلیمات قرآنی پہ عمل پیرا ہونا یا اسکی توفیق ملجانا یہ اس قادرِ مطلق کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہمارا کام تو حتی المقدور شریعت مطہرہ کی تعلیمات کو پیش کرنا یا سمجھا دینا ہے۔ اس لئے اس فصل کا نام ہی: ۔" دعا آہستہ مانگی جائے" رکھا ہے۔

اس سلسلہ کی قرآن مجید میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں جن میں سے چند پیش خدمت ہیں:۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ؕ (پ ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف)	ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی، واقعی

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔ (بیان القرآن)

تشریح: تم لوگ[1] (ہر حالت اور ہر حاجت میں) اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو۔ تذلل (عجز و انکسار) ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی (ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو (دعا میں) حد (ادب) سے نکل جاویں۔

یہاں پر مذکورہ آیت کریمہ کے اخیری جملہ۔ اَلْمُعْتَدِيْنَ۔ میں حد ادب کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مثلاً۔ محالاتِ عقلیہ۔ یا محرماتِ شرعیہ۔ یا مستبعداتِ عادیہ۔ یا معاصی۔ یا بیکار چیزیں مانگنے لگیں۔ مثلاً۔ خدائی یا نبوت کا منصب۔ یا فرشتوں پر حکومت۔ یا غیر منکوحہ

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۳ پ ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۷۶۔

عورت سے تمتع کرنا وغیرہ۔ اس قسم کی خلاف شرع چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ یہ سب خلافِ ادب ہے۔ جسے حدِ ادب سے تجاوز کرنا کہتے ہیں۔

قبولیت دعا کے لئے یہ اصول اپنائے رکھو حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: ان آیات میں اسکا بیان ہے کہ جب قدرتِ مطلقہ کا مالک اور تمام انعامات واحسانات کا کرنے والا صرف رب العٰلمین ہے۔ تو مصیبت اور حاجت کے وقت اسی کو پکارنا اور اسی سے دعا کرنا چاہیئے۔ اسکو چھوڑ کر کسی دوسری طرف متوجہ ہونا یہ جہالت اور محرومی ہے۔

اسی کے ساتھ ان آیات میں دعا کے بعض آداب بھی بتلادیئے گئے جنکی رعایت کرنے سے قبولیت دعا کی امید زیادہ ہو جاتی ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ ۔ یعنی اپنی حاجت صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ اسکے بعد فرمایا: تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً ۔ تضرع کے معنی عجز وانکسار اور اظہار تذلل کے ہیں۔ اور خفیہ کے معنی پوشیدہ۔ چھپا ہوا کے ہیں۔ قبولیتِ دعا کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز وانکسار اور تذلل کا اظہار کر کے دعا کرے اور دعا کے الفاظ بھی عجز وانکسار کے مناسب ہوں۔ لب ولہجہ بھی متواضعانہ ہو شکل وہیئت بھی دعا مانگنے والے کی سی ہو۔

غرض پہلے لفظ میں روح دعا بتلادی گئی کہ دعا عاجزی انکساری اور اپنی ذلّت وپستی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنا ہے۔

دوسرے لفظ میں ایک دوسری ہدایت دی گئی وہ یہ کہ۔ دعا کا خفیہ اور آہستہ مانگنا افضل اور قرین قبول ہے۔ کیونکہ بآواز بلند دعا مانگنے میں اوّل تو۔ تواضع وانکسار کا باقی رہنا مشکل ہے۔ ثانیاً۔ اسمیں ریا وشہرت کا بھی خطرہ ہے۔ ثالثاً۔ اسکی صورت عمل ایسی ہے کہ گویا یہ شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ بھی سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ہیں۔ ہمارے ظاہر وباطن کو یکساں جانتے ہیں ہر بات خفیہ ہو یا جہراً ہو۔ ان سب کو وہ سنتے ہیں۔

دعا مانگنے کا ایک یہ بھی انداز تھا علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیںؒ: اللہ تعالیٰ اپنے

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۲۲۰۔

بندوں کو مانگنے کا طریقہ سکھاتے ہیں جو دین و دنیا میں انکے لئے کامیابی کا سبب بن سکے۔ فرمایا: نہایت خلوص کے ساتھ مخفی طور پر دعا کیا کرو۔ لوگ بلند آواز سے دعائیں مانگنے لگے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے نفسوں پر رحم کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو وہ تو قریب تر ہے اور سن بھی رہا ہے۔

پھر فرمایا کہ: دعا میں تذلل اور تضرع اختیار کرو۔ عاجزی کے ساتھ مخفی (پوشیدگی کے) طور پر دعا مانگو۔ خشوعِ قلب ملحوظ رہے اسکی صفتِ سماعت وقدرت پر یقین کامل ہو ریاکاری کے طور پر بلند آواز سے دعائیں نہیں مانگنا چاہیے۔

یاد رہے کہ ریاء کاری سے بچنے کے لئے پہلے کے لوگ بڑے عالم و فقیہہ ہوتے تھے۔ مگر لوگ اسکے علم و کمالات سے واقف تک نہ ہوتے تھے۔ لیکن آج کل ہم ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اگرچہ عبادتوں اور نیک کاموں کو چھپا کر کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں ہمیشہ علانیہ کرتے دیکھا گیا۔ پہلے کے مسلمان جب دعا مانگتے دیکھے جاتے تو سوائے "کھُسر پھُسر" کے انکے منہ سے آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تضرع کے ساتھ اور مخفی طور پر دعا مانگو۔

آگے اخیری جملہ: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۝ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دعا میں اپنی (امکانی) حد سے تجاوز کرنے کو حق تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

بعض سلفؒ کا قول ہے کہ: جو شخص اپنی راتوں کی پوری (گہری) نیند کے وقت اٹھے اور پوشیدگی (آہستہ) سے حق تعالیٰ کو پکارے کہ: اے میرے پروردگار! اے میرے پالنہار! اے میرے ربا! تو اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتے ہیں: لَبَّيْكَ يَا عَبْدِيْ: میں موجود ہوں۔ اے میرے بندے میں تیرے پاس تیرے ساتھ ہوں۔[1]

چاروں اماموں کے نزدیک دعا کا طریقہ یہ ہے حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں:

دعا مانگنے کا صحیح اصول اور طریقہ قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پ۱۶ ع۱۴ سورۃ مریم صفحہ ۲۰۔ مفسر ابن کثیرؒ (۲) احکام دعا صفحہ ۱۰۔ مفتی شفیع صاحبؒ

تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً : یعنی تم اپنے رب سے التجا (دعا) کرو عاجزی اور زاری کے ساتھ پوشیدہ یعنی آہستہ آواز سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے حد سے تجاوز کرنیوالوں کو۔

تشریح: اس آیت میں دعا کے متعلق دو ضروری آداب بیان فرمائے ہیں۔ ایک تضرع و زاری اور دوسرا آہستہ آواز سے دعا مانگنا اور اسی آیت کے اخیری جملہ میں یہ بھی بتلادیا گیا کہ جو لوگ ان آداب دعا کے خلاف کرتے ہیں وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ۔ دعا کرنے والا امام ہو یا مقتدی یا پھر منفرد ہو۔ ہر حال میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا خود بتلایا ہوا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ خشوع وخضوع اور تضرع و زاری کے ساتھ آہستہ آواز سے دعا کرے اور جو کوئی اسکے خلاف کرتا ہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ناپسندیدہ طریقہ سے دعا کرنے والا اسکا مستحق نہیں ہوتا کہ اسکی دعا قبول کی جائے۔

البتہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا معاملہ بہر حال الگ ہے۔ یعنی خلاف اصول کبھی چلاّ چلاّ کر دعا کرنے والے کی دعا بھی قبول فرمالیں تو وہ مختارِ کُل اور مالک ہے۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ مگر ہاں انکا بتلایا ہوا طریقہ اسے زیادہ محبوب ہے اور عادت اللہ قرآنی اصول کے مطابق ہی دعا قبول کرنے کی ہے:۔

"اسی لئے امت کے چاروں مشہور اماموں کے نزدیک دعا خفیہ اور آہستہ کرنا ہی مستحب اور اولیٰ ہے۔"

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (ایک طرف صاحب نسبت شیخ کامل اور دوسری طرف فقہی اعتبار سے شرعی قاضی ہونے کے نکتۂ نظر سے) نے مذکورہ آیات دعا کے سلسلہ میں قدرے وضاحت سے گفتگو فرماتے ہوئے گویا منصفانہ ایک فیصلہ صادر فرمایا ہے جسے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ امید ہے کہ اسے قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونے کی سعی فرمائیں گے:

ہم لوگ دعا پڑھتے ہیں یا دعا مانگتے ہیں؟ حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۝ جب قدرت مطلقہ کاملہ کا مالک اور تمام احسانات و انعامات کا کرنے والا صرف وہ رب العٰلمین ہے تو مصیبت اور حاجت کے وقت اسی کو پکارنا اسی سے دعا کرنا چاہئے۔ اسکو چھوڑ کر کسی دوسری طرف متوجہ ہونا یہ جہالت اور محرومی ہے مذکورہ آیت میں بعض آداب دعا بھی بتلادئے گئے جنکی رعایت کرنے سے قبولیت دعا کی امید زیادہ ہوجاتی ہے۔ لفظ دعا کے معنیٰ ایک یہ بھی ہے کہ۔ کسی کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارا جائے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ۔ یعنی پکارو اپنے رب کو اپنی حاجت کے لئے۔ اسکے بعد فرمایا تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً تضرع۔ کے معنیٰ عجز و انکسار اور اظہار تذلل کے ہیں، اور خفیہ کے معنیٰ پوشیدہ، چھپا ہوا۔ جیسا کہ اردو زبان میں بھی یہ لفظ اسی معنیٰ میں بولا جاتا ہے۔ ان دونوں لفظوں میں دعا کے لئے دو آداب کا بیان ہے۔ اوّل یہ کہ قبولیت دعا کے لئے یہ ضروری ہے کہ، انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز و انکسار اور تذلل کا اظہار کرکے دعا کرے۔ دعا کے الفاظ بھی عجز و انکسار کے مناسب ہوں۔ لب و لہجہ بھی تواضع و انکسار کا ہو۔ دعا مانگنے کی ہیئت و شکل بھی ایسی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کل عوام جس انداز سے دعا مانگتے ہیں، اوّل تو اس کو دعا مانگنا ہی نہیں کہا جاسکتا بلکہ اسے دعا پڑھنا کہنا چاہئے۔

کیونکہ اکثر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ہم جو کلماتِ دعائیہ زبان سے بول رہے ہیں انکا مطلب کیا ہے۔ جیسا کہ آج کل عام مساجد میں اماموں کا معمول ہوگیا ہے کہ، کچھ عربی زبان کے کلمات دعائیہ انہیں یاد ہوتے ہیں ختم نماز پر اسے پڑھ دیتے ہیں۔ اور بے علم مقتدی امام کے پڑھے ہوئے کلمات پر آمین۔ آمین۔ کہتے رہتے ہیں۔ ان سارے تماشہ کا حاصل چند رٹے رٹائے کلمات کا پڑھنا ہوتا ہے۔

دعا کی روح اور حقیقت دعا مانگنے کی جو حقیقت ہے وہ یہاں پائی نہیں جاتی۔ یہ

(۱) ابن کثیر۔ تفسیر مظہری۔ معارف القرآن۔ جلد ۳ پا ۸ ع ۱۴ سورۂ اعراف صفحہ ۵۷۰۔ حضرت مفتی صاحبؒ۔

دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور رحمت سے ان بے جان کلمات ہی کو قبول فرما کر قبولیت دعا کے آثار پیدا فرمادیں۔ مگر اپنی طرف سے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دعا پڑھی نہیں جاتی بلکہ مانگی جاتی ہے اور اسکے لئے ضروری ہے کہ ڈھنگ سے مانگا جائے۔

غرض پہلے لفظ میں روح دعا بتلادی گئی کہ وہ عاجزی انکساری اور اپنی ذلت و پستی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنا ہے۔ اور دوسرے لفظ میں ایک ہدایت یہ دی گئی کہ دعا کا خفیہ اور آہستہ مانگنا افضل اور قرین قبولیت ہے۔ کیونکہ باواز بلند دعا مانگنے میں تواضع کا باقی رہنا مشکل ہے۔ ریا کاری اور شہرت کا بھی خطرہ ہے اسکے علاوہ جہری دعا کی صورت عملی ایسی ہے کہ گویا یہ شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور علیم بھی ہیں۔ ہمارے ظاہر و باطن کو وہ یکساں جانتے ہیں۔ اسی لئے غزوۂ خیبر کے موقع پر صحابہ کرام کی آواز دعا میں بلند ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً یہ ارشاد فرمایا کہ۔ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ جو اتنی بلند آواز سے کہتے ہو بلکہ ایک سمیع و قریب تمہارا مخاطب ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ (اسلئے دعا میں آواز بلند کرنا یہ ادب کے خلاف ہے)

خود اللہ تعالیٰ نے ایک مرد صالح نبی (حضرت زکریا علیہ السلام) کا ذکر ان الفاظ سے فرمایا: اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ (پ۱۶ ع۴ سورۂ مریم) یعنی جب انہوں نے پکارا رب کو آہستہ آواز سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ۔ اللہ تعالیٰ کو دعا کی یہ کیفیت پسند ہے کہ پست آواز سے دعا مانگی جائے۔

اسکے علاوہ۔ اس آیتؒ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کے ختم پر جو آمین کہی جاتی ہے اسکو بھی آہستہ کہنا افضل ہے۔ کیونکہ آمین بھی ایک دعا ہے اور دعا کا خفیہ اور آہستہ پست آواز سے افضل ہونا قرآن مجید سے ثابت ہو گیا۔

وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی (پ۱۶ ع۱ سورۂ طٰہٰ)	ترجمہ: اور اگر تم پکار کر باتؒ کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔ (بیان القرآن)

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۳ پ ۸ ع ۱۴ سورۂ اعراف صفحہ ۵۸۸۔ (۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پ ۱۶ ع ۱ سورۂ طٰہٰ صفحہ ۹۱۔

تشریح: اس علام الغیوب کی شان تو یہ ہے کہ۔ اگر تم پکار کر بات کہو تو (اسکے سننے میں تو کیا شبہ ہے) وہ تو (ایسا ہے کہ) چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور (بلکہ) اس سے بھی زیادہ خفی بات کو (یعنی جو ابھی دل میں ہے اسے) بھی وہ جانتا ہے۔

خدائی معلومات یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی۔ السِّرَّ سے مراد وہ چیز ہے جو انسان نے اپنے دل میں چھپائی ہوئی ہے کسی پر ظاہر نہیں۔ اور اَخْفٰی سے مراد وہ بات ہے جو ابھی تک تمہارے دل میں بھی نہیں آئی، آئندہ کسی وقت دل میں آوے گی۔ حق تعالیٰ ان سب چیزوں سے واقف اور باخبر ہیں کہ اس وقت کسی انسان کے دل میں کیا ہے اور کل کو کیا ہوگا؟ کل کا معاملہ ایسا ہے کہ خود اس شخص کو بھی آج اس کی خبر نہیں کہ کل کو میرے دل میں کیا بات آوے گی؟ مگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اس علام الغیوب کی صفتِ ہمہ دانی مذکورہ آیت کی تفسیر پر روشنی ڈالتے ہوئے مفسرؒ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں[2]: خدا تعالیٰ وہ ہے جو ظاہر و باطن اونچی نیچی، اور چھوٹی، بڑی، ہر چیز کو جانتا ہے جیسے فرمان ہے کہ، اعلان کردے۔ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمان و زمین کی پوشیدگیوں سے واقف ہے۔ ابن آدم پر جو چھپا ہوا ہے وہ خدا تعالیٰ کے پاس چھپا ہوا ہے انسان کے عمل (کام) کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا علم۔

تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات ابھی تک نہیں آئے ان کو بھی وہ جانتا ہے۔ تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال کی خبر ہے مگر اسے تو۔ تو کل پوشیدہ طور پر کیا کرے گا ان کا بھی علم ہے۔ اور صرف ارادہ ہی نہیں بلکہ وسوسہ بھی ان پر تو ظاہر ہے وہی معبود برحق ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں[3]: وہ ہمہ بین و ہمہ داں ہے۔ یعنی مخفی در مخفی چیزوں کا علم بھی وہ رکھتا ہے۔ سو پکار کر کہی ہوئی چیزوں کا علم اسے کیسے نہ ہوگا؟

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۶ ع ۱۶ ع ۱ سورۂ طٰہٰ صفحہ ۶۶۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۶ ع ۱ سورۂ طٰہٰ صفحہ ۵۶۔ (۳) تفسیر ماجدی۔ جلد ۲ پارہ ۱۶ ع ۱ سورۂ طٰہٰ صفحہ ۶۳، علامہ عبد الماجد دریابادیؒ۔

اَلسِّرُّ: تو وہ ہے جسے انسان اپنے دل میں چھپائے رکھے اور اَخفٰی وہ ہے جسکا علم خود اسکو بھی نہ ہو۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ○ الغرض خداوند قدوس کا تو صرف فرمان ہی نہیں بلکہ امر اور حکم ہے کہ تم لوگ اپنے رب سے دعا کیا کرو تذلل یعنی عاجزی الجاجت اختیار کرتے ہوئے چُپکے چُپکے۔ خود اس مالک ارض و سماء نے مختلف انداز و الفاظ سے بیان فرما کر یہ ہدایت فرمائی ہے کہ غیر مسلموں اور جاہلوں کے مانند چلاّ چلاّ کر دعائیں نہ کیا کرو بلکہ آہستہ اور چُپکے چُپکے مجھ سے مانگا کرو میں تو تمھارے دل کے خیالات تک کو جانتا ہوں اس لئے حدِ ادب سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہر حالت میں تمہاری حاجت روائی کرتا رہونگا۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ (پا۲۶ ع۱۶ سورۃ قٓ)

ترجمہ: اور ہم[1] نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اسکے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم انکو جانتے ہیں اور انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ۔ (بیان القرآن)۔

تشریح: ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے (جو اعلیٰ درجے کی دلیل ہے قدرت پر) اور اسکے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں (اور اسکی زبان و جوارح سے جو صادر ہوا اسکو تو بدرجۂ اولیٰ جانتے ہیں) اور اتنا ہی نہیں بلکہ ہم کو اسکے احوال کا ایسا علم ہے کہ انکو خود بھی اپنے احوال کا ویسا علم نہیں۔ پس باعتبار علم کے ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اسکی رگِ گردن سے بھی زیادہ۔ یعنی میری معیت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا

خالق کو تخلیق کا علم باعتبار قرب کے

مذکورہ آیت[2] کے متعلق حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: پس مطلب یہ ہوا کہ، ہم باعتبار علم کے اسکی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں۔ یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اسکا علم خود اس سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ انسان کو اپنی بہت سی حالتوں کا علم ہی نہیں ہوتا اور جنکا علم ہوتا ہے ان میں بھی بعض

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پا ۲۶ ع ۱۶ سورۃ ق صفحہ ۹۹۹۔ (۲) تفسیر معارف القرآن جلد ۸ پا ۲۶ ع ۱۶ سورۃ ق۔

اوقات نسیان یا ان سے ذہول ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ میں ان احتمالات کی گنجائش ہی نہیں۔

باوجود علم ہونے کے بُرے خیالات پر گرفت نہیں ہوگی

علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو بُرے بھلے خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔ مگر ہاں اس تساوس سے مغموم نہ ہو کیونکہ صحیح حدیث میں ہے۔ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے دل میں جو خیالات آئیں ان سے درگزر فرمالیا ہے۔ جب تک کہ وہ زبان سے نہ نکالیں یا خیالات کے مطابق عمل نہ کرگزریں"۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۝ (پارہ ۲ع، سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں (بیان القرآن)۔

تشریح: حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: اسؒ آیت میں۔ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ فرماکر اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ۔ دعا آہستہ اور خفیہ کرنا چاہیئے۔ دعا میں آواز بلند کرنا پسندیدہ نہیں۔

علامہ دمشقیؒ نے اس آیت کا شانِ نزول یہی ذکر کیا ہے۔ حضرت ضحاکؓ سے روایت ہے کہ: کسی دیہاتی (گاؤں کے رہنے والے) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ۔ ہمارا رب اگر ہم سے قریب ہے تو ہم آہستہ آواز سے دعا مانگا کریں اور اگر دور ہو تو بلند آواز سے پکارا کریں؟۔

اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ جس میں فرمایا گیا کہ: اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہر حالت میں بہت ہی قریب ہوتے ہیں جسکی وجہ سے آوازیں نہ سننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چپکے چپکے مانگی جانے والی دعائیں وہ اچھی طرح سنتے اور قبول بھی فرمالیتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۵ پا ۲۶ ع ۱۶ سورۃ ق صفحہ ۹۵۔

(۲) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۱ پا ۲ ع، سورۃ البقرۃ۔ صفحہ ۴۵۱۔

تفسیرِ خازن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایتؒ ہے کہ: یہودانِ مدینہ (طیبہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ: خدا تو عرش پر (ساتوں آسمانوں کے اوپر) ہے اور عرش و فرش (زمین و آسمان) کے درمیان تو اتنے اتنے آسمانوں کا بُعد (دوری) اور غلظت (موٹائی بے انتہا کثیف پردے) حائل ہیں۔ تو پھر حق تعالیٰ ہماری بات (دعا) کیسے سن سکتا ہے؟ تو اسوقت انکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ نازل فرمائی: فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ؟ یعنی میں تو قریب ہی ہوں دور نہیں۔ اس لئے تم چاہے جتنی آہستہ باتیں کرو یا دعا مانگو میں ان سب کو بہت اچھی طرح سن لیتا ہوں۔

علامہ قاضی منصور پوریؒ کا عارفانہ ملفوظ حضرتؒ منصور پوریؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم ہر ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر (دیکھنا) جو شب تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہہ میں پڑی ہوئی سوئی جیسی ادنیٰ شئی کو بھی دیکھ رہی ہے۔ تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی صفت سمع (شنوائی) ایسی ہے جو تحت الثریٰ (زمین کی انتہائی تہہ) کے اور پہاڑ کی غار کے اندر والے کیڑے کی جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی اور پوشیدہ ہے اسکی آواز کو بھی سننے والی ہیں۔ یعنی وہ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے اور قریب بھی ہے۔

فائدہ: اس احکم الحاکمین کا بہت ہی زیادہ قریب ہونا۔ دیکھنا اور باریک سے باریک آواز کو سننا یہ سارے اوصاف بطریقِ اکمل ہر وقت ان میں موجود ہوتے ہیں۔ لھذا ہماری دعا و مناجات کو نہ سننے کا ادنیٰ سا شک و شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ہمہ دانی۔ ہمہ بینی سماعت و بصارت اور علم و قدرت وغیرہ کے ثبوت کے لئے تو پورا قرآن مجید بھرا پڑا ہے سب کو جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ دعا مانگنے کے سلسلہ میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول۔ محبوب اور پسندیدہ طریقہ کے متعلق شواہد کے طور پر چند آیاتِ مقدسہ تحریر کرنا مطلوب تھا جو الحمد للہ پیش کیا جا چکا۔

(۱) شرح اسماء الحسنیٰ۔ صفحہ ۹۵ سید قاضی محمد سلمان منصور پوری صاحبؒ۔

(۲) شرح اسماء الحسنیٰ۔ صفحہ ۹۵ سید قاضی محمد سلمان منصور پوری صاحبؒ۔

اب اخیر میں سورۂ مریم کی پہلی آیت کا چھوٹا سا حصہ تحریر کر کے مضمون کو ختم کر رہا ہوں۔ وہ آیتِ کریمہ یہ ہے:۔

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ○
پا۱۶ ع۴ سورۂ مریم۔

ترجمہ: جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (بیان القرآن)۔

حضرت تھانویؒ اس آیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیںؒ: دعائے خفی (آہستہ) اس لئے کی گئی کہ وہ اقرب الی الاجابت ہے اور۔ نادیٰ۔ سے اعلان کا شبہ نہ ہو کیونکہ نداء کے معنیٰ "دعا" کے ہیں۔ اور یہ سب لوگ جانتے ہیں۔

علامہ دمشقیؒ مذکورہ آیت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیںؒ: آہستہ دعا مانگنے کی (منجملہ) ایک وجہ یہ بھی تھی کہ۔ پوشیدہ (آہستہ) دعا مانگنا یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے اور قبولیت سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آہستگی کی (دھیمی) آواز کو اللہ تعالیٰ (بوجہ طریقِ نبویؐ پر ہونے کے) اچھی طرح پوری سنتا ہے یہ وجہ تھی خفیہ (چپکے چپکے) دعا مانگنے کی۔

زور سے دعا مانگنے کی بنسبت آہستہ دعا مانگنا ستر گنا زیادہ اچھا ہے

عارفؒ باللہ حضرت حسن بصری (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ: علانیہ اور جہراً (زور سے) دعا کرنے میں اور آہستہ پست آواز سے دعا کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے۔ یعنی زور سے دعا مانگنے سے آہستہ دعا مانگنا ستر گنا زیادہ اچھا ہے۔

سلفِ صالحین کی عادت یہ تھی کہ ذکر اور دعا میں بڑا مجاہدہ کرتے اور اس میں اکثر اوقات مشغول رہتے تھے۔ مگر ان کی آواز کو کوئی نہیں سنتا تھا۔ بلکہ ان کی دعائیں صرف انکے اور انکے رب کے درمیان رہتی تھیں۔ اور انکی آوازیں دعاؤں میں نہایت پست ہوتی تھیں۔

ابن جریجؒ نے فرمایا: دعا میں آواز بلند کرنا اور شور کرنا مکروہ ہے اسکے علاوہ امام ابو بکر

(۱) تفسیر بیان القرآن۔ جلد ۲ پا۱۶ ع۴ سورۂ مریم صفحہ ۴۰۶۔ (۲) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۳ پا۱۶ ع۴ سورۂ مریم صفحہ ۱۶

(۳) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۳ پا۸ ع۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۷۰۔

جصاص حنفیؒ نے احکام القرآن میں اس طرح فرمایا ہے کہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کا آہستہ مانگنا یہ بنسبت اظہار کے افضل ہے۔ اسی طرح جلیل القدر صحابی حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے۔ یعنی آہستہ دعا مانگنا افضل ہے۔

اے لوگو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں (بلندی پر) چڑھتے ہوئے زور سے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کی تکبیر پڑھی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی جانوں پر نرمی کرو۔ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ تم تو سمیع و بصیر اور قریب کو پکار رہے ہو۔

فائدہ: بخاری و مسلم شریف جیسی احادیث کی صحیح کتابوں میں مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کی دو تین عظیم صفات کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝ هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۝ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اور اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ جیسی عالمگیر صفاتِ قدیمہ سے متصف اس احکم الحاکمین کو پکار رہے ہو۔ وہ ذات تو ہر شئ سے قریب تر ہے۔ وہ ہر ظاہر و باطن اور حاضر و غائب کا علم رکھنے والا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ کلام الٰہی قرآن مجید کا تو برملا یہ اعلان ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ یعنی زبان سے آہستہ کہی ہوئی باتیں ہی نہیں بلکہ وہ تو ایسا قادرِ مطلق ہے کہ زبان سے آہستہ کہنا تو درکنار وہ تو تمہارے سینہ اور تصورات و خیالات میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ تو ان ساری چیزوں کو بھی جانتا ہے۔

جب وہ خالق و مالک اتنی عظیم صفاتِ قدیمہ کا مالک ہے تو پھر بلند آواز یا زور سے دعائیں مانگنے یا پکارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الغرض۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا جامع کلمات ارشاد فرما کر

(۱) شرح اسماء الحسنیٰ۔ صفحہ ۹۴۔ حضرت مولانا قاضی محمد سلمان منصور پوریؒ۔

قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو مصائب و آلام اور دعا و مناجات وغیرہ جیسے سارے اوقات میں اس عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ؕ کو بلند آواز سے پکارنے کے بجائے حد ادب میں رہتے ہوئے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق آہستہ آہستہ دعائیں مانگتے رہنے کا ایک راہ نما اصول و طریقہ تلقین فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو پیغمبرانہ مسنون طریقہ کے مطابق دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا آہستہ مانگنے اور اللہ تعالیٰ کیسے اور کتنے سمیع و بصیر ہیں ۔اس سلسلہ میں ایک ایمان افروز اور عبرت خیز واقعہ تحریر کر کے اس فصل کو ختم کر رہا ہوں۔ واقعہ تو دراصل والدین کی خدمت کے سلسلہ میں ہے ،مگر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر اور اس پر کامل دسترس ہونے کے ساتھ ہے اور بڑا نصیحت آموز واقعہ ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے دعا آہستہ مانگنے والوں کو بھی زیادہ تقویت ملے گی اور اطمینان کامل نصیب ہوگا۔

باپ کی شکایت کرنے پر آسمان لرز گیا اور جبرئیل علیہ السلام فوراً آ گئے

علامہ قرطبیؒ نے اپنی اسنادِ متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کیا ہے کہ: ایک شخص حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شکایت کی کہ: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہ جاؤ تمہارے والد کو تم یہاں میرے پاس بلا کر لے آؤ۔

اِدھر یہ لڑکا والد کو بلانے کے لئے روانہ ہوا۔ اور فوراً اُسی وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اس لڑکے کا باپ آ جائے۔ تو آپ اس سے پوچھیں کہ۔ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے اپنے دل ہی میں کہے ہیں اور اسکے کانوں نے بھی ان کلمات کو ابھی تک نہیں سنا؟

جب وہ لڑکا اپنے والد کو لے کر حاضر ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والد سے کہا کہ

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۵ پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل۔ صفحہ ۴۵۶۔

کیا بات ہے آپ کا بیٹا آپکی شکایت کرتا ہے؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا مال آپ چھین لیں؟
والد صاحب نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسی سے سوال فرمائیں کہ میں
اس کا مال اسکی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے علاوہ اور کہاں خرچ کرتا ہوں؟
یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایۃ (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت
معلوم ہو گئی، اب زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں) اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ:
وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا؟ اس نے عرض کیا کہ: یارسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھادیتے ہیں (یعنی
جو بات کسی نے نہیں سنی۔ اس کی آپ کو اطلاع ہو گئی۔ جو ایک معجزہ ہے) پھر اس نے عرض کیا کہ
یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار اپنے دل میں کہے تھے جنکو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اشعار ہمیں بھی سناؤ؟ اس وقت اس نے وہ اشعار سنائے
جنکا مختصرا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اے لڑکے میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری
اٹھائی۔ تمہارا سب کھانا پینا بھی میری ہی کمائی سے تھا۔ جب کسی رات تمہیں کوئی بیماری پیش
آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیدار و بیقراری میں گزار دی۔
گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے۔ تمہیں نہیں۔ جسکی وجہ سے میں تمام رات روتا رہا مگر میرا دل
تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے آگے پیچھے نہیں
ہوسکتی۔ پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہونچ گئے جسکی میں تمنا کیا کرتا تھا (یعنی جوانی) تو تم نے
میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنادیا۔ گویا کہ تم ہی مجھ پر انعام و احسان کررہے ہو کاش اگر تم سے
میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا تو کم از کم ایسا ہی کرلیتے جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے
تو نے کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ
لیا ہوتا۔ یہ اشعار سننے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تیور بدل گئے اور بچے کا گریبان

پکڑ کر بلا دیا اور فرمایا۔ اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ ۔ یعنی جا۔ تو بھی اور تیرا مال بھی سب (کچھ) تیرے باپ کا ہے (تفسیر مظہری جلد ۶ صفحہ ۲۴۶)

نوٹ : یہ پورا واقعہ اور عربی اشعار بہت اچھے اور پیارے انداز میں ہیں۔ یہ سب اشعار بھی مع ترجمہ کے۔ معارف القرآن جلد ۵ پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل صفحہ ۵۶۴ پر مرقوم ہے جسے عربی ذوق ہو وہ مراجعت فرما سکتے ہیں۔

دل میں چھپے ہوئے بھید کو ساتوں آسمانوں کے اوپر سے وحی کے ذریعہ بتلا دیا

مذکورہ واقعہ میں بتلانا یہ مقصود ہے کہ ساتوں آسمان کے اوپر عرش اعظم سے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ بات بتلا دی کہ اس بوڑھے باپ نے وہ کلمات جنکا تعلق ابھی تک صرف دل و دماغ اور سوچ کے ساتھ ہی ہے۔ نہ ان کلمات کو اسکی زبان نے ادا کیے اور نہ ہی خود اسکے کان نے سنے اسکے باوجود انکے دل کے بھید اور راز کو بھی اللہ تعالیٰ نے پالیا۔

جب وہ اتنی بڑی قدرتِ سماعت رکھتا ہے اور علیم و خبیر ہے تو کیا ہماری خفیہ اور آہستہ مانگی جانیوالی دعاؤں کو وہ نہیں سن پائے گا۔ جبکہ انکے اوصاف کاملہ میں سے ایک وصف وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۔ بھی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی ذات تو وہ ہے کہ وہ سینے میں چھپے ہوئے رازوں کو اور دل و دماغ میں جو تصورات (وساوس کی شکل میں) آتے ہیں انکو بھی تو وہ جانتا ہے۔ وہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ۔ تو پھر کیا اہلِ تصوف۔ مراقبۂ دعائیہ میں آنکھیں بند کر کے سر کو جھکا کر زبان سے نہیں بلکہ زبان ہلائے بغیر صرف دل سے دعائیں (تصورات کی شکل میں) کرتے ہیں تو کیا اسکا علم اس خالق و مالک کو نہ ہو گا؟ یقینا ہو گا جسکا ثبوت آیات قرآنیہ احادیثِ نبویہ اور مذکور حدیث بالا سے ہمیں ملتا ہے۔

امید ہے کہ: آہستہ دعا مانگنے کے مسنون طریقہ کے متعلق ہر قسم کے ۔ خدشات اور اشکالات وغیرہ سب ختم ہو گئے ہونگے۔ اگرچہ دعا بالجہر ناجائز یا گناہ نہیں، مگر اولیٰ و افضل آہستہ مانگنا ہے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو خداوند قدوس کی ہر قسم کی صفاتِ کاملہ پر یقینِ صادقہ رکھتے ہوئے سب کو ایمانِ کامل عطا فرما کر مومنِ کامل ہونے کا شرف عطا فرمائے۔ آمین۔

تیرھویں فصل

☆ دعا میں واسطہ اور وسیلہ اختیار کرنا ☆

اس سے پہلے۔ قرآن مجید کا یہ برملا اعلان ہے کہ "دعا آہستہ مانگی جائے" کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اسکے بعد اب آپ کے سامنے ایک مشہور و معروف، مگر نازک طریقہ دعا کو زیرِ قلم کرکے اسکی قدر و قیمت اور افادیت کو مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جسکا عنوان ہے۔

دعا میں واسطہ اور وسیلہ اختیار کرنا

اس مضمون کو بھی شریعت مطہرہ کی حدود میں رہتے ہوئے قرآنی تعلیمات احادیثِ نبویہ اور فقہائے ملّت کے بتلائے ہوئے طریقہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ جسکے عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعا مانگنے والے سب سے پہلے پیغمبر ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے فقراء کا واسطہ دے کر دعا مانگی۔ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا واسطہ دے کر دعا مانگنے کے لئے فرمایا۔ توسل کے معنی اور اسکی حقیقت۔ وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت طریقہ محمدی کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں ترتیب دے کر پریشان حال کی خدمت میں مدنی آقاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ تحریر کرکے حدود شرع کا پاس رکھتے ہوئے دعائیں مانگنے کا ایک بہترین انداز سکھایا گیا ہے۔

☆ یا مسبب الاسباب ☆

جملہ مسلمانوں کو انبیاءؑ و اولیاءؒ اور اپنی مخلصانہ عبادات و خدمات وغیرہ کا جائز واسطہ دے کر تجھ سے دعائیں مانگتے ہوئے اپنے دامن مراد کو بھرتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔

اب یہاں سے بفضلہ تعالیٰ تیرھویں فصل شروع کر رہا ہوں۔ اس کا عنوان ہے دعا مانگنے میں واسطہ اور وسیلہ اختیار کرنا۔ یعنی اپنی دعاؤں کو اقرب الی القبولیت بنانے کے لئے دعا سے فارغ ہوتے وقت اپنے اعمال صالحہ، کوئی کارِ خیر یا مقبولان الٰہی وغیرہ کا دربار الٰہی میں واسطہ دے کر دعائیں قبول فرمانے کی درخواست اور گزارش کرنا، اس کی شریعت مطہرہ نے عقائد و اعتقادات کو حدِ شرع میں رکھتے ہوئے شرائط قیود اور احتیاط کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حسب ذیل آیات کریمہ اس پر شاہد ہیں:۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ۝ پا ۶ ع ۱۰ سورۃ المآئدۃ	ترجمہ: اے ایمان والو۔ ڈرتے رہو اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ (ترجمہ شیخ الہند)

مذکورہ آیت میں۔ پہلے تقویٰ کی ہدایت فرمائی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ سے ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت و محبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کردے۔ اس لئے صحابہؓ، تابعینؒ اور سلفِ صالحینؒ نے مذکورہ آیت میں وسیلہ کی تفسیر طاعت۔ قربت اور ایمان و عملِ صالح سے کی ہے۔

حاکم نے بھی حضرت حذیفہؓ سے روایت نقل فرمائی ہے۔ فرمایا۔ وسیلہ سے مراد قربت و طاعت ہے۔ اسکے علاوہ ابن جریرؒ نے فرمایا، عطاءؒ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔

آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو بذریعہ ایمان و اعمال صالحہ کے۔

مفسر ابن کثیرؒ اور حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں: اسکی طرف قربت یعنی نزدیکی تلاش کرو خدا کی اطاعت اور اس کی مرضی کے اعمال کرکے اس سے قریب ہوتے ہوئے چلے جاؤ یہی معنیٰ وسیلہ کے ہیں۔

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۳ پا ۶ ع ۱۰ سورۃ المآئدۃ صفحہ ۱۲۸ (۲) ابن کثیر۔ جلد ۱ پا ۶ ع ۱۰ سورۃ المآئدۃ صفحہ ۹۳

ائمۂ تفسیر نے وسیلہ کے متعلق ایک دوسری آیت کریمہ بھی نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے:۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ (پ ۱۵ ع ۶ سورۃ بنی اسرائیل)	ترجمہ: وہ لوگ جنکو یہ پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈھتے ہیں اپنے رب تک وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے اور وہ اس کی رحمت

کے امیدوار ہیں۔ (ترجمہ شیخ الهند)

تشریح: مطلب[1] یہ ہے کہ۔ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے ہیں۔ انکی دوا دوش (تگ و دو) صرف اس لئے ہے کہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے میں کون آگے نکلتا ہے۔ انمیں جو زیادہ مقرب ہیں وہی زیادہ قرب الٰہی کے طالب رہتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ کسی سبب سے زیادہ مقرب بندہ کی دعا وغیرہ کو حصول قرب کا وسیلہ بنائیں۔

صاحب[2] معارف القرآن فرماتے ہیں: لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ و تابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ۔ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے۔ اس میں جس طرح ایمان و اعمال صالحہ داخل ہیں اسی طرح انبیاء و صالحین کی صحبت و محبت بھی داخل ہے۔ کہ وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے ہے اور اسی لئے انکو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا۔

تشریح: لفظ وسیلہ کے معنی[3]۔ ہر وہ چیز جس کو کسی دوسرے تک پہونچنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے وسیلہ یہ ہے کہ علم و عمل میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کی ہر وقت رعایت رکھو اور احکام شرعیہ کی پابندی کرے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سب حضرات اپنے عمل صالح کے

(۱) حاشیہ علامہ عثمانیؒ۔ پ ۱۵ ع ۶ سورۃ بنی اسرائیل صفحہ ۳۸۲۔ (۲) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۳ پ ۶ ع ۱۰ سورۃ المائدۃ صفحہ ۱۲۶۔ (۳) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۵ پ ۱۵ ع ۶ سورۃ بنی اسرائیل صفحہ ۴۸۶۔

ذریعہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔

مذکورہ دونوں آیتیں اس بات کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ اگلے لوگ بھی اعمالِ صالحہ یا اپنے زمانے کے برگزیدہ اور مقبول بندے وغیرہ کو ذریعہ اور وسیلہ بنا کر انکے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال و عبادات اور خدمات و کارِ خیر وغیرہ کے ذریعہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے چلے جاؤ یا اپنی اپنی دعاؤں میں ان اعمال و عبادات اور کارِ خیر وغیرہ کا واسطہ اور وسیلہ دے کر اسکی قبولیت کا سوال کرو سب چیزیں اس میں شامل ہیں۔

یہاں تک تو قرآن مجید سے واسطہ اور وسیلے کے متعلق ثبوت پیش کیا گیا۔ اب آگے پیغمبرانِ اسلام سے عملی طور پر مستند احادیث سے واسطہ اور وسیلے کے متعلق ثبوت پیش کیا جارہا ہے۔

انسانوں میں سب سے پہلے انسان اور پیغمبروں میں سب سے پہلے پیغمبر نے محبوب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے دعا مانگی اور وہ اپنی منزل مقصود تک جا پہونچے۔

دعا میں وسیلہ اختیار کرنے والے سب سے پہلے پیغمبر ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ساتوں آسمان کے اوپر جنت سے جب دنیا میں اتارے گئے تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعا مانگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ: اے آدم! (علیہ السلام) تم نے میرے محبوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے تو ان کو ابھی تک پیدا بھی نہیں کیا ہے؟

تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار۔ جس وقت آپ نے مجھکو اپنے ہاتھ (قدرت) سے پیدا کر کے میرے اندر روح پھونکی۔ اس وقت میں نے سر اٹھا کر جو دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ

(۱) ذخیرۂ معلومات صفحہ ۱۲۱۔ مصنف مولانا محمد عفران کیرانوی صاحب۔

پس یہ دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ ۔ آپ نے اپنے نام کے ساتھ اس نام کو اس وجہ سے ملایا کہ ۔
حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم آپکو اپنی جملہ مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔
اسکے جواب میں خداوند عالم نے فرمایا کہ: اے آدم (علیہ السلام) تو نے سچ کہا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھکو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔ اور جب تو نے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے سے سوال کی جھولی پھیلائی تو میں تیری مغفرت کئے دیتا ہوں۔
ہاں سن لو! اگر میرا محبوب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتا تو میں تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (البدایہ والنہایہ۔ جلد ۱ صفحہ ۸۱)

امام الانبیاء محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے فقراء کا واسطہ دے کر فتح مکہ کی دعا فرمائی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود فتح مکہ کے لئے فقرائے مہاجرین کے توسل سے دعا کیا کرتے تھے۔ روایت میں اس طرح ہے۔
حضرت امیہ بن خالد سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح حاصل کرتے تھے فقرائے مہاجرین (نادار۔ کمزور مہاجرین) کے وسیلے سے۔
تشریح: ابن مالکؒ نے فرمایا: دعا اس طرح فرماتے تھے: اے اللہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما تیرے فقرائے مہاجرین بندوں کے وسیلے سے۔
ابن مالکؒ فرماتے ہیں: اس دعا میں فقراء کی تعظیم ہے اور دعاؤں میں فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے دعا مانگنے کی ہمیں تعلیم و رغبت دلائی گئی ہے۔
حکیم الامت حضرت تھانویؒ: مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:
عادت توسل اہل طریق میں مقبولان الٰہی کے توسل سے دعا کرنا بکثرت شائع ہے۔
حدیث بالا سے اس کا اثبات ہوتا ہے اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے یہاں معمول ہے اسکی یہی حقیقت اور غرض ہے۔

---

(۱) رواہ۔ شرح السنۃ، حاشیہ مشکوۃ شریف صفحہ ۴۴۷ بحوالہ مرقاۃ۔
(۲) التکشف عن مہمات التصوف ۔ مصنف حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

حضرتؓ ابو درداءؓ سے روایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھکو (قیامت کے دن) غرباء میں تلاش کرنا کیونکہ تم کو رزق یا دشمنوں پر غلبہ وغیرہ غرباء ہی کے طفیل (وسیلہ) میں ہوتا ہے۔ (رواہ۔ ابوداؤد۔ مشکوۃ)

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: مذکورہ بالاحدیث سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے۔ بلکہ اس میں تو مطلق اسلام ہی توسل کے لئے کافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ غیر مسلم (غرباؤ مساکین) تو ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ مگر ہاں شرط یہ ہے کہ ان (غرباء) میں کوئی حیثیت مقبولیت کی ہو مثل مسکنت وغیرہ۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا صحابیؓ کو واسطہ دے کر دعا مانگنے کے لئے فرمایا

حضرتؓ عثمان بن حنیفؓ نے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آپ دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے (اندھے پن سے) شفاء عطا فرمادے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کردوں، اور اگر تم صبر کرلو تو یہ صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ تو اس شخص نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے حق میں دعا فرما ہی دیجئے۔

یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ جاؤ! اچھی طرح سے وضو کرو۔ پھر اس طرح دعا مانگو: اے اللہ! میں آپ سے سوال (دعا) کرتا ہوں اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے میں آپکی طرف توجہ کرتا ہوں جو نبیٔ رحمت ہے۔ بیشک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اے میرے پروردگار آپکی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ آپ میری اس حاجت کو پوری فرمادیں۔ اے اللہ! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرمالیجئے۔ اس طرح دعا مانگنے پر اللہ تعالیٰ نے اس صحابیؓ کی دعا قبول فرماکر اس کی آنکھوں میں روشنی واپس لوٹادی۔[2]

---

(۱) التکشف عن مہمات التصوف۔ صفحہ ۴۲۶ حضرت تھانویؒ۔ (۲) مشکوۃ: صفحہ ۲۱۹ ترمذی: حصہ ۲ صفحہ ۱۹۲، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور اپنی حاجت طلب کرتے وقت۔ کسی نبی ولی یا کارِ خیر وغیرہ کا وسیلہ دے کر دعا مانگنا۔ مثلاً یوں کہنا کہ: یا اللہ فلاں نبی یا فلاں تیرے مقبول بندے کے وسیلے سے میری حالت پر رحم فرما اور میری حاجت پوری فرما۔

اس طرح دعا مانگنا جائز بلکہ مسنون ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے مؤثر طریقہ ہے۔ حدیث پاک میں اس طرح وارد ہے۔ حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: جب تم اذان سنو تو اذان ختم ہونے پر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ (مقام ارفع) طلب کیا اسکے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی (رواہ۔ مسلم شریف)

دعا میں والدین کا واسطہ

صحیح بخاری میں روایت ہے[2]۔ حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مصیبت میں پھنسا ہوا آدمی اپنے ماں باپ کے ساتھ کی ہوئی نیکیوں کے ساتھ توسل (وسیلہ) سے دعا مانگتا ہے تو وہ دعا قبول ہو جاتی ہے اور مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

فائدہ: یعنی اولاد اپنے والدین کی خدمت بغیر کسی غرض کے اخلاص کے ساتھ کرتا رہے اور پھر اولاد کو خدا نہ خواستہ کبھی اپنی زندگی میں حالات سے دوچار ہونا پڑے تو ایسے وقت میں اپنے والدین کی۔کی ہوئی خدمات کا واسطہ دے کر خداوند قدوس سے ان پریشان کُن حالات سے نجات کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما کر انہیں نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ والدین حیات ہوں یا وفات شدہ ہر حالت میں انکی خدمات یا ایصالِ ثواب وغیرہ کا واسطہ دے کر دعا کر سکتے ہیں۔

واسطہ دے کر دعا مانگی اور دھڑام سے چٹان نیچے آگری

واسطہ اور وسیلہ کتنا مفید ہے اسکے ثبوت کے لئے۔ بخاری شریف کی ایک مستند حدیث جو لمبی ہے، مگر مشہور ہونے کی وجہ سے مختصر کر کے اسے یہاں نقل کرتا ہوں۔ اطمینان و سکونِ قلبی کے لئے زیادہ مؤثر ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۱ پارہ ۶ ع ۱۰ سورۃ المآئدہ صفحہ ۹۳۔ (۲) رواہ۔ بخاری شریف و مسلم شریف۔

سے یہ واقعہ سنا ہے:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک قوم تھی جن میں سے ایک مرتبہ تین آدمی سفر میں نکلے۔ رات گزارنے کے لئے پہاڑ کی کوہ (غار) میں چلے گئے اچانک اوپر سے پتھر کی ایک چٹان گری اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ تینوں نے جب نکلنے کی راہ نہ پائی تو مشورہ کیا کہ اس سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ اور وسیلہ دے کر دعائیں مانگی جائیں۔

چنانچہ تینوں نے دعا مانگنا شروع کیا۔ ایک نے والدین کی خدمت کا واسطہ دے کر دعا مانگی اس پر چٹان تھوڑی سی ہٹی۔ دوسرا اپنے چچازاد بہن پہ عاشق تھا مگر کامیابی نہ ملتی تھی ایک مرتبہ قحط سالی، غربت اور تنگ دستی نے اسے میرے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔ رضامند ہو گئی، میں اس پر حاوی ہو گیا اتنے میں اس عورت کے جسم میں کپکپاہٹ آ گئی۔ عاجزی کرتے ہوئے خدا کا واسطہ دے کر تحفظ بکارت کے لئے منت سماجت کرنے لگی۔ بس اس وقت تنہائی میں وہ محض خوفِ خدا کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت سے تلذذ حاصل کئے بغیر ہی وہاں سے ہٹ گیا اور اسے حسب منشاء عطیات دے کر رخصت کر دیا۔ تنہائی کا اس تقویٰ اور خوفِ خدا کا واسطہ دے کر اس نے دعا کی اس پر چٹان اور ذرا سرکی مگر نکلنے کے قابل نہ تھی۔

اب تیسرے آدمی نے ایک مزدور جو بغیر مزدوری لئے چلا گیا تھا، اسکی مزدوری کے پیسے تجارت میں لگا دئے تھے، اس میں برکت ہونے سے کثیر تعداد میں مویشی جمع ہو گئے۔ عرصہ کے بعد وہ مزدور واپس آیا، تو اس نے کہا کہ یہ سارے ریوڑ، اونٹ گائے وغیرہ سب تیرا ہے، اس نے مذاق سمجھا میں نے واقعہ سنا کر سب مویشی محض رضائے الٰہی کی خاطر اسے دے دئے تھے میں نے اس ایمان و امانت داری کا واسطہ دے کر دعا کی۔ دعا قبول ہو گئی۔ اور اب کی مرتبہ وہ چٹان دھڑام سے نیچے جا گری۔ اس طرح انہیں اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

(رواہ۔ البخاری و مسلم شریف)

---

(۱) ترجمان السنۃ۔ جلد ۲ صفحہ ۵۴ محدث کبیر حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی ثم مہاجر مدنی۔

واسطہ اور وسیلہ کے اثبات کے سلسلہ میں کافی احادیث مرقوم ہو چکی۔ اب ایک اور حدیث نقل کر کے احادیث کا سلسلہ ختم کر رہا ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے: جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوتے تھے تو حضرت عمر ابن الخطابؓ۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگا کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ: یا اللہ۔ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعائیں مانگا کرتے تھے اس وقت تو آپ ہماری دعائیں قبول فرما کر ہم کو بارش سے سیراب فرمادیا کرتے تھے۔ اور اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں لھذا آپ ہمکو سیراب فرمادیجئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ۔ حضرت عباسؓ کا واسطہ دے کر اس طرح دعا مانگا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش نازل فرما کر لوگوں کو سیراب فرمادیتے۔ (رواہ بخاری شریف)

گناہوں کے اقرار اور توبہ کے بعد دعا کی جائے

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ابوصالح کی روایت کردہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو اپنے ساتھ منبر پر کھڑا کیا اور پہلے خود اس طرح دعا مانگی۔ اے اللہ ہم سب تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں، لھذا تو ہم کو بارش سے سیراب فرمادے اور ہم کو ناامید نہ فرما۔

اتنی دعا مانگنے کے بعد حضرت عمرؓ، چچا عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ: اے ابوالفضل! تم بھی دعا مانگو۔ تو حضرت عباسؓ نے اس طرح دعا مانگی کہ۔ اے اللہ ہر بلا گناہوں کی وجہ سے اتاری جاتی ہے۔ اور بغیر توبہ کئے بلا دفع نہیں کی جاتی۔ اے اللہ ساری قوم صحابہؓ میرے وسیلہ سے آپکی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ مجھکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) رواہ بخاری شرف جلد ۱ ابواب الاستسقاء صفحہ ۱۳۔

(۲) عمدۃ القاری۔ شرح بخاری للعینی۔ حاشیہ بخاری شریف جلد ۱ ابواب الاستسقاء صفحہ ۱۳۔

کے ساتھ ایک خاص (نسبی) تعلق ہے۔ پس اے اللہ۔ گناہوں سے لدے ہوئے ہمارے یہ ہاتھ اور توبہ کرتے ہوئے ندامت و شرمندگی سے جھکی ہوئی ہماری پیشانیاں تیری بارگاہ میں حاضر ہیں۔ اے اللہ ہم لوگوں کو سیراب فرما دیں!

راوی کا بیان ہے کہ: حضرت عباسؓ کی دعا کے بعد پہاڑوں کی طرح بدلیاں ہر چہار جانب سے آگئیں اور خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ زمین سیراب ہوکر سرسبز و شاداب ہوگئی۔

فائدہ۔ مذکورہ بالا واقعہ میں، حضرت عمرؓ نے اپنی دعا میں یہ تصریح فرمادی کہ پہلے ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دعا مانگا کرتے تھے اور اب تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر ہم دعا مانگتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ نبی اور غیر نبی۔ زندوں اور وفات شدہ سب کو دعا میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔

حکیم الامتؒ حضرت تھانویؒ نے فرمایا: اہل طریق (مشائخ طریقت) کا بارگاہِ خداوندی میں مقبولانِ الٰہی کے وسیلے سے دعا مانگنا بکثرت پایا جاتا ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث کی مشہور و مقبول کتاب مشکوٰۃ شریف (صفحہ ۴۳۹) میں حضرت امیہؓ سے روایت ہے کہ: خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فقرائے مہاجرین کا وسیلہ (واسطہ) دے کر فتح مکہ کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔

توسل کے معنیٰ اس کی حقیقت اور وسیلے سے دعا مانگنے کا طریقہ

مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا: کسی شخص کا جو۔ جاہ۔ (منصب و مرتبہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا ہے اس جاہ کے بقدر اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: اے اللہ جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اسکا آپ کے نزدیک ہے اسکی برکت سے مجھکو فلاں چیز عطا فرما۔ کیونکہ ہمیں اس شخص سے تعلق ہے۔

(۱) التکشف عن مہمات التصوف صفحہ ۴۴۶ حکیم الامتؒ۔ (۲) حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۵۔ انفاس عیسی حصہ ۱ صفحہ ۵۰۔

اسی طرح حدیث پاک میں اعمالِ صالحہ کا توسل آیا ہے۔ اسکے معنی بھی یہ ہے کہ: اس عمل کی جو قدر حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے۔ تو۔ اے اللہ۔ اس عمل کی برکت سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ یہ ہے توسل کے معنیٰ مطلب اور اسکی حقیقت۔

حضرتؒ شاہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "یا اللہ میں تیرے قرآن کریم اور تیرے محبوب و مقبول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ۔ تو میری مدد فرما اور میری دعا کو قبول فرما"۔

عارف ربانی حضرتؒ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک دن عارف باللہ حضرت شیخ معروف کرخیؒ نے مجھ سے یوں فرمایا کہ: جب تم کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو یوں کہا (دعا مانگا) کرو کہ۔ یارب بحق معروف کرخیؒ۔ میری حاجت کو پورا فرما۔ اس طرح کہنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اسی وقت تمہاری حاجت پوری ہو جائیگی۔

علامہ سبکی شافعیؒ فرماتے ہیںؒ: کہ جب اعمالِ صالحہ سے توسل (وسیلہ) اختیار کرنا جائز ہے۔ حالانکہ اعمالِ صالحہ افعالِ انسانی ہیں اور افعالِ انسانی قصور و نقصان سے متصف ہوا کرتے ہیں۔ پھر جب ان سے توسل پکڑنا جائز ہے تو پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارش میں لانا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب ہیں۔ یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

واسطہ اور وسیلہ کے متعلق قرآن و حدیث کے شواہد و ثبوت کے بعد اب امّت کے آفتاب و مہتاب جیسے چمکتے ہوئے اولیاء کرام کے چند واقعات تحریر کئے چلتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ۔ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی قدر و منزلت عند اللہ کتنی ہے اور ان سے مخلوق نے حد شرع میں رہتے ہوئے کس طرح کیسے کیسے مفادات حاصل کئے۔

واسطہ اور وسیلہ کی قدر و قیمت

امام الاولیاء سیدنا جنیدؒ بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے

(۱) اخبار الاخیار صفحہ ۳۲۲ مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ (۲) تذکرۃ الاولیاء۔ جلد ۱ صفحہ ۱۹۰ شیخ فرید الدین عطارؒ۔

(۳) راحت القلوب ترجمہ جذب القلوب۔ تاریخ مدینہ صفحہ ۲۲۳ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ۔

(۴) التبلیغ وعظ نمبر ۱۵۰۔ مسمّی دستور سہارنپور۔ جلد ۲۰ بیان حضرت تھانویؒ۔

تسبیح دیکھی (اور یہ ایسے وقت میں دیکھی تھی کہ آپ عمر رسیدہ ہوچکے تھے اسکے علاوہ جملہ مقامات ولایت بھی طے فرما کر خدا رسیدہ ہوچکے تھے ایسے وقت میں) اس تسبیح کو دیکھ کر کسی نے سوال کیا کہ : حضرت آپ کو اب تسبیح کی کیا حاجت و ضرورت ہے ؟ یہ تو مبتدیوں (یعنی ابتدائی ذکر و اذکار کرنے والو) کے واسطے موزوں و مناسب ہوتی ہے ؟

یہ سن کر سیدنا جنید بغدادیؒ نے جواب ارشاد فرمایا کہ : بھائی اسی کی بدولت تو ہمکو (روحانیت کی) یہ دولت عظمیٰ میسر ہوئی ہے ۔ اسی کی وجہ سے تو آج واصل الی اللہ ہوئے ہیں تو کیا اسی کو ہم چھوڑ دیں ؟ بھائی ایسے باوفا رفیق کو تو نہیں چھوڑا جاسکتا ۔ یہ تو کفرانِ نعمت اور ناشکری ہے کہ جس چیز کی بدولت یہ نعمتِ غیر مترقبہ حاصل ہو اس سے ہی کنارہ کشی اور اعراض کیا جائے ؟ ۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد اب حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں : جیسے مقصودِ اصلی مرغوب ہوتا ہے اسی طرح اسکے مقدمات ۔ وسیلے اور ذریعہ بھی محبوب اور قابل احترام ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان وسائل اور ذرائع کی بھی قدر کرنی چاہیے ۔

اولیاء اللہ کا مقام دربار خداوندی میں عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ جب بلوغ تک پہنچے تو اسکے بعد نسبت مع اللہ حاصل کرنے کی غرض سے بارہ سال تک روزانہ رات کے وقت خرقان سے بسطام حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار مبارک پر تشریف لے جاتے رہے ۔ بعد نماز عشاء تشریف لے جاتے اور فجر سے پہلے واپس تشریف لے آتے ۔

وہاں پہونچ کر روزانہ یہ دعا مانگتے کہ ۔ خداوندا اس نعمت میں سے ابوالحسن کو بھی کچھ عطا فرما جو آپ نے بایزید کو بخشی ہے ۔ بارہ سال کے بعد حضرت بایزید بسطامیؒ کی مزار مبارک سے یہ آواز آئی کہ : اے ابوالحسن ! اب تمہارے بیٹھنے کا وقت آگیا ہے ۔ ہمت کر کے طالب کی اصلاح و تربیت میں لگ جاؤ ۔

اسکے بعد حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ : اے ابوالحسن ! مجھے جو کچھ ملا ہے وہ تمہاری برکت

---

(۱) تذکرۃ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۱ ، ۲ مؤلف حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ ۔

ہی سے ملا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوالحسنؒ نے عرض کیا کہ: حضرت وہ کیسے؟ جبکہ آپ تو مجھ سے چالیسؒ سال پہلے وصال فرما چکے تھے۔ جواب ملا کہ۔ مجھکو دنھسان (جگہ کا نام ہے) جاتے ہوئے خرقان میں ایک ایسا نور نظر آیا کرتا تھا جو زمین سے آسمان تک پہونچتا تھا میں تینؒ سال تک ایک جماعت کے ہمراہ وہاں (خرقان) میں کھڑا ہو کر دربار الٰہی میں ملتجی رہا۔ آخر کار ایک مرتبہ وہاں سے یہ آواز آئی کہ: اے بایزید! اس نور کو تم شفیع بنا کر لاؤ (یعنی اس صاحب نور کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگو) تو تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کیسے کیسے باکمال، برگزیدہ اولیاء کرام پیدا فرمائے کہ۔ جنکے وصال کے سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود آج بھی انکے طفیل اور وسیلے سے امت کے مسلمان دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انکے صدقے میں قبولیت سے ہم کنار کرتے جا رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اسی قبیل کا ایک ایمان افروز واقعہ یہاں تحریر کیا جا رہا ہے:۔

شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے خرقہ (جبہّ) کی کرامت

سلطانؒ محمود غزنویؒ ہندوستان سے خراسان تک شیخ المشائخ سیدنا ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں گئے ملاقات وگفت وشنید کے بعد واپسی کے وقت سلطان غزنویؒ نے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔ پہلی چیز: اپنے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا: جاؤ! تمہاری عاقبت محمود ہو۔ یہ دین و دنیا کے لئے جامع دعا انکے لئے فرمادی۔ اسکے بعد سلطان نے بطور یادگار اور تبرکاً کوئی چیز ہدیہ کے طور پر طلب فرمائی۔ اسکے جواب میں حضرت خرقانیؒ نے اپنا بیش قیمت خرقہ (جبہّ) تحفتاً سلطان جی کو عطا فرما کر روانہ کر دیا۔ خراسان سے رخصت ہو کر اپنے وطن عزیز (افغانستان) آگئے حضرت شیخ کا عطا فرمودہ خرقہ کو بحفاظت رکھدیا۔

پھر جس زمانے میں سلطان محمود نے سومناتھ پر باشارۂ غیبی حملہ کیا تھا۔ اور ہندوؤں کے دو بڑے راجہ (۱) پرم دیو۔ اور دوسرا (۲) دابشلیم۔ سے جنگ ہوئی تو اس میں غیر مسلموں کی

---

(۱) تاریخ فرشتہ۔ اردو۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۵۱ محمدؐ قاسم فرشتہ (محمدؐ قاسم ہندو شاہ استر آبادیؒ)۔

اکثریت اور طاقت نے سلطان کے لشکر کو پسپا کرنا اور شکست دینا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر محمود کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ مسلمانوں کے لشکر پر غیر مسلموں کا غلبہ نہ ہو جائے۔

اس پریشانی کے عالم میں سلطان۔ حضرت خرقانیؒ کے اس خرقہ کو لیکر سجدہ میں گر گیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرنا شروع کر دی کہ۔ یا اللہ! اس خرقہ کے مالک کے طفیل (وسیلہ) میں مجھے ان کفاروں پر فتح اور غلبہ عطا فرما۔

اتنی دعا مانگنے کے بعد پھر عرض کیا کہ: اے اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس جنگ میں فتح یابی کے بعد جو بھی اور جتنا بھی مال غنیمت اس لڑائی میں مجھے ملے گا۔ ان سب کو محتاجوں اور غریبوں میں تقسیم کر دونگا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ: اس دعا کے مانگتے ہی آسمان کے ایک حصہ سے سیاہ بادل اٹھنے شروع ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر میں سارے آسمان پر چھا گئے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک و کڑک سے غیر مسلموں کا لشکر ہراساں و پریشان ہو گیا۔ اور (ایسی تاریکی چھا گئی کہ) غیر مسلم کفار و مشرکین اس پریشانی کے عالم میں تاریکی کی وجہ سے آپس ہی میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے کفار و مشرکین کی اس باہمی جنگ کی وجہ سے۔ پرم دیو۔ کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ نکلی اور نتیجتاً مسلمانوں نے ان پر فتح یابی حاصل کر لی۔

مؤرخ تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے: میں نے خود ایک معتبر تاریخ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ جس روز سلطان محمود نے عارفِ ربانی حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے خرقے کو ہاتھوں میں لیکر اللہ تعالیٰ سے انکے واسطہ اور وسیلہ سے دعائیں کر کے فتح یابی و کامرانی حاصل کی تھی اسی رات محمود غزنویؒ نے خواب میں حضرت شیخ خرقانیؒ کو دیکھا۔ حضرت خرقانیؒ فرما رہے ہیں کہ: اے محمود تم نے میرے خرقے کی آبرو ریزی (گویا بے عزتی اور توہین) کی اور اسکی قدر و منزلت کو نہ پہچانا یہ فرمانے کے بعد کہا کہ: اے محمود اگر تم اس خرقہ کے طفیل میں فتح کی دعا کے بجائے (میدانِ جنگ میں شریک) سارے کفار و مشرکین کے لئے اسلام میں داخل ہونے اور سب کے مسلمان ہو جانے کی بھی اگر دعا مانگتے تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔ اتنا دیکھ کر بیدار ہو گئے۔

فائدہ: مذکورہ واقعہ سے ہمیں بہت سی نصیحت آموز باتیں ملتی ہیں۔

اول یہ کہ: ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ حکومتوں کے بڑے بڑے فرمارواا اور شہنشاہ اپنے زمانے کے اولیاء اللہ بزرگانِ دین اور علماء کرام سے روابط، تعلقات اور عقیدت و محبت رکھا کرتے تھے اور انکے دیدار و ملاقات کے لئے سینکڑوں ہزاروں میل کے اسفار کر کے انکی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ: اگر اولیاء کرام کسی کو کچھ ہدیہ تحفہ وغیرہ دیں تو حدِ شرع میں رہتے ہوئے انکو احترام کی نظر سے دیکھتے ہوئے ان سے برکت حاصل کرنا چاہیئے۔

تیسری بات یہ کہ: دین و دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کرتے وقت نظر، اعتقاد اور یقین صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہیئے۔ دنیا کے دولت مند یا کسی بڑے سے بڑی مملکت خصوصاً غیر مسلم ممالک سے بھیک مانگنے کے بجائے سجدہ ریز ہو کر صرف سب سے بڑی سُپر پاور طاقت اس احکم الحاکمین کی ہے۔ اس سے رو دھو کر عاجزی انکساری کے ساتھ مرادیں مانگتے رہنا چاہیئے۔

اخیری بات یہ کہ: سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے شیخ خرقانیؒ کے خرقہ کا واسطہ دے کر دعا مانگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کایا پلٹ کر ذلت و رسوائی کو عزت سے بدل دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہ خداوندی چاہے احیاء ہوں یا وفات شدہ انکا واسطہ دے کر دعا مانگنا نفع بخش ہوتا ہے۔

نقالی کرنے والے فاسق و فاجر کی کرامت دنیا دار تاجر کس نیت سے گئے اور کیا بن کر آئے۔ بعض صالحین سے منقول ہے: فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ آیا کہ۔ زمانے کی مشہور مغنیہ رابعہ عدویہ سے ملوں اور دیکھوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچی ہے یا جھوٹی (یعنی اس کی آواز اور گانا مسحور کُن ہے یا نہیں) میں اسی خیال میں تھا کہ ناگاہ بہت سے فقراء جنکے چہرے مثل چاند کے چمکتے تھے سامنے سے آئے اور ان سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ سلام و جواب کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟

(۱) قصص الاولیاء، نزہۃ البساتین ترجمہ روضۃ الریاحین جلد ۱ صفحہ ۰، مترجم محدث علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ۔

انھوں نے فرمایا کہ: جناب ہمارا عجیب و غریب قصہ ہے۔ باصرار دریافت کرنے پر انھوں نے کہا کہ: ہم یہ سب مالدار تاجروں کی اولاد اور امیر زادے ہیں۔ ہم مصر میں حضرت رابعہ عدویہ کے پاس سے آرہے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ۔ تم انکے پاس کیوں گئے تھے؟ وہ نوجوان کہنے لگے: ہم اپنے شہر میں عیاشی میں مشغول تھے ہم نے رابعہ عدویہ کی حُسن و خوبصورتی اور خوش آوازی کا ذکر سنا تھا۔ تو ہم نے ارادہ کیا کہ: انکے پاس جا کر انکا گانا سننا چاہیے اور اسکے حسن و جمال کو بھی دیکھنا چاہیے۔ روپے پیسے کی تو ہمیں کمی نہ تھی۔

چنانچہ ہم اپنے شہر سے نکل کر انکے شہر پہونچ گئے۔ انکے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے انکا گھر تو بتلا دیا مگر ساتھ ہی دل شکن بات بھی کہہ دی کہ: رابعہ نے اب گانے بجانے سے بچی پکی توبہ کرلی ہے۔ یہ سن کر ہم میں سے ایک ساتھی نے کہا کہ: اگر چہ اسکے گانا سننے اور خوش آوازی سے تو ہم محروم ہو گئے مگر کسی طرح سے اسکے حُسن و جمال کو تو دیکھ ہی لینا چاہیے۔

چانچہ ہم نے اسکے حسن کو دیکھنے کے لئے اپنی ہیئت اور شکل و صورت تبدیل کرلی اور امیرانہ لباس بدل کر فقیرانہ لباس زیب تن کرلیا۔ اور انکے دروازہ پر جا کر دستک دے دی۔ دستک کی آواز سننے پر وہی رابعہ عدویہ باہر نکل آئی اور ہمارے قدموں میں گر کر لوٹنے لگی اور کہنے لگی کہ: او اللہ کے نیک بندو تم نے اپنی زبان سے مجھے سعید (خوش نصیب) بنادیا۔ یہ سنکر ہم سب حیران، ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور رابعہ سے دریافت کیا، اے بہن ہماری وجہ سے تمہیں کیا سعادت ملی؟۔

رابعہ نے کہا: ہمارے گھر میں ایک عورت ہے۔ جو چالیس سال سے نابینا اور اندھی تھی جب تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نابینا عورت نے کہا کہ: اے بار الہا اے میرے مالک! اس قوم کے طفیل اور وسیلے سے، جو دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں میری اندھی آنکھوں میں پھر بینائی اور روشنی لوٹا دے بس اسکا تمہارے واسطہ سے اس طرح دعا مانگنا تھا کہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اسکی آنکھوں میں روشنی عطا فرمادی اور وہ بینا ہو گئی۔

یہ سن کر ہم بھی حیران و ششدر رہ گئے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہا کہ: دیکھتے ہو اللہ جلّ شانہ کے احسانات کو کہ اس نے کس طرح ہماری پردہ پوشی کے ساتھ عزت افزائی فرمائی۔

پھر اس میں سے اس شخص نے جس نے فقیرانہ لباس پہننے کا مشورہ دیا تھا اس نے کہا کہ: میں تو اب زندگی بھر یہ لباس نہیں اتارونگا اور حضرت رابعہ کے ہاتھ پر توبہ کرونگا (یعنی رابعہ کے پاس ناپاک نازیبا ارادہ سے آنے کی معافی کا اظہار کر کے ان سے معافی مانگ لونگا)

یہ سن کر انکے دیگر ساتھی سب امیر زادوں نے بھی یک زبان ہو کر یہ فیصلہ سنا دیا کہ جب ہم نے گناہوں کے کام میں تیری موافقت کی تو اب توبہ اور اطاعتِ خداوندی میں بھی تمہاری موافقت کرینگے۔ پھر ہم سب نے بھی انکے سامنے توبہ کی۔ معافی مانگی اور اپنا سارا مال چھوڑ کر جیسا کہ تم ہمیں دیکھ رہے ہو فقیر (یعنی بفضلہ تعالیٰ واصل بحق) ہو گئے۔

گنہگاروں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو مذکورہ بالا واقعہ میں بہت سی عبرت آموز باتیں ہمیں ملتی ہیں:۔ اول یہ کہ: "رحمتِ خدا بہانہ می جوید" یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں کی ستاری غفاری اور ہدایت دینے کے لئے بہانہ تلاش کرتی رہتی ہے۔ عیش و آرام اور من چاہی عیاشی میں زندگی گزارنے والے رئیس زادوں کو چند لمحوں میں صرف اپنے برگزیدہ صلحاء کی نقالی (فقیرانہ لباس زیب تن) کرنے پر نور ہدایت سے نواز کر ساحرانِ موسیٰ علیہ السلام کے مانند آناً فاناً اس مقام تک پہونچا دیا کہ جنکا واسطہ دے کر دعا مانگنے پر چالیس سالہ اندھی عورت کو بینا کر دیا۔

معلوم ہوا کہ صلحاء اور فقراء کے لباس کو بے عزتی اور حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ: مسلمانوں میں خدا نہ خواستہ امیر یا غریب کسی گناہ میں نازیبا حرکات یا کیسی ہی اخلاقی کمزوریوں وغیرہ میں مبتلا ہوں تب بھی اسے نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہئے۔ خدا جانے وہ ہدایت سے نواز دیئے جائیں جیسا کا اسی مذکورہ واقعہ میں اسکا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اور ہمیں دو چار سجدے کرنے یا کچھ دینی خدمات وغیرہ کرنے کی جو توفیق ملی ہے کہیں

وہ بھی ہم سے سلب نہ کرلی جائے، اور ہم کبائر میں مبتلا ہو جائیں۔ اور ایسے واقعات دن رات ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے کسی کو بدظنی یا حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے دل سے دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح کرنے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوگی اور اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہماری بھی حفاظت فرماتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تیسری چیز یہ کہ: واسطہ اور وسیلہ کا ثبوت بھی اس واقعہ میں ملتا ہے۔

ولیہ عورت کا واسطہ دے کر مانگتا رہا اور دعا قبول ہوتی رہی

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کررہا تھا، ناگاہ ایک نور چمکا اور وہ نور زمین سے آسمان تک جا پہونچا۔ اسے دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ میں طواف سے فارغ ہوکر بیٹھ گیا، اور اس نور کے متعلق سوچتا رہا۔ اسی اثناء میں ایک غمگین خوش الحان آواز میں نے سنی، میں اس آواز کے پیچھے گیا۔ تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ وہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے یہ کہہ رہی تھی۔ اے میرے حبیب تو خوب جانتا ہے کہ میرا حبیب کون ہے۔ جسم کی لاغری اور میری آنکھوں کے آنسو۔ یہ دونوں میرا راز ظاہر کردیتے ہیں۔ میں نے تیری محبت کو چھپایا۔ حتیٰ کے پوشیدگی کے سبب میرا سینہ تنگ ہوگیا ہے۔

اس صنف نازک کی باتیں سنکر میں نے کہا: اے خاتون اللہ تعالیٰ کی نیک بندی میں تم کو ضعیف البدن اور لاغر دیکھتا ہوں۔ کیا تمہیں کوئی مرض لاحق ہوگیا؟ اس خاتون نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ کا دوست دنیا میں لاغر ہی رہتا ہے۔ اسکی بیماری بڑھتی جاتی ہے۔ اور دوا بھی بیماری ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کا محب ہوتا ہے اسکے ذکر سے سرگرداں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) دیکھ لے۔

پھر اس نے کہا کہ: اے ذوالنون! اپنے پیچھے دیکھ کون ہے؟ میں نے مڑکر پیچھے دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا، پھر جو میں نے اسکی طرف نظر پھرائی تو انہیں بھی نہ پایا! وہ بھی آن واحد میں

(۱) قصص الاولیاء۔ نزہۃ البساتین ترجمہ روضۃ الریاحین۔ جلد ۱ صفحہ ۱۰ مترجم: علامہ ظفر عثمانیؒ۔

غائب ہوگئی۔ پھر میں نے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملی۔ مگر میرے دل میں عند اللہ اسکی مقبولیت کا یقین ہوچکا تھا اس وجہ سے جب کبھی مجھے کوئی حاجت و ضرورت پیش آئی یا پریشانی وغیرہ لاحق ہوئی تو میں خدا کی اس مقدس بندی کا واسطہ دے کر دعائیں کیا کرتا تھا تو انکی برکت سے مجھے اپنی دعاؤں میں قبولیت و اجابت نظر آتی رہی۔

ایک عورت کی دعا پر آسمان سے منّ و سلویٰ اترا ذوالنون مصریؒ کی ہمشیرہ اتنی بڑی عارفہ اور ولیہ تھی کہ وہ ایک مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت۔ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ۝ پر پہونچی تو اسی وقت قرآن مجید کی تلاوت بند کرکے خداوند قدوس سے مخاطب ہوکر (بانداز ناز) فرمانے لگی: واہ رے ہمارے خالق و مالک آپ نے بنی اسرائیل پر تو آسمان سے منّ و سلویٰ بھیج دیا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی پر نہ بھیجا؟۔

اے میرے پالنہار مجھے تیری کبریائی کی قسم جب تک تو مجھ پر منّ و سلویٰ نہ اتارے گا وہاں تک میں ہرگز نہ بیٹھونگی۔ اس پاک دامن پارسا خاتون کا یہ کہنا تھا کہ بس اسی وقت آسمان سے منّ و سلویٰ اترنا شروع ہوگیا۔ یہ دیکھ کر وہ اسی وقت جنگل کی طرف چل نکلی اسکے بعد پھر اسے کسی نے نہ دیکھا۔

دونوں واقعات کا ماحصل اور خلاصہ مذکورہ واقعات ہمارے ضمیر کو اس بات کی طرف متوجہ کررہے ہیں کہ اگلے زمانے میں عورتوں نے ریاضت و مجاہدات کرکے اتنے بلند مراتب حاصل کرلئے تھے کہ۔ مشہور زمانہ ولیٔ کامل حضرت ذوالنون مصریؒ جیسے کاملین کو طرح دیکر ایک نوجوان صالحہ آن واحد میں غائب ہوگئی اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

اسکے علاوہ اس پارسا خاتون نے وہ مقام ارفع حاصل کرلیا تھا کہ بڑے بڑے اولیائے زمانہ اسکا واسطہ دے کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔

دوسرے واقعہ میں ایک صنف نازک ہوتے ہوئے اس نے خدا کی کبریائی کی قسم کھا کر

(۱) تذکرۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۸۳ عارف باللہ شیخ فرید الدین عطارؒ۔

آسمان سے من و سلوٰا (اعلیٰ قسم کا کھانا) اتروا کر بنی اسرائیل کے پیغمبر کی یاد تازہ کردی اور یہ ثابت کردیا کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت میں صرف مرد حضرات ہی نہیں بلکہ صنف نازک مستورات نے نسبت مع اللہ حاصل کرکے کرامتوں کے اعتبار سے عجیب و غریب کارنامے انجام دے کر اہل دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اور ایسی باصفا صالحہ مقبولہ عورتیں بھی ہر زمانے میں پیدا ہوتی رہیں گی۔

ضرورت صالح معاشرہ پیدا کرنے اور اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت دے کر دیندار بنانے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

توسل کے ساتھ دعا مانگنے میں عقائد کی اصلاح توسل کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ سے فتویٰ پوچھا گیا تھا۔ اس سوال و جواب کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

سوال ۱: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بحرمتِ شیخ عبد القادرؒ یہ باعثِ اجابتِ دعا ہے اور آداب دعا میں سے ہے اور (بزرگوں سے توسل پکڑنا بھی) افضل ترین طریقہ ہے۔

۲: اسمائے حُسنیٰ کے ساتھ (یعنی اسمائے حُسنیٰ کے وسیلہ سے) دعا مانگنا۔ یہ دونوں برابر ہیں یا دونوں میں کچھ فرق ہے؟

اسکے علاوہ کیا ان بزرگوں سے ایسی امیدیں رکھنی چاہیے کہ انکی عزت اور حرمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر اجابت ضروری ہوگی؟ کیونکہ ان بزرگوں نے۔ دین میں بڑے بڑے رتبے (تقرب) حاصل کرلئے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ دعا میں انکا سہارا ہو یا موجب ثواب ہو اور دعا قبول ہوتی ہو؟

جواب: دعا میں توسل پکڑنا مقبولانِ حق۔ خواہ احیاء (زندہ) ہوں یا اموات (مرحومین) میں سے ہوں درست ہے۔

قصۂ استسقاء میں حضرت عمرؓ کا توسل حاصل کرنا حضرت عباسؓ سے اور قصۂ ضریر میں توسل پکڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی احادیث

---

(۱) امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۳۲۵ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ۔

میں وارد ہے۔ اس لئے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں۔ ہاں اگر کہیں عوام کو انکا غلو (مبالغہ) دیکھ کر بالکل بھی باز رکھا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ پر اجابت کو ضروری سمجھنا یا ان بزرگوں سے سہارے کی امید رکھنا یا انکو اسمائے الٰہیہ کے برابر سمجھنا یہ عندالشرع زیادتی ہے۔ (امداد الفتاوی)

نوٹ: مذکورہ سوال و جواب کو مزید وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لئے ناچیز راقم نے تحریر کر کے استاد الفقہاء حضرت مفتی اسمٰعیل کچھولوی صاحب مدظلہ پر (شہر۔ بریڈفورڈ) روانہ کیا۔ تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ یہ ہے:

جواب: سائل نے سوال میں دو سوال کئے ہیں (۱) بزرگوں کے توسل سے دعا مانگنا؟ اور دوسرا (۲) اسماء حسنیٰ یا اسماء الٰہیہ کے ساتھ دعا کرنا۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: توسل سے دعا مانگنا جائز ہے۔ اور بزرگوں کو وسیلہ کے طور پر ذکر کرنا بھی درست ہے اور بزرگوں کے نام کو بھی توسل کے طور پر ذکر کرنا درست ہے۔ بزرگوں کے نام کو برکت تو حاصل ہے مگر اسکو اسماء الٰہیہ یا اسماء حسنیٰ کے برابر درجہ دینا یہ درست نہیں۔　　　　کتبہ۔ (حضرت مفتی) اسمٰعیل کچھولوی (صاحب مدظلہ)

واسطہ اور وسیلہ دیکر دعا مانگنے کا طریقہ امداد الفتاوی میں دوسری جگہ پر حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ: وسیلہ اختیار کرنا (یعنی وسیلہ سے دعا مانگنا) مقبولینِ بارگاہ کا۔ چاہے وہ زندہ ہوں یا وفات پاچکے ہوں درست ہے۔ ہاں ناجائز وسیلہ وہ ہے جس میں غیر اللہ کو مراد پوری ہونے میں (مقاصد میں کامیابی کے لئے) مددگار اور فریادرس سمجھا جائے کہ یہی لوگ (اولیاء اللہ) ہماری مدد فرمائیں گے۔ اور انکی مدد سے ہماری حاجت وغیرہ پوری ہوگی۔ اس قسم کے عقائد و یقین رکھنا روا (جائز) نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔

ہاں اس طرح کہنا درست ہے کہ: یا اللہ فلاں بزرگ کے طفیل سے۔ الٰہی فلاں ولی کی مقدس پاکیزہ زندگی کا واسطہ۔ الٰہی تیرے فلاں مقبول بندہ کے وسیلہ سے۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرمالں یا ہماری مشکلات کو آسان فرما۔ ہماری پریشانیوں کو ختم فرما اس طرح کہہ سکتے ہیں۔

حضرت مفتی اعظمؒ کا مدبّرانہ فیصلہ حضرت مفتیؒ صاحبؒ فرماتے ہیں: اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ وغیرہ کو دعا میں وسیلہ بنانا یہ نہ مطلقاً جائز ہے اور نہ ہی مطلقاً ناجائز ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے:

ماحصل یہ کہ کسی کو مختار مطلق سمجھ کر وسیلہ بنایا جائے تو یہ شرک اور حرام ہے اور محض واسطہ اور ذریعہ سمجھ کر کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ اس میں عام طور پر ناسمجھ لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے احتیاط کرنا بہت ضروری ہے۔

تمّت بالخیر بفضلہ تعالیٰ دعا میں واسطہ اور وسیلہ جیسا بہت ہی نازک مضمون کو آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہؐ، اہل اللہ کے ملفوظات و واقعات اور فقہائے امت کے گراں قدر ارشادات کی روشنی میں تفصیل سے لکھ کر امت مسلمہ کو شرک و بدعات اور گناہوں سے بچاتے ہوئے شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے پاکیزہ طریقہ کے مطابق وسیلہ پکڑ کر دعائیں مانگنے کے شرعی آداب سکھانے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اسے قبول فرما کر سب مسلمانوں کو شرکیات سے بچتے ہوئے شریعتِ مطہرہ کے بتلائے ہوئے مسنون طریقہ کے مطابق واسطہ اور وسیلہ پکڑ کر دعائیں مانگتے رہنے کی اچھی سمجھ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

****

وہ میخانے کہ جنمیں سینکڑوں مستانے رہتے تھے　　وہ سب سونے پڑے ہیں انکی آبادی نہیں ہوتی
نبیؐ کی راہ سے ہٹ کر جو اپنی راہ چلتے ہیں　　کبھی توفیق انکو خیر کی جانب نہیں ہوتی
پیمبرؐ کی شریعت سے کبھی جب قوم ہٹتی ہے　　خدا کی رحمت و نصرت انہیں حاصل نہیں ہوتی

(حضرت باندویؒ)

چودھویں فصل

☆ آدابِ دعا ☆

اس سے پہلے " دعا میں واسطہ اور وسیلہ اختیار کرنے " کے عنوان سے فصل گزر چکی اسکے بعد اب ان اوراق میں دعا کے متعلق پیغمبرانہ ایسی تعلیمات زیر قلم کی جارہی ہیں جنکے اختیار کرنے سے دعائیں دربارِ خداوندی میں شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہیں، اس کا عنوان ہے:-

آدابِ دعا

اس مضمون کو بھی شریعتِ مطہرہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قرآنی تعلیمات و ہدایات، احادیث نبویہ اور وارثین انبیاء علیہم السلام کے گراں قدر ارشادات سے مزین کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ اسکے مرقومہ چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:-

پیغمبرانہ انداز دعا ۔ مانگنے والا محروم نہیں رہتا ۔ دعا میں حد سے تجاوز کرنے کے معنیٰ ۔ ہر انسان کے سر میں دو زنجیریں ہوتی ہیں ۔ دعا کی قبولیت کا اثر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوا ۔ غیر مسلموں کے دعا مانگنے کا طریقہ ۔ حضورِ قلب کی عارفانہ تشریح ۔ آپ کوئی پارلامنٹ کے ممبر نہیں ۔ اور دعا میں ادب کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے جیل خانہ میں بند ۔ وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت دعا مانگنے کے آئین و اصول اور شرائط وغیرہ تحریر کر کے مسلمانوں کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں دعائیں مانگنے کے شاہی آداب سکھانے کی سعی کی گئی ہے۔

اے بارِ الٰہا!

جملہ مسلمانوں کو شریعتِ مطہرہ کی حدود میں رہتے ہوئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے آداب و طریقہ کے مطابق ہمیشہ دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

بفضلہٖ تعالیٰ اب یہاں سے چودھویں فصل شروع ہورہی ہے۔ اسکا عنوان ہے۔ آدابِ دعا۔ یعنی دعا مانگتے وقت کن کن آداب، الفاظ اور طریقوں کو اختیار کرنا مناسب ہے انہیں تحریر کیا جارہا ہے۔ کیونکہ دعا کا مقام اور مسئلہ بھی بڑاہی بلند وارفع ہے۔ اگر اس میں اس سے بے اعتنائی برتی گئی، تو پھر کہیں ایسا نہ ہوکہ بجائے نوازے جانے کے خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الآخِرَۃِ کے مصداق نہ بن جائیں۔

اس لئے بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام نے دعا مانگتے وقت دربارِ الٰہی میں بہت ہی ڈرتے ہوئے عاجزی اور لجاجت کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنے کے عملی نمونے لوگوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ اسکو مدِ نظر رکھتے ہوئے پہلے اس سلسلہ میں چند اہم ضروری ہدایات تحریر کررہا ہوں۔ مگر اس کی ابتداء۔ ربِ کریم اور دنیا جہاں کے پالنہار کی ذات وصفات ستودہ سے کررہا ہوں۔ مذہب اسلام اور شریعتِ مطہرہ میں ادب کا کتنا بلند مقام ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو

ربِ کائنات نے خود ادب واحترام کا معاملہ فرمایا

اس بات کو ذہن نشین فرمالیں کہ۔ خود خالق کائنات نے اپنے پیارے حبیب نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی خطاب فرمایا ہے تو بہت ہی ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں سینکڑوں جگہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار خطاب فرمایا ہے مگر اندازِ تخاطب بڑاہی نرالا اور پیار بھرا اختیار فرمایا ہے۔

ذرا دیکھو تو سہی: کہیں یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ ۔ کہیں یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ ۔ کہیں یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ کہیں یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۔ کہیں رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ کہیں طٰہٰ ۔ یٰسٓ ۔ کہیں بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۔ وغیرہ اس قسم کے بہت ہی نرالے انداز سے تکلم فرمایا ہے۔

کذّاب ودجّال جھوٹے مدعیانِ نبوت کا خاتمہ

پورے کلامِ ربانی میں شاید صرف تین چار جگہوں پردہ بھی مصلحتاً آپکا اسم مقدس لیکر تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ مثلاً: ایک جگہ پر کذّاب ودجّال جھوٹے مدعیانِ نبوت کی جڑوں کو کاٹنے اور نیست ونابود کرنے کی خاطر فرمایا گیا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی) باپ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور مہر سب نبیوں پر۔

مُہر: کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم نبوت اس لئے کہا گیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے نبوت و رسالت کے سب دروازے اور سلسلوں کو قیامت تک کے لئے مکمل ختم اور بند کر دیا ہے۔ آیتِ کریمہ کے معنیٰ و مطلب کے خلاف (العیاذ باللہ) اگر کسی کا عقیدہ ہوگا تو وہ قطعاً (سو فیصد) کافر اور ملتِ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

خیر مضمون ادب کا چل رہا تھا۔ مگر کسی مقصد کے تحت دو چار جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مقدس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن مجید میں جا بجا حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر آیاتِ قرآنیہ نازل فرماتے رہے۔ مگر بڑے ہی لطیف پیرائے میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بجائے اشارۃً کنایۃً خطاب فرماتے چلے جاتے ہیں۔

یہ اس لئے کہ: ایک طرف تو اپنے حبیب کبریا۔ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ و مقام کو اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے، تو وہاں دوسری جانب قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب و احترام کی تعلیم و تربیت دینا بھی ایک مقصد تھا۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح، سچی عقیدت و محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خداوندِ قدوس نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب و احترام کے جس خوشنما منظر کو پیش کیا ہے اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پیارے امتی کو زندگی کے ہر شعبے اور معاملہ میں ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے زندگی گزارنے کو ایمان کا ایک حصہ ہی قرار دیدیا ہے۔

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھایا

چنانچہ امت کے ایک بلند پایہ شیخ کامل حضرت علامہ ہجویری لاہوری فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حُسْنُ الْآدَابِ مِنَ الْإِيمَانِ. یعنی اچھے آداب کا اختیار کرنا یہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا: اَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي. یعنی مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا۔ مذکورہ حدیث پاک سے ہم اندازہ لگالیں کہ بارگاہِ ایزدی میں ادب کا کتنا اونچا مقام ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسے الوالعزم پیغیبر کو بھی باقاعدہ اسکی تعلیم و تربیت فرمائی۔

اب بزرگانِ دین کا مشہور ملفوظ ذہن میں آجائے گا اور اسکی قدر ہوگی۔ فرماتے ہیں: باادب بانصیب۔ بے ادب بے نصیب! الحمدللہ اسکی صداقت اب سمجھ میں آگئی ہوگی اب آگے آداب دعا۔ کے مضمون کو قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں تحریر کیا جارہا ہے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۚ پ۱۲ ع۱۴ سورۃ یوسف

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے دعا کی کہ: اے میرے رب جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلارہی ہیں، اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ سو انکی دعا انکے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بیشک وہ بڑا سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (بیان القرآن)

تشریح: جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ باتیں سنیں، اور دیکھا کہ یہ عورت تو بے ڈھب پیچھے پڑی ہے، اور دوسری عورتیں اسکی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں۔ تو ایسی پریشان کن حالت میں حق تعالیٰ سے دعا کی کہ: اے میرے رب جس واہیات کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلارہی ہیں، اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھکو زیادہ پسند ہے۔ اور اگر آپ انکے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کرینگے تو انکی صلاح (مطالبے) کی طرف مائل ہوجاؤنگا اور نادانی کا کام کر بیٹھونگا۔

(۱) کشف المحجوب صفحہ ۴۹۶ سیدنا علی بن ہجویری لاہور۔ (۲) تفسیر بیان القرآن جلد ۱ پ۱۲ ع۱۴ سورۃ یوسف صفحہ ۲۸۱

سو انکی دعا انکے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا ۔ بیشک وہ دعاؤں کا بڑا سننے والا اور انکے اصول کا خوب جاننے والا ہے ۔

مانگنے والا محروم نہیں رہتا اور ڈرنے والے کی حفاظت کی جاتی ہے

مفسر دمشقیؒ فرماتے ہیں : عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کو مطلب بر آری نہ ہونے پر دھمکانے لگی : کہ اگر میری بات نہ مانوں گے تو تمہیں جیل خانہ میں جانا پڑے گا اور تمہیں ذلیل و رسوا کر دونگی ۔ جب وزیر کی بیوی اس طرح آنکھیں نکالنے لگی تو ایسی حالت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اس جال سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی اور اس طرح دعا کی کہ : خدایا مجھے جیل خانہ میں جانا پسند ہے مگر تو مجھے انکے برے ارادوں سے محفوظ رکھ ۔ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں ۔ خدایا تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں ۔ تیری مدد اور تیرے رحم و کرم کے بغیر نہ میں کسی گناہ سے رُک سکوں نہ ہی کسی نیکی کو کر سکوں ۔ اے میرے خدا تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں ۔ تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں ۔

پس اس قادر و کریم خالق و مالک نے آپ کی دعا قبول فرمالی ۔ آپکی عصمت و عفت کی حفاظت کی اور اس طرح آپکو برائی سے بچالیا ۔ [1]

معصیت پر مصیبت کو اختیار کرنا یہ صدیقین کا شیوہ ہے

اس جگہ پر مفسرِ دریا بادیؒ نے بہت اچھی بات [2] فرمائی لکھتے ہیں : حضرت یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ معصیت کا صدور تو مجھے جیل خانہ کی سختیوں سے بھی ناگوار تر ہے ۔ بعض عارفوں نے لکھا ہے کہ : مصیبت کو معصیت پر اختیار کرنا یہ صدیقین کا شیوہ ہے ، اور اپنے تقویٰ و تحمل پر بھروسہ نہ رکھنا بلکہ معصیت کے دواعی و اسباب سے بھاگتے رہنا یہ سعادت مندوں کا شعار ہے ۔

دعا صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگ رہے ہیں کہ : آپ ہی مجھے سنبھالے رکھئے جیسا کہ اب تک سنبھالے رکھا ہے ۔ ورنہ بشر کی کیا بساط ہے کہ ان شاہانا ترغیبات کے سامنے

(۱) تفسیر ابن کثیر ۔ جلد ۲ پا ۱۲ ع ۱۴ سوۃ یوسف صفحہ ۵۶ ۔ (۲) تفسیر ماجدی جلد ۱ پا ۱۲ ع ۱۴ سورۃ یوسف صفحہ ۴۹۱

ثابت قدم رہ سکوں۔

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: آدمی کو چاہئے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے۔ پوری بھلائی مانگے۔ گو ہو گا وہی جو قسمت میں ہے۔ ترمذی شریف میں ہے ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگتے ہوئے سنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصَّبْرَ۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بھائی تو نے تو اللہ تعالیٰ سے بلاء (مصیبت) طلب کی کیونکہ صبر تو بلاء پر ہو گا۔ اب تو اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کر۔ (ترجمہ شیخ الہند۔ حاشیہ علامہ عثمانیؒ)۔

پریشان کن حالات میں اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہیے

حضرتؒ مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی کہ: اے مرے رب جس ناجائز کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ اس دعا کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں ڈالے گئے تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ: اے یوسف (علیہ السلام) آپ نے قید میں اپنے آپ کو خود ڈالا ہے کیونکہ آپ نے خود یہ دعا مانگی ہے: اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ۔ یعنی اسکی نسبت مجھ کو جیل خانہ زیادہ پسند ہے۔ اگر آپ اس وقت جیل کے بجائے عافیت مانگتے تو آپکو مکمل عافیت دی جاتی اس سے معلوم ہوا کہ کسی بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے دعا میں یہ کہنا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ فلاں ـــــ چھوٹی مصیبت میں مجھے مبتلا کر دیتے۔ ایسا کہنا مناسب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور بلاء کے وقت عافیت ہی مانگنی چاہئے۔

پیغمبرانہ انداز دعا یہاں پر مذکورہ آیت کریمہ اور اسکی مختلف تفاسیر کو جمع کرنے سے یہ نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ: جب مصر کے وزیر اعظم کی بیوی ملکہ زُلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو علانیہ دعوت گناہ دی تو باوجود جلیل القدر پیغمبر ہوتے ہوئے ان مکارہ سے اپنے کو بچانے اور تحفظ کے لئے کسی دنیا دار لوگوں سے مدد طلب کرنے کے بجائے براہِ راست صرف

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۵ پا ۱۲ ع ۱۴ سورۃ یوسف صفحہ ۱۵۔

اس احکم الحاکمین سے نصرت و مدد طلب کرنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور مسلسل دعائیں مانگتے ہوئے چلے گئے اور اپنے آپکو گراتے مٹاتے اور بے بس تصور کرتے ہوئے والہانہ انداز میں یکے بعد دیگر چار پانچ دعائیں مانگ لیں واقعی وہ دعائیں نصیحت آموز ہیں۔ اور یہی آداب دعا اور انداز دعا دکھانا مقصود ہے۔ علامہ دمشقیؒ مفسر ابن کثیر نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے: (۱) خدایا مجھے جیل خانہ میں جانا زیادہ پسند ہے مگر تو مجھے ان کے برے ارادوں سے محفوظ رکھ۔ (۲) خدایا ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں (۳) اے میرے رباّ۔ اگر تو مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں۔ (۴) یا ارحم الراحمین۔ تیری مدد اور تیرے رحم و کرم کے بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں اور نہ ہی کسی نیکی کو کر سکوں (۵) او میرے اللہ۔ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کردے میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں (رواہ۔ مفسر ابن کثیر)

واہ رے عصمت مآب پیغمبرِ خدا! آپ نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو خدا سے مانگنے اور ایمان سوز گناہوں سے بچنے کے لئے تڑپ کر۔ گڑگڑا کر لجاجت و عاجزانہ انداز میں دعائیں مانگنے کے انداز و آداب سکھا دیئے۔

نوٹ: ہاں ان دعاؤں میں پہلے نمبر کی (جیل میں جانے کی) دعا کو چھوڑ کر باقی چار طریقے دعاؤں میں اپنانا بہت مناسب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں چلے گئے تو اس وقت آپکو وحی کے ذریعہ بتلا دیا گیا کہ اگر دعا کرتے وقت جیل خانہ کے بجائے عافیت مانگتے تو یہ بہتر ہوتا اور مکمل عافیت سے نوازے جاتے۔

مگر مسلمانوں کو آداب دعا سکھانے کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانی ایسی دعا جاری فرمادی تاکہ آئندہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کی دعا نہ کریں۔ بلکہ پریشان کُن اور جان لیوا حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے ان کا فضل و کرم اور خیر و عافیت ہی کا سوال کرتے رہیں۔ یہی طریقہ ہمارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ محمدیہ کو سکھایا ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (پ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف)

ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔ (بیان القرآن)

تشریح: تم لوگ[1] ہر حالت میں اور ہر حاجت میں اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو دعا میں حد ادب سے نکل جاویں مثلاً محالاتِ عقلیہ یا محالاتِ شرعیہ یا مستبعداتِ عادیہ یا معاصی یا بیکار چیزیں مانگنے لگیں جیسے خدائی یا نبوت مانگیں یا فرشتوں پر حکومت یا غیر منکوحہ عورت سے تمتع کرنا یہ ساری چیزیں ادب کے خلاف ہے۔

تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔ تضرع[2] کے معنیٰ عجز وانکسار اور اظہار تذلل کے ہیں اور خفیہ کے معنیٰ پوشیدہ چھپا ہوا۔

ان دونوں لفظوں میں دعا و ذکر کے لئے دو اہم آداب کا بیان ہے اول یہ کہ قبولیت دعا کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز وانکسار اور تذلل کا اظہار کر کے دعا کرے، دعا کے الفاظ اور لب و لہجہ بھی تواضع وانکسار کا ہو۔ ہیئت دعا مانگنے کی بھی ایسی ہو۔ اگر کسی کو اپنے کلمات کے معنیٰ بھی معلوم ہوں اور سمجھ کر ہی کہہ رہا ہو تو اگر اس کے ساتھ عنوان اور لب و لہجہ اور ہیئتِ ظاہری تواضع وانکسار کی نہ ہو تو یہ دعا نرا ایک مطالبہ رہ جاتا ہے جسکا کچھ حاصل نہیں۔

غرض پہلے لفظ میں روح دعا بتلادی گئی کہ وہ عاجزی انکساری اور اپنی ذلت و پستی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنا ہے۔

دوسرے لفظ میں دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ دعا کا خفیہ اور آہستہ مانگنا افضل اور قرین قبول ہے بلکہ امام ابن جریج نے فرمایا کہ: دعا میں آواز بلند کرنا اور شور کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح امام ابو بکر جصاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا

(۱) بیان القرآن۔ جلد ۱ پ ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۳۲۶۔ (۲) معارف القرآن جلد ۳ پ ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۸۹۔

کا آہستہ مانگنا بنسبت اظہار کے افضل ہے۔

مفسرِ دمشقیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا طریقہ سکھاتے ہیں جو دین و دنیا میں سرخ رُوئی کا سبب بن سکے۔ فرمایا نہایت خلوص کے ساتھ مخفی طور پر دعا کیا کرو جیسا کہ فرمایا رب کو اپنے دل میں یاد کیا کرو۔ کیونکہ لوگ بہت بلند آواز سے دعا مانگنے لگے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ جس سے تم دعا کر رہے ہو وہ تو تم سے قریب تر ہے وہ سن بھی رہا ہے۔ اس لئے دعا میں تذلل و تضرع اختیار کرو، اور عاجزی کے ساتھ مخفی طور پر دعا مانگو، اسکی عطا دینے پر یقین کامل رکھتے ہوئے مانگو۔

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۝ علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: یعنی دعا میں حد ادب سے نہ بڑھے۔ مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں، وہ مانگنے لگے یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے یا ایسا سوال کرے جو اسکی شان و حیثیت کے مناسب نہیں، یہ سب اِعْتِدَاء فِی الدُّعَاء میں داخل ہے۔

غیر مسلموں کے لئے دعا مانگنے کا طریقہ

علامہ دریابادیؒ فرماتے ہیں: دعا میں آداب دعا و عبودیت کا لحاظ نہ رکھنا یہ بھی ایک صورت حد سے نکل جانے کی ہے۔ آدابِ دعا میں یہ بھی داخل ہے کہ دعا نہ محالات عقلیہ و عادیہ کی مانگی جائے اور نہ معاصی کی طلب و تمنا پیش کی جائے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ۔ دعا مانگنے کی یہ دعوت ہر حال میں اور بڑی چھوٹی ہر حاجت کے لئے دی جا رہی ہے۔

رَبَّکُمْ: کے لفظ نے یاد دلا دیا کہ جس سے تم مانگ رہے ہو وہ کوئی ظالم اور سخت گیر حاکم نہیں وہ تو تمہارا شفیق پروردگار ہے۔

تَضَرُّعاً: دعا تو خود ایک عبادت ہی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ حسبِ شانِ عبودیت

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پ ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۰۔ (۲) ترجمہ شیخ الہند۔ حاشیہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۲۱۰۔

(۳) تفسیر ماجدی۔ حصہ ا پ ۸ ع ۱۴ سورۃ الاعراف صفحہ ۳۲۰ علامہ عبدالماجد دریابادیؒ۔

لجاجت کے لہجے میں اور خشوع قلب کے ساتھ ہو بطور حکومت کے نہ ہو۔

وَخُفْیَۃً ۔ اور دعا چلا چلا کر بھی نہ مانگو۔ (نعوذ باللہ) جیسے تمہارا پرورد گار اونچا (کم) سنتا ہو۔

انجیل میں ہے: دعا مانگتے وقت غیر قوموں کے لوگوں کے مانند بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے زور سے اور بہت بولنے کے سبب ہماری سنی جائے گی۔ (متیٰ صفحہ ۶،۷)

حدیث میں خفیہ دعا مانگنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

دعا میں حد سے تجاوز کرنے کے معنیٰ حضرتؒ مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: اعتداء: کے معنیٰ ہیں حد سے تجاوز کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ حد سے آگے بڑھنا یہ خواہ دعا میں ہو یا کسی دوسرے عمل میں۔ سب کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ دعا میں حد سے تجاوز کی کئی صورتیں ہیں: (۱) ایک یہ کہ: دعا میں لفظی تکلفات قافیہ بندی وغیرہ اختیار کئے جائیں۔ جس سے خشوع خضوع میں فرق پڑ جائے (۲) دوسرے یہ کہ: دعا میں غیر ضروری قیود اور شرائط اپنی طرف سے لگائی جائیں۔ (۳) تیسری چیز یہ کہ: عام مسلمانوں کے لئے بد دعا کرے یا ایسی چیز مانگے جو عام لوگوں کے لئے مضر ہو۔ دعا میں بلا ضرورت آواز بلند کی جائے وغیرہ۔ (تفسیر مظہری۔ احکام القرآن)

پیران پیر سیدنا جیلانیؒ نے غُنیۃ الطالبین میں حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے کہ جو چیز قسمت میں نہیں اسکا طالب ہو یعنی اسکے حصول کے لئے کوشش یا دعا وغیرہ کرتا رہے۔ (فیوض یزدانی۔ سیدنا جیلانیؒ)

خلاصہ یہ ہے کہ: دعا کے دو آداب اس سے پہلی آیت میں بتلادئے گئے ہیں۔ ایک عاجزی اور تضرع کے ساتھ دعا کا ہونا۔ دوسرے خفیہ و آہستہ ہونا۔ یہ دونوں صفتیں انسان کے ظاہری جسد سے متعلق ہیں۔ کیونکہ تضرع سے مراد یہ ہے کہ اپنی ہیئت بوقت دعا عاجزانہ

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۳ پا ۱۴ سورۃ الاعارف صفحہ ۵۸۴۔

بنائی جائے۔ متکبرانہ یا بے نیازانہ نہ ہو۔ اور خفیہ ہونے کا تعلق بھی منہ اور زبان سے ہے۔

اس آیت میں دعا کے دو آداب باطنی بھی بتلادیئے گئے ہیں۔ جنکا تعلق انسان کے دل سے ہے وہ یہ کہ: دعا کرنے والے کے دل میں اسکا خوف بھی ہونا چاہئے کہ شاید میری دعا قبول نہ بھی ہو، اور امید بھی ہونی چاہئے کہ میری دعا قبول ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اپنی خطاؤں اور گناہوں سے بے فکر ہوجانا بھی ایمان کے خلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ سے مایوس ہوجانا بھی کفر ہے۔

قبولیتِ دعا کی جب ہی توقع کی جاسکتی ہے جبکہ ان دونوں حالتوں کے درمیان رہے۔ ماحصل یہ کہ رحمت خداوندی کی وسعت کو سامنے رکھ کر دل کو اس پر جماؤ کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔

ہر انسان کے سر میں دو زنجیریں ہوتی ہیں عاجزی انکساری پر شیخ المحدثین قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کی نقل کی ہوئی ایک حدیث نظر سے گزری جسکو یہاں نقل کئے دیتا ہوں۔

حضرتؒ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جملہ بنی آدم میں کوئی ایسا نہیں ہے جسکے سر میں دو زنجیریں (لگی ہوئی) نہ ہوں۔ ایک زنجیر تو ساتویں آسمان میں اور دوسری زمین میں کھینچی ہوئی ہے۔ پس اگر ابن آدم عاجزی اور تواضع اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آسمانی زنجیر کے ذریعہ سے اسکو ساتوں آسمان سے اوپر لیجاتے ہیں (یعنی بڑی بلندیوں سے نواز دیتے ہیں) اور اگر ابن آدم تکبر و غرور کرتا ہے تو زمین والی زنجیر کے واسطہ سے ساتویں زمین کے نیچے (تحت الثریٰ) میں پہونچا دیتے ہیں۔

فائدہ: عاجزی انکساری کرنیوالوں کا وہ مقام ارفع کہ اسے ساتوں آسمانوں میں عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ اور انکے خیر کے تذکرے ہوتے ہیں۔ اور فرد غرور اور تکبر کرنے والوں کے لئے یہ پستی ذلت و رسوائی کہ ساتوں زمینوں کے نیچے اسے دھکیل دیا جاتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَار!

(۱) ارشاد السلوک ترجمہ امداد السلوک۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔

قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا (پا۱۱ ع ۱۴ سورۂ یونس)

ترجمہ: حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ سو تم مستقیم رہو۔ (بیان القرآن)

تشریح: اے ہمارے رب انکے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے۔ اور انکے نفوس کی ہلاکت کا سامان کر دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی اور ہارون علیہ السلام اس پر آمین کہتے رہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ: تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی سو تم اپنی تبلیغی کام میں مستقیم (لگے) رہو۔ اگر ہلاکت میں دیر ہو جائے تو اس تاخیر ہونے میں حکمت سمجھو اور اپنے منصبی کام (دعوت و تبلیغ) میں لگے رہو۔

دعا کی قبولیت کا اثر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوا

مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی کیونکہ آمین کہنا بھی دعا میں شریک ہونا ہے، وجہ یہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دعا کر رہے تھے تو ہارون علیہ السلام اس پر آمین کہتے جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ۔ کسی کی دعا پر آمین کہنا بھی دعا ہی میں داخل ہے اور چونکہ دعا کا مسنون طریقہ قرآن کریم میں آہستہ آواز سے کرنے کا بتلایا گیا ہے تو اس سے آمین کو بھی آہستہ کہنے کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں[۲]: اسی آیت سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ امام یا کسی دعا مانگنے والے کی دعا پر آمین کہنا یہ بھی مثل دعا مانگنے والے کے ہی ہوا کرتی ہے، کیونکہ یہاں کلام ربانی میں واضح طور پر یہ بتلا دیا گیا کہ فرعون کی ہلاکت کے لئے جو دعا مانگی وہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مانگی اور اس دعا پر انکے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی مگر قرآن مجید نے آمین کہنے والے کو بھی دعا مانگنے والے ہی کا مقام دیکر یوں فرمایا:

قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔ یعنی تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی اس سے معلوم ہوا کہ دعاؤں پر آمین کہنا یہ بے کار یا عبث کام نہیں بلکہ دوسروں کی دعاؤں پر بھی ہمہ تن متوجہ ہو کر دل سے رو رو کر آمین کہتے رہنا چاہیے۔ امام یا دعائیں مانگنے والوں نے جو جو دعائیں اپنے یا دوسروں

(۱) تفسیر بیان القرآن۔ جلد ۱ پا۱۱ ع ۱۴ سورۂ یونس صفحہ ۔۴۴۴۔ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا۱۱ ع ۱۴۔

کے لئے مانگی ہیں۔ ان میں آمین کہنے کی بنا پر ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ یہ کلامِ ربانی کا فرمان ہے۔

قبولیتِ دعا کا اثر بقول علامہ بغویؒ چالیس سال کے بعد ظاہر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت دعا کا اثر دیر میں ظاہر ہو تو جاہلوں کی طرح جلد بازی نہ کرنا چاہیئے۔

دعا کی قبولیت کے متعلق رہنما اصول اس آیتِ کریمہ میں دعا مانگنے کے دو آداب بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا ادب یہ کہ اگر دو چار یا زیادہ آدمی مل کر ان میں سے کوئی ایک دعا کرے تو سننے والے کو اس پر آمین کہنا چاہیئے۔ آمین کہنے والا بھی دعا مانگنے والے کے مانند ہو جائے گا۔ اور مانگنے والے کے مانند اسے بھی عطا کیا جائے گا۔

دوسرا ادب یہ بتلایا گیا کہ: اجتماعی یا انفرادی دعائیں کی جائیں یا اکابرینِ امت سے کرائی جائیں۔ دعا کرنے کرانے کے بعد فوری طور پر اسکے نتائج یا ثمرات کے مرتب ہونے کے درپے نہ ہونا چاہیئے۔ ہمارا کام اصول و آداب اور شرائط کو مدِنظر رکھتے ہوئے دعائیں مانگنا ہے۔ وہ کام تو ہم کر گزرے۔ اب مطلوبہ چیزوں کا فوراً یا دیر میں عطا کرنا یا پھر مانگنے والوں کے ساتھ دوسرا سلوک وغیرہ کرنا یہ اس قادرِ مطلق کے دستِ قدرت میں ہے۔ حکمت و مصلحت اور ہماری حیثیت و بساط وغیرہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے وہ مانگنے والوں کے حق میں بہتر ہی فیصلہ فرمائے گا۔ ہمارا کام مانگتے رہنا اور پھر اس پر صبر کرنا ہے۔ دعا مانگنے کے بعد پھر اس پر صبر نہ کرنے والوں کو قرآن مجید میں نادان، کم سمجھ اور جاہل کہا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو اس سے بچاؤ۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے مگر پھر بھی انکی دعا کی قبولیت کے آثار چالیس سال کے بعد ظاہر ہوئے۔ تو پھر ہما شما کی کیا حیثیت؟

اس لئے دعا کے بعد بے صبری اور شکوہ گلا وغیرہ نہ کرنا چاہیئے خدائی فیصلوں پر بطیب خاطر راضی رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آدابِ دعا کے متعلق چند آیات کریمہ تحریر کرنے کے بعد اب آگے احادیث نبویہ میں

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۴ پا ۱۱ ع ۱۲ سورۃ یونس صفحہ ۵۹۱۔

سے شواہد کے طور پر اسکے متعلق اب آگے چند احادیث مبارکہ رقم کر رہا ہوں اسکے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ: دعا مانگنے والا ایک مسلمان جب دعا کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے تو اسکے ذہن میں یہ باتیں مستحضر رہیں کہ میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگتے وقت ظاہری باطنی کن کن اصول و آداب اور شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے مانگنے کی تعلیم و ترغیب فرمائی ہے۔ کیونکہ جو اعمال و عبادات مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر ہونگے۔ وہ عند اللہ مقبولیت نہ پاسکیں گے۔

کھڑے ہو کر دعا مانگنا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے

مدینہ طیبہ میں متصل جنت البقیع ہیں، بقیع کے شمال کی جانب مسجد الاجابہ ہے اسے مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اس مسجد الاجابہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو کر دعا فرمائی تھی۔

دعا مانگنے میں مشیت کا اظہار کرنا یہ خلاف ادب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا مانگو تو یوں مت کہا کرو کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور تو چاہے تو مجھ پر رحم فرمادے اور تو چاہے تو مجھے روزی دیدے۔ بلکہ بلا شرط و تردد پختگی کے ساتھ خوب اصرار کے ساتھ دعا مانگا کرو اور اپنی ہمت بلند رکھا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر زبردستی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ خود مختار ہے جو چاہتا ہے (بلا شرکت غیر) وہ اکیلا کرتا ہے کوئی بڑی سے بڑی چیز دینی بھی اللہ تعالیٰ کو کچھ بھاری نہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: یوں کہنا کہ آپ کا جی چاہے تو دیدیجئے یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ منظوری درخواست میں شک ہو یا اس سے استغناء اور بے اعتنائی ہو کہ مل جائے تو بہتر اور نہ ملے تو کچھ حرج نہیں۔

پس یہاں تو جب یہ بات یقینی ہے کہ جو کچھ بھی دیتا ہے وہ مشیت ہی سے دیتا ہے تو

---

(۱) راحت القلوب ترجمہ: جذب القلوب صفحہ ۱۴۰ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ (۲) ترجمان السنۃ۔ جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ محدث جلیل سید محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی۔ (۳) درر فرائد ترجمہ صفحہ ۳۸۶۔

پھر پوری پختگی کے ساتھ کیوں نہ مانگیں کہ اپنی احتیاج اور اسکی عظمت وقدرت کا اظہار ہو۔ ہاں اس پر بھی اگر وہ نہ دے تو طبیعت میں ضیق وتنگی نہ لائے کہ وہ شفیق اور مصلحت بیں علام الغیوب ہے۔ اس پر زبردستی نہیں۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کھیلنے والے غافل قلب کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (رواہ ترمذی وحاکم)

تشریحؒ: اس حدیثِ پاک میں دعا کا ایک بہت ضروری ادب سکھایا گیا ہے وہ یہ کہ جو شخص عادت اور کھیل کے درجہ میں دعا مانگتا ہو اور اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ میری زبان سے کیا کلمات نکل رہے ہیں، میں کیا مانگ رہا ہوں۔ اور کس غیور ہستی سے مانگ رہا ہوں؟ ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ اس لئے کہ استحضار اور حضورِ قلب یہ قبولیت دعا کے لئے اولین شرط اور پہلی سیڑھی ہے۔ لٰہذا دعا مانگتے وقت دل ودماغ زبان اور کلماتِ دعائیہ وغیرہ ان ساری چیزوں کے استحضار کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے۔

حضورِ قلب کی عارفانہ تشریح عارفِؒ رموز معرفت الشیخ ابوبکر الکاباذیؒ فرماتے ہیں: یعنی خالص حضور اور اچھے حال کے ساتھ دعا کرو۔ اس طرح اسکی آواز عالمِ ملکوت میں معروف ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ: ادائے اوامر اور اجتنابِ ممنوعات اور قبولِ احکام میں ذاتِ خداوندِ عالم سامنے رہے۔ پھر اس طرح دعا کرے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔ پھر اَمَّن يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ ۔ کون ہے جو مضطر کی دعا کو سنے اور اس سے برائی کو ہٹائے۔ یعنی پھر مضطر ہو کر گڑگڑا کر خدا کے حضور میں دعا مانگے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا مضطر سے مراد یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھائے تو خود اپنے آپ کو بھی فراموش کردے۔ اس طرح قبولیت دعا کا یقین ہو۔ اللہ تعالیٰ نے

(۱) انوار الدعا رسالہ الہادی "تھانہ بھون صفحہ ۵ ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ۔ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد۔ صفحہ ۳۸۵۔ (۳) مذہب مختار معانی الاخبار صفحہ ۴۱۲۔ امام ابوبکر محمد بن اسحٰق بخاری الکلاباذیؒ۔

ان شرائط کے ساتھ قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیںؒ: انسانی دعاؤں کی حیثیت ہتھیار کے مانند ہے۔ جب ہتھیار مضبوط اور تیز ہوں تو مصیبتوں سے بچاؤ رہتا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ دعا بذات خود بھلی ہو، اور دعا مانگنے والی زبان اور دل کلمات دعائیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر ان آداب و شرائط میں سے کسی کی بھی کمی ہوئی تو دعا قبول ہونے میں کچھ شک ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایتؒ ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دل تو (ایک طرح کا) برتن ہے اور بعض برتن (دوسرے) بعض سے زیادہ محافظ ہوتے ہیں، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال (دعا) کرو تو اس حالت میں کرو کہ تمہیں (قبولیت کا) یقین (کامل) ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کی دعا قبول نہیں فرماتے جو غافل قلب سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہو (رواہ احمد)

حضرتؒ ابن مسعودؓ نے ایک شخص سے فرمایا جب تو اپنے اللہ تعالیٰ سے کوئی خیر و خوبی کا سوال (دعا) کرے تو ایسی حالت میں نہ کر کہ تیرے ہاتھ میں پتھر ہو۔ (رواہ معجم کبیر)

فائدہ: یعنی دعا میں قال و حال کی موافقت کا لحاظ رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ بصورت حال تو سنگ دلی (بے اعتنائی) کا اظہار کرے اور زبان سے حصول خیر و نعمت کی درخواست ہو یہ زیبا نہیں۔

جامع دعا مانگنے کی طرف رہنمائی حضرتؒ سعدؓ نے اپنے لڑکے کو اس طرح دعا مانگتے ہوئے سنا وہ یوں کہہ رہا تھا الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور اسکی نعمتوں کا اور اسکی سرسبزی کا (اور اسکا اسکا وغیرہ) اور تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے اسکی بیڑیوں سے اسکے

---

(۱) الجواب الکافی لابن القیم صفحہ ۱۰ تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ صفحہ ۴۴ مولانا عبد القیوم صاحب نگرامی ندوی۔
(۲) انوار الدعا مدسالہ ۔ الہادی ۔ صفحہ ۵ تھانا بھون ماہ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ حضرت تھانویؒ۔ (۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۹۔ (۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۶۔

طوق سے (اور اس سے اُس سے وغیرہ) یہ سن کر حضرت سعدؓ نے فرمایا: اے میرے بیٹے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: بعد میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو زیادتی کریں گے دعا میں۔ لہٰذا تم بچو! ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ دیکھو اگر تمہیں جنت مل گئی تو جو کچھ بھی اس میں ہے وہ بھی سب مل گیا۔ (لہٰذا الگ الگ نعمتوں کا جدا جدا سوال کرنا یہ فضول اور زیادتی میں داخل ہے) اور اگر دوزخ سے پناہ مل گئی تو اس میں جو کچھ تکالیف وہ چیزیں ہیں ان سب سے بھی پناہ مل گئی (لہٰذا طوق و زنجیر وغیرہ کا سوال بھی ایک امرِ لایعنی اور زیادتی ہے) (رواہ۔ ابوداؤد)

فـــائدہ: اس حدیث پاک میں جامع دعا مانگنے کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ قرآن و حدیث میں جتنی دعائیں منصوص و ماثور ہیں وہ سب کی سب بڑی جامع ہیں۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے اسمیں سے مانگتے رہنا چاہیے۔

حضرتؓ سعدؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ: آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرلیا کریں (یعنی میرے لئے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا فرمادیں) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے سعد اپنی غذا (کھانا پینا) پاکیزہ اور حلال کرلیا کرو تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔

فـــائدہ: اس حدیث پاک میں دعا قبول ہونے کے لئے ایک اصول سکھایا گیا ہے کہ جس مسلمان کی پرورش پاکیزہ اور حلال کمائی اور حلال غذا سے ہوئی ہوگی اتنا ہی وہ مستجاب الدعوات بنتا چلا جائے گا۔

حضرتؑ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی (بند کمرہ۔ یا تنہائی) میں دروازہ بند کرکے اپنے خدا سے پوشیدگی میں دعا مانگ اس صورت میں تیری دعا قبول ہوگی۔

فـــائدہ: یعنی اگر کسی کو جلوت میں یکسوئی اور دل جمعی میسر نہ ہوتی ہو تو ایسے لوگوں

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ محجۃ الاسلام امام غزالیؒ۔ (۲) مخزن اخلاق صفحہ ۷۰ ۔ مولانا سبحانیؒ

کے لئے تنہائی پوشیدگی اور خلوت میں دعا مانگنا مناسب ہوگا۔

سیدنا امام غزالیؒ فرماتے ہیں: اگر تم مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو لقمۂ حلال کے سوا اپنے پیٹ میں کچھ نہ ڈالو (مخزن اخلاق صفحہ ۱۵۱)

خوشحالی میں دعائیں مانگتے رہنے والے کامیاب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جسکو یہ خوشی ہو کہ اسکی دعا اللہ تعالیٰ سختیوں (مصیبتوں) کے زمانے میں قبول فرمائیں، تو اس کو چاہیئے کہ خوشحالی کے زمانے میں دعا کرتا رہے، اور جب اسے مشکل در پیش آئے تو اسوقت بھی دعا کرتا رہے۔ تو اس وقت فرشتے اسکی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: اے بار الہا! یہ تو جانی پہچانی آواز ہے۔ جو ہمیشہ یہاں پہونچتی رہتی ہے۔ اور جب بندہ چین و آرام اور خوشی کے زمانے میں دعائیں نہیں کرتا اور مصیبت آنے پر دستِ دعا پھیلاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ: یا اللہ! اس آواز کو تو ہم نہیں پہچانتے، اس سے پہلے تو ایسی آواز ہم نے سنی نہیں۔ یوں کہہ کر اس دعا مانگنے والے کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں اور دعا قبول ہونے کے لئے سفارش نہیں کرتے۔

(صفوۃ الصفوۃ۔ ابن جوزیؒ)۔

فائدہ: مذکورہ حدیث میں دعا قبول ہونے کا بہت بڑا گر اور ادب بتلایا گیا ہے وہ یہ کہ: آرام، راحت، مال دولت اور صحت و تندرستی کے زمانے میں بھی برابر دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ جو شخص اس پر عمل پیرا ہوگا۔ اسکے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ انعام ہوگا کہ خدا نخواستہ کبھی کسی پریشانی، مصائب، مرض یا تنگ دستی وغیرہ میں مبتلا ہو گیا تو اس وقت جو دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیں گے۔

دولت کے گھمنڈ اور عہدے کرسی کے نشے کے وقت غفلت کے سبب اللہ تعالیٰ کو بھول جانے والوں کی سخت حاجت مندی کے وقت دعائیں قبول نہیں کی جاتیں اس حدیث پاک سے نصیحت و عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

(۱) تحفۂ خواتین۔ صفحہ ۲۸۹ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ۔

حضرتؓ ابوایوبؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تو پہلے اپنے نفس سے ابتداء فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت ابیّ ابن کعبؓ نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی اور کے لئے دعا کرنا مقصود ہوتا تو اس وقت بھی پہلے اپنے لئے دعا کرتے تھے، پھر دوسروں کے لئے (رواہ ابوداؤد۔ نسائی)

فـائدہ: یہاں پر دعا کرنے والوں کو ایک بہترین ادب سکھایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی وقت اپنے متعلقین یا دوسروں کے لئے دعا کرنا ہو تو خود بڑا بن کر پہلے ہی دوسروں کے لئے دعا کرنا نہ شروع کردے، بلکہ پیغمبرانہ عمل اور مسنون و محبوب طریقہ یہ ہے کہ ایسے وقت میں بھی پہلے اپنے آپ کو محتاج تصور کرتے ہوئے، پہلے اپنے لئے اپنی حوائج و ضروریات کے لئے دعا کی جائیں، پھر دوسروں کے لئے دعا کریں۔ یہ پیغمبرانہ مسنون طریقہ ہے۔

دعا کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانا

حضرتؓ جابر بن سمرةؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں صحابی سے یہ روایت منقول ہے کہ: ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو نماز میں نظریں آسمان کی طرف نہ اٹھاؤ خدشہ (ڈر) ہے کہ یہ نظریں اچک لی جائیں اور واپس نہ آئیں۔ یعنی نماز میں غفلت برتنے کی وجہ سے کہیں اندھے نہ کردیئے جاؤ۔ (رواہ مسلم)

فـائدہ: اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کسی نے محدثِ کبیر امام نوویؒ سے سوال کیا کہ: کیا یہ حدیث دعا کے وقت آسمان کی طرف جو انسان نظریں اٹھاتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلا کر اپنے رب سے دعا مانگتا ہے اس پر بھی صادق آتی ہے؟ یعنی کیا دعا مانگتے وقت بھی نظریں اوپر نہ اٹھائی جائیں؟

اسکے جواب میں علامہ نوویؒ نے فرمایا: بعض حضرات نے خارج نماز بھی دعا میں آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کو مکروہ کہا ہے۔ مگر اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ مکروہ نہیں، کیونکہ آسمان یہ دعا کا قبلہ ہے اس لئے دعا مانگتے وقت اگر نظریں آسمان کی طرف اٹھائی

(۱) حیاۃ الصحابہ۔ جلد ۲ حصہ ۹ صفحہ ۳۵۳ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ تبلیغی مرکز۔ دہلی۔

(۲) آپکے مسائل اور انکا حل۔ صفحہ ۳۰۲ شہید ملت حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ

جائیں تو اس میں کوئی قباحت وغیرہ نہیں بلکہ نظریں اوپر کو اٹھانا یہ مستحسن اور مطلوب ہے اور یہ صحیح ہے۔

دعاؤں کے قبول ہونے پر اس طرح شکر ادا کیا جائے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے اللہ سے دعا مانگے اور آثار و قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ دعا قبول ہو گئی۔ تو شکر کے طور پر ایسے وقت یہ کلمات پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ ۔ یعنی اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے اپنی نعمت پوری فرمائی۔ اور اگر کوئی شخص کوئی دعا مانگے اور قبول ہونے میں دیر معلوم ہو تو یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ہے۔ (رواہ احمد و حاکم)

فائدہ: کتنا بہترین ادب سکھایا گیا ہے۔ ایک مسلمان کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں شاکر و صابر رہے۔ اسمیں بے انتہا فوائد مضمر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی ساری حاجتیں اپنے رب سے مانگے حتیٰ کہ اپنی پاپوش کا تسمہ (جوتے۔ چپل کی رسی) بھی جب ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔ (رواہ ترمذی)

فائدہ: ممکن تھا کسی نادان کو شبہ ہوتا کہ بڑی ذات سے بڑی ہی چیز مانگنا چاہیے، چھوٹی سی چیز اس سے مانگنا یہ سوء ادب ہے۔ حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ اور دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ جس کو تم بڑی سے بڑی چیز سمجھتے ہو اس مالک ارض و سماء کے نزدیک وہ بھی ایک معمولی اور تسمۂ پاپوش کے مانند حقیر ہے۔

اس کے علاوہ سوال (دعا) میں بڑی اور چھوٹی کی تمیز کرنا گویا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شریک ٹھیرانا ہے کہ چھوٹی چیزوں کا معطی کوئی اور ہے یا استغناء اور بے نیازی ہے کہ معمولی چیزیں نہ بھی ملے تو چنداں حرج نہیں۔ حالانکہ بعض مرتبہ معمولی چیز کا نہ ملنا یہ بھی ہلاکت کا سبب

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰۔ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۰۔

بن جاتا ہے۔اس لئے بندگی اور یک درگیری یہ توحیدِ حنیف کا ثمرہ ہے۔یعنی اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا سوال بجز اپنے پالنہار کے کسی سے نہ کرے۔

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رؤیت باری تعالیٰ جیسا (عظیم) سوال بھی اسی اللہ تعالیٰ سے کیا کہ: رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ۔ اسکے بالمقابل ایک چھوٹا سا معمولی سوال کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی تو کھانے کے لئے روٹی کے ایک لقمہ کا سوال بھی اسی وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ سے کیا۔ ماشاء اللہ کیا خوب توحید و ادب کی ایک مثال ثبت کر دی۔ فرمایا: رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ۝ (پ۲۰ع ۶)

ماحصل یہ کہ منجملہ آدابِ دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر چیز چاہے وہ کتنی ہی بڑی یا کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو ان ساری چیزوں کے حصول کے لئے سوال صرف اس ایک اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جائے انہی سے سب چیزیں مانگا کریں اس قادرِ مطلق کے سامنے ایک طرف ہفت اقلیم (سات ملکوں کی حکومت و بادشاہت) کا دینا اور اسکے مقابل دوسری جانب سر کی ایک ٹوپی یا گونڈی (بٹن) کا دینا دونوں برابر ہے۔

الحمد للہ۔ آداب دعا کے متعلق یہاں تک تو قرآن مجید و احادیثِ نبویہ سے چند شواہد پیش کئے گئے۔اب آگے نائبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات تحریر کئے جاتے ہیں جس سے حقیقت کے سمجھنے میں زیادہ سہولت و آسانی ہوجائے گی۔

آداب دعا کے متعلق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ملفوظ

حضرتؒ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: اگر دعا قلب جمعیت کاملہ بر مطلوب کے ساتھ مانگی جائے اور قبولیت کے اوقات میں خشوع خضوع۔ انکساری تذلل۔ تضرع و طہارت، کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر، حمد و صلوٰۃ اور بعد از توبہ واستغفار صدق والحاح و تملق توسل باسماء و صفات الٰہی اور توجہ صادقہ بحضور اور تمام شرائط کے ساتھ کرے تو ایسی دعا اس تیر اندازی کے مانند ہے جسکا تیر کمان ٹھیک ہو، دل اور وقت بھی مناسب ہو، بازو میں پوری قوت ہو، نشانہ بھی سامنے ہو، اور

(۱) مدارج النبوۃ۔جلد ا صفحہ ۴۰۳ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ۔

وہ قابلِ تاثیر و صلاحیت ہو اور تیر کے نشانے تک پہونچنے میں درمیان میں کوئی رکاوٹ اور مانع بھی نہ ہو اور تیر اندازی کا علم بھی رکھتا ہو اسکے آداب و شرائط سے بھی واقف، ان جملہ اوصاف و کمالات کے ساتھ جب اگر کوئی تیر پھینکے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ شکار پانے میں کامیاب نہ ہو۔ مطلب یہ کہ اس انداز سے کی جانے والی دعائیں یقیناً قبول ہو جاتی ہیں۔

عارف باللہ قطب عالم حضرت شیخ ابن عطاءؒ نے فرمایا: جو شخص آدابِ سنت سے اپنے دل کو آراستہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ نور معرفت سے اس کے دل کو منور کر دے گا۔

یہ ہے مقام ادب کا! ہر چیز میں ادب کی رعایت رکھنے کا شریعت مطہرہ میں سبق ملتا ہے اس سے بڑھ کر آپکو اور کیا چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا ادب و احترام کرنے والوں کے دلوں کو معرفت کے انوارات سے منور کیا جاتا ہے۔ آداب بڑی قیمتی مایہ ہے۔ بے ادب محروم شد از فضل رب۔

حضرت یحیٰ معاذ رازیؒ کی صاحبزادی نے ایک مرتبہ اپنی والدہ سے کسی چیز کو طلب کیا (یعنی کوئی چیز مانگی) مگر وہ چیز اس وقت گھر میں موجود نہ تھی، اس وجہ سے فرمایا کہ: بیٹی اللہ تعالیٰ سے اپنی چیز کو مانگ لو وہ اسباب مہیا فرمادے گا۔ یہ سنکر خدارسیدہ اس بیٹی نے کہا کہ: اماجان نفس کی خواہش کی چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۰۲)

فائدہ: قربان جائیں ایسی ماں بیٹیوں پر اور خاندانی ایسا گھریلو پاکیزہ ماحول پر کہ والدہ نے یہ نہیں کہا کہ: بیٹی اپنے باپ یا بھائی بہن سے مانگ لو، بلکہ گھر میں ایسی پاکیزہ تعلیم دی جارہی ہے کہ بیٹیا دنیا والوں سے نہیں بلکہ براہِ راست خالقِ دنیا سے مانگو۔ اور بیٹی بھی کتنی باادب تھی کہ اس نے کہا کہ: اماجان دنیوی ضروریات کی چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، حالانکہ دنیا کی جائز چیزیں مانگنا بھی عبادت و ثواب کا کام ہے، مگر گھر کا پاکیزہ ماحول اور والدین کی دینی تعلیم و تربیت کا وہ اثر تھا کہ اپنی ذاتی دنیوی جائز ضروریات کی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے نہ مانگی۔

(۱) تذکرۃ الاولیاء۔ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ۔

دعا میں غفلت کرنا تو بدقسمتی ہے

حکیم الامتؒ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جب دعا کا طریقہ اور ادب جاننے پر بھی اسکے ساتھ غفلت کا برتاؤ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس میں نہ جانی ہوئی چیزوں سے بھی بڑھ کر غفلت ہے۔ کیونکہ جو چیزیں معلوم نہیں ان میں تو صرف ناواقفی کی وجہ سے غفلت ہے اسکا دور کرنا آسان ہے۔ اور جانی ہوئی چیز میں جب ایسا معاملہ کیا جائے تو وہ غفلت بڑھی ہوئی ہوگی۔ اور غفلت کرنا اگرچہ تمام عبادتوں میں برا ہے مگر دعا میں غفلت کرنا تو بہت ہی برا ہے۔ یہ اس لئے کہ دعا سے صرف مقصود یہی ہے کہ اپنے مولیٰ کے سامنے عاجزی کی جائے اور اپنی حاجت ظاہر کی جائے۔ مگر جب صرف (کلمات دعائیہ کے ذریعہ) زبانی دعا کی۔ نہ اس میں عاجزی کا خیال کیا اور نہ ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں بٹھایا تو یہ دعا کیا ہوئی۔ بلکہ یہ تو رٹا ہوا سبق سا پڑھ دیا۔

پیران پیرؒ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا گیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول نہیں کرتا جو گانے کے طرز پر ہو؟

سیدنا جیلانیؒ نے جواب ارشاد فرمایا: اس سے مراد وہ دعا ہے جسمیں تصنّع ہو (یعنی دعا مانگتے وقت آوازوں کے ساتھ دکھاوے کے لئے مصنوعی نکھرے کئے جائیں) اور قافیہ اور سجع کی بندش ہو (یہ اس لئے کہ اسمیں تکلف کو دخل ہوتا ہے) اور حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں اور میرے پرہیزگار امتی تکلفات سے بری ہیں۔

مطلب یہ کہ جس طرح شاعر اپنے اشعار کے اخیر میں قافیہ بندی کے لئے ایک قسم کے الفاظ لاتے ہیں اور اشعار کو ایک پیمانے کے مطابق ڈھالتے ہیں دعاؤں میں بھی اس قسم کا انداز اختیار کیا جائے تو یہ ناپسندیدہ ہے۔

کسی تجربہ کار اللہ والے کا ملفوظ ہے: اس چیز کے لئے دعا کرنا بے سود ہے (بے فائدہ ہے) جسکے حصول کے لئے تم خود دل سے ساعی نہیں اور اسکو پانے کے لئے ہر ممکن کوشش نہیں کرتے۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۲۱۲)

(۱) تسہیل المواعظ۔ جلد ا صفحہ ۵۲۸ مواعظ مجدد ملت حضرت تھانویؒ۔ (۲) فیوض یزدانی صفحہ ۹۳۰۔

فائدہ: یعنی کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے ظاہری باطنی دونوں قسم کی سعی کرنا چاہیئے وہ اس طور پر کہ اصول و آداب اور شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے دعائیں کی جائیں اور دعا کے بعد ہاتھوں کو سمیٹ کر بیٹھے نہ رہیں بلکہ اس کو پانے کے لئے اپنی امکانی تدابیر وکوشش بھی کرتے رہنا چاہیئے۔

آپ کوئی پارلامنٹ کے ممبر نہیں

حکیم الامت حضرتؒ تھانویؒ نے فرمایا: شرط عادی عطاء کی (عادت اللہ) یہ ہے کہ جلدی نہ مچائے (دعا کے بعد واویلا نہ کرے بلکہ) مانگے جائیں، اللہ تعالیٰ کا تعلق تو ساری عمر کا ہے۔ چاہے انکی طرف سے کچھ ظاہر نہ ہو تم اپنا انکسار و نیاز مت چھوڑو۔ تاخیر (اجابت) میں بھی مصلحتیں ہوتی ہیں۔

رہا یہ سوال کہ پھر وہ مصلحتیں کیا ہیں؟ تو آپ کوئی پارلامنٹ کے ممبر نہیں کہ آپکو وہ مصلحتیں بتلائی جائیں۔ کچھ دنوں دعا مانگ کر بیٹھ جانے سے زیادہ اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ کے غصہ ہونے کا، کیونکہ پہلے تو یہ سمجھتے تھے کہ ہماری کوتاہی ہے مگر اب اُس طرف کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے) کوتاہی کا خیال ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت بہت اندیشہ ناک ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر الزام ہے۔ جو عبودیت کے قطعاً خلاف ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ برابر دعا مانگتے رہا کرو، کیونکہ بندہ کے لئے مناسب یہی ہے کہ ہمیشہ عجز و انکساری ظاہر کرتا رہے۔

حضرتؒ ابن عطاءؒ فرماتے ہیں: دعا کے لئے کچھ ارکان ہیں: کچھ پر ہیں کچھ اسباب ہیں اور کچھ اوقات ہیں۔ اگر ارکان کے موافق ہوتی ہے تو دعا قوی (طاقت ور) ہوتی ہے۔ اور پروں کے موافق ہوتی ہے تو آسمان پر اڑ جاتی اور اوقات و اسباب کے موافق ہوتی ہے تو کامیاب (مقبول) ہو جاتی ہے۔

اب سمجھ لیجیئے کہ: دعا کے ارکان: حضورِ قلب، رقت، عاجزی خشوع اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی تعلق کا ہونا ہے۔ اور اسکے پر: صدق (اخلاص وللّٰہیت) ہے۔ اور اسکے: اوقات رات کا آخری حصہ ہے۔ اور اسکے اسباب: اول آخر حمد وثناء اور درود شریف پڑھنا ہے۔

(۱) کمالات اشرفیہ۔ صفحہ ۷۷۔ (۲) فضائل درود شریف صفحہ ۶۔

لہٰذا داعی کو چاہیے کہ دعا مانگتے وقت مذکورہ چیزوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے دعائیں مانگا کرے۔

ائمہ مساجد اور دعائے رسمی جگر تھام کے بیٹھو، اب میری باری آئی (از ایوب)

حضرت مفتیؒ صاحب فرماتے ہیں: ہمارے زمانے کے ائمہ مساجد کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرماویں۔ قرآن و سنت کی اس تلقین اور بزرگانِ سلف کی ہدایت کو یکسر چھوڑ بیٹھے۔ ہر نماز کے بعد دعا کی ایک مصنوعی سی کارروائی ہوتی ہے، بلند آواز سے کچھ کلمات (دعائیہ) پڑھے جاتے ہیں، جو آداب دعا کے خلاف ہونے کے علاوہ ان نمازیوں کی نماز میں بھی خلل انداز ہوتے ہیں جو مسبوق ہونے کی وجہ سے امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر رہے ہیں۔

غلبۂ رسوم نے اسکی برائی اور مفاسد کو انکی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ ہاں کسی خاص موقعہ پر خاص دعا پوری جماعت سے کرانا مقصود ہو ایسے موقع پر ایک آدمی کسی قدر آواز سے دعا کے الفاظ کہے (یعنی قدرے آواز سے مانگے) اور دوسرے آمین کہیں، تو اس کا مضائقہ نہیں، بشرطیکہ دوسروں کی نماز و عبادت میں خلل کا موجب نہ بنیں۔ اور ایسا کرنے کی عادت بھی نہ ڈالے کہ عوام یہ سمجھنے لگیں کہ دعا کرنے کا طریقہ یہی ہے، جیسا کہ آج کل عام طور سے ہو رہا ہے۔[1]

دعا میں عافیت نہ مانگنے کی وجہ سے جیل خانہ میں آداب دعا کے سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک حکایت سنائی[2] کہ ایک درویش (صالح آدمی) بلا قصور کسی جرم میں گرفتار ہو کر جیل خانے میں بند ہو گئے، انہوں نے دل میں خیال کیا کہ، یا اللہ! کونسی خطاء اور جرم و گناہ کی وجہ سے مجھے یہ سزا ملی؟ ان درویش صاحب کو اس سوچ اور پریشانی ہونے پر منجانب اللہ الہام ہوا کہ، یاد کرو تم نے ہم سے دعا کی تھی کہ یا اللہ بس دو روٹی اس وقت اور دو روٹی اسوقت (یعنی صبح و شام دو دو روٹی) کھانے کو مل جایا کرے۔ چنانچہ ہم نے

(۱) معارف القرآن۔ جلد ۳ پ ۸ ع ۱۴ سورۂ اعراف صفحہ ۵۶۸۔ (۲) حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ ملفوظات حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔ مرتب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحبؒ۔

اسکا سامان کردیا، ہاں یاد کرو تم نے یہ نہیں مانگا تھا کہ روٹی عزت و عافیت کے ساتھ مل جایا کرے، اگر تم عافیت طلب کرتے تو اسمیں سب کچھ آجاتا، بس یہ الہامی اصلاح و تنبیہ ہوتے ہی انھوں نے فوراً توبہ کرنا شروع کردیا، بس توبہ کرنا تھا کہ اسی وقت بادشاہ وقت کا خاص آدمی پروانہ لیکر آگیا کہ فلاں درویش کے متعلق یہ ثابت ہوگیا کہ وہ بے قصور گرفتار ہوگیا ہے۔ لھذا اسکو فوراً رہا کردیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت رہا کردیئے گئے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی دعائیں جامع کامل اور بالکل بے خطر ہیں۔ ورنہ ہماری دعاؤں میں اس قسم کی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔

ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

سحبان الھند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں: آجکل عام طور سے مسلمانوں کو یہ شکایت ہے کہ جب ہم کوئی دعا مانگتے ہیں تو اسکی قبولیت کے آثار ہمیں معلوم نہیں ہوتے اور جس چیز کو طلب کرتے ہیں وہ نہیں ملتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ مجھے پکارو۔ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔ یہ اس شبہ کا خلاصہ ہے جو آج کل اکثر لوگوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں ایک طبقہ بدقسمتی سے ایسا بھی پیدا ہوگیا ہے جو دعا کو محض لغو اور بے کار چیز سمجھتا ہے، اسکا خیال ہے کہ یہ ایک طفلِ تسلی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور دعا کا کوئی اثر قضاو قدر کے فیصلوں پر نہیں پڑسکتا۔ ہمیں اس وقت اس طبقہ سے نہ تو بحث کرنی ہے اور نہ ہی جوابات دینے ہیں۔ اس وقت یہ بتلانا ہے کہ آپ خدا سے دعا کرتے وقت ان امور و شرائط کی پابندی کریں جو دعا کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ کسی مسلمان کی دعا (جبکہ وہ جملہ آداب کی رعایت رکھتے ہوئے مانگے تو وہ) رد نہیں ہوتی، بلکہ ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ کبھی جو چیز طلب کرتا ہے وہی عنایت ہوتی ہے اور کبھی اس دعا کی برکت سے کوئی خاص بلا اور مصیبت نازل ہونے والی تھی وہ دور کردی جاتی ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کی مصالح (مصلحتیں) ظاہری آثار مرتب کرنے سے مانع ہو تو اس دعا کے بدلہ میں

(۱) ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی۔ صفحہ ۲۔ سحبان الھند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ۔

آخرت میں خاص اجر و ثواب محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ پس یہ امر ثابت ہے کہ مسلمان کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ قبول کرلی جاتی ہے۔ تو بعض لوگوں کا دعا کے بعد یہ کہنا کہ، ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں سوئے ظنی اور حد درجہ کی گستاخی ہے، کیونکہ عدم قبولیت کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو چیز طلب کرتا تھا وہ بھی نہ ملے، کوئی بلاؤ مصیبت نازل ہونے والی تھی وہ بھی رد نہ کی جائے۔ اور قیامت میں اجر بھی نہ ملے۔ اور جب ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کا حصول یقینی ہے تو پھر عدم قبولیت کا شکوہ نہ صرف لغو بلکہ مذہبی ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے۔

دعاؤں کے متعلق متعدد اصول و آداب فصل کو ختم کرتے ہوئے یہاں پر دعا مانگنے کے متعلق وہ اصول و آداب اور شرائط وغیرہ جو پچاسوں کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، انکو تلاش کر کے خصوصاً ایشیاء کے عظیم اسکالر مفسر قرآن تلمیذ شیخ الہندؒ حضرت مولانا احمد سعید دہلوی صاحبؒ، سابق صدر جمعیت العلماء ہند۔ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ۔ اور حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ۔ وغیرہ کی کتابوں سے خصوصی طور پر بہت سی چیزیں اخذ کر کے زیر قلم کیا جارہا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: احادیث معتبرہ میں دعا کے لئے حسب ذیل آداب کی تعلیم فرمائی گئی ہے جنکو ملحوظ رکھ کر دعا کرنا بلاشبہ کلید کامیابی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی وقت ان تمام یا بعض آداب کو جمع نہ بھی کر سکے تو یہ نہیں چاہیے کہ دعا ہی کو چھوڑ دے، بلکہ دعا ہر حال میں مفید ہی مفید ہے۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔ یہ آداب مختلف احادیث معتبرہ میں وارد ہوئے ہیں، پوری حدیث نقل کرنے کے بجائے خلاصۂ مضمون مع حوالۂ کتب تحریر کیا جاتا ہے :-

* آداب دعاء *

(۱) کھانے پینے، پہننے اور کمائی میں حرام سے بچنا (مسلم، ترمذی) یعنی دعا کرنے والے کا کھانا پینا اور لباس وغیرہ حرام مال سے نہ ہو۔ اسکے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ حلال کمائی کا ذریعہ اختیار کرلیا جائے۔ (۲) ریاکاری سے بچتے ہوئے اخلاص و یقین کے ساتھ دعا کرنا۔ یعنی دل سے یہ سمجھنا

کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہمارا مقصد پورا نہیں کرسکتا (الحاکم فی المستدرک) (۳) دعا سے پہلے کوئی نیک کام (صدقہ خیرات۔ خدمات، عبادات وغیرہ میں سے کچھ) کرنا اور بوقت دعا اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ: یا اللہ میں نے آپ کی رضاء کے لئے فلاں .... عمل کیا ہے۔ اسکی برکت سے میرا فلاں .... کام کردیجئے (مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد) (۴) پاک وصاف ہو کر باوضو دعا کرنا (سنن اربعہ، ابن حبان، مستدرک، صحاح ستہ) (۵) دعا کے وقت دو زانو (التحیات میں بیٹھنے کے مانند) قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا (صحاح ستہ۔ ابو عوانہ) (۶) دعا کے اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا (صحاح ستہ) (۷) دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں (کندھوں) کے برابر کئے ہوئے ہاتھوں کو سینہ کے سامنے پھیلا کر دعا مانگنا (ترمذی۔ ابوداؤد۔ مسند احمد۔ مستدرک) یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں کھلی کر دعا مانگنا، دونوں ہاتھ اس قدر اونچے کئے جائیں کہ کندھوں اور شانوں کے مقابل ہو جائے۔ جسوقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو سینہ کے قریب نہ کئے جائیں بلکہ سامنے کی سمت بڑھے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا یعنی ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ کچھ نہ ہو۔ (۸) دعا کے وقت تواضع۔ عاجزی۔ اور ادب کے ساتھ بیٹھنا (مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی) (۹) دعا میں خشوع خضوع، انتہائی ادب اور مسکنت کی رعایت رکھتے ہوئے اپنی محتاجی۔ بے بسی اور عاجزی کو ذکر کرنا (ترمذی) (۱۰) دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا (مسلم) دعا کے وقت آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ نگاہ و نظر نیچے رکھے کیونکہ ادب کا مقتضیٰ یہی ہے (سحبان الھند) (۱۱) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حُسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کا ذکر کرکے دعا مانگنا (ابن حبان۔ مستدرک) (۱۲) الفاظ دعا میں قافیہ بندی ملانے یا بتکلف قافیہ بندی اختیار کرنے سے بچنا (بخاری شریف) (۱۳) دعا اگر نظم میں ہو تو گانے کی صورت اور شاعرانہ (ترنمی) انداز سے بچنا (حصن حصین) (۱۴) دعا مانگتے وقت، انبیاء، اولیاء، صلحاء اور مقبولین بارگاہ سے توسل پکڑتے ہوئے انکے وسیلے سے دعا مانگنا (بخاری شریف۔ بزار۔ حاکم) (یعنی یوں کہنا کہ: یا اللہ ان بزرگوں کے طفیل سے میری دعا قبول فرما (۱۵) آہستہ اور پست آواز سے

دعا مانگنا (صحاح ستہ) (۱۶) ان جامع کلمات کے ساتھ دعا مانگنا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ یعنی قرآن و حدیث کی منصوص و مسنون دعائیں زیادہ مانگا کریں کیونکہ یہ دین و دنیا کی جملہ حاجات و ضروریات اور فلاح و کامیابی لئے ہوتی ہے (ابوداؤد۔ نسائی) (۱۷) دعا میں ترتیب کا لحاظ رکھنا۔ یعنی پہلے اپنے لئے دعا کرنا۔ پھر والدین، اہل و عیال اعزا و اقرباء، متعلقین، محسنین کے لئے۔ پھر دوسرے جملہ مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا (مسلم) (۱۸) اگر امام ہو تو صرف اکیلا اپنے لئے دعا نہ کرے بلکہ جملہ شرکائے جماعت کو بھی دعا میں شریک کرلیا کریں۔ یعنی دعا میں جمع کے صیغے استعمال کریں (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ) (۱۹) عزم و یقین، شوق و رغبت اور دل کی گہرائی کے ساتھ دعا مانگنا۔ اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کا بھی پختہ یقین رکھتے ہوئے جزم کر دعا مانگنا (صحاح ستہ۔ ابو عوانہ۔ مستدرک۔ حاکم) (۲۰) ضروری مطلوبہ چیزوں کو دعا میں تکرار کے ساتھ بار بار مانگتے رہنا اور کم از کم درجہ تکرار کا تین مرتبہ مانگنا ہے۔ زیادہ مرتبہ مانگنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد) (۲۱) دعا میں الحاح و اصرار کرے یعنی گریہ و زاری کے ساتھ گڑگڑا کر بار بار دعائیں مانگتے رہنا۔ (نسائی۔ حاکم) (۲۲) کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے (مسلم۔ ترمذی) (۲۳) جو چیز عادتاً محال ہو یا جو چیز طے ہو چکی ہو اسکی دعا نہ مانگی جائے۔ مثلاً۔ بوڑھا آدمی جوان ہونے کے لئے دعا کرے یا پستہ قد لمبا ہونے کے لئے یا عورت مرد بننے کے لئے وغیرہ اس قسم کی دعائیں نہ کی جائیں۔ (نسائی) (۲۴) کسی محال یا ناممکن چیزوں کی دعا نہ کرے (بخاری شریف) (۲۵) اپنی ہر قسم کی ساری چھوٹی بڑی حاجتوں کا مطالبہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جائے۔ مخلوق پر بھروسہ نہ کیا جائے (ترمذی۔ ابن حبان) (۲۶) دعا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ و محدود نہ کرے۔ یعنی اس طرح دعا نہ کرے کہ یا اللہ مجھ کو روزی دے اور فلاں کو نہ دے وغیرہ (۲۷) دعا سے پہلے توبہ استغفار کرے۔ اپنے جرم گناہ کا اقرار و اعتراف کرے مثلاً یوں کہے کہ: یا غَفُورُ الرَّحِیم میں بڑا نافرمان۔ پاپی ہوں بہت ہی بڑا گنہگار ہوں وغیرہ۔ (۲۸) دعا کی قبولیت میں جلدی نہ مچائے یعنی یوں نہ

کہنے لگے میں نے دعا مانگی تھی، مگر ابھی تک وہ قبول نہ ہوئی (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی، ابن حبّان) (۲۹) اکیلا دعا کرنے والا بھی اپنی دعا کے ختم ہونے پر خود آمین کہے اور امام کی دعا سننے والے بھی ہر ہر دعا پر آہستہ سے آمین کہتے رہیں (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد) (۳۰) اپنی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء۔ درود شریف اور آمین پر ختم کیا کریں (ابوداؤد ترمذی۔ نسائی) (۳۱) دعا سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لیا کریں (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ حاکم)

نوٹ: آدابِ دعا تو بہت ہیں مگر ان میں سے جتنے دست یاب ہو سکے آپکی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون طریقہ کے مطابق آداب کی رعایت رکھتے ہوئے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ یہ آداب دعا کی فصل ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر آداب کی رعایت کرتے ہوئے مسنون طریقہ کے مطابق ہم سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

* * * * * * * * * * * * * *

ملفوظ:-

حضرت اقدس شاہ عبد القادر رائپوریؒ نے فرمایا: منہیات، مباحات اور مستحبات وغیرہ سب مباحات بھی اگر رضاءِ الٰہی کی نیت کے ساتھ کئے جائیں تو مستحب کا اثر ہوگا۔ مستحب تو مستحب ہی ہے۔ ایک تو اجمالی نیت ہے ہر کام کی، اور ایک ہر کام کی تفصیلی نیت ہے، جس کو تصحیحِ نیت کی مشق ہو جائے تو یہ غنیمت ہے۔

اگر کوئی اس نیت سے ہل چلاتا ہے کہ اس پر اپنے بیوی بچوں کی پرورش واجب ہے تو اسکا یہ ہل چلانا جبکہ غفلت کے ساتھ نہ ہو تو یہ نوافل سے افضل ہے۔ کہ وہ تو مستحب ہیں، اور جو غفلت سے فرض نمازیں ادا کرتا ہے اسکے فرائض سے بھی ہل چلانے والے آدمی کا مباح کام افضل ہے۔

(از مجالسِ حضرتِ اقدس رائپوریؒ صفحہ ۹۳)

پندرھویں فصل

☆ اندازِ دعا ☆

اس سے پہلے۔ آدابِ دعا کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اسکے بعد اب اس فصل میں دعا کے متعلق، قرآنی تعلیمات و ہدایات اور پیغمبرانہ اسلوب دعا۔ اس پیرائے میں تحریر کئے جارہے ہیں کہ وہ طریقہ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حرکت میں آکر دعاؤں کی قبولیت کے پروانے صادر ہو جایا کرتے ہیں۔ اس فصل کا نام ہے:۔

اندازِ دعا

اس مضمون کو بھی شریعتِ مطہرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث اور اسلاف امت کے گراں قدر ملفوظات کی روشنی میں قلم بند کیا گیا ہے۔ اسکی چند سرخیاں اس طرح ہیں:

اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے مانگنے کا پیغمبرانہ انداز۔ خود اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کا طریقہ بتلادیا۔ اس انداز سے دعا مانگنے پر غیب سے آواز آئی۔ اس طرح دعا مانگنے سے شیطان تلملا اٹھا۔ ہاتف غیب نے آواز دی: اے امداد اللہ! خزانوں کی یہ کنجیاں لے لو۔ ندامت بھری ساعت پر غیب سے فرشتہ آگیا۔ اور دربارِ رسالتؐ میں اُمتی کی فریاد۔

وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت دعائیں مانگنے کا ایک نیا اور انوکھا ڈھنگ مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے پیغمبرانہ اور محبوبانہ ادائیں سکھانے کی کوشش کی گئی ہے،

اے جمیع مخلوقات کے پالنہار!

تیرے لاڈلوں نے جس طرح پیار بھرے انداز سے دعائیں مانگی ہیں۔ یا اللہ ان مقدس اداؤں کے ذریعہ ہمیں تیری بارگاہ میں دامن پھیلا کر دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

اب یہاں سے پندرھویں فصل شروع ہو رہی ہے۔ اسکا عنوان ہے:۔ اندازِ دعا۔ یہ عنوان ہی اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ۔ یہ مسئلہ نازک اور غور طلب ہے۔

یوں تو سبھی مسلمان اپنی اپنی سمجھ اور علم کے مطابق دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ مگر اس فصل میں دعائیں مانگنے کی ایسی نرالی اداؤں کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے اور مقبول بندوں نے ان ناز و پیار بھری اداؤں کے ذریعہ۔ خدا کی خدائی کو تڑپا دیا۔ رحمتیں حرکت میں آ گئیں اور ان اداؤں پر غیب سے آوازیں آنے لگیں۔

بارگاہِ ایزدی میں۔ ان الہامی اداؤں کی اگر ہم نقالی ہی کر لیا کریں تو بعید نہیں کہ اس پر ہم بھی نوازے جائیں۔ اس لئے انکو مستقل فصل کی شکل میں تحریر کر رہا ہوں۔

دعائیں مانگنے کی یہ نازک اور نرالی ادائیں پیغمبروں سے چلی آ رہی ہے۔ اس لئے انھیں اپنانے کی مشق کی جائے پھر انشاء اللہ تعالیٰ عادت بنتی چلی جائے گی۔

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ پ۱۶ ع۴ سورہ مریم

ترجمہ: جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی اور آپ سے مانگنے میں اے میرے پروردگار ناکام نہیں رہا ہوں۔ (بیان القرآن)

تشریح: تذکرہ ہے آپکے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے مقبول بندہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حال پر جب کہ انھوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا جس میں یہ عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار: میری ہڈیاں بوجہ پیری کے کمزور ہو گئیں۔ اور میرے سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی (یعنی تمام بال سفید ہو گئے) اور اس حال کا مقتضا یہ ہے کہ میں اس حالت میں اولاد کی درخواست نہ کروں۔ مگر چونکہ آپکی قدرت و رحمت بڑی کامل ہے اور میں اس قدرت و رحمت کے ظہور کا خوگر ہمیشہ سے رہا ہوں۔ چنانچہ اس کے قبل کبھی

(۱) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ پ۱۶ ع۴ سورۂ مریم صفحہ ۴۰۵ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔

آپ سے کوئی چیز مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں۔

آیتِ مذکورہ کے سلسلہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں : رات کی تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے دعا کی۔ جیسا کہ دعا کا اصول اور طریقہ ہے۔یعنی بظاہر موت کا وقت قریب ہے سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔

دوسری بات یوں فرمائی: یا اللہ! آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول فرمائیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر (عادی) بنائے رکھا۔اب اس آخری وقت ضعف اور پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا کو رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے؟ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ بھی نہیں لیکن یا اللہ تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما۔

علامہ دریا بادیؒ آیت مذکورہ کے سلسلہ میں یوں گویا ہیں: فقہاء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دعا میں اخفا کو افضلیت حاصل ہے پھر فرمایا:

گویا اسبابِ ظاہری کے لحاظ سے اب اولاد کا ہونا بہت مستبعد ہے اور میرا اس کے لئے دعا کرنا بھی بظاہر بے محل ہے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: دعا میں الحاح ولجاجت کی افضلیت اس آیت سے نکلتی ہے،اس کے علاوہ ضعیفُ العُمری اور بالوں کی سفیدی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو متوجہ کرنے میں معاون ہوتی ہے۔مرشدِ تھانویؒ نے یہاں سے دو نکتے اخذ کئے ہیں: اوّل یہ کہ اولاد صالح کی طلب رکھنا یہ زہد کے خلاف نہیں، دوسرا یہ کہ کسی ایسی چیز کا طلب کرنا جو اسباب بعیدہ ہی سے پیدا ہو سکے ادب دعا کے منافی نہیں۔ اسکے علاوہ عارفوں نے یہاں سے یہ نکتے پیدا کئے ہیں کہ اولاد کی طلب کے لئے دعا کرنا یہ مستحب ہے۔اور اولاد کے حق میں دعائے خیر کرنا یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

---

(۱) ترجمہ شیخ الہند۔ حاشیہ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب دیوبندیؒ پا ۱۶ ع ۴ سورۂ مریم صفحہ ۴۰۰۔

(۲) تفسیر ماجدی۔ جلد ۲ پا ۱۶ ع ۴ سورۂ مریم صفحہ۔ ۶۲۳ علامہ دریا بادیؒ۔

آیت بالا کے متعلق علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں: حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے پروردگار میری ظاہری باطنی تمام طاقتیں زائل ہو چکی ہیں اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے مگر پھر بھی میں تیرے دروازے سے کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹا جب بھی کریم آقاء سے جو کچھ بھی مانگا ہے تو آپ نے وہ سب عطا فرما دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے مانگنے کا پیغمبرانہ انداز اس فصل کا نام ہی۔ انداز دعا۔ رکھا گیا ہے۔ الحمد للہ مذکورہ آیت کریمہ میں بہت ہی بلیغ پیرائے میں اس کا درس دیا گیا ہے۔ اصل مقصد اولاد کے لئے دعا مانگنا ہے۔ مگر اس سے پہلے کس والہانہ انداز میں تمہیدی کلمات کہے جا رہے ہیں، ایک طرف تو پہلے اپنی طرف سے مسکنت، الجاجت، بے سروسامانی اور بے بسی کا بہت ہی عاجزانہ ہیئت میں اظہار فرما رہے ہیں۔ تو دوسری جانب انکی کریمی، انکی عطاؤ مہربانیوں کا اقرار، پھر ان سے ہمیشہ ملتے رہنے اور دعائیں قبول ہوتے رہنے کا بہت ہی پیار بھرے انداز میں اقرار و تذکرہ کرنے کے بعد پھر اخیر میں اپنا مقصد و مطالبہ (یعنی اولاد کی طلب) کا اظہار فرما رہے ہیں۔

خداوندِ قدوس سے کسی چیز کے لینے اور حاصل کرنے کا یہ ایک بہترین نرالا انداز ہے جسکے بعد ناممکنات جیسی چیزیں بھی مبدل بامکان ہو جایا کرتی ہیں۔

پیغمبرانہ انداز تکلم تو ذرا ملاحظہ فرمائیں (۱) اے میرے اللہ۔ بڑھاپے کی وجہ سے میرے سر کے بالوں میں سفیدی چمک رہی ہے موت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ (۲) اے میرے پروردگار۔ میری ظاہری باطنی تمام طاقتیں زائل ہو چکی۔ ہڈیاں سوکھنے لگیں۔ ضعف و پیرانہ سالی نے مجھے گھیر لیا (۳) اے میرے ربا۔ میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری بیوی بھی بانجھ ہے ظاہری سارے اسباب و سامان اولاد ملنے کے کچھ بھی باقی نہیں رہے (۴) اے کریم آقاء جب کبھی بھی میں نے آپ سے جو بھی دعائیں مانگیں ہیں تو آپ نے ہمیشہ اپنے فضل و رحمت سے میری سب دعائیں قبول فرمالیں ہیں۔ (۵) یا اللہ۔ آپ نے اپنی خاص مہربانیوں کا مجھے عادی بنائے

(۱) ترجمہ شیخ الہندؒ۔ حاشیہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ تفسیر ماجدی پا ۱۶ ع ۴ سورہ مریم۔

رکھا ہے میں کبھی بھی تیرے دروازے سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ (۶) یا ارحم الراحمین۔ اب آخری وقت میں کیسے یہ گمان کروں کہ میری دعا کو رد کر کے مہربانی سے مجھے محروم رکھیں گے؟

(۷) یا اللہ۔ تو اپنی لامحدود قدرت سے مجھے نیک پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا: دعا مانگتے وقت اپنے ضعف و بدحالی اور حاجت مندی کا ذکر کرنا قبولیت دعا کے لئے اقرب ہے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ: انسان کو چاہیے کہ دعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی حاجت مندی کا ذکر کر کے دعا مانگیں (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۷)

نوٹ: دعا مانگنے والوں کے لئے مذکورہ قرآنی آداب و انداز اور طریقے ذہن نشین کر لینا مفید اور کار آمد ثابت ہوں گے۔

آیت کریمہ کے بعد اب صحابہ کرامؓ۔ تابعین اور اسلاف امت نے دعائیں مانگنے کے دلربا دل سوز اور درد بھری ادائیں اور طرز تکلم کا ایک نیا باب ثبت فرمایا ہے۔ جنکو ملفوظات و واقعات کی روشنی میں تحریر کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجاتِ عالیہ میں ترقی عطا فرمائیں۔ انہوں نے دل کی گہرائی سے دعائیں مانگنے میں محبت بھری ایسی ادائیں اور طریقے اپنائے کہ اس نہج سے دعائیں مانگنے پر خدا تعالیٰ کی ناراضگی و غصہ رحمت و مغفرت سے بدل جایا کرتا ہے۔

اقرار جرم کے بعد اخلاص بھرے مختصر جملوں نے کام تمام کر دیا

قحط[1] سالی کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگ نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر جنگل کی طرف گئے۔ ان میں حضرت بلال بن سعدؓ بھی تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر عوام کی طرف متوجہ ہو کر سب حاضرین سے فرمایا: کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب خدا کے گنہگار بندے ہو؟ سب نے مل کر اقرار کیا کہ ہاں یقیناً ہم گنہگار ہیں!۔

اب حضرت بلالؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے آپکے ساتھ ہی سب نے ہاتھ اٹھا لئے

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پا۱۰ سورۃ توبہ صفحہ ۹۳ علامہ ابن کثیر۔

پھر حضرت نے عرض کیا کہ۔ یا بار الہا! ہم نے تیرے کلام پاک میں سنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ (گرفت) نہیں مگر ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں۔ پس تو ہمیں معاف فرما کر ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا اتنا کہنے پر عوام آہ و بکا میں غرق ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں بارش برسانے لگیں۔

بلائیں آسمان سے گناہ کیے بغیر نہیں اترتی روایت میں ہے۔ حضرت عمرؓ بارش کی دعا کے لئے حضرت عباسؓ کو ساتھ لیکر باہر گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے پہلے دعا مانگی، پھر حضرت عباسؓ نے اس انداز سے دعا مانگنا شروع فرمائی: الہٰی کوئی بلا آسمان سے گناہ کئے بغیر نہیں اترتی، اور نہ کبھی بغیر توبہ کے ٹلی ہے، اور لوگوں نے میری قرابت تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرکے مجھکو تیرے سامنے کردیا ہے اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں کے ساتھ تیری طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہماری پیشانی کے بال توبہ سے تیری طرف کھینچے ہوئے ہیں اور تو وہ نگہبان ہے کہ بھٹکے ہوؤں سے بے خبر نہیں رہتا اور نہ شکستہ حال کو تلف کے موقع میں چھوڑے یاالہٰی چھوٹے تضرع کرتے ہیں اور بڑے روتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ مجمع میں سے سب کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت نے فرمایا: یاالہٰی تو باطن اور سب سے زیادہ خفیہ امر (حالات) کو جانتا ہے الہٰی پس اپنی فریاد رسی کی بدولت ان سب کو پانی دیدے اس سے پہلے یہ سب لوگ مایوس و ناامید ہو کر تباہ و برباد ہوجائیں کہ تیری رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے یہ کلام پورا بھی نہیں فرمایا تھا کہ پہاڑوں جیسے بادلوں نے آگھیرا اور برسنے لگا۔

فائدہ: مذکورہ دونوں واقعات میں اقرار جرم، عفو در گزر کی درخواست، انکی قدرت کاملہ اور اپنی بے بسی کا استحضار اور انکے فضل و رحمت سے امیدیں وابستہ رکھ کر دعائیں کی گئیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر انکے حسب منشاء انہیں سیرابی نصیب فرمادی۔

---

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲، ۳۔

اس انداز سے دعا مانگنے پر غیب سے آواز آئی ایک[1] دیہاتی (گاؤں کے رہنے والے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا کہ: یا اللہ تو نے غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے مقبول و محبوب بندے ہیں اور میں تیرا غلام ہوں۔ تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر مجھ غلام کو (جہنم کی) آگ سے آزادی عطا فرما دے۔ بس اخلاص و لجاجت سے صرف اتنا ہی عرض کرنا تھا کہ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ تم نے صرف اپنے اکیلے کے لئے آگ سے آزادی کی دعا مانگی سارے مسلمانوں کے لئے کیوں نہ مانگی؟ جاؤ ہم نے تم کو آگ سے آزادی عطا کی:۔

ایک[2] مرتبہ حضرت حسن بصری تابعیؒ۔ اس طرح دعا فرما رہے تھے، خداوندا تو نے ہمیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مگر میں اس کا شکریہ ادا نہ کرسکا۔ خداوندا! آپ نے ہمیں مصائب میں مبتلا کیا مگر میں اس پر صبر نہ کرسکا۔ لیکن شکر نہ کرنے کے باوجود آپ نے نعمتوں کو واپس نہ لیا۔ اور صبر نہ کرنے کے باوجود آپ نے ہم سے مصائب کو دور فرما دیا۔ یا اللہ آپ سے سوائی لطف و کرم کے اور کیا امید کی جاسکتی ہے؟۔

خود اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کا طریقہ بتلا دیا اسی قسم کا ایک[3] ملفوظ حضرت ادہمؒ کا بھی ہے۔ عارف باللہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا، دیدار سے مشرف ہوتے ہی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ۔ اے ابراہیم یوں کہو (دعا مانگو) کہ۔ یا اللہ اپنی رضا سے راضی رکھ اپنی بلاؤں پر صبر عنایت فرما اور اپنی نعمت کا شکر میرے دل میں ڈال دے۔

رائپوری خانقاہ سے ملا ہوا تحفہ میرے مرشد اول۔ قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ، کی خانقاہ سے مجھے یہ ملفوظ ملا ہے۔ حضرت کے خدام میں سے ایک صاحب نے فرمایا۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: اس طریقہ سے دعا کرنے سے تمام تدبیریں

---

(۱) مواہب لدنیہ۔ ماہنامہ "الفرقان" کا حج نمبر ۸۲ ۱۳۶۸ھ مناظر اعظم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ (۲) تذکرۃ الاولیاء جلد ا صفحہ ۳۳ عارف ربانی شیخ فرید الدین عطارؒ (۳) نزہۃ المجالس۔ زاد الصابرین صفحہ ۱۵۲۔ مولانا ہاشم جوگواڑی

ختم ہوجاتی ہیں اور دعا ضرور قبول ہوجاتی ہے۔ وہ یہ ہے: یا اللہ آپ ہی اس کام ...... کو پورا کرینگے تو پورا ہوگا۔ ورنہ میں تو اس معاملہ میں عاجز و درماندہ ہوں۔ (محمد ایوب سورتی عفی عنہ)

یعنی اس قادرِ مطلق کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے اپنی بے بسی۔ درماندگی۔ محتاجی اور بے سہارگی وغیرہ کا اقرار کرتے ہوئے مشکلات و مصائب سے نجات حاصل کرنے یا دیگر مقاصد میں کامیابی کے لئے کلیہ طور پر اپنے آپ کو اسی کے سامنے ڈالتے ہوئے الحاح و لجاجت کے ساتھ اپنی حاجت طلبی کے وقت مذکورہ الفاظ بار بار ادا کرتے رہیں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ مقصد میں کامیابی ضرور نصیب ہوگی۔

تفویض ہی سے گرہ کھلتی ہے

مجددِ ملت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: حضرت بہت سے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ جن میں تمام تدبیریں ختم ہوجاتی ہیں۔ اور کام نہیں ہوتا۔ بس گرہ اس وقت کھلتی ہے جب بندہ یوں کہتا ہے: اے اللہ! آپ ہی اس کام کو پورا کرینگے تو پورا ہوگا۔ ورنہ میں تو اس سلسلہ میں عاجز و درماندہ ہوں۔

فائدہ: قطبِ عالم حضرت رائپوریؒ اور مجدد ملت حضرت تھانویؒ، دونوں اکابر کے ملفوظ کا مطالعہ فرما کر دیکھیں! دونوں میں کتنی یگانگت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ انداز دعا یہ الہامی اور پُر تاثیر ہے۔ اس انداز دعا کو اپنا کر الجھی ہوئی گتھلیوں کو سلجھاتے رہو۔

تم چلے جاؤ تمہارے سہارے میں گھر سے نہیں نکلی تھی

حضرت رابعہ بصریہؒ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئیں۔ سواری اور سامان کے لئے گدھا لے لیا۔ اتفاقاً جنگل نوردی کرتے ہوئے اثنائے راہ وہ گدھا مر گیا۔ ہم سفر احبابوں نے کہا، اے باصفا خاتون تمہارا مال و اسباب ہم اٹھالیں گے اور تم ہمارے ساتھ ہولینا۔ مگر حضرت رابعہؒ نے فرمایا: تم چلے جاؤ! میں تمہارے سہارے گھر سے نہیں نکلی تھی۔ چنانچہ قافلہ والے آپکو اکیلی چھوڑ کر چلے گئے۔ جب رابعہ تنہا رہ گئیں تو دوگانہ ادا کرکے سربسجود مناجات کرنے لگیں کہ

(۱) انفاس عیسیٰ۔ جلد ا صفحہ ۲۵۲ مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادیؒ۔ ملفوظات حضرت تھانویؒ۔

(۲) تذکرۃ الاولیاء۔ جلد ا صفحہ ۴۹ سیدنا الشیخ فریدالدین عطارؒ صاحبؒ۔

اے بادشاہ ۔ اے مالک الملک! کیا ایک غریب عاجز عورت کے ساتھ احکم الحاکمین ہوتے ہوئے ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں جو تو نے میرے ساتھ کیا۔ تم نے مجھے اپنے گھر کی طرف بلا کر اثنائے راہ میرا گدھا مار ڈالا، اور جنگل و بیابان میں مجھے اکیلی چھوڑ دیا؟! ابھی آپکی نیاز مندانہ مناجات ختم بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ گدھا زندہ ہو گیا، اور حضرت رابعہ اپنا مال و اسباب اس پر ڈال کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئیں ۔ راوی کہتے ہیں: کہ ایک مدت کے بعد اس گدھے کو میں نے مکہ کے بازار میں بکتے ہوئے دیکھا۔

یاد رہے رابعہ بصریہؒ کی ولایت و بزرگی اپنی جگہ مسلم۔ مگر یہاں پر اسکے نرالے انداز دعا پر کرامت وجود میں آئی اس لئے انکے نیاز مندانہ انداز تخاطب کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔

تم نے بہت اچھا کیا، میرے بندے کے درمیان مصالحت کرادی

بعض علماء فرماتے ہیں: ہم نے مجلس وعظ کے اخیر میں سب نے مل کر یوں دعا کی کہ: یا الہٰی۔ ہم سب لوگوں میں جسکا قلب زیادہ سیاہ (گناہوں کی وجہ سے) ہے اور جسکی آنکھیں زیادہ خشک (گناہوں پر نہ رونے کی وجہ سے) ہیں اور جسکی معصیت کا زمانہ زیادہ قریب ہے اسکی مغفرت فرمادے۔ راوی کہتے ہیں کہ: ہمارے قریب ایک مخنث گنہگار آدمی بیٹھا ہوا تھا یہ دعا سنکر وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا کہ: یا شیخ! یہ دعا پھر دوبارہ کرو، کیونکہ تم سب لوگوں میں میں ہی زیادہ سیاہ قلب، خشک آنکھ والا اور قریب المعصیت ہوں۔ میرے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالیں۔ وہ عالم فرماتے ہیں کہ: دعا سے فارغ ہو کر رات سو گیا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا کہ میں (واعظ) اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور منجانب اللہ یہ ارشاد ہوا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ تم نے میرے اور میرے بندے کے درمیان مصالحت کرادی۔ جاؤ میں نے تمہیں اور مجلس میں شریک سب لوگوں کی بخشش و مغفرت کردی۔

فائدہ: اس واقعہ میں چند باتیں قابل فہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق بہت ہی پیاری ہے۔ چاہے وہ کتنی ہی نافرمان و گنہگار کیوں نہ ہو۔ مخلوق کی حاجت روائی اور

(۱) قصص الاولیاء۔ نزہۃ البساتین۔ ترجمہ روضۃ الریاحین جلد ۵ صفحہ ۱۹ محدث تھانوی علامہ ظفر احمد صاحبؒ۔

انکے لئے بارگاہ ایزدی میں دعائیں مانگنے والوں کا دربار الٰہی میں بڑا اونچا مقام ہے۔ جسکا ثبوت قرآن و حدیث اور مذکورہ واقعہ سے ہمیں ملتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ: کبھی دعا کے الفاظ بہت سادے اور معمولی ہوتے ہیں مگر اخلاص و مسکنت اور محبت بھرے انداز میں ہونے کی وجہ سے وہ بہت جلد شرف قبولیت حاصل کر لیتے ہیں۔

تیسری چیز یہ کہ: مجمع میں گنہگار تو اور بھی ہونگے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ایک بندے نے ہمت کر کے اقرار جرم کرتے ہوئے صدق دل سے توبہ کی نیت کر کے دعاءِ مغفرت کی برملا درخواست کر دی۔ گنہگار کے اس اقرارِ جرم صدق دل سے توبہ و ندامت پر صرف اسی کی نہیں بلکہ انکے صدقے میں سارے حاضرین کی مغفرت فرما دی گئی۔ اس لئے اقرار جرم اور اس پر ندامت و شرمندگی کی ہمیں خو بنا لینی چاہیئے۔ اس سے عبد و معبود کے درمیان انس و محبت کی راہیں کھلتی رہیں گی۔

سعدون مجنونؒ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا

حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے:

حضرت شیخ عطاء سلمیؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی جنکی وجہ سے اہل بستی سب دعا کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ چلتے ہوئے اثنائے راہ قبرستان میں دیکھا کہ سعدون مجنون وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے عام مجمع کے ساتھ دیکھا تو پوچھا کہ۔ کیا قیامت کا دن آ گیا یا قبروں سے لوگ نکل پڑے ہیں؟ یہ جم غفیر کہاں سے آ گیا؟ حضرت عطاء سلمیؒ نے فرمایا کہ: حضرت قیامت برپا نہیں ہوئی بلکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پریشان ہیں۔ تو بارش کی دعا کے لئے باہر نکلے ہیں۔ یہ سنکر سعدون نے کہا کہ۔ اے عطاء کون سے دلوں سے دعا مانگتے ہو زمینی یا آسمانی؟ انہوں نے فرمایا کہ: آسمانی سے۔ سعدون نے فرمایا ہرگز نہیں! اے عطا کھوٹے سکے والوں سے کہہ دو کہ کھوٹے دام نہ چلائیں۔ کہ پرکھنے والا بڑا بینا ہے پھر سعدون مجنون نے اپنی آنکھ سے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ: الٰہی سیدی و مولائی! اپنے شہروں کو اپنے بندوں کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک مت فرما۔ بلکہ بطفیل اپنے اسماء مکنون اور

---

(۱) مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۱۰ حضرت امام غزالیؒ۔

اپنی نعمائے مخزون کے ہم کو کثرت سے ایسا شیریں پانی عنایت فرما جس سے تو بندوں کو زندہ کرے۔ اور شہروں کو سیراب فرمادے۔ یا اللہ! آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ حضرت سلمیٰؒ کہتے ہیں کہ سعدون نے صرف اتنا ہی کہا اور دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی۔ بجلی چمکی اور موسلادھار پانی برسنا شروع ہو گیا۔

فائدہ : اس واقعہ میں سعدون کی مسلمہ بزرگی اور عند اللہ مقبولیت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے اقرار کے بعد جامع مگر مختصر اسماء حسنیٰ وغیرہ کا واسطہ دیکر اس انداز سے ہاتھ پھیلا کر اس نے دعا مانگی کہ بارگاہِ صمدیت میں مقبولیت حاصل ہو گئی۔

جو گناہ بھی مجھ سے ہوتے ہیں اسکے دو رُخ ہوتے ہیں

حضرت معاذ راضیؒ کی مناجات بہت ہی دل لبھانے والی اور بڑے محبت بھرے نرالے انداز میں مناجات فرما رہے ہیں۔ اس طرح مانگی جانے والی دعائیں بہت جلد قبول ہو جایا کرتی ہیں۔

حضرت شیخ یحییٰ معاذ راضیؒ مناجات میں اس طرح اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے کہ: الٰہی تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اسکے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون جیسے باغی شخص کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس سے نرمی کے ساتھ کلام کرنا۔ خداوندا یہ تیرا لطف و کرم ہے جو تو نے فرعون جیسے خدائی کا دعوی کرنے والے کے ساتھ کیا۔ اے بار الٰہا! اس شخص کے ساتھ تیرا لطف کرم کیسا ہوگا جو ہر وقت تیری بندگی دل و جان سے کرتا ہے اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کے بجائے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتا ہے۔ خداوندا میں گناہوں کی وجہ سے تجھ سے دعا کرنے سے کیسے باز رہ سکتا ہوں جبکہ تو گناہ کے سبب عطا کرنے سے باز نہیں رہتا خداوندا جو گناہ بھی مجھ سے سرزد ہوتا ہے اسکے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک تیرے لطف و کرم کی طرف اور دوسرا میری اپنی کمزوری کی طرف۔ پس اپنے رخ کی وجہ سے میرے گناہوں کو بخش دے۔ خداوندا میں تجھ سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ تیرا بندہ ہوں اور تیرے لطف و کرم کی امید اس وجہ سے لئے بیٹھا ہوں کہ تو خداوند کریم ہے۔

(۱) تذکرۃ الاولیاء۔ جلد ۱ صفحہ ۱۱، حضرت شیخ فریدالدین عطار صاحبؒ۔

حکیم الامت حضرتؒ تھانویؒ نے فرمایا: اس طرح دعا کرنے سے شیطان بل بلا اٹھا

عارف باللہ حضرت شیخ محمد بن واسعؒ ہر روز نماز فجر کے بعد اس طرح دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ! آپ نے ہم پر ایک ایسا دشمن مسلط فرمایا ہے۔ جو ہمارے عیوب سے واقف ہے۔ ہماری شرمناک باتوں سے آگاہ ہے اور وہ مع اپنے قبیلے کے ہم کو ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے ہم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ پس اے اللہ! اس کو ہم سے ناامید کردے جیسا کہ اپنی عفو (مغفرت) سے اسکی آس (امید) توڑدی ہے اور ہمارے اور انکے درمیان میں دوری کردے جس طرح تو نے اسکے اور اپنی مغفرت کے درمیان دوری کردی ہے۔ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

بس اس طرح دعا مانگنے پر شیطان آدمی کی صورت بن کر آیا اور کہا کہ: اے محمد واسع! یہ دعا تم کسی دوسرے کو نہ سکھانا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی تم سے برائی کے ساتھ تعرض کرنے (ورغلانے) نہیں آؤں گا۔

اسکے جواب میں حضرت شیخ محمد واسعؒ نے فرمایا: کہ نہیں نہیں! بلکہ میں تو کسی کو بھی یہ دعا بتلانے اور تلقین کرنے (سکھانے) سے باز نہ رہوں گا۔ تیرا جو جی چاہے کرلے۔

فـــائدہ: دیکھا! اولیاء کرام کا انداز دعا کیسی تمہید باندھ کر شیطانی حربے کو پیش کرکے اس سے امن و امان اور حفاظت کے لئے دعائیں کی جارہی ہیں۔ مقبولانِ بارگاہ کی زبانی نکلے ہوئے کلمات بڑے پُر مغز اور جامع ہوا کرتے ہیں۔ ہمیں ان اداؤں کو اپنانے کی سعی کرنی چاہیے۔ اسی قبیل کا دوسرا واقعہ یہاں پر نقل کیا جارہا ہے:۔

عارف ربانی حضرتؒ شیخ منصور عمار بصریؒ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ آدھی رات کے بعد میں گھر سے نکل کر جارہا تھا۔ کہ اثنائے راہ ایک مکان سے میں نے اس طرح آواز سنی۔ صاحب خانہ یوں مناجات کررہا تھا: خداوندا! یہ گناہ جو مجھ سے سرزد ہوا ہے یہ تیری نافرمانی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ ابلیس کی مدد اور نفس کی رہزنی کی وجہ سے ہوا ہے۔ لھٰذا آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو آپ کے علاوہ اور کون ہے جس سے میں مدد طلب کروں! اور آپ میری

---

(۱) رسالہ ماہنامہ "النور" تھانہ بھون ماہ ذی قعدہ صفحہ ۲۰، ۱۳۲۵ھ احوال الصادقین حضرت تھانویؒ (۲) تذکرۃ الاولیاء، جلد ا صفحہ ۱۹۱

مغفرت نہ فرمائیں گے تو آپ کے علاوہ کون ہے جس سے میں اپنی مغفرت طلب کروں۔ الٰہی! آپ ہی میری مغفرت فرمادیں۔

وقت کے خلیفہ کے سامنے جسارت اور دعا میں نزاکت اختیار کرنا یہ اولیاء کرام کا طرۂ امتیاز تھا۔ کس جرأت آمیز الفاظ میں دعا مانگی جارہی ہے اسے بھی دیکھ لو :۔

منقول ہے کہ وقت[1] کے مشہور بزرگ الشیخ ابو حازمؒ کی مجلس میں وقت کے خلیفہ اور بادشاہ سلیمان بن عبد الملکؒ تشریف لائے۔ اختتام مجلس پر خلیفہ نے دعا کے لئے درخواست کی تو شیخ ابو حازمؒ نے انکے لئے اس طرح دعا فرمائی۔ اے پروردگار! اگر سلیمان بن عبد الملک تیرا دوست ہے تو تُو اسکو بھلائی کی توفیق عطا فرما۔ اور اگر یہ تیرا دشمن ہے تو تُو اسکی پیشانی (کے بال) پکڑ کر بھلائی کی طرف لے آ (دعا ختم ہوئی)

جرأت کو تو دیکھو دعا میں دشمن خدا کے الفاظ بادشاہ کے سامنے استعمال فرمائے ہیں۔

اللہ کا ایک نیک[2] بندہ اس طرح دعا مانگ رہا تھا: خداوندا! ہمارے شر (برائی) کی وجہ سے ہمیں اپنی خیر سے محروم نہ فرما اور ہمیں اپنے فضل عظیم سے حصہ عطا کر کے اپنی طرف مشغول فرما اور بجاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس دعا کو قبول فرما۔ آمین

آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی عارف[3] ربانی حضرت ذو النون مصریؒ فرماتے ہیں کہ: میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ سب لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ کی در و دیوار کی طرف لگ رہی تھی، اور اسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھر رہے تھے اسی حالت میں ایک بزرگ کو بیت اللہ کے سامنے اس طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا۔ اے میرے پروردگار! میں تیرا مسکین بندہ اور آپ کے در سے بھاگا ہوا اور دھتکارا ہوا ہوں۔ اے اللہ میں ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محبت و قرب کا زیادہ ذریعہ بنے اور ایسی عبادت (کی توفیق) مانگتا ہوں جو آپ کو زیادہ پسندیدہ ہو۔ اے اللہ! میں آپ سے آپکے برگزیدہ بندوں اور انبیاء علیہم السلام

(۱) تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ۔ جلد ا صفحہ ۸ مولانا محمد یونس نگرامی ندوی صاحب۔ (۲) نزہۃ البساتین جلد ا صفحہ ۸۲ مترجم حضرت مولانا جعفر علی صاحبؒ۔ (۳) نزہۃ البساتین جلد ا صفحہ ۳، امام ابی محمد اسعد یمنیؒ۔

کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں کہ آپ اپنی معرفت کے لئے جہل کے پردے اٹھا دیجئے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے آپ تک اڑ کر عرفان کے باغوں میں آپ سے مناجات کروں۔

اتنی دعا کرنے کے بعد وہ بزرگ اتنے روئے کہ آنسوؤں سے دیوارِ کعبہ کی کنکریاں تر ہو گئیں، پھر وہ تبسم کرتے ہوئے چلے گئے۔ عبد اور معبود کے درمیان ایسے بھی محبت بھرے رشتے ہوتے ہیں۔[1]

ہاتف غیب نے آواز دی۔ اے امداد اللہ! خزانوں کی یہ کنجیاں لے لو

ہمارے دادا پیر شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جب غدر (جنگ آزادی) کے زمانے میں ہندوستان سے عرب مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے۔ تو اسوقت وہاں پر آپ کا کوئی شناسا (جان پہچان والا) نہ تھا اور اپنے پاس پیسے اور کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہونے کی وجہ سے فاقہ کشی ہونے لگی، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے فرض نمازیں بھی کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ فاقہ کرتے کرتے جب چالیس دن گزر گئے اور نوبت بانیجار سید۔ تب ایک رات حرم پاک میں سجدے میں رو رو کر دربار الٰہی میں عرض کیا کہ: یا اللہ! یہ امداد اللہ آپکو چھوڑ کر کسی دوسرے کے در پر سوال نہیں کر سکتا۔ پس اس طرح مقام وحدت کا اظہار فرماتے ہوئے رو رو کر دعاؤں سے فارغ ہو کر سو گئے۔ بس اسی وقت آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہاتف غیب آواز دے رہا ہے کہ: اے امداد اللہ! خزانوں کی یہ کنجیاں لے لو حاضر ہیں۔ یہ سنکر حضرت حاجی صاحب نے عرض کیا کہ: یا اللہ میں خزانہ نہیں چاہتا، بس میں تو اتنا چاہتا ہوں کہ صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج بنا رہوں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پڑے۔ بس اتنا دیکھ کر خواب سے بیدار ہو گئے اس واقعہ کے بعد پھر بفضلہ تعالیٰ زندگی بھر کبھی فاقہ کی تکلیف نہیں ہوئی اور فتوحات غیبیہ کھل گئیں اور کچھ دن کے بعد تو لوگ ٹولیوں اور جماعتوں کی شکل میں آکر خدمت میں حاضر ہونے لگے اور پھر فیوض و برکات کے ایسے چشمے بہنے لگے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو اہل عرب شیخ العرب والعجم کے مقدس لقب سے یاد کرنے لگ گئے۔

---

(۱) معرفت الٰہیہ۔ حصہ ا صفحہ ۱۳۲ ملفوظات عارف باللہ شاہ عبد الغنی پھولپوری۔ خلیفہ حضرت تھانوی۔

یہ حاجی صاحب کون ہیں؟ پوری دنیا میں یہ مسلک اہل دیوبند کے۔ جدِ امجد، روحانی پیشوا، جنگ آزادی کے رہنما اور سالار علما، حق ہے۔ انکے دل و دماغ کے تصورات، خیالات اعتقاد و عقائد کی ترجمانی انکی زبان مقدس سے نکلے ہوئے دعائیہ کلمات کر رہے ہیں ذرا غور فرمائیں۔ دعا میں کیا عرض کر رہے ہیں۔

" یا اللہ! یہ امداد اللہ۔ آپکی چوکھٹ کو چھوڑ کر کسی دوسرے (غیر اللہ۔ دنیا دار لوگوں) کے در کا سوالی نہیں بن سکتا"۔

حضرت حاجی صاحبؒ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حنیف پر چلتے ہوئے اسی خالص وحدانیت اور توحید پرستی پر خود بھی عامل رہے اور اپنے مریدین و مسترشدین کو بھی اسی دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر موحدانہ راہ پر گامزن ہونے کی ہدایت و تعلیم دیتے رہے۔

اس مرد حق آگاہ اور اسکے متعلقین کی حقانیت اور صحیح وارثین انبیاء علیہم السلام ہونے کی دلیل آج پندرھویں صدی میں یہ ہے کہ پوری دنیا میں دشمنانِ اسلام، ہنود و یہود اور نصاریٰ ملتِ اسلامیہ کے متعدد گروہ میں سے اگر کسی جماعت حقہ سے یہ خائف اور لرزاں ہیں تو وہ صرف علماء دیوبند ہی ہیں۔

انہیں کو دنیا کی ساری باطل طاقتیں مل کر۔ فنڈا مینٹلسٹ، قدامت پرست اور ٹیرارسٹ وغیرہ جیسے غیر مہذب ناموں سے زبان و قلم، ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ ذریعۂ ابلاغ کے تحت عموماً ساری انسانیت کو اور خصوصاً سادہ لوح مسلمانوں کو ان سے بدظن و بدنام کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں۔

مگر یاد رہے! یہی علماء ربانی اور پیغمبرانِ اسلام کے صحیح جانشین دنیا کے چپے چپے میں ظاہری طاقتوں سے بے خوف و خطر، اس احکم الحاکمین پر نظر جمائے ہوئے انکے فضل و کرم سے اپنے فرائض منصبی انشاء اللہ۔ ثم انشاء اللہ۔ ادا کرتے رہینگے۔ و اللّٰہ المستعان و باللہ التوفیق۔

یا الٰہی اس مقدس ہاتھ والے کی برکت سے اس بندۂ مسکین کو بھی عطا فرما

عارف ربانی حضرت شیخ شفیق ابن ابراہیمؒ نامی ایک بزرگ حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کی خدمت میں مکۂ معظمہ میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی جگہ) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہاں حاضر ہوئے۔ اسی جگہ شفیق ابن ابراہیمؒ نے ابن ادہم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اسے بوسہ دیا اور اپنے ہاتھوں میں ادہمؒ کا ہاتھ رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے یوں کہنے لگے کہ: خداوندا! جو لوگ اپنی شہوتوں کو اچھی طرح روکتے ہیں تو تو انکی آرزو پوری فرماتا ہے۔ یا اللہ! دلوں میں یقین تو ہی ڈالتا ہے اور دلوں کو ان سے مطمئن آپ ہی رکھتے ہیں۔ اپنے اس بندۂ شفیق پر بھی نظر توجہ ہو جائے۔

پھر حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگے کہ یا الٰہی اس مقدس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے (ابن ادہمؒ) کی برکت سے اور ان انعامات کی برکت سے جو آپ نے ان پر فرمائی ہیں۔ اپنے اس بندۂ مسکین کو بھی عطا فرما۔ یہ تیرے ہی فضل و احسان اور رحمت کا محتاج ہے۔ اگرچہ میں اس کا سزاوار (لائق) نہیں ہوں۔ یہ دعا فرما کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

سیاہ فام شعوانہ باندی کی عاجزانہ انداز مناجات

محترمہ شعوانہ "ایلہ" کی رہنے والی سیاہ فام لونڈی۔ فرماتی ہیں کہ: یا اللہ! اگر میرے گناہوں نے مجھے ڈرایا ہے تو جو محبت مجھ کو تجھ سے ہے اس نے اطمینان بھی دلایا ہے۔ پس میرے معاملہ میں اسی طرح کا سلوک فرما جو آپ کی شایانِ شان ہو اور اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرما۔ یا الٰہ العٰلمین۔ اگر آپ کو میری رسوائی منظور ہوتی تو آپ مجھے ہدایت اور عمل صالح کی توفیق عطا نہ فرماتے۔ اور اگر میری فضیحت اور ذلت مقصود ہوتی تو آپ میری پردہ پوشی نہ فرماتے۔ پس جس فضل و کرم اور احسان سے آپ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے۔ اسی سے مجھے بہرور فرما۔ (یعنی عملِ صالح کرتے رہنے کی توفیق میں استقامت تادم حیات عطا فرمائے رکھنا) اور جس مہربانی اور

(۱) قصص الاولیاء، ترجمہ نزہۃ البساتین جلد ۸ صفحہ ۶۹۔ (۲) قصص الاولیاء، ترجمہ نزہۃ البساتین جلد ۹ صفحہ ۱۲۳۔

سبب سے میری پردہ پوشی فرمار کھی ہے ہمیشہ اسی طرح عفو و کرم کا معاملہ فرماتے رہنا۔

یاالہٰی مجھے گمان نہیں کہ۔ جس مطلب اور ارادہ سے میں نے اپنی زندگی کو بسر کی اس کو آپ نامنظور فرما کر مجھ کو ہٹا دے گا۔ یا ارحم الرّاحمین! اگر مجھ سے گناہ سرزد نہ ہوتے تو میں آپکے عذاب سے کیوں ڈرتی۔ اور اگر آپکے فضل و کرم کو نہ پہچانتی تو آپکی جانب سے ثواب و نجات کی توقع کیوں کرتی؟

آفتاب و مہتاب جیسا چمکتا ہوا روشن دل والی سیاہ فام لونڈی

آفتاب و مہتاب جیسا چمکتا ہوا روشن دل پہلو میں رکھنے والی سیاہ فام لونڈی نے تو کمال ہی کر دیا۔ والہانہ پیار بھرے انداز میں اپنی عاجزی و مسکینی اور خدائی عفو و کرم یعنی۔ امید و بیم۔ لئے ہوئے ایسی نرالی اداؤں سے دعائیں مانگنے کا ڈھنگ سکھایا ہے جسے دیکھ کر کہ۔ بڑے بڑے عقل مند حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔

انکے مذکورہ بالا محبت بھرے الفاظ کو میں پھر دہرانا نہیں چاہتا بلکہ یہ گزارش کرونگا کہ اس درد بھری دعا والے ملفوظ کا بار بار مطالعہ فرماتے رہیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ ہر مرتبہ آپ کو اس کی رحیمی و کریمی کی ایک نئی شان نظر آئے گی۔ گو ہم لاکھ گنہگار سہی؛ مگر ان مقبولانِ بارگاہ کے الہامی الفاظ و ادا کو اختیار کر کے تو دیکھو۔ اس نقالی پر بھی آپکو محسوس ہو گا کہ ہم اس خالق و مالک کے کس قدر قریب ہوتے ہوئے چلے جارہے ہیں۔

ان اداؤں کو سکھانے اور اپنانے کے لئے اس فصل کا نام ہی۔ انداز دعا۔ رکھ کر اس کے مطابق مواد جمع کر کے زیر قلم کیا جارہا ہے تاکہ شائقین اس سے مستفیض ہو سکیں۔

ایک گاؤں کا رہنے والا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں: ایک بدّو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا۔ یا اللہ! یہ آپکے محبوب ہیں۔ اور میں آپکا غلام ہوں اور شیطان آپکا دشمن ہے۔ اگر آپ میری مغفرت فرمادیں تو آپکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) مواہب لدنیہ۔ رسالہ الفرقان ج نمبر ۸۴ ۱۳۶۹ھ مناظر اعظم حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی۔

کا دل خوش ہو۔ آپکا غلام کامیاب ہو جائے۔ اور آپکے دشمن کا دل تلملانے لگے۔ اور اگر آپ مغفرت نہ فرمائیں تو آپکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہو۔ آپکا دشمن خوش ہو اور آپکا غلام ہلاک ہو جائے۔ یا اللہ! عرب کے کریم لوگوں کا دستور یہ ہے کہ جب انمیں سے کوئی بڑا سردار مرجائے تو اسکی قبر پر غلاموں کو آزاد کیا کرتے ہیں۔ اور یہ پاک ہستی (مدنی آقا، صلی اللہ علیہ وسلم) سارے جہانوں کے سردار ہیں۔ لھذا آپ اسکے روضۂ اقدس پر مجھے آگ سے آزادی عطا فرمادے۔

یہ سن کر حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے اس سے کہا کہ اے عربی شخص اللہ تعالیٰ نے تیرے اس بہترین انداز سے دعا مانگنے پر (انشاء اللہ تعالیٰ) تیری ضرور مغفرت فرمادی ہوگی۔

ندامت بھری ساعت پر غیب سے فرشتہ آگیا وھبؒ ابن منبہؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کافی لمبے عرصہ تک عبادت کی تھی، پھر اسے کچھ حاجت اللہ تعالیٰ سے پیش آئی تو اس حاجت روائی کے لئے (یعنی حاجت پوری ہونے کی دعا کرنے کے لئے) پہلے مسلسل ستر ہفتے تک اس طرح ریاضت و مجاہدہ کیا کہ ایک ایک ہفتے میں صرف گیارہ خرمے (خارک) کھاتے رہے۔ جب (ستر ہفتے کی) میعاد پوری ہوئی تب اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی حاجت برآری کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی شروع کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول نہ فرمائی۔ جسکی وجہ سے مطلوبہ حاجت پوری نہ ہو سکی۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ میری دعا مقام قبولیت حاصل نہ کر سکی تو بجائے ناشکری، شکوہ شکایت اور یاس و ناامیدی کہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر (اپنے کو نااہل سمجھ کر بصد عجز و ندامت) یوں کہنے لگے کہ اے نفس کے بندے! تو نے جیسا کیا ویسا پایا۔ اگر تجھ میں کچھ خیر و بھلائی ہوتی، اگر تو کسی قابل ہوتا تو تیری دعا مقبول ہو کر تیری حاجت پوری کی جاتی۔ دل میں اس قسم کا تصور اور زبان سے یہ کہنا تھا کہ دریائے رحمت جوش میں آگیا اور اسی وقت غیب سے اس کے پاس ایک فرشتہ (آدمی کی شکل میں) آیا، اور اس نے

(۱) قصص الاولیاء۔ ترجمہ نزہۃ البساتین جلد ۹ صفحہ ۹۶۔ امام محمد عبداللہ یمنی یافعیؒ۔ مترجم علامہ ظفر عثمانی۔

کہا کہ: اے ابن آدم! تیری (ندامت بھری) یہ ایک ساعت (گھڑی) تیری گزشتہ زمانے کی ساری عبادات سے بہتر ہے اسکے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مطلوبہ حاجتوں کو پورا فرمادیا۔

بڑے میاں کے ہاں عاجزی انکساری کے بغیر کام نہیں بنتا

انداز دعا کی فصل کو اس نصیحت آموز واقعہ (اور سحبان الھندؒ کی دعا) پر ختم کرتا ہوں۔ یہ واقعہ گویا کہ صرف فصل ہی نہیں بلکہ اس پوری کتاب اور جملہ بندگی کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

انسان کبھی عبادات، خدمات اور ریاضت و مجاہدات وغیرہ کرنے کے بعد اپنے کو کچھ اہل اور مستحق سمجھ کر حسب منشا، مقاصد میں کامیابی، حالات بدلنے اور دعائیں قبول ہونے کے خواب دیکھنے شروع کردیتے ہیں۔ ایسے حضرات کے لئے اس مذکورہ بالا واقعہ میں بڑے پیارے مشفقانہ انداز میں رہنمائی کی گئی ہے۔

اگر کسی کو اپنی ریاضت و مجاہدات پر کچھ فخر و ناز کرنے کا حق ہوتا تو اس بزرگ کو ہوتا جس نے ستر ہفتے یعنی ڈیڑھ سال، اور دنوں کے اعتبار سے مسلسل چار سو نوے دن تک روزانہ صرف ڈیڑھ خرما (دو تین تولے جتنی غذا) کھا کر ماہ و سال گزارے ہوں۔ مگر آپ نے دیکھا کہ اتنے لمبے عرصہ تک مجاہدات کرنے کے باوجود بھی جب انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو بجائے شکوہ گلہ کے اپنے کو غیر مستحق اور نااہل سمجھ کر اپنی ہی ذات کو ملامت کا مستحق سمجھا اور کام بھی بنا تو اسی عجز و انکساری کرنے پر بنا۔

اس جبار و قہار کی ذات عالی۔ بڑی بے نیاز۔ مستغنی اور غیور ہے۔ اس کی بارگاہ میں عاجزی انکساری کے ساتھ گڑگڑانے والوں کی رسائی بہت تیزی سے ہوتی ہے۔ اس لئے حالات بدلوانے اور مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہی عارفانہ انداز سخن اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ، مجھ ناچیز کی اس سعی کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرماکر اس فصل میں لکھے ہوئے درد بھرے مسنون طریقہ کے مطابق جملہ مسلمانوں کو دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اب اخیر میں ہند و پاک کے مایہ ناز بزرگ۔ عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ تلمیذ شیخ الہند۔ سابق صدر، جمعیت علماء ہند۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ کی دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی دل سوز دعا جو دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر بصد عجز و نیاز مانگنے کے قابل ہے وہ یہاں پر نقل کر رہا ہوں۔ شاید کسی خوش قسمت کو مواجہ شریف میں حاضر ہو کر امت کی زبوں حالی پر آنسو بہاتے ہوئے اس انداز سے دعا مانگنے کی توفیق مل جائے۔

☆ دربارِ رسالت میں اُمتی کی فریاد ☆

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں امت کی زبوں حالی پر ایک عالم ربانی اور عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی درد بھری دعاؤں کا تڑپا دینے والا ایک منظر ★

سحبان الہند مفسر قرآن۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں[1]:۔ کہ صلوۃ و سلام عرض کرنے کے بعد، مواجہ شریف میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں مؤدبانہ بصد عجز و نیاز اس طرح عرض فرمائیں:۔

دعا میرے آقا۔ میرے مولا۔ یا رحمۃً للعلمین (صلی اللہ علیہ وسلم) آپکا ایک گنہگار امتی، دور دراز کا سفر کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہے۔ اے کونین کے بادشاہ۔ آپکو کچھ اپنی بے کس امت کی بھی خبر ہے؟۔

اے نوید خلیل و مسیح (علیہما السلام) جس دین کے خاطر آپ نے ہزار ہا مصائب برداشت کئے۔ اپنے اور بیگانوں سے بُرائی اٹھائی۔ لوگوں کی گالیاں سنیں۔ پتھر کھائے۔ زخم اٹھائے۔ راتوں کی نیند اور دنوں کی بھوک کھوئی۔ جس دین کے لئے آپ جلاوطن کئے گئے۔ آپکو اور آپکے اہل و عیال کو بے خانماں کیا گیا۔ وہ آپکا دین اور اسکے نام لیوا، دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ اے دین و دنیا کے مالک آج آپکی امت کی آبرو سخت خطرہ میں ہے۔ مسلمان ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہیں۔ زمین اپنی وسعت و پہنائی کے باوجود ان پر تنگ ہے۔ یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیاء کے کسی کونہ میں بھی انکے رہنے کو جگہ نہیں ہے۔ دنیا کے یہود و نصریٰ اور مشرکوں

(۱) ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ صفحہ ۱۴۔ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ۔

نے آپکی بے کس اور مظلوم امّت کے لئے ایکا کرلیا ہے۔ بت پرستوں نے قسم کھائی ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کو دنیا سے مٹا کر چھوڑینگے۔ صلیب پرستوں نے عہد کیا ہے کہ وہ عالم سے آپکی پھیلائی ہوئی توحید کومٹا دینگے۔ اے دین و دنیا کے مالک آپکو کچھ خبر بھی ہے، جس درخت کو آپنے اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنھم نے اپنے خون سے سرسبز کیا تھا۔ دشمن اس کو جڑ سے اکھیڑنے کی فکر کر رہے ہیں۔ مسجدوں کو بت خانہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور اذان و اقامت کے میناروں پر گھنٹے اور ناقوس بجانے کی فکر میں ہے۔ جن ممالک کو آپکے نام لینے والوں نے اپنا خون بہا کر فتح کیا تھا، جس زمین پر پرستاران توحید کی برسوں اذانیں گونجی تھیں۔ آج وہ غیروں کے قبضہ میں ہے آج وہاں کفر و شرک کی علی الاعلان اشاعت ہورہی ہے۔ اَغِثْنِی یَارَسُولَ اللّٰہ۔ فریادرسی کیجئے یارسول اللہ!

ہم بے کس بیں لاچار ہیں۔ دنیا کے اتنے بڑے رقبہ میں ہماری حالت وہی ہے۔ جو آپکے نواسہ مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ میں تھی۔ ہم بے کسوں کا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔ نہ ہمارا حمایتی ہے۔ نہ غمگسار۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنا درد کسے سنائیں؟۔ اپنی فریاد کہاں لے جائیں؟ اے تاجدار مدینہ۔ جن زمینوں کو ہم نے غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ آج ہم خود وہاں غلام ہیں۔ آپ پر، آپکے قرآن پر، آپکے خدا پر شب و روز علی الاعلان طعن و تشنیع کئے جاتے ہیں پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ خود آپکے نام لیوا آپکے دین کو نقصان پہچانے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس نہ حکومت ہے نہ صنعت۔ نہ تجارت ہے نہ امارت اور نہ باہمی اخوت۔ ھند سے نکالے گئے۔ افریقہ سے بے دل کئے گئے۔ عراق و فلسطین جاچکے۔ ھندوستان چھن گیا۔ اب اے میرے مولا۔ خاکم بدہن۔ دشمنوں کی نظریں آپکی خواب گاہ پر پڑ رہی ہیں۔ اعدائے اسلام کا اثر حجاز مقدس پر پہنچ چکا ہے۔ ریگستان کے بدّو آہستہ آہستہ یورپین تہذیب پر قربان ہو رہے ہیں۔ ریاض و حجاز کے عرب اغیار کے آہنی پنجے میں جکڑ گئے ہیں۔ حجاز مقدس کی حدود اور اسکی در و دیوار تک دشمنوں کی توپیں جالگی ہیں۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہی

لیل و نہار ہے، اور سرکارِ دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شانِ استغنا، اسی طرح قائم ہے۔ تو پھر امت کا کیا ہوگا؟ یہ مسلّم کہ ہم گنہگار ہیں۔ یہ مانا کہ ہم نالائق ہیں۔ یہ تسلیم کہ ہم میں نہ صدیقؓ کا سا علم۔ نہ فاروقؓ جیسی شکوت اور نہ عثمانؓ جیسی سخاوت اور نہ علیؓ و خالدؓ جیسی شجاعت ہے۔ بلالی محبت بھی مفقود ہو چکی ہے۔ اب تک جو کچھ بھی ہوا وہ ہماری ہی غفلت کا نتیجہ تھا۔ جو دین ہم حجاز سے لے کر نکلے تھے۔ اسکی حفاظت ہم سے نہ ہو سکی۔ ہم تیرے دین کو نذر افرنگ و برہمن کر بیٹھے۔ چودہ سو ۱۴۰۰ برس کی کمائی ہماری ہی نالائقی سے لٹ گئی یہ سب کچھ ہم نے کیا۔ اور ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف بھی ہے۔ اے ہمارے سردار! ہم قصوروار خطاوار ہیں۔

یہ سب کچھ ہیں۔ لیکن آخر تیرے ہیں۔ تیرے دین کے نام لیوا ہیں۔ غیروں کے سامنے رسوا نہ کرو، دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دو۔

اے ہمارے آقا، ہماری ذلت کی انتہاء ہو چکی۔ اس سے زیادہ ہم کو ذلیل نہ ہونے دے۔ کفار و یہود ہم پر ہنستے ہیں، طعنے دیتے ہیں، ہماری جان و مال اور اولاد و ایمان کے درپے ہیں۔ اے سردار دو جہاں۔ اے پیشوائے کون و مکاں! آخر یہ بے نیازی کب تک؟ کس چیز کا انتظار ہے؟ کس وقت کے منتظر ہیں؟ کونسی بات باقی ہے؟ منزل کا آخری دور ہے۔ اُٹھیے خدا کے لئے اُٹھیے۔ اپنی امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیجئے۔ میرے آقا، اُٹھیے۔ فاطمہؓ کا واسطہ اُٹھیے۔ اور ایک دفعہ نگاہِ رحمت سے اپنی امت کے گنہگاروں کو دیکھ لیجیے۔ اُٹھیے۔ شہیدانِ کربلا کا واسطہ اُٹھیے اور اپنی بزدل امت کو پھر ایک دفعہ دین پر مرمٹنے کی تعلیم دیجئے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکی امت سخت اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ حضور والا۔ اگر کچھ عرصہ خبر نہ لی گئی تو دنیا میں مسلم قوم کا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔ توحید و سنت کے بجائے صرف کفر و شرک ہی کی حکومت ہوگی اس لئے اُٹھیے اور ہم بد نصیبوں کو ایک دفعہ دیکھ لیجیے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپکی ایک نگاہ میں سب کچھ ہے۔ اگر آپ نے ہماری درخواست قبول فرمالی تو مرجھائے ہوئے درخت میں دوبارہ بہار آجائے گی۔ یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ایک نگاہ کرم میں گنہگاروں کا بیڑا پار ہوتا ہے۔۔ اس لئے اُٹھئے۔ خدا کے پیارے اُٹھئے۔ اور فقیروں کی جھولیاں بھر دیجئے۔ عشاق دامن مراد پھیلائے کھڑے ہیں انہیں مایوس نہ کیجئے۔ بہت سی سعید جانیں آپ پر قربان ہونے کو تڑپ رہی ہیں۔ اور بہت سی سعادت مند روحیں اپنی قربانی کا تحفہ اپنے دامن میں لئے ہوئے باب السلام پر آپ کی منتظر ہیں۔ بہت سے مشتاق باب رحمت اور باب جبرئیل پر اپنے دل مٹھیوں میں لئے بیٹھے ہیں۔ اور آپکی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں۔

ہندو پاک کے بدنصیب مسلمان۔ آہ بد قسمت اور دور افتادہ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں کا فرش بچھا رکھا ہے اس لئے اُٹھئے۔ بلال حبشیؓ کا صدقہ اُٹھئے اور ٹوٹے ہوئے دلوں کی روتی ہوئی آنکھوں کی تڑپتی ہوئی روحوں کی لاج رکھ لیجئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

وَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیکَ یَا رَسُولُ اللّٰہ . وَسَلَّمْ عَلَیکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّد

الحمدللہ۔ پندرھویں فصل انداز دعا بفضلہ تعالیٰ ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اسے قبول فرما کر پیغمبروں اور اللہ والوں کی مقدس پیاری اداؤں کو اختیار کرتے ہوئے والہانہ انداز میں دعائیں مانگتے رہنے کی سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

★★★★★★★★★★★★★★

قول دانش: زندگی یہ کوئی پھولوں کی سیج (تازہ پھولوں کی چادر) نہیں۔ یہاں پر انسان کو اپنی منزل پانے کے لئے قدم قدم پر مشکلات، پریشانیوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
لیکن اگر دل میں منزل کو پالینے کی جستجو، لگن اور جذبۂ تعمیر زندہ ہو، تو راستے کی ہر مشکل، ہر تکلیف خود بخود کٹ جایا کرتی ہے۔

سولھویں فصل

☆ اوقات دعا ☆

اس سے پہلے۔ انداز دعا کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اسکے بعد اب ان اوراق میں دعا کے متعلق پیغمبرانہ ایسے علوم و ہدایات زیر قلم کئے گئے ہیں جنکے مطالعہ کے بعد ایک مسلمان زندگی کے ہر لمحہ سے خدائی رحمتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ اس فصل کا عنوان ہے:۔

اوقات دعا

اسے بھی قرآنی تعلیمات و ہدایات۔ احادیث نبویہ اور ملت کے عظیم رہنماؤں کے پُر مغز اقوال سے مزین کر کے تحریر کیا گیا ہے۔ اسکے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:۔

مرتکب کبائر کو معاف کر کے پیغمبر بنا دئے۔ وہ کریم داتا خود انتظار فرماتے رہتے ہیں۔ اس وقت نعمتوں کے دہانے کھول دئے جاتے ہیں۔ اس وقت آسمان لرزنے اور عرش اعظم ہلنے لگتا ہے۔ یہ ایسا وقت ہے جس میں ظالموں کی دعا بھی قبول کر لی جاتی ہے اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ایک عورت کی عارفانہ نظر۔ اور سال بھر کے مبارک ایام اور مقبول راتیں یہ ہیں۔ وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت بے انتہاء مقبولیت والے اوقات کی نشاندہی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان مقدس ساعتوں سے رات دن ہاتھ پھیلا کر مرادیں حاصل کرتے رہنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔

★ یاحیُّ یاقیّوم! ★

کائنات ہست و بود میں پھیلے ہوئے جملہ مسلمانوں کو آپکی بے شمار نعمتوں اور اپنی زندگی کی قدر پہچانتے ہوئے ہمیشہ مبارک و مقبول ساعتوں میں دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

بفضلہ تعالیٰ، اب یہاں سے سولھویں فصل شروع ہو رہی ہے۔ اس کا عنوان ہے "اوقات دعا"۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں: جب طالب و حاجت مند، عمدہ اور مقبولیت کے اوقات ہی سے بے خبر ہو گا تو پھر وہ فلاح و کامیابی حاصل نہ کر پائے گا۔

اس لئے راقم نے سب کی احتیاج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پورے سال کے لیل و نہار اور اوقاتِ مختلفہ مقبولہ کو بسیار تلاش کے بعد اس فصل میں جمع کر دئے ہیں۔ امید کہ اس سے استفادہ فرما کر دامن مراد بھرتے رہیں گے۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ○ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (پ ۱۳ ع ۵ سورۂ یوسف)	ترجمہ: سب بیٹوں نے کہا کہ: اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے۔ ہم بیشک خطاوار تھے یعقوب

علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کرونگا۔ بیشک وہ غفور، رحیم ہے۔ (بیان القرآن)

حضرتؒ تھانویؒ فرماتے ہیں: سب بیٹوں نے کہا کہ: اے ہمارے باپ ہمارے لئے خدا سے ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے (ہم نے جو کچھ آپ کو یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں تکلیف دی) بیشک ہم خطاوار ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ بھی معاف کر دیجئے۔ کیونکہ عادتاً کسی کے لئے استغفار وہی کرتا ہے جو خود بھی مواخذہ کرنا نہیں چاہتا۔

اسکے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کرونگا۔ بے شک وہ غفور رحیم ہے۔ عنقریب کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کا وقت آنے دو جو قبولیت کی ساعت ہے۔ (فی الدر المنثور، مرفوعاً)

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: سب بیٹوں نے کہا: ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئیں۔ اسے پہلے آپ معاف کر دیں پھر صاف دل ہو کر بارگاہِ رب العزت سے معافی دلوائیں، کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کیا بخشوائے گا؟۔ جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) تفسیر بیان القرآن۔ جلد ۱ پ ۱۳ ع ۵ سورۂ یوسف صفحہ ۲۹۳ حضرت تھانویؒ۔

قبولیت کی گھڑی آنے دو، اس وقت اپنے مہربان خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اُٹھاؤنگا۔
کہتے ہیں: جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔ (ترجمہ شیخ الهند۔ حاشیہ علامہ عثمانیؒ صفحہ ۳۲)

یہی تو وہ وقت ہے مغفرت کا! علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں: ابن جریر میں ہے۔ حضرت عمرؓ مسجد میں آتے تو (راستہ میں) سنتے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ خدایا تونے پکارا میں نے مان لیا۔ تو نے حکم دیا میں بجالایا۔ یہ سحر کا وقت ہے۔ بس تو مجھے بخش دے۔ حضرت عمرؓ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دعا مانگنے والے مشہور صحابی حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے گھر سے آواز آرہی ہے۔

حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا: توانہوں نے کہا کہ یہی تو وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کرونگا۔

مرتکب کبائر کو معافی کے بعد پیغمبر بنادیئے گئے حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام پچھلے تڑکے (سحری کے وقت) اٹھے اور دعا مانگی اور انکی اولاد انکے پیچھے آمین کہتی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ: میں نے انکا قصور معاف کردیا اور ان سب بھائیوں کو پیغمبر بنادیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: واقعہ مشہور ہے: حضرت یوسف علیہ السلام کو انکے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا۔ پھر وہ مصر کے گورنر بنے۔ پھر جب باپ بیٹے سب آپس میں مل گئے، اور بھائیوں کے مظالم وغیرہ سب کھل کر منظر عام پر آگئے تب حضرت یوسف علیہ السلام کے ان سب بھائیوں نے مل کر اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اپنی مغفرت کی دعا کرنے کے لئے عرض کیا تھا۔ اسکے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے

---

(۱) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۳ پارہ ۱۳ ع ۵ سورۃ یوسف صفحہ ۱۴ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ۔ (۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۶۷۔ (۳) تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۵ پارہ ۱۳ ع ۵ سورۃ یوسف صفحہ ۱۳۲۔

فوراً ہی دعا کرنے کے بجائے وعدہ کیا کہ: عنقریب میں تمہارے لئے دعا کرونگا۔ اس کی وجہ مفسرینؒ نے یہ لکھی ہے کہ مقصد اس سے یہ تھا کہ، اہتمام کے ساتھ آخر شب میں دعا کریں، کیونکہ اس وقت کی جانے والی دعا خصوصیت کے ساتھ قبول کی جاتی ہے۔

اسکے علاوہ دعا میں تاخیر کی ایک وجہ بعض حضرات نے یہ بھی بیان کی ہے کہ منظور یہ تھا کہ، حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خطاؤں کو معاف کرایا ہے یا نہیں، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی ان سب خطاؤں کو معاف کردی یا نہیں؟ کیونکہ جب تک مظلوم معافی نہ دے عند اللہ اسکی معافی نہیں ہوتی ایسی حالت میں دعائے مغفرت بھی مناسب نہ تھی اس لئے فرمایا تھا کہ، عنقریب تمہارے لئے دعا کرونگا۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝
پا ۲۶ ع ۱۸ سورۃ الذّٰریٰت

ترجمہ: وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے (بیان القرآن)

تشریح: وہ لوگ فرائض و واجبات سے ترقی کرکے نوافل کے ایسے التزام کرنے والے تھے کہ، رات کو بہت کم سوتے تھے۔ یعنی رات کا زیادہ حصہ عبادت میں صرف کرتے تھے اور پھر باوجود اسکے اپنی عبادت پر نظر نہ کرتے تھے بلکہ اخیر شب میں اپنے کو عبادت میں کوتاہی کرنے والا سمجھ کر استغفار کیا کرتے تھے (تفسیر بیان القرآن)۔

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: سحر کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی تو اللہ تعالیٰ سے اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہوسکا جو کوتاہی رہی اسے اپنی رحمت سے معاف فرمادیجئے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حضرت مفتی صاحب[1] فرماتے ہیں: ان حضرات کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو پہچانتے ہیں، اور اپنی ساری عبادات کو اسکے شایان شان نہیں دیکھتے اس لئے اپنی اس تقصیر و کوتاہی سے استغفار کرتے ہیں۔ استغفار کرنے کی فضیلت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ (تفسیر مظہری)

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۸، پا ۲۶ ع ۱۸ سورۃ الذّٰریٰت صفحہ ۱۹۰، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

فائدہ مذکورہ آیت قرآنی سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حاجت روائی کے لئے یا پھر گناہوں کی معافی تلافی کے لئے پورے چوبیس گھنٹے میں بہترین وقت آخر شب (سحری) کا ہے۔ پوری دنیا میں اولیاء کرام کو جو کچھ ملا ہے وہ اسی سحر گاہی (تہجد) کے وقت اوراد و وظائف، تلاوت و نماز کے بعد رو دھو کر مانگنے پر ملا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے ایسے وقت میں اٹھ کر حسب استطاعت عبادات کر کے مانگتے رہنا چاہیے۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝ (پا۲۰ ع۷ سورۃ القصص)

ترجمہ: پس موسیٰ (علیہ السلام) نے انکے لئے پانی پلایا پھر ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر دعا کی کہ۔ اے میرے پروردگار جو نعمت بھی آپ مجھکو بھیج دیں میں اسکا حاجت مند ہوں۔ (بیان القرآن)

عبادت یا کارِ خیر کرنے کے بعد کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: پیغمبروں کے فطری جذبات و ملکات ایسے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھکے ماندے بھوکے پیاسے تھے۔ مگر غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ صنفِ ضعیف ہمدردی سے محروم رہے۔ یہ دیکھ کر اٹھے اور مجمع کو ہٹا کر کنویں سے پانی نکال کر (حضرت شعیب علیہ السلام کی) لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر دور جا کر چھایادار درخت کے نیچے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا فرمائی۔ یا اللہ! کسی عمل (خدمت) کی اجرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہونچے اسکا میں ہمہ وقت محتاج ہوں (فوائد علامہ عثمانیؒ)

سات دن کے بھوکے تھے مگر مانگا تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا

حضرت[1] مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سات دن سے کوئی غذا چکھی نہیں تھی، مصر میں قبطی کو مار کر فرعون کی گرفت سے بچنے کے لئے وہاں سے چلے آرہے تھے۔ اس وقت ان بچیوں کے جانوروں کو پانی پلا کر، اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت اور حالت پیش

(۱) تفسیر معارف القرآن۔ جلد۶ پا۲۰ ع۶ سورۃ القصص صفحہ ۶۲۹۔ حضرت مفتی صاحبؒ

کی جو دعا مانگنے کا ایک لطیف طریقہ ہے۔

ماحصل یہ کہ: عبادات یا کسی قسم کے جائز کارِ خیر، خدمات وغیرہ لوجہ اللہ کرنے کے بعد ایسے وقت میں مخلوق سے نظر ہٹا کر دربارِ ایزدی میں ہاتھ پھیلا کر جو دعا کی جاتی ہے وہ عند اللہ مقبول ہو جاتی ہے۔

وَإِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۔ پا ۸ ع ۲ سورۃ الانعام۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں: سورۃ انعام کی مذکورہ آیتِ کریمہ میں ایک ہی جگہ پر دو مرتبہ لفظ اسم اعظم "اللہ۔ اللہ" آیا ہوا ہے تو ان دونوں "اللہ" کے درمیان جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ اسکے متعلق امام جزری فرماتے ہیں کہ ہم نے اسکا بار بار تجربہ کیا ہے۔ اسکے علاوہ دیگر بہت سے علماء سے بھی اسکا مجرّب ہونا منقول ہے۔[1]

مطلب یہ کہ، پارہ یا سورۃ کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس جگہ پر پہونچے، اس وقت اگر یہ بات ذہن میں ہو تو پہلے اسم ذات "اللہ" پر قدرے توقف کرکے دل ہی دل میں دعا کرلی جائے، پھر آگے تلاوت کا سلسلہ جاری رکھے۔

ماحصل آیت کریمہ اور پیغمبرانہ افعال واقوال سے معلوم ہورہا ہے کہ، دعا کی قبولیت کے لئے بہترین وقت آہِ سحر گاہی تہجد کا وقت ہے، اور یہ وقت کسی مہینے یا ہفتے کی راتوں کے ساتھ متعین یا مختص نہیں، بلکہ یہ فیضانِ باری تعالیٰ پورے سال کی ہر رات کے ساتھ متصف ہے۔

اس لئے جہاں تک ہوسکے اخیر شب میں اٹھنے کی عادت ڈال کر ان مقدس ساعتوں سے دامن

---

(۱) احکام دعا۔ صفحہ ۹۳ مؤلف حضرت مفتی محمد شفیع صاحب۔

بھرتے رہنے کی سعادت حاصل کرنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تعلیمات قرآنی کے بعد اب اوقاتِ دعا کے سلسلہ میں جمعہ کی مقدس ساعتِ مقبولہ کے متعلق چند احادیث نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی (وقت) ہے کہ جو کوئی مسلمان اس میں کسی کارِ خیر کا سوال (دعا) کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائیں گے (رواہ بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں ہے، شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ یہ دونوں نہایت مبارک دن رات ہے اور قبولیت دعا کے لیے بہت اہم اور مناسب ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انسؓ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تلاش کرو اس ساعت کو جس میں دعا کی قبولیت کی امید ہے، جمعہ کے دن عصر کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک (ترمذی، امام احمد)

ہوسکتا ہے وہ قبولیت کی گھڑی یہ ہو ایک حدیث میں ہے، جمعہ کے دن جس گھڑی میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے اسے عصر کے بعد سے لیکر سورج غروب ہونے تک تلاش کرو (رواہ ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن کی سب سے آخری گھڑی ہے۔ بعض روایات میں اس طرح ہے، یہ گھڑی امام کے خطبہ کے لئے اٹھنے سے لیکر نمازِ جمعہ ختم ہونے تک رہتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم (چند صحابہؓ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؓ تشریف لائے اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے قرآن مجید یاد نہیں رہتا اور (حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے) سینہ سے نکل جاتا ہے

(۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۲۹۴ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۲۲

یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے علیؓ ! اگر کہو تو چند کلمات (دعائیہ) تعلیم کردوں (سکھادوں) جنکی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع بخشیگا ۔ اور جو کچھ تم پڑھو گے اس کو تمہارے سینے میں قائم رکھے گا ۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ضرور تعلیم فرمادیجئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ شب ِجمعہ میں اور ہوسکے تو شب ِجمعہ کے اخیری تہائی حصہ میں اٹھو کہ وہ حضوری کی گھڑی ہے اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے اور میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنے بیٹوں سے (دعا کی درخواست کرنے پر) کہا تھا تمہاری خطا معاف ہونے کی دعا مانگوں گا اس کا بھی یہی منشا تھا کہ جب شب جمعہ آئے گی تو اس مبارک رات میں تمہارے لئے دعا کرونگا (رواہ ترمذی) ۔

یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ساعت مقبولہ کونسی ہے؟

فضائل قرآن میں لکھا ہے : جو شخص جمعہ کے دن سورۃ یٰس اور اسکے ساتھ والی سورۃ والصّٰفّٰت (پا ۲۳) ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرنے کے بعد جو دعا مانگے وہ قبول کی جائے گی ۔ (فضائل جمعہ صفحہ ۲۸)

حضرت عمرو ابن عوف مزنیؓ سے روایت ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جمعہ میں ایک وقت ہے اس وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگے گا ۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرمادے گا ۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ : یارسول اللہ ! وہ ساعت کونسی ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت نماز (جمعہ) کھڑی ہوتی ہے اس وقت سے لیکر نماز ختم ہونے تک ہے (رواہ ترمذی)

احادیثِ صحیحہ[1] میں ہے : جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے مگر اس گھڑی (وقت) کی تعیین میں روایات و اقوال علماء مختلف ہیں اور محققین کے نزدیک فیصلہ یہ ہے کہ یہ گھڑی (قبولیت کا وقت) جمعہ کے دن دائر سائر (بدلتی) رہتی ہے ۔

---

(۱) احکام دعا صفحہ ۹۰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ۔

یعنی چوبیس گھنٹے میں کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ مگر تمام اوقات میں سے زیادہ روایات و اقوال صحابہؓ و تابعین وغیرہم سے دو قول کو ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ (۱) اول: جس وقت امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے وہاں سے لیکر نماز سے فارغ ہونے تک کا وقت ہے اور (۲) دوسرا: وقت عصر کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک کا ہے۔ (مسلم، ترمذی)

مگر اتنی بات ذہن میں رہے کہ خطبہ کے درمیان زبان سے دعا نہ کی جائے۔ اس لئے کہ یہ ممنوع ہے بلکہ دل ہی دل میں دعائیں مانگتے رہیں یا خطبہ میں جو دعائیں خطیب کرتا ہے ان پر دل ہی دل میں آمین کہتا جائے۔

ایام عیدین و جمعہ کی خصوصیات سیدنا[۱] عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: جمعہ کا دن عاجزوں کی دعائیں قبول کرنے کے لئے مخصوص کردیا ہے اور عید کا دن مومنوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دلانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

حضرت[۲] سحبان الہندؒ فرماتے ہیں: جمعہ کا پورا دن اور خاص کرکے جمعہ کے دن کی خاص مقبول ساعت اور اس گھڑی کی تعیین کے متعلق تقریباً چالیس۴۰ اقوال ہیں، مگر زیادہ مشہور اور صحیح دو قول ہیں: ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر آکر بیٹھے اسوقت سے لیکر نماز کا سلام پھیرنے تک خصوصاً جبکہ وہ سورۂ فاتحہ شروع کرے تو "ولا الضالین" کہنے تک اس ساعت کی زیادہ امید ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک یہ قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے۔

جمعہ کے دن اکابرین امت کے معمولات حضرت[۳] مولانا عبدالقدوس صوفی صاحب لاجپوریؒ (مجاز بیعت حضرت مولانا عبدالرحیم جے پوری صاحبؒ) نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ، قصبہ راندیر حضرت مولانا ابراہیم صاحبؒ (سابق مہتمم جامعہ حسینیہ) کے

---

(۱) غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۴۴۔ (۲) ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ صفحہ ۶ سحبان الہند، حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ۔ (۳) سوانح حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ صفحہ ۹۱۔ مؤلف مولانا محمد یونس بندہ الٰہی صاحب۔

پاس مسجد کے ایک کمرہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا، حضرت مہتمم صاحب تو وہاں ملے نہیں، مگر جماعت خانہ میں جاکر دیکھا تو وہاں آپکے صاحبزادے عارف باللہ حضرت مولانا محمد سعید صاحبؒ ذکر و تلاوت میں مشغول ہیں جب مجھ پر حضرت کی نظر پڑی تو فرمایا: صوفی صاحب! آئیے کیسے تشریف آوری ہوئی؟ قدرے گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا: صوفی صاحب، آج جمعہ کا دن ہے جہاں تک ہوسکے جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہئے، جو کچھ ملتا ہے وہ سب اسی مقدس گھڑی اور ساعت میں ملتا ہے۔ میں بھی اکابرین کے مشورہ سے کافی عرصہ سے اس کا اہتمام کرتا رہتا ہوں، اس لئے رفیقانہ گزارش ہے کہ آپ بھی ان مقدس اوقات کی حفاظت فرماتے رہیں۔

بروز جمعہ معمولات حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ

ملفوظات شیخ الحدیث میں لکھا ہوا ہے کہ: حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ایک مجلس عام روزانہ ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد ہوا کرتی تھی، مگر وہ پُر بہار مجلس بھی جمعہ کے دن عصر کے بعد ملتوی رہتی تھی، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا سالہا سال سے جمعہ کے دن شام کے وقت عصر اور مغرب کے درمیان دعا میں مشغول اور متوجہ الی اللہ رہنے کا معمول رہا ہے۔

اسکے علاوہ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ: میرے والد ماجد (عارف باللہ) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا بھی یہی معمول رہا کرتا تھا، یعنی وہ بھی جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان ہر قسم کی گفتگو و مجالس کو ختم کر کے دعاء و توجہ الی اللہ میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔

جمعہ کی ساعت مقبولہ کا خلاصہ

یہ فصل اوقاتِ دعا کے سلسلہ میں لکھی جارہی ہے، اوقاتِ مقبولہ میں سے جمعہ کی مقبول ساعت کا تذکرہ بھی متعدد احادیث میں وارد ہے جسکو مع اکابرین کے معمولات کے لکھ دیا گیا۔

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ کہ: وہ ساعت مقبولہ، خطبہ سے لیکر نماز جمعہ ختم ہونے تک میں ہو سکتی ہے۔ دوسرا زیادہ اصح قول جنکو اکابرین نے بھی اپنایا ہے وہ ما بین عصر و مغرب ہے

(۱) صحبت با اولیاء صفحہ ۱۹ ملفوظات حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ۔ مرتب: مولانا تقی الدین صاحب ندوی۔

اس میں بھی قبیل غروب زیادہ امکان ہے۔

تیسرا قول وقت سحر کا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ: وہ ساعت مقبولہ رات دن میں دائرو سائر رہتی ہے، اور یہ زیادہ دل کو لگنے والی بات ہے، کیونکہ اس ساعتِ مقبولہ کے متعلق جتنی احادیث منقول ہیں ان میں سب سے زیادہ قوی حدیث جسے بخاری و مسلم نے نقل فرمائی ہے اس میں کسی متعین وقت کی طرف نشاندہی نہیں فرمائی، بلکہ لاعلی التعیین صرف ایک ساعت مقبولہ وارد ہوا ہے۔ اس لئے اہل حاجت و متوجہ الی اللہ ہونے والوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ، شبِ جمعہ میں وقت سحر، خطبہ نماز جمعہ اور ما بین عصر و مغرب، ان اوقات مقدسہ میں متوجہ رہا کریں۔

مگر اسکے علاوہ بھی چوبیس۲۴ گھنٹے اسکی تلاش میں مصروف رہیں، مثل مشہور ہے: جوئندہ یابندہ، تلاش کرنے والے مقاصد میں کامیابی حاصل کرلیا کرتے ہیں۔

اس لئے رضائے الہٰی، عافیت اور دارین کی بھلائیاں حاصل کرنے کی نیت سے ان ساعت مقبولہ کی جستجو میں ہمہ تن ہمہ وقت متوجہ رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے یہ ساعت مقبولہ ہمیں بھی عطا فرمادیں تو زہے قسمت۔

جمعہ کی مخصوص ساعت مقبولہ کے بعد اب رات کے مختلف اوقات کی فضیلت کے متعلق کچھ احادیث نقل کی جارہی ہیں، جنکی نسبت اوقاتِ دعا کی طرف کی گئی ہے۔

وہ کریم داتا خود انتظار فرماتے رہتے ہیں

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایتؓ ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا پروردگار توجہ فرماتا ہے آسمان دنیا کی طرف ہر شب میں جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہے، بس کہتا ہے، کوئی ہے، جو مجھ سے دعا مانگے؟ پس میں اسے قبول کروں! ۔ ہے کوئی جو مجھ سے (کوئی نعمت) مانگے؟ پس میں اسے عطا کروں! ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے؟ پس میں اسے بخش دوں! (بخاری مسلم، ابوداؤد)

(۱) دردِ فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۸۲، ۳ عارف باللہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ۔

دوسری حدیث حضرت ابوہریرۃؓ سے اس طرح وارد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہر رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا (پہلے آسمان) پر اترتے ہیں اور فرماتے ہیں: مجھ سے کون دعا کرتا ہے؟ کہ میں اسے قبول کروں۔ مجھ سے کون مانگتا ہے؟ کہ میں اسے دوں۔ مجھ سے کون استغفار کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انتظار فرماتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ ختم ہوجاتا ہے۔ تو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: کوئی ہے مغفرت مانگنے والا؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ ہے کوئی سائل سوال کرنے والا؟ ہے کوئی دعا کرنے والا؟ حتیٰ کہ (اسی میں) فجر (صبح صادق) طلوع ہوجاتی ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

ایک روایت میں ہے جب رات کا نصف حصہ یا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو باری تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں [1]۔ (بخاری و مسلم)

اسوقت نعمتوں کے دہانے کھول دیئے جاتے ہیں

سلاطینِ[2] دنیا و اسخیا (سخی حضرات) باوجودیکہ ہر وقت عطا و سخا اور عدل و کرم میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر بھی ایک وقت خاص محتاجین (حاجت مندوں) کی امداد اور مظلومین کی فریاد رسی کے لئے مخصوص کرلیتے ہیں۔ یہی مطلب ہے اس حدیث پاک کا کہ، اللہ تعالیٰ نصف شب کے بعد بالخصوص ثلث اخیر میں دنیا کی بستی والوں پر خصوصی لطف کرم کی نگاہ فرما کر چاہتے ہیں۔ کہ کوئی سائل ہو کوئی مانگنے والا ہو کہ اس پر انعام و فضل کی پکھالیں (دہانے، مشکیزے) انڈیل دیئے جائیں۔

ایک حدیث میں ہے: جب رات کا نصف یا دو تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، اور مذکورہ بالا آوازیں دیتے رہتے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

---

۱) انوار دعا، ماہنامہ الہادی، تھانہ بھون صفحہ ۱۹، ماہ صفر ۱۳۵۰ھ حضرت تھانویؒ۔

(۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۰۸ علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔

حدیث شریف میں ہے جب[1] تہائی رات رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی قریب والے آسمان پر خاص تجلی ہوتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اسکی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اسکو دیدوں[2] (بخاری و مسلم)

حضرت عمرو ابن عبسہؓ سے روایت ہے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: بندہ اپنے پروردگار سے قریب ترین، آدھی رات میں ہوتا ہے۔ پس اگر تو ان لوگوں میں ہونا چاہے جو اسوقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو ضرور ہوجا۔ (ابوداؤد، ترمذی، حاکم)

حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا آدھا حصہ گزر جائے یا تہائی حصہ گزر جائے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تشریف لا کر فرماتے ہیں: کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ اسے دیا جائے؟ کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اسکی دعا قبول کی جائے؟ کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ اسکی مغفرت کی جائے؟ (اسی قسم کے اعلانات ہوتے رہتے ہیں) حتیٰ کہ صبح کا سپیدہ نمودار ہوجائے (یعنی صبح صادق ہوجائے) (بخاری و مسلم)

مقبولیت کی ایک گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، بلاشبہ (ہر) رات میں ایک ایسی گھڑی (وقت) ہے جو بھی کوئی مسلمان اس میں دنیا و آخرت کی کسی خیر کا سوال (دعا) کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عنایت فرمادیگا، اور یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے۔ (رواہ مسلم)

تشریح اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ، پوری رات میں ایک وقت ضرور ایسا ہوتا ہے جس میں دعا کرلی جائے تو وہ ضرور قبول ہوجاتی ہے۔ لھذا جہاں تک ہوسکے رات کے وقت جب بھی نیند سے بیدار ہوجاؤ اس وقت لیٹے بیٹھے ہر حالت میں دعا کرتے رہا کرو دعا سے غافل نہ ہو۔

۱؎ انوار دعا، ماہنامہ الہادی تھانہ بھون صفحہ ۱۹۔۲۰۔ ماہ صفر ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ۔

۲؎ خواتین صفحہ ۲۹۲ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ۔

رات ہر کروٹ پر دعا قبول ہوتی ہے حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں، میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جو شخص رات کو باوضو اپنے بستر پر سونے کے لئے جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر (قرآنی آیات۔ سورتیں، تسبیح وظائف وغیرہ) کرتے کرتے سو جائے اور پھر رات میں کسی وقت بھی اپنی کروٹ بدلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جو بھی دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ وہ خیر اسے عطا فرما دیگا (علامہ نوویؒ)

اسکے علاوہ بعض ایسی روایات بھی ہیں جن میں باوضو سونے کی قید نہیں ہے۔ بغیر وضو بھی تلاوت، ذکر، تسبیحات وظائف وغیرہ پڑھتے ہوئے سو جائے اور رات آنکھ کھل جائے یا کروٹ بدلتے وقت جتنی مرتبہ جو جو دعا مانگی جائے گی وہ سب انشاء اللہ تعالیٰ مستجاب ہوگی۔

فائدہ باوضو ذکر کرتے ہوئے سنت کے مطابق داہنے پہلو سونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ: سوتے ہوئے رات بھر نیند سے بیداری پر جتنی مرتبہ پہلو بدلتے رہیں گے ہر کروٹ پر کی جانے والی دعائیں قبول ہوتی رہے گی۔ سوتے وقت اہتمام کے ساتھ، باوضو سوتے رہنے کی عادت بنالیں اسکے بڑے فوائد ہیں۔ شیخ الاسلام سیدنا حسین احمد مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ: اگر بمجبوری وضو نہ کر پائیں تو کم از کم تیمم کر کے ہی سو جائیں۔ یا اللہ ہمیں اسکی توفیق عطا فرما!۔

اس وقت آسمان لرزنے اور عرش اعظم ہلنے لگتا ہے عارف[2] باللہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ سے دریافت کیا گیا، کہ رات کا اول حصہ بہتر وافضل ہے یا آخری حصہ؟ تو حضرتؒ نے جواب دیا کہ: حدیث شریف میں آتا ہے کہ، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات میں بہتر وقت کونسا ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں، البتہ نصف شب کے بعد فرشتے آسمانوں پر لرزہ بر اندام ہوتے ہیں اور عرش اعظم ہلنے لگتا ہے، اتنا فرما کر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہر وقت انعامات و احسانات کی بارش

---

۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۹۳ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ۔ ۲) اخبار الاخیار صفحہ ۱۸۶ شاہ عبدالحق دہلویؒ

فرماتے رہتے ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ اسی (دربار الٰہی) کے حضور اپنی جبین نیاز کو سجدہ ریز رکھو
سیدنا امام غزالیؒ فرماتے ہیں: صبح صادق ہوتے ہی رات کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور دن کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ رات کے اوراد و وظائف کا وقت بھی صبح صادق ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ: رات کے اوقات میں سے کس وقت دعا زیادہ سنی جاتی ہے اور وہ مستحق قبولیت ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رات کا درمیانی حصہ، اسکے بعد فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپکی عبادت کروں پس سب سے بہتر وقت اسکے لئے کونسا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام) نہ اول شب میں نہ آخر شب میں، کیونکہ جو اول شب میں جاگتا ہے وہ آخر شب میں سو جاتا ہے، اور جو آخر شب میں جاگتا ہے وہ اول شب میں سو جاتا ہے۔ اس صورت میں تو، رات کے ٹھیک درمیانی حصے میں عبادت کر تاکہ تو میرے ساتھ تنہا ہو، اور میں تیرے ساتھ تنہا ہوں۔ اور میں تیری حاجتوں کو پورا کردوں۔ (ابو داؤد۔ ترمذی)

یہ ایسا وقت ہے جس میں ظالموں کی دعا بھی قبول کرلی جاتی ہے

علامہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ رب کریم سے سوال کیا کہ: یا اللہ میں کونسی گھڑی میں دعا مانگوں جسے آپ قبول فرمالیں؟ جواب ملا کہ: اے موسیٰ تو بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں جب بھی تم پکارو (دعا مانگو) گے میں قبول کرلونگا۔

یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ، یا ربّاہ! یہ تو آپکا عمومی فضل و کرم ہے اس میں تو کوئی شک نہیں مگر میں تو کوئی خاص وقت معلوم کرنا چاہتا ہوں؟

اس سوال کے جواب میں اس کریم داتا نے فرمایا کہ: آدھی رات کے وقت میں دعا مانگا کرو اس لئے کہ یہ وقت ایسا ہے کہ اسمیں چنگی وصول کرنے والے ظالموں کی دعائیں بھی

---

۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۴۰۹۔ (۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۴۰۷ سیدنا زین الدین محمد الغزالی طوسیؒ (۳) تنبیہ الغافلین صفحہ ۴۲۱ علامہ سمرقندیؒ۔

میں سن لیا کرتا ہوں۔

اپنی بگڑی بنالو مسلمانو! اس سے بڑا رحیم و کریم داتا، زمین و آسمان میں کون اور کہاں ملے گا؟ ۔ جبکہ وہ خود فرمارہے ہیں کہ رات کا وقت ایسا بابرکت ہے کہ اس میں میرا غضب رحمت سے بدل جایا کرتا ہے، اور بڑے سے بڑے، نافرمان، باغی، گنہگار، پاپی اور ظالموں تک کی دعائیں بھی میں قبول کرلیا کرتا ہوں۔

اس لیے اے خوش قسمت مسلمانوں ایسے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بگڑی بنالو۔ دین و دنیا اور آخرت سنوار لو ورنہ ان گراں قدر نعمتوں کا ہم سے جب سوال کیا جائے گا تو اس وقت ہم کیا جواب دیں گے۔

آہ سحر گاہی اور ساعت جمعہ کے بعد۔ اب صلوٰۃ المکتوبہ یعنی فرض نمازوں کے بعد قبولیت دعا کے متعلق چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں۔

ثبوت الدعاء بعد صلوٰۃ المکتوبۃ قال ابو امامۃ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و سلم) ای الدعاء اسمع ؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جوف الیل الآخر و دبر الصلوٰۃ المکتوبۃ (رواہ مشکوٰۃ، ابو داؤد، ترمذی، حدیث مرفوع) ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (دربارِ خداوندی میں وقت کے اعتبار سے) کس دعا کی زیادہ سماعت ہوتی ہے؟ یعنی کس وقت کی جانے والی دعا زیادہ جلد قبول ہوتی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے اخیری حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ، اور فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا۔[1]

حضرت امام غزالیؒ[2] نے لکھا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ سب فرض نمازیں بہتر عمدہ اور مقبول وقتوں میں مقرر ہوتی ہیں، اس لئے سب فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا اپنے اوپر لازم پکڑلو (ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی)۔

---

۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۸۲، الشیخ عاشق الٰہی میرٹھی۔

۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۶۰۔ حضرت امام غزالیؒ۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: امام حدیث شیخ عبد الرزاقؒ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس وقت کی جانے والی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری نصف رات کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا۔ (رواہ مشکوۃ شریف)

امام حدیث الشیخ ابو الربیعؒ نے اپنی کتاب "مصباح الظلام" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگنا ہو تو وہ فرض نمازوں کے بعد مانگے۔

حضرت مفتی یوسف لدھیانوی صاحبؒ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنے کی ترغیب دی ہے۔ اور اس کو قبولیت دعا کے مواقع میں شمار کیا ہے۔ اسکے علاوہ متعدد احادیث میں فرض نماز کے بعد خود نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا ثابت ہے۔

بلند پایہ محدث علامہ امام نوویؒ "شرح مہذب" میں لکھتے ہیں نمازوں کے بعد دعا کرنا یہ بغیر کسی اختلاف کے مستحب ہے۔ امام کے لئے بھی اور مقتدی و منفرد کے لئے بھی۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا: کوکب الدری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ پر لکھا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد دعا نہ کرے تو اسکو تعزیر (گوشمالی، تنبیہ) کی جائے تو دیکھو۔ نفس دعا کا ثبوت تو ارشاد باری تعالیٰ ادعونی استجب لکم سے ہو چکا۔ اور ہر نماز کے بعد دعا کے بارے میں یہ حدیث ہے "بعد دبر کل صلوۃ دعوۃ مستجابۃ"

ترجمہ۔ ہر فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

فرض نمازوں کے بعد۔ دعا کی تعلیم و ترغیب، متعدد احادیث میں دی گئی ہے۔ اور ہاتھ اٹھانے کو دعا کے آداب میں شمار کیا ہے۔ اسکی زیادہ وضاحت اور تفصیلی بیان امام

(۱۔۲) احکام دعا صفحہ ۲۳ حضرت مفتی محمود شفیع صاحبؒ۔ (۳) شرح مہذب جلد ۳ صفحہ ۴۸۸ آپکے مسائل اور انکا حل جلد ۲ صفحہ ۲، ۲ مفتی یوسف لدھیانوی صاحبؒ۔ (۴) آپکے مسائل اور انکا حل صفحہ ۲،۳۔

جزریؒ کی کتاب حصن حصین میں موجود ہے۔نیز امام بخاریؒ نے کتاب الدعوات میں مستقل ایک باب "الدعاء بعد الصلوٰۃ" کا قائم فرمایا ہے (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۳)

مختصراً یہ کہ "فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعائیں مانگنے کا معمول بھی خلافِ سنت نہیں ہے۔

بہر حال احادیث سے ثابت ہورہا ہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں عمدہ اور مقبول اوقات میں مقرر فرمائی گئی ہیں، اسکے علاوہ جملہ نمازوں کے بعد دعائیں قبول ہونے کی خود ہمارے مدنی آقاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سنائی ہے۔مزید برآں فقہائے کرام نے نمازوں کے بعد دعائیں نہ مانگنے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے ایسے لوگوں کی سرزنش کرنے کے لئے لکھا ہے۔

اس لئے ان رحمتوں بھرے مقدس اوقات میں جہاں تک ہوسکے زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگتے رہنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

مذکورہ بالا اوقات کے علاوہ دیگر بہت سے اوقاتِ قبولیت ہیں، جنکا تذکرہ احادیث مقدسہ میں آیا ہے انمیں سے چند یہاں لکھے جارہے ہیں :-

یہ اوقات بھی اپنے اندر قبولیت لئے ہوئے ہیں

حضرت انسؓ سے روایت[1] ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اذان و تکبیر کے درمیان کی (جانے والی) دعا رد نہیں ہوتی یعنی قبول ہوجاتی ہے۔(ابوداؤد، ترمذی، تفسیر مظہری)

حضرت عبداللہ[2] ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک صحابی نے عرض کیا کہ، یارسول اللہ! بیشک اذان دینے والے فضیلت میں ہم سے بڑھے جارہے ہیں (یعنی ہمیں یہ فضیلت کس طرح نصیب ہوگی) اسکے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ جیسے اذان دینے والے (اذان کے کلمات) کہتے ہیں، پھر جب اذان کا جواب ختم ہوجائے (اذان پوری ہوجائے) تو اللہ تعالیٰ سے سوال (دعا) کرو جو مانگوگے وہ دیدیا جائے گا۔(رواہ ابوداؤد)

مصیبت زدہ اس لمحہ سے فائدہ اٹھالیں

حضرت[3] مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: جس طرح مخصوص اوقات مقبولیت دعا میں اثر رکھتے ہیں اسی طرح انسان کے بعض حالات

(۱) معارف القرآن جلد ۱ پارہ ۲ صفحہ ۴۵۲۔(۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۲۹۸۔(۳) احکام دعا صفحہ ۹ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ

کو بھی اللہ تعالیٰ نے مقبولیت دعا کے لئے مخصوص فرمایا ہے جنمیں کی جانے والی کوئی دعا رد نہیں کی جاتی، وہ حالات یہ ہیں: اذان و اقامت کے درمیانی وقت میں "حیّ علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح" کے بعد اس شخص کے لئے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس وقت دعا کرنا بہت مجرب و مفید ہے۔ (ابوداؤد ترمذی، نسائی)

اذان و اقامت والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ صاحبؒ فرماتے ہیں؛ علماء حدیث (محدثین) نے اسکے دو مطلب بیان کئے ہیں: ایک یہ کہ جس وقت اذان ہو رہی ہو، اور جس وقت اقامت ہو رہی ہو۔ اس وقت کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ دوسرا مطلب یہ بتایا ہے کہ: اذان ختم ہونے کے بعد سے لیکر اقامت ختم ہونے تک درمیان میں جو وقفہ ہوتا ہے اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (بذل المجہود)

اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت[۲] امام غزالیؒ فرماتے ہیں: فرض نمازوں کی تکبیر اولی (تکبیر تحریمہ) ہوتے وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، پس ان وقتوں میں دعا مانگنا غنیمت جانو۔ (ابوداؤد، نسائی ترمذی)۔

حضرت[۳] سہل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا بہت کم رد ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت کی جانے والی دعا اور جنگ (جہاد) کے وقت کی دعا جبکہ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں، اور ایک روایت میں ہے کہ، بارش کے نیچے یعنی جس وقت بارش ہو رہی ہو اس وقت مانگی جانے والی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے (مؤطا امام مالک، ابوداؤد)

حدیث بالا میں قبولیت دعا کا تیسرا وقت بارش ہوتے وقت بتایا گیا ہے، تو بارش یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے جس وقت آسمانی رحمت (بارش) کا نزول اہل زمین پر ہو رہا ہو تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دل سے جو دعا کی جائے گی وہ بھی مقبول و مستجاب ہوگی۔

---

(۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۹۹ (۲) مذاق العارفین جلد ۱ صفحہ ۳۰۶ ترجمہ احیاء العلوم۔

(۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۳۸۲

اسکے علاوہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت دین کے وقت جب دشمنوں سے بھڑ جاتے ہیں اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگے ایسے وقت بھی دعائیں بکثرت قبول ہوا کرتی ہیں یہ سب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی ہیں۔ (ابوداؤد۔ طبرانی،١ ابن حبان)

تلاوت قرآن اور دعا حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فرض نماز پڑھی اس کے لئے مقبول دعا ہے، اور جس نے ختم قرآن کیا (ناظرہ یا زبانی، داخل نماز یا خارج نماز) اسکے لئے مقبول دعا ہے (طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۷، صفحہ ۱۷۲)

یعنی جس طرح فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے پر مقبولیت کا وعدہ ہے اسی طرح ختم قرآن مجید کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے جسکا مذکورہ حدیث میں ذکر ہے۔

امام دارمیؒ حضرت مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں: ختم قرآن کے وقت جو دعائیں کی جائیں وہ قبول ہو جاتی ہیں۔

اسکے علاوہ امام دارمیؒ ختم قرآن سے متعلق فرماتے ہیں: حضرت انسؓ جب گھر میں (نماز یا تلاوت میں) قرآن مجید کا ختم کرتے تھے تو اسوقت وہ اپنے سب اہل وعیال کو جمع کر کے دعا کرتے تھے (دارمی، صفحہ ۴۴۱)

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: تلاوت قرآن کے بعد دعا قبول ہوتی ہے بالخصوص ختم قرآن کے بعد۔ اسکے علاوہ تلاوت کرنے والوں کی دعا سننے والوں سے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ (ترمذی، طبرانی، ابو یعلی)

ختم قرآن کے وقت سلف صالحین کا یہ معمول رہا اکابرینؒ کا شروع زمانہ سے معمول چلا آرہا ہے کہ: وہ ختم قرآن مجید کے وقت دعا کیا کرتے تھے۔ یہ عمل صحابہ کرامؓ کے عمل سے ماخوذ ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے علامہ ابوبکر الباری کے حوالہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں: حضرت انس ابن مالکؓ جب قرآن مجید ختم

١) احکام دعا، صفحہ ۶۲ (۲) تراشے، صفحہ ۲، جسٹس ہائی کورٹ پاکستان۔ علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

کرتے تو اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے اور دعا کرتے تھے۔

حضرت مجاہدؒ اور عبدۃ بن ابی لبابہؓ سے بھی یہ عمل منقول ہے اور ساتھ ہی انکا یہ ارشاد بھی ہے کہ ختم قرآن مجید کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱ صفحہ ۲۶)

مذکورہ احادیث اور معمولات صحابہؓ و اکابرین سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ: تلاوت اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں بھی ایسے اوقات سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب اس حالت میں ہوتا ہے

حضرت[1] ابوہریرہؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جو اپنے پروردگار سے نزدیک ترین ہوتا ہے وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو سجدہ میں خوب دعا مانگا کرو۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

ایک[2] حدیث میں اس طرح آیا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سجدہ کی حالت میں دعا قبول ہونے کے لائق ہے۔ (ابوداؤد)

مسئلہ: نفل نمازوں کے سجدہ میں دعا کرنا ثابت ہے۔ فرض نمازوں میں سجدہ کی حالت میں دعا مانگنا نہیں، یہ اس وجہ سے کہ فرائض میں اختصار مطلوب ہے۔

ایک حدیث میں ہے: یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ کا دن) بھی مقبولیت دعا کے لئے نہایت مبارک و مخصوص دن ہے۔ (رواہ ترمذی)

مسلمانوں کے اجتماعات، مجالس ذکر اللہ شرعی مجالس نکاح اور دیگر دینی شرعی مجالس وعظ وغیرہ کے وقت میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (صحاح ستہ)

مرغ[3] فرشتوں کو دیکھ کر بولتا ہے

مرغ فرشتوں کو دیکھ کر بولتا ہے۔ مرغ کے آواز کرنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے (بخاری، مسلم، ترمذی)

مرغ اسوقت بولتا ہے جب اسے فرشتے نظر آتے ہیں اور گدھا اس وقت چلاتا ہے جب اسے شیطان نظر آتا ہے۔ (حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ علامہ دمیریؒ)

---

(۱) انوار الدعا ماہنامہ "الهادی تھانہ بھون صفحہ ۱۹ ماہ صفر ۱۳۵۷ھ (۲) معارف القرآن جلد ۸ پارہ ۳۰ سورۃ علق (۳) احکام دعا صفحہ ۹۲

حضرت[1] ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کا سوال (دعا) کرو۔ کیونکہ (وہ مرغ اس لئے بولا کہ) اسنے فرشتے کو دیکھا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مذکورہ حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ: مرغ جب اذان (آواز) دے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے انکے فضل و رحمت کا سوال کیا جائے۔ رحمت کے فرشتوں کی تشریف آوری باعث خیر و برکت ہوا کرتی ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اسوقت اگر دعا کی جائے تو آنے والے رحمت کے فرشتے بھی اس دعا پر آمین کہینگے۔

بیت[2] اللہ شریف پہ پہلی نظر پڑتے وقت جو دعا مانگو گے وہ مقبول ہوگی اور آب زمزم پیتے وقت مانگی جانے والی دعائیں قبول ہوتی رہتی ہیں۔ (ترمذی، طبرانی، مستدرک)

دنیا سے کوچ کرنے والے کے پاس حاضری کے وقت، یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو، اسکے پاس تیمارداری کے لئے آنے والے کی اور حاضرین میں سے جو کوئی دعا کرینگے اسکی دعا قبول ہوگی۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، احکام دعا صفحہ ۶۲)

پیغمبرانہ شفقت تو دیکھئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[3]: اپنی جان، مال، اولاد اور خادموں کے حق میں بددعا نہ کیا کرو! ایسا اتفاق نہ ہوجائے کہ وہ گھڑی اجابت و قبولیت کی ہو اور تمہاری دعا قبول ہوجائے۔

حضرت[4] جابرؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے نفسوں پر بددعا نہ کیا کرو اور نہ ہی اپنی اولاد اور نوکر چاکروں پر بددعا کرو اور نہ اپنے مالوں پر، یہ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس ساعت سے موافقت کھا جائے جس میں عطا تجویز ہوتی ہے اور وہ تمہارے لئے قبول ہوجائے۔ (ابوداؤد، حدیث مرفوع)

تشریح: انسان جب رنج و غصہ میں بے قابو ہوجاتا ہے تو ایسے وقت میں زبول اٹھتا ہے کہ:

---

(۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۰۱ (۲) احکام دعا صفحہ ۶۲۔ (۳) مخزن اخلاق صفحہ ۱۴۳ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی۔

(۴) دررِ فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۱۴۸۷ الشیخ عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔

یا اللہ! مجھے موت دیدے، بچوں کو انکی بری حالت پر کوستا ہے کہ اسکو موت دیدو، تباہ و برباد کردو۔ وغیرہ۔

یہاں پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کو دیکھئے کہ جہاں انسان خود اپنی خیر خواہی نہ کر سکا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بھی اسکی خیر خواہی فرمارہے ہیں کہ ممکن ہے کہ قبولیت کی گھڑی ہو اور دعا تیر کے مانند نشانہ پر جالگے۔ اور جب خود، متعلقین یا جانور وغیرہ تباہ و ہلاک ہو جائیں گے، تو اب پشیمانی و افسوس سے بھی کچھ نتیجہ نہ ہو گا۔ اس لئے رنج و غم یا غیض و غضب کے وقت ناشائستہ الفاظ بولنے سے احتیاط کرنا چاہئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں حضرت طاؤسؒ کسی[1] بیمار کے پاس بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ مریض نے عرض کیا کہ: حضرت میرے لئے دعا فرمائیں (کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں) یہ سنکر حضرت طاؤسؒ نے فرمایا کہ: اے مریض تم خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ کیونکہ بے قراری کے وقت کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

حضرت[2] شیخ ابو حاتم سجستانیؒ فرماتے ہیں: جب مایوسی دل پر چھا جاتی ہے، سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے، تکالیف انسانوں کو گھیر لیتی ہیں، اور مصیبتیں اپنا ڈیرہ جمالیتی ہیں۔ کوئی چارۂ کار سجھائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، ایسے وقت میں اچانک اللہ تعالیٰ کی مدد آپہونچتی ہے اور وہ دعاؤں کو سننے والا باریک بیں خدا، اس سختی کو آسانی اور تکالیف کو راحت سے بدل دیتا ہے کشادگیاں نازل فرماکر نقصانات کو فوائد سے بدل دیتا ہے یہ مطلب ہے اس آیت کریمہ "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝" کا۔

بے بسی کے وقت کی دعا کا اثر بعض اکابر شیوخ سے مروی ہے کہ[3]: انکی خدمت میں ایک آدمی آیا، اور عرض کیا کہ: حضرت میرے لئے دعا فرمائیں! مجھے عیال نے بہت ستایا ہے۔ (یعنی تنگ دستی کی وجہ سے پریشانی ہے) تو اس اللہ والے نے اسوقت یہ جواب دیا کہ:

---

(۱) غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۳۳ سیدنا جیلانیؒ (۲-۳) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۳۰ صفحہ ۶۔

جب تیرے اہل و عیال روٹی بھوک کی شکایت کیا کریں تو اس وقت تم اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو، یہ اس لئے کہ اس وقت کی تیری دعا (مجبوری کی وجہ سے) میری دعا سے بھی بہتر ہوگی اور قبولیت کی بھی زیادہ امید ہے۔

ان مقدس راتوں میں حضرت علیؓ کا معمول یہ رہا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ معمول تھا کہ: سال بھر میں، چار راتوں میں اپنے آپ کو بہت مصروف عبادت رکھتے تھے، غرۂ رجب یعنی، ماہ رجب کی پہلی رات۔ عیدین کی دونوں راتیں اور شعبان کی درمیانی (شب برائت کی) رات۔ ان راتوں میں حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگا کرتے تھے۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ: حجاج ابن ارطاتؒ کو جب بصرہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا گیا تو اس وقت حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے اس پر ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا: سال بھر میں چار راتوں کا خاص خیال رکھنا تم پر ضروری ہے۔ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ وہ راتیں یہ ہیں:[2]

(۱) رجب کی پہلی رات (۲) شعبان کی درمیانی (شب برائت کی) رات (۳) رمضان المبارک کی ستائیسویں رات (۴) اور عید الفطر کی رات۔

اکابر علماء کرام نے فرمایا[3]: جو شخص دنیا میں پانچ دن اپنی (من چاہی) لذتوں میں رہے گا تو وہ آخرت کی لذتوں سے محروم کردیا جائے گا۔ وہ پانچ دن یہ ہیں: (۱۔۲) عیدین کے دو دن (۳۔۴) جمعہ اور عرفہ کا دن (۵) اور ایک یوم عاشوراء کا دن۔ اور مزید فرمایا کہ: ہفتہ بھر کے سات دنوں میں سے بہتر دن دو شنبہ (پیر) اور پنجشنبہ (جمعرات) کا دن ہے جن میں مسلمانوں کے نامۂ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

شیطان کی مکاری اور خدا کی رحمت

حضرت وہب ابن منبہؒ[4] فرماتے ہیں: ابلیس

(۱۔۲) غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۵۱۔۳۴۹ سیدنا جیلانیؒ۔ (۳) مذاق العارفین جلد ۱ صفحہ ۳۲۹۔

(۴) احوال الصادقین رسالہ ماہنامہ النور صفحہ ۳۰ ماہ شعبان ۱۳۴۵ھ حضرت تھانویؒ۔

ملعون نے عرض کیا کہ: اے اللہ! آپ اپنے بندوں کی یہ عجیب حالت نہیں دیکھتے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، اور باوجود محبت کے آپکی نافرمانی بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف مجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور باوجود عداوت کے وہ میرا کہنا بھی مانتے ہیں۔

شیطان ملعون کے یہ کہنے پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ: اس ملعون سے کہہ دو "میں نے انکی کثرت نافرمانی کو میرے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے معاف کر دیا ہے اور انکی اطاعت ابلیس کو اسکے ساتھ عداوت رکھنے کی وجہ سے بخش دیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ: خدا اور اسکے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی اس طرح رہنمائی فرماتے ہیں

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں[1]: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک بکریاں چراتے رہے وہاں تک انکی زبان میں لکنت اور ہکلاہٹ رہی، مگر جب اللہ تعالیٰ نے انکو مبعوث (نبوت عطا) فرمانا چاہا تو اسوقت انہیں (دعا مانگنے کے لئے) الہام فرمایا، تب انہوں نے دعا مانگی (رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي) کہ: الٰہی میری زبان سے گرہ (لکنت) کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، گویا کہ وہ عرض کر رہے تھے کہ جب تک میں بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتا تھا اس وقت مجھے اسکی حاجت نہ ہوئی، مگر اب مخلوق کے ساتھ میری مشغولیت اور ان سے گفتگو کرنے کا موقع آیا ہے تو اب میری زبان سے ماندگی (لکنت) دور فرما کر میری مدد فرما۔

نظام عالم پر ایک نظر

عربی مقولہ مشہور ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا. یعنی مختلف قسم کی خدمات اور امور انجام پانے کے لئے علم الٰہی میں اوقات طے شدہ ہیں۔ حوادثات زمانہ کے اعتبار سے جس چیز کی جب ضرورت ہوگی منجانب اللہ اسکے انتظامات ہوتے رہینگے۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ[2] کا مشہور مقولہ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں نقل

---

(۱) فیوض یزدانی صفحہ ۱۱۸ (۲) مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت صفحہ ۲۹ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ۔

فرمایا ہے: عارف احرارؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ولایت روحانیت اور مقبولیت کا وہ اعلیٰ مقام مجھے عطا فرمایا ہے کہ اگر میں: پیری مریدی کرنے لگوں تو دنیا میں کسی پیر کو ایک مرید بھی نہ ملے۔ لیکن میرے سپرد منجانب اللہ ایک دوسرا ہی کام ہے اور وہ شریعت کو رواج دینا اور دینِ اسلام کو قوت پہونچانا ہے۔

ماحصل یہ کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک بکریاں چرانے کی خدمت انجام دیتے رہے وہاں تک زبان کا مسئلہ اتنا اہم نہ تھا۔ مگر جب نبوت وامامت کی ذمہ داری کا وقت آیا تو خود منجانب اللہ اسکی رہنمائی فرمائی گئی، کہ ازالۂ لکنت کے لئے اب دعا مانگو۔

اسی طرح قرآن و حدیث، ایمان و اسلام اور امت مسلمہ وغیرہ کے تحفظ کے لئے قیامت تک منجانب اللہ انتظامات ہوتے رہیں گے۔ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان خدمات کے لئے اپنے فضل ورحمت سے قبول فرمالیں۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا انعام الحسنؒ صاحب کا مکتوب

میرے مخلص دوستؒ، حضرت مولانا احمد گودھروی صاحب (گجراتی) جنہوں نے فراغت کے بعد اپنی پوری زندگی تبلیغی خدمت کے لئے وقف کردی ہے، اور بستی نظام الدین میں مقیم ہیں۔ انہوں نے راقم الحروف سے فرمایا کہ: میرے والد ماجدؒ کا جب وصال ہوا تو میں اسوقت اپنے وطن (گودھرا) والد بزرگوار کی خدمت میں تھا۔ جب وصال ہوا تو اسکی اطلاع میں نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ (امیر عالمی تبلیغی جماعت) کو دی۔ والد ماجد کے وصال کی خبر پاتے ہی حضرت جی نے ناچیز خادم پے تعزیتی سعادت نامہ ارسال فرمایا: اس میں تحریر فرمایا کہ: یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ جو مانگا جائیگا وہ ضرور قبول کیا جائے گا۔ یہ اس لئے کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو معیت اور سنوائی ہوتی ہے۔ وہ بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضتوں کے بعد بھی ایسی حضوریٔ قلب نصیب نہیں ہوتی جو موت کے جھٹکے کے وقت متعلقین کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ایصال ثواب، اللہ تعالیٰ کی یاد، ذکر اللہ، اور دعا وغیرہ میں خوب خوب وقت لگایا جائے

(۱) مکتوب رئیس التبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ۔ بستی نظام الدین، نئی دہلی ۱۹۹۰ء۔

یہ زیادہ مفید اور بار آور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپکے والد ماجد اور جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں بلند مقام اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

دعائیں تین تین مرتبہ مانگنے کی حکمت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ: یہ تو معلوم ہے کہ: دعا مانگنا ضروری ہے، مگر جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ہمارا دل دعا میں نہیں لگتا، اس لئے بعض لوگ دعا مانگنا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ سو وجہ اس شکایت کی یہ ہے کہ لوگوں کو دعا کی خاصیت معلوم نہیں، دعا کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے کثرت سے بار بار مانگی جائے تو اس میں جی لگنے لگتا ہے، اور یہی حکمت ہے اس میں کہ دعاؤں کو تین تین مرتبہ کہنے کو سنت فرمایا گیا۔ اور اگر تین مرتبہ سے بھی زیادہ ہو تو زیادہ انفع ہے۔

فرمایا: اگر حالات بدلوانے اور رات دن کو کار آمد بنانے ہوں تو کم از کم صبح و شام ان دو وقتوں کی قدر کرلی جائے، صبح کو اس لئے کہ اس وقت انسان دنیوی مشغلوں میں مصروف ہونے سے پہلے فارغ اور مجتمع الہمت ہوتا ہے، جسکی وجہ سے اپنی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مرکوز کرسکتا ہے، اور شام کا وقت اس لئے کہ دن بھر دنیا کے مشاغل میں مصروف رہ کر اسکا آئینۂ دل غبار آلود ہوچکا ہوتا ہے اس غبار کو اتارنے کے لئے ماندگی کی حالت میں دعا کی طرف متوجہ ہونا یہ کارِ صیقل سے کچھ کم نہیں۔ (البدر البازغۃ مترجم صفحہ ۳۰۵)

ایک عورت کی عارفانہ نظر

شیخ صالح مریؒ بسا اوقات یوں فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو آخر کار اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ یہ سنکر عارفہ رابعہ بصریہؒ نے فرمایا: کہ اے صالح! کب تک آواز دیتا رہے گا (یعنی کھٹکھٹاتا رہے گا) اور کون کھولے گا؟ اے صالح! دروازہ کس نے بند کیا ہے کہ بند کرنیکے بعد پھر کھولے؟ سنو! اس حی قیوم کا دروازہ ہر آن اور ہر لحہ کھلا ہوا ہے کھولے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سنکر شیخ صالحؒ نے فرمایا: میں قربان جاؤں اس باخدا عارفہ کی ہوش مندی پر!

رحمت خداوندی کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے اور ہر شخص جب چاہے اس کریم آقا کی

(۱) الافاضات الیومیہ صفحہ ۳۴۸۔ (۲) تذکرۃ الاولیا۔ جلد ۱ صفحہ ۵۹ شیخ فرید الدین عطارؒ۔

بارگاہ میں بغیر کسی روک ٹوک کے التجا کر سکتا ہے۔اس لئے دعا تو ہر وقت ہی مؤثر ہوتی ہے بس شرط یہ ہے کہ کوئی مانگنے والا ہو اور ڈھنگ سے مانگے۔

دعا کی قبولیت میں سب سے زیادہ مؤثر چیز آدمی کی عاجزی اور لجاجت کی کیفیت ہے۔کم از کم ایسی لجاجت (مسکنت) سے تو مانگے جیسے ایک بھیک مانگا سوال کرتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: ہر دعا قبول ہو سکتی ہے اور ہر وقت مقبولیت کی توقع بھی ہے۔مگر جو اوقات اس جگہ لکھے جاتے ہیں انمیں مقبول ہونے کی توقع بہت زیادہ ہے اس لئے ان اوقات کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔

سال بھر کے مبارک و مقدس ایام یہ ہیں:

سیدنا امام غزالی طوسیؒ فرماتے ہیں: سال بھر کے عمدہ اور مبارک دنوں میں بھی چند دن ایسے ہیں جو رحمتوں اور مغفرتوں کو لئے ہوئے ہیں جسے یہاں پر رقم کئے جا رہے ہیں:[۱]

(۱) یوم عرفہ۔یعنی نویں ذی الحجہ کا دن (۲) عاشورہ۔یعنی دسویں محرم کا دن (۳) شب برائت، یعنی پندرھویں شعبان کا دن (۴) رمضان المبارک کے ستر ھوئیں روزہ کا دن (۵) دونوں عید کے دن (۶) شب معراج، یعنی ستائیسویں رجب کا دن (۷) ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے سب ایام حج اور ایام تشریق یعنی قربانی کے تین دن اور جمعہ کا دن۔

بقول امام غزالیؒ مذکورہ بالا سب ملکر یہ کل انیس[۱۹] دن ہوئے جو اپنے اندر مقبولیت لئے ہوئے ہیں۔

سال بھر کی وہ مقدس راتیں جن میں دعائیں بکثرت قبول ہوتی ہیں، یہ ہیں:

حضرت امام غزالیؒ[۲] فرماتے ہیں: سال بھر میں جتنی فضائل والی مقدس اور مقبول راتیں ہیں ان سے غافل نہ رہنا چاہئے۔جب طالب ہی عمدہ اوقات سے بے خبر ہو گا تو فلاح و کامیابی حاصل نہ کر پائے گا۔یہ راتیں اپنے اندر بہت سی خیر اور بھلائیاں لئے ہوئے ہیں اس لئے اجمالی طور پر پوری فصل سے سارے اوقات مقدسہ کا انتخاب کر کے ایک ہی جگہ سب کو لکھا

(۱،۲) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۲۲۔۳۲۵۔

جار ہا ہے۔اسے ذہن میں لئے ہوئے جملہ لیل و نہار سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہا کریں:

(۱) رمضان المبارک کا پورا مہینہ (۲) خصوصاً اخیری عشرہ کی طاق راتیں۔اس لئے کہ اس میں شب قدر ہونے کا امکان ہے (۳) افطاری کے وقت کی دعا۔اس لئے کہ افطاری کے وقت دعا مانگنے والے کی دعا پر آمین کہنے کے لئے عرش اعظم کے اٹھانے والے مقدس فرشتے زمین پر آکر آمین کہتے ہیں (۴) رمضان المبارک کی سترھویں شب۔اسکی صبح کو یوم الفرقان اور یوم التقا الجمعان ہوا۔اسی دن جنگ بدر ہوئی۔حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں: اس میں شب قدر ہونے کا امکان ہے۔ (۵) جمعہ کی رات اور دن (۶) غرۂ رجب۔یعنی رجب کے مہینے کی پہلی رات (۷) معراج کی ستائیسویں رات (۸) ماہ رجب کی پندرھویں رات (۹) محرم کی پہلی رات (۱۰) شب عاشورہ۔یعنی دسویں محرم کی رات (۱۱) شب برائت یعنی شعبان کی پندرھویں رات (۱۲) عرفہ کی رات۔یعنی نویں ذی الحجہ کی رات (۱۳) دونوں عیدین کی راتیں (۱۴) ذی الحجہ کی چودھویں اور پندرھویں راتیں۔

سال بھر کے مختلف اوقات مقبولہ یہ ہیں:

(۱) وضو[1] کے درمیان اور وضوء سے فارغ ہونے پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (۲) نماز کے لئے جب اذان دی جائے۔یعنی اذان دیتے وقت اذان سنکر دعا مانگے۔اذان کے درمیان اور اذان ختم ہونے پر دعا قبول ہوتی ہے۔ (۳) اذان اور تکبیر کا درمیانی وقت (۴) حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃ اور حَيَّ عَلَى الفَلَاحِ کے بعد خصوصاً اس شخص کے لئے جو رنج اور مصیبت میں مبتلا ہو (۵) نماز جماعت کی تکبیر شروع ہوتے وقت (۶) جب امام "و لا الضالین" کہے اس وقت (۷) فرض نمازوں کے بعد (۸) سجدے کی حالت میں (یہ نفل نمازوں کے سجدہ کے لئے ہے) (۹) تلاوت قرآن مجید کے بعد (۱۰) ختم قرآن کے بعد (داخل نماز یا خارج نماز خاص کر) قاری قرآن کی دعا (۱۱) جہاں مسلمان کثرت سے جمع ہوں۔مثلاً میدان عرفات۔عیدین۔شرعی مجلس نکاح اجتماعات و مجالس دینیہ وغیرہ میں (۱۲) مجالس ذکر کے وقت (۱۳) علماء ربانی

(۱) ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ صفحہ ۹۔سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی

اور اہل اللہ پہ نظر پڑتے وقت (۱۴) جس وقت بارش ہو رہی ہو اس وقت (۱۵) مریض کی دعا حالت مرض میں (۱۶) مریض کے پاس تیمار داری کرنے والوں کی دعا (۱۷) تنگدستی بے بسی اور مجبوری کے وقت کی دعا (۱۸) مسافر کی دعا حالت سفر میں (۱۹) طلوع، غروب اور زوال کے وقت خصوصاً جمعہ کے دن (۲۰) پچھلی رات مرغ کے اذان دینے کے وقت (۲۱) صبح صادق کے وقت (۲۲) رات کے وقت بالخصوص آدھی رات کے بعد (۲۳) رات کے پہلے تیسرے حصے میں۔ یعنی رات کے تین حصے کئے جائیں تو ان میں سے پہلا حصہ (۲۴) رات کے پچھلے تیسرے حصے میں یعنی بارہ گھنٹے کی رات میں دو بجے سے لیکر چھ بجے تک کا وقت مراد ہے (۲۵) آخری رات کا چھٹا حصہ (۲۶) مظلوم کی دعا (۲۷) جہاد کی صف میں جب کھڑے ہوں اس وقت (۲۸) اسلامی لشکر کفار سے لڑتے لڑتے جب باہم الجھائے اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو اس وقت کی دعا (۲۹) مُردے کی آنکھیں بند کرتے وقت۔ یعنی جس وقت مرنے والے کی آخری گھڑی ہو۔ روح پرواز کر رہی ہو اور لوگ مرحوم کی آنکھیں اور منہ بند کرنے لگیں وہ وقت بھی قبولیت کا ہے۔ (۳۰) بیت اللہ شریف پہ پہلی نظر پڑتے وقت (۳۱) آب زم زم پیتے وقت۔

(نوٹ: یہ سارے اوقات شاگرد شیخ الہند، حضرت سحبان الہندؒ کی کتاب "ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟" سے نقل کئے گئے ہیں۔)

بفضلہ تعالیٰ، سال بھر کے لیل و نہار اور اوقاتِ مقبولہ مقدسہ پر اس فصل کو ختم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اسے قبول فرما کر، جملہ مسلمانوں کو ان مستجاب اوقات میں دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

اے جوشِ جُنوں بے کار نہ رہ کچھ خاک اڑا ویرانے کی

دیوانہ تو بننا مشکل ہے صُورت ہی بنا دیوانے کی

سترھویں فصل

☆ مستجاب الدعوات اشخاص و مقامات مقبولہ ☆

اس سے پہلے: اوقات دعا۔ کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اب آپکی خدمت میں ان اشخاص و مقامات کی نشاندہی کی جارہی ہے جہاں دعائیں زیادہ قبول ہوا کرتی ہیں۔ اس کا عنوان ہے:۔

مستجاب الدعوات اشخاص و مقامات مقبولہ

اسمیں بعض غیر معروف اشخاص و مقامات کو تحریر کیا گیا ہے۔ جنکی دعائیں اللہ تعالی قبول فرمالیتے ہیں۔ اسے بھی شریعتِ مطہرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے۔ اسکے چند عنوانات اس طرح پر ہیں۔

مریض کی دعا فرشتوں کی دعا کے مانند قبول ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا ملفوظ۔ جن جن حضرات کی دعائیں قبول ہوتی ہے ان پر ایک اجمالی نظر۔ مکانات اجابت دعا۔ مہبط وحی اور اقدام عالیہ کی نسبتیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا یہ جگہ تریاق اعظم ہے اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موئے مبارک خریدنے میں اپنی ساری دولتیں نثار کردی وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت بہت سی مقبولیت والی جگہوں کا انتخاب کر کے تحریر کیا گیا ہے۔

☆ یا مسببَ الاسباب ☆

ہمارے لئے غیب سے اسباب مہیا فرماکر ان مقامات مقبولہ۔ ارض نزول قرآن مجید اور بے شمار انبیاءؑ و اولیائےؒ مقبولین نے جن مقدس سرزمین کی قدم بوسی فرمائی ہے۔ یا اکرم الاکرمین، محض اپنے فضل ورحمت سے ہم سب مسلمانوں کو ان پاک جگہوں پر بصد عجزو احترام اور عقیدت و محبت کے ساتھ حاضری کی شرف یابی نصیب فرما۔ آمین

بفضلہ تعالیٰ اب یہاں سے سترھویں فصل شروع کی جارہی ہے۔ اسکا عنوان ہے۔ مستجاب اشخاص و مقاماتِ مقبول۔ یعنی اس فصل میں جن لوگوں کی دعائیں زیادہ تر قبول ہوجایا کرتی ہیں انکی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ جن جن مقامات مقدسہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اسے بھی تحریر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے آیت کریمہ تحریر کی جارہی ہے۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝ پ ۱۱ ع ۲ سورۃ توبہ

ترجمہ: آپ انکے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ انکو پاک صاف کردینگے۔ اور انکے لئے دعا کیجئے۔ بلاشبہ آپکی دعا انکے لئے موجب اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں اور جانتے ہیں۔ (بیان القرآن)

تشریح: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ انکے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے جسکے ذریعہ سے آپ انکو (گناہوں کے آثار سے) پاک صاف کردینگے اور (جب آپ لے لیں تو) انکے لئے دعا کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا انکے لئے موجب اطمینان قلب ہے اور اللہ تعالیٰ (انکے اعتراف ذنوب کو) خوب سنتے ہیں اور (انکی ندامت کو) خوب جانتے ہیں۔

پس آئندہ بھی خطا یا ذنوب کے صادر ہونے پر توبہ کرلیا کریں۔ اور اگر گنجائش اور توفیق ہو تو توبہ کے بعد کچھ خیر خیرات بھی کرلیا کریں۔

مذکورہ آیت سے معلوم ہورہا ہے کہ: صدقہ اور خیرات کا اصل مقصد تو صاحبِ مال کو (صدقہ کے ذریعہ) گناہوں سے پاک صاف کرنا ہے۔ یہ تو مرکزی نکتہ ہوا۔ باقی غربا پروری اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی، ہاں ضمناً اسے لے لیا جائے تو لے سکتے ہیں۔

چندہ اور عطیہ لینے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ: انکے اموال سے زکوٰۃ وصول کرلیا کرو یہ مال زکوٰۃ انکو پاک صاف بنائے گا۔

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ یعنی انکے لئے دعا کرو اور طلب مغفرت کرو۔ اس ارشاد خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن اوفیٰؓ سے مروی ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب حکم خداوندی اسکے لئے دعا کرتے تھے۔ آگے

(۱) معارف القرآن جلد ۴ پ ۱۱ ع ۲ سورۃ توبہ صفحہ ۴۵۷ (۲) ابن کثیر جلد ۲ پ ۱۱ ع ۲ توبہ صفحہ ۸

إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ○ تمہاری دعا انکے لئے سکون قلب کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو سننے والا ہے اور علیم بھی ہے کہ کون تمہاری دعا کا مستحق ہے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں: وکیع نے سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے دعا فرماتے تھے تو وہ دعا اسکے بیٹے اور پوتوں کے حق میں بھی قبول ہو جاتی تھی۔ (حوالہ بالا)

مفتی صاحبؒ[1] فرماتے ہیں: مذکورہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ دینے والوں کے لئے دعا کرنے کا حکم ہے۔ اس وجہ سے بعض فقہاء کرام نے فرمایا کہ: امام و امیر کو صدقہ ادا کرنے والوں کے لئے دعا کرنا واجب ہے اور بعض نے اس کو امر استحباب قرار دیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ آیتِ کریمہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ صدقہ، زکوٰۃ اور خیر خیرات وغیرہ لینے اور وصول کرنے والے کی دعا اس وقت در بار الٰہی میں قبول ہوتی ہے، بلکہ لینے کے بعد دعا کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے کہ انکے حق میں مناسب دعا کر کے محسنین کے احسان کا دعا کے ذریعہ شکریہ ادا کیا جائے۔

اس بات کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے اور اگر علم ہے بھی تو جوابی کاروائی (دعا) کے لئے زبان زیادہ حرکت میں نہیں آتی اس نبوی سنت کو عام کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

چندہ لینے والے کی دعا قبول ہو گئی وَصَلِّ عَلَيْهِمْ مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے اور اسکی قبولیت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا، اس سے معلوم ہوا کہ چندہ لینے والوں کی دعا قبول ہوتی ہے، اسکے ثبوت میں ایک سچا اور اہم واقعہ علامہ دمیریؒ کی کتاب حیٰوۃ الحیوان سے نقل کر رہا ہوں وہ اس طرح ہے:

حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی جس کی وجہ سے گرانی (مہنگائی) کافی زیادہ ہو گئی، لوگ پریشان ہو گئے، اسی دوران عرب کا ایک وفد آپکی خدمت میں آیا وفد کے امیر نے سیدنا عمر ابن عبد العزیزؒ سے عرض کیا، اے امیر المؤمنین! ہم سب آپکی خدمت میں مجبوراً ایک اشد ضرورت کی وجہ سے عرب علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں۔ یا امیر المؤمنین! بیت المال کی رقم اگر مخلوق خدا کی ہے تو آپ ان میں سے ہمیں عنایت فرمادیجئے، کہ ہم سب اسکے زیادہ مستحق ہیں، اور اگر آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو ہماری عرض ہے کہ اس میں سے صدقہ خیرات کی لائن

(۱) معارف القرآن جلد ۴ پارہ ۱۱ التوبہ صفحہ ۴۵۸

سے ہماری نصرت و مدد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائیں گے۔

یہ باتیں سنکر امیر المومنین کی آنکھیں اشکبار ہو گئی اور فرمایا کہ: اے میرے کرم فرما معزز مہمانوں! آپ بے فکر رہیں آپکے ساتھ حسب منشا سلوک کیا جائے گا۔ اتنا فرما کر حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے انکی ضروریات پوری کرنے کا حکم صادر فرمادیا۔ اور وہ حضرات سامان لیکر روانہ ہوگئے۔

وہ کچھ دور ہی گئے تھے کہ، امیر المؤمنین نے وفد کے ذمہ دار کو آواز دے کر بُلایا اور عرض کیا کہ جس طرح تم نے لوگوں کی ضرورتوں کو مجھ تک پہنچایا ہے، اسی طرح میری دارین کی ضرورتوں کے لئے بھی دربار خداوندی میں آپ دعا فرمائیں!

یہ سن کر متکلم نے مع قافلہ کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دئے، اور فرمایا: خدایا! حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے ساتھ اپنے مخصوص و مقبول بندوں جیسا معاملہ فرما!

اس طرح دعا فرمارہے تھے، ابھی دعا سے فارغ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اسی وقت آسمان سے ایک بادل اٹھا، زور دار بارش ہونی شروع ہوئی اسی بارش میں ایک بڑا اولہ (برف کا ٹکڑا) سامنے آگرا وہ ٹوٹ کر بکھر گیا، اس میں سے چھوٹا سا کاغذ کا پرچہ نکلا۔ اس میں لکھا ہوا تھا "یہ رقعہ۔ عمر ابن عبد العزیزؒ کے لئے زبردست قول والے احکم الحاکمین کی جانب سے جہنم کی آگ سے برائت کا پروانہ ہے۔ قافلہ کے امیر نے وہ رقعہ حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کی خدمت میں پیش فرمادیا اور روانہ ہوگئے۔ (حیاۃ الحیوان جلد ا صفحہ، ۲۲۸۲۲۔)

فــائدہ: مذکورہ واقعہ نے اس بات کی تصدیق فرمادی ہے کہ، بوقت ضرورت (بحد شرع) چندہ لینے والوں کی دعا، چندہ دینے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں، اس لئے اس سے غفلت برتنا مناسب نہیں۔

ایک[1] مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سلیمان ابن ملکؒ، مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، انہوں نے حضرت ابو حازم (تابعیؒ) سے سوالات کے ذریعہ چند علمی بات معلوم کیں، انمیں ایک یہ سوال بھی تھا کہ: اے ابو حازم: کونسی (کس آدمی کی) دعا زیادہ قابل قبول ہے؟

تو حضرت نے فرمایا: جس شخص پر احسان کیا گیا ہو اس کی دعا۔ اپنے محسن کے لئے زیادہ اقرب الی القبولیت ہے۔ یعنی لینے والے کی دعا زیادہ قبولیت کے قریب ہوتی ہے۔

(۱) معارف القرآن جلد ا پا ع ۵ صفحہ ۲۱۰۔

فرشتوں کی دعا قبول فرمالی

چونکہ اس فصل کا موضوع ہی مستجاب رکھا گیا ہے، اس لئے اس کی مناسبت سے چند احادیث و روایات نقل کر رہا ہوں:

ابن ابی حاتمؒ میں[1] ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الخ تو یہ کلمات دعائیہ عرش خداوندی کے اردگرد منڈلانے لگے، یہ سنکر فرشتوں نے کہا کہ: بار الٰہی! یہ آواز تو کہیں دور کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہاں! اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں، یہ سنکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: کیا اب بھی تم نے نہیں پہچانا؟ یہ تو میرے بندے یونس (علیہ السلام) کی ہے۔

فرشتوں نے کہا کہ: کیا وہی یونس (علیہ السلام) جن کے نیک اور مقبول اعمال ہمیشہ آسمان کی طرف چڑھا کرتے تھے، اور جنکی دعائیں تیرے دربار میں مستجاب ہوا کرتی تھی؟

یا اللہ! جیسے وہ آرام و راحت کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتے تھے، تو اب آپ ان مصیبت کے وقت میں ان پر رحم فرمادیجئے۔ انکی دعا قبول فرما کر انہیں مصائب سے نجات عطا فرمادیجئے۔

یہ سنکر باری تعالیٰ نے فرمایا: ہاں میں اسے نجات دونگا! چنانچہ فرشتوں کی دعا قبول فرما کر اسی وقت مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ میرے بندے یونس (علیہ السلام) کو بغیر کسی قسم کی تکلیف کے سمندر کے کنارہ پر اُگل دے، چنانچہ اسی وقت اسنے انہیں باہر اُگل دیا۔ پھر فرمایا: ہم نے انکی دعا قبول کرلی اور انہیں غم سے نجات دی۔

اجتماعی دعائیں اقرب الی الاجابت ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے[2]: حضرت حبیب ابن مسلمہ فہریؓ اپنی امارت میں ایک لشکر لیکر روانہ ہوئے، اور سرحدیں پار کرنے کے بعد جب دشمنوں کے مقابل ہوگئے، تو اس وقت آپؓ نے سب مجاہدین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کبھی لوگ آپس میں جمع ہوتے ہیں اور انکا بعض دعا کرے، اور باقی لوگ آمین کہے تو اللہ تعالیٰ ضرور انکی دعا قبول فرمالیتے ہیں (طبرانی و ہیثمی)

حضرت فقیہ الامتؒ[3] نے فرمایا: کنز العمال میں روایت ہے کہ: جب کوئی قوم جمع ہو کر اس طرح دعا

---

(۱) ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء صفحہ ۲۱ سورۂ الصّٰفّٰت صفحہ ۲۰۔ (۲) حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ صفحہ ۵۰۳ حضرت جی

(۳) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔

کرے کہ: بعض دعا کرے اور بعض آمین کہے تو اللہ تعالیٰ انکی دعا کو قبول فرما لیتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعی دعا صرف مشروع (جائز) ہی نہیں بلکہ اقرب الی الاجابت بھی ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے: ایک عورت نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے لئے، اور میرے شوہر کے لئے دعاءِ رحمت فرما دیجئے! یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے یوں دعا فرمائی: "اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے تم پر اور تمہارے شوہر پر (ابوداؤد)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ الٰہی سے دعا کرانا بھی مفید ہوتا ہے۔نیز جسے دعا کے لئے کہا جائے اسے (جائز) دعا کرنے سے ٹال مٹول نہ کرنا چاہئے، بلکہ حسب منشاء دعا کر دینی چاہئے۔ یہ دونوں باتیں اس حدیث پاک سے ثابت ہو رہی ہے

مریض کی دعا فرشتوں کی دعا کے مانند مقبول ہوتی ہے

مسلمانوں کے لئے بیماری بھی ایک نعمت ہے۔جب کوئی مومن بیمار ہوتا ہے تو پہلا فضل یہ ہوتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے اسکے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں، انکے درجات بلند ہوتے ہیں، اسکے علاوہ تندرستی کی حالت میں جو عبادتیں کر تا رہتا تھا ان سب کا ثواب بھی اسکے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ مزید ایک بڑا انعام یہ دیا جاتا ہے کہ اسکی دعا کی حیثیت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔اور شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے، حضرت عمرؓ سے مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمرؓ! جب تم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس سے تم اپنے لئے دعا کرنے کے لئے کہو، کیونکہ بیمار کی دعا فرشتے کی دعا کے مانند ہے (رواہ ابن ماجہ)

پانچ آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ (آدمیوں کی) دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہے (۱) مظلوم کی دعا جب تک کہ وہ بدلہ نہ لے لے۔(۲) حج کے سفر پر جانے والے کی دعا جب تک وہ واپس گھر پے نہ آجائے۔(۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی دعا جب تک کہ وہ لوٹ کر واپس اپنے گھر نہ آجائے۔(۴) مریض کی دعا جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے۔

(۱) جمع الفوائد صفحہ ۸۸، ج۲ (۲) برکات اعمال ترجمہ فضائل اعمال صفحہ ۸۰ شیخ ضیاء الدین المقدسی (۳) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۰۳

(۵) ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان کے لئے اسکے پیٹھ کے پیچھے (یعنی غائبانہ)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دعاؤں میں سب سے زیادہ قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اسکے پیٹھ کے پیچھے دعا کرے۔ (بیہقی فی الدعوات الکبیر)۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے حج اور عمرہ کرنے والے یہ سب اللہ تعالیٰ کے وفود ہیں، وہ دعا کرے تو قبول ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے سوال کریں تو انہیں عطا فرمائیں۔ اور دوسری ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ مغفرت طلب کریں تو انکے گناہوں کی مغفرت فرمادیں۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: جو حضرات اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے جاتے ہیں، انکے بہت سے فضائل آئے ہوئے ہیں، انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی دعا بارگاہ خداوندی میں ضرور قبول ہوتی ہے۔

چونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے کے لئے نکل کھڑا ہوا ہے اس لئے اپنے اخلاص و صدق نیت کی وجہ سے اس قابل ہوگیا کہ اسکی درخواست رد نہ کی جائے۔ اس لئے جب مجاہد دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیتے ہیں۔ (تحفۂ خواتین صفحہ ۳۰۸)

قطب عالمؒ نے فرمایا لوگوں کو مانگنے کی قدر نہیں

حضرت شیخؒ نے فرمایا: ایک بزرگ کی خدمت میں ایک پریشان حال آدمی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میرے لئے دعا فرمادیجئے، اس لئے کہ مجھے اہل و عیال کی کثرت اور آمدنی کی قلت نے بہت ہی مجبور و بے حال کر رکھا ہے۔ یہ سنکر اس بزرگ نے فرمایا کہ: جب تیری گھر والی تجھ سے یوں کہنے لگے کہ ہمارے گھر میں آٹا ہے نہ دال، اور نہ ہی کھانا پانی تو ایسے (بے بسی کے) وقت کی تیرے دل سے نکلی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے اس وقت کی دعا سے زیادہ قابل قبول ہوگی۔

اتنا لکھنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: لوگوں کو اپنے آقا، (اللہ تعالیٰ) سے مانگنے کی قدر نہیں ہے نہ اسکی وقعت قلوب میں ہے۔ اس کریم داتا کے ہاں تڑپ کر مانگنے کی بڑی قدر ہے اور مضطرب کی دعا تو خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ (فضائل صدقات، حصہ ۲ صفحہ ۵۲۹)

(۱) برکات اعمال ترجمہ فضائل الاعمال صفحہ ۱۱۱

☆ جن سعادت مند حضرات کی دعا قبول ہوتی ہے ان پر ایک اجمالی نظر ☆

اب یہاں پر مجموعی طور پر چند ایسے اشخاص کی نشاندہی کی جارہی ہے جنکی دعائیں قبول ہوجایا کرتی ہیں انکو تلمیذ شیخ الهندؒ حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ نے اپنی کتاب[1] میں جگہ دی ہے اس لئے یہاں لکھنا انشاء اللہ العزیز مفید ثابت ہوگا۔

(۱) امام عادل اور منصف حاکم کی دعا مقبول ہے، اور حاکم سے مراد مسلمان حاکم ہے کیونکہ کافر غیر مسلم، مسلمانوں کا امام یا حاکم نہیں ہوسکتا۔ (۲) رجل صالح اور نیک مرد کی (جائز) دعا قبول ہوتی ہے (۳) والد (ماں باپ) کی دعا اپنی اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے، خصوصاً والد کی دعا خواہ اچھی ہو یا بری، اولاد کے حق میں ایسی قبول ہوتی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے حق میں ہوا کرتی ہے۔ (۴) نیک صالح مطیع اولاد کی دعا اپنے ماں باپ کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔ (۵) حجاج کی دعا جب تک اپنے گھر لوٹ کر نہ آجائیں قبول ہوتی ہے۔ (۶) ہر مسلمان کی دعا بشرطیکہ وہ ظلم یا قطع رحم کی نہ ہو۔ اور دعا کے بعد یہ بھی نہ کہے کہ میں نے دعا کی تھی مگر وہ قبول نہ ہوئی۔ (۷) جو مسلمان رات سونے کے بعد چونک کر (یا ویسے ہی) اٹھ جائے اسوقت جو جائز دعا کرے وہ قبول ہوجاتی ہے۔ سوتے ہوئے آدمی کو کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس لئے جگایا جاتا ہے کہ بندہ اٹھ کر کچھ عبادات کرلیں اور جب اس غرض کے لئے جگایا گیا تھا اور بندے نے کچھ عبادتیں کر بھی لیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اسکی دعا قبول نہ ہوجائے۔ (۸) توبہ کرنے والے کی دعا یعنی جو شخص اپنے گناہوں سے صدق و اخلاص اور زبان و دل سے توبہ کرلیتا ہے تو ویسا آدمی مستجاب بن سکتا ہے۔ (۹) مضطر (پریشان حال بے قرار) کی دعا بہت جلد قبول ہوجایا کرتی ہے۔ (۱۰) مظلوم کی دعا خواہ وہ مظلوم فاسق و فاجر اور کافر ہی کیوں نہ ہو قبول ہوجایا کرتی ہے۔ (۱۱) مسافر کی دعا حالت سفر میں۔

(۱۲) جو شخص یا ذالجلال و الاکرام کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اسکی دعا بھی قبول کرلی جاتی ہے۔ (۱۳) جب کوئی شخص یا ارحم الراحمین کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اسکی دعا بھی قبول کرلی جاتی ہے (۱۴) جب کوئی بندہ تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرتا ہے تو جنت خود بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتی ہے: اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ یعنی یا اللہ! آپ اسے جنت میں داخل فرمادیں۔ اور جب کوئی بندہ دوزخ سے

---

(۱) ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ صفحہ ۹ سحبان الہندؒ

تین مرتبہ پناہ مانگتا ہے تو دوزخ عرض کرتی ہے اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ مِنَ النَّارِ، یعنی یا اللہ! آپ اس بندے کو آگ سے بچا لیجئے۔ (۱۵) جو مسلمان اپنی کسی حاجت کے لئے یہ کلمات پڑھے گا تو اسکی حاجت پوری کر دی جائے گی۔ وہ کلمات یہ ہیں: لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کی ہے اور نہایت مجرب ہے۔ (۱۶) جو شخص عام مؤمنین و مؤمنات کے لئے روزانہ ۲۵ یا ۲۰ مرتبہ استغفار (دعائے مغفرت) کرتا ہے تو اسے ان لوگوں میں داخل کر دیا جاتا ہے جنکی دعا مستجاب ہے۔ اور انکی برکت سے اہل زمین کو روزی دی جاتی ہے

(۱۷) متبع سنت نائبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) علماء کرام اور بزرگانِ دین کو محبت کی نگاہوں سے دیکھنے والے کی دعا بارگاہِ الٰہی میں جلد قبولیت کا شرف حاصل کر لیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہاں تک جو لکھا گیا ہے وہ اشخاص کے اعتبار سے انفرادی و اجتماعی طور پر دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں کے قبول ہونے کے متعلق تھا۔

اب آگے چند ایسے مستند و مقبول مقامات مقدسہ تحریر کئے جا رہے ہیں جہاں دعائیں کثرت سے اور بہت جلد قبول ہو جایا کرتی ہیں:۔

******* ـــ ـــ *******

وہ مقامات مقدسہ و مقبولہ جہاں دعائیں بکثرت اور جلد قبول ہو جایا کرتی ہیں

مقامات اجابت دعا عارف باللہ حضرت حسن بصریؒ نے اہلِ مکہ کی طرف ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ: مکہ مکرمہ میں کم و بیش پندرہ جگہ دعا کی قبولیت کے لئے مجرب ہے وہ یہ ہیں:[۱]

(۱) بیت اللہ شریف پہ پہلی نظر پڑتے وقت (۲) مطاف میں طواف کرتے وقت (۳) ملتزم کے پاس (۴) میزاب رحمت کے نیچے (۵) حطیم میں (۶) بیت اللہ کے اندر (۷) چاہ زمزم کے پاس (۸) مقام ابراہیمؑ کے پیچھے (۹) صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر (۱۰) صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت (۱۱) جنت المعلیٰ (۱۲) عرفات (۱۳) مزدلفہ (۱۴-۱۵) منیٰ میں جمرات کے پاس۔

---

(۱) احکام دعا صفحہ ۹۴ مفتی محمد شفیع صاحب۔

مدینہ طیبہ میں (۱) گنبد خضراء پے نظر جمائے ہوئے (۲) مواجہ شریف میں (۳) ریاض الجنۃ میں (۴) ریاض الجنۃ کے سب ستونوں کے دامن میں (۵) منبرؐ و محرابؐ کے قریب (۶) حجرہ مبارکہ میں (اقدام عالیہ کی طرف جو جگہ ہے وہ) (۷) مقام اصحاب صفہ پر (۸) مقام اصحاب صفہ کے سامنے جالی مبارکہ کے ساتھ جو جگہ ہے وہ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات یہاں پر نماز تہجد ادا فرماتے تھے، اور یہاں دعائیں مانگا کرتے تھے) (۹) پوری مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جہاں چاہو دعا مانگو انشاء اللہ تعالیٰ ان سب جگہوں میں دعائیں یقیناً قبول ہونگی۔

اسکے علاوہ جنت البقیع میں، مسجد اِجَابَہ و دیگر مساجد مدینہ طیبہ میں، مسجد قباء میں اطراف مدینہ میں مقامات مقدسہ و مزاراتِ شہداء کے پاس مزاراتِ اصحاب بدر کے پاس۔ اور بیت المقدس اور اسکے گرد و نواح میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مہبطِ وحی اور اقدام عالیہ کی نسبتیں مذکورہ بالا جگہوں میں ایک تو ہمارے آقاء (فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے ولادت مبارکہ اور مادر وطن ہے جبکہ دوسری جگہ لاڈلے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے مستقر (روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یہ دونوں بڑی عظیم نسبتیں ہی کیا کم ہیں؟ اسکے علاوہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ اور اطراف کا سارا علاقہ مہبطِ وحی اور نزول قرآن مجید کی جگہ ہیں، نیز ان مقدس سرزمین کو اقدامِ عالیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف اور نسبت ہونے کی وجہ سے وہاں کے ذرّے ذرّے اور قدم قدم سے مغفرت اور رشد و ہدایت کی شعائیں اکنافِ عالم میں آج بھی پھیل رہی ہیں۔ اس لئے اس میں کسی خاص جگہ کو متعین کر لینا کہ یہی جگہ قبولیت کی ہے یہ ادب کے خلاف ہے بلکہ حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفاً و تکریماً) کے سارے علاقے نسبت عالیہ کی وجہ سے اپنے اندر لکھوکھا ظاہری و باطنی کرامتیں خوبیاں اور مقبولیت کا خاصہ لئے ہوئے ہیں، اس لئے ادب و احترام و عقیدت و محبت کے ساتھ جہاں کہیں بھی ہاتھ پھیلاؤ گے اجابت و کامیابی یقینی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (محمد ایوب سورتی عفی عنہ)

مذکورہ مستند مقامات کے علاوہ بعض مقامات اور بھی ہیں جہاں پر قبولیت دعا کے لئے امت کے مقبول اولیاء کرام نے اپنے مشاہدات و تجربات تحریر فرمائیں ہیں انہیں سے چند یہ ہیں:۔

امام حجۃ الاسلامؒ فرماتے ہیں: ہر وہ متبع سنت اولیاء کاملین جن سے حالت حیات میں برکت (فیض) حاصل کرتے تھے انکے انتقال کے بعد بھی انسے برکت حاصل کر سکتے ہیں، مگر ہاں!

اصلاح و تربیت حاصل کرنے کے لئے تو اپنے زمانے کے زندہ متبع سنت مشائخ ہی کا دامن تھامنا ہو گا اسکے بغیر چارۂ کار نہیں۔

بعض مستجاب مقامات یہ بھی ہیں

بعض مشائخ نے فرمایا کہ: ہم نے (اپنی زندگی میں) چند اولیاء اللہ کو (مشاہدہ کے بعد) ایسا پایا ہے کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں سے بھی اسی طرح (دعا و توجہ کے ذریعہ) تصرفات کرتے ہیں، جس طرح حالت حیات میں کیا کرتے تھے بلکہ بعض تو حیات سے بھی زیادہ۔ انھیں سے چند اولیاء اللہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدنا موسیٰ کاظم حسینیؒ (۲) حضرت شیخ محی الدین سیدنا عبد القادر جیلانیؒ (۳) عارف ربانی حضرت شیخ معروف کرخیؒ۔ اسکے علاوہ بعض حضرات یہ ہیں: (۴) حضرت شیخ قطب الاولیاء ابی اسحٰق ابراہیم ابن شہریار گازرونیؒ (۵) حضرت شیخ ملک شرف الدین شاہ شاہبازؒ (۶) حضرت شیخ ابو العباس قاسم ابن مہدی السیاریؒ وغیرہ۔

(۱) ملک عراق میں پُل کے دوسری جانب والی آبادی کا نام قدیم بغداد ہے اسی میں آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ کا مزار مبارک ہے اور اہل بغداد اسی کو بروج اولیاء اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس قدیم بغداد[۲] بروج اولیاء اللہ کے مقام پر ایک روایت کے مطابق چوبیس ہزار بڑے بڑے اولیاء اللہ، غوث و قطب اور مشائخ وغیرہ مدفون ہیں۔

حضرت علامہ مرغوب المشائخ لاجپوریؒ فرماتے ہیں[۳]: حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: حضرت امام موسیٰ کاظم ابن حضرت جعفر صادق ابن حضرت محمد باقر ابن حضرت علی اصغر زین العابدین ابن حضرت حسینؓ (شہید کربلا) ابن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ

حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کی ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، اور ۲۵ / رجب ۱۸۳ھ میں آپ کا وصال ہوا، مزار مبارک، شہر قدیم بغداد بروج الاولیاء اللہ میں ہے۔ سلطان الہند سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیریؒ اسی موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں سے ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا یہ جگہ تریاق اعظم ہے

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق اعظم ہے، اور ایک جگہ

---

(۱) قدیم تاریخ مدینہ مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب صفحہ ۲۱۶ شاہ محدث عبد الحق دہلویؒ (۲) تاریخ مشائخ احمد آباد جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ۔ (۳) سفینۃ الخیرات فی مناقب السادات صفحہ ۲۲ عارف مفتی مرغوب احمد سورتی لاجپوریؒ

یوں فرمایا کہ: تریاقِ اکبر ہے۔ یعنی آپ کی مزار پر دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ۔ (مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب صفحہ ۱۰۹ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ)

یہی بات خطیب ابو بکرؒ اور دیگر مشائخ نے بھی فرمائی ہے (حیاۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۳۵۲)

(۲) عراق میں پل کی پہلی (باب الازج کی) جانب جسکو جدید بغداد کہتے ہیں اسی میں سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کا مزار مبارک ہے۔

شیخ طریقت امام شریعت غوث اعظم محی الدین سید عبد القادر جیلانیؒ مادر زاد (پیدائشی) ولی تھے آپ سلسلۂ قادریہ کے بانی اور ملت کے عظیم رہنما ہو گزرے ہیں۔ والد کا سلسلۂ نسب حضرت حسنؓ اور والدہ ماجدہ کا سلسلۂ نسب حضرت حسینؓ سے جا ملتا ہے۔ اس اعتبار سے آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ ۴۷۱ھ میں ماہ رمضان المبارک میں سیدنا جیلانیؒ دار فانی میں تشریف لائے۔ آپ کی پہلی کرامت اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ آپ باوجود شیر خوار بچہ ہونے کے ماہ رمضان المبارک کے احترام کی خاطر دن میں والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بلکہ نومولود ہوتے ہوئے بھی پورا دن روزہ داروں کے مانند بھوکے رہتے تھے۔ اور مغرب کے بعد دودھ پیتے تھے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۲)

سیدنا جیلانیؒ کو خلافت میں رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک ملا

سیدنا جیلانیؒ نے زمانے کے بڑے بڑے اولیاء کاملین سے روحانی فیض حاصل فرمایا ۔ خصوصاً اصلاح و تربیت اور تعلیم طریقت زیادہ تر آپ عارف باللہ حضرت شیخ ابو الخیر حماد بن مسلم دباسؒ سے حاصل فرماتے رہے۔ پھر اخیر میں شیخ المشائخ حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومیؒ سے منسلک ہو کر منازل تصوف کی تکمیل فرمائی۔

حضرت جیلانیؒ فرماتے ہیں: میرے پیر و مرشد حضرت ابو سعیدؒ نے دعا و توجہات اور کھانے کے لقموں کے ذریعہ میرے پورے جسم میں نور بھر دیا تھا۔ پھر جب حضرت نے خرقۂ خلافت و ولایت سے نوازا تو یوں فرماتے ہوئے مشرف فرمایا کہ: اے عبد القادرؒ یہ وہی خرقہ (جبہ) ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو عنایت فرمایا تھا۔ پھر حضرت حسن بصریؒ سے ہوتے ہوئے مجھ تک پہونچا (غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۵)

سیدنا جیلانیؒ نے کم و بیش سترہ سال وطن عزیز گیلان میں گزارے، پھر نو سال تک بغداد میں رہ کر صحاح ستہ کی تکمیل فرمائی، پھر پچیس سال تک مسلسل اپنی اصلاح و تربیت، ریاضت و مجاہدہ

اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں صحرا نوردی فرماتے رہے پھر چالیس سال تک اعلاء کلمۃ اللہ دعوت و تبلیغ اور اصلاح خلق میں مصروف رہ کر یکم ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں تقریباً نوے سال کی عمر میں واصل بحق ہوگئے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۵)

آپکا مزار مبارک، شہر بغداد میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے، آپکے مزار پر آپکے توسل سے کی جانے والی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ رسم و رواج سے ہماری حفاظت فرماتے ہوئے اتباع سنت اور تعلیمات شریعت مطہرہ کے مطابق اہل اللہ و بزرگان دین سے صحیح عقیدت و محبت رکھنے کی جملہ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۲) سیدنا حضرت معروف بن فیروز الکرخیؒ : یہ عارف باللہ حضرت سری سقطیؒ کے استاذ اور زبدۃ العارفین حضرت داؤد طائیؒ (تبع تابعین) کے مرید تھے۔ آپ سلسلۂ قادریہ اور سہروردیہ کے مشائخ کبار میں ہو گزرے ہیں، یکم محرم ۲۰۰ھ میں آپکا وصال ہوا اور مزار مبارک عروس البلاد شہر بغداد میں ہے۔ اہل اللہ کا مشاہدہ ہے کہ آپکے مزار مبارک پر بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

قطب الاولیاء ابی اسحٰق گازرونیؒ

(۳) انہی اسلاف امت میں سے حضرت شیخ قطب الاولیاء ابی اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی بھی ہیں۔ اہل مکاشفہ نے فرمایا کہ: آپکی قبر کے پاس آپکے وسیلے سے دعا مانگنا قبولیت کے اعتبار سے تریاق اکبر ہے، آپکے توسل سے جو دعائیں مانگی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے قبول فرمالیتے ہیں۔

اس قبولیت دعا کی وجہ بعض بزرگوں نے یہ لکھی ہے کہ، یہ بزرگ اپنی حیات مبارکہ میں، دربار الٰہی میں ہمیشہ اس طرح دعا مانگا کرتے تھے کہ: خداوندا! جو شخص کسی حاجت کے لئے میرے پاس میری حیاتی میں یا وصال کے بعد میری قبر پر زیارت کے لئے آئے تو آپ اسکی حاجتوں کو اپنے فضل و کرم سے پورا فرمادیں، اور اس پر رحمت نازل فرما۔

عاشق رسول ﷺ نے بال مبارک خریدنے میں دولت ختم کردی

(۵) سیدنا داتا گنج بخش ہجویریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس قاسم بن مہدی السیاریؒ شہر مرو۔ میں مقیم تھے، شیخ المشائخ ابوبکر واسطیؒ وغیرہ کی صحبت یافتہ تھے۔ زہد و تقویٰ میں بڑا بلند مقام

(۱) مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب صفحہ ۱۴۹ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ۔ (۲) تذکرۃ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ شیخ فرید الدین عطارؒ۔ (۳) کشف المحجوب صفحہ ۲۲ زبدۃ العارفین سیدنا علی ابن عثمان الجلابی ہجویری۔

حاصل کیا ہوا تھا۔ آپ اپنے علاقہ۔ مرو۔ میں سب سے بڑے رئیس و دولت مند تھے، آپنے اپنی ساری جائداد اور مال و دولت (عشق و محبت رسولؐ میں) دے کر اسکے بدلہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موئے مبارک (لحیہ مبارک کے دو بال) خرید لئے تھے۔ ان مُوئے مبارک کی برکت سے اپنے زمانے کے صوفیائے کرام کے پیشوا اور امام ہوگئے تھے۔ جب آپکا وصال ہونے لگا تو آپنے یہ وصیت فرمائی تھی کہ: یہ دونوں مُوئے مبارک انتقال کے بعد میرے منہ میں رکھ دئے جائیں، چنانچہ رکھ دئے گئے۔ اسکی برکت اور اثر سے آج تک آپکی قبر مبارک مرو شہر میں مرجع عوام و خواص بنی ہوئی ہے۔

لوگ آپکی مزار پہ آکر اپنی دعاؤں میں آپکا وسیلہ حق تعالیٰ کے حضور میں پیش کرکے اپنی پریشانیوں سے نجات پاتے رہتے ہیں۔

میرے حال پر شاہ قمیص ؒ نے خصوصی توجہات فرمائی

قطب الارشاد، محدث ہند حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے انکے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا: انگریزوں کے مظالم سے تنگ آکر ہندوستان سے مکہ معظمہ ہجرت کرتے وقت جب میں اپنے وطن تھانا بھون سے روانہ ہو کر پنجلاسہ جاتے ہوئے بمقام ساڈھورا میں عارف باللہ حضرت شاہ قمیصؒ کے مزار پر حاضر ہوا تھا تو میرے حال پر حضرت شاہ قمیصؒ نے بہت عنایت فرمائی تھی، کیونکہ میں حضرت شاہ صاحب کے سلسلہ میں بیعت ہوا ہوں۔

درویش مرا نہیں کرتے

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہؒ کے پیر و مرشد حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی، قصبہ لوہاری [2] (جلال آباد کے قریب) میں مقیم تھے، جب حضرت میاں جی صاحبؒ وہاں زیادہ بیمار ہوگئے اور زندگی سے مایوس ہوگئے تو حضرت کے فرمانے سے آپکو لوہاری سے پالکی میں جھنجھانہ لے جارہے تھے، راستہ میں تھانا بھون بھی تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت میاں جیؒ کے منظور نظر خلیفہ اور خادم خاص حضرت حاجی صاحب مقیم تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے اپنے شیخ حضرت میاں جیؒ نے فرمایا: بھائی تم سے (امور تکوینی کے اعتبار سے) کچھ کام لینا تھا، مگر اب وقت موعود قریب ہے اس وجہ سے میں معذور ہوں، یہ سنکر حضرت حاجی امداد اللہؒ پہ گریہ طاری ہوگیا، اپنے منظور نظر کو روتے ہوئے دیکھ کر حضرت میاں جیؒ نے فرمایا: بھائی رونے کی کچھ

(۱) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۲۲۰ سوانح حضرت گنگوہیؒ (۲) خطبات محمود جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ مجالس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔

ضرورت نہیں ۔ میری قبر پے حاضر ہوتے رہنا، تم کو میری قبر سے بھی وہی فیض حاصل ہو گا جو زندگی میں مجھ سے حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ دُرویش مرانہیں کرتے بلکہ وہ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں۔

فائدہ : یہ واقعہ بیان فرمانے والے فقیہُ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند ہیں۔ اسکے علاوہ :

حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں بھی یہ واقعہ مرقوم ہے۔ معلوم ہوا کہ صاحب نسبت متبع سنت وشریعت اولیاء کاملین سے انکی وفات کے بعد بھی روحانی فیض پہونچتا ہے، اور زندہ لوگ عقائد کی درستگی اور شریعت مطہرہ کی حدود میں رہتے ہوئے ایسے مقبولین سے کبھی کبھی فیوض بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ سترھویں فصل ختم کررہا ہوں، حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسے قبول فرماکر حرمین شریفین کے مقامات مقدسہ و مقبولہ اور مستجاب الدعوات اشخاص وغیرہ سے عقائد کی درستگی کے ساتھ شریعتِ مطہرہ کی حدود میں رہتے ہوئے ان سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اقوالِ دانش :

جب انسان شیر کا شکار کرتا ہے تو اسے بہادر شکاری کہا جاتا ہے،

اور جب موذی جانور شیر، انسان پر حملہ آور ہوتا ہے تو اسکو درندگی (حیوانیت) کہتے ہیں،

مگر جب انسان ہی بے گناہ مرد، عورتوں اور معصوم بچوں کا قتل عام کرے تو پھر اسے ـــــــــ ؟

کم عقلی (بے وقوفی) کا اندازہ کثرتِ کلام (زیادہ بولنے) سے ہوجاتا ہے۔

اٹھارھویں فصل

☆ قبولیتِ دعا میں تاخیر کی وجہ ☆

اس سے پہلے مستجاب اشخاص و مقاماتِ مقبولہ کے نام سے فصل گزر چکی۔ اب ان اوراق میں پریشان حال لوگ اور ان حضرات کی تسلی و تشفی کے لئے ضروری احکامات تحریر کئے جارہے ہیں جنکی نظریں دعا کی قبولیت کے معنیٰ و مفہوم یا مصالح مختلفہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسکا عنوان ہے:

قبولیتِ دعا میں تاخیر کی وجہ

اس مضمون کو قرآنی تعلیمات و ہدایات، احادیثِ نبویہ اور واقعات و ملفوظات کی روشنی میں رقم کیا گیا ہے۔ نیز اس فصل میں مزید دو چیزوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مخلص داعی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی مختصر سوانح (مع فوائد و نکات) تحریر کی گئی ہے اسکے چند عوانات یہ ہیں:

دعا کی قبولیت کے اسباب، عطاء اللہ اسکندریؒ اور محدث سہارنپوریؒ کی نکتہ نوازی دعاؤں کی قبولیت کی مختلف شکلیں، مولانا محمد الیاسؒ نے پہلے دس سال تک خانقاہی زندگی اپنائی، مرشد کامل کی ضرورت ہمیشہ ہوا کرے گی، اور خلیل اللہؑ کی دعا کی قبولیت کا ظہور تین چار ہزار سال کے بعد ہوا، وغیرہ جیسے مستور اور بکھرے ہوئے علوم کو یکجا کر کے مایوس و غمزدہ دلوں کو اس رحیم و کریم داتا سے جوڑنے کی سعی کی گئی ہے۔

یا علام الغیوب

تیری بارگاہِ عالی میں ہاتھ پھیلائے ہوئے گریہ و زاری کرنیوالے مایوس دلوں کی دلداری فرماتے ہوئے سب کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرما۔ آمین

بفضلہ تعالیٰ، اب یہاں سے اٹھارہویں فصل شروع ہورہی ہے، جسکا عنوان ہے: قبولیتِ دعا میں تاخیر کی وجہ۔ اس میں آیتِ کریمہ کے بعد قبولیت کے معنیٰ و مفہوم کی قدرے تشریح کی گئی ہے اسکے بعد سابقہ ترتیب کے مطابق لکھا گیا ہے۔ پہلے آیت کریمہ:۔

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۶

ترجمہ: اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ (بیان القرآن)

تشریح: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں نافع یا مضر سمجھو وہ حقیقت میں تمہارے لئے ویسے ہی ہوا کرے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے مضر (نقصان دہ) سمجھو اور وہ مفید ہو۔ اور کسی چیز کو مفید خیال کرو اور وہ تمہارے حق میں مضر ہو۔ تمہارے نفع و نقصان کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ تم اسے نہیں جانتے۔ اس لئے اپنی رغبت و کراہیت پر کبھی عمل نہ کرو منجانب اللہ جو فیصلہ ہوجائے اسی کو اجمالاً مصلحت سمجھ کر اس پر کاربند رہا کرو۔

رنج و غم سے رہائی کا قرآنی ایک ضابطہ مذکورہ آیتِ کریمہ ایک ایسی جامع آیت ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کے ہر دور میں جب کہیں نشیب و فراز، کامیابی و ناکامی، اور حوادثات زمانہ سے کبھی دوچار ہونے کی نوبت آئے تو ایسے وقت آیت مذکورہ کا مفہوم اور اس قادر مطلق، حاکم و حکیم اور علام الغیوب کے اوصاف و کمالات کا استحضار لئے ہوئے، اسکے حکیمانہ فیصلے کو بخوشی قبول فرما کر اسکے مطابق زندگی گزارتے رہیں تو انشاءاللہ تعالیٰ اس سے ہر مشکل آسان اور ہر رنج و غم کافور ہوتا رہے گا۔

اسی قبیل سے ایک دعاؤں کا بظاہر قبول نہ ہونا یا دیر سے قبول ہونا بھی ہے، اس سے مسلمانوں کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہیں، تاخیر اجابت دعا میں ہمارے لئے کیا کیا فوائد اور انکی کیا مصالح ہیں اسے وہ ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ اس لئے انکے فیصلے پر راضی رہنا یہ ہمارے لئے دارین میں کامیابی حاصل کرنے کے مترادف ہے اسے ذہن نشین فرمالیا جائے۔

دعا مانگنے سے پہلے، دعا کے قبول ہونے، نہ ہونے کے سلسلہ میں کچھ احادیث، شرائط و اسباب وغیرہ ہیں، نیز کچھ ظاہری باطنی ادائیں بھی ہیں جنکا تعلق خالق کا اپنے مخصوص بندوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور پیار و محبت کے ساتھ ہے اس لئے ان چیزوں کا علم ہونا بھی ضروری ہے، ان سب چیزوں کو ترتیب سے اپنی جگہ لکھا جائے گا، پہلے اجابت کے معنی و مفہوم پہ ایک نظر ڈالتے چلیں:

اجابت دعا کے معنیٰ و مفہوم حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: اجابت جسکا وعدہ کیا گیا ہے اسکے معنیٰ درخواست لے لینا اور درخواست پر توجہ کرنا ہے، یہ اجابت تو یقینی ہے، اس میں کبھی تخلف (خلاف) نہیں ہوتا آگے دوسرا درجہ ہے کہ، جو مانگا ہے وہی مل جائے اس کا وعدہ نہیں بلکہ وہ تو انشاء کے ساتھ متقید ہے (یعنی اگر مشیّت ایزدی ہوگی تو ایسا ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔)

اسکی مزید تشریح فرماتے ہوئے مرشدِ تھانویؒ فرماتے ہیں: منظوری، اجابت اور قبولیت کے دو درجہ ہیں: (۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ: درخواست لے لی جائے اور اس پر توجہ کی جائے تو یہ درخواست کا لے لینا بھی ایک قسم کی منظوری اور بڑی کامیابی ہے، اس کے علاوہ جب درخواست لے لی گئی ہے تو اگر اسکا پورا کرنا ہماری مصلحت کے خلاف نہ ہوا تو ضرور پوری ہوگی ورنہ اسکی جگہ اور کچھ مل جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا کے پورا کرنے میں تو کسی قانون وغیرہ کے پابند نہیں ہیں، ہاں بندے کی مصالح پر ضرور نظر فرماتے ہیں کہ اس دعا کا پورا کرنا اس کے واسطہ مضر نہ ہو سو یہ تو عینِ کامیابی ہے۔

(۲) دوسرا درجہ کامیابی کا یہ ہے کہ: اپیل منظور کر لینے کے بعد درخواست کے موافق فیصلے کر دیئے جائیں، اور پہلے فیصلے کو منسوخ کر دیا جائے، فھو المراد

اسکا استحضار رہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم، حکیم اور قادر ہیں اور ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں، اسکے بعد بھی جو کچھ طلب کے موافق عطا نہیں ہوتا تو دل کو سمجھانا چاہئے کہ ضرور ہماری درخواست کا بعینہ پورا کرنا حکمت کے موافق نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ بجائے اسکے ہم کو کچھ اور نعمت عطا فرمائیں گے۔

قبولیت دعا کے شرائط مسافر، مضطر اور پریشان حال کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنکی دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے، لیکن بعض مرتبہ ایسے لوگوں کی دعا بھی قبول نہیں ہو پاتی وجہ اسکی یہ بتائی ہے: احادیث معتبرہ میں بعض چیزوں کو موانع قبولیت فرمایا ہے، ان سے اجتناب لازمی ہے

---

(۱) اشرف الجواب حصہ ۲ صفحہ ۱۰۱، (۲) البدائع صفحہ ۲۹۹ حضرت تھانویؒ۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعض آدمی بہت سفر کرتے اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، اور یارب! یارب! کہہ کر اپنی حاجت مانگتے ہیں، مگر انکا کھانا حرام، لباس حرام، انکو غذا بھی حرام ہی سے دی گئی، تو پھر انکی دعا کہاں قبول ہوگی۔ (رواہ مسلم شریف)

فائدہ: بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ: دعاؤں کا اہتمام کرنے کے باوجود قبول نہیں ہوتی تو شکایت کرنے والوں کو چاہیے کہ: پہلے اپنی زندگی کا جائزہ لیں، ناجائز اور حرام کمائی سے اپنے کو بچائے رکھیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ دعائیں رنگ لائے گی (تحفہ خواتین صفحہ ۳۸۲)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: اگر تم مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہوں تو لقمہ حلال کے سوا اپنے پیٹ میں کچھ نہ ڈالو۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۱۵۱)

معلوم ہوا کہ: قبولیت دعا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی کے مطابق کھانا، کپڑے وغیرہ کا حلال اور جائز ہونا بھی شرائط قبولیت دعا میں سے ایک اہم شرط ہے اسلئے اسکے اہتمام کی فکر کرنی چاہیے۔

> دعا کے لئے اٹھائے ہوئے ہاتھ آسمان تک جالگے تب بھی میں قبول نہ کرونگا

ایک دوسری شرط: حضرت سفیانؒ ثوریؒ فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ قحط پڑا اور وہ مسلسل سات سال تک رہا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ مردار کھانے لگے اور پہاڑوں میں جاجا کر روتے اور تضرع کیا کرتے تھے قوم کی زبوں حالی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی کہ، اے میرے بندے! اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلو کہ چلتے چلتے تمہارے گھٹنے گھس جائیں اور تمہارے دعا کے لئے اٹھائے ہوئے ہاتھ بادلوں تک جالگیں اور دعا کرتے کرتے تمہاری زبانیں بھی تھک جاوے تب بھی میں نہ کسی مانگنے والے کی دعا قبول کرونگا اور نہ کسی رونے والے پر ترس کھاؤنگا جب تک کہ حق داروں کے حقوق انکو نہ پہنچادو گے۔[1]

جب سب لوگ اس حکم کی تعمیل کرنے لگ گئے تو اسی وقت بارش شروع ہو گئی، یہ مقام ہے حقوق العباد کا۔

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۴۰۰

لہٰذا جب اپنے انفرادی اور ذاتی مسائل حل کرانے یا مصائب و پریشانیاں دور کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ، تو اس سے پہلے حقوق العباد کو بھی سوچ لیا کرو کہ کسی پر ظلم تو نہیں کیا گیا، زمین و مکان اور پیسے وغیرہ کے اعتبار سے تو ہم نے کسی کا کچھ غصب نہیں کیا ان سب کو سوچ کر حقوق ادا کرنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ تو انشاء اللہ تعالیٰ دعا بہت جلد قبول ہوگی۔

دعا کے عدم قبولیت کے اسباب دعا قبول نہ ہونے کا ایک سبب، دعا مانگتے وقت بے پروائی اور غفلت وغیرہ برتنا ہے، حدیث پاک میں ہے، دل لگائے بغیر جو دعا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے اس طرح وارد ہوا ہے، غفلت و بے پروائی کے ساتھ بغیر دھیان دئے (صرف) زبان سے دعا کے کلمات پڑھے جائیں، ایسی دعا بھی قبول نہیں ہوتی (ترمذی)

سو یہ خیال غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے بلکہ کوتاہی اور کمی تو خود اپنی طرف سے ہورہی ہے توجہ کے ساتھ دل لگا کر عاجزی کرتے ہوئے دعائیں نہیں کرتے، یہی تو دعا کی جان ہے! اسکے برعکس صرف زبان سے کلمات دعائیہ کہہ دینا یہ خلافِ سنت اور خلافِ ادب ہے۔

بہرحال مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ: عدم قبولیت کا ایک سبب دعا میں بے توجہی اور غفلت برتنا بھی ہے۔ اس سے بھی بچتے رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حکمتِ الٰہیہ مدِّنظر رہے تو پھر ہر قسم کی پریشانیاں ختم بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ: جب اللہ تعالیٰ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں، وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، تو پھر دعا کو قبول کرنے (یعنی مطلوبہ چیز دینے) میں اللہ تعالیٰ کو کیا چیز مانع ہے؟ اس کا جواب ایک مثال سے سمجھئے، دیکھئے ایک بچہ کسی چیز کے لئے مچل رہا ہے وہ چیز کیا ہے؟ دھکے بیر ہیں، مگر بچے کا باپ اسے دلا نہیں رہا یہ اس لئے نہیں کہ اسکی جیب میں پیسے نہیں یا اس لئے نہیں کہ بچہ اسے پیارا نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ بچہ بیمار ہے حکیم ڈاکٹر نے کھٹی چیز کھانے سے منع کیا ہے، اب دیکھئے کہ باپ کے پاس پیسے بھی موجود ہیں، بیر بیچنے والا بھی سامنے کھڑا ہے، باپ کو بچہ سے پیار و محبت بھی بہت ہے اور بیر کے لئے بچہ کی طلب بھی صادق و سچی ہے، بایں ہمہ بچہ کو بیر نہیں مل رہے، تو صرف

(۱) تسہیل المواعظ جلد ۱ صفحہ ۵۲۵ حضرت تھانویؒ (۲) مسلمان کی ڈائری حصہ ۲ صفحہ ۲۵ حضرت مولانا سید عبدالاحد کوثر قادری۔

اس وجہ سے کہ یہ چیز اس کے لئے مضر ہے، مگر اس بات کو باپ تو سمجھ سکتا ہے بچہ نہیں ، اب اگر بچہ یہ سوچے کہ باپ کے پاس پیسے نہ ہونگے یا پیسے تو ہے مگر دلانا نہیں چاہتا ، یا اسے مجھ سے پیار نہیں تو آپ ہی کہیئے کہ بچہ کا یہ خیال کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

بعینہٖ یہی حال خدا اور اسکے بندوں کا ہے ، بندوں کے لئے کیا چیز اچھی اور کیا بری ، کیا مفید کیا مضر ہے ، یہ سب اس علام الغیوب ہی کو معلوم ہے ، بندوں کو نہیں ، اس لئے سارے معاملات کو اللہ تعالیٰ ہی پر چھوڑ دینا چاہیئے ، اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے عدم قبولیت کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ اسکے باوجود دعا کرتے رہنا چاہیئے ، کیونکہ ہمارا کام ہے دعا کرنا ، اب قبول کرنے کے بعد دینا ، نہ دینا اور کب دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے ، علاوہ ازیں ، دعا کرنے میں نقصان کا احتمال تو بہر حال نہیں ، بلکہ فائدہ ہی ہے۔ دیکھئے ، دعا قبول ہوتی ہے تو مدّعا مل جاتا ہے ، اور نہ ہوئی تو ثواب کھاتے میں جمع ہو گیا یعنی ہم خرما و ہم ثواب۔

بھلا ایسے لوگوں کی دعا کیسے قبول ہو گی؟

اب عدمِ قبولیت پر ایک مقبول بندے کا ملفوظ تحریر کر کے احادیث کا سلسلہ شروع کر رہا ہوں ملفوظ یہ ہے : ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ سے سوال کیا کہ ، کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں فرماتے؟ حضرت نے فرمایا : ہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ (۱) تم خدا کو جانتے ہو ، مانتے بھی ہو مگر اس کی اطاعت و فرمابرداری نہیں کرتے (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو ، مگر انکی پیروی (اتباع) نہیں کرتے (۳) قرآن مجید پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے ، (۴) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاتے ہو مگر اسکا شکریہ ادا نہیں کرتے (۵) یہ جانتے ہو کہ جنت اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے مگر اسکے باوجود اسکے مطابق زندگی نہیں گزارتے (۶) جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے (۷) شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے ، بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو (۸) موت کو برحق جانتے ہو مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں کرتے ، بلکہ دنیا کا سامان جمع کرتے رہتے ہو (۹) رشتہ دار اور متعلقین کو اپنے ہاتھوں دفن کرتے ہو مگر اس سے عبرت نہیں پکڑتے (۱۰) اپنی برائیوں کو چھوڑتے نہیں لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو .... **بھلا ایسے لوگوں کی دعا کیسے قبول ہو گی!؟۔**[1]

---

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۲۹۸

جلدی مچانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے تاوقتیکہ کسی گناہ یا رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کی دعا نہ کرے اور جب تک جلدی نہ مچائے۔صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جلدی مچانے کا کیا مطلب؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی مگر قبول ہوتی ہوئی نہیں دیکھتا، سو دعا کرنے سے تھک جائے پس اس وقت حسرت کرنے لگتا ہے پھر دعا کرنا ہی چھوڑ دیتا ہے (مسلم شریف)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعا کرنا نہ چھوڑے اور یوں بھی نہ کہے کہ دعا کرتے ہوئے اتنا عرصہ ہوگیا، مگر قبول ہی نہیں ہوتی، دعا کا ظاہری ثمرہ نظر آئے یا نہ آئے بہر حال دعا کرتے رہنا چاہیے۔

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے، حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہیں مچاتا یعنی دعا مانگنے والا یوں کہنے لگے کہ میں نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی مگر وہ اب تک قبول نہیں ہوئی (بخاری شریف، مسلم، ترمذی)۔

فائدہ: ایسا کہنا چونکہ رحمت حق سے مایوس ہو کر اس کریم داتا کے ساتھ عدم اعتماد کا ظن کرنا ہے، اس وجہ سے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتا ہے، اور اسکی دعا قبول نہیں ہوتی، بلکہ ایسا کہنا بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتا ہے اس لئے ایسے کلمات کہنے سے بچتے رہنا چاہیے۔

اسکے بجائے جو اپنی امیدیں اس رب کریم کے ساتھ باندھے رہتا ہے تو اسکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، ہاں کبھی وہی شئی مل جاتی ہے، کبھی اس سے بہتر دوسری چیز عطا کی جاتی ہے، کبھی اسکے بدلے میں آنے والی مصیبت ٹال دی جاتی ہے، اور کبھی بصورت ابتلاء اسکے صبر و استقلال اور دنیوی لذتوں سے محرومی کو ذخیرۂ آخرت بنا کر رکھ لیا جاتا ہے۔ بہر حال دعائیں مانگتے رہنا یہ نفع اور قبولیت سے خالی نہیں ہوتی (درر فرائد، جمع الفوائد صفحہ ۳۸۰)

بے صبری کا سراغ مل گیا

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ دعا میں جلدی اسی وقت کرتا ہے جب اسکی غرض دنیا (طلب کرنا) ہو

(۱) حیوۃ المسلمین حضرت تھانویؒ (۲) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۳۰۳ امام ابوبکر بخاری الکلاباذیؒ۔

اس لئے جب اس کو دنیا حاصل نہیں ہوتی تو وہ چیز اس پر بوجھل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بندہ کی غرض دعا سے اظہار عبودیت ہونا چاہیئے۔ مگر ہاں یاد رہے کہ دنیا مانگنا برا نہیں۔ مگر جلدی مچاتے ہوئے اس پر بے صبری کا اظہار کرنا یہ غیر پسندیدہ ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہتا ہے جب تک کہ جلدی نہ کرے یعنی یوں کہنے لگتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی اس نے میرے لئے قبول نہ کی (احمد، ابو یعلی، انوار الدعاء صفحہ ۵)

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ: آیت کریمہ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا۔ اس میں دعا کے لئے اجابت (قبولیت) ہی اجابت ہے۔ اسکے سوا کچھ نہیں۔

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں: یہ مذکورہ قول واقعی درست ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حاجت کا بیان فرمایا تو اس میں دینے کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ فرمایا ہے تمہیں دونگا اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ آقا اپنے غلام کا اور باپ اپنے بیٹے کا سوال قبول کر لیتا ہے مگر دیتا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ دعا کے لئے اجابت تو ضروری ہے مگر مطلوبہ چیز کا دینا ضروری نہیں۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۴۱)

عطاء اللہ اسکندریؒ اور محدث سہارنپوریؒ کی نکتہ نوازی

فن تصوف کی کتاب "اکمال الشیم" میں شیخ عطاء اللہ اسکندریؒ فرماتے ہیں: باوجود گڑگڑانے کے دعا میں عطا کے وقت تاخیر کا ہونا تجھ کو مقبولیت دعا سے مایوس نہ کر دے، کیونکہ وہ تیری اجابت کا کفیل اس امر میں ہوا ہے جس کو وہ تیرے لئے پسند فرماتا ہے نہ کہ جس کو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جس وقت وہ چاہتا ہے نہ کہ جس وقت میں تو خواہش کرتا ہے (یہاں تک متن کی عبارت ہے)[1]

اب یہاں سے محدث سہارنپوریؒ مذکورہ متن کی شرح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: بعض عوام کہا کرتے ہیں کہ: ہم بہت دعا کرتے ہیں، مگر قبول نہیں ہوتی، اور بعض جو ذرا نیک کہلاتے ہیں انکا خیال یہ ہے کہ ہم تو گنہگار ہیں ہماری دعا کیا قبول ہوتی، بعض گناہوں کو مانع قبولیت دعا جانتے ہیں، بعض ذاکر شاغل بھی اس وسوسہ میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم سالہا سال سے ریاضت و مجاہدات کرتے ہیں لیکن ہماری حالت درست نہیں ہوتی اور نفسانیت اسی طرح باقی ہے۔ دل سے دعا بھی کرتے ہیں اور تمنا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو علائق سے خلاصی نصیب کر دے اور کشود کار (مشکل

(۱) اکمال الشیم شرح اتمام الشیم صفحہ ۹۰ شارح حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ

حل) ہوجائے لیکن نہیں ہوتی۔ اس سے تو انکو ایک قسم کی مایوسی ہوتی ہے: حضرت شیخؒ سب کا جواب ارشاد فرماتے ہیں:

باوجود گڑگڑانے اور عجزوزاری سے دعا مانگنے کے جو وہ مراد نہیں ملتی تواس سے تم دعا کے قبول نہ ہونے سے مایوس و ناامید نہ ہوجاؤ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اسکے ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ جو چیز مانگو گے وہ ہم تم کو دینگے۔ یہ اس لئے کہ ہماری عقل اور علم بہت ناکافی ہے بسا اوقات جو شئی ہم طلب کرتے ہیں بعینہ اسکا دینا ہمارے لئے بہتر نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ ہم پر ماں سے زیادہ رحیم اور شفقت فرمانے والے ہیں اور ہماری مصلحتوں کو وہ ہم سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اس لئے وہ ہمارے معاد کو مدنظر رکھتے ہوئے مطلوبہ شئی نہیں دیتا۔

اور اسی طرح بعض اوقات وہ شئی ملتی ہے لیکن دیر میں ملتی ہے۔ اسکا بھی سبب ہے کہ اسی وقت میں اگر وہ شئی مل جائے تو اس بندہ کے لئے دین و دنیا کے لئے وہ مضر ہوگا اس لئے تاخیر سے ملتی ہے (قبولیت کا وعدہ اس وقت میں ہے جبکہ دینا مصلحت ہو) پس بندہ کو چاہئے کہ اپنی عقل کو دخل نہ دے اور برابر اپنے مولیٰ سے مانگتا رہے اور قبولیت سے مایوس نہ ہو۔[1]

دعاؤں کی قبولیت کی مختلف شکلیں

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو تین چیزوں میں سے ایک چیز مرحمت فرمادیتے ہیں: (۱) یا تو جلد اس کی دعا پوری فرمادیتے ہیں۔ یعنی جو مانگا ہے وہی اسے دے دیا جاتا ہے (۲) یا اسکے برابر اس سے کوئی کسی قسم کی برائی دفع فرمادیتے ہیں (۳) یا آخرت میں (اسے دینے کے لئے) اسکو ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں۔

یہ سنکر صحابہؓ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تو ہم بہت دعائیں مانگا کرینگے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکی عطاو بخشش اس سے بہت زیادہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بہت ہی دعاؤں کو قبول فرمانے والے ہیں۔ (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶، مستدرک حاکم صفحہ ۴۹۳)

حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[2]: جب کوئی مسلمان بندہ

(۱) انوار الدعاء صفحہ ۷، ماہنامہ الھادی ماہ صفر ۱۳۵۷ھ حضرت تھانویؒ

(۲) معراج المؤمنین صفحہ ۱۰، عارف باللہ صوفی عابد میاں عثمانی نقشبندی، ڈابھیلی۔

دعا کرتا ہے مگر کسی گناہ یا ناجائز بات کی دعا نہ کی ہو اور کسی اپنے یا بے گانے مسلمان کی مضرت کی دعا نہ کی ہو تو وہ دعا اس مسلمان کی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کا اثر یا تو اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے یا دوسری صورت میں نظر آتا ہے کہ کوئی آسمانی وبا، یا دنیوی بلا و مصیبت اس بندہ پر نازل ہونے والی تھی مگر وہ اس دعا کی وجہ سے دفع ہو گئی اور اسے اس کی خبر بھی نہ ہوئی یا اسکی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہو گا جو نہایت ضرورت کا وقت ہے اور وہاں ہر مسلمان یہ تمنا کرے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری ایک بھی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔

تشریح: جب قبولیت دعا کا مطلب معلوم ہو گیا تو یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی، ہاں قبولیت کی کونسی صورت ہوئی اسکا علم بندہ کو نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں وہ اپنی حکمت و مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب فیصلے صادر فرماتے رہتے ہیں، پس بندہ کا کام تو یہ ہے کہ مانگے جا اور دارین میں اپنی مرادیں پائے جا۔

رشتہ داری توڑنے والے کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں

حضرت[1] عبد اللہ ابن مسعودؓ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ، اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ یہاں سے چلا جائے، یہ اس لئے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہتے ہیں، اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے دعا مانگنے والوں کی دعا آسمان پر نہیں جاتی، بلکہ دعا کے اوپر جانے سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جب اسکے ساتھ ساتھ ہماری دعا ہو گی تو دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے وہ رہ جائے گی اس لئے برائے کرم کوئی قاطع رحم ہو تو وہ یہاں سے تشریف لے جائے۔ (الترغیب والترہیب)

فائدہ: مذکورہ قول صحابیؓ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قاطع رحم یعنی کسی دنیوی مفاد یا غرض کی وجہ سے یا ادھر اُدھر کی غلط صحیح باتوں کو سنکر رشتہ داروں سے گفت و شنید یا آمد و رفت وغیرہ بند کر دیتے ہیں ایسے مسلمانوں کو قاطع رحم کہا جاتا ہے انکی دعائیں قبول نہیں ہوتی بلکہ اوپر جانے سے پہلے ہی آسمان کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔

اس لئے صحیح غلط کی تحقیق کے بعد عفو و درگزر کر کے میل جھول شروع کر دینا چاہیے تاکہ خدائی

لعنت، پھٹکار اور عدم قبولیت جیسے افعالِ شنیعہ سے ہمیں امان نصیب ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، جملہ مسلمانوں اور خصوصاً رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جب وہ دل ہی مرجھا جائیں جنکی گہرائیوں سے دعائیں نکلا کرتی ہے

حضرت[1] ابراہیم ابن ادہمؒ کے سامنے ایک مرتبہ عرض کیا گیا کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ میرے بندو تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کرونگا۔ اور تمہاری مرادیں پوری کرونگا۔ لیکن کیا بات ہے کہ ہم بہت سی دعائیں مانگا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی؟

یہ سنکر حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا: تمہاری دعاؤں کے عدم قبولیت کا سبب یہ ہے کہ تمہارے دلوں پر مردنی چھائی ہوئی ہے اور اس میں زندگی کا کوئی اثر باقی نہیں ہے۔ جب وہ دل ہی مرجھا جائیں جنکی گہرائیوں سے دعائیں نکلا کرتی ہے تو پھر دعاؤں میں تاثیر قبولیت کیسے آئے گی؟

بندے کی یہ ادائیں اس اکرم الاکرمین کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں

الحمدللہ۔ یہاں تک قبولیت دعا میں تاخیر کے متعلق شرعی اور قانونی شواہد و دلائل تحریر کئے گئے۔ اب یہاں پر دو چار حدیثیں اسکے برعکس تحریر کی جارہی ہے جنکا تعلق محض خداوند قدوس کا اپنے بعض بندوں کے ساتھ پیار و محبت بھرے انداز میں تڑپانے (بالفاظ دیگر چھیڑ چھاڑ) کے طریق سے ہے اور یہ مقام بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔

بعض دفع حق تعالیٰ کی چاہت یہ ہوتی ہے کہ انکے کچھ بندے انکے مختلف اسماء مقدسہ کے ذریعہ شکستگی کے ساتھ انکو بار بار پکارا کریں۔ یا ربا ہ، یا ربا ہ، یا اللہ، یا اللہ وغیرہ اسماء الحسنیٰ کے ساتھ پیار بھرے والہانہ انداز میں بلبلاتے رہیں۔ اور وہ ارحم الراحمین اسکو بنظر کرم، شفقت و محبت کے اسے دیکھتے اور سنتے رہیں۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ حضرات جنہیں محبوبیت کا یہ مقام حاصل ہوجائے

اس لئے شریعتِ مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے اور قبولیت دعا کے شرائط کی تکمیل اور آداب کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جب دعا کی جائے اور جلد قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایسے متبع سنت کو دربار الٰہی میں محبوبیت کا بالا مقام نصیب ہوا سے مدِّنظر رکھتے ہوئے دعائیں جلد قبول نہ ہونے کی وجہ سے مایوس و نا امید نہ ہونا چاہئے بلکہ اسکی مختلف وجوہات ہوا کرتی ہیں جن میں

---

(۱) تازیانے۔ ترجمہ المنبہات صفحہ ۲۶ مولانا ابوالبیان حماد صاحب۔

سے بہت سی اس باب میں تحریر کی گئی ہیں۔

ہو سکتا ہے آپکا شمار ان مقبولین میں سے ہو

محبوبیت کا نرالا انداز، حضرت انس[1] سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس پر مصائب کو بہا دیتے ہیں، اور ان کو بلایا (مصائب) پر تیراتے ہیں (مثل پانی میں تیرنے کے) جب وہ دعا مانگتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں: الٰہی اسکی دعا قبول فرمالیں، کیونکہ یہ آواز جانی پہچانی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اسکو رہنے بھی دو کیونکہ میں اسکی آواز کو سننا پسند کرتا ہوں، اور جب بندہ کہتا ہے: اے میرے رب، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ، اے میرے بندے میں حاضر ہوں: جو کچھ بھی تو مانگے گا میں اسے قبول کرلونگا، یا تو اسے تو جلدی لے لے یا اپنے لئے ذخیرہ آخرت کرالے، اور میرے پاس ذخیرہ (جمع) رہنا یہ تیرے لئے زیادہ بہتر ہے اس سے کہ تجھ سے مصیبت دور کردی جائے (مسند احمد)

محبوبیت کے انداز میں اللہ تعالیٰ سے برجستہ سوال کردیا

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں خواب میں خداوندِ قدوس کے دیدار سے مشرف ہوا، تو اسی وقت میں نے عرض کیا کہ: یا اللہ! میں تیری بارگاہِ عالی میں دعا کرتا ہوں اور تم میری دعا کو قبول نہیں فرماتے؟ تو اس وقت انھیں منجانب اللہ یہ جواب ملا کہ اے میرے بندے یحییٰ! مجھے تیری آواز سے محبت ہے، اس لئے میں تیری آواز کو بار بار سننا چاہتا ہوں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۴۲)

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے بعض مخلص بندے اپنی حاجت برآری کے لئے بار بار دعائیں کرتے رہتے ہیں، مگر قبولیت میں دیر معلوم ہوتی ہے، یہ اس وجہ سے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری جانب سے تاخیر اس وجہ سے ہورہی ہے کہ میں اسے دوست رکھتا ہوں، اور دوستی کی وجہ سے میں اسکی پیاری آواز بار بار سننا چاہتا ہوں۔

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتے ہیں کہ: اے جبرئیل! میرے اس بندے کی حاجت کو تو پوری کردے مگر قدرے توقف کے ساتھ (یعنی کچھ تڑپا کر کچھ چھیڑ چھاڑ کے بعد آہستہ سے قبول کرنا) کیونکہ یہ میرا محبوب ہے، اور میں اسکی آواز کو بار بار سننا پسند کرتا ہوں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۴۲)

---

(۱) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۵۱۰ شیخ ابوبکر محمد بن اسحق بخاری الکلابازیؒ۔

بعضوں کا تڑپنا اور گڑگڑانا اللہ تعالیٰ کو پیارا لگتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو اس پر بلا یا مصائب بہا دیتا ہے، پھر جب وہ دعا مانگتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے بار الہا! یہ آواز تو جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دربار الہٰی میں عرض کرتے ہیں کہ: الہٰی اپنے فلاں بندے کی حاجت پوری فرما دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اے جبرئیل: رہنے بھی دو مجھے اسکی آواز سننا پسند ہے (جمع الفوائد)

حضرت شیخ کلاباذیؒ فرماتے ہیں: عدم قبولیت کیوں ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی آواز سننا پسند ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسے تڑپنے اور دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ دیتا۔

اے فرشتو! اس بندہ مؤمن سے کہہ دو کہ تضرع کرتا رہے یہی اس کا اعزاز ہے

علامہ رومیؒ فرماتے ہیں[1]: بہت سے مخلص جو دعا میں نالہ و فریاد کرتے ہیں اور انکے اخلاص کا دھواں (یعنی انکی آہ و نالے) آسمان تک پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر (عرش اعظم) تک نالہ گنہگاراں کی خوشبو جاتی ہے مگر اسکی اجابت و قبولیت میں دیر ہوتی ہے اس تاخیر کو دیکھ کر ملائکہ، اللہ تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت (قبول) کرنے والے ہر دعا کے، اور اے پاک ذات جسکی پناہ طلب کی جاتی ہے، یہ بندۂ مؤمن تضرع کر رہا ہے اور وہ بجز آپکے کسی کو تکیہ گاہ (حاجت روا) نہیں جانتا۔ آپ تو بیگانوں (غیر مسلموں) کو بھی عطا کرتے رہتے ہیں۔ آپ سے ہر خواہش مند آرزو رکھتا ہے اور باوجود اسکے اسکی عرض اور درخواست قبول کرنے میں اس قدر توقف (تاخیر) ہو رہی ہے اس میں کیا مصلحت ہے؟

فرشتے کے اس سوال کے جواب میں خداوند قدوس فرماتے ہیں: تاخیر اجابت اسکی بے قدری کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ یہی تاخیر اسکی امداد و عطا ہے کیونکہ ہم مؤمن کے نالہ (گریہ وزاری کرنے) کو دوست رکھتے ہیں، اس مؤمن بندے سے کہہ دو کہ تضرع کرتا رہے کہ یہی اسکا اعزاز ہے۔ جو حاجت اسکو غفلت سے میری طرف لائی جس حاجت نے موکشاں میرے کوچہ میں اسکو لا کھڑا کیا ہے اگر میں اسکی حاجتوں کو پوری کر دوں تو وہ میرے کوچہ سے پھر غفلت کی طرف واپس چلا جائے گا۔ اگرچہ یہ دعا میں سو جان سے نالہ کر رہا ہے اور دعا کی حالت میں اسکا سینہ خستہ اور دل شکستہ ہے اور نالہ فریاد کا مقتضاء یہ تھا کہ اسکی حاجت جلد پوری کر دی جاتی لیکن توقف اس لئے ہے کہ مجھکو اسکی

(۱) معرفت الہیہ جلد ۲ صفحہ ۲۹، ملفوظات شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ۔

آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور دعا میں اسکا -اے اللہ- اے اللہ- کہنا اور اسکا یہ راز و نیاز کرنا- اور یہ امر کہ وہ تملک اور ماجرا میں ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے- یہ سب مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے- اس لئے بطریق دوستی و محبت حاجت روائی میں توقف کر رہا ہوں- اس وجہ سے نہیں کہ میں اس سے ناراض ہوں-

ماحصل بہر حال تاخیر اجابت دعا کی بہت سی وجوہ میں سے ایک مذکورہ بالا بھی ہے- جو سعادت مند حضرات کو نصیب ہوا کرتی ہے- مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کبھی بھی اپنی زبان سے یہ الفاظ نہ نکالیں کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی ؛ ہاں دعا تو ضرور قبول ہوگی- مگر قبولیت کی کونسی صورت ہوئی اسکا علم ہم کو نہیں ہوتا- اللہ تعالیٰ ہماری مصلحتوں اور مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمارے ساتھ خیر و بھلائی کا معاملہ ضرور فرمائیں گے- ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگتے رہنا چاہئے- اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے- (آمین)

اے کاش! ہماری کسی دعا کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوا ہوتا

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کو بلائیں گے حتیٰ کہ اسے اپنی بارگاہِ عالی میں باریابی کی اجازت دینے کے بعد اپنے سامنے اس سے فرمائیں گے اے میرے بندے! میں نے تجھے حکم کیا تھا کہ مجھ سے دعا کرو اور میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اسکو قبول کرونگا- تو کیا تو نے مجھ سے کوئی دعا کی تھی ؟ تو بندہ کہے گا کہ ہاں! اے پروردگار میں نے دعا کی تھی- تو اللہ تعالیٰ فرمائینگے دیکھ تو نے مجھ سے کوئی دعا نہیں کی- مگر میں نے اسے قبول کرلی کیا تو نے مجھ سے فلاں فلاں دن ایک غم کی وجہ سے جو تجھ پر نازل ہوا تھا دعائیں کی تھی کہ میں تجھ سے اس غم کو کھول دوں؟ پھر میں نے تجھ سے اسکو کھول دیا تھا (یعنی اس غم کو دور کر دیا تھا) تو بندہ کہے گا کہ ہاں یا رب- آپ نے سچ فرمایا- پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے اسکو تیرے لئے دنیا میں جلدی دے دیا تھا- اور کیا تو نے مجھ سے فلاں فلاں دن ایک غم کی وجہ سے جو تجھ پر نازل ہوا تھا- دعا نہیں کی تھی کہ میں اس کو تجھ سے دور کردوں ؟ مگر تو نے اس سے کوئی کشادگی (رہائی) نہیں دیکھی ؟ وہ کہے گا کہ ہاں اے میرے پروردگار! آپ نے سچ فرمایا- تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تیرے لئے اسکا جنت میں اتنا اتنا ذخیرہ کررکھا ہے- پھر فرمائیں گے- کیا تو نے مجھ سے فلاں دن ایک ضرورت میں دعا کی تھی کہ میں اسے پورا کردوں ؟ پھر میں نے اسے پورا کر دیا تھا تو وہ عرض کرے گا کہ ہاں!

(۱) رسالہ انوار الدعا، صفحہ ۱۰ ماہنامہ الھادی ۸ صفر ۱۳۵۰ھ حضرت تھانویؒ و سیدنا جیلانیؒ۔

اے میرے پروردگار! آپ نے سچ فرمایا؛ اس طرح بہت سی دعاؤں کی یاد دہانی کے بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن بندہ اس مقام پر یوں کہے گا کہ کاش اسکی کوئی دعا جلدی (دنیا) میں قبول ہی ہوئی نہ ہوتی (رواہ حاکم)

دعاؤں کی وجہ سے مصیبتیں دور کردی جاتی ہیں

ایک حدیث[1] میں اس طرح وارد ہوا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے سامنے بلاکر فرمائیں گے اے میرے بندو! دنیا میں ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم دعا کرو ہم قبول کریں گے۔ بندے عرض کریں گے کہ ہاں یا رب! تب ارشاد ہوگا کہ تم نے جو جو دعائیں دنیا میں مانگیں تھی ہم نے وہ سب قبول کرلی تھیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اے بندو! دیکھو تمہاری فلاں فلاں دعا کا اثر دنیا میں ظاہر کردیا تھا، عرض کرینگے کہ ہاں بیشک ایسا ہی ہوا تھا، پھر ارشاد ہوگا کہ تمہاری فلاں فلاں دعا ہم نے قبول فرمائی مگر اسکا اثر ہم نے بدل دیا تھا وہ اس طرح کہ اس دعا کے بدلے میں تم پر فلاں وقت فلاں مصیبت آنے والی تھی مگر ہم نے تمہاری دعا کی وجہ سے وہ مصیبت دفع کردی تھی، اور تمہیں اس صدمہ سے بچالیا تھا۔

بندے عرض کرینگے کہ ہاں یا اللہ! ایسا ہی ہوا تھا، پھر ارشاد ہوگا کہ تم نے فلاں فلاں وقت دعائیں کی تھیں مگر ہم نے اس کا کوئی نتیجہ دنیا میں ظاہر نہیں کیا تھا، بلکہ آج کے دن کے لئے اسے رکھ چھوڑا تھا، اور لو یہ تمہاری وہ امانت موجود ہے، پھر جو کچھ انکے سامنے انکی دعاؤں کے ثمرے آئیں گے تو اسے دیکھ کر سب کے سب یہ تمنا کرینگے کہ اے کاش! ہماری کسی دعا کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوا ہوتا، اور ساری کی ساری دعائیں آج کے دن کے لئے جمع رہتی تو کیا اچھا ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی حدیث بیان فرمانے کے بعد فرمایا: مؤمن بندہ جتنی دعائیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایک ایک دعا کی وضاحت فرمائیں گے کہ یا تو اس کا بدلہ دنیا ہی میں جلدی عطا کردیا گیا تھا، یا اسے آخرت میں ذخیرہ بنادیا گیا ہے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل صفحہ ۲۶۶)

فائدہ: مذکورہ احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی مسلمان کو یہ کہنا مناسب نہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، بلکہ دعا تو ہر قسم کے لوگوں کی قبول ہوجاتی ہے، اور قبولیت کے اقسام بھی بتلادئے گئے، مگر ہاں وہ دعائیں قبول نہیں ہوتی جو ناجائز قطع رحمی یا خلاف شرائط یا خلاف شرع ہوں اس لئے دعا کے بعد یہ بھی سوچ لیا کریں کہ ہم نے جو دعائیں مانگی ہے وہ کس قسم کی ہیں، کہیں ناجائز تو نہیں؟

(۱) معراج المؤمنین صفحہ ۸۸ صوفی عابد میاں عثمانی نقشبندی ڈابھیل۔

اس قسم کی دعائیں کرنا جائز نہیں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: دعا میں کبھی یہ خرابی کرتے ہیں کہ ناجائز بات کی دعا کرتے ہیں، پھر وہ کیسے قبول ہو؟ حدیث میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ اس وقت تک دعا قبول فرماتے رہتے ہیں جب تک گناہ یا رشتہ داروں کی حق تلفی کی دعا نہ کی ہو، سو بعض دفعہ اکثر دعائیں گناہ کی ہوتی ہیں، اب انکا قبول نہ کرنا ہی حق تعالیٰ کی رحمت ہے، جیسے موروثی زمین کے جھگڑے میں یہ دعا کرنا کہ اس پر میرا قبضہ رہے یا ہو جائے، سو یہ دعا تو خود ایک گناہ ہے، ایسے ہی بعض لوگ بزرگوں سے دعا کراتے ہیں کہ ہمارا لڑکا فلاں (دنیوی) امتحان میں پاس ہو جائے تو اسکو ڈپٹی کلکٹری، سرکاری منصب وغیرہ مل جائے سو یہ دعا ہی سرے سے ناجائز ہے، کیونکہ حکومت کی اکثر نوکریاں شریعت کے خلاف ہوتی ہیں۔

اس لئے اس قسم کی دعائیں کرنے میں خود بزرگوں اور عالموں کو احتیاط کرنی چاہئے، ناجائز مقدموں کے واسطے بھی دعائیں نہ کیا کریں کیونکہ انکے لئے دعا کرنا بھی خود ایک گناہ ہے، دعا کرانے والے کیونکہ غرض مند ہوتے ہیں اس لئے انکے بیان پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر کسی کے رنجیدہ ہو جانے کے خیال سے انکار نہ کر سکیں تو یوں دعا کر دیں کہ یا اللہ! جس کا حق ہو اسکو دلوا دیجئے۔

خلاصہ یہ کہ: ناجائز کام کی دعا نہ اپنے لئے کرے نہ دوسروں کے لئے، پس ظاہر ہو گیا کہ ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی ایک وجہ ہمارا اپنا قصور اور ناجائز ترجمانی کرنا ہے اس لئے ایسے امور سے بچتے رہنا چاہئے۔[1]

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کا ملفوظ صاحب نسبت بزرگ خواجہ حسن نظامی صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں: میرے پاس صدہا خطوط مریدوں اور عقیدت مندوں کے آتے ہیں جن میں قرضہ کی شکایت ہوتی ہے، اور اسکے لئے دعا طلبی اور کسی چلتے ہوئے عمل، دست غیب، یا بابرکت تعویذ یا کسی مؤثر دعا وغیرہ کی درخواست ہوتی ہے۔[2]

میں یہ نہیں کہتا کہ دعاؤں میں اثر نہیں ہے! میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں بڑی طاقت وقوت ہے، مگر میں ان لوگوں کو صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ آپ اپنی حالت نہ بدلے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

(۱) تسہیل المواعظ جلد ۱ صفحہ ۵۳۶، (۲) ماہنامہ صوفی اکتوبر ۱۹۲۹ء پنڈی بہاؤالدین پنجاب۔

فرمادی ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ ۔ پس وہ کسی دعا کو جب ہی قبول کرے گا کہ دعا مانگنے والے میں اپنی حالت سنوارنے کی کوشش بھی دیکھے گا۔

تم لوگ تو یہ چاہتے ہو کہ چھپر پھاڑ کر خزانہ گھر میں آجائے۔ یا تکیہ کے نیچے سے روپے رکھے ہوئے مل جایا کریں یہ سب جھوٹ اور غلط ہے۔ اس میں تعویز گنڈے کرنے والے پیشہ ور عالموں اور پیر فقیروں کی مکاریوں اور دغا بازیوں کا بڑا دخل ہے۔

اب عنقریب غیب کا ہاتھ ہم کو گھر بیٹھے خزانہ دے جائے گا

دست غیب کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہے کہ تکیہ کے نیچے سے کچھ رکھا ہوا مل جائے، بلکہ یہ ہے کہ جو تم محنت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں غیبی مدد فرمادیں، اور تم کو اسکا ثمرہ اچھا اور جلد ملجائے۔ لوگ دعائیں وظیفے کے طور پر پڑھتے ہیں چلے کرتے ہیں، اور سارا دن و ساری رات اسی محنت میں برباد کردیتے ہیں اور گذر اوقات قرضہ کے اضافہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ انکو یقین ہوتا ہے کہ اب عنقریب ان دعاؤں کی برکت سے غیب کا ہاتھ ہم کو گھر بیٹھے خزانہ دے جائے گا اور ہم سارا قرضہ ادا کرکے خوب عیش و عشرت سے اوقات پاس کرتے رہیں گے۔

ایسے لوگ بھی احمق ہیں، اور انکے پیر اور گمراہی میں رکھنے والے رہبر بھی خود غرض ہیں، انکو دعاؤ عملیات میں بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرنا چاہیئے۔ تاکہ باقی تمام وقت کسی محنت اور جائز ذریعہ آمدنی میں خرچ ہوسکے، اور دعاؤں کی برکت سے اس محنت و کوشش کا پھل جلدی اور زیادہ ملے اور انکی مفلسی دور ہو۔

یہ ذہن نشین فرمالیں۔ کوئی دعا قبول نہیں ہوتی جب انسان سودی قرض کا روپیہ کھاتا ہے۔ کیونکہ یہ اکل حرام ہے، اور حرام خوری دل کو سیاہ کردیتی ہے اس لئے ایسی ناجائز اور حرام غذا اور تجارت و ملازمت وغیرہ کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کرکے اکل حلال کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور روزی میں برکت کے ساتھ دعائیں قبول ہوتی رہے گی۔

ایک مسلمان کی دعا بیس سال کے بعد قبول ہوئی[1]

خود حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ میں ایک شہر میں پہونچ کر مسجد میں مقیم ہوا جب نماز عشاء ہو چکی

(۱) قصص الاولیاء، نزہتہ العباتین ترجمہ روضتہ الریاحین جلد ۵ صفحہ ۲۲ مترجم مولانا ظفر احمد عثمانی محدث تھانویؒ

تو ذمہ دار نے آکر کہا کہ تم یہاں سے نکلو میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ میں مسافر ہوں یہیں شب گزارونگا، وہ کہنے لگا مسافر قندیلیں اور چٹائیاں چرا لے جاتے ہیں جسکی وجہ سے ہم کسی کو یہاں سونے نہ دینگے، حضرت نے فرمایا: سردی کا موسم ہے ایک رات گذار لینے دیں، اس نے کچھ نہ سنی، بلکہ سختی سے میری ٹانگ پکڑ کر کھینچا اور حمام کے دروازہ تک منہ کے بل گھسیٹتا ہوا لیجا کر چھوڑ دیا اور مسجد کا دروازہ بند کر کے وہ چلا گیا۔

میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو ایک آدمی حمام میں آگ جلا رہا تھا، میں نے اسکے پاس جا کر سلام کیا مگر اسنے جواب نہ دیا، بلکہ اشارہ سے مجھے بیٹھنے کے لئے فرمایا، میں بیٹھ گیا، اسے میں نے خوف زدہ پایا کبھی وہ دائیں اور کبھی بائیں جانب دیکھا کرتا تھا، جب وہ حمام جھونک کر فارغ ہو چکا تو میری طرف متوجہ ہو کر سلام کا جواب دیا۔

میں نے کہا تعجب ہے: جب میں نے سلام کیا تھا اسی وقت تم نے جواب کیوں نہ دیا؟ اس نے کہا میں ایک قوم کا ملازم ہوں اس وجہ سے میں ڈرا کہ اگر تمہارے سلام کے جواب میں مشغول ہو گیا تو میں خائن اور گنہگار ہو جاؤنگا، حضرت نے پوچھا تم دائیں بائیں بار بار دیکھتے رہتے ہو کیا کسی کا خوف ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میں موت سے ڈرتا رہتا ہوں نہ معلوم وہ دائیں جانب سے آجائے یا بائیں جانب سے، حضرت نے پوچھا تمہیں مزدوری کتنی ملتی ہے؟ اس نے کہا ایک درہم اور ایک دانک میں نے پوچھا اس کا کیا کرتے ہو؟ تو جواب دیا کہ دانک تو میں اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں اور درہم اپنے ایک بھائی کی اولاد پر صرف کرتا ہوں، وہ میرا حقیقی بھائی نہیں ہے بلکہ مسلمان ہونے کے ناطے سے لوجہ اللہ انکے والد سے دوستی تھی انکا وصال ہو گیا تو انکی اولاد کی پرورش میں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

حضرتؒ نے پوچھا کیا تم نے اللہ تعالٰی سے کسی حاجت روائی کے لئے کوئی دعا کی تھی جو اس نے قبول فرمائی ہو؟ وہ کہنے لگا ہاں، میری ایک حاجت ہے اور اسکے لئے بیس سال سے مسلسل دعا کر رہا ہوں مگر اب تک وہ حاجت پوری نہیں ہوئی۔ میں نے پوچھا وہ کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ:

میں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک بزرگ شخص ہے جو سارے عابدوں، زاہدوں پر فائق (بلند مقام رکھتا) ہے انہیں ابراہیم ابن ادہم کہتے ہیں، میں نے اپنے اللہ سے دعا کی تھی کہ میں اسے اپنی زندگی میں دیکھ لوں اور اسی کے سامنے میرا وصال ہو جائے۔

حضرتؒ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ، اے بھائی! تمہاری حاجت اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی، تمہاری دعا قبول ہو گئی، اور مجھے تمہارے پاس منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے پہونچادیا، سنو میں ہی ابراہیم ابن ادہم ہوں!
وہ یہ بات سنتے ہی اچھل پڑا، اور مجھ سے لپٹ کر معانقہ کرنے لگا، اور وہ یہ کہہ رہا تھا یا اللہ! آپ نے میری حاجت پوری فرمادی، میری دعا قبول فرمالی اب میری روح بھی قبض فرمالے تاکہ تیرا مخلص بندہ مجھے غسل کفن دیکر نماز جنازہ پڑھالیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ دعا بھی قبول فرمالی اور اسی وقت اسکی روح پرواز کر گئی۔

فائدہ: اس واقعہ میں بہت سی عبرت و نصیحت کی باتیں ہیں، پہلے زمانے میں مزدوری کرنے والے عام مسلمان بھی خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اپنے دلوں میں رکھتے تھے یہاں تک کہ اجنبی مسافر کے سلام کے جواب دینے کو بھی اپنی ڈیوٹی کے وقت مناسب نہ سمجھا کام سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا حقوق العباد کی اتنی فکر ہوا کرتی تھی۔

دوسری چیز: اس میں یہ لکھی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دائیں بائیں جانب دیکھتے رہتے تھے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاریک راتوں اور تنہائیوں میں بھی ہمہ وقت فکر آخرت اور موت کا استحضار ان لوگوں کے سامنے ہوا کرتا تھا۔

تیسری چیز: ان لوگوں میں قناعت و کفایت شعاری کے ساتھ رہتے ہوئے رشتہ دار و متعلقین اور دوست احبابوں کی مال و دولت کے ذریعہ خدمت و خبر گیری کرتے رہنا تھی۔ یہ بھی وہ مسلمان اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے، یہ مسلمانوں کی گم کردہ ایک عظیم میراث ہے جسے زندہ کرنے اور رواج دینے کی اشد ضرورت ہے۔

چوتھی چیز: جو اس اصل مضمون کی ترجمانی کر رہی ہے، وہ یہ کہ اس حمامی نے حضرت ادہم سے فرمایا کہ: میں بیس سال سے مسلسل ایک دعا کر رہا ہوں مگر اب تک وہ پوری نہیں ہوئی وہ دعا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ابراہیم ابن ادہمؒ کی زیارت و دیدار سے مشرف ہونے کی، چنانچہ بیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول فرماتے ہوئے تمنا پوری فرمادی، اس سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے دیندار متقی و پرہیز گار لوگوں کی دعاؤں کی قبولیت کا ظہور بیس چالیس، پچاس سال کے بعد ہوا کرتا ہے تو ان واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں مایوس و ناامید نہ ہونا چاہیے، اور تھک کر دعائیں مانگنا بھی نہ چھوڑ دینا چاہیے۔

میں اللہ تعالیٰ سے ناامید و مایوس نہیں ہوں

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: بزرگوں میں سے بعض نے مجھ سے فرمایا کہ: میں خود بیس بیس سال سے مسلسل ایک حاجت کے لئے دعا مانگ رہا ہوں، مگر ابھی تک وہ قبول نہیں ہوئی۔ مگر پھر بھی میں اللہ تعالیٰ سے مایوس و ناامید نہیں ہوا، مجھے امید ہے کہ وہ دیر سویر ضرور قبول فرمائے گا۔ دعا مانگنے والوں کو ایسے عزائم، ہمت اور حوصلے رکھنے چاہئے۔ (احیاء العلوم جلد ا صفحہ ۳۶۹)

دعا قبول ہونا یا نہ ہونا عند اللہ مقبول یا غیر مقبول ہونے کی علامت نہیں

حضرت تھانویؒ نے فرمایا[1]: اگر دعا قبول نہ ہو تو تنگ دل نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ کبھی کبھی دیر لگانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں کا رونا پیٹنا پسند ہوتا ہے، اب جن لوگوں کی دعا قبول ہوجاتی ہے وہ بہت خوش ہوتے ہیں، اور جن لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوئی وہ سخت پریشان رہتے ہیں حالانکہ دعا کا قبول ہوجانا یہ کچھ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ دعا کرنے والا خدا کے یہاں مقبول ہے اور دعا کا قبول نہ ہونا بھی اسکی علامت نہیں کہ یہ شخص خدا کے نزدیک مقبول نہیں۔

حق تعالیٰ انسان کی اسی حالت کی شکایت فرماتے ہیں کہ: جب اللہ تعالیٰ انسان کو فراغت دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا، اور جب رزق تنگ کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر دیا، اور اللہ تعالیٰ مجھے چاہتے نہیں۔

اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ہرگز نہیں: یعنی یہ بات نہیں کہ فراغت اور خوشحالی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور تنگدستی انکے ہاں ذلیل ہونے کی وجہ سے ہے۔

بلکہ جس کے لئے غریبی مناسب ہوتی ہے اسکو غریبی دیتے ہیں، اور جس کے لئے امیری مناسب ہوتی ہے اسکو امیری دیتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ جو حالت وہ ہمارے لئے مناسب سمجھتے ہیں وہی دیتے ہیں۔

کیا امام الانبیاء ﷺ کی ساری دعائیں قبول ہو گئیں؟

حضرت عامر ابن سعدؓ نے[2] اپنے والدؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں

(۱) تسہیل المواعظ جلد ا صفحہ ۴۶۸ مواعظ حضرت تھانویؒ (۲) التکشف عن مہمات التصوف صفحہ ۴۰۸ حضرت تھانویؒ

تشریف لائے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے پروردگار سے دیر تک دعا مانگتے رہے۔ دعا سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے اپنے رب سے اس وقت تین دعائیں مانگیں، سو ان میں سے دو تو اللہ تعالیٰ نے منظور (قبول) فرمائی اور ایک نامنظور کی پھر یوں ارشاد فرمایا:

میں نے پہلی یہ دعا کی کہ: یا اللہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک و برباد نہ کیجیو۔ سو اس دعا کو قبول فرمالیا، دوسری یہ دعا کی کہ: یا اللہ میری امت کو غرقابی (پانی کے سیلاب میں غرق ہونے) سے ہلاک ہونے سے بچا لیجیو، سو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ تیسری دعا میں نے یہ کی کہ: یا اللہ میری امت (کے مسلمانوں) میں باہم جنگ و جدال (آپس میں لڑائی، نا اتفاقی) نہ ہو۔ سو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ (رواہ مسلم)۔

فائدہ: بعض لوگ دعا کی قبولیت کو ولایت اور بزرگی کی دلیل سمجھتے ہیں اور لاعلمی کی وجہ سے ایسے گمراہ کن اعتقادات میں پھنس کر اپنے ہاتھوں نقصانات اٹھاتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث پاک سے معلوم ہو گیا کہ: جب سرتاج الانبیاء، حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی قبول نہ ہوئی تو اولیاء کاملین یا عام مسلمان کی دعا بھی اگر کسی وقت کسی سلسلہ میں قبول نہ ہو تو یہ قرین قیاس ہے۔ بلکہ قبول نہ ہونا یہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت تصور کرنا چاہئے، اس سنت کے استحضار سے عدم قبولیت کا غم و صدمہ ہلکا ہو جایا کریگا۔

مستجاب الدعوات صاحب شریعت رسولؑ کی دعا کی قبولیت کا ظہور چالیس سال کے بعد ہوا

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی، اے ہمارے رب ان (فرعون) کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے، اور انکے دلوں کو سخت کر دیجئے، اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ: قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا ۞ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے موسیٰ و ہارون علیہما السلام) تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی سو تم مستقیم رہو۔ (پ ۱۱ ع ۱۴ سورۂ یونس)۔

حضرت مفتی صاحب نے علامہ بغویؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے قَدْ اُجِيْبَتْ کے بعد یہ بھی فرما دیا کہ، صبر و استقامت کا دامن تھامے رہنا قبولیت کا اثر دیر میں ظاہر ہو تو عوام

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۴ پ ۱۱ ع ۱۴ سورۂ یونس صفحہ ۵۶۴۔

الناس کی طرح جلدبازی نہ کرنا۔

چنانچہ بقول علامہ بغویؒ باوجود ایک جلیل القدر نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اور صاحب شریعت رسول ہوتے ہوئے آپکی دعا کی قبولیت کا ظہور چالیس سال کے بعد ہوا۔ اسکا مفصل بیان اسی کتاب کی پہلی فصل میں قرآنی تعلیمات کے ماتحت گزر چکا ہے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ○ پ ۲۳ ع ۷، سورۃ الصافات

ترجمہ: اور ابراہیم کہنے لگے میں اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو پہنچا ہی دے گا۔ اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے، سو ہم نے انکو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی (بیان القرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس و ناامید ہوگئے، تو اب ان سے علیحدہ ہوجانا پسند فرمایا اور اپنے مادرِ وطن (بستی کوثا[1] علاقہ کوفہ کے قریب ملک بابل) عراق سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہؓ (یہ بھی شاہ حران[2] کی بیٹی اور شاہ زادی تھی) انکو اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے ہمراہ بقصد ہجرت لیکر عازم سفر ہو کر ملک شام جانے کے لئے روانہ ہوگئے۔

۳

اسی اثنائے سفر، فرعون مصر (یہ ظالم ضحاک کا بھائی سنان ابن علوان تھا) کا حضرت سارہؓ کی عصمت پہ ہاتھ ڈالنے کے ارادے کا ناکام واقعہ پیش آیا۔ مگر اس وقت روئے زمین پر عورتوں میں سب سے پہلی مسلمہ اور مؤمنہ عفت مآب عورت حضرت سارہؓ کی کرامتوں کا منجانب اللہ بار بار ظہور ہوا۔ جنکے سامنے اس بد قماش ظالم شاہ مصر نے بے بس و ناکام ہو کر اپنے ہتھیار ڈال دئے۔

اس خدا رسیدہ حرم حضرت سارہؓ کے ہمراہ خدائی غیبی طاقتوں کے مشاہدہ سے متاثر ہو کر اسی شاہ مصر نے اپنی لختِ جگر شاہ زادی حضرت[3] ہاجرہؓ کو اس باکرامت عفیفہ حرم حضرت سارہؓ کی خدمت میں خادمہ کی حیثیت سے بطور ہدیہ پیش کی جسے لیکر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بسلامت تشریف لے گئیں۔

---

(۱) تفسیر معارف القرآن جلد ۶ پ ۲۰ ع ۱۵ سورۃ عنکبوت صفحہ ۶۸۶ (۲۔۲) البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰، ترجمان السنۃ جلد ۳ صفحہ ۹۰، محدث بدر عالمؒ (۳) حوالہ جات: (۱)۔ تورات، کتاب پیدائش باب ۱۶ آیات ۱ تا ۱۶ (۲) ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۱ علامہ سید سلیمان ندویؒ (۳) قصص القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۰ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (۴) براہین ابراہیمی فی حریت ہاجرہ۔ مولانا غلام رسول جڑیا کوٹی

ایک جلیل القدر پیغمبر کی پہلی دعا کی قبولیت کا ظہور بارہ سال کے بعد ہوا

حضرت[1] ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وطن عزیز سے ہجرت فرمانے تک جبکہ اس وقت آپکی عمر مبارک پچھتر[۷۵] سال اور حضرت سارہؓ کی عمر ستر سال ہو چکی تھی۔

اتنی عمر ہو جانے کے باوجود کوئی اولاد نہ ہو پائی تھی اس لئے وطن سے ہجرت کرتے وقت اولاد کے لئے مذکورہ دعا فرمائی تھی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ، یعنی اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند عطا فرمایئے تو اسی وقت دعا کی قبولیت کی بشارت اللہ تعالیٰ نے سنا دی تھی کہ: فَبَشَّرْنَٰهُ بِغُلَٰمٍ حَلِيمٍ۔ سو ہم نے انکو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔

اب اسکی شکل اس طرح وجود پذیر ہوئی کہ: ادھر حضرت سارہؓ نے محسوس فرمایا کہ: میرے میاں کی تمنا ہے کہ: انکے ہاں کوئی وارث ہو، اور میری گود خالی ہے شادی ہوئے کافی زمانہ گذر گیا، اور جوانی ڈھل جانے پر بھی جب اولاد ہونے کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنے آپ کو بانجھ تصور کرتے ہوئے حضرت سارہؓ نے خادمہ کی شکل میں جو شاہزادی ملی تھی (حضرت ہاجرہؓ) اسے خود اپنے آقاء و شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں زوجہ ثانیہ کے طور پر پیش کر دیا، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی ہو گئی، شادی کے بعد جب ان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی[2] سال کی تھی،

اس پوری بحث کا ما حصل یہ کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تو اسی زمانے میں ہجرت فرماتے وقت پچھتر سال کی عمر میں قبول ہو چکی تھی مگر دعا کے ثمرات کا پہلا ظہور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شکل میں چھیاسی سال کی عمر میں ہوا، یعنی ایک جلیل القدر پیغمبر خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ظہور دعا مانگنے کے بارہ سال کے بعد ہوا۔

دعا کا دوسرا ثمرہ پچیس سال کے بعد ملا

اس کے علاوہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی اس بات کے قائل ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر[3] سو سال کی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اولاد کے لئے دعا فرمانے کے ٹھیک پچیس[۲۵]

(۱) قصص القرآن جلد ا صفحہ ۱۸۹ معارف القرآن جلد ۷ پ ۲۰ ع ۱۵ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۴ پ ۲۳ ع، صفحہ ۳۸، قصص القرآن جلد ا صفحہ ۲۱۱ (۳) بائبل، پیدائش صفحہ ۱۶۔ ۱۷ تفسیر معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۴۶۵ ابن کثیر جلد ۴ پ ۲۳ صفحہ ۳۸

سال کے بعد دوسری اولاد کا ثمرہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی شکل میں موصول ہوا۔

ماحصل یہ کہ حق تعالیٰ کے ایک برگزیدہ، مستجاب الدعوات مقبول پیغمبر کے دعا فرمانے کے بارہ سال کے بعد پہلی اولاد ہوئی اور دوسری اولاد پچیس سال کے بعد ہوئی،

اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ: ہم آج دعا مانگیں اور کل اسکا ہمیں صلہ مل جائے۔ یہ کتنی نادانی اور بے صبری کی بات ہے۔ اسی لئے ہمارے مدنی آقا، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو بار بار یہ تعلیم فرمائی صحیح بخاری و مسلم کی روایت اسی باب میں گزر چکی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہیں مچاتا۔ یعنی دعا مانگنے والا یوں کہنے لگے کہ میں نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی مگر وہ اب تک قبول نہیں ہوئی،

اس طرح کہنا یا پھر تھک کر دعا مانگنا ہی چھوڑ دینا، یہ ایک مسلمان کے لئے کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو صبر و سہار کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

معمار بیت اللہ، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ظہور تین ہزار سال کے بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں رونما ہوا،

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ الخ
پا ۱ ع ۱۴ سورۃ البقرۃ

اے ہمارے پروردگار اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں کا، کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کرتے ہوئے مذکورہ دعا فرمائی تھی، کہ یا اللہ میری اولاد و نسل میں ایک رسول بھیج دیجئے جو انکو آپ کی آیات تلاوت کر کے سنائے، الایۃ

حدیث میں [1] ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دعا کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ملا کہ آپ کی دعا قبول کر لی گئی، اور یہ رسول آخری زمانے میں بھیجے جائینگے،

حضرت [2] ابوامامہؓ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی نبوت ملنے اور اپنی ابتدائی زندگی کے کچھ حالات (اپنی ہسٹری) تو ہمیں بتلائیں؟

تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت و خوشخبری اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کا مظہر ہوں

(۱) رواہ ابن جریرؒ و ابن کثیرؒ (۲) رواہ مسند احمد۔

نوٹ:۔ اسکی مزید تفصیل دیکھنا ہو تو معارف القرآن جلد ۱ پارہ ۱ سورۃ البقرۃ صفحہ ۳۱۲ پر مرقوم ہے وہاں مراجعت فرمائی جائے۔

یہ مختصر واقعہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ: آج سے ہزاروں سال پہلے عرب کے ریگستان میں معمار بیت اللہ نے بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے اخلاص و للہیت کے ساتھ والہانہ انداز میں عزم و یقین کے ساتھ جو دعا مانگی تھی اس دعا نے شرف قبولیت تو اسی وقت حاصل فرمالی، مگر قبولیت کے آثار اور مانگی ہوئی سعادت مند اولاد بقول مفتی محمد شفیع صاحبؒ تین ہزار سال، اور وزیر تعلیم امام الھند حضرت[1] مولانا ابو الکلام آزادؒ کی تحقیق کے مطابق چار ہزار سال کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔

یہ واقعات امت کے مسلمانوں کو اس بات کا درس عظیم دے رہے ہیں کہ ایک مسلمان کی اصول و ضوابط سے مانگی ہوئی دعائیں کبھی رائگاں اور بے کار نہیں جاتیں، دعائیں قبول تو اسی وقت ہوجاتی ہیں مگر قبولیت کا ثمرہ اور پھل مختلف شکلوں میں اور مختلف اوقات و زمانے میں مشیت الٰہی کے تحت ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے دعائیں مانگنے میں غفلت نہیں برتنی چاہیے، اور مانگنے کے بعد مایوس و ناامید بھی نہ ہونا چاہیے، وہ کریم داتا ہر کس و ناکس کی اشک شوئی فرماتے رہتے ہیں۔

اصل مقصد کی نشاندہی کرنے سے پہلے، یہاں پر رئیس السلغین، فخر الامت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلوی کی سوانح کا مختصر ساخاکہ، حضرت کی سوانح میں سے پیش کرنا چاہتا ہوں، جس سے انشاء اللہ تعالیٰ مسائل حل ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت[3] مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور موقوف علیہ وغیرہ کتابوں کی تکمیل کے بعد، دورۂ حدیث میں داخلہ لیکر فخر المحدثین شیخ الھند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ سے بخاری شریف پڑھ کر ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل فرمائی۔

حضرت مولانا الیاسؒ کی شادی میں حضرت تھانویؒ کا عارفانہ بیان

حضرت[4] مولانا کی شادی ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) میں ہوئی، مجلس عقد خوانی میں حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانویؒ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا، اور اس مجلس میں حضرت تھانویؒ کا عارفانہ

(۱) سیرت خاتم الانبیاء ﷺ صفحہ ۱۹ مؤلف حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، (۲) کتاب بنام عیدین صفحہ ۲۴ حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ
(۳-۴) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت، صفحہ ۵۰، ۶۲ مصنف حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں صاحب ندویؒ

بیان بھی ہوا۔

قطب عالم حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: اس بیان وتقریر کا نام فوائد الصحبة (بزرگوں کی صحبت کے فوائد) رکھا گیا، اور وہ تقریر اتنی مقبول ہوئی کہ وہ بار بار چھپتی رہی۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور دارالعلوم کی بنیاد

شادی کے بعد ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) میں جامعہ مظاہر العلوم[1] سہارنپور میں بحیثیت مدرس کے درس و تدریس کی خدمت انجام دینا شروع فرمادیا، کچھ عرصہ وہاں پڑھانے کے بعد ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) میں حضرت دہلی تشریف لے گئے، اور بستی نظام الدین تشریف لانے کے بعد:

سب سے پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بنگلہ والی مسجد (مرکز) میں دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم کی بنیاد رکھی اور چند طلباء کو لیکر پڑھانا شروع فرمادیا۔ الحمد للہ وہ دارالعلوم، تبلیغی مرکز بستی نظام الدین میں اب تک جاری وساری ہے۔

گمراہی کا اصل علاج دینی تعلیم ہے

حضرت[2] مولانا محمد الیاسؒ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گمراہی اور جہالت کا اصل علاج دینی تعلیم ہے، حضرتؒ نے فرمایا: ناخواندہ اور جاہلوں کی اصلاح کی تدبیر صرف یہ ہے کہ انہیں دینی تعلیم اور دین کا علم پھیلایا جائے، شریعت مطہرہ کے احکامات و مسائل سے آگاہ کئے جائیں۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ہاں دینی تعلیم کی اہمیت

حضرت[3] مولانا علی میاں صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: علاقہ میوات کے لوگوں نے حضرت مولانا کو میوات آنے کی دعوت پیش کی، تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے سب سے پہلے انکے سامنے جو شرط رکھی وہ یہ تھی کہ: اگر آپ (میواتی) حضرات دینی تعلیم اور مکتب و مدارس چالو کرنیکا وعدہ کرتے ہو تو اس شرط پر میں آسکتا ہوں۔

چنانچہ انہوں (میواتیوں) نے مکاتب و مدارس چالو کرنے اور دینی تعلیم شروع کرنیکے وعدے کئے، اس وعدے پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ وہاں تشریف لے گئے، حضرت کے ہاں اتنی اہمیت تھی دینی تعلیم کی۔

---

(۱) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت، صفحہ ۶۹ مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندویؒ (۲۔۳) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت، صفحہ ۸۳۔ ۸۴ حضرت مولانا سید علی میاں صاحب ندویؒ۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے علمی ذوق، فکر و نظر اور تعلیمی اہمیت کے بعد آپکی زندگی کا ایک دوسرا پہلو مختصر سے جملوں میں اجاگر کرنا چاہتا ہوں جنکا تعلق جسم انسانی میں ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہے۔ جسے سلوک و تصوف اور روحانیت کہا جاتا ہے، اور آج اسی سے زیادہ تربے توجہی اور چشم پوشی کی جارہی ہے۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنے پیر و مرشد کے قدموں میں

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں: [1] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ طالب علمی (پڑھنے) کے زمانے میں ہی امام سلوک حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی سے بیعت ہوگئے تھے، اور بیعت کے بعد اپنے پیر و مرشد حضرت گنگوہیؒ سے اتنا عشق و محبت اور روحانی تعلق ہوگیا تھا کہ بے تابانہ حالت میں رات کی تاریکی میں بھی اٹھ اٹھ کر قریب جاکر جب تک حضرت کو دیکھ نہ لیتے تھے وہاں تک رات کو چین و نیند نہیں آتی تھی۔

فائدہ: فن تصوف میں اسے فنافی الشیخ کے مقام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور الحمد للہ یہ مقام بیعت ہونے اور خانقاہ میں شیخ کی معیت و صحبت میں رہنے کی وجہ سے حضرت کو بفضلہ تعالیٰ حاصل ہوگیا تھا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے پہلے مسلسل دس سال تک خانقاہی زندگی اپنائی

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں: [2] حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) میں اپنے شیخ اور پیر و مرشد قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، اور گنگوہی خانقاہ میں تصوف کی منزلیں طے کرنے اصلاحی تعلیم و تربیت حاصل کرنے اور ذکر و اذکار، تزکیۂ نفس میں ایسے لگ گئے کہ اپنے پیر و مرشد کی وفات ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) تک حضرت کے قدموں سے لگے لپٹے رہے۔

فائدہ: یعنی گنگوہی خانقاہ میں جاکر مسلسل نو، دس سال تک اپنی باطنی اصلاح، تزکیۂ نفس اور ذکر و اذکار میں لگے رہے۔

اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں باوجود دس سال تک رہنے کے جب پیاس نہ بجھی، سیرابی نہ ہوئی اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضاء اور مخلوق کی خدمت کے قابل نہ سمجھا، تو اپنے شیخ اول کی وفات

(۱، ۲) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت صفحہ ۵۲-۵۳ حضرت علی میاں ندویؒ

کے بعد شیخ ثانی کی تلاش میں پھر مادر علمی دار العلوم دیوبند اپنے استاذ حدیث حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں بیعت و اصلاح کی نیت سے تشریف لے گئے، تو آپ کے مشفق استاد محترم نے مشورہ دیا کہ سہارنپور جا کر حضرت گنگوہیؒ کے منظور نظر اور روحانی نائب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے رجوع فرمالیا جائے۔

چنانچہ مولانا محمد الیاسؒ، گنگوہ سے دیوبند اور دیوبند سے سہارنپور محض اپنی باطنی اور روحانی اصلاح کی فکر میں تشریف لے گئے۔ شیخ ثانی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبھیٹویؒ سے بیعت ہو کر تزکیۂ نفس کرتے ہوئے اپنی اصلاح فرماتے رہے اور بالآخر حضرت نے خرقۂ خلافت سے بھی آپکو مشرف فرمادیا۔

خلافت کے بعد بھی خانقاہ اور ذکر و اذکار کو نہ چھوڑا

قربان جائیں اس عاشق صادق مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خانقاہ نوردی پر کہ اپنی باطنی اور روحانی اصلاح کی فکر میں اپنے زمانے کے آفتاب و مہتاب جیسے عالم کو منور کر دینے والے مشائخ کبار سے نسبت مع اللہ اور خرقۂ خلافت پالینے کے بعد بھی اپنے آپ کو ذکر اللہ کرتے رہنے سے بے نیاز یا مستغنی نہیں سمجھا۔ چنانچہ مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا محمد الیاسؒ کے روحانی و خانقاہی مجاہدات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سہارنپور سے دہلی نظام الدین تشریف لے جانے کے بعد دینی تعلیم، درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ روحانی و خانقاہی مجاہدات میں مصروف ہو گئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی قدیم عبادت گاہ (خانقاہ) عرب سرائے پھاٹک میں، مرزا مظہر جان جاناںؒ کے پیر و مرشد کے مزار کے قریب اکیلے ذکر و اذکار میں مشغول رہا کرتے تھے۔

اس خلوت پسندی اور ذکر و اذکار میں اتنا انہماک ہونے لگا کہ بسا اوقات دوپہر کا کھانا بھی آپکا اسی جگہ (عرب سرائے، خانقاہ) میں بھیج دیا جاتا تھا۔

دعوت و تبلیغ میں زندگی کھپانے والوں کے لئے ارشاد مرشد

حضرت علی میاں صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و انابت، تضرع و دعا اور ذکر و اذکار کی کثرت یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی کی روح اور انکے نزدیک

(۱۔۲۔۳) مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت، صفحہ ۵۹، ۶۱، ۶۲

انکی اس دعوت وتحریک کا قلب وجگر تھا۔

فائدہ: یعنی پہلے ضروری دینی تعلیم کے بعد اہل اللہ اور صاحب نسبت بزرگوں سے بیعت ہو کر ان سے اپنی اصلاح نفس، تربیت اور تزکیۂ قلبی کے بعد بھی انابت الی اللہ، ذکر واذکار (صبح وشام کی تسبیحات کے علاوہ، خانقاہی اذکار ومعمولات) میں ہمیشہ اپنے آپ کو مشغول رکھنا یہ دینی اور جماعتی کام کرنیوالوں کے لئے ایک بنیادی اُصولوں (اعمال) میں سے ایک مرکزی اصول اور عمل ہے، اس میں بے توجہی سے کام لینے سے بے برکتی لازمی ہے، اس لئے اسکا ضرور خیال رکھا جائے۔ (از محمد ایوب سورتی قاسمی عفی عنہ)

حضرتؒ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا: ہماری اس تحریک (تبلیغ) کی صحیح ترتیب یہ ہے کہ (۱) اس میں سب سے زیادہ کام دل کا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے تضرع اور اسکی نصرت پر کامل اعتماد کے ساتھ اس سے استعانت اور دنیا ومافیہا سے بالکل منقطع ہو کر ذکر اللہ کے ساتھ اسکی طرف متوجہ ہونا) (۲) اسکے بعد دوسرے درجہ میں جوارح کا کام ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے فروغ کے لئے دوڑ دھوپ اور محنت ومشقت ہو) (۳) اور تیسرے درجہ میں زبان کا کام ہو (یعنی تقاریر اور بولتے رہنے میں زیادہ وقت صرف نہ کیا جائے)

حضرت علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرتؒ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ سب سے کم مقدار میں تقریر وبیان ہو، اس سے زیادہ مقدار، سعی جدوجہد اور محنت کی ہو، اور سب سے زیادہ مقدار دل کے کام کی ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اور اس سے استغاثہ (فریاد) واستعانت ہو۔

اسی اصول اور طریقہ کے مطابق مولانا محمد الیاسؒ کا پوری زندگی خود اپنا ذاتی عمل بھی رہا اور دوسروں کو بھی اسی اصول وطریقہ کے مطابق کام کرتے رہنے کی تاکید ووصیت فرمایا کرتے تھے،

ایک بلند مرتبہ عارف کی نظر میں ایک گنہگار مسلمان کا مقام

ذکر واذکار اور انابت الی اللہ کا ایک ادنیٰ ثمرہ اور اثر اس شکل میں ظاہر ہوتا ہے: حضرت مولانا علی میاں تحریر فرماتے ہیں: حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ایکؒ دوست کو ایک خط میں اس طرح لکھا کہ: مسلمان کتنے ہی کم درجہ کا (یعنی کتنا ہی گنہگار یا حسب نسب وغیرہ کے اعتبار سے کم درجہ کیوں نہ) ہو مگر عظمت واحترام کی نظرؒ سے اسے دیکھنے کی مشق کرو،

(۱-۲) مولانا محمد الیاس صاحب اور انکی دینی دعوت: صفحہ ۲۴۷-۲۵۰

خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی یہ مشق اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بے عمل سے بے عمل اور پست سے پست درجہ کا مسلمان بھی حضرت کی نگاہ میں معظم و محترم تھا، اور حضرت کے انداز تکلم اور حسن سلوک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا اسکو اپنے سے افضل اور اللہ تعالی کے یہاں اپنے سے زیادہ مقبول سمجھ رہے ہیں۔

فائدہ: اس قسم کا سلوک تو ادنی قسم کے گنہگار مسلمانوں کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، تو پھر دیندار قسم کے مسلمان اور علماؤ صلحاء کے ساتھ تو کتنا مخلصانہ، مشفقانہ اور عاجزانہ سلوک فرماتے ہونگے اس کا تو اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

یہ کریمانہ اخلاق و اخلاص، خانقاہ نوردی اہل اللہ اور بزرگان دین کی معیت و صحبت میں رہ کر تزکیۂ نفس کئے بغیر حاصل ہونا مشکل ہے۔(۱) اسی چیز کو اپنے اندر پیدا کرنے اور حاصل کرنے کی نیت سے ایک عارف باللہ اور فنا فی الرسول کی تاریخ دہرائی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی اور متبع شریعت اولیاء کاملین کے نقش قدم پر چلتے رہنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد الیاس کا علماء کرام کے ساتھ مخلصانہ حسن سلوک کا ایک منظر

حضرت مولانا علی میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں: مولانا محمد الیاس مہمانوں، جماعت میں جانے والوں کا(۱) اور خصوصاً علماء کرام کا احترام اور اکرام کرنا اپنے ذمہ فرض سمجھتے تھے۔

فاضل ادیب، حضرت مولانا معین اللہ ندوی صاحب نے فرمایا: میں رمضان المبارک کے مہینے میں دہلی نظام الدین گیا ہوا تھا، اتفاقاً وہاں بیمار ہو گیا، بیماری کی وجہ سے میرا کھانا میرے کمرے میں ایک لڑکا لے کر جانے لگا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نفل کے لئے کھڑے ہو چکے تھے اتنے میں کھانا لے جانے والے پر حضرت کی نظر پڑی، حضرت نے اس سے فرمایا: مولانا کا کھانا یہاں میرے پاس رکھدو، مولانا معین اللہ صاحب کا کھانا لے کر میں خود انکی خدمت میں حاضر ہونگا۔ اتنا فرما کر حضرت نے نفل نماز شروع فرمادی، وہ لڑکا حضرت کی بات سمجھ نہ سکا اور کھانا وہاں پہونچا دیا، نماز سے فارغ ہو کر حضرت نے اپنے قریب کھانا تلاش کیا مگر نظر نہ آیا، بس فوراً اسی وقت مولانا معین اللہ صاحب کی خدمت میں حضرت تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: میں نے بچے سے کہا

(۱) مولانا محمد الیاس صاحب اور انکی دینی دعوت صفحہ ۲۵۳

تھا کہ حضرت مولانا کا کھانا میرے پاس رکھدو۔ میں خود لیکر خدمت میں حاضر ہونگا۔ مگر وہ بچہ خود لیکر چلا آیا (اتنی معذرت فرمانے کے بعد) حضرت میرے پاس بیٹھ گئے، دیر تک بیٹھے رہے اور شفقت و محبت بھرے انداز میں میرے ساتھ دل جوئی کی باتیں فرماتے رہے۔ حضرت کے دل میں یہ مقام و احترام تھا علماء کرام کا۔

دعوت کے کام میں ترقی ہونے پر خائف و بے چین ہو گئے

اپنی ذاتی اصلاحی فکر اور فنائیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں: جماعتی لائن سے جس قدر لوگوں کا رجوع بڑھتا گیا اتنے ہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اپنی طرف سے زیادہ غیر مطمئن اور خائف ہوتے گئے، اور اپنے احتساب نفس کا کام بڑھاتے رہے۔

بعض اوقات اہل حق (علماء کرام) اور اہل بصیرت (بزرگان دین) کو بڑی لجاجت سے اپنی طرف متوجہ فرماتے کے وہ (اصلاحی اور روحانی اعتبار سے) آپ پر نظر رکھیں (یعنی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو جماعتی کاموں میں غیر مناسب رویہ پر روکتے ٹوکتے رہیں) اور اگر کہیں عجب و تکبر کا شائبہ بھی نظر آئے تو متنبہ کر دیا کریں۔

اس سلسلہ کا ایک مکتوب حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ (جو آپکے بھتیجے اور عمر میں آپ سے چھوٹے تھے) اور مولانا عبد اللطیف صاحبؒ (جو مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے عمر میں بڑے اور جامعہ مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ تھے) کو ایک خط میں اس طرح تحریر فرمایا:

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک یادگار مکتوب: اے میرے بزرگو! غیر مناسب اقوال و افعال سے مجھے روکدیا کریں:

عزیز محترم حضرت شیخ الحدیث و حضرت ناظم اعلیٰ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہونگے، ایک مضمون جسکا[1] قبل از رمضان مجھے بہت زیادہ اہتمام تھا، اپنی قوت بشریہ کے ضعف اور ضعف ایمانی کی بناء پر بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا (یعنی بھول گیا) وہ یہ کہ: حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ (تبلیغی) کام اتنا وسیع ہو گیا کہ اب اسکی روز افزوں ترقی و مقبولیت کو دیکھ کر میں اپنے نفس سے بالکل مامون (مطمئن) نہیں ہوں کہ وہ (یعنی میرا نفس)

---

(۱) مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت صفحہ ۲۵۶

کہیں عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

لهٰذا آپ جیسے اہلِ حق کی نگرانی کا (اصلاح و مشورہ کے اعتبار سے) میں سخت محتاج ہوں اور اپنی نگرانی کا آپ حضرات مجھے ہر وقت محتاج خیال کریں کہ اس میں (جماعتی نقل و حرکت کی) خیر پر مجھے جمنے کی تاکید فرمادیں اور اس (تبلیغی غیر اصولیوں) کے شر سے مجھے جھنجھلاہٹ (بغیر کسی قسم کی رواداری کے) سختی سے منع کردیں (یعنی زبانی غیر مناسب نقل و حرکت سے مجھے روک دیا کریں)

۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی اور جماعتی کام کا تجزیہ

حضرت مولانا دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز علمی و روحانی فرزند اور جامعہ مظاہر العلوم کے مقبول استاد و مدرس تھے، پھر دینی تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے بستی نظام الدین (دہلی) میں جاکر سب سے پہلے دار العلوم کی بنیاد رکھی اور جہالت و گمراہی کا علاج دینی تعلیم بتلایا، یہاں تک کہ میوات کے سفر کو دینی تعلیم کی ترویج اور مدارس و مکاتب کے اجراء پر موقوف و مدعو فرمادیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ذوق، علمی تھا۔ اسکے علاوہ علوم تشریعی اور تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ سلوک و تصوف میں قدم رکھتے ہوئے خانقاہی اکابرین سے تزکیۂ نفس اور اصلاحی تعلیم و تربیت حاصل فرمائی، یہ ذکر و اذکار اور اصلاحی سلسلہ طالب علمی کے زمانے سے لیکر تادم حیات جاری رکھا، یہ اس لئے کہ حضرت مولانا اپنی دعوتی تحریک میں جان پیدا کرنیکے لئے اسے رکن اعظم اور قلب و جگر کا درجہ تصور فرماتے تھے۔

چنانچہ اپنی تحریک کی عملی ترتیب میں اسی انابت، نسبت اور رجوع الی اللہ کو اول درجہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اسی ڈگر پر مولانا خود بھی پوری زندگی چلتے رہے اور اس میں کام کرنے والے ہر چھوٹے بڑے کو اسکی وصیت اور تاکید فرماتے رہے۔

اکرام مسلم کا جو عملی نقشہ حضرت مولانا نے کام کرنیوالوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اسکے عشر عشیر پر بھی آج ہم باخلاص عمل کرلیں تو ہر کس و ناکس اس کام کے لئے جان فدا کرنے کے لئے آمدہ ہوسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ اور توفیق عطا فرمائے (آمین)

کمزوریوں کی اصلاح کے لئے علماء کو دعوت دی جارہی ہے

جماعتی کام کے ظاہری پھیلاؤ کو کرامت سمجھنے والے، اگر اخلاص کے ساتھ تحریک کے بانی کی سوانح اور مذکورہ مکتوب کا بغور مطالعہ فرمائیں تو مابین زمین وآسمان کا بعد محسوس کرنے پر مجبور ہوجائیں۔

تعلیمی اہمیت، اپنے کو مٹانے، تزکیۂ نفس، خانقاہ نوردی، علماء کرام کا مخلصانہ قلبی اکرام واحترام اور اپنے میں عجب وکبر کے شائبہ کے گمان کے پیش نظر اہل اللہ وبزرگان دین کی ہر وقت سرپرستی روک ٹوک اور نگرانی کے لئے برملا زبانی یا خطوط کے ذریعہ مخلصانہ عاجزانہ سرپرستی کی بڑوں سے درخواست کرتے رہنا یہ اور اس قسم کے بہت سے وہ اوصاف حمیدہ جو تحریک کے بانی میں بطریق اتم موجود تھے جسکے نتیجہ میں اس کام میں کچھ ترقی نظر آرہی ہے۔

بادام بغیر مغز کے بے دام

جماعتی احبابوں کے لئے دعوتوں کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کے مذکورہ چیدہ چیدہ اہم اوصاف حمیدہ کو بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی سب کو دعوتیں دیتے رہنے کی اشد ضرورت ہے۔۔ورنہ بادام بے مغز کے بے دام ہوجاتے ہیں، اسی طرح خدا نہ کرے ہماری قربانیاں اور اعمال بھی کہیں ایسی نہ ہوجائیں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے نفس وشیطان کے شرور سے ہم سب لوگوں کی حفاظت فرمائیں (آمین)

مذکورہ چند اوراق میں اصلاح باطنی، تزکیۂ نفس اور خانقاہ نوردی وغیرہ جیسے جملوں کو بار بار دہرایا گیا ہے، یہ اس لئے کہ اسے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی زندگی میں اپنے لئے اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا اسکو تحریک (تبلیغ) کا قلب وجگر فرمایا تھا، اس کام میں حصہ لینے والوں کو ان چیزوں کو اپنانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس لئے دل میں آیا کہ سلوک وتصوف اور تزکیۂ نفس کس چیز کا نام ہے اسے وقت کے مجدد کے حوالہ سے مختصراً پیش کرکے اپنے اصل مقصد کی طرف لوٹونگا۔

سلوک وتصوف کا ماحصل

حضرت شیخ مسیح الامتؒ نے سلوک کی حقیقت کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

سلوک وتصوف[1]: شریعت کا وہ جزء جو اعمال باطنی سے متعلق ہے اسے تصوف وسلوک کہتے ہے، اور شریعت کا وہ جزء جو اعمال ظاہری سے متعلق ہے اسے فقہ کہا جاتا ہے۔

گویا کہ تصوف دین کی اصل روح ہے، جس کا کام باطن کو رذائل اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنا

---

(۱) شریعت وتصوف حضرت شیخ سیدنا مسیح الامتؒ، صفحہ ۹۶

اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کرنا ہے۔ یہ من حیث الموضوع سلوک و طریقت ہے۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا:

سلوک کی ابتداء اخلاص ہے اور انتہاء احسان ہے۔ بتکثیر ذکر اللہ۔

نسبت کی حقیقت | نسبت کے معنیٰ[1] تعلق و لگاؤ کے ہے، اور مراد اس سے بندہ کا خاص تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا ہے، اور وہ (عند اللہ) قبول و رضا کا نصیب ہوجانا ہے۔ اور صاحبِ نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ: انکی صحبت و معیت میں رغبت الی الآخرۃ اور نفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور ایسے اشخاص کی طرف دیندار لوگوں کو زیادہ توجہ (رجوع) ہو۔

ثمرہ نسبت مع اللہ | بالذات و بالاصل، اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق ہو، اسکے علاوہ اور کسی سے بھی بالذات تعلق نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا جب کسی سے تعلق نہ ہوگا تو پھر کسی شئی کے فوت ہوجانے سے قلق (غم) بھی نہ ہوگا۔

نوٹ: اس متن کے ہر ہر جز کی مزید تفصیل، ضیاء السالک جلد ۱ صفحہ ۹۸ پر مرقوم ہے، اہل شائق مراجعت فرماسکتے ہیں۔

فائدہ | یہ ہے سلوک و تصوّف! حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ہمارے سارے اکابرین نے سب سے پہلے اس نسبت مع اللہ کو اپنے اندر رچا بچالیا تھا، اسکے بعد جس نے جس جس میدان میں قدم رکھا اسے سر کرتے ہوئے چلے گئے۔ کیونکہ ہر قدم و ہر کام میں قلبی اخلاص و للّٰہیت کی وجہ سے نظر صرف اس ذات وحدہ لاشریک کی طرف رہا کرتی تھی، اور ان گراں قدر اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد انکے شاملِ حال ہوا کرتی تھی۔

اے الیاس! ہم تم سے کام لینگے[2] | مولانا علی میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں: مولانا محمد الیاسؒ نے حج بیت اللہ کا دوسرا سفر ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں کیا، اس سفر میں مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے یوں فرمایا کہ: مجھے اس (اصلاحی) کام کے لئے امر ہوا، اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے (امت کی اصلاح کا) کام لیں گے۔

تشریح اس متن کی اس طرح ہے: کہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مدینہ طیبہ میں امت کی اصلاح و ہدایت کی فکر میں بے انتہا رنج و غم میں ایام گزارے یہاں تک کہ ایک مرتبہ محویت و کیفیت کے

(۱) ضیاء السالک جلد ۱ صفحہ ۱۰۱، حضرت مفتی عبد الستار صاحب (۲) حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت صفحہ ۹۹

عالم میں امت کی فکر لئے تڑپتے ہوئے بے چینی کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روضۂ مطہرہ کے سامنے دعا کرتے ہوئے گر گئے، اور گرتے وقت زبان سے بے اختیارانہ طور پر یہ فرماتے ہوئے ایک چیخ سی نکل گئی کہ:

یارسول اللہ! امت کا کیا ہوگا!

چونکہ طالب صادق تھے، اس لئے ایسے غم خوار کی تسلی کے لئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صدائے ہدایت کا مژدہ سنایا گیا یعنی روضۂ اطہر سے یہ آواز مبارک آئی کہ:

اے الیاس! تم سے امت کی اصلاح کا کام لیا جائے گا۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعا کی قبولیت کا ظہور کم و بیش پچپن (۵۵) سال کے بعد ہوا

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ۱۳۴۴ھ میں، مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں والہانہ انداز میں تڑپتے ہوئے جو دعائیں مانگی تھی ان دعاؤں کی قبولیت کا ظہور تو وقتاً فوقتاً ہوتا رہا، اور ہو رہا ہے مگر نمایاں ظہور سرزمین برطانیہ سے ہوا۔

پورے یورپ اور برطانیہ کی تبلیغی جماعت کے روح رواں، امیر، مخلص داعی، قابلِ صد احترام بزرگ حافظ محمد احمد پٹیل صاحب (ٹنکولوی) مدظلہ نے ناچیز خادم کے دریافت کرنے پر فرمایا:

ڈیوزبری میں ۱۹۸۰ء میں امیر مرکز حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی تشریف آوری پر ہونے والے عالمی تبلیغی اجتماع سے دنیا میں بود و باش کرنے والے مسلمانوں میں سے چھوٹا بڑا مسلم غیر مسلم کوئی ملک شاید ایسا نہ ہوگا جہاں اصلاح و تربیت اور دعوت کی لائن سے کوئی قافلہ نہ پہونچا ہو۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ گویا کہ بفضلہ تعالیٰ بتوفیق الٰہی، اکنافِ عالم میں تاحد نظر شرقاً و غرباً، شمالاً و جنوباً امکانی حد تک ہر چھوٹے بڑے جزائر و ممالک میں ڈیوزبری (برطانیہ یوکے) کے عالمی تبلیغی اجتماع سے جماعتیں روانہ کی گئیں تھی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس تحریر کا اصل مقصد اور ماحصل یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مدینہ طیبہ میں جو دعائیں فرمائی تھی ان دعاؤں کی قبولیت کا نمایاں ظہور پچپن سال کے بعد ہوا، اس فصل کا موضوع بھی قبولیت دعا میں تاخیر بتلانا ہے۔ (ناقل محمد ایوب سورتی، عفی عنہ)

مؤلفِ کتاب کی زندگی کا ایک ورق بفضلہ تعالیٰ، بتوفیق الٰہی یہ خاک پا راقم الحروف ۱۹۵۶ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوا ۱۹۶۱ء میں عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عارف ربانی فخر المحدثین یادگارِ علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ سے تکمیل درس بخاری شریف کے بعد فخر گجرات حضرت مولانا موسیٰ سامرودی سورتی صاحب مدظلہ جو اس ناچیز کے قریبی رشتہ دار بھی ہوتے ہیں، وہ مجھے دار العلوم دیوبند سے دہلی، بستی نظام الدین لے گئے اور علماء کے تبلیغی نصاب کے مطابق میری پوری سات چلے کی تشکیل فرمائی۔

بحمد اللہ تعالیٰ، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ (ابن مولانا محمد الیاسؒ) کی زیر نگرانی و سرپرستی سات چلے کام سیکھتا رہا ۔ اسی اثناء میں حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے مشورہ اور ایماء پر حجاز مقدس میں کام کرنے والے مخصوص پرانے احباب کو دہلی نظام الدین بلایا گیا، اس یادگار قافلہ میں قابل صد احترام بزرگ شیخ خیاط صاحبؒ، حضرت مولانا غلام رسول مالیگاویں صاحب اور حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب وغیرہ (چھ) احباب تھے۔

کچھ عرصہ میری اصلاح و تربیت کے لئے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے اس راقم کو بھی انکے ہمراہ کر دیا۔ بحمد للہ تعالیٰ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ہم عصر ان بزرگان دین کی سرپرستی اور معیت میں رہکر بھی کام کو دیکھنے اور سیکھنے کا موقعہ ملا۔

اسکے علاوہ کچھ عرصہ فنا فی التبلیغ عاشق صادق یادگار مولانا محمد الیاسؒ حضرت میاں جی موسیٰ میواتی صاحبؒ کی زیر نگرانی اور معیت میں بھی رہ کر اسفار و نقل و حرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

مزید انعامات خداوندی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سیاہ کار نے ۱۹۶۷ء میں جب سرزمین برطانیہ پے قدم رکھا تو اس وقت پورے یورپ اور برطانیہ میں مقیم علماء کرام میں سے جماعتی نقل و حرکت میں (حضرت جیؒ کے زیر نگرانی) پورے سات چلے لگا کر آنے والا بحمد اللہ تعالیٰ اس خادم کے علاوہ اور کوئی نہ تھا، یہ شرف بھی اللہ تعالیٰ نے اس بے مایہ کو عطا فرمایا تھا الحمد للہ علیٰ ذالک

ایک تاریخی چیز سے پردہ کشائی اپنے حالات زندگی میں سے مختصراً ایک ورق کھولا گیا ہے، اس میں بھی اپنی شیخی بگاڑنا یا اظہار تعلّی مقصود نہیں بلکہ ان اہم اور ضروری نسبتوں کے تحت ایک تاریخی چیز سے پردہ کشائی مقصود ہے وہ یہ کہ: اس سیاہ کار نے اس زمانہ میں محرک اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ہم عصر اور صحبت یافتہ مذکورہ اکابرین اور انکے علاوہ بھی مولانا

کے زمانے کے دیگر بہت سے بزرگوں سے وقتاً فوقتاً سفر و حضر میں مجالس و معیت وغیرہ نصیب ہوتی رہی ان قدیم بزرگوں سے کئی مرتبہ تواتر کے ساتھ جو باتیں سننے میں آتی رہی ان کا مفہوم اس طرح ہے:

جب روضۂ اطہر پہ مواجہہ شریف میں امت کے مسلمانوں کی زبوں حالی کی اصلاحی فکر و غم میں حضرتؒ کی زبان سے ایک چیخ نکل گئی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) امت کا کیا ہوگا؟

اسکے جواب میں روضۂ مطہرہ سے بھی جو جواب عنایت فرمایا گیا وہ یہ تھا کہ: اے الیاس! تجھ سے امت کی اصلاح کا کام لیا جائے گا۔

مولانا الیاسؒ کی بے تابی اور پیر و مرشد کی جانب سے رہنمائی

یہ الفاظِ مبارک سنکر مولانا پر ایک ہیبت و خوف طاری ہوگیا، کپکپا گئے، اور یہ فرماتے ہوئے رونے لگے کہ یا اللہ! میں ضعیف و ناتواں انسان ہوں، اسکے علاوہ میری زبان میں بھی روانی اور تیزی نہیں ہے ان حالات میں پوری امت کا بار گراں میں کیسے اٹھا سکونگا، اس طرح اپنی بے مائیگی کا تصور فرماتے ہوئے رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں، اور فکر و غم میں پگھلنے لگے۔

اس وقت مولانا محمد الیاسؒ صاحب کے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں مقیم ہوچکے تھے، جب انہیں اپنے لائق روحانی فرزند مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے رونے دھونے اور پورے واقعہ کی خبر ملی تو شیخ نے اپنے لاڈلے مرید کو بلا کر تسلی دی، اور چونکہ شیخ بڑے عارف کامل تھے مولانا الیاس صاحبؒ کے قلبی بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے بہت ہی عجیب اور عارفانہ نکتہ کی بات فرمائی۔

حضرت مرشدِ کامل نے فرمایا: اے الیاس! روتے کیوں ہو؟ تمہیں کام کرنے کے لئے تھوڑا ہی کہا گیا ہے، جس کی وجہ سے تم گل پگھل رہے ہو، ذرا سوچو تو سہی، بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ یہ نہیں فرمایا کہ اے الیاس! تجھے کام کرنا پڑے گا، اگر ایسا فرماتے تو بے شک تم ضعیف و ناتوانائی کی وجہ سے قاصر تھے، مگر وہاں سے تو ارشاد عالی اس طرح صادر ہوا کہ اے الیاس، تجھ سے امت کی اصلاح کا کام لیا جائے گا، انہوں نے تو خود لینے کے لئے فرمایا ہے، تو کام لینے والی ذات عالی تو بڑی قادر مطلق و خالق کائنات ذات خداوندی ہے۔ وہ جس طرح چاہے کام لے لینگے، کام کرانے کی ذمہ داری خود اس احکم الحاکمین نے اپنے ذمہ لے لی ہے اس لئے رونے دھونے کی ضرورت نہیں، جاؤ! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حسب توفیق کام میں لگ جاؤ۔

اسباب وذرائع اور وسائل وہ خود اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے وقت میں مہیا فرماتے رہیں گے۔

مرشد کامل کی ضرورت ہمیشہ ہوا کرے گی اپنے پیرو مرشد کے اس عارفانہ کلام سے حضرت مولانا کو تسلی ہو گئی، اور پھر وارد ہند ہو کر مشورہ کے بعد اس علیم وخبیر پر یقین کامل اور نظر رکھتے ہوئے کام شروع فرمادیا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ باوجود تبحر عالم و معلم ہونے کے مرشد کامل کی ضرورت ہمیشہ ہوا کرتی ہے، اور جو حضرات بڑوں کی سرپرستی اور نگرانی میں کام کرتے ہیں وہ کامیابی والی زندگی سے جلد ہم کنار ہوا کرتے ہیں۔

یہ ہے حقیقت حال اور خلاصہ جو ناچیز راقم (محمد ایوب سورتی عفی عنہ) نے متقدمین کی زبانی آج سے پینتالیس۴۵ سال پہلے سنا تھا اور یہ قرین قیاس بھی ہے، اس لئے کہ اس حیّ قیوّم کو ملتِ اسلامیہ اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کو قیامت تک زندہ اور باقی رکھنا منظور ہے، اس لئے وہ ہر دور میں وقت اور زمانے کی نزاکتوں کے پیش نظر قرآن و حدیث کی بقاء و تحفظ اور دین حنیف کی اشاعت و ترویج کی مختلف شکلیں اور اسباب پیدا فرماتے رہیں گے، اس کام کے لئے اب آسمان سے کوئی فرشتہ یا نبی تو آئیں گے نہیں، ایسے ہی مخلص و مستند نائبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ دین کی ہر جہت کی خدمات لیتے رہیں گے، اس میں سعادت مند وہ مسلمان ہیں جو اپنے اپنے وقت کے مستند اولیاء کاملین اور متبع سنت و شریعت جماعت علماء ربانی کے مشورہ اور اشارہ پر دین کے خاطر رضائے الٰہی کو مد نظر رکھتے ہوئے جانی و مالی قربانیاں پیش فرماتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت والے اعمال پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

الہام اور وحی کا انتظار فصل کے اختتام پر ایک ملفوظ تحریر کئے چلوں جو اسی قبیل سے ہے۔ مجدد ملت حضرت تھانویؒ نے ایک مجلس[۱] میں فرمایا: آج کل لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے، ذرا کوئی نیک کام کیا اور فوراً الہام اور وحی کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ شاید کوئی آواز آسمان سے آوے گی یا اپنی کسی دنیوی حاجت کے واسطے دعا کرتے ہیں اور اب منتظر ہیں کہ کوئی بشارت قبولیت کی آئے گی، یہ کیا خبط ہے۔

قارئین حضرات، یہ فصل کافی ضخیم ہو گئی مگر الحمد للہ رفع خدشات اور تسلی کے لئے وافر مواد اس میں جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ کہ اجابت و قبولیت دعا میں تاخیر نہیں ہوتی۔

---

(۱) الافاضات الیومیہ، رسالہ النور صفر ۳۰ شوال ۱۳۵۱ھ حضرت تھانویؒ

دعا تو سب کی قبول ہو جایا کرتی ہیں، مگر ہاں قبولیت کے ظہور میں تاخیر ہوتی رہتی ہے اس کا مفصل بیان اسی فصل میں گزر چکا، ظہور میں تاخیر کے واقعات تو بے شمار ہیں، اطمینان قلب کے لئے اسی فصل میں سے مختصر سی فہرست یہاں نقل کر کے اسی پر ختم کرتا ہوں:

جلیل القدر پیغمبر کی دعا کی قبولیت کا ظہور چار ہزار سال بعد ہوا

۱) ایک جلیل القدر پیغمبر کی دعا کی قبولیت کا ظہور بارہ (۱۲) سال کے بعد ہوا۔

۲) ایک مسلمان کی دعا کی قبولیت کا ظہور بیس (۲۰) سال کے بعد ہوا۔

۳) ایک عظیم پیغمبر کی دعا کی قبولیت کا ظہور پچیس (۲۵) سال کے بعد ہوا۔

۴) ایک صاحبِ شریعت رسول کی دعا کی قبولیت کا ظہور چالیس (۴۰) سال کے بعد ہوا۔

۵) مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعا کی قبولیت کا ظہور پچپن (۵۵) سال کے بعد ہوا۔

۶) اصحابِ کہف کی دعا کی قبولیت کا ظہور تین سو (۳۰۰) سال کے بعد ہوا۔[1]

۷) اللہ تعالیٰ کے مقبول پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ظہور چار ہزار سال کے بعد ہوا۔

۸) فخرِ کائنات امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت کی جانے والی تین دعاؤں میں سے ایک دعا کی قبولیت کا ظہور اس (جہاں) میں اللہ تعالیٰ نے نہ فرمایا۔ (رواہ مسلم شریف)

نوٹ: دعا قبول نہ فرمانے میں منجملہ دیگر مصالح کے ایک مسلمان کی نظروں کو اس طرف مبذول فرما کر انکو تسلی دینا بھی ہے، نیز اہل بصیرت کے لئے اس میں ایک سبق یہ بھی ہے کہ کسی دعا کی قبولیت کا ظہور اس دنیا میں نہ ہونا یہ بھی ہمارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، یہ تو مقام شکر ہے نہ کہ موقعِ شکوہ و گلہ۔

اب تو سمجھ میں آجانا چاہیے کہ ہم کیا اور ہمارا مقام و مرتبہ کیا؟ جب کہ بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی دعاؤں کے اجابت کی تاخیر و تاثیر پچاسوں، سینکڑوں اور ہزاروں سال کے بعد ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس محنت و کتاب کو قبول فرما کر سب مسلمانوں کو سنت طریقہ کے مطابق صبر و تحمل اور رضا کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

(۱) پارہ ۱۵ سورۃ کہف آیت ۲۵۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۸۴

انیسویں فصل

☆ غیر مسلموں کی دعا بھی قبول ہوتی ہے ☆

اس سے پہلے "قبولیت دعا میں تاخیر کی وجہ" کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اسکے بعد اب ایک غیر معروف مضمون آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اسکا عنوان ہے:۔

غیر مسلموں کی دعا بھی قبول ہوتی ہے

اس میں اہل دنیا الخلق عیال اللہ ہونے کے ناطے سے ساری مخلوق کے ساتھ بغیر کسی قسم کی تفریق کے اس کو لاشریک ماننے والے مسلمانوں کے علاوہ۔ اس کی وحدانیت کی چادر کو تار تار کرنے والے، منکر و مشرک کے ساتھ بھی اس پالنہار نے اپنی رحیمی و کریمی کی چادر کو پھیلائے رکھا ہے۔ اس کا مختصر سا نقشہ اس باب میں کھینچا گیا ہے۔ اسکے چند عنوانات اس طرح ہیں:

فرعون نے اولیاء اللہ کی نقالی کی پھر دعا مانگی۔ بیت اللہ پے حملہ آور ابرہہ پر غیر مسلم کی دعا کا اثر، تثلیث کے قائل عیسائیوں کی دعا قبول ہو گئی۔ مجوسی کی دعا پر غیب سے آواز آئی، شیطان کی حیرت انگیز دعا اور غیر مسلم کی دعا کی قبولیت پر سیدنا جیلانیؒ کا حکیمانہ جواب، وغیرہ جیسے ہمت افزا واقعات کو نقل کر کے، کم ہمت مایوس و ناامید جیسے مسلمانوں کو اس کریم داتا سے ملنے اور لیتے رہنے کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

یا مجیب المضطرین

امت کے مظلوم و پریشان حال مسلمانوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرماتے ہوئے سارے مسلمانوں کو تیری ذات عالی سے امیدیں وابستہ رکھنے اور استقلال و مداومت کے ساتھ ہمیشہ تجھ سے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

بفضلہ تعالیٰ اب یہاں سے انیسویں فصل شروع ہورہی ہے اسکا عنوان ہے: غیر مسلموں کی دعا بھی قبول ہوتی ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ پارہ ۹ ع ۶ الاعراف	ترجمہ: اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا، قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں، تاکہ وہ سمجھ جاویں (بیان القرآن)

عارف باللہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ فرماتے ہیں: اجابت دعا کے سلسلہ میں آپکے سامنے فرعون کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جسے صاحب روح المعانیؒ نے مذکورہ آیت کریمہ کے ماتحت لکھا ہے،[1] اس میں شک نہیں کہ یہ بڑی ہی عبرت و نصیحت کا واقعہ ہے:

حکیم ترمذیؒ نے نوادر الاصول میں، اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو قحط سالی میں مبتلا کیا تو انکے یہاں کی ہر چیز خشک ہوگئی، تمام جانور اور مویشی مرگئے یہاں تک کہ مصر کا مشہور دریائے نیل بھی خشک ہوگیا،

یہ منظر دیکھ کر قوم کے سب لوگ فرعون کے پاس آئے، اور اس سے کہا کہ اگر تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تیرا گمان ہے (یعنی معاذ اللہ، وہ خدا ہے) تو ہمارے دریائے نیل میں پانی لے آ، فرعون نے کہا بہت اچھی بات ہے، کل صبح اس میں پانی آجائے گا۔

جب سب لوگ اسکے پاس سے واپس اپنے مقام پر چلے گئے (اور فرعون تنہا رہ گیا) تو اس نے اپنے دل میں یہ کہا کہ: اب میں کیا کروں؟ میں تو آسمان سے پانی برسانے پر قادر نہیں۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ کل صبح یہ سب لوگ میری تکذیب کردیں گے (اور میں رسوا ہوجاؤنگا)۔

فرعون نے اولیاء اللہ کی ظاہری نقالی کی پھر دعا مانگی

چنانچہ جب آدھی رات ہوئی تو فرعون اٹھا، غسل کیا، اور صوف کا جبّہ پہنا، اور ننگے پاؤں دریائے نیل کے پاس آیا اور دریا کے بیچ میں کھڑے ہوکر اس نے یہ دعا کی کہ: یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ کو اس بات پر قادر سمجھتا ہوں کہ دریائے نیل کو تو پانی سے بھر سکتا ہے لھٰذا تو اسے پانی سے بھر دے۔

بس اتنا کہنا تھا کہ فوراً اسے پانی کے آنے کا شور محسوس ہوا، وہ اسی وقت دریا سے باہر نکل آیا اور دریائے نیل پانی سے لبریز ہوکر رواں دواں ہوگیا، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں فرعون اور

(۱) روح المعانی پارہ ۹ ع ۶ سورۃ اعراف صفحہ ۲۸

اسکی قوم کی ہلاکت اسی نیل میں غرق ہونے پر مقدر تھی۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: سبحان اللہ! یہ عجیب ہمت افزا روایت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کافر کی دعا بھی قبول فرمالیتے ہیں، دیکھئے فرعون کی دعا کو بھی شرف قبولیت بخشا حالانکہ وہ خود خدائی کا مدعی تھا۔ لیکن تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز کا اقرار کیا اور معاملہ کو اسی کے حوالہ کردیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان قدرت دکھائی کہ دریائے نیل کو جاری کردیا اور اسکی پرواہ تک نہ کی کہ یہ کافر ہے میری ہم سری کا دعویدار ہے

اور اس میں شک نہیں کہ یہ خدائی ہی اخلاق تھے جو دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ روا رکھا دوسرا کوئی ایسا نہیں کرسکتا تھا۔

عارف کی نظر عرفان و معرفت پر حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: یہاں پر میں اتنی بات اور کہتا ہوں کہ جب کافر کی دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ فرمایا تو اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی مؤمن موحد اور مسلمان اخلاص کے ساتھ دل سے حالت اضطرار میں اپنی کوئی حاجت طلب کرے گا تو کیا اللہ تعالیٰ اسے قبول نہ فرمائیں گے؟ ضرور قبول فرمائیں گے!

دوستاں را کجا کنی محروم —— تو کہ با دشمنا نظر داری

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: میں اپنے احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ اس قصہ کو بار بار پڑھیں اسے ذہن میں مستحضر کرلیں اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ[1] کی قدرت اور رحمت پر بھی نظر ہوجائے گی، اور انشاء اللہ تعالیٰ معرفت کا بھی کچھ حصہ نصیب ہوگا۔

بیت اللہ پے حملہ آور ابرھہ پر غیر مسلم کی دعا کا اثر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے سال ملکؒ یمن کا حاکم (گورنر) ابرھہ روئے زمین کا سب سے بڑا شاہی محمود نامی ہاتھی کو مع دیگر ہاتھیوں اور ایک عظیم لشکر جرار کو لیکر بیت اللہ شریف (زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً و تکریماً) کو ڈھانے اور نیست و نابود کرنے کے ارادہ سے ملک یمن کے پائے تخت صنعاء سے روانہ ہوکر جب وہ مکہ مکرمہ کے قریب پہونچا اور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی چراگاہ میں چرتے ہوئے دوسو اونٹوں پر ابرھہ نے قبضہ کرلیا۔

جب اسکی خبر عبدالمطلب کو ہوئی تو وہاں ابرھہ کے پاس جاکر ان سے یوں فرمایا کہ:

---

(۱) تصوف و نسبت صوفیہ صفحہ ۹، حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی (۲) معارف القرآن جلد ۸ پارہ ۳۰ سورۂ فیل صفحہ ۸۲۰

اونٹ اونٹ جن اونٹوں پر تمہارے لشکر نے قبضہ کیا ہوا ہے وہ میرے ہیں اسکا مالک میں ہوں اس لئے میرے اونٹ مجھے دے دو۔ رہا بیت اللہ کو مسمار کرنے کا معاملہ تو اس بیت اللہ کا مالک میں نہیں ہوں، اسکا مالک ایک عظیم ہستی ہے۔ وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا خوب جانتا ہے، ابرھہ سے یہ کہہ کر اپنے اونٹوں کو لیکر واپس مکہ مکرمہ چلے آئے۔

حضرت عبد المطلب کے ساتھ قریش کے اور بھی کچھ نامی گرامی سردار قسم کے لوگ وہاں گئے ہوئے تھے، وہ سب ابرھہ کو چھوڑ کر سیدھے بیت اللہ میں آگئے، اور حضرت عبد المطلب نے مع اپنے ہمراہیوں کے بیت اللہ کے دروازے کا حلقہ (کڑا۔ تالا لگانے کی جگہ) کو پکڑ کر سب متعلقین کے ساتھ مل کر گڑگڑا کر دعا کرنا شروع کر دیا، کہ اے خالق و مالک، ابرھہ کے عظیم لشکر کا مقابلہ کرنا یہ ہمارے بس کا کام نہیں آپ ہی اپنے مقدس گھر کی حفاظت کا انتظام فرمائیے۔

اس طرح عجز و انکساری کے ساتھ سب مل کر دعائیں مانگتے رہے، دعا سے فارغ ہوکر حضرت عبد المطلب مع اپنے اہل و عیال اور قریشی رشتہ دار وغیرہ کو لیکر مکہ معظمہ چھوڑ کر شہر سے باہر پہاڑوں کی طرف چلے گئے، آگے دشمنِ خدا ابرھہ اور انکے لشکر ہاتھی وغیرہ کا ابابیل کے ذریعہ جو عبرتناک حشر ہوا اسکا مفصل بیان قرآن مجید کی سورۂ فیل میں موجود ہے۔

فائدہ: مذکورہ واقعہ سے یہ ظاہر و ثابت کرنا مقصود ہے کہ ابرھہ کے واقعہ کے وقت بیت اللہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر دعائیں مانگنے والے قریشی اور کی احبابوں میں سے اس وقت کوئی بھی مسلمان نہ تھا بلکہ سب کے سب با عظمت و بلند کردار، زیور اتقاء سے مزین) قریشی غیر مسلم تھے، اسکے باوجود آناً فاناً سب کی دعائیں قبول ہو کر اسی وقت اثر انداز بھی ہو گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعائیں غیر مسلم کی بھی اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں۔ اور تا قیامت قبول فرماتے رہیں گے، کیونکہ وہ بھی اس خالق و مالک کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے ایک ہے۔

تثلیث کے قائل عیسائیوں کی دعا قبول ہو گئی

سیدنا مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں[1]: حالات اندلس میں مسلمان اور عیسائیوں کی ایک جنگ کے حالات درج کرتے ہوئے، المراقشی نے لکھا ہے، عیسائی، شہر "دند" میں محصور (قید) تھے، مسلمانوں نے معاشی دروازے ہی صرف ان پر باہر سے بند نہیں کئے، بلکہ شہر میں پانی جس راستہ سے جاتا تھا، اسکو

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت جلد ا صفحہ ۲۰۰ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی۔

بھی بند کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے عیسائی لوگ سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ شدت پیاس کی وجہ سے لوگ مرنے لگے۔

لکھا ہے کہ ایک دن مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ شہر میں کافی شور و غُل مچا ہوا ہے۔ چیخ و پکار کی آوازیں آرہی ہیں۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ شدت کی پیاس سے تنگ آکر عیسائیوں کے مذہبی پیشوا عجز و انکساری کے ساتھ دعا میں مشغول ہیں، اور عوام آمین کہہ رہے ہیں: اسی کا یہ شور اور ہنگامہ ہے۔

المراقشی کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد اچانک بادل اٹھے اور ایسی زور کی بارش ہوئی کہ گویا مشکوں کا دہانہ (منہ) کھول دیا گیا۔ عیسائیوں کی دعا قبول ہوئی پانی کا ذخیرہ کر لیا گیا جسکی وجہ سے مجبور ہو کر امیر المؤمنین ابو یعقوب کو اپنا محاصرہ اٹھالینا پڑا۔

بت پرست نے توکل کیا اور دریا پار ہو گیا

حکیم الامت حضرت تھانوی نے فرمایا: عجیب نہیں کہ رنجیت سنگھ کا قصہ ہے۔ کہ وہ مع فوج کے جارہا تھا درمیان میں دریائے اٹک پڑا، کشتی تھی نہیں لشکریوں نے کہا کہ بڑا موجیں مارتا ہوا دریائے اٹک ہے۔ یہ سنکر رنجیت سنگھ نے کہا کہ جس کے دل میں کھٹک اس کے لئے اٹک ہے۔ عزم و یقین کے ساتھ صرف اتنا کہا اور سب سے پہلے اس نے اپنے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے دریا میں چھلانگ لگا دی اسکے پیچھے انکے لشکریوں نے بھی اپنے اپنے گھوڑے ڈالدئے اور سب پار ہو گئے۔ حیرت کی بات یہ کہ سمندر میں گھوڑے کے سُم (کُھر) کے سوا اور کچھ بھیگا تک نہیں۔

حالانکہ ثقیل (وزنی) چیزوں کا میلان نیچے کی طرف ہوتا ہے اس لئے چاہئے تو یہ تھا کہ نیچے سب چلے جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا بس انکو اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے پار اتار دیا۔

اتنا واقعہ سنانے کے بعد حضرت تھانوی فرماتے ہیں: کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو در اصل بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے یہ تو مُسَلَّم ہے۔ اسکے علاوہ انکا توکل بھی نافع ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ: اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبْدِی بِی: انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن (گمان) کر لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پورا فرما دیتے ہیں۔ بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہیں۔ چونکہ انکو

(۱) حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ ملفوظات اشرفیہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی گمان ہوتا ہے۔

غرض کہ مشرک کافر بھی اصالتاً اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں اور اس مانگنے میں ایک خاص گمان (یقین) بھی رکھتے ہیں بس اللہ تعالیٰ ہر ایک کے گمان کے موافق اسی طریق سے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اٹھ جانیکی وجہ

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے سوال کیا گیا کہ: کیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد (مسلمانوں کے بالمقابل) کافروں کی طرف بھی ہو جائے۔

حضرت (۱) مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ: بغیر خدا کی مدد کے تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا مگر ہاں خدا کی مدد غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اس سلسلہ کا میں ایک تاریخی واقعہ سناتا ہوں:

جب مسلمان بادشاہوں نے (علاقہ بغداد میں مقیم) غیر مسلم تاتاریوں پر مظالم ڈھانے شروع کئے اور جب بربریت اور ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تو تاتاریوں میں سے ایک عمر رسیدہ بوڑھا آدمی بستی و آبادی سے نکل کر جنگل میں جا کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور کانپتے اور روتے ہوئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرنے لگا کہ:

مجوسی کی دعا پر غیب سے آواز آئی

او مسلمانوں کے خدا: (اپنے خدا کو نہیں پکارا بلکہ مسلمانوں کے خدا کو پکارا) مسلمان تجھ کو عادل و منصف کہتے ہیں، تو کیا یہی تیرا عدل و انصاف ہے؟ بس گڑگڑاتے اور مظلومانہ آنسو بہاتے ہوئے اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت وہاں پر ایک غیب سے آواز آئی کہ: اے تاتاریو اب تم حملہ کرو ہماری مدد تمہارے ساتھ ہوگی!

یہ سنکر وہ بوڑھا جنگل سے نکل کر پھر بستی میں آگیا اور بچے کچے تاتاریوں کو جمع کر کے انہوں نے جو حملہ کیا تو مسلمانوں کو پسپا کر کے رکھ دیا، اس علاقہ (بغداد) میں بیس لاکھ مسلمان تھے، انمیں سے چودہ لاکھ مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا۔

مسلمانوں کے ایک سو پچاس سپاہی کا قافلہ اپنے ہاتھوں میں ہتھیار لئے اپنی جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگ رہا تھا اسے کسی ایک تاتاری (غیر مسلم) نے دیکھ لیا تو اس نے اکیلے ان سب سپاہیوں سے کہا، کہاں جاتے ہو؟ یہیں ٹھیر جاؤ میرے پاس چھرا نہیں ہے میں خیمہ میں جا کر چھرا لیکر ابھی آتا ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ وہ سب بہادر مسلمان سپاہی اس اکیلے کافر سے ایسے مرعوب

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۹ صفحہ ۱۷ و خطبات محمود جلد ۱ صفحہ ۸۰ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

ہو گئے کہ وہ سب کے سب وہیں ٹھٹھر کے رہ گئے سب کے قدم وہیں جم گئے بھاگنے کی ہمت و طاقت نہ رہی پھر وہ کافر وہاں سے اپنے خیمے میں گیا چھرا لیکر آ گیا اور اس اکیلے نے سب مسلمانوں کو لائن بن قطار میں کھڑے کر کے ایک ایک کو ذبح کرتے اور گردن اڑاتے ہوئے چلا گیا صرف ان میں سے ایک کو جانے دیا۔

اکیلی ایک غیر مسلم کافرہ عورت نے ڈیڑھ سو مسلمانوں کو کاٹ کے رکھ دیا

اسکے علاوہ کسی مکان میں پناہ گزین کی حیثیت سے ڈیڑھ سو مسلمان چھپے ہوئے تھے اسکی خبر کسی تاتاری عورت کو ہوئی، تو وہ اکیلی ایک کافرہ عورت ہاتھ میں چھرا لیکر اس مکان میں جا پہونچی اور اس نے بھی ایک ایک کر کے سارے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

اس حد تک مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا کہ ان میں سے کسی کو دفن کرنے والا بھی کوئی نہ تھا لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کی لاشیں بے گور و کفن حد نظر تک پڑی ہوئی نظر آرہی تھیں جنکی وجہ سے پرندے چیل گدھ اور کتے وغیرہ مہینوں تک مسلمانوں کی لاشوں کو پھاڑ پھاڑ کر کھاتے رہے۔ یہ سب خدائی غیبی نصرت و مدد باوجود کافر ہونے کے انکے ساتھ ہوئی۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

اگر مسلمانوں نے نافرمانیاں اور کمزوری اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اس کو مٹا کر دوسری قوم کو ہدایت سے نواز کر ان سے دین کا کام لے لیتے ہیں۔ مذکرہ آیت کریمہ کی شہادت اور خدا کی بے نیازی، جباریت و قہاریت دونوں شکلوں کا عبرت ناک پس منظر اس پورے واقعہ میں دکھایا گیا ہے۔

مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: پھر جب کافروں نے میدان مار لیا اور مسلمانوں کو اپنے کیفر کردار تک پہونچا دیا اور مظلوم تاتاریوں نے جب اطمینان کا سانس لیا تب اسی بوڑھے آدمی نے اپنی ساری تاتاری قوم کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا کہ بھائی دیکھو! انصاف کی بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے خدا کو نہیں پکارا تھا (اپنی آگ و بتوں سے دعا نہیں مانگی تھی) بلکہ مسلمانوں کے خدا کو پکار کر ان سے دعا مانگی تھی تو اسکی طرف سے ہماری خلاف تصور بہت ہی بڑی نصرت و مدد ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا سچا ہے مذہب اسلام بھی سچا ہے، مگر مسلمان خود ہی (مذہب کے خلاف) غلط طریقے پر چل رہے تھے جسکی وجہ سے ہمارے ہاتھوں انہیں ہلاک کرایا گیا۔ لھذا ہم سب کو مسلمان ہو جانا چاہیے، چنانچہ یہ بات سب کی سمجھ میں آ گئی اور سارے تاتاری کافر مسلمان ہو گئے۔

خطبات محمود کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہوا ہے کہ: مسلمان ہونے کے بعد پھر اسی تاتاری قوم میں سولہ سترہ پشت (نسلیں) تک بغداد و عراق میں انکی حکومت و سلطنت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ بات سچ ہے بزرگوں سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے گناہوں پہ تو چشم پوشی فرمالیتے ہیں۔ مگر ظالم کے ظلم کو برداشت نہیں کرتے مظالم کو ظلم کا بدلہ اسی دنیا میں مل جایا کرتا ہے۔ خیر

نوٹ: ان واقعات کی مزید تفصیل معلوم کرنی ہو تو۔ تاریخ الکامل لابن کثیر میں مفصل منقول ہے وہاں دیکھ لیا جائے اس میں باترتیب تاریخ وار واقعے لکھے ہوئے ہیں۔ بغداد میں تاتاریوں نے کب۔ کس کس وقت اور کس کس طرح کارنامے انجام دیئے اس میں بہترین نقشہ کھینچا ہے۔

آتش پرست چنگیز خاں نے دعا کی اور قبول ہو گئی

اب آئیے اسی مذکورہ واقعہ کو مختصراً ادیبانہ انداز میں وزیر تعلیم امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد کی زبانی بھی ملاحظہ فرمائیں: مولانا بیان فرماتے ہیں:

ایک تاریخی واقعہ: فتنۂ تاتار کے اس عبرت ناک واقعہ کو یاد کرو کہ۔ جب آتش پرست مجوسی چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی اور مسلسل تین رات تک ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء (دعا) کرتا رہا کہ: اے خدا خوارزم شاہ نے میری قوم پر مظالم ڈھائے ہیں میری قوم مظلوم ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ تو مظلوم کی امداد کرتا ہے تو میری مظلوم قوم کی امداد فرما۔

پھر کیا ہوا وہ دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آتش پرست چنگیز خاں اور اسکی قوم کی کس طرح امداد فرمائی چنگیز خاں ایک خانہ بدوش قبیلہ کو لیکر اٹھا اور تمام سلطنتوں کو تہہ و بالا کرتا ہوا چلا گیا۔ آج وہ تاریخ کا سب سے بڑا فاتح شمار کیا جاتا ہے۔

پھر جب وہ رب العلمین ایک مشرک آتش پرست کے ساتھ بھی رحم و انصاف کا معاملہ کرتا ہے تو کیا وہ اپنے سامنے جبین نیاز جھکانے والوں کی درد بھری فریاد کو نہیں سنے گا؟ بیشک ہم سب خطا کار ہیں لیکن اگر سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو وہ ہماری توبہ ضرور قبول فرمائے گا(۱) اور ہمارے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوار دیگا۔

(۱) تقریر۔ پیغام آزاد و مدنی صفحہ ۳۴ مرتب: مولانا محمد اصلح الحسینی صاحب۔

شیطان کی حیرت انگیز دعا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ابلیس لعین نے اس وقت جب کہ اس پر عتاب و عقاب ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک دعا مانگی اور وہ بھی عجیب دعا کہ حشر (قیامت) تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی اور وہ بھی قبول ہو گئی۔

مگر دوسری طرف قرآن مجید میں ہے: و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال ○ یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی، تو ابلیس کی بھی دعا قبول نہ ہونی چاہیے؟

اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا میں تو کافر کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے، یہاں تک کہ ابلیس جیسے اکفر کی دعا بھی قبول ہو گئی، مگر آخرت میں کافر کی دعا قبول نہ ہوگی۔ اور آیت مذکورہ آخرت کے متعلق ہے، دنیا سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

غیر مسلم کی دعا کی قبولیت پر سیدنا جیلانیؒ کا حکیمانہ جواب قطب ربانی سیدنا جیلانیؒ نے غیر مسلموں کی دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں ایک عجیب راز اور نکتہ کی بات فرمائی ہے: حضرتؒ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کا دشمن (غیر مسلم) دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں: چونکہ اس بندے نے خلوص سے دعا مانگی ہے اس لئے اسکی دعا جلدی پوری کردے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پھر مجھے پکارے، یہ اس وجہ سے کہ (یہ میرا باغی و نافرمان ہونے کی وجہ سے) میں اسکی آواز کو دوبارہ سننا نہیں چاہتا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پھر دوبارہ مجھے پکارنے لگ جائے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۴۲)

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ: کافر و غیر مسلم کی دعا خفگی و ناراضگی کی حالت میں قبول کی جاتی ہے۔ یہ قبولیت دعا اسکے عند اللہ محبوب و مقبول ہونے کی علامت میں سے نہیں ہے۔ اسے ذہن نشین کر لیا جائے۔

اب یہاں پر اس سلسلہ کی صرف دو حدیث نقل کر کے اس فصل کو ختم کر رہا ہوں:

حضرت انسؓ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بد دعا قبول کی جاتی ہے اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے کوئی روک (رکاوٹ) نہیں ہے (رواہ مسند احمد)

امام حدیث آجریؒ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت نقل فرمائی ہے: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ مظلوم کی دعا کبھی رد نہیں کرونگا، اگر چہ

(۱) معارف القرآن جلد ۳ پارہ ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۲۸

وہ کسی کافر کے منہ سے ہی ہو۔ (رواہ قرطبی)

مذکورہ دونوں حدیث پاک میں کافر کے لفظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اسکی دعا کو کبھی رد نہیں کرے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوگیا کہ غیر مسلم کی دعائیں بھی بوقت حوادثات زمانہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں۔

لھذا جب وہ خالق و مالک اپنے دشمنوں کی دعا جنکی آوازیں وہ سننا بھی گوارا نہیں فرماتے اسکے باوجود قبول فرمالیتے ہیں۔ تو پھر وہ اکرم الاکرمین اپنے ماننے والے اور پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی دعائیں کیسے قبول نہ فرمائیں گے اس لئے کم ہمتی، مایوسی اور ناامیدی کا سلسلہ ختم ہوجانا چاہیئے۔

الحمد للہ، بفضلہ تعالیٰ انیسویں فصل ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرماکر سب مسلمانوں کو اپنی ذات عالی کے ساتھ کامل یقین اور پورا حسن ظن رکھتے ہوئے مقاصد حسنہ میں کامیابی کے لئے دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مذہب و سیاست

قطب عالم حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائیپوری نے فرمایا: سیاست پر ہر مذہبی (مخلص دیندار، متبع سنت) لوگوں کے قبضہ کئے بغیر مذہب کے بچاؤ اور تحفظ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی، مذہب اگر ہے تو وہ صرف علماء کرام اور نائبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اگر دوسرے لوگ (الیکشن یا سیاست وغیرہ میں) کامیاب ہوجائیں تو وہ بھی باوجود مسلمانوں کی جماعت کہلانے کے۔ مذہب (دین و شریعت) کو دوسروں کی بنسبت بڑے نرالے طریقہ سے مٹادینگے۔

(از مجالس حضرت رائیپوری صفحہ ۶۳)

عارف باللہ، سیدنا مسیح الامت نے فرمایا: وہ مذہب، مذہب کہلانے کے قابل نہیں جس میں سیاست نہ ہو، اور وہ سیاست، سیاست کہلانے کے قابل نہیں جو مذہب کے ماتحت اور تابع نہ ہو۔

ناقل و سامع، محمد ایوب سورتی ماکھنگوی عفی عنہ)

بیسویں فصل

☆ مشکلات سے نجات دلانے والی دعائیں ☆

اس سے پہلے "غیر مسلموں کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہے" کے عنوان سے فصل گزر چکی، اب آپکی خدمت میں ایک ایسی چیز پیش کر نیکی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو اس پوری کتاب کا ما حاصل اور عبادتوں کا نچوڑ ہے، اسکا عنوان ہے:

مشکلات سے نجات دلانے والی دعائیں

ایک انسان کے لئے ہر دور، ہر موڑ، ہر حاجت میں کام آنے والی پیغمبرانہ وہ محبوب دعائیں جو زندگی کے ہر نشیب و فراز میں ہر انسان کے کام آنیوالی سینکڑوں دعائیں عملی طور پر والہانہ انداز میں نبیؐ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ کر اور صحابہ کرامؓ کو سکھا کر ایک انمول خزانہ ثبت فرمادیا ہے۔

انہیں سے دور حاضر کے پریشان کن حالات اور انسانی ضروریات کے پیش نظر بڑی اہم، جامع اور ہر مسلمان کو کام آنیوالی بہت سی دعائیں ان دو فصلوں میں لکھ دی گئی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یا مجیب الدعوات

پیارے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول، منصوص و مسنون دعاؤں کے ذریعہ جملہ مسلمانوں کو اپنی مرادیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

الحمد للہ، اب یہاں سے بیسویں فصل شروع ہو رہی ہے، اسکا عنوان ہے: مشکلات سے نجات دلانے والی دعائیں،

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (پا ۲ ع ۹ سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے (بیان القرآن)

حضرت انسؓ کا بیان[1] ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے، اللھم ربنا آتنا فی الدنیا الخ (بخاری و مسلم) اس حدیث میں قرآنی دعا کے شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ اسم اعظم "اللّٰھم" کو شامل فرمالیا ہے۔

لاعلاج مریض نے اس دعا کی برکت سے شفا پائی

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت[2] ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہ مریض بیماری کی وجہ سے سوکھ کر کانٹے کے مانند ہو گئے تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کن الفاظ سے دعا کرتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ میں اس طرح دعا کرتا رہتا ہوں کہ: یا اللہ جس چیز کی وجہ سے مجھے آخرت میں عقاب ہونے والا ہو اسکو آپ دنیا ہی میں مجھ سے مواخذہ کر کے ختم کر دے، یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بھائی تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے، بھلا تم نے اس طرح دعا کیوں نہ مانگی؟ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا الخ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ پھر اس نے مذکورہ دعا مانگنی شروع کر دی، تو اللہ تعالیٰ نے اسکی برکت سے انہیں شفائے کاملہ عطا فرمادی۔ (رواہ مسلم)

دارین کی جملہ خیر و بھلائی دلانے والی ایک جامع دعا

عارف ربانی حضرت[3] شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: میں اس وقت دعاؤں کا جو سلسلہ آپکے سامنے پیش کر رہا ہوں، ان میں سے ایک وہ دعا بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں مومنین صالحین کی دعاؤں میں سب سے پہلے بیان فرمایا؛ وہ دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً الخ اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس دعا کو سب سے پہلے مقدم فرمایا ہو اسکی

(۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۰۲ شیخ بلند شہریؒ (۲) تفسیر مواہب الرحمن جلد ا پا ۲ سورۃ البقرۃ صفحہ ۱۵۶ سید امیر علی ملیح آبادیؒ سابق صدر ندوۃ العلماء (۳) مفتاح الرحمۃ صفحہ ۱۳ تالیفات مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ

کیسی اہمیت ہوگی، اسی اہمیت کی بنا پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنی مناجات مقبول کی ابتداء بھی اسی دعا سے فرمائی ہے۔

کیونکہ اس میں مختصر لفظوں میں دارین (دنیاو آخرت) کی ہر قسم کی فلاح و کامیابی کو چاہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس طرح بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ خود اللہ تعالیٰ کو بھی انکی یہ دعا بہت پسند آئی ہے اس لئے تَرغِیباً لِلنَّاسِ، ان صالحین کی دعا کو ذکر فرمایا تاکہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کریں، پس یہ دعا مقبول ہو چکی ہے، اور مضمون اسکا (یعنی مطلوبہ چیز مانگنے کا) پسند آچکا ہے۔

مذکورہ دعا کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں[1]: اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندوں کا ذکر مذکورہ آیت میں فرمایا ہے، اس دعا میں لفظ حُسْنَۃٌ ہے جو تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں اور بھلائیوں کو شامل ہے، مثلاً دنیا کی حَسَنَۃٌ میں بدن کی صحت، اہل و عیال کی صحت، رزق حلال میں وسعت و برکت، دنیوی ضروریات کا پورا ہونا، شادی بیاہ کرنا، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حمیدہ، علم نافع، عزت و وجاہت، عقائد کی درستگی، صراط مستقیم کی ہدایت، عبادت میں اخلاص کامل وغیرہ دنیوی اعتبار سے تمام ضروریات زندگی سب اس دعا میں داخل ہیں۔

اور آخرت کی حَسَنَۃٌ میں: حسن خاتمہ قبر و حشر، میزان و پل صراط وغیرہ پے کامیابی کے ساتھ گزر جانا، جہنم سے برائت، جنت اور اسکی بے شمار ولازوال نعمتیں، اللہ تعالیٰ کی رضاء، اسکا دیدار وغیرہ یہ سب آخرت کی حَسَنَۃٌ میں داخل ہیں۔

الغرض۔ یہ ایک ایسی جامع دعا ہے کہ اس میں انسان کے تمام دینی اور دنیوی مقاصد آجاتے ہیں دونوں جہاں میں راحت و سکون میسر آتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ مذکورہ دعا مانگا کرتے تھے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے: جو شخص دنیوی حاجات و ضروریات کے لئے دعا مانگنے کو بزرگی کے خلاف سمجھتے ہیں وہ مقام انبیاء (علیہم السلام) اور تعلیمات اسلامیہ سے بے خبر اور جاہل ہیں۔

---

(۱) معارف القرآن جلد ا پارہ ۲ ع ۹ سورۃ البقرۃ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝
پارہ ۳ ع ۹ سورہ آل عمران

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار، ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اسکے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں، اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیں، بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں (بیان القرآن)

اس دعا کے متعلق حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت و ضلالت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں اسکے دل کو نیکی کی طرف مائل کر دیتے ہیں، اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اسکے دل کو سیدھے راستہ سے (بے راہروی کی طرف) پھیر لیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو، وہ جب تک چاہتے ہیں اسکو حق پر قائم رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اسکو حق سے پھیر دیتے ہیں، وہ قادر مطلق جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

دین و ایمان کو باقی رکھنے والی عظیم دعا

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسن خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لئے سرکاری (خدائی) مضمون نازل فرمایا ہے، اور جب شاہ خود درخواست کا مضمون عطا فرمائے تو اسکی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس دعا کی برکت سے استقامت اور حسن خاتمہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور عطا ہوگا۔

علامہ آلوسی بغدادیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں: یہاں رحمت سے مراد استقامت علی الدین ہے اور وَهَبْ کے بعد لَنَا، اور مِنْ لَّدُنْكَ، دو مقامات نازل فرما کر اصل مطلوب خاص یعنی نعمت استقامت کا کچھ فاصلہ کر دیا تاکہ بندوں کے شوق میں اضافہ ہو یہ قدر نعمت کا لطیف عنوان ہے۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: لفظ ھب سے کیوں تعبیر فرمایا، اس میں کیا حکمت ہے؟ بات یہ ہے کہ حسن خاتمہ اور استقامت علی الدین یہ دونوں نعمت مترادف ہے، اور لازم ملزوم ہے، پس یہ دو عظیم الشان نعمتیں جنکی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت عطا ہو جائے یہ ہماری محدود زندگی کی ریاضت و مجاہدہ کا صلہ ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس اہم حقیقت سے مطلع فرما دیا کہ خبردار اپنے کسی عمل کے معاوضہ کا تصور بھی نہ کرنا۔

پس لفظ ھِبَہ سے درخواست کرو کیونکہ ھِبَہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ھبہ میں واھب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے عطا فرمادیں۔

مذکورہ دعا کے متعلق، مسنون دعا میں لکھا ہے کہ، مسلمان اپنے آپ کو ہدایت پر باقی رکھنے کے لئے اس دعا کو ہمیشہ پڑھتے رہا کریں۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا: قرآن مجید کی جامع دعاؤں میں سے یہ بھی ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہنا چاہئے۔[1]

صالحین کی جماعت میں داخل کرانے والی جامع دعا

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو کھینچنے والی، رضائے الٰہی حاصل ہونے عمل صالح اور شکر کی توفیق نصیب ہونے، اولادوں کو نیک اور صالح بنانے، اولاد کو والدین کے لئے دعا مانگنے کا انداز سکھانے والی اور صالحین کی جماعت میں داخل کرنے والی چند جامع قرآنی دعا یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ، رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۝ اَللّٰھُمَّ، رَبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ اَللّٰھُمَّ، رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(پارہ ۲۹ نوح آیت نمبر ۲۸، پارہ ۱۵ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۴، پارہ ۱۹ النمل آیت نمبر ۱۹، پارہ ۲۶ الاحقاف آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو، میرے ماں باپ کو اور تمام مسلمان مرد اور عورتوں کو بخشدیجئے، اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انھوں نے مجھ کو چھوٹا سا، اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور ملا لے مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں اور میری اولاد میں بھی میرے نفع کے لئے صلاحیت پیدا کردیجئے اور میں آپ کی جناب میں گناہوں سے بھی توبہ کرتا ہوں اور میں آپکا فرمانبردار ہوں۔

(بیان القرآن)

(۱) امداد المشتاق صفحہ ۱۲۲ ملفوظات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مرتب حضرت تھانویؒ

نوٹ: قرآن مجید کے مختلف پاروں میں سے مختصر اور جامع دعاؤں کا انتخاب کر کے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ خصوصاً اولاد اور والدین میں جوڑ پیدا ہونے کے علاوہ انکے حقوق کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ یہ دعا دنیا و آخرت میں سر بلندی اور کامیابی سے ہم کنار کرنے اور رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی عظیم تاثیر لئے ہوئے ہے۔

وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں حقوق العباد میں ایک بہت بڑا حق والدین کا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا حکم دیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں[1] : قرآن کریم کا عام اسلوب یہ ہے کہ وہ جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے تو اسکے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت و اطاعت کے احکامات بھی جاری فرما دیتے ہیں بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں:

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: والدین کے ادب و احترام اور انکے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرما دیا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت[2] ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ اسکی حفاظت کرو یا (نافرمانی کر کے) اسے ضائع کر دو (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ) حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہے، یعنی انکی اطاعت و خدمت جنت میں لے جاتی ہے اور انکی بے ادبی و ناراضگی دوزخ میں لے جاتی ہے۔ (رواہ ابن ماجہ)

مذکورہ دعا مانگتے رہنے سے اللہ تعالیٰ والدین کو (حیات ہوں یا وفات شدہ) خوش کر کے رزق کی تنگی دور فرما کر سوئے خاتمہ اور عذاب آخرت سے ہماری حفاظت فرماتے رہیں گے۔

یوں تو قرآن مجید میں سیکڑوں دعائیں ہیں انکا احصاء مقصود نہیں منجملہ ان دعاؤں میں صرف تین چار ایسی دعاؤں کو تحریر کیا گیا ہے جنکو ساری دعاؤں کا عطر اور مغز کہنا چاہئے، اس لئے اگر خلوص دل توجہ کے ساتھ ان ہی دعاؤں کو روزانہ مانگ لیا کریں تو دارین کی ہر قسم کی خیر و بھلائی اور کامیابی کے لئے کافی ہے۔

---

(۱) معارف القرآن جلد ۵ پارہ ۱۵ صفحہ ۴۵۱ (۲) معارف القرآن جلد ۲ پارہ ۳ صفحہ ۸۰

(۱) رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝

(۲) رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۝

(۳) اَللّٰهُمَّ، رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ ۝

(۱) پارہ ۱۹ فرقان آیت ۷۴، (۲) پارہ ۳ آل عمران آیت ۳۸ (۳) پارہ ۱۳ یوسف آیت ۱۰۱

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک، اور کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا۔ اے میرے پروردگار عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد۔ اے ہمارے پروردگار، موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملادے مجھ کو نیک بختوں میں۔

بلند اخلاق، صالحہ بیوی اور نیک اولاد دلانے والی دعائیں

پہلی اور دوسری آیت میں ایسی نیک صالحہ بیوی اور پاکیزہ اولاد کے حصول کے لئے دعا منگوائی جارہی ہے کہ جسے دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت اور راحت نصیب ہوجائے۔ یہ تو اہل وعیال کے متعلق دعا ہوئی۔ اسکے علاوہ اپنے لئے ایسی زہد و تقویٰ، علم و اخلاص اور اخلاق حسنہ والی زندگی کا پیکر بنانے والی دعا منگوا رہے ہیں کہ جس سے آئندہ آنے والے لوگ دین و شریعت کے معاملہ میں ہماری اقتدا، اور پیروی کیا کریں اور اسکا ثواب ہمیں آخرت میں ملتا رہے۔

نعمت عظمیٰ کی بقاو ترقی اور حسن خاتمہ کی دعا

مشائخ فرماتے ہیں: اس (تیسری) دعا میں حسن خاتمہ کی دعا خاص طور پر قابل عمل ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی نظریں اس پر ہوا کرتی ہے کہ انہیں دنیا میں باطنی اعتبار سے کیسے ہی بڑے مراتب عالیہ (رسالت و نبوت، غوث و قطبیت، محبوبیت و مقبولیت) وغیرہ ملجائیں یا دنیوی اعتبار سے دولت یا جاہ و منصب عطا کئے جائیں اسکے باوجود اس پر ناز و غرور تو کجا بلکہ وہ تو ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ کہیں وہ مراتب و مقام اور روحانی دولتیں جو منجانب اللہ انہیں عطا کئے گئے ہیں خدا نخواستہ کہیں وہ سلب نہ کرلئے جائیں اس لئے صالح و نیک بندے ہمیشہ ہر حالت میں نعمتِ عظمیٰ کی بقاو ترقی اور حسن خاتمہ کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

(۱) معارف القرآن جلد۶ پارہ ۱۹ ع ۴ سورۃ الفرقان

ماحصل یہ کہ : مذکورہ مختصر سی دو تین ایسی جامع دعائیں ہیں کہ ان میں درس عبرت کے علاوہ صالحہ بیوی، پاکیزہ اولاد، اخلاق حسنہ، علم وتقوی والی زندگی، دینی و دنیوی نعمتوں کے حصول اسکی بقاء و ترقی، صلحاء کی معیت اور حسن خاتمہ وغیرہ جیسی بے نظیر خیر و بھلائیاں لئے ہوئے ہیں، اس لئے یہ دعا ہمیشہ مانگتے رہنا چاہئے۔

ہدایت، پاکدامنی اور تونگری لانے والی دعا

حضرت[1] عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے اسکے علاوہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا پڑھا (مانگا) کرو وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَ التُّقٰی وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰی (رواہ صحیح مسلم)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا، تقوی والی زندگی کا، پاکدامنی اور مالداری کا

بزرگان دین فرماتے ہیں: عفت و پاکدامنی اور مالداری حاصل کرنے کے لئے یہ دعا اکسیر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت[2] عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّةَ وَ الْعِفَّةَ وَ الْاَمَانَةَ وَ حُسْنَ الْخُلُقِ وَ الرِّضَا بِالْقَدْرِ

ترجمہ: اے میرے پروردگار! میں آپ سے سوال کرتا ہوں صحت و تندرستی کا، عافیت والی زندگی کا، امانت کا، اخلاق حسنہ کا اور مقدرات کے ساتھ راضی رہنے کا۔

عارف بخاریؒ فرماتے ہیں: صحت: یہ اوامر کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ عفت و پاکدامنی: یہ ممنوعات سے باز رہنے کے لئے ہے۔ امانت: یہ اعضاء و جوارح کی حفاظت کے لئے ہے۔ حُسن خلق: یہ مخلوق کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے ہے، یہی حقیقی عبدیت ہے۔ اور رضا بالقدر: سے مراد مشاہدۂ ربوبیت ہے۔ (مشکوۃ) ایک شیخ کامل نے مذکورہ پیغمبرانہ دعا کی کتنی بہترین عارفانہ جامع تشریح فرمائی۔ الحمدللہ۔

مغفرت، عافیت رزق میں برکت اور ہدایت دلانے والی جامع دعا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ الْبَرُّ الْجَوَادُ الْکَرِیْمُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ ارْحَمْنِیْ، وَ عَافِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ وَ اسْتُرْنِیْ وَ اجْبُرْنِیْ وَ ارْفَعْنِیْ وَ اهْدِنِیْ، وَ لَا تُضِلَّنِیْ وَ اَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔　(شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۱۰۰)

(۱) جواہر البخاری صفحہ ۵۰۵ حیات الصحابہ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۳۹۴ (۲) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۲۷

ترجمہ[1]: اے دعاؤں کو سننے والے خدا، اے مغفرت فرمانے والے کریم آقا، مجھے معاف فرمادے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، مجھے رزق عطا فرما، میری دلی شکستگی کو دور فرمادے، مجھے بلندی عطا فرما، مجھے ہدایت سے نواز دے، گمراہی سے میری حفاظت فرما، مجھے جنت عطا فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے مجھے اپنی رحمت خاصہ سے نواز دے۔

خدا اور رسول، اولیاء اللہ اور اعمال صالحہ سے محبت پیدا کرنے والی دعا

وہ دعا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی محبت اولیاء اللہ کی محبت، اور وہ اعمال صالحہ جنکے کرنے سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے، وہ پیغمبرانہ دعا یہ ہے؛ حضرت[2] ابو درداء انصاریؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیٓ اِلٰی حُبِّکَ

ترجمہ: الٰہی، آپ ہمیں اپنی محبت عطا فرمادیجئے، اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جو آپ سے محبت کرتے ہیں، اور ان اعمال کی بھی توفیق اور محبت عطا فرما جو مجھ کو آپکی محبت تک پہونچادے اور آپ سے قریب کردے۔

عزت میں زیادتی، رسوائی سے حفاظت اور نعمتوں کے حصول کے لئے دعا

حضرت[3] عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگے جب نزول وحی سے فراغت ہوگئی تو ہم نے دیکھا کہ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رو بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگنا شروع فرمادی:

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا، وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا

ترجمہ: اے بارالٰہا، اپنی ہر قسم کی عطاؤں سے ہمیں مالامال فرمادے اور اپنی عطاؤں سے ہم پر کمی نہ فرمائیں، ہماری عزت میں زیادتی فرمائیں، ہمیں ذلیل و رسوا نہ فرما، ہم پر بخششیں فرما ہمیں محروم

(۱) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۷۰، قاضی سلیمان منصور پوریؒ (۲) جواہر البخاری صفحہ ۵۰۲، مناجات مقبول صفحہ ۱۱

(۳) معارف القرآن جلد ۶ پارہ ۱۸ سورۃ المومنون صفحہ ۲۹۳۔

نہ فرما، ہمیں دوسروں پر برتری عطا فرما، ہم پر دوسروں کو ترجیح نہ دے، اے پاک پروردگار آپ ہم سے راضی ہوجائیں اور ہمیں بھی راضی فرمادیجئے۔

مصلحانہ عارفانہ زندگی کے لئے سیدنا جیلانیؒ سے منقول دعا

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اپنی طرف متوجہ کرنے، رشد و ہدایت والی زندگی حاصل کرنے، معرفت الٰہیہ کے بلند مقام سے ہمکنار ہونے اور یہ ساری چیزیں دوسرے مسلمانوں کو بھی نصیب ہوجائیں اس کے لئے، اور اسکے علاوہ دنیا میں جہاں کہیں بھی ہم مقیم ہوں وہاں عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے سیدنا جیلانیؒ کی مجالس سے نقل کی ہوئی یہ ایک بہترین دعا ہے:(1)

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا وَاھْدِبِنَا، وَارْحَمْنَا وَارْحَمْ بِنَا، وَعَرِّفْنَا وَعَرِّفْ بِنَا، وَاجْعَلْنَا مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنَّا

ترجمہ: اے پاک پروردگار، ہم کو ہدایت عطا فرما اور ہمارے ذریعہ سے دوسروں کو بھی ہدایت نصیب فرما، ہم پر رحم فرما اور ہماری وجہ سے دوسروں پر بھی رحم فرما، یا اللہ ہم کو عارف بنا، اور ہماری وجہ سے تیری مخلوق کو بھی معرفت نصیب فرما، ہم جہاں کہیں بھی رہیں وہاں ہمیں عزت اور برکت کے ساتھ رکھ اور ہمارا اس جگہ رہنا خیر وعافیت اور برکت والا بنادے۔

نفس اور خواہشات کے شر سے نجات دلانے والی دعا

عارف باللہ حضرت شیخ ابو بکر کتانی ؒ فرماتے ہیں:(2) ایک رات خواب میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، بس اسی وقت میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ، حرص و ہوا (نفس و خواہشات) نے مجھے پریشان کررکھا ہے، اس سے نجات پانے کے لئے کوئی علاج اور طریقہ بتلائیں؟

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا اَبَدًا یَا اَللّٰہُ۔

ترجمہ: اے زندہ اور اے سنبھالنے والے، تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا (مانگتا) ہوں اس بات کا کہ آپ میرے دل کو اپنی معرفت کے نور سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذاکر و شاکر بنادے یا اللہ۔

(1) فیوض یزدانی صفحہ ۱۹، مجالس سیدنا جیلانیؒ۔

(2) تذکرۃ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ شیخ فریدالدین عطارؒ

دین و ایمان کے تحفظ کے لئے پیغمبرانہ دعا

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا پڑھا کرتے تھے تو میں نے ایک دن عرض کیا کہ : یارسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ یہ دعا زیادہ مانگا کرتے ہیں ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا : اے سلمہؓ ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں (کے درمیان) میں ہے جس وقت جس کو چاہے سیدھا (صداقت پر) رکھے اور جسے چاہے ٹیڑھا (گمراہ) کردے اس وجہ سے میں یہ دعا بار بار پڑھا کرتا ہوں، وہ دعا یہ ہے: [1]

اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ (رواہ ترمذی)

ترجمہ: اے دلوں کو پھیرنے والے خدا ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔

فائدہ : خداوند قدوس کی قدرت، استغناء اور بے نیازی سے خائف ہو کر ہر مسلمان کو دین پر ثابت قدم رہنے کے لئے یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

شقاوت و بد بختی اور سوئے قضاء کو بدل دینے والی دعا

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت [2] ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ
(بخاری، مسلم و نسائی)

ترجمہ: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں مصیبت کی سختی سے، مشقت کے لاحق ہونے سے، بُری تقدیر سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے۔

فنا فی اللہ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب [3] مدظلہ فرماتے ہیں: اس دعا کو روزانہ مانگنے کا معمول بنالینا چاہیے، اسکی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ، سخت قسم کی مصیبت، شقاوت و بد بختی، سوء قضاء، دشمنوں کے طعن و تشنیع اور افلاس و غربت وغیرہ جیسے عظیم بار گراں سے حفاظت میں رہو گے۔

اسمیں سوء قضاء سے پناہ مانگی جارہی ہے یعنی خدا نخواستہ اگر میری تقدیر میں کوئی شقاوت اور سوء قضاء لکھ دی ہو تو اس کو حسن قضاء سے تبدیل فرمادیجئے یعنی جو بھی فیصلے میرے حق میں بُرے ہیں انکو اچھے فیصلوں سے بدل دیجئے۔

---

(۱) تفسیر مظہری جلد ۲ و درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۰۲ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۰۱
(۳) انعامات ربانی صفحہ ۹۶ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔

یہ دعا مانگتے رہنے سے اللہ تعالیٰ، مقدرات میں لکھے ہوئے بعض بُرے فیصلے بھی حُسن قضاء سے بدل دیں گے۔ کیونکہ علامہ رومیؒ اسی دعا کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ، اگر قضاء اور فیصلے کی تبدیلی اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوتی اور سوءِ قضاء کو حسنِ قضاء سے بدلنا محال ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ مذکورہ دعا نہ سکھاتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ، بعض مشکل چیزوں کے حصول کے لئے چھوٹی موٹی کوششیں کرنے کے بعد کامیابی نہ ملنے پر ہمت چھوڑ کر قسمت اور مقدرات کا بہانہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔ بلکہ جم کر مسکنت کے ساتھ گریہ وزاری کرتے ہوئے مسلسل مانگتے رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا آئے گا کہ مشکلات پر آپ عبور حاصل کرتے ہوئے بامراد و کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گے۔

شیطانی حملوں سے حفاظت اور حاجت روائی کے لئے جامع دعا

مشکل کُشائی، حاجت روائی، زبوں حالی، بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے اور نفس و شیطان کے حملوں سے بچتے رہنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو یہ دعا پڑھتے رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اے بیٹی تمہارے لئے اس سے کیا چیز مانع ہے کہ تم میری وصیت کو سن لو اور اس پر عمل کیا کرو (یہ جملے تاکیداً فرمائے، مطلب یہ ہے کہ اے میرے لختِ جگر اس دعا کو تم ہمیشہ مانگتے رہنا) وہ وصیت یہ ہے کہ تم صبح و شام یہ دعا پڑھ لیا کرو، وہ دعا یہ ہے:-

> يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ، اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ، وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ
> (نسائی، مستدرک، حاکم)

ترجمہ: اے زندہ، اور قائم رہنے والے خدا، میری ہر قسم کی حالتوں کو درست فرما دیجئے اور مجھے ایک پلک جھپکنے تک بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ فرماتے ہیں[2]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نفس کی

(۱) معارف القرآن جلد ۴ پارہ ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۱۳۱۔ (۲) معرفت الہیہ حصہ ۲ صفحہ ۲۱۲ ملفوظات حضرت پھولپوریؒ

چالوں سے بچنے کے لئے عجیب جامع دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، انہیں سے ایک مذکورہ دعا بھی ہے، اسے روزانہ پڑھنے کا معمول بنالیا جائے، دنیا و آخرت دونوں جہان کی درستی اس دعا کی برکت سے ہوتی رہے گی۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۝ وَ اَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ
(پا ۱۸ المؤمنون آیت ۹۷)

ترجمہ: اے میرے رب میں آپکی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب میں آپکی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آوے۔

تشریح: یعنی یا اللہ! کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ وہ مجھ پر وار کر سکے۔ اس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان اور اسکے وساوس سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ مانگنے کے لئے فرمایا گیا تو آپکے امتی تو اسکے زیادہ مستحق ہیں۔ لهذا مذکورہ قرآنی دعا کو ہمیشہ مانگتے رہنا چاہیے۔ حضرت[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دعا مانگتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے:

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شیطان تمہارے ہر کام میں، ہر حال میں تمہارے پاس آتا رہتا ہے، اور ہر کام میں گناہوں اور غلط کاموں کا وسوسہ دل میں ڈالتا رہتا ہے (صحیح مسلم، قرطبی)

گناہوں سے بچانے والی دعا

حضرت قطبہ بن مالکؓ سے روایت[2] ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ (ترمذی)

ترجمہ: الہی: میں تیری پناہ مانگتا ہوں خلاف شرع عادتوں، برے اخلاق و افعال اور بری خواہشات سے

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ پا ۸/ الاعراف آیت ۲۳

ترجمہ: دونوں کہنے لگے کہ، اے ہمارے پروردگار، ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کرینگے ہم پر رحم نہ فرمائیں گے تو واقعی ہم بڑے خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ (معارف القرآن)

(۱) معارف القرآن جلد ۶ پا ۱۸ سورۃ المؤمنون (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۵۲ شیخ میر ٹھی۔

تشریح: واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ: حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے ممنوعہ دانہ کھالیا تھا جس کی وجہ سے تکوینی طور پر وہ جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے، تو اس وقت ان دونوں کو اپنی چوک پر بہت زیادہ ندامت و شرمندگی ہوئی تھی، بہت رونے توبہ کرنے پر خود اللہ تعالیٰ نے مذکورہ کلمات دعائیہ انکو القا کئے کہ انکے ذریعہ دعا مانگو جب انہوں نے مذکورہ دعا کے ذریعہ مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انکی مغفرت فرمادی۔

گناہوں کی مغفرت کرانے والی دعا

اس سے معلوم ہوا کہ: گناہوں کے اقرار کے بعد اس پر شرمندگی اور صدق دل سے توبہ استغفار کر کے جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرما کر اپنے دامن رحمت میں سمو لیتے ہیں۔

اسکے علاوہ: یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مذکورہ قرآنی دعا میں گناہوں کی بخشش کرانے اور رحمت خداوندی کو اپنی طرف کھینچنے کی صفت بھی بطریق اتم موجود ہے اس لئے مانگتے رہنا چاہیے۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بستر پر سوتے وقت تین مرتبہ یہ استغفار پڑھ لیا تو اسکے گناہ بخش دیئے جائینگے، اگرچہ وہ درختوں کے پتوں کے موافق ہوں یا عالج مقام کی ریت کی تعداد کے برابر ہوں یا دنیا کے ایام کی گنتی کے برابر ہوں۔ یعنی چاہے جتنے گناہ ہوں (رواہ ترمذی) وہ استغفار یہ ہے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

ترجمہ: میں مغفرت مانگتا ہوں اس اللہ سے جسکے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور قائم ہے اسکی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

اسکے علاوہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت بلال ابن یسارؓ اپنے والد سے (مرفوعاً) روایت کرتے ہیں کہ جس نے مذکورہ استغفار پڑھا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائینگے اگرچہ وہ گناہ میدان جہاد سے بھاگنا (یعنی گناہ کبیرہ) ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تو اس وقت یہ دعا پڑھا (مانگا) کرتے تھے:

(۱۔۲۔۳۔) درد فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۲۱۔۵۷۱۔۵۰

اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تب بھی یہی دعا مانگا کرتے تھے۔ (مجموعہ صحاح ستہ) وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ، وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ، وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

ترجمہ: الٰہی، میرے ان گناہوں کو بخش دے جو میں نے پہلے کئے، اور جو بعد میں کئے اور چھپ کر کئے اور جو کھل کر کئے اور جسکا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے۔ تو ہی (اپنوں کو) آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی (بیگانوں کو) پیچھے ہٹانے والا ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر تیری ذات اکیلی۔

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب یہ دعا ہے

اب آپکی خدمت میں ایک ایسی جامع دعا پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو دین و دنیا کی ہر قسم کی خیر و بھلائی لئے ہوئے ہے، اسکے علاوہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب اور پسندیدہ بھی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عافیت کی دعا مانگنا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین دعا جو اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے وہ عافیت کی یہ دعا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام یہ عافیت والی دعا پڑھنے کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے[۲] کہ: ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسی دعا افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے رب سے (دونوں جہاں کی) عافیت اور معافی کی درخواست کیا کر۔ یہ سنکر وہ چلے گئے، پھر دوسرے دن آئے اور یہی سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب ارشاد فرمایا، وہ چلے گئے پھر تیسرے دن وہ صحابی آئے اور پھر وہی افضل دعا کا سوال کیا، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی عافیت کی دعا والا جواب ارشاد فرمایا، اور مزید یوں فرمایا کہ بھائی، جب تجھ کو دنیا میں بھی عافیت مل گئی اور آخرت میں بھی مل گئی، تو تم نے ہر قسم کی فلاح (کامیابی) پالی (ترمذی) وہ جامع دعا یہ ہے:

(۱۔۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۱۲ شیخ میر محمیؒ۔

ایمان ویقین کے بعد سب سے بڑی نعمت یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ (ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے معافی (مغفرت) چاہتا ہوں، اور دنیا و آخرت میں عافیت (سلامتی) مانگتا ہوں اور ہر مکروہ (بری) چیزوں سے اور ہر قسم کے شر سے حفاظت کا سوال (دعا) کرتا ہوں۔ الٰہی میں تجھ سے اپنے دین و دنیا میں اہل وعیال اور مال میں عافیت، آرام اور سلامتی مانگتا ہوں۔ اے میرے اللہ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور مجھ کو خوف (ڈر) کی چیزوں سے امن نصیب فرما

نوٹ: حضرت مولانا ابوالحسن علی (علی میاں) ندوی صاحبؒ فرماتے ہیں: یہ دعا بہت جامع ہے، اسے مانگتے رہنے کی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت تاکید فرمایا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: ایمان و یقین کے بعد عافیت (امن و سلامتی اور ہر بلا سے حفاظت) کا مل جانا یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔

زوال نعمت اور مصائب سے بچانے والی دعا

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ابن العاصؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ، وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ، وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ، وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ (مسلم، ابوداؤد)

ترجمہ: الٰہی میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری نعمت کے جاتے رہنے سے، اور تیری (عطا کردہ) عافیت کے چھن جانے سے اور دفعتہً (اچانک) عذاب نازل ہونے اور مصائب کے آجانے سے، اور یا اللہ! آپکے غصہ اور ہر قسم کی ناراضگی سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔

فائدہ: علامہ آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں: زوال کہتے ہیں: کسی چیز کے باقی نہ رہنے کو بغیر کسی

(۱) شیخ امام ابوبکر محمد اسحٰق بخاری الکلاباذیؒ (۲) دعائیں صفحہ ۲۲ علی میاں ندویؒ (۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۶

بدل کے جیسے کسی کا مال وغیرہ گم ہوجائے مگر اسکے ساتھ کوئی دوسری بلاو مصیبت نہ آئے تو اسکو زوال نعمت کہینگے ، اور تحول کہتے ہیں: نعمت بھی زائل ہوجائے اور اسکے ساتھ ہی دوسری کوئی بلاؤ مصیبت آفات وغیرہ بھی آلگے اسے تحوّل کہتے ہیں۔ مذکورہ پیغمبرانہ دعا میں دونوں سے پناہ، امن و سلامتی مانگی گئی ہے کتنی جامع اور مختصر دعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبِّ اِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
(پا ۱۷ الانبیاء آیت ۸۳)

حضرت ایوب علیہ السلام نے شدید مرض میں مبتلا ہونے کے بعد اپنے رب کو پکارا (دعا مانگی) کہ مجھ کو یہ تکلیف پہونچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ آپ اپنی مہربانی سے میری یہ تکلیف دور فرمادیجئے۔ بس اسی وقت جواب ملا کہ ہم نے دعا قبول کی اور انکو جو تکالیف تھی اسکو دور کر دیا۔[1]

سخت بیماریوں سے شفایابی کے لئے پیغمبرانہ دعا

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا، کھیت باغات جل گئے، مویشی مرگئے، اولادیں سب ساتھ دب کر ختم ہوگئی، جسم میں آبلے، پھوڑے کیڑے پڑگئے، جب اذیتیں اور تکالیف حد سے گزر گئیں تب مجبور ہو کر حضرت ایوب علیہ السلام نے مذکورہ بالا دعا مانگی، بس ایک طرف یہ دعائیہ کلمات زبان سے نکلے تھے کہ فوراً اسی وقت دریائے رحمت امنڈ پڑا جسکا بیان اگلی آیت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے شفاء کاملہ عاجلہ کے ساتھ پھر دوبارہ اہل و عیال، مال و دولت وغیرہ سب عطا کر دیئے۔ بلکہ حدیث میں ہے آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسائی گئیں۔

فائدہ: اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق لینا ہے کہ خدا نخواستہ آفات و مصائب اور آزمائش میں مبتلا ہونے کی کبھی نوبت آئے تو ایسے آڑے وقت میں حلم و بردباری اور صبر و استقلال سے کام لیتے ہوئے نصرت و مدد اور دعا صرف اپنے خالق و مالک اور پالنہار ہی سے مانگی جائے۔ شفاء یابی کے لئے یہ مذکورہ دعا اکسیر ہے۔

اس کلمہ کی بدولت اللہ تعالیٰ مصائب سے نجات عطا فرماتے ہیں

حضرت سعد ابن وقاص[2] سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ

(۱) ترجمہ شیخ الہند حاشیہ علامہ عثمانی صفحہ ۴۳۸ (۲) مدارج النبوت جلد ا صفحہ ۲۲۱ شاہ عبد الحق محدث دہلوی

اور یقیناً میں اس کلمہ کو جانتا ہوں کہ نہیں کہتا (پڑھتا) اسے کوئی مصیبت زدہ مگر یہ کہ اس کلمہ کی بدولت اللہ تعالیٰ اسے (مصائب سے) نجات عطا فرمادیتے ہیں۔ وہ کلمہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا ہے۔ انہوں نے تاریکیوں میں ندا (دعا) کی تھی۔ وہ قرآنی کلمات دعائیہ یہ ہے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (ترمذی) سورۃ انبیاء آیت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس دعا کو کسی ضرورت میں پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور مستجاب (مقبول) فرمالیتے ہیں۔

حکیم الامت[1] حضرت تھانویؒ نے فرمایا: جس مہم (مقصد و ضرورت) اور غرض کے لئے پوری سورۃ انعام کو پڑھ کر دعا کی جائے انشاء اللہ تعالیٰ وہ پوری ہوگی۔

نوٹ: سورۃ الانعام، یہ پارہ ساتویں کے ربع سے شروع ہوکر آٹھواں پارہ نصف پر ختم ہوتی ہے، گویا سوا پارہ کی تلاوت ہوگی مگر پھر بھی محتاجین کے لئے سستا سودا ہے۔

ان مقدس کلمات کے ساتھ مرادیں پوری ہوا کرتی ہیں

عارف ربانی، حضرت شاہ وصی اللہ صاحب[1] الہ آبادیؒ فرماتے ہیں: جو کوئی پریشان حال یہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں طلب کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور مرادیں پوری ہوگی، وہ دعا یہ ہے:

يَا قَرِيْبُ يَا مُجِيْبُ يَا سَمِيْعَ الدُّعَآءِ يَا لَطِيْفًا لِّمَا يَشَآءُ (اسے اسم اعظم کہا گیا ہے)

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی چاہتے ہیں اسے یہ دعا مانگنے کی توفیق دیتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت[2] بریدہ اسلمیؓ سے فرمایا: میں تمہیں چند ایسے کلمات سکھلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی چاہتے ہیں تو یہ کلمات اسکو سکھلادیتے ہیں، پھر وہ انکو کبھی نہیں بھولتا۔

حضرت بریدہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کلمات (دعائیہ) مجھے ضرور بتادیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دعا یہ ہے: (دعا لمبی ہے مگر اسکے اخیری اور جامع

(۱) اعمال قرآنی حصہ اصفحہ ۲۰ حضرت تھانویؒ (۲) نسبت صوفیہ صفحہ ۵، وعظ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ
(۳) احکام دعا صفحہ ۵، مفتی محمد شفیع صاحبؒ: مذاق العارفین جلد اصفحہ ۹، امام غزالیؒ۔

کلمات یہ ہیں جو نچوڑ ہے پوری دعا کا۔ (از ایوب عفی عنہ)

اَللّٰهُمَّ اِنِّي ضَعِيفٌ فَقَوِّنِي، وَاِنِّي ذَلِيلٌ فَاَعِزَّنِي، وَاِنِّي فَقِيرٌ فَارْزُقْنِي يَا كَرِيمُ

(حاکم بروایت بریدۃ اسلمیؓ)

ترجمہ: یا اللہ! میں ضعیف ہوں مجھے قوت عطا فرما۔ میں ذلیل ہوں مجھے عزت عطا فرما۔ میں فقیر ہوں مجھے رزق عطا فرما۔

یا رسول اللہ! کیا ہم یہ دعا یاد نہ کرلیں؟

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو پریشانیوں ہم و غم اور حزن و ملال نے گھیر لیا ہو وہ یہ دعا پڑھتے رہیں تو اللہ تعالیٰ اسکی پریشانیوں اور فکر و غم وغیرہ کو ختم فرمادیگا۔ اور مصیبت کی جگہ خوشی اور کشادگی عطا فرمائیں گے۔[1]

اس دعا کے متعلق ابن کثیرؒ نے لکھا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کبھی کوئی رنج و غم پہونچے اور وہ یہ دعا مانگے تو انہیں ہر قسم کے حالات و آزمائشوں سے نجات مل جائے گی۔ یہ سنکر صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اس دعا کو یاد نہ کرلیں؟ اسکے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہی نہیں بلکہ جو بھی اس دعا کو سنے اسے چاہئے کہ وہ یاد کرلیں، وہ پیغمبرانہ دعا یہ ہے:[2]

اَللّٰهُمَّ اِنِّي عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ بَصَرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي وَغَمِّي.

(مسند احمد، صحیح ابن حبان)

ترجمہ: الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں، اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری ہے۔ میرے متعلق تیرا فیصلہ عین انصاف ہے۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں بواسطہ تیرے ہر اس نام کے جسکو تو نے اپنی ذات کے لئے تجویز کیا ہے یا اپنی

(۱) درر فرائد صفحہ ۳۲۰ شیخ میرٹھیؒ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ پارہ ۹ ع ۱۲ سورۃ الاعراف صفحہ ۵۲

کتاب میں نازل فرمایا ہے۔ یا پوشیدہ غیب میں اسکو اپنے پاس محفوظ رکھا ہے، کہ قرآن عظیم کو میرے قلب کی بہار، میری آنکھوں کی روشنی اور میرے فکر و غم کا ازالہ (نجات کا ذریعہ) بنادے۔

نوٹ: جس کسی نے بھی جب کبھی اس دعا کو پڑھا، حق تعالیٰ نے اسکے فکر و غم کو دور کیا اور اسکے بدلہ اسے خوشی اور کشادگی عطا فرمائی۔ (مجربات دیربی صفحہ ۱۲۳)۔

جملہ مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک زرین اصول

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی کو کبھی فاقہ میں مبتلا ہونے کی نوبت آئے اور ایسے وقت میں اگر وہ اپنے اس فاقہ کو (خدا کو چھوڑ کر) لوگوں کے سامنے پیش کریگا تو اسکا فاقہ زائل (ختم) نہ ہوگا اور اگر وہ ایسے وقت میں اپنے فاقہ کو (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر رات سونے سے پہلے سورۂ واقعہ (پ ۲۷) پڑھ لیا کریگا تو اسے فاقہ نہ ہوگا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

اسکے پڑھتے رہنے سے کبھی افلاس و تنگدستی میں مبتلا نہ ہونگے

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ جب بیمار ہوئے اور مرض وفات قریب تھا تو ایسے وقت میں انکے پاس حضرت عثمان غنیؓ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اور دریافت فرمایا کہ: اے عبد اللہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ: بس اب وقت آخر ہے اور میں اپنے گناہوں کی وجہ سے پریشان ہوں، حضرت عثمانؓ نے پھر دریافت فرمایا کہ: آپکو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ تو فرمایا کہ: ہاں میں اپنے رب کی رحمت اور انکے فضل و کرم کا متلاشی ہوں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں آپکے لئے بیت المال سے کچھ عطیہ (ضرورت کے بقدر) بھیج دوں؟ تو اسکے جواب میں حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا: مجھے اسکی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت عثمانؓ نے پھر عرض کیا کہ: عطیہ قبول فرمالیں، کیونکہ جب تم نہ ہونگے تو ایسے آڑے وقت میں تمہاری اولادوں کو وہ کام آئے گا، تو اسکے جواب میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا، اے خلیفۃ المسلمین! آپکو میری پردہ نشین بچیوں کے متعلق یہ فکر دامن گیر ہورہی ہے کہ

(۱) زاد سفر ترجمہ ریاض الصالحین صفحہ ۷۰۰ سیدہ امۃ اللہ تسنیم لکھنوی۔

(۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۲۰۸ (۳) معارف القرآن جلد ۸ پ ۲۷ سورۂ واقعہ

وہ میرے بعد کیا کھائیں گیں اور وہ کہیں غربت و فاقہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اور انکی فقیری کا آپکو ڈر ہے تو اسکے متعلق اے عثمان، آپ سن لیں!

مجھے اپنی لڑکیوں کے فاقہ میں مبتلا ہونے کی بالکل فکر نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ میں نے اپنی ساری لڑکیوں کو تعلیم دے کر یہ نصیحت کر رکھی ہے کہ روزانہ رات کے وقت سونے سے پہلے (مغرب سے لیکر بعد عشاء سونے تک) سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ میں نے خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزانہ ہر رات سونے سے پہلے سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں تو وہ ہرگز ہرگز کبھی فقر و فاقہ اور افلاس و تنگدستی میں مبتلا نہیں ہوگا۔ اس لئے اے خلیفۃ المسلمین آپ مجھے عطیہ قبول کرنے سے معاف فرمائیں۔ (ابن کثیر ابن عساکر)

اب یہاں پر چند ایسی دعائیں تحریر کی جاری ہے جنکے مانگتے رہنے سے بفضلہ تعالیٰ، رزق، مال و دولت اور گھروں میں خیر و برکت، زیادتی اور ترقی ہوتی رہے گی۔

مال و دولت میں بڑھوتری اور زیادتی کے لئے درود شریف

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ منظور (مطلوب) ہو کہ اسکا مال بڑھ جاوے (یعنی مال میں زیادہ برکت اور ترقی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ یہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرے:

> اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ ۔ (حصن حصین عن ابی یعلی)

فائدہ: رزق میں برکت اور ہر قسم کی مالی ترقی کے لئے یہ درود شریف بہت مفید ہے۔

بڑھاپے میں محتاجی سے بچنے کے لئے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

> اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِيْ (طبرانی، ہیثمی)

ترجمہ: اے اللہ، میری سب سے زیادہ اور کشادگی والی روزی میرے بڑھاپے، ضعیفی اور کمزوری کے زمانے میں زیادہ وسیع فرما کر عنایت فرمائیے۔

اس دعا کے متعلق حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: دیکھئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) زاد سعید فضائل درود شریف صفحہ ۱۱ حضرت تھانویؒ (۲) مناجات مقبول صفحہ ۷۰ حضرت تھانویؒ

ضعیفی[1] سے پہلے بڑھاپے میں رزق ملنے کی دعا مانگ رہے ہیں یہ اس لئے کہ انسان رزق کا محتاج تو ہر زمانے میں ہوتا ہے۔ مگر بڑھاپے میں احتیاج اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اس وقت انسان کے قوی اور اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔ بال بچے وغیرہ کی زیادتی ہو جاتی ہے ان سب کی کفالت اسی سے متعلق ہوتی ہے۔ اب ایسے وقت میں اگر انسان کے پاس رزق میں وسعت ہوئی تو وہ عزت، خوشی اور سکون کے ساتھ سب کی کفالت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر بڑھاپے میں اسکا ہاتھ تنگ ہوا، تو نہ صرف یہ کہ ان سب کو فقر و فاقہ کی تکلیف ہوگی۔ بلکہ یہ خود بھی ان سب کی نظروں میں ذلیل ہو جائے گا۔ اسی رسوائی والی زندگی سے بچنے۔ بچانے کے لئے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی بلکہ امت کو سکھائی ہے۔ اس لئے اس دعا کو ہمیشہ مانگتے رہنا چاہئے۔

گھر میں وسعت اور روزی میں برکت کی دعا[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، نماز پڑھی، پھر یہ دعا فرمائی۔ اسی دعا کے متعلق دوسری روایت اس طرح ہے: حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، رات کے وقت میں نے آپ سے یہ دعا سنی اس میں سے جتنا مجھے یاد رہا وہ یہ ہے۔ اسکے بعد جو دعا سنی اور یاد رہی وہ یہ ہے:

> اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ
>
> (ترمذی، ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: اے میرے اللہ، میرے گناہوں کی مغفرت فرما، میرے لئے میرے گھر میں وسعت کشادگی اور فراخی نازل فرما، اور میرے رزق میں مجھے برکت عطا فرما۔

یہ دعا سنکر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرۃؓ: دیکھا تم نے! کیا کوئی چیز رہ گئی جو میں نے اس میں نہ مانگی ہو؟ یعنی بڑی جامع دعا ہے اس میں بہت کچھ سمو لیا گیا ہے مال و دولت اور گھروں میں برکت کی دعا کے بعد اب یہاں پر چند ایسی منتخب جامع دعائیں زیر قلم کر رہا ہوں جنکے مانگتے رہنے سے قرضوں کا بوجھ چاہے پہاڑوں کے وزن سے بھی زیادہ کیوں نہ ہو، اسکی ادائیگی کے بھی اسباب پیدا ہوتے رہیں گے۔ اسکے علاوہ ہر قسم کی پریشانیوں سے اور ہڈیوں کو پگھلا دینے والے فکروں اور غموں سے بھی اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کے طفیل میں امان و سکون عنایت

---

(۱) رسالہ، مفتاح الرحمۃ صفحہ ۱۲ شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی، (۲) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۹۔

فرماتے رہیں گے

اگر یمنی پہاڑ کے برابر قرض ہو گا تو اسکی ادائیگی کے اسباب ہو جائینگے

حضرت ابو وائل[1] فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک (مکاتب) غلام جسکو مال کی ایک مقررہ مقدار ادا کرنے پر آزاد کر دینے کا اسکے آقا نے معاملہ طے کر لیا تھا، وہ غلام حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں مطلوبہ رقم ادا کرنے سے عاجز و بے بس ہو گیا ہوں، لھذا آپ میری (کچھ مالی) امداد کیجئے، تو یہ سنکر حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر تم کہو تو وہ کلمات (دعائیہ) تم کو سکھا دوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: اے علی، اگر تم پر کوہ صبیر (یہ ملک یمن میں ایک بڑا پہاڑ تھا اس) کے برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ اسکی ادائیگی کے اسباب پیدا فرمادینگے۔ یہ سنکر اس غلام نے کہا کہ مجھے وہ دعا ضرور سکھا دو: چنانچہ حضرت علیؓ نے وہ پیغمبرانہ دعا انہیں سکھادی وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ (مشکوۃ، ترمذی)

ترجمہ: اے میرے اللہ، حرام کے بجائے مجھے میری ضرورت کے مناسب حلال روزی عطا فرما، اور اپنے فضل سے مجھے اپنے غیر سے بے نیاز کر کے مجھے حلال روزی کے ذریعہ تونگری عطا فرما۔

قرضوں سے نجات حاصل کرنیکے لئے

مروی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی لخت جگر، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ابا جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو دعا سکھائی ہے کیا وہ آپ نے سنی ہے؟ پھر خود ہی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کسی پر اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا تو وہ بھی اس دعا کے طفیل میں ختم ہو جائے گا وہ دعا یہ[2] ہے:

اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ کَاشِفَ الْغَمِّ مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَرَحِیْمَ الْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْتَ تَرْحَمُنِیْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْ عِنْدِکَ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَّحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ

ترجمہ: اے دلوں کے فکروں کو دور کر دینے والے خدا، اے غم کو کھول دینے والے اللہ، اے بیقراروں

(۱) درر فرائد صفحہ ۵۲ حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۹ (۲) غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۰۳۔

کی پکار کو سننے اور دنیا و آخرت میں رحمتیں نازل فرمانے والے کریم، اور اے دونوں جہاں میں رحم کرنے والے اللہ، مجھ پر رحم تو آپ ہی فرمائیں گے، اس لئے آپ ہی مجھ پر رحمتیں نازل فرمائیں، ایسی رحمتوں کے ساتھ جو مجھے سب کی رحمت سے بے نیاز کردے۔

غیب سے اشرفیوں سے بھری تھیلی آگری

مشہور امام القراء والتجوید حضرت عاصمؒ[1] خود اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں: ایک مرتبہ میں خود افلاس و تنگدستی میں مبتلا ہو گیا، احباب و متعلقین میں سے جن پے تکیہ تھا انہوں نے بھی منہ موڑ لیا۔ نوبت فقر و فاقہ تک جا پہونچی بالآخر مجبور ہو کر ایک رات جنگل میں چلا گیا۔ اور صلوۃ الحاجۃ پڑھ کر عجز و انکساری کے ساتھ گڑگڑا کر ان مقدس کلمات کے ذریعہ دعا مانگنی شروع کی۔

حضرت امام عاصمؒ فرماتے ہیں: میں دعا سے فارغ ہو کر ابھی اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا کے میرے سامنے غیب سے ایک تھیلی آگری، میں نے اسے منجانب اللہ نعمت سمجھ کر اٹھالیا، کھول کر جو دیکھا تو اس میں اسّی سونے کی اشرفیاں تھیں۔ اسکے علاوہ ایک قیمتی سرخ یاقوت بھی تھا، امام صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ اسے میں نے اپنے مصرف میں لے لیا جسے میری اولادوں کی اولادیں پشت ہا پشت تک کھاتی رہیں، وہ مقدس کلمات یہ ہیں:

> يَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ، يَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ، يَا سَامِعَ الْاَصْوَاتِ، يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ، يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ، يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ، اَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ،

پگھلا دینے والے غموں سے رہائی نصیب ہو جائے گی

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک[2] دن مسجد میں داخل ہوئے، تو وہاں ایک انصاری آدمی جنکو ابو امامہؓ کہا جاتا تھا اسے دیکھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو امامہ، مجھے کیا ہو گیا کہ میں تجھے مسجد میں دیکھ رہا ہوں، حالانکہ ابھی تو نماز کا بھی وقت نہیں ہے، یہ سنکر حضرت ابو امامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! تفکرات، ہم و غم اور قرضے ہیں جو مجھے چمٹ گئے ہیں اور ان چیزوں نے مجھے گھیر لیا ہے جس سے پریشان ہو کر میں اللہ کے گھر میں آبیٹھا ہوں۔

---

(۱) بستان عائشہ صدیقہؓ صفحہ ۲۰۶، صوفی عابد میاں عثمانی، نقشبندی، ڈابھیلیؒ (۲) حیاۃ الصحابۃ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹

یہ سنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تجھے ایسا کلام (ایسی دعا) نہ سکھا دوں جبکہ تو اسے پڑھے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہر قسم کے رنج و غم کو دور کر دے اور قرضوں کی ادائیگی کی صورت بھی پیدا فرمادے۔ یہ سنکر حضرت ابوامامہؓ نے عرض کیا کہ: ہاں یارسول اللہ! ضرور مجھے وہ کلام سکھا دیجئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم صبح اور شام کرو (یعنی بعد نماز فجر و مغرب) تو اس وقت یہ دعا پڑھا کرو، وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ،

(ابوداؤد، جلد ۲ صفحہ ۲۰)

ترجمہ: الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی، ناتوانی، کاہلی اور سستی سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے بزدلی، بد دلی اور بخل و کنجوسی سے اور پناہ چاہتا ہوں میں آپ سے قرضے کے غالب آجانے سے اور بڑھ جانے سے اور لوگوں کے مجھ پر حاوی ہو جانے دباؤ اور جور و ستم سے۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں یہ سنکر میں مسلسل کچھ عرصہ تک اس دعا کو صبح و شام پڑھتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی برکت سے میرا ہر قسم کا غم دور کر دیا اور میرا قرضہ بھی ادا فرما دیا۔

حدیث پاک کی حکیمانہ تشریح شیخ میر ٹھیؒ فرماتے ہیں[1]: دل دکھنے کی دو صورتیں ہیں: اگر کوئی بات خلاف طبع ہو تو اسکا نام حزن و غم ہے۔ یا آئندہ ہونے والی ہو (خلاف طبع کوئی بات) تو اسکا نام فکر و ھم ہے۔ پھر اسکے دفع کی تدبیر نہ کر سکنے کی دو وجہ ہوتی ہے۔ اول یہ کہ: قدرت ہی نہیں تو اسکا نام عجز ہے۔ یا قدرت تو ہے، مگر اسکو کام میں لانے کی ہمت نہیں کرتا تو اس کا نام کسل (سستی) ہے۔

اسی طرح اچھے کاموں کو حاصل نہ کر سکنے کے بھی دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ: بدن کو کام میں نہیں لاتا تو اسکا نام جبن ہے۔ یا مال کو کام میں نہیں لاتا تو اسکا نام بخل ہے، اور مخلوق سے دب جانے اور ذلیل ہونے کی بھی دو قسمیں ہیں: یا تو استحقاق ہو تو اسکا نام بار قرض میں دب جانا ہے، یا بلا استحقاق ہو تو اسکا نام قہر الرجال ہے، جور و ستم اور ناحق دابنا ہے۔

(۱) درد فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۱۰۵۔

اسی حدیث کی مختصر مگر جامع تشریح علامہ آلوسی بغدادیؒ نے اس طرح فرمائی ہے: ہم اور حزن، ان دونوں کی الگ الگ تاثیریں ہیں، ہم اس غم کو کہتے ہیں (ما یذیب الانسان) جو انسان کو گھلا (پگھلا) دے، یہ حزن سے بھی اشد (زیادہ سخت) ہے۔ عجز و کسل کے معنی، عبادت پر قدرت نہ ہونا اسے عجز کہتے ہیں۔ اور استطاعت (قوت) ہونے کے باوجود عبادت میں سستی و گرانی کا ہونا اسے کسل کہتے ہیں، تو اس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم و غم اور عجز و کسل وغیرہ سب چیزوں سے پناہ مانگی ہے۔

فائدہ: مذکورہ حدیث پاک کی تشریح ہو گئی، قربان جائیں اس پیغمبر پر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جس نے فکر و غم کے مرض کا، جسکے علاج سے دنیا بھر کے ڈاکٹر اور اطباء عاجز ہیں، اتنا سہل اور موثر اور مختصر لفظوں میں بہترین علاج بتلا دیا کہ جس کے ذریعہ بندہ بارگاہِ ایزدی میں ملتجی ہو کر اطمینان و سکون والی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ادعیہ ماثورہ کو حرزِ جاں اور وردِ زباں بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خاتون جنت کو ملا ہوا آسمانی تحفہ

حضرت سوید بن غفلہؓ فرماتے ہیں[1]: حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ فاقہ کی نوبت آئی تو مجبور ہو کر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: کاش تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتیں چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! یہ فرشتے جنکی غذا تو تسبیحات ہیں ہمارا کھانا کیا ہے؟

یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میری بیٹی، قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، تیرے والد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر میں تیس دن سے آگ بھی نہیں جلی، مگر ہاں اللہ تعالیٰ نے اسی وقت میرے پاس چند بکریاں بھیجی ہیں، اگر تم چاہو تو تمہارے لئے پانچ بکریوں کا حکم دیدوں، اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ پانچ کلمے (جو اسم اعظم لئے ہوئے ہیں وہ) تمہیں سکھا دوں جو مجھے جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔

یہ سنکر حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! آپ مجھے وہ پانچ کلمات (دعائیہ) سکھا دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو یاد کر لو:

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۲۱۵ (۲) حیاۃ الصحابہؓ جلد ۲ حصہ ۸ صفحہ ۲

يَا أَوَّلَ الْأَوَّلِيْنَ، وَيَا آخِرَ الْاٰخِرِيْنَ، وَيَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ، وَيَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

ترجمہ: اے تمام پہلوں کے پہلے، اور سب کے آخروں کے آخر، اے مضبوط قوت والے، اے مسکینوں پر رحم کرنے والے، اور اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے کریم۔

جب یہ کلمات سیکھ کر اپنے گھر تشریف لے گئیں۔ تو حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ: خیر تو ہے؟ کیا خبر لائی ہو؟ تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ: میں تمہارے پاس سے دنیا لینے کے لئے گئی تھی مگر آخرت لیکر آئی ہوں، یہ سنکر حضرت علیؓ نے فرمایا: تیرے دن بھلے ہوں، (رواہ کنز)

فائدہ: یعنی چند بکریاں یا خورد نوش کی یہ عارضی چیز تو کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جائے گی، مگر یہ وہ مقدس کلمات ہیں جنکو ابتداء میں پڑھ لینے کے بعد انکے ذریعہ حسب منشا دارین کی جملہ ضروریات کو تم براہ راست اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو گے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی اچھی حمد و ثناء ہونے کی وجہ سے اسے خوشی بھی ہوگی، اور خوش ہو کر نظر کرم سے نوازشات بھی فرماتے رہیں گے۔

حضرت گنگوہیؒ کا عطیہ

قطب عالم، محدث گنگوہیؒ سے اگر کوئی افلاس و تنگدستی کی شکایت کرتا تو حضرت انکو یا باسط گیارہ سو (۱۱۰۰) مرتبہ بعد نماز عشاء پڑھتے رہنے کے لئے فرمادیا کرتے تھے، اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔

فائدہ: حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: ادائے قرض اور وسعت رزق دونوں کے لئے یہ وظیفہ اکسیر و پُر تاثیر ہے۔

پوری زندگی پر مشتمل پیغمبرانہ ایک جامع دعا

بفضلہ تعالیٰ اب آپکے سامنے ایک ایسی جامع دعا پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ: جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے لیکر وصال تک کی پوری زندگی کی ساری دعائیں شامل ہو جائیں، اس دعا کا شان ورود اس طرح ہے: حضرتؓ ابو امامہؓ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی (مختلف قسم کی) دعا مانگی جس میں سے ہمیں کچھ بھی یاد نہ رہا تو پھر ہم نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ، دل یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی وہ سب دعائیں مانگتے جو آپ نے مانگی ہے مگر ہمیں تو ان میں سے کچھ

(۱) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۹۹، سوانح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۲) جواہر البخاری صفحہ ۵۰۲، درر فرائد صفحہ ۵۲۹

بھی یاد نہ رہا۔

یہ سنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی دعا نہ بتادوں جو ان سب دعاؤں کو شامل ہو، اور وہ سب دعائیں اس میں آجائیں جو میں نے مانگی ہے؟

یہ سنکر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ ضرور بتلادیجئے، اس وقت حضور ﷺ نے جو جامع دعا سکھائی وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ (سَیِّدُنَا) مُحَمَّدٌ. وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ (سَیِّدُنَا) مُحَمَّدٌ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ، (ترمذی، بخاری فی الادب المفرد صفحہ ۹۹)

ترجمہ: یا اللہ ہم تجھ سے ہر اس خیر کا سوال کرتے ہیں جسکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا ہو۔ اور ہر اس برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے پناہ مانگی ہے، تجھ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور ساری حاجات کی تیری ہی طرف سے کفایت ہوتی ہے، اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی قوت اور نہ طاعت پر پابندی کی طاقت مگر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے۔

نوٹ: اس دعا میں واحد کا صیغہ ہے، امام و خطیب صاحبان یا اجتماعی دعائیں کرنے والے احباب سے گزارش ہے کہ وہ جمع کا صیغہ استعمال کریں، یعنی اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ کی جگہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ پڑھیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ستر 70 سال تک یہ دعا مانگتے رہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں[1] کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت تھانویؒ سے کسی خاص دعا (سکھینے) کی استدعا (گزارش) کی، تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ: یہ مذکورہ بالا دعا سب دعاؤں سے بڑھ کر ہے سب سے جامع ہے، اس دعا میں سب کچھ آگیا۔

شیخ الحدیث[2] حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب سے میری نظر اس حدیث کی دعا پر پڑی ہے اس وقت (۱۳۳۲ھ) سے لیکر آج (وفات ۱۴۰۲ھ) تک پابندی کے ساتھ اس دعا کے مانگتے رہنے کا میرا معمول ہوگیا ہے۔

(۱) حسن العزیز جلد ا صفحہ ۱۲ (۲) ملفوظات مولانا محمد زکریا صاحب۔ العطور المجموعہ صفحہ ۳۵۴ صوفی محمد اقبال صاحب

یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کم و بیش ستر (۷۰) سال تک اپنی اور دعاؤں کے ساتھ یہ مذکورہ بالا جامع دعا ہمیشہ فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی قدر کر نیکی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نوٹ: دعائیں تو قرآن مجید اور احادیث نبویہ وغیرہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، سب کا احاطہ کرنا مقصود نہیں، اور نہ ہی یہ ہمارے بس کا کام ہے۔

ہاں وقت کا تقاضہ اور ضروریات زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر کس و ناکس کو کام آنے والی بہت سی دعائیں بحمد اللہ تعالیٰ تحریر کی گئی ہیں۔ الحمد للہ بیسویں فصل ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر لکھنے اور پڑھنے والوں کو اسکے مطابق عمل کرنیکی توفیق سعید عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

☆☆☆☆☆☆☆ —— ☆☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخؒ کی فنائیت و بے نفسی
مکتوب شیخ الحدیث صاحبؒ بنام حضرت علی میاں ندویؒ

حضرتؒ نے فرمایا: عالی قدر و منزلت! آپکے گرامی نامے پہونچے، آپنے (سفر حرمین میں) اس ناپاک کی معیت کی آرزو لکھی، مگر یہ نجس العین (سراپا ناپاک) اس مقدس سرزمین کے قابل کہاں، دو مرتبہ حاضری ہوئی، مگر اسوقت ایک طاہر و مطہر ہستی (پیر و مرشد حضرت خلیل احمد انبھیٹویؒ) تھی، جسکے پیچھے یہ قطمیر (یہ کتا) بھی لگ گیا تھا، نہ معلوم آپ کس مغالطے میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے میری ستاری فرمار کھی ہے۔

یہ سطریں اس امید پر لکھی جارہی ہیں کہ اس مقدس دربار (بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم) میں بہت ادب سے صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض کریں کہ اس ناپاک کا سلام اس پاک دربار کے ہرگز قابل نہیں لیکن یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رحمۃ للعلمین ہو، اس ناپاک کے لئے آپکی نظر رافت کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں، فقط والسلام۔

زکریا، مظاہر العلوم ۹۶ھ

ازمکاتیب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ

اکیسویں فصل

☆ ذلت اور محتاجی سے نجات دلانے والی دعائیں ☆

اس سے پہلے "مشکلات سے نجات دلانے والی دعائیں" کے عنوان سے فصل گزر چکی اسکے بعد اب ان اوراق میں ایسی دعائیں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، کہ اگر خدا نے چاہا تو ان عالم گیر دعاؤں کے ذریعہ انفرادی، اجتماعی، ہر اعتبار سے مسلم جماعتیں اور قومیں بے بسی اور زبوں حالی سے نکل کر عزت و بلندی اور اطمینان و سکون والی زندگی حاصل کرسکتی ہیں، اسکا عنوان ہے:۔

ذلت اور محتاجی سے نجات دلانے والی دعائیں

اس فصل میں کم و بیش پچاس دعائیں تحریر کی گئی ہیں، جن میں سے بعض کے عنوانات یہ ہیں: ظلم و ستم اور دشمنوں سے نجات دلانے والی، فسادی قوم سے حفاظت میں لانے والی، انتقامی کاروائی کرنے والوں سے حفاظت، مقدمہ اور شدت غم سے نجات، افلاس و تنگدستی سے رہائی، بھاگے ہوئے کی واپسی اور میاں بیوی میں خوشگوار زندگی پیدا کرنے والی وغیرہ جس میں بڑی اچھی مفید دعائیں تلاش کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔

یا مسبب الاسباب

ان منصوص و ماثور دعاؤں کے طفیل آپ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کو عزت و بلندی سے مبدل فرما کر دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا فرما۔

(آمین)

بفضلہ تعالیٰ. اب یہاں سے اکیسویں فصل شروع ہو رہی ہے اس میں جملہ مقاصد حسنہ میں کامیابی وغیرہ امور کے متعلق بہت سی مقبول دعائیں تحریر کی گئی ہیں۔

ان دعاؤں کو خود بھی زبانی یاد فرمالیں ۔اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو بھی یاد کرانے کی سعی کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی یہ دعائیں جب کوئی مسلمان بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے تو خدا کی نگاہیں اور رحمتیں انکی طرف متوجہ ہو جایا کرتی ہیں ۔اس لئے اسے معمولی نہ سمجھا جائے ۔

ظلم وستم اور دشمنوں سے نجات دلانے والی دعائیں

اب یہاں سے ظالموں کے ظلم وستم ۔شریروں کی شرارت اور مفسدوں کے فسق وفجور وغیرہ سے نجات حاصل کرنے اور ایسے لوگوں سے حفاظت وامن میں رہنے کے متعلق چند اہم دعائیں تحریر کی جارہی ہیں ۔انکے مانگتے رہنے سے مذکورہ ہر قسم کے ابتلاو آزمائش سے اللہ تعالیٰ امان نصیب فرماتے رہینگے،

اَللّٰھُمَّ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ۲۷ سورۃ القمر آیت ۱۰)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ: اے پروردگار میں عاجز و درماندہ ہوں، ان لوگوں کا مقابلہ میں نہیں کرسکتا، سو آپ ہی ان سے انتقام لے لیجئے (یعنی انکو ہلاک کر دیجئے) چنانچہ دعا قبول ہو گئی ،اور پوری قوم غرقاب ہو گئی ۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ (پ۲۰ سورۃ العنکبوت آیت ۳۰)

حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی کہ: اے میرے رب میری مدد فرما اور مجھ کو ان مفسد (شریر و بد معاش) لوگوں پر غلبہ عنایت فرما، چنانچہ دعا قبول ہو گئی اور حضرت لوط علیہ السلام کی حفاظت و نصرت فرمانے کے علاوہ فرشتوں نے آکر قوم لوط کو ہلاک و برباد کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۲۰ سورۃ القصص آیت ۲۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے آکر کہا کہ آپکو قتل کرنے کے مشورے فرعون مع انکے متعلقین کر رہے ہیں ،لھٰذا آپ ملک مصر چھوڑ کر کہیں ہجرت فرمالیں ۔چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوف و پریشانی کی حالت میں مذکورہ دعا مانگی کہ ،اے میرے پروردگار ۔مجھ کو ان ظالم

لوگوں سے بچا لیجئے (اور امن و سلامتی کی جگہ پہنچا دیجئے)

چنانچہ دعا قبول ہو گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہجرت کر کے خیر و عافیت کے ساتھ ملک شام کے ایک شہر مدین میں جا پہونچے۔

فائدہ: مذکورہ تینوں چھوٹی چھوٹی دعائیں مختلف پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں ظالموں کے ظلم و ستم اور فاسقوں کے فسق و فجور وغیرہ سے نجات و امن میں رہنے کے لئے مانگیں۔ اور حسب منشا، اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔

یہ دعا صرف انکے لئے مخصوص نہیں، بلکہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی سہولت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں نازل فرمادی۔ تاکہ خدا نخواستہ اگر کوئی مسلمان کبھی ایسے حالات سے گزرے تو وہ ان دعاؤں کے ذریعہ جان و مال کا تحفظ اور امن و سلامتی مانگتے رہا کریں۔ یہ بڑی جامع دعائیں ہیں۔

دشمنوں کے نرغے اور بے قراری کے وقت مانگی جانے والی دعا

جنگ احزاب[1] (جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں) کے موقع پر صحابۂ کرامؓ کو بے انتہا پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں۔ یہ اس وجہ سے کہ باہر سے دشمن اپنی پوری قوت اور لشکر کے ساتھ گھیرا ڈالے کھڑا تھا، اندرون شہر بغاوت کی آگ بھڑکی ہوئی تھی، یہودیوں نے دفعۃً صلح نامہ توڑ کر بے چینی میں اضافہ کر دیا تھا، چو طرف گھیراؤ کی وجہ سے مسلمان کھانے پینے تک سے عاجز آچکے تھے، منافق لوگ برسر عام علیحدگی اختیار کر کے دندناتے ہوئے یوں کہہ رہے تھے کہ، اب کی مرتبہ تو سارے مسلمانوں کو مع پیغمبر اسلام کے، گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ہم رکھ دینگے۔

اور حقیقت میں وہ وقت بھی مسلمانوں کے لئے بڑا ہی صبر آزما تھا، یہ جنگ بہت بڑی تھی، مگر یہ کفر و اسلام اور حق و باطل کے درمیان آخری جنگ تھی، اس میں صحابۂ کرامؓ کی بے بسی، بے چینی اور زبوں حالی کا دردناک منظر خود کلام ربانی نے اس انداز سے پیش کیا ہے:

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ ، وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ، وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِيْداً

(پ ۲۱ سورۂ احزاب آیت ۱۱)

تشریح: اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ دشمنوں کا گروہ تم پر ہر طرف سے نرغہ (حملہ) کر کے

(۱) تفسیر ابن کثیر، جلد ۳ پ ۲۱ سورۂ احزاب صفحہ ۸۲۔

آ چڑھا تھا، اور اس وقت تمہاری آنکھیں مارے دہشت کے کھلی کی کھلی رہ گئی تھی، اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے، اور اس وقت مسلمان زبردست امتحان و آزمائش کے ساتھ زلزلے میں ڈالے گئے تھے
حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے جان لیوا پریشان کن عالم میں جان و مال، عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے کوئی وظیفہ (دعا) ہو تو وہ ہمیں تلقین فرمائیں؟ تو اس قیامت خیز حالات سے نجات و امن حاصل کرنے کے لئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زود اثر دعا تلقین فرمائی وہ یہ تھی:

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا (مسند احمد، بزاز)

ترجمہ: الٰہی ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے، ہماری عزت و آبرو کی حفاظت فرما، اور ہمارے خوف، ڈر اور بے چینیوں کو امن و امان اور اطمینان و سکون سے مبدل فرما دیجئے۔

یہ دعا مانگتے ہی غیبی نظام حرکت میں آگیا

یہ سنتے ہی صحابہ کرامؓ نے اس رحیم و کریم کی طرف متوجہ ہو کر یہ دعا مانگنی شروع کر دی، بس اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا ایسا غیبی نظام چلایا کہ عذاب الٰہی، تیز و تند ہوا، اور آندھی کی شکل میں نمودار ہوا، اس نے دشمنان اسلام کے رُخ کو پلٹ کر انھیں تہہ و بالا کر کے رکھدیا۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیںؒ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح و شام مذکورہ دعا ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبۃ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ: دشمنوں اور ظالموں سے حفاظت اور بے قراری جیسے حوادثات کے وقت مذکورہ دعا مانگتے رہنے سے اللہ تعالیٰ تحفظ و امان اور سلامتی عنایت فرماتے رہیں گے۔ اور ایسے وقت کے لئے یہ دعا بڑی مفید ثابت ہوگی۔

اب یہاں سے دشمنوں اور بے رحم جابر و ظالم اشخاص یا حکمرانوں کے ظلم و ستم اور انکے پنجے سے نجات حفاظت اور امن و سکون حاصل کرنے کے متعلق چند مخصوص پیغمبرانہ دعائیں نقل کر رہا ہوں

اس دعا کی برکت سے حجاج بن یوسف جیسا ظالم بھی کچھ نہ کرسکا

حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات سکھائے ہیں جسے (جابر و ظالم) بادشاہ کے پاس یا ہر ایسی شئی کے پاس جو مجھے خطرہ میں ڈالدے ایسے اوقات میں انھیں پڑھتے رہنے کے لئے

(۱) در فرائد صفحہ ۵۲۰ شیخ میر ٹھی (۲) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۷۰۲ (۳) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹، ۳۰۸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تاکیداً فرمائے تھے۔ (احمد، نسائی، کنز)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا پڑھا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت ابو رافع سے منقول ہے: حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے اپنی بیٹی کی شادی حجاج بن یوسفؒ (جس کا ظلم مشہور ہے) سے کر دی۔ رخصتی کے وقت اپنی بچی سے کہا کہ: جب حجاج تیرے پاس آئے تو اس وقت یہ دعا پڑھ لیا کرنا، اور وہ دعا سکھانے کے بعد حضرت عبد اللہؓ نے دعویٰ (یقین کامل) کے ساتھ کہا کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی امر مبتلائے رنج و غم کرتا تو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں یہ دعا پڑھ لیا کرتے تھے، راوی کہتے ہیں: اس دعا کی برکت سے حجاج ظالم کبھی اس عورت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچا سکا۔ مذکورہ تینوں راویوں نے جو دعا نقل فرمائی وہ یہ ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (ترمذی: ابن عساکر)

ترجمہ: کوئی معبود نہیں مگر وہ اللہ جو حلیم، بڑا بردبار اور بڑے کرم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ عیوب سے پاک ہے، اور ساتوں آسمانوں اور بزرگی والے عرش اعظم کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

دشمن، فتنین فسادی اور شریر قوم سے حفاظت کے لئے دعا

حدیث پاک میں ہے، اگر کوئی کسی شریر قوم سے پریشان ہوگیا ہو تو ایسے وقت میں وہ یہ دعا پڑھتے رہا کریں۔ چنانچہ:

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم کی طرف سے نقصان پہونچنے کا خطرہ (ڈر، خوف) لاحق ہوتا تو ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

(۱،۲) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۶ صفحہ ۳۰۸

(۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۵۲ حیاۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ علامہ کمال الدین دمیری۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھے ان دشمنوں کے مقابلہ میں تصرفات کرنے والا قادر مطلق گردانتے ہیں اور انکے شرور وفتن سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

فائدہ: حفظ ماتقدم کے طور پر، دشمن شریر قوم اور فسادی لوگوں سے حفاظت اور امن و سلامتی کے ساتھ رہنے کے لئے یہ دعا ہمیشہ مانگتے رہنا چاہیے۔ نقصان کا خطرہ انفرادی طور پر (کسی ایک یا دو چار آدمیوں سے) ہو یا کسی گروہ اور قوم کی جانب سے ہو سب سے نجات و تحفظ کے لئے مذکورہ دعا مفید ثابت ہوگی۔

انتقامی کاروائی سے بے بس لوگوں کے لئے وظیفہ | حضرت تھانویؒ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے مخالف ظالم جابر یا دشمن وغیرہ سے انتقام و بدلہ نہ لے سکتا ہو۔ بے بس و مجبور ہوگیا ہو تو ایسے انسانوں (مظلوموں) کے لئے منقول ہے کہ وہ اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم: یَا مُنْتَقِمُ بکثرت پڑھا کریں۔ خصوصاً جمعہ کے دن (یعنی جمعہ کے رات دن میں) اسکا ورد اور دنوں کے بنسبت زیادہ رکھیں تو خود اللہ تعالیٰ تمہارا بدلہ اس سے لے لیگا، اور تمہاری بے بسی اور مجبوری دور فرمادے گا۔ (پا ۲۱ سورۂ روم آیت ۴۷)

بے رحم ظالموں کے تسلط سے حفاظت کی دعا | حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا

ترجمہ: یا اللہ ہمارے حال پر رحم فرما، اور ہماری بد اعمالیوں کی وجہ سے ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کرے۔

تشریح: عارف ربانی حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ نے اس دعا کی حقیقت کو اس طرح واضح فرمایا: یعنی یا اللہ ہمارے اوپر کسی ایسے کو مسلط نہ فرمادینا جو ہم پر رحم نہ کرے۔ کیونکہ جب وہ رحم نہ کرے گا تو ظلم کرے گا، اور طرح طرح کی ایذائیں پہونچائیگا جو سبب بنے گا ہمارے تشتت قلبی (دلی گھبراہٹ و پراگندگی) کا۔

(۱) اعمال قرآنی حصہ ۲ صفحہ ۳۰ حضرت تھانویؒ (۲) مختلف طرحت صفحہ ۷۰ تعلیمات مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب۔

اب خواہ یہ مسلط ہونے والا ہمارا خارجی دشمن ہو یعنی شیاطین میں سے یا شیاطین الانس میں سے کوئی (انسان) ہو یا پھر داخلی دشمن ہو یعنی ہمارا نفس ہو۔ اس لئے کہ نفس کو بھی حدیث پاک میں دشمن ہی کہا گیا ہے۔ [1]

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ہر قسم کے مکارہ اور برائیوں سے حفاظت کے لئے) یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ یَوۡمِ السُّوۡءِ وَ مِنۡ لَیۡلَۃِ السُّوۡءِ وَ مِنۡ سَاعَۃِ السُّوۡءِ وَ مِنۡ صَاحِبِ السُّوۡءِ وَ مِنۡ جَارِ السُّوۡءِ فِیۡ دَارِ الۡمُقَامَۃِ

(طبرانی، ہیثمی، حصن حصین)

ترجمہ: اے میرے اللہ: میں تیری پناہ چاہتا ہوں بُرے دن اور بُری رات سے اور بُری گھڑی اور بُرے ساتھی سے اور اپنے رہنے کے گھر کے بُرے پڑوسی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یہ سورتیں ہر قسم کے شر سے حفاظت کے لئے کافی ہیں

حضرت عبد اللہ بن حبیبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک رات جبکہ بارش بھی ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے ہم نکلے پس ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا ہمیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھو۔ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا پڑھوں؟ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ اخلاص اور معوذتین۔ ان تینوں سورتوں کو صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ تجھے ہر چیز کے لئے کافی ہو جائے گی۔ (رواہ مشکوٰۃ)

فائدہ: ملا علی قاریؒ حدیث پاک کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، یہ تینوں سورتیں ہر قسم کے شر سے حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ انکے متعلق یہاں تک فرمایا کہ: انکا پڑھنے والا اگر کوئی (دوسرا) وظیفہ نہ پڑھ سکے تو صرف ان تین سورتوں کا پڑھ لینا ہی اسے تمام وظائف سے بے نیاز کردے گا۔ اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ جنات، آسیب، سحر و جادو، مخالفوں کی مخالفت اور دشمنی، بلیات و مصائب وغیرہ۔ غرض ہر قسم کے شر سے اسے پڑھنے والا انشاء اللہ تعالیٰ امن و امان اور حفاظت میں رہے گا۔

(۱) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۲ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ ملا علی قاریؒ

دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا ایک مجرب عمل

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کریم کی تین آیتیں پڑھ لیا کرتے تھے، اسکی برکت سے کفار (دشمن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکتے تھے۔[1]

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ اور عمل میں نے ملک شام میں ایک شخص سے بیان کیا، اس شامی کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا ہوا، وہ وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہا پھر رومی کفار نے اسکو ستانا شروع کیا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ ان رومیوں نے اسکا تعاقب (پیچھا) کیا اسکو حضرت کعبؓ والی روایت یاد آگئی، اور اس نے وہ آیتیں پڑھنا شروع کردی، اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ جس راستہ پر یہ چل رہے تھے، اسی راستہ سے یہ دشمن بھی گزر رہے تھے مگر وہ انکو نہ دیکھ سکتے تھے۔

دوسرا واقعہ: امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں: حضرت کعبؓ سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے شہر رئے (بغداد) کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی، اتفاق سے دیلم (عراق) کے کفار نے اسکو گرفتار کرلیا، کچھ عرصہ وہ انکی قید میں رہے، پھر ایک دن موقع پاکر بھاگ نکلے، یہ لوگ اسکو پکڑنے کے لئے دوڑے، مگر اس نے بھی چلتے ہوئے حضرت کعبؓ کی بتلائی ہوئی آیتوں کا ورد شروع کردیا اسکا یہ اثر ہوا کہ دشمنوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑگیا، کہ وہ بھی اسکو نہ دیکھ سکے، حالانکہ وہ اپنے دشمنوں کے ہمراہ ایسے ملے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ کبھی کبھی ایک دوسرے کے کپڑے بھی آپس میں لگ جایا کرتے تھے۔

تیسرا واقعہ: امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: مجھے خود اپنے ملک اندلس (اسپین) میں قرطبہ کے قریب قلعہ منثور میں یہ واقعہ پیش آیا، فرماتے ہیں: میں دشمنوں کے سامنے سے بھاگتا ہوا چلا گیا، اور ایک جگہ جاکر بیٹھ گیا، دشمنوں نے دو گھوڑ سوار میرے پیچھے دوڑائے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا، کوئی چیز پردہ کرنے والی نہ تھی، مگر میں سورۂ یٰس شریف کی آیتیں شروع سے لیکر فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھتا رہا، یہ دونوں سوار میرے برابر سے گزرے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہ بھاگنے والا کوئی

(۱) معارف القرآن، جلد ۵ پارہ ۱۵ رکوع ۲۰۶ سورۂ بنی اسرائیل صفحہ ۴۸۰۔

انسان نہیں ہے، بلکہ شیطان یا جنات میں سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کی برکت سے انکو مجھ سے اندھا کر دیا تھا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: کہ حضرت کعبؓ والی تینوں آیتوں کے ساتھ سورۂ یٰس کی وہ آیات بھی شامل کر لی جائیں جنکو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرماتے وقت پڑھا تھا جبکہ مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ تو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر ان پر مٹی ڈالتے ہوئے سب کے سامنے سے تشریف لے گئے تھے، اور کسی نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا، وہ ساری آیتیں جنکا تذکرہ اوپر تینوں واقعات میں ہوا وہ سب یہ ہیں:

(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۝ (پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۰۸)

(۲) اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۝ (پارہ ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۵۷)

(۳) اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۝ (پارہ ۲۵ سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳)

(۴) وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

(پارہ ۲۲ سورۂ یٰس آیت ۹)

نوٹ: معارف القرآن میں سورۂ یٰس کی پہلی آیت سے لیکر فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھنا لکھا ہے۔

ان کلمات کے بعد بڑی سے بڑی دعا قبول کر لی جاتی ہے

اب یہاں پر دو ایسی جامع دعا نقل کی جارہی ہے جو اسم اعظم لئے ہوئے ہے، اور ان کلمات مقدسہ پڑھنے کے بعد جو دعا کی جاتی ہے، اس دعا کے متعلق حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ وہ (جائز ومناسب) دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں۔

پہلی دعا کو راویوں نے الگ الگ طریقہ سے روایت کیا ہے، اس لئے پہلے راویوں کے طریقہ اور

دعا کی اہمیت تحریر کئے دیتا ہوں، پھر دعا نقل کی جائے گی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے[1] ایک شخص نے یہ (حسب ذیل) دعا کی۔ دعا سنکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کس (اسم اعظم) کے ساتھ تم نے دعا کی ہے؟ ان صحابی نے عرض کیا کہ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم نے درخواست (دعا) کی ہے اللہ تعالیٰ سے اسکے ایسے اسم اعظم کے ساتھ جب اسکے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے، اور جب اسکے ساتھ درخواست کی جاتی ہے تو عطا کرتا ہے (رواہ اصحاب سنن)۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سنانے کے بعد فرمایا کہ یہ دعا پڑھ کر جو شخص اللہ تعالیٰ سے مشرق و مغرب کی (یعنی کتنی ہی بڑی و اہم) کوئی بھی مراد (دعا) مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمالیتے ہیں۔ وہ دعا نیچے لکھی ہوئی ہے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۰۰ سیدنا جیلانیؒ)۔

حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے[2]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابو عیاش زید بن صامت زرقیؓ پر ہوا۔ یہ صحابی نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ اس دعا کو سنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے تو اللہ تعالیٰ سے اسکے ایسے اسم کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے کہ جب اسکے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو قبول کی جاتی ہے، اور جب اسکے واسطے سے سوال کیا جائے تو عطا کیا جاتا ہے۔ مذکورہ سب راویوں نے جو دعا نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ، یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ، یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد)

ترجمہ: یا اللہ، میں آپ سے مانگتا ہوں، یہ اس لئے کہ خالص حمد اور سب صفتیں صرف آپ ہی کے لئے ہیں۔ یا اللہ تیرے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں، یا اللہ، آپ بہت زیادہ احسان و رحم اور پیار کرنے والے ہیں، ، بڑی نعمتوں کے عطا کرنیوالے، اے زمین و آسمانوں کے پیدا کرنے والے، اے عزت و بزرگی والے، اے ازل سے ابد تک زندہ اور قائم رہنے والے خدا۔

---

(۱) تفسیر مواہب الرحمن جلد ا پارہ ۲ سورۃ البقرۃ صفحہ ۱۱۴ سید امیر علی ملیح آبادیؒ۔ (۲) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۱۔

اس نے اللہ کے اسم اعظم کا واسطہ دیکر دعا کی ہے

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو یہ اسم مقدس پڑھتے ہوئے سنا تو یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اسکے ایک ایسے اسم اعظم کا واسطہ دیکر دعا کی ہے کہ جب اسکے ذریعہ (اسے پڑھ کر) اللہ تعالیٰ سے مانگا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے، اور جب اسکے ساتھ (اسے پڑھ کر) دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول فرمالیتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) وہ اسم مقدس یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ ، بِاَنِّیۡ اَشۡھَدُ اَنَّکَ اَنۡتَ اللّٰہُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ الۡاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیۡ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٥

ترجمہ: اے میرے اللہ بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس بات کا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ ہی معبود حقیقی ہیں، نہیں ہے کوئی معبود مگر تو تنہا اکیلا ہے اور ایسا بے نیاز ہے کہ نہ تو، تو جنتا ہے اور نہ تو جنا گیا اور نہ ہی تیرے برابر کوئی ہے۔

****

اب یہاں سے پریشانیوں سے نجات پانے، مصائب و مشکلات کے خاتمہ اور مرادوں میں کامیابی حاصل کرنے کا پیغمبرانہ اور صحابائی طریقہ جسے صلوٰۃ الحاجۃ کہتے ہیں، تحریر کر رہا ہوں:
شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو جب کبھی فقر و فاقہ یا مشکلات وغیرہ کا سامنا ہوتا تھا تو سب سے پہلے وضو فرما کر بنیت صلوٰۃ الحاجۃ دربار خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر براہ راست اس خالق و مالکِ ارض و سماء سے مانگ لیا کرتے تھے، اور یہ طریقہ عین سنت اور منشاء خداوندی کے مطابق ہے اس لئے اس طرح عمل کرتے رہنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ فضل و کرم کا معاملہ فرمایا کرتے ہیں

صلوٰۃ الحاجۃ مع طریقۂ دعا

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی ضرورت پیش آئے یا کسی بندے سے کوئی کام پیش آئے تو وہ پہلے اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے، سلام کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر درود شریف پڑھے، اسکے بعد یہ دعا پڑھ کر دنیا و آخرت کی ہر حاجت کا سوال (دعا)

(۱) تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ۱ پ ۱ سورۃ البقرۃ صفحہ ۲۳۰ (۲) قرآن و حدیث کے انمول خزانے صفحہ ۲۰، ۲۱ حکیم اختر صاحب مدظلہ

کرے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں۔ کسی کو محروم نہیں لوٹاتے۔　　　　(ترمذی جلد ا صفحہ ۰ شامی ابن ماجہ)۔

وہ دعا یہ ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ،

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے۔ اللہ، پاک ہے، عرش عظیم کا رب ہے۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے ہر ہر عالم کا۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت کو واجب کرنے والی چیزوں کا سوال کرتا ہوں، اور ان چیزوں کا جو مغفرت کو ضروری کر دیں، اور ہر بھلائی میں اپنا حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی (حفاظت) چاہتا ہوں، میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی رنج دور کئے بغیر، اور کوئی حاجت جو تجھے پسند ہو پوری کئے بغیر نہ چھوڑیو، اے ارحم الراحمین۔

فائدہ: جب کبھی کوئی پریشانی آجائے۔ جسمانی ہو یا روحانی یا مصائب میں مبتلا ہو جائے یا جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئے جسکا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے ہو، ایسے وقت میں اولاً سنت طریقہ کے مطابق اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز حاجت روائی کی نیت سے خوب اطمینان و سکون سے پڑھیں۔ پھر مذکورہ دعا ایک یا دو تین مرتبہ پڑھی جائے اسکے بعد خشوع و خضوع اور دل کی گہرائی کے ساتھ اپنی ضروری حاجت کے لئے بار بار دعائیں کی جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے لئے اسبابِ فلاح و کامیابی پیدا ہو جائینگے۔

بزرگان دین سے منقول جامع دعا

یہی دعا اسماء الحسنیٰ کے ساتھ بزرگانِ دین سے اس طرح بھی منقول ہے، جو رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں زیادہ مؤثر ہے۔ وہ دعا یہ ہے:۔

---

(۱) مسنون دعائیں صفحہ ۱۳۰ شیخ بلند شہری

اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلاً ، وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَھْلاً اِذَا شِئْتَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ ، وَ الْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ ، اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، وَ لَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، وَ لَا دَیْنًا اِلَّا قَضَیْتَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، وَ لَا کَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، وَ لَا ضُرًّا اِلَّا کَشَفْتَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، وَ لَا حَاجَةً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا وَ یَسَّرْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔[1]

یوں دعا کی اور اندھا بینا ہو گیا حدیث پاک میں ہے کہ ایک نابینا صحابیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے (یعنی بینائی نصیب ہو) یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم بینائی چاہتے ہو تو میں دعا کر دوں اور اگر آخرت کا اجر چاہتے ہو تو اس پر صبر کر لو۔

اس نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا ہی فرمادیجئے تاکہ میری محتاجی دور ہو جائے، یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اچھی طرح وضو کر کے (دوگانہ کے بعد) یہ دعا پڑھو چنانچہ اس نابینا صحابیؓ نے یہ دعا مانگی تو بفضل تعالیٰ فوراً اسی وقت وہ بینا ہو کر کھڑا ہو گیا، وہ مسنون دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ ، وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نِ النَّبِیِّ الرَّحْمَةِ

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۴۸ ۔ سوانح باغ صفحہ ۱۴۶ عارف باللہ صوفی سلیمان لاجپوری۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنِّیْ تَوَجَّہْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذَا ــــــ لِتُقْضٰی لِیْ ،

اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ۔ (رواہ ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیری جانب توجہ کرتا ہوں، بطفیل تیرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو رحمت کے نبی ہیں۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں متوجہ ہوا بطفیل آپکے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں (ھذا ـــ کی جگہ اپنی حاجت کا نام لے یا تصور کرے) تاکہ پوری ہوجائے حاجت میری، اے اللہ شفیع بنا تو انکو میرے حق میں اور قبول فرما۔

نوٹ: اس دعا کو دو تین مرتبہ پڑھنے کے بعد اپنی حاجت و مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دعا قبول ہوکر دلی تمنائیں پوری ہونگی۔

مذکورہ دعا کی عجیب تاثیر اسی دعا کے متعلق طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت کی ہے کہ: ایک شخص کا حضرت عثمان غنیؓ سے کچھ کام تھا وہ انکے پاس گئے۔ مگر حضرت نے انکی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی، وہاں سے مایوس ہوکر وہ حضرت عثمان بن حنیفؓ کی خدمت میں واپس آکر اپنا پورا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے کچھ توجہ نہ فرمائی، لھذا حاجت روائی کے لئے مشورہ دیجئے۔ یا کوئی تدبیر بتادیجئے؟

یہ سنکر حضرت عثمان بن حنیفؓ نے فرمایا کہ: بہتر یہ ہے کہ تم مسجد میں جاکر دوگانہ ادا کرکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمائی ہوئی (نابینا صحابی والی) مذکورہ بالا دعا پڑھکر اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو پھر وہاں جاؤ، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اب کی مرتبہ جب وہ حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اسکی طرف خصوصی توجہ فرمائی، انکا ہاتھ پکڑکر اپنے بستر پر بٹھایا حسب منشاء انکی حاجت پوری کی اور مزید یوں فرمایا کہ اگر آئندہ بھی تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو آکر عرض کردینا، پوری کی جائے گی۔

یہاں سے واپس لوٹ کر پھر وہ ابن حنیفؓ کی خدمت میں گئے، سارا واقعہ سنادیا یہ سنکر حضرت عثمان بن حنیفؓ نے فرمایا: انکا تمہاری طرف متوجہ ہونا یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ اس دعا کی برکت کا نتیجہ تھا، یہ تاثیر ہے اس مقدس دعا کی۔

---

(۱) جذب القلوب تاریخ مدینہ صفحہ ۲۲۳ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ۔

اس دعا کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جب کسی شخص پر غم واندوہ پڑے، بے چینی ہو، ظالم حاکم سے خوف ہو تو نیچے لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق دعا کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول کی جائے گی، وہ طریقہ اور دعا یہ ہے:

یا اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں بذریعہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

یا اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں بذریعہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَ مَا فِيْهِنَّ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الادب المفرد امام بخاریؒ)

بس اس طرح احناد و چار مرتبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت و مرادیں مانگیے۔

پیغمبرانہ عطیہ عجیب تاثیر لیے ہوئے ہے[1]

حضرت عبد اللہ المغربیؒ فرماتے ہیں: ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسی وقت میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ایک حاجت (ضرورت) ہے اسکے لیے میں کیا کروں؟

یہ سنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دوگانہ (نبیت صلوٰۃ الحاجۃ اس طرح) پڑھو کر اسکے چاروں سجدوں میں (تسبیح سجدہ کے بعد) چالیس چالیس مرتبہ یہ آیت پڑھو، پھر نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگو، انشاء اللہ تعالیٰ مراد بہت جلد پوری ہوگی۔

چنانچہ اس بزرگ نے بیدار ہو کر ارشاد عالی کے مطابق عمل کیا اور مرادیں حاصل کر لیں وہ آیت کریمہ یہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

فائدہ: نقشبندی شیخ عارف ڈابھیلیؒ فرماتے ہیں کہ: جب کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو وہ اکتالیس روز تک بعد نماز عشاء، مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اکتالیس دن پورے ہونے سے پہلے ہی مراد پوری ہو جائے گی۔

بلکہ تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ بعضوں کی تو صرف پندرہ سترہ دن ہی میں مرادیں پوری ہو گئیں، یہ پیغمبرانہ مجرب عطیہ ہے، اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اس طرح دعا کی اور علم و حکمت سے نوازا گیا[2]

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: اللہ کے

(۱) معراج المومنین صفحہ ۱۲۹ شیخ صوفی عابد میاں ڈابھیلیؒ (۲) اعمال قرآنی حصہ اصفحہ ۲ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

ایک صالح بندے حضرت شیخ محمد بن دستوریہ سے منقول ہے: خود انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کی بیاض میں انکے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا: یہ ایک نماز حاجت ہے جو ہزار حاجت (مختلف قسم کی ضروریات) کے واسطے ہے۔ اور یہ حضرت خضرؑ علیہ السلام نے کسی عابد کو سکھائی تھی اسے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق دوگانہ پڑھے پھر سر اٹھا کر ہاتھ پھیلا کر سنت طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کو مانگے۔

حضرت شیخ ابو القاسمؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس عابد کے پاس باقاعدہ قاصد بھیجا تاکہ مجھ کو یہ نماز سکھلائے چنانچہ انہوں نے وہ طریقہ جو حضرت خضر علیہ السلام سے سیکھا تھا وہ بتلادیا۔

حضرت حکیم ابو القاسمؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے اس طریقہ کے مطابق نماز دعا پڑھ کر اپنے لئے علم و حکمت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا اور ہزار حاجتیں میری پوری فرمائیں۔

حضرت حکیم ابو القاسمؒ فرماتے ہیں: کہ جو شخص اس نماز کو پڑھنا چاہے تو شب جمعہ میں غسل کرے پھر پاک صاف کپڑے پہنے پھر بنیت قضائے حاجت دوگانہ اس طرح پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی مرادیں مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مطلوبہ حاجتیں پوری ہونگی، طریقہ نماز دعا اس طرح ہے:۔

(۱) پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد: قل یاایہا الکافرون دس مرتبہ پڑھے۔

(۲) دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد: قل ھو اللہ احد کو گیارہ مرتبہ پڑھ کر نماز پوری کر کے سلام پھیر دے

(۳) سلام کے بعد سجدہ میں جائے اور اس میں دس مرتبہ:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ پڑھے۔

(۴) اسکے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

اتنا پڑھنے کے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر دعا مانگی جائے۔

برائے حاجات مشکلہ ناچیز خادم (محمد ایوب) کے پاس تعویذات کی ایک بیاض ہے جو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) کی اصل بیاض سے حضرت مدنیؒ کے در اقدس میں بیٹھ کر نقل کی گئی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اس بیاض میں دفع بلیات درفع ہم وغم وغیرہ کے لئے اکابرین سے منقول ایک طریقہ تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ عمل مجربات مشائخ میں سے ہے۔ میں نے تو اسے بیاض شیخ الحمد بواسطہ شیخ الاسلام یہاں نقل کیا ہے۔ مگر اسکے علاوہ یہی عمل اسی طریقہ سے دیگر کتابوں (ایضاح المسائل صفحہ ۵۰ وغیرہ) میں بھی لکھا ہوا دیکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل مفید مجرب، مستند اور زود اثر ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ بہتر یہ ہے کہ: جمعہ کی شب میں تہجد کے وقت یا شب جمعہ میں عشاء کے بعد سوتے وقت چار رکعت نماز بنیت صلوٰۃ الحاجت اس طرح پڑھو:

(۱) پہلی رکعت میں الحمد کے بعد: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۝ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھو۔

(۲) دوسری رکعت میں بعد فاتحہ: اَللّٰهُمَّ رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ سو مرتبہ

(۳) تیسری رکعت میں بعد فاتحہ: وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ سو مرتبہ۔

(۴) چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ سو مرتبہ۔

پڑھ کر نماز کو پوری کر لو۔ سلام کے بعد اَللّٰهُمَّ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ، سو مرتبہ پڑھو۔

اسکے بعد مسنون طریقہ کے مطابق مختصر سی حمد وثنا، اور درود شریف پڑھ کر ہاتھوں کو اٹھا کر گڑگڑا کر اپنی مطلوبہ حاجت کے لئے دعا کی جائے۔ حصول کامیابی تک ہر شب جمعہ یا دیگر راتوں میں یہ عمل جاری رکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کامیابی نصیب ہوگی۔ (از۔ بیاض مدنی والیوئی)

یہ عظیم دو تحفے جو دوسرے کسی نبی یا رسول کو نہیں ملے حضرت ابن عباسؓ سے روایت [۱] ہے: ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ اچانک اوپر سے ایک آواز آئی تو جبرئیل علیہ السلام نے اوپر دیکھا اور فرمایا کہ: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو صرف آج ہی کھولا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس دروازہ سے ایک فرشتہ اترا، تو اسے دیکھ کر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ ایک ایسا فرشتہ ہے جو زمین کی طرف آج سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

اس فرشتہ نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپکو دو چیزوں کی بشارت دیتا ہوں، جو سراپا نور ہیں جو آپ کو دیئے گئے ہیں۔

---

(۱) انوار القرآن، ماہنامہ "الہادی" صفحہ ۱۹ ماہ ذی الحج ۱۳۵۵ھ حضرت تھانویؒ۔ (۱) انوار القرآن، ماہنامہ "الہادی"

آپ سے پہلے یہ نور کسی نبی یا رسول کو نہیں دئے گئے۔
پہلا نور: فاتحۃ الکتاب۔ (سورۂ فاتحہ) اور دوسرا نور سورۂ بقرۃ کے آخر کی آیتیں (یعنی آمن الرسول سے ختم سورت تک) ہیں، ان دونوں میں سے آپ ہرگز ایک حرف بھی نہیں پڑھیں گے مگر یہ کہ (اسکی برکت) سے فوراً آپکی دعا قبول ہو جائے گی (مسلم، نسائی، حاکم)[1]

حدیث شریف میں آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ البقرۃ کے ختم پر جو آیتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانوں میں سے دی ہیں۔ جو عرش کے نیچے ہیں۔ (ان آیات میں جو دعائیں ہیں وہ ایسی جامع ہیں کہ) ان آیات نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جسکا سوال اس میں نہ کیا گیا ہو۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ[2]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں (آمَنَ الرَّسُولُ سے ختم سورت تک) جو شخص جس رات کو پڑھے گا تو یہ دونوں آیتیں اسکے لئے کافی ہونگی۔ (یعنی یہ آیتیں پڑھنے والا ہر قسم کے شر و مکارہ سے محفوظ رہے گا)۔ (بخاری و مسلم)۔

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا[3] ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرۃ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے، جو مجھے اس خزانۂ خاص سے عطا فرمائی ہیں، جو عرش کے نیچے ہے اس لئے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو، اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی سکھاؤ۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ بقرۃ کی آخری دو آیتیں رات (سوتے وقت) پڑھ لیں، تو یہ آیات ان کے لئے کافی ہونگی۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی مذکورہ آیتیں سوتے وقت پڑھ لینے سے پوری رات جن و بشر اور شیاطین کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا، اور ہر قسم کی ناگوار چیزوں سے اسکی حفاظت ہوگی۔

تمام مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اسے اپنے ہاتھوں سے لکھ دیا تھا

حضرت ابن عباسؓ[4] سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرۃ کی آخری) دو آیتیں جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمائی ہیں

(۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۲۱۳ شیخ بلند شہریؒ (۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۲۰۸۔ (۳) معارف القرآن جلد ۱ پارہ ۳ سورۃ البقرۃ صفحہ ۶۹۲۔ (۴) معارف القرآن جلد ۱ سورۃ البقرۃ صفحہ ۶۹۲۔

جس کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمن نے اپنے ہاتھ (دست قدرت) سے لکھ دیا تھا، جو شخص ان آیتوں کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیگا تو وہ اسکے لئے قیام لیل (یعنی تہجد) کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نمازوں کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو ایسے شخص کو جنت کے داخلہ سے صرف موت ہی روکے ہوئے ہے۔ یعنی انتقال ہوتے ہی سیدھے جنت میں چلا جائے گا (بیہقی فی شعب الایمان)

حضور اقدس[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیت الکرسی کا ثواب چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (رواہ احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[2]: مجھے چار چیزیں عرش کے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں جو کسی اور (انبیاء علیہم السلام) کو نہیں ملی وہ یہ ہیں: (۱) ام الکتاب (سورۃ فاتحہ) (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۃ البقرۃ کی آخری آیت (۴) سورۃ کوثر۔

یہ پڑھنے سے ستر ہزار فرشتے اسکے لئے دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں

سورۃ حشر کی آخری تین آیتوں کے فضائل، حضرت[3] معقل بن یسارؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت (بعد نماز فجر):

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،

تین مرتبہ پڑھے پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں صرف ایک مرتبہ پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمالیتے ہیں جو شام تک اسکے لئے مغفرت وغیرہ کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، اور اگر اس دن اسکا انتقال ہو گیا تو اسے شہادت کی موت نصیب ہوگی۔

اور جو شخص شام کے وقت (یعنی بعد نماز مغرب) اسے پڑھ لیں تو اسکو بھی یہی درجہ حاصل ہو گا یعنی ستر ہزار فرشتے اسکے لئے صبح تک استغفار و دعائیں کرتے رہیں گے۔ اور اگر اس رات اسکا انتقال ہو گیا، تو اسے شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ (ترمذی، مشکوۃ)

سورۃ حشر کی وہ آخری تین آیتیں یہ ہیں:

(۱) تفسیر مواہب الرحمن، جلد ۱ پارہ ۳ سورۃ البقرۃ صفحہ ۱۴ مفسر سید امیر علی قریشی ملیح آبادی۔ (۲) تفسیر فتح العزیز صفحہ ۲۹ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ۔ (۳) تفسیر فتح العزیز صفحہ ۹ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ۔

(۱) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝

(۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝

(۳) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (پارہ ۲۸، ع ۶، صفحہ ۹ سورۃ حشر)

آیات مذکورہ کا ماحصل: وہ ذات ہے جو خود بھی سلامت رہے اور اپنے ماننے والوں کو ہر آفات سے سلامتی کے ساتھ رکھنے والا ہے، وہ امن و امان دینے والا ہے۔ وہ ہر قسم کی بلاؤ مصائب سے نگہبانی کرنے والا ہے۔ آنے والی آفتوں کو روکنے والا ہے، اور آئی ہوئی آفتوں کو بھی دور کر دیتا ہے۔ وہ زبردست طاقت والا ہے۔ وہ جبار ہے۔ یعنی اپنے بندوں کے بگڑے ہوئے احوال کو اپنی قدرت غالبہ سے درست فرما دیتا ہے۔ وہ تمام کمالات و صفات عالیہ کا مالک اور بڑی عظمت والا ہے، وہ خالق ہے، یعنی معدوم سے موجود کرنے والا ہے (او کما قال علامہ آلوسی بغدادی فی تفسیرہ روح المعانی)

★★★★★★★★★★

اب یہاں پر غم و افکار اور بے چینی وغیرہ سے نجات، جان و مال کے تحفظ اور نقصان دہ چیزوں سے امن و امان حاصل کرنے کے لئے، قرآن و حدیث اور بزرگان دین سے منقول مفید اور مجرب اوراد و ادعیہ تحریر کر رہا ہوں:

شدت غم سے نجات کے لئے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے[۱]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کبھی غم زیادہ ہوتا تو ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے، لمبے لمبے سانس لیا کرتے تھے، اور یہ کلمات بار بار پڑھا کرتے تھے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدت غم (اور اس مقدس دعا کی تاثیر) کا پتہ چلا کرتا تھا، وہ کلمات دعائیہ یہ ہیں:

حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ.

مقدمہ میں کامیابی کے لئے اگر کوئی کسی جرم کی وجہ سے گرفتار ہو جاتا یا مقدمہ میں مبتلا ہو جاتا یا اس قسم کی کسی اور پریشانی یا مصیبت میں مبتلا ہو جاتا تو انکو قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اکثر

(۱) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۲، ۳ امام ابوبکر بخاری الکلاباذیؒ۔

یوں فرمایا کرتے تھے[1] کہ صرف: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ روزانہ پانچ سو مرتبہ بعد نماز عشاء پڑھ لیا کرو۔

اگر سوتے وقت نہ ہوسکے تو جس وقت بھی ہوسکے پڑھ لیا کرو، اور اگر ایک مجلس یا ایک ہی وقت میں نہ پڑھ سکو تو اوقات متفرقہ میں بھی پڑھ سکتے ہو، اس مقدار (پانچ سو) پوری کر کے حصول مقصد کے لئے روزانہ دعا مانگا کرو۔

اگر پانچ سو مرتبہ نہ پڑھ سکو تو کم از کم سو مرتبہ تو روزانہ ضرور پڑھ لیا کرو، اور اگر کوئی بہت ہی آلام و مصائب میں گرفتار ہوا ہو تو ایسے شخص کے لئے تعداد کی قید اٹھا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ: بس بلا تعداد ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت با وضو بے وضو جتنا بھی ہوسکے زیادہ سے زیادہ پڑھتے رہا کرو، چنانچہ سیکڑوں مصیبت زدہ لوگوں نے اس عمل کو کیا اور عموماً ہمیشہ کامیاب رہے۔

امور مہمہ میں کامیابی کے لئے اسی مذکورہ دعا کے متعلق حضرت مفتی صاحبؒ[2] تحریر فرماتے ہیں: بزرگانِ دین نے فرمایا: مذکورہ آیت کریمہ کو ایک مجلس میں بیٹھ کر ایک ہزار مرتبہ اخلاص و یقین کے ساتھ پڑھے اسکے بعد اپنے مقاصد یا امور مہمہ وغیرہ کے لئے جو دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ انکی دعا کو رد نہیں فرماتا، خصوصاً افکار و مصائب اور پریشانیوں کے وقت اسکو پڑھنا مجرب اور کامیاب عمل ہے۔

نوٹ: مذکورہ دعا میں حَسْبِيَ اللّٰہُ اور حَسْبُنَا اللّٰہُ واحد اور جمع دونوں قسم کے الفاظ کتابوں میں آئے ہیں، اس لئے جس طرح سہولت ہو پڑھ سکتے ہو۔

بے چینی کے وقت یہ پڑھا کرتے تھے[3] حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی ایسی بات پیش آجاتی جو آپکو مبتلائے غم کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رنج و بے چینی ہوتی تھی تو ایسے وقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات مقدسہ بار بار پڑھا کرتے تھے: اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّي لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (رواہ ابن جریر)

ترجمہ: اللہ! اللہ میرا رب ہے میں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اسی مذکورہ دعا کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۲۹۹ سوانح حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔ (۲) معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۴۴۔ (۳) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۶۔

نے میرے دروازہ کے دونوں بازوؤں پر اپنے دست مبارک رکھے اور ہم سے فرمایا: اے بنی عبد المطلب! جب تم پر بے چینی یا مشقت یا کوئی مصیبت اتر آئے تو ایسے وقت میں یہ دعا پڑھا کرو۔

(طبرانی و ہیثمی)[1]

اسی دعا کے متعلق ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے: حضرت عمیسؓ کی دختر نیک اختر حضرت اسماء سے روایت ہے: فرماتی ہیں کہ: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے اسماء میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں انکو پریشانی کے وقت پڑھا کرو: وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُ۔ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَاۤ اُشْرِکُ بِهٖ شَیْئاً۔ (ابوداؤد۔ ابن ابی شیبہ)

اسی مذکورہ بالا دعا کے متعلق عارف[2] نقشبندیؒ فرماتے ہیں: اگر کسی کو کوئی تکلیف پہونچے تو چالیس دن تک روزانہ کسی نماز کے بعد (یا کوئی مناسب وقت متعین کر کے) مذکورہ بالا پیغمبرانہ کلمات تین سو تیرہ (۳۱۳) مرتبہ پڑھ لیا کریں، اول آخر درود شریف، انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح عمل پیرا ہونے پر مراد پوری ہوگی۔

ہر قسم کے تفکرات سے نجات کے لئے حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح و شام اس آیت کو سات سات مرتبہ پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے ہر قسم کے غم کے لئے کافی ہو جائینگے۔ (حصن حصین)

ابن[3] نجارؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت حسینؓ سے روایت کیا ہے کہ: جو شخص صبح و شام اس آیت کو سات سات مرتبہ پڑھے گا تو اسکو اس دن اور رات میں کوئی بے چینی نہیں پہونچے گی نہ ہی کوئی مصیبت میں مبتلا ہوگا، اور نہ ہی وہ (پانی میں) ڈوبے گا۔ (روح المعانی)

حضرت[4] ابو درداءؓ نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں جو سات مرتبہ یہ دعا پڑھے اور اس آیت کا پڑھنے والا سچا ہو یا جھوٹا (یعنی اخلاص و توجہ سے پڑھے یا غفلت سے) مگر اللہ تعالیٰ اسے رنج سے کفایت کرتا ہے۔ (حاکم)

مذکورہ بالا تینوں راویوں نے جو آیت کریمہ تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے:

حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (پ۱۱ ع۶ سورۂ توبہ)

---

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۳۲۔ (۲) معراج المؤمنین صفحہ ۱۵۲ شیخ صوفی عابد میاں ڈابھیلی۔

(۳) روح المعانی (۴) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۶

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں، اسکے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔ بس اس پر بھروسہ کرنے کے بعد مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں۔

اس آیت کریمہ نے اپنے پالنہار کے دامن میں لے لیا

علامہ آلوسیؒ ایک اشکال مع جواب کے تحریر فرماتے ہیں اس چھوٹی سی آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی جملہ پریشانیوں کے لئے کیسے کافی ہوجاتے ہیں؟

جواب: یہ اس لئے کہ وہ رب ہے عرش عظیم کا اور عرش سارے نظام کائنات کا مرکز ہے جہاں سے ہر وقت دونوں جہاں کے فیصلے صادر ہوتے رہتے ہیں۔ پس جب بندہ نے اپنا ربط و رابطہ (جوڑ اور تعلق) رب عرش عظیم سے قائم کرلیا تو اب وہ مرکز نظام کائنات کے رب کی پناہ میں آگیا۔ پھر ہم وغم وغیرہ کیسے باقی رہ سکتے ہیں؟ (روح المعانی)

اسکے پڑھ لینے سے حوادثات زمانہ سے محفوظ رہیں گے[1]

حضرت ابان بن عثمانؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ صبح و شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے گا تو اس رات، دن میں اسکو کوئی چیز نقصان نہیں پہونچا سکتی، یعنی حوادثات زمانہ سے وہ محفوظ رہے گا۔

دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح و شام یہ دعا تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اسے نہ کوئی ضرر پہونچے گا اور نہ ہی کوئی ناگہانی بلا (مصیبت) پہونچے گی۔

اسی دعا کے متعلق ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے، جو شخص روزانہ صبح و شام یہ دعا تین تین مرتبہ پڑھتا رہے گا، تو منجانب اللہ پورے دن اور پوری رات ہر قسم کے مصائب و آلام سے اسکی حفاظت ہوتی رہے گی۔ مذکورہ تینوں روایتوں میں جو دعا مرقوم ہے وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (مشکوٰۃ، ابوداؤد، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

---

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۱۵۔

ترجمہ: اس اللہ کے نام سے (ہم نے صبح و شام کی) جسکے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ہر قسم کی پریشانیوں کے خاتمہ کے لئے مجرب عمل شیخ العرب[1] والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے: آنعزیز کی پریشانیوں کا حال معلوم ہوا، اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہر روز نماز فجر و مغرب کے بعد سو سو مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کریں، اول آخر چند مرتبہ درود شریف، انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کی پریشانیوں کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے:

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ارْحَمْنَا. يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنَا

ایک مرتبہ قطب[2] عالم حضرت گنگوہیؒ سے کسی نے عرض کیا کہ: حضرت میرے دشمن بہت ہیں، اور وہ بھی جان لیوا اور خون کے پیاسے ہیں، انکے لئے ایسا پڑھنا (ورد) بتلا دیجئے کہ جس سے وہ مقہور و ذلیل ہو جائے،

یہ سنکر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: کسی کے ذلیل ہونے سے تمہیں کیا فائدہ؟ ہاں تم اپنی حفاظت و تحفظ کی فکر کرو، اسکے لئے روزانہ پانچ سو مرتبہ: يَا مُؤْمِنُ پڑھ لیا کرو۔ اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے دشمنوں کے شر سے محفوظ رہو گے۔

حضرت[3] مفتی محمود گنگوہیؒ نے ایک مجلس میں فرمایا: جان و مال وغیرہ کی حفاظت کے لئے روزانہ نماز فجر کے بعد دو سو بیالیس (۲۴۲) مرتبہ: يَا حَفِيْظُ پڑھ لیا کریں، اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت رہے گی۔

مصائب و آفات سے تحفظ کی دعا حضرت بشر[4] بن ابی ارطاۃؓ نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس دعا کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ (احمد، طبرانی) دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ

(۱) امداد المشتاق صفحہ ۲۹۳ ملفوظات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔ (۲) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۲۰۲ سوانح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ (۳) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۲ صفحہ ۶۲ (۴) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۸۔

ترجمہ: اے اللہ تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا کر اور ہم کو دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچا۔

صدمہ، غم اور اضطرار کے وقت پڑھی جانے والی دعا

حضرت انسؓ سے روایت[1] ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی صدمہ، غم، کرب و اضطرار لاحق ہوتا یا کوئی بے چین کر دینے والا امر پیش آتا تھا تو ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ. بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۶ حاکم، کنز ۱۰ ابن نجار)

ترجمہ: اے ازل سے ابد تک زندہ رہنے والے۔ اے سنبھالے رکھنے والے اور قائم رہنے والے (خدا) تیری رحمت کی دہائی، میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔

تشریح: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ میں اسم اعظم کا اثر ہے۔ "حَيُّ" کے معنیٰ ہے جو ازل سے ابد تک زندہ رہنے والا ہو، اور ہر شئی کی حیات و زندگی کو وہ قائم رکھنے والا ہے۔ اور "قَيُّوْمُ" وہ ہے جو خود اپنی ذات سے بھی قائم ہو، اور تمام کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے قائم رکھنے والا ہو، اسکی رحمت کے بغیر ایک لمحہ بھی انسان نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (حضرت شاہ حکیم اختر صاحب مدظلہ)

فائدہ: استقامت علی الدین، حسن خاتمہ اور بلاؤ مصائب سے نجات کے لئے یہ دعا اکسیر ہے۔

اکابرین امت ان کلمات کو پڑھ کر دعائیں مانگا کرتے تھے

حضرت[2] ابن عباسؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کوئی تکلیف بے چینی یا غم لاحق ہو یا کوئی ضروری کام پیش آجائے تو اسکو چاہیے کہ: یہ کلمات پڑھتا رہے اس سے سب مشکلات آسان ہو جائے گی، وہ کلمات دعائیہ یہ ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. (بخاری و مسلم ترمذی)

ترجمہ: کوئی معبود نہیں مگر عظمت و حلم والا اللہ، کوئی معبود نہیں مگر وہ اللہ جو عرش عظیم کا مالک ہے، کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ اللہ جو زمین و آسمانوں اور بزرگی والے عرش کا رب ہے۔

---

(۱) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۲۰۶۔ (۲) درر فرائد صفحہ ۱۵۲، حیاۃ الصحابہ جلد ۳۔ صفحہ ۲۰۶۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا: سلف صالحین اس مذکورہ بالا دعا کو دعائے کرب، کہا کرتے تھے، اور مصیبت و پریشانی کے وقت یہ کلماتِ طیبہ پڑھ کر دعا مانگا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

بے بسی، مظلومیت اور بے سہارگی کے وقت کام آنے والی دعا

سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشہور اور دردناک واقعہ، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف تشریف لے گئے، اور وہاں توحید و رسالت کی دعوت دی اس وقت بجائے بات سننے اور قبول کرنے کے طائف کے مکینوں میں سے حکمران سے لیکر کسان تک سب لوگوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا، دست درازی کی، اُوباشوں نے مجروح و زخمی اور لہو لہان کر دیا تھا، اس وقت وہاں رات تہجد کی نماز کے بعد بارگاہ الٰہی میں اپنی بے بسی مظلومیت اور بے سہارگی کے عالم میں جو لمبی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اسکا ابتدائی حصہ جو پریشان حال و بے بس و مظلوموں کے متعلق ہے اسے یہاں تحریر کئے دیتا ہوں وہ دعا یہ ہے: (سیرۃ ہشام، قرۃ العیون)

يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ. يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.[1]

اس دعا کی برکت سے حج بیت اللہ نصیب ہوا

شیخ مقریزیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک دن مجھے علامہ کمال الدین امام دمیریؒ نے فرمایا کہ: حضرت آج رات میں نے خواب میں ایک بڑے اچھے بزرگ کو دیکھا، میں نے ان سے خواب میں ہی عرض کیا کہ: یا شیخ: مجھے حج بیت اللہ کا بہت زیادہ اشتیاق ہو رہا ہے مگر اسباب مہیا نہیں اور وسائل سے میں محروم ہوں، اس لئے اس سلسلہ میں آپ میری کچھ مدد فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔

یہ سنکر اللہ کے اس مخلص بندے نے فرمایا کہ تم اس دعا کو ہمیشہ پڑھتے رہا کرو اسکی بدولت حج بیت اللہ نصیب ہوگا۔ امام دمیریؒ فرماتے ہیں: کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی سال حج بیت اللہ کی عظیم دولت سے مشرف فرمادیا۔ وہ دعا یہ ہے:[2]

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمَنَّانُ.

(۱) مناجات مقبول، منزل ثالث صفحہ ۳۲، شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۵۰، سید منصور پوری۔

(۲) حیاۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۹۲، علامہ دمیریؒ۔

اسکے پڑھتے رہنے سے راستہ مل جایا کرتا ہے سیدنا جیلانیؒ نے لکھا ہے[1]: حضرت شیخ ابو سفیان خراسانیؒ نے ابی سعید بن ابی ردحاؒ سے روایت کی ہے: آپ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں مکہ معظمہ جانے کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ اثنائے سفر راستہ بھول گیا، اور میرے ساتھی سے بھی میں بچھڑ گیا۔ رات کا وقت تھا اس دوران میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی جس سے مجھے وحشت (گھبراہٹ) لاحق ہوئی، پھر جب میں نے اس آواز پر کان لگائے تو معلوم ہوا کہ کوئی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوا آرہا ہے۔

وہ میرے قریب آگئے اور کہنے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ تم راستہ بھول گئے، میں نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہوا ہے، اس نے کہا میں تمہیں ایک ایسی چیز سکھاتا ہوں جسکے پڑھنے سے تمہیں صحیح راستہ مل جائے گا۔ اسکے علاوہ وحشت و گھبراہٹ کے وقت وہ تیری مدد کرے گا۔ میں نے کہا ضرور سکھا دیجئے، انہوں نے فرمایا کہ وہ دعا یہ ہے:

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ ذِي الشَّانِ. (۲) عَظِيمِ الْبُرْهَانِ (۳) شَدِيدِ السُّلْطَانِ (۴) كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي الشَّانْ (۵) أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ (۶) مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ (۷) لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

حضرت ابی سعید بن ردحاؒ فرماتے ہیں: کہ جب میں نے یہ دعا پڑھنی شروع کی تو اسکی برکت سے میرے ہم سفر احباب اچانک میرے قریب دکھائی دئے، پھر جو میں نے مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تو وہ دعا سکھانے والے غائب ہو چکے تھے۔ کہیں نظر نہیں آئے۔

اسکے علاوہ شیخ ابو بلالؒ روایت کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں منیٰ میں اہل و عیال سے بچھڑ گیا میں نے بھی مذکورہ دعا پڑھنی شروع کی تو دیکھا کہ وہ میری طرف آرہے ہیں۔

گم شدہ چیز یا بھاگے ہوئے کو واپس لانے کے لئے دعا[2] حضرت جعفر خلدیؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک بزرگ حضرت شیخ ابو الحسن علی الصغیر الصوفیؒ سے گزارش کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، تو انہوں نے فرمایا کہ: اگر تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے یا اسکے علاوہ اگر تمہاری دل تمنا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میری ملاقات فلاں ـــــــ سے کرادیں، تو اسکے لئے تم یہ

(۱) غنیۃ الطالبین، صفحہ ۵۹۰ سیدنا جیلانیؒ۔ (۲) حیاۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۳۲۲ علامہ کمال الدین دمیریؒ۔

دعا پڑھتے رہا کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہاری ملاقات کرا دینگے۔ یا گم شدہ مطلوبہ چیز تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

حضرت شیخ جعفر خلدیؒ فرماتے ہیں کہ: میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو بھی دعائیں میں نے یہ پڑھ کر مانگی ہیں، وہ بھی سب قبول ہوئی ہیں۔ وہ دعا یہ ہے:

يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ،

اِجْمَعْ بَيْنِي وَبَيْنَ كَذَا.........

یہاں "کذا" کی جگہ اپنے مقاصد کا تصور کریں یا اسکا نام لیکر مانگے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نے فرمایا[1]: مفرور اور بھاگے ہوئے کی واپسی کے لئے یا معید (مع مفرور کے نام کے) لکھ کر اسے ایسی اونچی جگہ پر لٹکا دیا جائے کہ وہ ہوا کی وجہ سے ہلتا رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ مفرور واپس آجائے گا۔

بدچلنی کا علاج شہر سہارنپور سے ایک صاحب حضرت گنگوہی[2] کی خدمت میں آئے، اور عرض کیا کہ: حضرت میرا لڑکا بہت بدچلن ہے۔ گھر والے سب مال واسباب تقسیم کرانا چاہتے ہیں، مشورہ کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں کہ مال تقسیم کردوں یا نہیں؟

یہ سن کر حضرتؒ نے فرمایا کہ: نہیں تم اپنی زندگی میں کسی کو مت دو، اگر دیدیا تو پھر تم کو کوئی بھی نہ پوچھے گا ذلیل ہو جاؤ گے۔ اسکے بعد فرمایا کہ: بدچلنی بھی ایک مرض ہے اور اس کے لئے سورۂ فاتحہ کافی ہے، کسی برتن میں لکھ کر پانی سے دھو کر اسے پلایا کرو، اللہ تعالیٰ ہدایت سے نواز دینگے۔

نافرمان اولاد کے لئے آسمانی علاج قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث صاحب[3] نے ایک صاحب کے شکایت کرنے پر تحریر فرمایا کہ: پیارے، تمہارے بھائی کی (آوارگی کی) خبر سنکر قلق ہوا، تم اپنی والدہ پر لکھ دو کہ وہ یہ آیتِ کریمہ تین مرتبہ پڑھ کر ہر قسم کے کھانے، پینے کی چیزوں پر دم کر کے نافرمان اولاد کو روزانہ کھلا پلا دیا کریں، اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف، اس طرح کرتے رہنے سے اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا۔ وہ آیتِ کریمہ یہ ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○

---

(۱) مولانا محمد زکریا اور انکے خلفائے کرام جلد۱ صفحہ ۳۰۰ (۲) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۱۲۲ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۳) مولانا محمد زکریا اور انکے خلفائے کرام جلد ۱ صفحہ ۵۵ مرتب حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ۔

غربت و تنگدستی ختم کرنے کا پیغمبرانہ عطیہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: فرماتے ہیں: کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح چلا جا رہا تھا کہ میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں لے رکھا تھا۔ چلتے چلتے ہمارا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت شکستہ دل اور پریشان حال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ بھائی تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا؟

تو اس نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیماریوں، غربت اور تنگدستی وغیرہ نے مجھے حال سے بے حال کر دیا ہے۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چند کلمات بتلاتا ہوں وہ پڑھتے رہو گے تو یہ دُکھ، درد، بیماریاں اور تنگدستی وغیرہ سب جاتی رہے گی۔

یہ سنکر حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی سکھا دیجئے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھا کرو:

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ۝[1]

اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے تو اسکو اچھے حال میں پایا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا، اس نے عرض کیا کہ جب سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے یہ کلمات سکھائے تھے، اس وقت سے میں اسے پابندی کے ساتھ پڑھ رہا ہوں۔ (ابو یعلی، تفسیر مظہری)

افلاس ختم کرنے اور دیگر امور مہمہ کے لئے مجرب عمل ایک اہم اور اکسیر عمل جو ہمارے بزرگوں کے معمولات میں سے ہے، وہ یہ کہ: اگر کوئی شخص رزق کے سلسلہ میں پریشان ہے یا قرضوں میں گھرا ہوا ہے، تجارت و ملازمت میں ترقی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو ایسے پریشان کن حالات سے نمٹنے اور اس سے رہائی و خلاصی حاصل کرنے کے لئے:

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۵ صفحہ ۹، سورۂ اسراء کی آخری آیت۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت[1] حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا: افلاس و تنگدستی دور کرنے اور امور مہمہ کے لئے روزانہ صبح فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورۂ فاتحہ (مع بسملہ کے) ضرور پڑھتے رہا کریں۔ اول آخر چند مرتبہ درود شریف۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ورد تمام امور کے لئے کافی ہے۔

ناراض شوہر کو راضی کرنے کا طریقہ قطب[2] عالم۔ محدث گنگوہیؒ نے فرمایا کہ: جس عورت کا خاوند اس سے ناراض یا خفا ہو۔ اسکی طرف رغبت و توجہ نہ کرتا ہو۔ تو وہ عورت ٹھنڈے وقت یعنی صبح کے وقت (نو بجے سے پہلے) یا عصر سے عشاء تک پوری سورۂ اخلاص (مع بسملہ) سو مرتبہ روزانہ پڑھکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرے۔ اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ اس طرح عمل کرتے رہنے سے انشاء اللہ تعالیٰ شوہر بہت جلد راضی اور خوش ہو جائے گا۔ عصر سے لیکر رات سونے تک کسی وقت بھی باوضو بے وضو پڑھ سکتی ہے۔

زوجین میں محبت کے لئے حضرت شیخ الحدیث[3] صاحبؒ فرماتے ہیں: میاں بیوی میں ان بن ہو تو: یَا وَدُوْدُ پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ یا لکھ کر دے دیا جائے۔ بیوی ناراض ہو تو شوہر اسے پڑھتے رہا کریں۔ یا شوہر ناراض ہوں تو بیوی۔ رات دن چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے باوضو بے وضو پاکی ناپاکی ہر حالت میں پڑھتی رہا کریں۔

اگر میاں بیوی سے والدین (یا دو میں کوئی ایک) ناراض ہوں تو میاں بیوی دونوں: یَا جَامِعُ لکھ کر اپنے (جیب میں) رکھ لیں (یا بازو گلے میں باندھ لیں) یا جس سے ناراض ہو وہ: یَا جَامِعُ چلتے پھرتے ہر حالت میں ہر وقت پڑھتے رہا کریں۔

اسکے علاوہ: میاں بیوی کے درمیان یا رشتہ داروں کے درمیان۔ یا والدین وغیرہ میں محبت پیدا کرنا ہو تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ: میرا تجربہ ہے کہ: ایسے وقت میں یہ آیت کریمہ پڑھا کریں یا لکھ کر دیدیا کریں۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (پ ۱۰ سورۂ انفال آیت ۶۳)

(۱) امداد المشتاق صفحہ ۹۵ (۲) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۲۹۹ (۳) مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور انکے خلفاء کرام جلد ۱ صفحہ ۵۳۶

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں: خاص کر کے زوجین میں محبت پیدا کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ اکسیر ہے:

وَمِنْ آيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (پارا ۲۱ سورۂ روم آیت ۲۱)

قوتِ حافظہ کے لئے شیخ العرب[1] حضرت حاجی امداد اللہؒ نے فرمایا: قوتِ حافظہ (یادداشت) کے لئے: يَا عَلِيْمُ عَلِّمْنِیْ مَالَمْ اَكُنْ اَعْلَمُ يَا عَلِيْمُ

اسے روزانہ اکتالیس[۴۱] مرتبہ بعد نماز عصر پڑھتے رہا کرو، اور روزانہ بعد نماز فجر سورۂ فاتحہ گیارہ مرتبہ (مع بسملہ) پڑھ لیا کرو، اول آخر چند مرتبہ درود شریف، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔

حفظ قرآن کے لئے ایک عمر رسیدہ بڑے میاں دیہاتی دور سے سفر کر کے حضرت[2] تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: حضرت میں نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا ہے مگر یاد نہیں رہتا، میں بہت بھول جایا کرتا ہوں۔

یہ سنکر حضرت تھانویؒ نے فرمایا: تم روزانہ بعد نماز فجر (سلام و دعا کے بعد) ایک سو پچاس مرتبہ يَا عَلِيْمُ (اول آخر درود شریف) پڑھ کر دل (سینہ) پر دم کر لیا کرو، انشاء اللہ تعالیٰ نسیان ختم ہو جائے گا

حسب منشاء نیند سے بیدار ہونے کے لئے حضرت[3] عبد اللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے کہا کہ: حضرت میں دل میں یہ ارادہ کر کے سوتا ہوں کہ آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھوں، مگر نیند غالب آجاتی ہے جسکی وجہ سے میں اٹھ نہیں سکتا۔

یہ سنکر حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ: جب تم سونے کے ارادہ سے بستر پر جاؤ تو اس وقت سورۂ کہف کی آخری آیتیں: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً سے سورت ختم ہونے تک پڑھ لیا کرو، تو جس وقت تم بیدار ہونے کی نیت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی وقت بیدار کر دینگے۔ (مسند دارمی، ثعلبی)

زرین بن جیشؒ نے حضرت عبدہؒ کو بتلایا کہ: جو آدمی سورۂ کہف کی مذکورہ آخری آیتیں پڑھ کر

---

(۱) امداد المشتاق صفحہ ۰ (۲) حسن العزیز جلد ا صفحہ ۱۹۱ (۳) معارف القرآن جلد ۵ پارا ۱۶ سورۂ کہف صفحہ ۶۵۲۔

سو جائے تو جس وقت بیدار ہونے کی نیت کرے گا تو اسی وقت بیدار ہو جائے گا۔ حضرت عبدۃ فرماتے ہیں: کہ ہم نے بارہا اسکا تجربہ کیا تو بالکل ایسا ہی ہوتا رہا۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک مرتبہ یہ کلمہ پڑھتا ہے تو اسکے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ وہ مقدس کلمہ یہ ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ (طبرانی معجم کبیر)[1]

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کو معاف کرانے والا کلمہ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر چلنے والا کوئی بھی شخص (مسلمان) جب یہ کلمات کہتا ہے تو اسکی جملہ خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (ترمذی نسائی)

رات سوتے وقت کے اوراد

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان اپنے بستر پر سونے کے لئے پہونچتا ہے تو اس وقت ایک فرشتہ اور ایک شیطان یہ دونوں اسکی طرف لپکتے (دوڑتے) ہیں۔ شیطان اسے ترغیب دیتا ہے کہ اے سونے والے! اپنی بیداری کو برائی پر ختم کر (یعنی ذکر و تلاوت یا تسبیحات پڑھے بغیر سو جا)

اور فرشتہ اسے یوں ترغیب دیتا ہے کہ: اے سونے والے! تو اپنی بیداری کو خیر پر ختم کر (یعنی ذکر و تلاوت، استغفار وغیرہ کرتے ہوئے اللہ کا نام لے کر سو جا)

سو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہوئے سو جاتا ہے تو پھر فرشتہ اسکی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ (حصن حصین)

حدیث شریف میں آیا ہے: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی سوتے وقت یہ آیت کریمہ (ایک مرتبہ) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے ستر ہزار خلق پیدا فرمائے گا جو قیامت تک اسکے لئے استغفار (دعائے مغفرت) کرتی رہے گی۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے:[2]

---

(۱) برکات اعمال صفحہ ۸۰، وحافظ المقدسی مترجم حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی کاوی مدظلہ۔

(۲) معانی الاخبار ترجمہ مذہب مختار صفحہ ۹۰ امام ابو بکر بخاری الکلاباذیؒ۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ (پ۳ ع۱۰ سورۃ آل عمران)

رات سوتے وقت اپنے معمولات ذکر و تلاوت وغیرہ کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لیا کرو۔

اسکے بعد تین مرتبہ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ پڑھ لے۔

تو اسکی فضیلت یہ ہے کہ: رات سوتے وقت اسکو پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (رواہ مشکوۃ)

اس دعا کو پڑھنے سے اللہ تعالی خود بندے کو راضی کرے گا

حضرت ابو سلامؓ نے فرمایا: ایک صحابیؓ حمص کی مسجد میں آئے تو لوگوں نے کہا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے، راوی کہتے ہیں کہ: میں انکے پاس گیا، اور کہا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنا دیجئے جو تم نے بغیر واسطے کے براہ راست حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔

تو انہوں نے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ حدیث سنی ہے: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں کہ صبح و شام وہ ان کلمات (دعا) کو تین تین مرتبہ پڑھے گا مگر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اسکو راضی کرے۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان صبح و شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ پر اس شخص کا حق بنتا ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن راضی و خوش کر دے، وہ دعا یہ ہے:

رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا (احمد، طبرانی، ترمذی)

(۱) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۱۔

حضرت انسؓ[1] سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح و شام یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسکو (حسب خواہش عطا فرما کر) راضی فرمائے وہ دعا یہ ہے:

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ
(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) رَسُوْلًا وَّ نَبِيًّا

ترجمہ: ہم راضی ہیں اس سے کہ: اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار ہے، اور اسلام ہمارا دین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول اور نبی ہیں۔

حاشیہ مذکورہ دعا کے سلسلہ میں کافی تحقیق کرنی پڑی ہے، کیونکہ دعا کا جو اخیری جملہ ہے وہ بعض احادیث میں پہلے ہے، اور بعض میں اخیر میں ہے، یعنی کہیں "نبیاً و رسولاً" ہے، اور کہیں "رسولاً و نبیاً" ہے، اسکے علاوہ کہیں صرف "رسولاً" ہے تو کہیں صرف "نبیاً" ہے۔

بخاری و مسلم شریف کی حدیث میں حضرت[2] عمر فاروقؓ سے "و بمحمد رسولا" مذکور ہے۔ صاحب فتح الباریؒ نے بھی ابوداؤد کے حوالہ سے "وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا" لکھا ہے۔ علامہ نوویؒ نے اپنی کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ دونوں جملوں کو جمع کر کے اس طرح پڑھا جائے: نبیاً و رسولاً۔

راقم نے اس سلسلہ میں قرآن مجید کی طرف مراجعت کی تو اس سلسلہ کی تین آیات نظر سے گزری، جو اس طرح ہے:

(۱) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى إِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۝ (پا ۱۶ سورہ مریم آیت ۵۱)

(۲) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ، إِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا وَّ نَبِيًّا۝ (پا ۱۶ سورہ مریم آیت ۵۴)

(۳) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ، (پا ۱۷ سورۃ الحج آیت ۵۲)۔

مذکورہ تینوں آیات قرآنی میں "رسول" پہلے ہے اور "نبیا" بعد میں ہے، مگر حضرت علامہ شبیر[3] احمد عثمانیؒ آیت کریمہ کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے وہ نبی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے جنکو خصوصی امتیاز ہو، یا مستقل کسی امت کی طرف مبعوث ہو، یا وہ نئی کتاب اور مستقل شریعت

(۱) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۵۱۳ (۲) بخاری و مسلم ترجمان السنہ جلد ۳ صفحہ ۴۰۱۔ (۳) ترجمہ شیخ الہندؒ پا ۱۶ صفحہ ۴۱۲

رکھتے ہوں وہ حضرات رسول نبی یا نبی رسول کہلاتے ہیں۔
یہاں پر علامہ عثمانیؒ نے اخیری سطر میں تحریراً رسول نبی اور نبی رسول دونوں جملوں کو آگے پیچھے لکھ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ کیف ما اتفق پڑھ لکھ سکتے ہیں،
مگر راقم نے اسلوب قرآنی کو مد نظر رکھتے ہوئے اوپر متن میں دعا لکھی ہے، جس میں رسولا و نبیا لکھا ہے۔
الحمد للہ ، اکیسویں فصل بفضلہ تعالیٰ ختم ہوئی ، ان دونوں فصلوں میں ، مظلوم ، بے قرار ، پریشان حال ، تنگدست ، امور مہمہ میں کامیابی اور دورِ حاضر میں اکثر و بیشتر آزمائش و ابتلا میں مبتلا مسلمانوں کی پیغمبرانہ دعاؤں کے ذریعہ اشک شوئی اور پژمردہ دلوں میں امید کی کرنیں پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔
اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر لکھنے پڑھنے اور سننے سنانے والے سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق سعید عطا فرمائے ---- (آمین)

******————******

اقوال دانش

ہر ناکامی اپنے دامن میں کامیابی کے پھول لئے ہوئے ہے، شرط یہ ہے کہ کانٹوں (سوچ اور پست ہمتی وغیرہ) میں الجھ کر نہ رہ جائیں۔
محنت اور کوشش کرنا یہ ایک ایسا قدر داں (انمول) خزانہ ہے، جس سے ہر چیز حاصل کی جاسکتی ہے، اور بڑے بڑے کام سرانجام دئے جاسکتے ہیں۔

یا الٰہی تو ہمیں عامل قرآں کردے
پھر نئے سرے مسلماں کو مسلماں کردے
وہ پیمبر جسے سرتاج رُسُل کہتے ہیں
اسکی امت کو ذرا تابع فرماں کردے

بائیسویں فصل

☆ تقدیر اور تدبیر ☆

اس سے پہلے "ذلت اور محتاجی سے نجات دلانے والی دعائیں" کے عنوان سے فصل گزر چکی، اسکے بعد اب یہاں پر ایک بہت ہی اہم اور پیچیدہ مسئلہ کو آسان اور ہمت افزا شکل میں ترتیب دے کر امت کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اسکا عنوان ہے:

تقدیر اور تدبیر

اسے بھی قرآنی تعلیمات و ہدایات، احادیث نبویہ اور حاملانِ علوم نبوت کے گراں قدر اقوال سے مزین کر کے تحریر کیا گیا ہے، اسکے کچھ عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے، تقدیر کے معنیٰ اور اسکی حقیقت، توکل کے معنیٰ و مفہوم، انسان مجبورِ محض نہیں، دنیا دار الاسباب ہے، تدابیر اختیار کرنا یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، عادۃ اللہ کے خلاف ارادۃ اللہ کا ظہور، علامہ رومؒ کی عارفانہ نکتہ سنجی اور دعا کی طاقت وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت نوشتۂ تقدیر سے مایوس نہ ہو کر امکانی تدابیر کے ساتھ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے جملہ امور میں کامیابی حاصل کرنے کے طریقے تحریر کئے گئے ہیں۔

☆ یا احکم الحاکمین ☆

جملہ مسلمانوں کو قضاؤ قدر اور مقدرات پر کامل یقین اور ایمان رکھتے ہوئے سنت طریقہ کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کر کے ہمت کے ساتھ ایک کامیاب اور مثالی زندگی بنانے کی توفیق عطا فرما ــــــ (آمین)

بفضلہٖ تعالیٰ اب یہاں سے بائیسویں فصل شروع ہورہی ہے جسکا عنوان ہے "تقدیر اور تدبیر" یہ موضوع بہت ہی مشکل اور پیچیدہ ہے، اس میں زیادہ غوطہ زنی مناسب نہیں۔ مگر چونکہ اسکا تعلق دعا سے بھی ہے اس لئے دعا کے متعلق مفید اور کارآمد چیزیں اخذ کرنے میں نزاکت شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے سہل اور آسان طریقہ سے پیش کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ لکھنے اور پڑھنے والوں کو (شکوک و شبہات سے حفاظت فرماکر) صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّابِاللّٰہِ

احادیث میں آیا ہے، تقدیر پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے، اسکی تفصیلات میں پڑنا، اس میں غور وفکر کرنا اور بحث و گفتگو کرنا منع فرمادیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ بسا اوقات شیطان مسلمان کو اس طریقہ سے گمراہ کرکے اسمیں الجھا کر یا تو تقدیر ہی کا منکر بنا دیتا ہے یا پھر نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا شروع کرادیتا ہے، اور ان دونوں صورتوں میں مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ، اسلام کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ تقدیر کا منکر کافر ہے اور اس میں تاویلیں کرنے والا فاسق ہے۔

ایسے لوگوں کے کفن دفن میں نہ جاؤ

حضرت[1] عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت میں کچھ لوگ مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے لوگ اگر بیمار پڑیں تو انکی بیمار پرسی کے لئے نہ جاؤ اور اگر مرجائیں تو انکے کفن دفن میں شریک نہ ہو۔ (ابوداؤد، طبرانی، احمد)

یہ خدا کا ایک بھید ہے جسے پوشیدہ رکھا گیا ہے

منقول[2] ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے قضاؤقدر (تقدیر) کے بارے میں سوال کیا تو اسکے جواب میں حضرتؓ نے فرمایا: یہ ایک بڑا (پرُخطر) راستہ ہے اس پر نہ چلو، اس نے پھر یہی سوال کیا تو حضرت نے فرمایا: یہ ایک گہرا دریا ہے تم اس میں نہ اترو، اس آدمی نے پھر تیسری مرتبہ تقدیر کی حقیقت معلوم کرنے کے متعلق سوال کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: یہ خدا کا ایک بھید ہے، جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس لئے اسکی تحقیق و تفتیش میں مت پڑو۔ (رواہ مشکوۃ شریف)

(۱) روح المعانی، معارف القرآن جلد ۸ پارہ ۲ سورۃ قمر صفحہ ۲۲۸ (۲) مظاہر حق شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۹

اس لئے احادیثِ نبویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل و فکر کی رسائی سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جسکا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتے پر ظاہر کیا گیا اور نہ ہی اسکا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو بتلایا گیا۔

تقدیر کے معنیٰ اور اسکی حقیقت

تقدیر علمِ الٰہی کا نام ہے[1]۔ جس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان واحتمال نہیں ہوتا۔ تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے وسیع ومحیط علم کے مطابق جو کچھ بھی دنیا میں ہونے والا تھا وہ ازل میں لکھ دیا تھا۔

اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ ہر شخص اپنے ارادہ واختیار سے اچھے بُرے کام کرے گا اس تجویز (فیصلہ) کا نام تقدیر ہے۔ پھر اس تقدیر کے مطابق اس دنیا میں جو امور صادر ہوتے رہتے ہیں اسکا نام قضا ہے

انسان مجبورِ محض نہیں

تقدیر پر ایمان لانا فرض[2] ہے۔ یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ، بندہ کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، انکے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیے گئے ہیں۔ بندہ سے جو بھی عمل سرزد ہوتا ہے وہ خدا کے علم واندازہ کے مطابق ہوتا ہے لیکن یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرکے انکو عقل ودانش کی دولت سے نواز کر اسکے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کردیئے ہیں، اور ان پر چلنے کا اختیار بھی دیدیا، اور بتلادیا کہ اگر نیکی کے راستے کو اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ جس پر انعام سے نوازے جاؤگے، اور اگر بدی کے راستے کو اختیار کروگے تو یہ خدا کے غضب وناراضگی کا باعث بنکر عذاب کے مستحق ہونگے۔ (رواہ مشکوٰۃ)

تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا۔ جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے، اسکی بھلائی پر بھی اسکی برائی پر بھی۔ یہاں تک کہ یہ یقین کرلے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی، اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی۔ (ترمذی، جمع الفوائد، حضرت تھانویؒ)

حضرت سعدؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی سعادت یہ

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۳ صفحہ ۲۸، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔ حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہ۔ دار الافتاء، ناظم آباد، کراچی۔ (۲) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۶

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسکے لئے مقدر فرمادیا اس پر راضی رہے۔ اور آدمی کی محرومی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسکے لئے مقدر فرمادیا اس سے ناراض ہو۔ اور آدمی کی دوسری محرومی (کی نشانی) یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خیر (کی دعا) مانگنا چھوڑ دے (ترمذی، احمد، حضرت تھانویؒ)

یہاں تک تو تقدیر کے معنی اسکی حقیقت اور شرعی حکم وغیرہ تحریر کیا گیا۔ اب آگے اسکے متعلق قرآن مجید کی چند آیات تحریر کی جارہی ہے تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید اس سلسلہ میں ہماری کس طرح رہنمائی فرمارہا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ پا ۲۹ سورۃ القلم آیت ۱

ترجمہ: قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں[1] آیت مذکورہ کی تفسیر کے سلسلہ میں حدیث پاک میں آیا ہے۔ حضرت عبادۃ ابن صامتؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور پھر اسکو حکم دیا کہ لکھ، قلم نے عرض (دریافت) کیا کہ کیا لکھوں؟

تو حکم خداوندی یہ ہوا کہ تقدیر الٰہی (یعنی علم الٰہی کے مطابق جملہ مقدرات) کو لکھو تو قلم نے (حکم خداوندی کے مطابق) ابد تک ہونے والے تمام حالات و واقعات کو لکھ دیا (ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے[2] اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے کہا کہ لکھ چنانچہ وہ چلا یعنی لکھا جو کچھ بھی ابد تک ہونے والا ہے۔ (حدیث مرفوع)

تشریح: لوح محفوظ کی لکھت جسکو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ علم الٰہی کا مظہر ہے۔ جس طرح اسکی ذات قدیم ہے اسکا علم بھی قدیم ہے۔

دنیا میں جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب اسکے ہونے سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا مگر حروف کی شکل میں اسے لوح محفوظ پر بھی لکھ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا علم صرف کلیات تک محدود نہیں۔ بلکہ کلیات و جزئیات، ظواہر و خفایا سب پر وہ یکساں حاوی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اسکے (علم وارادہ کے) خلاف کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔

فائدہ: حاصل یہ کہ آیت مذکورہ کے متعدد فوائد میں سے سردست دو چیزیں سمجھ لینا چاہیے اول: یہ کہ علم الٰہی یعنی تقدیر کے مرکز و منبع اور محور کا پورا تعلق اور کنکشن صرف علم الٰہی کے ساتھ ہے، کائنات کے ہست و بود کا خداوند قدوس کو علم ازلی و ابدی ہے، ذرات سے لیکر ہر چھوٹی بڑی

(۱) معارف القرآن، جلد ۸ پا ۲۹ صفحہ ۵۳۰ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۹۹۔

چیز اسکے علم محیط میں محفوظ ہے۔

دوسری چیز یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنے اس لامتناہی اور لافانی علوم میں سے کچھ علوم خلیفہ خالق کے فہم و استعداد کے پیش نظر نظام کائنات کو چلانے کی خاطر لوح محفوظ میں بھی رقم کرادیا ہے اتنا سمجھ لینے کے بعد اس سلسلہ کی ایک اور آیتِ کریمہ پیش خدمت کررہا ہوں وہ یہ ہے:

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ پارہ ۲۵ سورۃ الشوری آیت ۱۲	ترجمہ: اسی کے اختیار میں ہے کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ (بیان القرآن)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ہر قسم کے تصرف کا حق انہیں حاصل ہے۔ جس میں ایک تصرف یہ ہے کہ جسکو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے۔ (بیان القرآن)

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں[1]: تمام خزانوں کی کنجیاں اسکے ہاتھ میں ہیں، اسی کو قبضہ اور اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جسکو جتنا چاہے مرحمت فرمائیں۔

اسی کو معلوم ہے کہ اپنی مخلوقات میں سے کونسی مخلوق کتنی عطا کی مستحق ہے اور اسکے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا، ہر قسم کی عطایا میں انکا طریقہ یہی ہوتا ہے۔

حضرت[2] ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پاس لوحِ محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتے رہتے ہیں، ان میں سے جو چاہتے ہیں مٹادیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں برقرار رکھتے ہیں، ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔

فائدہ: حاصل یہ کہ زمین و آسمان کے ہر قسم کے خزانے اور جملہ حوائج کی کنجیاں اس واحد احکم الحاکمین کے قبضہ قدرت میں ہے۔ عزت ذلت، امیری غریبی، بیماری تندرستی، خوشحالی اور بد حالی وغیرہ سب امور اسی کے منشا کے مطابق صادر ہوتے رہتے ہیں اس لئے ہر انسان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ مختارِ کُل ہونے کی وجہ سے انہیں سے اپنی ہر قسم کی ضروریات کو مانگتے رہا کریں۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۳۹	ترجمہ: خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کردیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں

اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے۔ (بیان القرآن)

---

(۱) تفسیر عثمانی پارہ ۲۵ سورۃ الشوری صفحہ ۶۴۳ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۳ صفحہ ۵۱

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں[1]: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے، جسے چاہے باقی رکھے، جس قوم کو چاہے مٹائے جسے چاہے اسکی جگہ جمادے، غرض ہر قسم کی تبدیل و تغیر، محو و اثبات اسی کے ہاتھ میں ہے۔ قضاو قدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور سب تفصیلات و دفاتر کی جڑ جسے "ام الکتاب" کہا جاتا ہے اسی کے پاس ہے۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں[2]: سال بھر کے امور مقرر کر دیئے، لیکن وہ بھی اختیار سے باہر نہیں جو چاہا باقی رکھا، جو چاہا بدل دیا، سوائے چند امور شقاوت و سعادت اور موت و حیات وغیرہ کے، کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے، ان میں تغیر نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: دنیا میں ہر چیز کا تعلق اسباب سے ہے بعض اسباب ظاہر ہیں اور بعض اسباب چھپے ہوئے ہیں۔

اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہیں اسکی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے، جب چاہیں ویسی ہی رکھیں۔ اسکے علاوہ ہر چیز کا ایک اندازہ علم الٰہی میں ہے، جو ہرگز نہیں بدلتا یہ دو تقدیریں ہوئیں، ایک بدلتی ہے اسکو معلق کہتے ہیں اور ایک نہیں بدلتی اسے مُبرم کہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانیؒ)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا[3]: قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق مخلوقات کی تقدیریں اور ہر شخص کی عمر، رزق اور پیش آنے والی راحت یا مصیبت اور ان سب چیزوں کی مقداریں اللہ تعالیٰ نے ازل میں مخلوقات کی پیدائش سے بھی پہلے لکھدی ہیں چنانچہ مشہور حدیث ہے:

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے[4]: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق پانچ چیزیں لکھ کر فارغ ہو گیا: (۱) اسکی عمر کتنی ہو گی (۲) اسے رزق کتنا ملے گا (۳) وہ کس قسم کے اعمال کرے گا (۴) اسکے دفن ہونے کی جگہ (قبر) کہاں بنے گی (۵) اور یہ کہ (انجام کے اعتبار سے) سعید ہو گا یا شقی (احمد، بزاز، کبیر، اوسط)

وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ: یعنی اصل کتاب جسکے مطابق محو و اثبات کے بعد انجام کار عمل ہونا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) تفسیر علامہ عثمانیؒ پا ۱۳ ع ۱۲ سورۃ الرعد آیت ۳۹ صفحہ ۳۳۲ (۲) ابن کثیر جلد ۳ پا ۱۳ صفحہ ۵۱ (۳) معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۰۳ (۴) جمع الفوائد، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۶۸۔

ایک اشکال حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے سوال کا خلاصہ ۔ ایک طرف تو خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ ، یعنی میرا قول (بات ،فیصلہ) کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا ۔ اسکے علاوہ لوحِ محفوظ کی نوشتہ تقدیر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسمیں لکھی ہوئی چیزوں میں کوئی ردو بدل نہیں ہوسکتا۔

تو دوسری جانب بہت سی احادیث صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال سے انسان کی عمر اور رزق بڑھ جاتے ہیں ، بعض اعمال سے گھٹ جاتے ہیں ، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ صلہ رحمی عمر میں زیادتی کا سبب بنتی ہے ، اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ بعض اوقات آدمی کوئی ایسا گناہ کرتا ہے جسکی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے رزق اور عمر بڑھ جاتی ہے ۔ اسکے علاوہ ترمذی کی حدیث پاک میں ہے: لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ ، یعنی تقدیرِ الٰہی کو کوئی چیز دعا کے علاوہ ٹال (بدل) نہیں سکتی وغیرہ۔

ان تمام روایات صحیحہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عمر یا رزق وغیرہ کسی کی تقدیر میں لکھ دیئے ہیں وہ بعض اعمال کی وجہ سے کم یا زیادہ ہوسکتے ہیں ، اور اسی طرح دعا کی وجہ سے نوشتہ تقدیر جیسی چیز بھی بدلی جاسکتی ہے[1]۔

اشکال کا جواب مذکورہ سوال کے جوابات مختلف اکابرین نے دیئے ہیں جنکا حاصل تو قریب قریب ایک جیسا ہی ہے مگر اہل اللہ و بزرگانِ دین کی زبان و قلم میں تاثیرات بھی ہوتی ہے اس لئے انکی بات بھی پوری نقل کرتا چلوں ، شاید کسی کی بات کسی کے دل میں سما جائے اور تقدیر کے متعلق شیطانی وساوس و خطرات کا قلع قمع ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔

حضرت[2] مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: آیتِ کریمہ میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ، عمر ، رزق ، مصیبت اور راحت وغیرہ جو تغیر و تبدل کسی عمل یا دعا کی وجہ سے ہوتا ہے ، اس سے مراد وہ کتاب تقدیر ہے جو فرشتوں کے ہاتھ یا انکے علم میں ہے ۔ اسمیں بعض اوقات کوئی حکم کسی خاص شرط پر معلق ہوتا ہے جب وہ شرط نہ پائی جائے تو یہ حکم بھی نہیں رہتا۔

اور پھر یہ شرط بھی بعض اوقات تو تحریر میں لکھی ہوئی فرشتوں کے علم میں ہوتی ہے ، بعض

(۱-۲) معارف القرآن جلد ۵ پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۳۹ صفحہ ۲۰۲

اوقات لکھی نہیں ہوتی، صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے۔ اس کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ اس میں آیت کریمہ کے مطابق محو و اثبات ہوتا رہتا ہے۔

لیکن آیت کے آخری جملہ ، وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ نے یہ بتلادیا کہ اس تقدیر معلق کے اوپر بھی ایک تقدیر مبرم ہے جو ام الکتاب میں لکھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ صرف علم الٰہی کے لئے مخصوص ہے اس میں وہ احکام لکھے جاتے ہیں جو شرائط اعمال یا دعا کے بعد آخری نتیجہ کے طور پر ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ محو و اثبات اور کمی بیشی سے بالکل بری ہے۔ (ابن کثیر)

ملا علی قاریؒ کا جواب شارح[1] مشکوۃ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: لوح محفوظ کے اعتبار سے قضاء دو قسم پر ہے۔ (۱) قضائے مبرم اور (۲) قضائے معلق۔ یعنی قضائے مبرم میں جو بات لکھ دی گئی ہے اس میں تو تبدیلی نہیں ہوتی، اور قضائے معلق یعنی جو امور اسباب پر معلق ہیں اس میں اسباب کے اختیار اور عدم اختیار کے اعتبار سے تغیر ہوتا رہتا ہے۔ باقی اللہ جل شانہٗ کا علم محیط ہے اس میں ذرہ برابر تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا۔

مجدد الف ثانیؒ کا جواب مذکورہ آیت کے متعلق حضرت[2] مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: اے میرے بھائی آپ کو معلوم ہوجانا چاہئے کہ قضاء کی دو قسمیں ہیں، ایک قضائے معلق دوسری قضائے مبرم۔ قضائے معلق میں (اسباب و تدابیر کے نتیجہ میں) تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ۔ یعنی میرا قول (فیصلہ) کبھی تبدیل نہیں ہوتا یہ آیت قضائے مبرم کے متعلق ہے۔ مگر قضائے معلق کے متعلق فرماتے ہیں: يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ یعنی جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، اور اسکے پاس ام الکتاب ہے۔

پوری بحث کا خلاصہ تقدیر کے متعلق مذکورہ بالا ساری تحریروں کا جامع خلاصہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریر میں آگیا۔ تقدیر کی دو قسمیں ہیں، دونوں کا ثبوت دو آیتوں میں ہیں ایک آیت کا تعلق تقدیر مبرم کے ساتھ ہے، جبکہ دوسری آیت کا تعلق تقدیر معلق کے ساتھ ہے۔

اور اس تقدیر معلق کا کشمکش اور جوڑ، تدابیر، کردار، اعمال دعاء، اور اسباب کے ساتھ خاص ہے۔ مَنْ جَدَّ وَجَدَ جو باہمت کوشش کرے گا وہ منزل کو پالے گا۔ اور جو کاہل کم ہمت ہاتھ پر ہاتھ دھرے

(۱) زاد الصابرین صفحہ ۵۵ حضرت مولانا ہاشم جوگواڑی صاحب مدظلہ (۲) مکتوب ۲۱، مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ا صفحہ ۲۶۵

بیٹھا رہے گا وہ اصول کے تحت خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ کا مرتکب ہو گا۔ بیشک نتیجہ اور فیصلہ خداوند قدوس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

مگر آیتِ کریمہ اور احادیث نبویہ ہمیں پکار پکار کر اس بات کی طرف آمدہ کر رہی ہیں کہ قسمت اور تقدیر کی آڑ لیکر تدابیر و اسباب اور وسائل کو چھوڑ کر بیکار نہ بیٹھے رہیں۔ بلکہ بقدر طاقت و ہمت اسباب کو اختیار کر کے امکانی سعی کے بعد کامیابی اور ناکامی کا مدار صرف تدبیر اور اسباب و وسائل کو نہ سمجھتے ہوئے اس مسبب الاسباب کی ذات عالی پر نظر، یقین اور بھروسہ کرنے کے بعد اب مقاصد میں کامیابی کے لئے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ دعا میں مشغول ہوں، تدابیر کے بعد اس طرح تڑپ کر دعائیں مانگتے رہنے پر اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے ساتھ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرماتے رہتے ہیں۔ یہ ہے تقدیر معلق کا خلاصہ۔

یہاں تک قرآن و احادیث صحیحہ کی روشنی میں مقدرات و مدبرات کے سلسلہ میں کچھ تشریحات لکھنے کے بعد متقدمین میں سے دو عظیم اہل اللہ کے اس سلسلہ کے علمی فیضان کو بھی تحریر کرتا چلوں جنکا تعلق انہیں امور کے ساتھ ہے۔ وہ دو بزرگ غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ ہیں۔

سیدنا جیلانیؒ کا مقام عالی حضرت مجددؒ[1] کے زمانہ میں ایک صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ جن سے بہت فیض جاری تھا۔ اسکے باوجود حضرت مجدد صاحبؒ پر انکے متعلق یہ مکشوف ہوا کہ اسکا خاتمہ شقاوت پر ہو گا اس لئے آپ نے اسکے لئے دعا کرنا چاہی مگر ڈرے (خوف پیدا ہوا) کہ انکے لئے دعا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی تو کہیں نہ ہو جائے کہ نوشتۂ تقدیر مکشوف ہو جانے کے بعد اس (نوشتہ) کے خلاف دعا کرتا ہے۔ مگر پھر سیدنا جیلانیؒ کا مقولہ (ملفوظ) یاد آگیا وہ یہ کہ: حضرت جیلانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: میں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے کہہ کر (یعنی دعا کے ذریعہ) شقی کو سعید (بد بخت کو نیک بخت) کرا سکتا ہوں، اس ارشاد پر حضرت مجددؒ کو بھی ہمت ہوئی کیونکہ معلوم ہو گیا کہ ایسی دعا کرنا خلاف ادب نہیں۔

چنانچہ پھر تو آپ نے اسکے لئے گڑگڑا کر دعائیں کرنا شروع کر دی اور پوری کوشش کی کہ کسی طرح اس صاحب سلسلہ بزرگ کی شقاوت مبدل بسعادت ہو جائے، یہاں تک کہ دعا کرتے کرتے

---

(۱) اشرف الجواب حصہ ۲ صفحہ ۲۰ حضرت تھانویؒ۔

بالآخر کامیابی ہوئی اور پھر مکشوف ہوگیا کہ انکے لئے بار بار دعا کرتے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکی شقاوت کو سعادت سے بدل دیا تب آپ کو چین آیا۔

تقدیر کس طرح بدل گئی؟ خیر مذکورہ واقعہ تو ہوگیا مگر اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ تقدیر کس طرح بدل گئی؟ جبکے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ مگر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس شبہ کا جواب بھی خود ہی دیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے:

بعض امور کے متعلق لوحِ محفوظ میں اطلاق ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ کسی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے مگر وہ قید لوح محفوظ میں مذکور (لکھی ہوئی) نہیں ہوتی بلکہ وہ علم الٰہی میں ہوتی ہے۔

تو اس شخص (بزرگ) کے متعلق لوح محفوظ میں تو صرف اتنا ہی تھا کہ اسکا خاتمہ شقاوت پر ہوگا مگر علم الٰہی میں اسکے ساتھ ایک قید تھی یعنی بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مقبول بندہ اسکے لئے دعا کرے۔

سو یہ واقعہ تقدیر کے خلاف نہیں ہوا۔ کیونکہ اصل میں تقدیر علم الٰہی کا نام ہے۔ اسی لئے یہ حضرات "ام الکتاب" کی تفسیر علم الٰہی سے کرتے ہیں کیونکہ اس میں تغیر و تبدل کبھی نہیں ہوسکتا۔

پس در اصل ام الکتاب وہی ہے۔ گو لوح محفوظ بھی کتاب المحو و الاثبات کے اعتبار سے ام الکتاب ہے کیونکہ لوح محفوظ میں اتنا تغیر و تبدل نہیں ہوتا جتنا کہ کتاب المحو و الاثبات میں ہوتا ہے مگر فی الجملہ تغیر اس میں ہوسکتا ہے اور ہوتا بھی ہے۔ اور جو تقدیر علم الٰہی کے درجہ میں ہے اسمیں اسکا اصلاً (بالکل) احتمال نہیں ہوسکتا، پس حقیقت کے اعتبار سے ام الکتاب وہی ہے۔[1]

کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں مگر مجھے ہے حضرت مجدد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

حضرت محی الدین عبد القادر جیلانیؒ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ مقتضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں مگر مجھے ہے، اگر چاہوں تو اس میں بھی تصرف کردوں۔

حضرت مجدد صاحبؒ سیدنا جیلانیؒ کے اس قول پر بہت تعجب فرمایا کرتے تھے اور اسے بعید از فہم فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں: کہ مذکورہ قول ایک عرصہ تک اس فقیر کے ذہن میں رہا یہاں تک کہ حضرت حق جل مجدہ نے اس حقیقت کے انکشاف کی دولت سے مجھے مشرف فرمادیا۔

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ ایک دن ایک بلیہ (مصیبت) کے دفع کرنے کے درپے

(۱) اشرف الجواب حصہ ۲ صفحہ ۱۴۰ حضرت تھانویؒ۔ (۲) مکتوب ۲۱۷ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۶۵

ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی، اس وقت بڑی عاجزی اور خشوع کے ساتھ التجا کی تو معلوم ہوا کہ لوحِ محفوظ میں اس امر کی قضا (یعنی بلیہ کے دفع ہونے کا فیصلہ) کسی امر (دعا وغیرہ) سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں (یعنی دعا وغیرہ سے بھی یہ بلیہ ٹلے گی نہیں)

حضرت مجددؒ کا مکاشفہ حضرت[1] مجددؒ فرماتے ہیں: مذکورہ انکشاف سے تو مجھے بڑی ہی یاس اور ناامیدی ہوئی، مگر ساتھ ہی حضرت جیلانیؒ کی بات بھی یاد آتی رہی چنانچہ پھر ہمت کر کے دوبارہ بڑی عاجزی، تضرع کے ساتھ ملتجی اور متوجہ ہوا تب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس فقیر پر منکشف فرمایا کہ:

قضائے معلق کی دو قسم ہے: ایک وہ قضا ہے جسکا معلق ہونا لوحِ محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو بھی اس پر اطلاع دی ہے۔

اور دوسری وہ قضا ہے جسکے معلق ہونے کا علم صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوحِ محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔

اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے: پھر معلوم (مکشوف) ہوا کہ حضرت جیلانیؒ کی بات بھی اسی اخیری قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔

کیونکہ اس میں تصرف و تبدل، عقلی و شرعی ہر اعتبار سے محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع (علم) ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کرینگے۔

اور اس آفت اور مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں (جو قضائے مبرم کی صورت کی شکل میں ہے) پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع (ختم) فرما دیا۔

نوٹ: حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاشفہ سے مقدرات کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہے (۱) پہلی قسم قضائے مبرم حقیقی ہے انکا تعلق علم الٰہی کے ساتھ ہے اس میں کسی حال میں بھی کمی بیشی اور تبدیلی نہیں ہو سکتی (۲) دوسری قسم قضائے مبرم صوری ہے یہ لوح محفوظ میں مرقوم ہوتی ہے مگر اس میں بعض کاموں کے بننے نہ بننے کا تعلق بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے مگر ان شرائط کا علم مرقوم نہیں ہوتا بلکہ علم الٰہی میں ہوتا ہے اسکے باوجود اسمیں تبدیلی ہو سکتی ہے، سیدنا جیلانیؒ کے

(۱) مکتوب ۲۱، مکتوبات مجدد الف ثانیؒ۔ جلد ا صفحہ ۲۶۵

فرمان کا تعلق (بقول حضرت مجددؒ) اس قضائے مبرم صوری کے ساتھ ہے۔ (۳) اور تیسری قسم، قضائے معلق مرقوم فی لوحِ محفوظ ہے، اس میں بہت سی چیزوں کا تعلق شرائط (یعنی تدابیر اور دعا وغیرہ کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ حقیقتہ واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

مکاشفات اصول فقہ کے آئینہ میں یہ بات ذہن نشین فرمالی جائے کہ، مکاشفات، مبشرات اور الہامات وغیرہ، یہ سب اپنی جگہ بالکل صحیح اور قابل صد احترام، مگر شریعت مطہرہ میں کسی چیز کے جواز، عدم جواز وغیرہ کے لئے اسے دلیل اور حجت نہیں بناسکتے۔

ہاں مبشرات وغیرہ شاید معین تو ہوسکتے ہوں مگر اس پر مسائل مرتب نہیں ہوسکتے۔ مزید تحقیق، محقق اور متبع سنت علماء ربانی سے فرمالی جائے۔

الحمد للہ، تقدیر اور اسکی قسموں کے متعلق کچھ ضروری باتیں تحریر کی گئیں، اب یہاں سے تدابیر اور توکل کی حقیقت اور اسکے معنیٰ و مطلب کی کچھ وضاحت کی جارہی ہے۔ اس فصل کے قائم کرنے کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۝ پ۴ آل عمران آیت ۱۵۹

ترجمہ: اور ان سے خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے، پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا پر اعتماد کیجئے، اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنیوالوں سے محبت فرماتے ہیں۔ (بیان القرآن)

آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: مشورہ اور عزم کے بعد جو توکل کا حکم فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ تدبیر توکل کے منافی نہیں ہے (بلکہ) مشورہ اور عزم کا تدبیر میں داخل ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور توکل کا یہ مرتبہ کہ باوجود تدبیر کے اعتقاداً اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے۔ یہ ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے۔ (بیان القرآن)

اسباب و تدابیر اختیار کرنا یہ انبیاء علیھم السلام کی سنت ہے اسکی مزید تشریح فرماتے ہوئے حضرت مفتی[1] صاحب فرماتے ہیں: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ توکل ترکِ اسباب اور ترکِ تدبیر کا نام نہیں، بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا یہ سنت انبیاء علیھم السلام اور تعلیمات قرآن کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ کہ، مذکورہ آیتِ کریمہ میں ہر قسم کے مقاصد حسنہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے امکانی

(۱) معارف القرآن جلد ۲ سورۃ آل عمران صفحہ ۱۵۹۔

تدابیر اور کوشش نہ کرنا اسے انبیاء علیہم السلام کی سنت اور تعلیمات قرآنی کے خلاف ہونا قرار دیا ہے۔

اس لئے اول وہلہ میں اسباب و تدابیر کو اختیار کیا جائے اسکے بعد اعتماد و بھروسہ اس مسبب الاسباب پر کیا جائے۔ یہاں پر مشورہ اور پختہ عزم و ارادہ کے عمل میں لانے کو منجملہ تدابیر کے ایک تدبیر لکھا گیا ہے۔

توکل کے معنیٰ و مفہوم توکل کا وہ مفہوم جو احادیث صحیحہ کے موافق اور محققین صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق ہے۔ تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید احمد شہید صاحبؒ فرماتے ہیں: دنیا و آخرت کے تمام معاملات میں سعی اور کوشش کرنے اور اسباب کو اپنانے کے باوجود مسبب حقیقی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرے۔ صرف اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اسباب مہیا ہوجانے کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم سمجھے

حدیث پاک میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی[1] سے فرمایا: اونٹ کو رسی میں باندھ دے پھر توکل کر۔ (ترمذی)

تشریح: توکل کا مفہوم یہ نہیں کہ دنیا و آخرت کے اسباب کو ترک کر دے اور یہ سوچ کر گوشہ نشین ہو جائے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے وہ سب خزانۂ غیب سے ملے گا۔ اور اس طرح بیٹھ کر بیوی بچوں کو ہلاکت میں ڈال دے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ اسباب کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اگر بلا کچھ کئے دھرے روزی مل جایا کرے تو تمام دنیا کا نظام ہی معطل ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے اپنی بساط کے مطابق کچھ ہاتھ پیر ہلائے۔ محنت و کوشش کرے اسکے بعد اللہ تعالیٰ پر نظر اور بھروسہ کرے۔ بغیر امکانی سعی کے بیٹھے رہنے کو توکل نہیں کہتے۔

دو گمراہ فرقے حضرت[2] ابن عباسؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں دو فرقے (دو گروہ) ایسے ہیں جنکو اسلام کا کچھ بھی حصہ نصیب نہیں ہے۔ اور وہ "مرجیہ" و "قدریہ" ہیں۔ (رواہ ترمذی)

---

(۱) ابن ماجہ، اخرج عراقی، خیر السالک صفحہ ۴۴ مولانا محمد ظاہر صاحب خلیفہ سید احمد شہیدؒ (۲) مظاہر حق جلد ا صفحہ ۱۰۱

تشریح: مرجیہ (جبریہ) کے عقائد اور اعتقادات یہ ہیں کہ: اعمال کے سلسلہ میں یہ اسباب کے قائل نہیں ہے۔ یہ فرقہ اپنے آپ کو بے اختیار اور مجبور محض سمجھتا ہے۔ یہ سراسر آیاتِ قرآنی کے خلاف ہے۔

دوسرا فرقہ قدریہ ہے انکے عقائد و اعتقادات یہ ہیں کہ: اعمال کرنے میں تقدیر الٰہی (مقدرات) کو کسی قسم کا کوئی دخل، تعلق اور واسطہ نہیں ہے بلکہ اپنے افعال و اعمال کے کرنے میں وہ اپنے آپ کو مختارِ کل اور قادرِ مطلق سمجھتے ہیں۔

مذکورہ فرقوں کے (مقدرات کے خلاف) اس قسم کے اعتقادات رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ اسلامی نقطۂ نظر سے اپنے اپنے مسلک میں راہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں، اس لئے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قسم کے اعتقادات رکھنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ مقدرات اور اسباب و تدابیر دونوں میں راہ اعتدال کو چھوڑنے کی وجہ سے گمراہی کے دلدل میں جا گرے۔

فائدہ: مذکورہ حدیث مقدسہ سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے آپ کو نہ مختارِ کل اور نہ مجبورِ محض سمجھے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں، حسب طاقت، اسباب و تدابیر کو کام میں لانے کے بعد مقاصد حسنہ میں کامیابی کے لئے نظر اور بھروسہ خداوند قدوس کی ذات عالی پر رکھے۔

عادت اللہ یہی چلی آرہی ہے کہ محنت و کوشش کرنیوالوں کے ساتھ، وہ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرماتے رہتے ہیں۔

عند اللہ، باہمت، بلند حوصلہ مسلمان کا مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1]: اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتے، اس لئے اول کوشش کرو جب بالکل عاجز (بے بس) ہو جاؤ تب کہو: حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ تدبیر اور رضا بتقدیر میں کسی قسم کا کوئی ٹکراؤ اور معارضہ نہیں ہے۔

دوسری حدیث[2] میں یہی مضمون اس طرح وارد ہوا ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوی مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور (کم ہمت) مسلمان سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے۔ اور یوں تو دونوں ہی اچھے ہیں۔ پھر فرمایا: اپنے نفع کی چیز کو کوشش سے

---

(۱) الافاضات یومیہ حصہ ہفتم صفحہ ۲۲، ملفوظات حضرت تھانویؒ (۲) مظاہر حق شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱

حاصل کرو اور (کوشش کے بعد) اللہ تعالیٰ سے (دعا کے ذریعہ) مدد چاہو اور ہمت نہ ہارو۔
اور اگر تجھ پر کوئی تکلیف دہ واقعہ پڑ جائے تو یوں مت کہو کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ہو جاتا بلکہ ایسے وقت میں یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی، اس نے یہی مقدر فرما دیا تھا، اس لئے جو منظور تھا وہ اس نے کیا، ایسے وقت میں اگر مگر کہنے سے شیطانی خیالات (اور وساوس) کا دروازہ کھلتا ہے۔ (مسلم شریف، جمع الفوائد)۔

فائدہ: مذکورہ حدیث پاک میں بہت سی باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ قوی یعنی باہمت بلند حوصلہ، مستعد اور مدبر مسلمان کی تعریف کی گئی ہے۔ اسکے بعد فرمایا: ضروریات زندگی کے حاصل کرنے میں ہمت نہ ہارے پیہم جہد مسلسل کرتے رہیں اور اس میں کامیابی کی دعا بھی کرتے رہیں۔

ان سب چیزوں کو بروئے کار لانے کے بعد بھی خدانخواستہ، نوشتۂ ازلی کے مطابق کامیابی نہ ہو تو یوں نہ کہنے لگ جائیں کہ اگر ایسا کرتا تو ایسا ہوتا۔ کیونکہ اس طرح کہنا یہ شیطانی حربہ ہے، جو مرضیات الٰہیہ کے خلاف ہے۔

ہم تدابیر کے تو مکلف ہیں۔ مگر نتیجہ اور حسب منشاء امور کے ہو جانے کا تعلق مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ اور وہ حاکم بھی ہے اور حکیم بھی۔ اس لئے ہمارے لئے خیر اور بہتری اسی میں ہوگی جو اس احکم الحاکمین نے ہمارے لئے فیصلہ فرمایا ہے۔ لھذا اگر مگر کرنے کے بجائے مرضیات خداوندی پر راضی رہنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تدبیر کے ساتھ توکل کو جمع کرنا

ایک واقعہ حدیث پاک میں آیا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل اور دعا کے ساتھ تدبیر کو کس طرح جمع فرمایا۔ حدیث پاک میں ہے: ایک صحابی جنکا نام حضرت مقدادؓ ہے یہ مسافرانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ انکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بتلادی تھی، کہ انکا دودھ نکالکر اسمیں سے کچھ حصہ تو خود پی لیں، کچھ اپنے ساتھیوں کو پلادیا کریں، اور کچھ حصہ ہمارے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) لئے رکھ دیا کریں۔
وہ صحابی روزانہ اس طرح کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے میں کچھ دیر لگ گئی

(۱) تسہیل المواعظ جلد ۱ صفحہ ۵۲۲ مواعظ حضرت تھانویؒ۔

تو حضرت مقداد یہ سمجھے کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں دعوت میں تشریف لے گئے ہونگے، یہ خیال کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ بھی وہ خود ہی پی گئے۔

مگر جب پی چکے تو اس وقت یہ خیال آیا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کسی وجہ سے آنے میں دیر ہو گئی ہو، اور کچھ کھایا پیا نہ ہو، تو اب کیا ہوگا؟ اس خیال سے انہیں ایسی بے چینی ہوئی کہ کروٹیں بدلتے رہتے تھے، مگر نیند نہیں آتی تھی۔

اسی فکر میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی عشاء کے بعد تشریف لائے اور عادت شریفہ کے مطابق سلام کر کے سیدھے دودھ والے برتنوں کی طرف چلے، وہ صحابی یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمیں دودھ نہ ملا اور حال یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگنے کی وجہ سے کھانے کی بھی حاجت تھی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو عادتِ شریفہ کے مطابق پہلے کچھ نفل نمازیں پڑھیں اور نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے اور یوں دعا فرمائی کہ: یا اللہ! جو مجھے کھانا کھلائے آپ انہیں کھانا کھلائیں،

بس تو یہاں دیکھئے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل کے ساتھ ظاہری سبب کو کیسے عمدہ طریقہ سے جمع فرمایا، اول تو یہ ظاہر کر دیا کہ کھانا عموماً اسی طرح ملتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں لے آئے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا اس طرح فرمائی کہ: یا اللہ جو مجھ کو کھانا کھلائے اسکو آپ کھانا کھلائیے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد دعا سے یہ تھا کہ کوئی شخص کھانا لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلائے، اس دعا کو سننے کے بعد وہ صحابی اٹھے اور اگرچہ بکریوں کا دودھ وہ پہلے نکال چکے تھے، مگر یہ بھی یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی ہوگی، اس لئے وہ برتن لے کر بکری کے نیچے بیٹھ گئے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بکریوں نے اس قدر دودھ دیا کہ پھر دوسری مرتبہ بھی برتن بھر گئے، اسے لیکر وہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا،

اس واقعہ سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے ساتھ تدبیر اور ظاہری سبب کی کیسے عمدہ طریقہ سے رعایت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ، نہ دعا کے بھروسہ پر تدبیر کو

چھوڑ دے اور نہ ہی تدبیر کا ایسا ہو رہے کہ خدا پر بھروسہ نہ رہے۔ بلکہ دعا اور تدبیر دونوں کرنی چاہئے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل (مسنون) طریقہ رہا ہے۔

جو کچھ ہوتا ہے وہ کچھ نہ کچھ کرنے سے ہوتا ہے

حضرت شیخ الحدیث صاحب[1] فرماتے ہیں: دعا سے تو مجھے کبھی انکار نہیں ہوتا، مگر ساتھ ہی محض دعا سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے وہ کچھ نہ کچھ کرنے سے ہوتا ہے۔ دعائیں معین تو ہوتی ہیں لیکن بغیر کچھ کئے محض دعا سے کچھ ہو جاتا تو تم ہی سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کس کی دعا ہو سکتی ہے؟ اور اگر محض دعا سے کچھ ہو جاتا تو دنیا میں کوئی بھی کافر نہ رہتا۔

اس لئے جہاں تک ہو سکے عبادات پر اہتمام کے ساتھ مداومت اور معاصی سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کوشش (زندگی کے ہر شعبہ میں) کرتے رہا کریں، ان اعمال کے ساتھ دعائیں کارگر ہوتی ہیں۔

تدبیر کے بعد دعا کی جائے

حضرت تھانوی[2] فرماتے ہیں: اسکا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ تدبیر (کوشش) بھی کی جائے اور دعا بھی۔ یہ نہ ہو کہ بلا تدبیر کے صرف دعا ہی پر بھروسہ کر لیا جائے۔ مثلاً: کوئی شخص اولاد کی آرزو رکھتا ہے اسے چاہئے کہ پہلے شادی کرلے پھر (حسب طریقہ) حقوق زوجیت ادا کرے اسکے بعد دعا کرے۔ اور اگر یوں ہی چاہے کہ بغیر شادی کئے ہی اولاد ہو جائے تو یہ نادانی ہے۔

کاشت کار کے اوصاف حمیدہ

اسباب[3] کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کے سلسلہ میں اہل اللہ کھیتی کرنے والوں کی مثال دیا کرتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہ کھیتی کرنے والوں میں توکل کی شان زیادہ پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ یعنی آسمان میں تمہارے لئے رزق ہے اور جسکا وعدہ کیا گیا ہے۔ گویا رزق ملنے کی جگہ آسمان ہے اس وجہ سے کاشت کار کی نظر ہمیشہ آسمان (سے بارش برسنے) کی طرف اٹھی رہتی ہے، اسکا دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگا رہتا ہے، اسکے ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلے رہتے ہیں اور زبان سے دعائیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح کاشت کار کو متوکلین کے اوصاف حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

---

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور انکے خلفاء کرام جلد ۱ صفحہ ۲۱۱ مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ۔

(۲) تسہیل المواعظ جلد ۱ صفحہ ۵۳۴ حضرت تھانویؒ۔ (۳) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۵۸۵۔

اسکے علاوہ حضرت مفتی صاحبؒ[1] فرماتے ہیں: آسمان میں رزق ہونے سے مراد آسمان میں لوحِ محفوظ کے اندر لکھا ہونا مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر انسان کا رزق اور جو کچھ اس سے وعدے کئے گئے اور اسکا جو کچھ انجام ہوتا ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت[2] ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رزق کو کھیتیوں (زمین) میں تلاش کرو۔

تشریح: شیخؒ فرماتے ہیں: یہ اس لئے کہ دانہ کو زمین میں ڈال کر چھپا دیا جاتا ہے اس طرح سے زمین اسکے لئے خیمہ (اجنبیہ) ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب رزق میں سے کھیتی کو اس وجہ سے خاص فرمایا کہ اس میں توکل زیادہ ہے باوجودیکہ کاشتکار محنت ومشقت کرتا ہے۔ لیکن اسکی نظر قضا وقدر کی طرف زیادہ رہتی ہے اور اسکی امید زیادہ تر اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ رہتی ہے۔ کیونکہ آسمان سے بارش کا ہونا، سورج کا نکلنا اسکی دھوپ کا کھیتیوں پر گرنا وغیرہ، یہ سب وہ چیزیں ہیں جنکا تعلق بندہ کے کسب ومحنت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکے اختیار سے ہے۔

فائدہ: ظاہری طور پر اناج غلہ پیدا ہونے کی جگہ کھیتی باڑی ہے اس لئے اسباب کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رزق کو زمین میں تلاش کرو۔ مگر کھیتی میں دانہ (بیج) ڈالنے کے بعد کھیتی کے بارآور ہونے کا تعلق بارش اور سورج کی طمازت وغیرہ سے ہے جنکا تعلق آسمان سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آسمان میں تمہارا رزق ہے۔ اسمیں تدبیر، دعا، توکل اور قضا وقدر وغیرہ کی جامع تعلیم وتلقین اور ہدایت کی گئی ہے۔

تدابیر کی مختلف مثالیں

حضرت تھانویؒ[3] فرماتے ہیں: جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے خواہ اپنی کوشش وقابو سے باہر ہو اس قسم کے ہر ہر حلے میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں:

مثال کے طور پر کھیتی یا تجارت کرتا ہے تو محنت اور سامان کا انتظام بھی کرنا چاہیئے۔ مگر ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگتے رہنا چاہیئے کہ: اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور ہر قسم کے

(۱) معارف القرآن جلد، سورۃ الذاریات آیت ۲۲ صفحہ ۱۹۲ (۲) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۳۸۴۔

(۳) حیوۃ المسلمین رسالہ النور صفحہ ۳۲ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ حضرت تھانویؒ۔

نقصانات اور حوادثات سے حفاظت فرما۔

یا کوئی دشمن ستاوے وہ دنیا کا دشمن ہو یا دین کا، اسکے شر سے بچنے کی تدبیر اور کوشش بھی کرنی چاہیئے، وہ تدبیر اپنے قابو کی ہو خواہ حاکم وغیرہ سے مدد لینا پڑے مگر ان تدابیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگتے رہنا چاہیئے کہ: یا اللہ دشمنوں کے شر ور فتن سے حفاظت فرما اور انکو زیر کردے۔

یا کوئی بیمار ہو تو دوا بھی کرنا چاہیئے مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگتے رہنا چاہیئے کہ: یا اللہ ہر قسم کی بیماریوں سے شفائے کاملہ دائمہ عطا فرما دیجئے۔

یا نماز، روزہ وغیرہ عبادات کرنا شروع کر دی ہے۔ بزرگوں سے اصلاحی تعلق جوڑا ہے یا ذکر و اذکار وغیرہ میں لگ گیا ہے تو اب سستی اور نفس کے حیلہ بہانہ کا مقابلہ کر کے ہمت کے ساتھ اسکو نباہنا چاہیئے، مگر ساتھ ہی دعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کہ: یا اللہ میری مدد فرما، مجھے اس پر مداومت کے ساتھ جمے رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔

یہ نمونہ کے طور پر چند مثالیں لکھ دی ہیں۔ ہر کام اور ہر مصائب وغیرہ میں اسی طرح جو اپنے تدبیر کرنے کی ہے وہ بھی کریں اور سب تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ عرض بھی کرتے رہیں۔

وہ کام جس میں تدبیر کا دخل نہ ہو اس میں یہ کرو

اسکے علاوہ جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہ ہو اس میں تو تمام کوشش دعا ہی میں صرف کرنا ضروری ہے جیسے بارش کا نہ ہونا اولاد کا زندہ نہ رہنا، کسی لاعلاج بیماری سے اچھا نہ ہونا، نفس و شیطان کا بہکانا، آفات و حوادثات سے محفوظ رہنا اور قابو یافتہ ظالموں کے شر سے بچنا وغیرہ، یہ ایسے کام ہیں کہ جنکے بنانے والا تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں، اس لئے ان بے تدبیر کے کاموں میں تدبیر کا وقت بھی دعا ہی میں خرچ کر دینا چاہیئے۔ (حضرت تھانویؒ)

اب یہاں پر توکل اور تدبیر کے سلسلہ کے دو واقعات زیر قلم کر رہا ہوں، اس سے اندازہ لگالیں کہ سنت پر عمل کرنے والوں نے اپنی امکانی کوشش کر کے امت کے مسلمانوں کے لئے کیسی یادگار مثالیں ثبت فرمائیں۔

جیل خانہ میں اتباع سنت

حضرت شیخ[1] امام ابو یوسف بن یحییٰؒ بڑے متقی پرہیزگار اہل اللہ

(۱) طبقات الشافعیہ جلد ۱ صفحہ ۶، ۲ اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے۔ صفحہ ۱۴

میں ہو گزرے ہیں یہ حضرت امام شافعیؒ کے معاصر تھے۔ انکے متعلق شیخ ابو یعقوب[1] بویطیؒ فرماتے ہیں: کہ اعلاء کلمۃ الحق کے سلسلہ میں خلیفۂ وقت واثق باللہ نے حضرتؒ کو جیل خانہ میں بند کر دیا تھا۔

یوں تو یہ بزرگ سب نمازیں جیل خانہ ہی میں ادا فرماتے تھے، مگر جمعہ کے سلسلہ میں حضرتؒ کا معمول یہ ہوا کرتا تھا کہ جب جمعہ کا دن آتا تو حسب استطاعت اپنے ہاتھ سے کپڑے دھو کر سکھا لیتے، پھر غسل فرماتے، کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر پورے اہتمام کے ساتھ تیاری فرما لیتے۔

پھر جب جمعہ کی اذان سنتے تو جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کی نیت سے اپنے کمرہ سے باہر نکلتے اور چلتے چلتے قید خانہ کی صدر گیٹ تک تشریف لے جاتے وہاں پر چوکیدار (نگران) ہوتا وہ آپ کو روک دیتا، تو آپ وہاں سے مجبوراً واپس ہوتے ہوئے نہایت حسرت و افسوس کے عالم میں بھرائی ہوئی آواز میں دربار الٰہی میں یوں عرض فرماتے کہ: بار الہا! آپ علام الغیوب ہیں میں نے تیری پکار (اذان) سنی اپنی بساط تک عملی قدم بھی اٹھائے مگر داروغہ نے روک دیا اس لئے میں مجبور ہوں، مجھے معاف فرما، میری قدرت اور بس میں اتنا ہی تھا سو میں کر گزرا آگے آپکے اختیار میں ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ: سالہا سال تک ہر جمعہ کو مستعدی کے ساتھ اسی طرح عمل کیا کرتے تھے کہ تدبیر اختیار کرنا میرے ذمہ ہے مگر مقدرات کے مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں۔

حضرت مفتی[2] صاحبؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ انکی کرامت سے جیل خانہ کا دروازہ کھل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس بزرگ کو اتباع سنت کے تحت تدابیر کرتے رہنے پر وہ مقام عالی عطا فرمایا جس پر ہزاروں کرامتیں قربان ہیں۔ یہی وہ استقامت ہے جس کو اکابرین صوفیہ نے کرامت سے بھی بالاتر فرمایا ہے۔ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

ایک عورت کی مثالی زندگی

محدث[3] اعظمیؒ تحریر فرماتے ہیں: حضرت شیخ ابو بلال اسودؒ فرماتے ہیں: میں حج بیت اللہ کے لئے چند احبابوں کے ہمراہ روانہ ہوا، راستہ میں ایک عالمہ عورت سے ملاقات ہوئی جسکے پاس بظاہر زاد راہ اور کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔

میں نے ان سے پوچھا، تم کہاں سے آرہی ہو؟ اس نے کہا بلخ سے، میں نے پوچھا تمہارے پاس

(۱) وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۷ صفحہ ۶۰۔ (۲) معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۴
(۳) اعیان الحجاج جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ محدث کبیر علامہ حبیب الرحمن اعظمیؒ۔

کھانے کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہیں ؟ عورت نے کہا کہ بلخ سے دس درہم لیکر چلی تھی پانچ خرچ ہوگئے ابھی پانچ باقی ہے۔

پوچھا جب یہ بھی ختم ہو جائینگے تب کیا کرو گی؟ اس نے کہا یہ میرا قیمتی جبہ ہے اسے بیچ کر کم دام کا ادنی جبہ خرید لونگی، اس میں سے جو رقم بچے گی وہ میں خرچ کرونگی۔ اسکے ختم ہونے پر یہ میرا بیش قیمت دوپٹہ ہے یہ بیچ کر کم دام دوپٹہ خرید لونگی، بقیہ رقم سے گزارہ کرتی رہونگی۔ شیخ نے پوچھا: او اللہ کی بندی! جب وہ بھی ختم ہوجائے گا تب کیا کرو گی؟

اب اس عورت نے جواب دیا کہ او! نامعقول اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے مانگ کر کھا لیا کرونگی، میں نے کہا جب اللہ ہی سے مانگنا ہے تو پھر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں مانگ لیتی، ان ساری الجھنوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ سنکر اس عارفہ عورت نے یہ جواب دیا کہ: جبتک میرے پاس (اسباب دنیویہ میں سے) کچھ ہو وہاں تک مجھے ان سے کچھ مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔

نوٹ: اس واقعہ میں ایک عورت نے بزدلی اور مایوسی کو چھوڑ کر اہل دنیا سے نظر بچا کر، عزت والی زندگی گزارنے میں اپنی امکانی تدابیر اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کو غیرت ایمانی کا ایک عظیم درس دیا ہے۔

اب یہاں سے کچھ باتیں رزق اور روزی کے متعلق لکھی جارہی ہیں۔ مصائب و آلام یا فقر و فاقہ وغیرہ جیسے اوقات میں شکوہ شکایت کے اعتبار سے لب کشائی نہ کرنے۔ نیز افلاس و تنگ دستی اور غناء تونگری وغیرہ کے ملنے نہ ملنے کا تعلق اسباب و وسائل کے ساتھ ساتھ مقدرات اور عطائے خداوندی پر بھی موقوف ہے۔

اس لئے حالات سے دوچار ہونے والے حضرات مایوس نہ ہوتے ہوئے صبر و رضا کے طریق کو اپنائے اور مخلص داعی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے ارشاد گرامی کے پیش نظر عزم و ہمت کا دامن تھامے رہیں۔

مقدرات پر شکوہ گلہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنگئ رزق کی شکایت کرنے سے کاروبار قضاء قدر پر حرف (خدائی تقسیم اور نظام عالم پر اعتراض کرنا لازم) آتا ہے کیونکہ[1]

(۱) تازیانے ترجمہ التنبہات، صفحہ ۳ مولانا ابو البیان حماد صاحب۔

رزق کی تنگی و کشائش، بتقاضائے مصلحت بشری مناسب ہی ہوتی ہے اس لئے شکوہ و شکایت کسی حال میں بھی روا نہیں۔

امور دنیا میں جو پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، ان پر غم و غصہ کا اظہار کرنا گویا خود اللہ تعالیٰ پر ناراضگی کا اظہار ہے، کیونکہ رنج و راحت سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔

تونگری اور فقیری کا معیار حضرت پھولپوریؒ فرماتے ہیں[1]: کثرت اسباب معاش پر کثرت رزق کا مدار نہیں ہے۔ مشاہدات اس امر کو بتاتے ہیں کہ ایک شخص ایک ہی قسم کی تجارت سے غنی اور بڑا مالدار ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا شخص متعدد قسم کی تجارتوں میں ہاتھ مارنے کے باوجود مقروض و پریشان رہتا ہے۔

اور دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے اہل عقل فاقہ و غربت میں مبتلا ہیں اور بہت سے نادان بیوقوف لکھ پتی ہیں، اللہ کے بندو! رزق کا مدار، علم، جہل، عقل یا بیوقوفی پر نہیں ہے، اس خالق کائنات کی شان تو یہ ہے کہ: یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۝ یعنی جسکو چاہتا ہے رزق زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

منجملہ تدابیر کے ایک دعا بھی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا۔ یعنی اے اللہ، میں مانگتا ہوں تجھ سے رزق پاکیزہ اور علم کار آمد، اور عمل مقبول (رواہ رزین)

فائدہ: یہ دعا کر کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم فرمائی کہ: علم و عمل کے ساتھ رزق طیب بھی اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتے رہنا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ انہیں کہ قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ جب ادھر ہی سے منظوری ہوتی ہے تب ہی انسان رزق کے اسباب میں بھی کامیاب ہوتا ہے، اس لئے کہ رزق کو بھی اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتے رہنا چاہئے۔

یعنی مطلب یہ ہوا کہ حصول رزق کا جس طرح ایک ذریعہ، تجارت، زراعت یا ملازمت وغیرہ ہے، اسی طرح اسکا ایک قوی سبب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی ہے۔[2]

عالمگیر دینی تحریک کے داعی کا ملفوظ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ[3] کاندھلویؒ نے فرمایا کہ: اسباب کی کمی پر نظر ڈال کر مایوس ہو جانا یہ اس بات کی نشانی ہے کہ تم اسباب پرست ہو،

---

(۱) معرفت الٰہیہ صفحہ ۷۵ ملفوظات شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ۔ (۲) مفتاح الرحمۃ صفحہ ۸، تالیفات مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ۔ (۳) ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ صفحہ ۱۰، مرتب مولانا محمد منظور نعمانیؒ۔

اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اسکی غیبی طاقتوں پر تمہارا یقین بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور ہمت کر کے اٹھو، تو اللہ تعالیٰ ہی اسباب مہیا فرما دیتے ہیں ورنہ آدمی خود کیا کر سکتا ہے، مگر ہمت اور اپنی استطاعت بھر جہد و کوشش شرط ہے۔

سیدنا حضرت شیخ مسیح الامتؒ کا ملفوظ[1]

پیر و مرشد حضرت شیخ مسیح الامتؒ نے فرمایا: سستی اور کاہلی سے تو نہ کوئی کام دنیا کا ہو سکتا ہے نہ دین کا۔ ہمت مرداں مدد خدا، اللہ تعالیٰ نے جو قوت ارادی، جسے قوت عزم و ہمت بھی کہہ دیتے ہیں، ہمارے اندر رکھی ہے اس سے تم کام لو، تمہارا کام بس اتنا ہے۔ باقی اس کام کا ہو جانا یہ تمہارا کام نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کام تو اللہ تعالیٰ ہی بنائیں گے۔

حضرت تھانویؒ سے میں نے سنا، فرمایا: جب قوتِ خیالیہ کسی پر غالب آجاتی ہے تو اسکی عقل ماؤف (بے کار) ہو جاتی ہے اور ہتھیار ڈال دیتی ہے، پھر کچھ کام نہیں ہوتا۔ ہاں کام کرتے کرتے تھک جانا، کمزوری، بیماری و ضعف وغیرہ میں مبتلا ہو جانا یہ اور بات ہے، اور تکاسل (سستی) ہونا اور بات ہے۔ جب مذکورہ عوارض ختم ہو جائے، شفاء نصیب ہو، طبیعت میں تازگی اور بشاشت وغیرہ آجائے تب کام میں پھر لگ جاؤ، کام تو اسی طریقہ سے ہوتا ہے۔

مصائب و پریشانیوں کے اوقات میں دعا مانگنے نہ مانگنے کے سلسلہ میں مشائخ و اکابرین امت کے مختلف مزاج و طرق رہے ہیں، اس سلسلہ کی چند باتیں پیش خدمت ہیں۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا ارشاد گرامی اقرب الی السنۃ معلوم ہوتا ہے۔

بزرگوں کی الگ الگ شانیں[2]

عارف باللہ حضرت پرتاپگڑھیؒ فرماتے ہیں: دعا مانگنے نہ مانگنے کے سلسلہ میں بزرگانِ دین کا مذاق الگ الگ رہا ہے۔ بعض اہل اللہ دعا نہیں کرتے تھے، بلکہ خاموشی اختیار کیئے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہتے ہیں۔ انکے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حاضر و ناظر اور علیم و خبیر ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں، اس لئے دعا کے لئے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے مگر یہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں سبب اختیار کیا جاتا ہے چنانچہ دوا کرنا سنت ہے اسکے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں۔ اسی بناء پر جمہور اولیاء اللہ کا معمول دعا کرنے کا رہا ہے

(۱) بیان حضرت شیخ مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شروانیؒ شہر گلوسٹر ۱۹۸۹ء یو کے۔

(۲) رسالہ روح البیان حصہ ۲ صفحہ ۱۹، مواعظ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتابگڈھی نقشبندیؒ۔

دعا مانگنے کے لئے وقت اور حالات بھی ساز گار ہوں

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ[1] فرماتے ہیں: صوفیاء کرام اور ارباب سلوک کی آراء اس امر میں مختلف فیہ ہیں کہ: مصائب میں دعا کرنا بہتر ہے یا سکوت اور تفویض بہتر ہے۔ حق تو یہ کہ: دعا کرنیکا حکم قرآن و حدیث میں اس درجہ ہے کہ دعا کرنا ہی اولیٰ و افضل ہے۔ سکوت کا کہیں حکم نہیں۔

اس سلسلہ میں ترجمان عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردیؒ) کا فیصلہ یہ ہے کہ: مطلقاً ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں۔ مگر قید کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ دعا کا بھی ایک خاص زمانہ اور وقت ہوتا ہے جو (قبولیت کے اعتبار سے) بہترین ہوتا ہے اس وقت دعا کر لینا چاہیے۔

مثلاً: دل کے اندر شگفتگی، انسیت اور رغبت صادقہ دعا کرنے کی طرف زیادہ ہو تو ایسے وقت میں دعا کر لینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اور خاموشی کا بھی ایک وقت ہوتا ہے کہ: اس وقت دعا کرنے کو جی نہیں چاہتا: مثلاً ایسے وقت میں جبکہ دل میں خوف و ہراس اور انقباض ہو بشاشت قلبی اور دل جمعی نہ ہو تو ایسے وقت میں دعا نہ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو حازمؒ کا ارشاد ہے کہ: دعا کا قبول نہ ہونا مجھ کو اتنا زیادہ شاق (بھاری اور برا) نہیں معلوم ہوتا جتنا کہ دعا کا نہ کرنا حرمان کا باعث ہے۔

حضرت تھانویؒ دعا اور تفویض دونوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: تفویض کے یہ معنیٰ نہیں کہ مانگے ہی نہیں، بلکہ عزم یہ رکھے کہ مانگنے پر بھی اگر نہ ملا تو راضی رہونگا ورنہ مانگنے کا امر نہ فرمایا جاتا

حضرت حاجی صاحبؒ کا عارفانہ فیصلہ

حضرت[2] حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: بعض عارفین کی نظر اسباب پر نہیں ہوتی اور یہ باعث زیاں و محل عتاب ہے۔ وہ لوگ اسباب کو محض بے سود سمجھتے ہیں حتیٰ کہ دعا بھی نہیں مانگتے بلکہ انکے نزدیک دعا مانگنا منع ہے ایسے لوگ غلطی پر ہیں۔

البتہ اگر کسی پر مقام رضا کا غلبہ ہو تو یہ مجبوری ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے مذکورہ بات نہیں۔

عادت اللہ کے خلاف ارادۃ اللہ کا ظہور

حضرت[3] تھانویؒ فرماتے ہیں: ہاں کبھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی دعا اور عاجزی پر رحم فرما کر خداوند قدوس اپنی عنایت

(۱) مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جلد ۱ صفحہ ۸۲ تصوف و سلوک صفحہ ۲۱ (۲) امداد المشتاق صفحہ ۹ ملفوظات حضرت حاجی صاحبؒ، مرتب حضرت تھانویؒ۔ (۳) تسہیل المواعظ جلد ۱ صفحہ ۵۳ مواعظ حضرت تھانویؒ۔

سے بلا تدبیر کے بھی کام کر دیتے ہیں۔

حدیث پاک میں یہ قصہ موجود ہے کہ: ایک نیک بی بی (عورت) نے تنور (چولھا) میں صرف ایندھن پھونک کر (یعنی لکڑیاں جلاکر) اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اے اللہ، ہم کو رزق عطا فرما۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ تنور پکی پکائی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر پورا یقین تھا اور یہ حضرات صحابہؓ کرامؓ تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے، انکو اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا یقین ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔

شیطان کے یقین کو دیکھئے، کہ خاص غصہ کے موقع پر بھی اسکو پورا بھروسہ تھا کہ اللہ تعالیٰ غصہ کی حالت میں بھی میری دعا رد نہ کرینگے۔ چنانچہ اس نے دعا کی کہ مجھ کو قیامت تک زندہ رکھا جائے، حالانکہ یہ ایک ایسی بات تھی کہ خود نبیوں کو بھی نہیں دی گئی، مگر شیطان نے رحمت کے بھروسہ پر اسکی دعا مانگ لی اور وہ قبول بھی کر لی گئی۔ ماحصل یہ کہ دعا قبول ہونے پر بھروسہ اور یقین ہو تو ضرور اثر ہوتا ہے۔

دوا اور دعا

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں،[1] لوگوں میں ایک کمزوری یہ ہے کہ مریض کی صحت کے لئے دوا علاج معالجہ اور دیگر تمام ظاہری تدابیر اختیار کرتے چلے جاتے ہیں، اسکے لئے پیسے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں۔ لیکن دعا کا اہتمام نہیں کیا جاتا، بلکہ اسکا خیال بھی نہیں آتا۔

حالانکہ دعا منصوص و عظیم ترین تدبیر ہے۔ اسکی توفیق نہ ہونا، اسکی طرف توجہ نہ ہونا بلکہ نہ کرنا یہ سخت محرومی کی بات ہے۔ اگر ہو سکے تو مریض کو خود دعا کرنی چاہئے۔ کیونکہ حالت مرض میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ورنہ اوپر والوں کو جو اعزاء و اقرباء وغیرہ ہوتے ہیں انکو پوری توجہ اور دھیان سے دعا کرنا چاہئے۔

گھر میں سے کسی ایک فرد کا بیمار ہو جانا اور انکی وجہ سے پورے کنبے والوں کا پریشان ہونا یہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اور ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اپنے خالق و مالک کی طرف ایسے اوقات میں متوجہ ہوا جائے، اسی سے مدد مانگی جائے اسی سے صحت و عافیت کی دعا عاجزی کے ساتھ کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[2] جس کو اللہ تعالیٰ نے جس منزل (جس کسی کام) کے لئے پیدا کیا ہے

(۱) اغلاط العوام صفحہ ۲۰۱ حضرت تھانویؒ۔ (۲) تفسیر ابن کثیرؒ جلد ۵ سورۃ والشمس صفحہ ۶۵۔

اس سے ویسے ہی کام ہوتے رہیں گے۔ اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور اگر دوزخی ہے تو ویسے ہی اعمال اس پر آسان ہو جائیں گے۔ (رواہ مسلم)

مصائب و پریشانی کے اوقات بھی متعین ہوتے ہیں

مرغوب الشائغ[1] نے لکھا ہے کہ: حضرت علیؓ نے فرمایا: ہر رنج و مصیبت کے لئے انتہا (معینہ مدت) ہوتی ہے، اور جب کسی پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنے حد پر پہونچ کر رہتی ہے۔

لھذا عاقل کو لازم ہے کہ: جب اس پر کوئی مصیبت آجائے تو اسکی مدت (مقررہ وقت) گزرنے کے پہلے اسکے دفع کرنے کی کوشش نہ کرے اس میں اور بھی زیادہ زحمت اور پریشانی ہے۔

فائدہ: یعنی نوشتۂ تقدیر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اتباع سنت کے تحت امکانی تدابیر اور دعا وغیرہ تو ضرور کرتے رہیں مگر اس سے نجات حاصل کرنے کے سلسلہ میں نہ شکوہ شکایت کریں نہ ہی بساط سے زیادہ کدو کاوش میں لگے رہنے کی کوشش کرتے پھریں۔

اب یہاں پر بخاری و مسلم کی صحیح حدیث پیش کرنے سے پہلے ایک واقعہ رقم کر رہا ہوں جسکا تعلق حسب ذیل مشہور حدیث پاک اور علامہ رومیؒ کی تشریحات اور نکتہ سنجی کے ساتھ جوڑ اور تعلق رکھتا ہے، وہ اس طرح ہے:

دعا نے عمر لمبی کردی

قطب الاقطاب، خواجۂ دکن، عارف باللہ حضرت شیخ مخدوم سید محمد حسینی گیسو درازؒ ۸۰۱ھ میں دہلی سے روانہ ہو کر گجرات کے شہر کھنبایت (کھنبھات بندر گاہ) احمد آباد اور "بڑودہ" ہوتے ہوئے شہر گلبرگہ (دار السلطنت احسن آباد عرف گلبرگہ) کی طرف روانہ ہوئے، گلبرگہ کے بادشاہ سلطان فیروز شاہ (بہمنی) سے راستہ میں حضرت کی ملاقات ہو گئی، حضرت کی خدمت میں بادشاہ بہمنی نے بڑے اصرار سے عرض کیا کہ حضرت گلبرگہ تشریف لاکر وہیں سکونت اختیار فرمالیں۔ سلطان نیک آدمی تھا اسکی درخواست پر حضرت مخدوم گیسو درازؒ نے تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ فرمایا۔

مراقبہ کے بعد حضرت نے فرمایا: بھائی فیروز شاہ ہم نے چاہا تھا کہ تمہاری دعوت قبول کرلیں۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری عمر کافی بڑی ہو چکی ہے اور زندگی بہت کم رہ گئی ہے۔ ایسی

---

(۱) سفینۃ الخیرات فی مناقب السادات صفحہ ۱۵۲ فخر گجرات مولانا مرغوب احمد لاجپوریؔ۔

حالت میں اگر آپ کے ہاں قیام کرلوں اور تم نہ رہو گے تو پھر میرے رہنے سے کیا فائدہ؟

یہ سنتے ہی سلطان نے فوراً یہ عرض کر دیا کہ: حضرت! اگر میری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے تو حضرت والا بارگاہ خداوندی میں دعا تو فرما سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری عمر بڑھا کر لمبی کر دیں؟

یہ سنکر حضرت سید مخدوم گیسو دراز نے فرمایا کہ: ہاں یہ (دعا) تو میں کر سکتا ہوں، اس وقت تو تم چلے جاؤ آج رات (دعا کے ذریعہ) میں مشغول بحق ہونگا تم کل آنا جو جواب ملے گا وہ بتلا دونگا۔

چنانچہ سلطان چلا گیا دوسرے دن وہ پھر آیا، حضرت مخدوم نے فرمایا: آج رات تمہارے واسطے مزید عمر کے لئے دعا کی تو منجانب اللہ فرمان (بطریق الہام) وارد ہوا کہ ہم نے اسکی عمر زیادہ کر دی۔ جب تک تم زندہ رہو گے وہ بھی زندہ رہے گا۔ چنانچہ حضرت گیسو دراز گلبرگہ شریف جلوہ افروز ہوئے وہاں سکونت اختیار فرمائی[1]۔

جب حضرت کی عمر مبارک ایک سو چھ [۱۰۶] سال کی ہوئی تب ۸۲۵ھ میں حضرت کا وصال ہوا۔ حضرت کے وصال کے بعد بھی حضرت کی دعا کی برکت سے سلطان فیروز شاہ زندہ رہے۔ یہ تاثیر، طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی دعا و آہ سحر گاہی میں ہے۔

نوٹ: دہلی سے روانہ ہوئے تب ۸۰۱ھ ہجری تھی اور وصال ہوا تب ۸۲۵ھ ہجری تھی تو گویا کہ حضرت کی دعا کی برکت سے کم و بیش پچیس سال تک بادشاہ کو مزید لمبی زندگی نصیب ہوئی۔ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءَ کے تحت، دعا کی تاثیرات کا ظہور و ثبوت وقتاً فوقتاً انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ مزید تشریح حدیث پاک کے تحت ملاحظہ فرمائیں:

بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا منقول ہے جسکا تعلق قضاؤ قدر سے بھی ہے جسے یہاں نقل کر رہا ہوں:

عن ابی ہریرۃؓ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ) مِنْ جُھْدِ الْبَلَآءِ وَ دَرْکِ الشَّقَآءِ وَ سُوْءِ الْقَضَآءِ وَ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ (متفق علیہ (بخاری و مسلم))

(۱) شجرۃ الاشراف صفحہ ۳۵۲ سوانح مخدوم سید گیسو درازؒ مؤلفہ رئیس الخطاط پیر و مرشد علامہ سید شاہ نفیس الحسینی صاحب مدظلہ وطال اللہ عمرہ، مجاز و خلیفہ حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوری۔

نوٹ: مذکورہ کتاب "شجرۃ الاشراف" میں اولاد رسول ﷺ، آل رسول ﷺ اور خصوصاً سیدوں کی پاکیزہ اولاد اور ولی اکبر سید الصادق قطب الاقطاب خواجہ دکن حضرت سید مخدوم محمد حسینی گیسو دراز کی سوانح پر لکھی گئی ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرةؓ[1] سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاء کی مشقت سے، بدبختی کے پہونچنے سے، بُری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ ایسی جامع دعا ہے کہ تمام دینی اور دنیوی مقاصد و مطالب پر حاوی ہے۔

علامہ رومیؒ کی عارفانہ نکتہ سنجی[2] مذکورہ بالا دعا کے متعلق صاحب مثنوی علامہ جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں: اگر قضاء اور فیصلے کی تبدیلی اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوتی اور سوء قضا کا حسن قضا سے مبدل کرنا محال ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا اپنی امت کو تعلیم نہ فرماتے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ: قضاء الٰہی کو تبدیل کرنا اور بدلنا محال ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے لئے تو بیشک محال ہے، مگر اس احکم الحاکمین اور قادر مطلق کے لئے تو کچھ بھی مشکل نہیں۔ وہ تو حاکم مطلق ہے۔ جب چاہے اپنے فیصلے کو بدل سکتے ہیں۔

علامہ رومیؒ عاشقانہ انداز میں اس طرح فرمارہے ہیں کہ: اے اللہ! اگر میری قسمت میں کوئی سوء قضا آپ نے لکھ دی ہو تو اس سوء قضا کو حسن قضاء سے تبدیل فرمادیجئے۔ کیونکہ قضا آپکی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہوسکتی۔ آپ کا فیصلہ آپ پر حکومت نہیں کرسکتا۔

مذکورہ بالا حدیث پاک، سیدنا جیلانیؒ، سیدنا مجدد الف ثانیؒ اور علامہ جلال الدین رومیؒ وغیرہ کے ارشادات گرامی کے پیش نظر ہمت افزا علم کا ایک نیا باب مکشوف ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ مقدرات کے سلسلہ میں آدمی کو مایوس و ناامید نہ ہونا چاہئے۔

اول تو تقدیر علم الٰہی کو کہتے ہیں۔ جس میں کسی قسم کی بھی غلطی کا امکان و احتمال نہیں ہوسکتا وہ علوم الٰہیہ چاہے مرقوم ہوں یا غیر مرقوم۔

مقدارت بھی مخلوق و محکوم ہیں اسکے علاوہ یہ بھی مسلم ہے کہ مقدرات اپنی جگہ پر اٹل، تبدیل و تحریف سے منزہ و مبرا ہیں۔ مگر اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خود خداوند قدوس اپنے لکھے ہوئے فیصلوں کے تحت محکوم و مجبور بھی نہیں ہے۔ اسکے متعلق خود ہی فیصلہ فرمادیا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ[3] دوسری جگہ فرماتے ہیں: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[4]، اسکے علاوہ حضرت ابن عباسؓ[5] فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ

(۱) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۲۸۔ (۲) انعامات ربانی صفحہ ۹۰ شارح مثنوی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

(۳) پ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۳۹ (۴) پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۱۲۔ (۵) تفسیر ابن کثیر پ ۱۳ صفحہ ۵۱۔

ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتے رہتے ہیں۔ان میں سے جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں،اور جو چاہتے ہیں برقرار رکھتے ہیں،ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں:ہر قسم کی تبدیل و تغیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔قضاوقدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

مخلوقات کی مقسومات،مقدرات،رحم مادر کے بچہ کی اشیائے خمسہ سے لیکر موت تک کے مرقوم و غیر مرقوم جملہ امور کا علم صرف اسی علام الغیوب کو ہے۔

فتح و کامرانی،شکست و ہزیمت،عزت و ذلت،صحت و بیماری اور فقر و تونگری وغیرہ امور کن کن قیود و شرائط کے ساتھ مقید ہے اسکا علم بھی سوائے اس خالق و مالک کے کسی کو نہیں ہے۔

لھذا اسے قادر علی الاطلاق اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی خود مختاری کو تسلیم کر کے قرآن و حدیث اور احکامات شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے امکانی اسباب و وسائل اختیار فرماکر بڑی سے بڑی مہمات کو سر کرنیکے حوصلے اپنے اندر پیدا کرتے رہیں۔

انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی آپکی قدم بوسی کے لئے ہمہ تن نظر آئے گی۔مایوس و نا امید ہونا یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔بقول حضرت شیخ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ:

٭ مایوس نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطا سے — تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

دنیا دار الاسباب ہے

الحمدللہ،بائیسویں فصل ختم ہوئی،اس میں مقدرات کے سلسلہ میں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے پیش نظر اسباب و وسائل اور تدابیر اختیار کرنے کے متعلق قدرے ترغیب و توجہ دلائی گئی،احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاصہ یہ ہے کہ،دنیا دار الاسباب ہے،روٹی بوٹی اور مقاصد حسنہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ نقل و حرکت اور ہاتھ پیر ہلانے ہی پڑینگے۔

بلکہ کوشش کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔کوشش و تدابیر اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب کہا گیا ہے۔کم ہمتی اور بزدلی کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں:بغیر کچھ کئے صرف دعا سے کام ہو جایا کرتے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کی دعا ہو سکتی ہے۔

اس لئے صرف دعا و مقدرات کے بہانے بنا کر نہ بیٹھے رہیں۔ نہ ہی اسباب و وسائل پہ تکیہ لگائے رہیں بلکہ امکانی کوشش و تدابیر کرنے کے بعد دعا و توجہ الی اللہ کے ساتھ یقین و بھروسہ اور نظر خداوند قدوس کی ذات عالی سے وابستہ رکھیں۔ احسن افضل اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔

دعا کی طاقت منجملہ تدابیر کے دعا مانگنے کو بھی ایک تدبیر تسلیم کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمادیا: لَا یَرُدُّ الْقَضَاءُ اِلَّا الدُّعَآءُ یعنی نوشتہ تقدیر اور قضاوقدر کو اگر کوئی چیز بدل سکتی ہے تو وہ دعا ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، دعا منصوص و عظیم ترین تدبیر ہے۔ اسکی توفیق نہ ہونا یا اسکی طرف توجہ نہ کرنا یہ سخت محرومی کی بات ہے۔

اس لئے جہاں تک ہوسکے ضروریات زندگی اور مقاصد حسنہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سنت کے مطابق امکانی تدابیر و کوشش کرنے کے بعد عجز و اخلاص کے ساتھ ہمیشہ دعائیں بھی کرتے رہا کریں۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہر امور میں نمایاں کامیابی نصیب ہوتی ہوئی چلی جائے گی۔ الحمد للہ بائیسویں فصل ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے اس ٹوٹی پھوٹی محنت و کاوش کو قبول فرماکر سب مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں.........(آمین)

☆☆☆☆☆☆ ——— ☆☆☆☆☆☆

قول دانش

اگر یہ چاہو کہ تمہارے مرنے کے بعد لوگ تمہیں بھول نہ جائیں تو کوئی ایسی چیز لکھو جو بار بار پڑھی جائیں یا پھر کوئی ایسا کام کر جاؤ جسے لوگ تاریخ میں جگہ دے۔

★★★★★★★★★★★

تیئسویں فصل

☆ اسم اعظم۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ☆

اس سے پہلے تقدیر و تدبیر کے عنوان سے فصل گزر چکی۔ اب یہاں اسم اعظم جنکے ساتھ دعا کرنے سے وہ قبول ہوجایا کرتی ہے۔ اسکے متعلق قرآن و حدیث اور اکابر اولیائے کرام کے اقوال کی روشنی میں کچھ مستند و مجرب آراء و ادعیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ مذکورہ فصل میں مرقومہ مضامین کے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

اسم اعظم کی حقیقت۔ اس دعا کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا۔ اسم اعظم آسمان کے ستاروں میں لکھا ہوا دیکھا۔ اس دعا پر فرشتے بے تاب ہوگئے۔ اسم اعظم اور حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ ہر زمانے میں ہر مقصد کے لئے یہ دعا مقبول ہے۔ ہر بیماری سے شفاء وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت اسم اعظم کے وسیلہ سے دعاؤں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اسماء الٰہیہ اور اسماء اعظم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ:

☆☆☆★★★☆☆☆

☆ بفضلہ تعالیٰ اس فصل کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں جمع شدہ سات منزل دعاؤں کے متعلق ایک بشارت عظمیٰ عطا فرمائی گئی ہے۔ جسے اسماء اعظم کی بحث ختم ہونے پر ایک غیبی بشارت اور اسکا پس منظر۔ کے عنوان سے تحریر کیا گیا ہے۔ ☆

☆ یا مسبب الاسباب ☆

مسلمانان عالم کو اپنے اسماء اعظم کے ساتھ مناسب دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور جو مسلمان اپنی دعاؤں میں جن جن اسمائے مقدسہ سے تمسک حاصل کریں ان اسماء میں اپنے فضل و کرم سے اسم اعظم کی تاثیرات پیدا فرماکر ان دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرما۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء رحمتوں کا ایک منظر

اس ارحم الراحمین کو جس نے جب بھی جس حالت میں، جہاں کہیں پکارا اس نے وہیں اسے ہر حالت میں ناصر و مددگار پایا۔

(۱) حضرت آدمؑ نے ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے اسے پکارا تو وہاں اسے ستار و غفار پایا۔

(۲) حضرت نوحؑ نے مظلومیت کے عالم میں پتھروں کے نیچے پکارا تو وہاں اسے غم خوار اور مددگار پایا۔

(۳) حضرت یعقوبؑ نے فراق یوسفؑ کے انتہائی رنج و غم میں پکارا، تو وہاں اسے محافظ پایا۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے تعاقب پر موجیں مارتے ہوئے سمندر پر پکارا تو راستوں کی شکل میں اسے وہاں نجات دہندہ پایا۔

(۵) حضرت ایوبؑ نے بیماریوں کے صدہا زخموں میں چور ہوکر اسے پکارا تو وہاں اسے شافی الامراض پایا۔

(۶) حضرت یونسؑ نے سمندر کی تاریکی میں مچھلی کے پیٹ میں پکارا، تو وہاں اسے نجات دہندہ پایا۔

(۷) حضرت یوسفؑ نے کنوئیں کی اندھیری تہہ میں پکارا تو وہاں اسے ارحم الراحمین پایا۔

(۸) حضرت سارہؓ نے ظالم بادشاہ کے محل میں عفت و پاکدامنی کے تحفظ کی خاطر پکارا تو وہاں اسے جبار و قہار کی شکل میں پایا۔

(۹) حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہؓ نے اپنے معصوم بچے کے پانی کے لئے صفا مروہ کی پہاڑیوں میں پکارا تو آب زمزم کی شکل میں وہاں اسے فریاد رس پایا۔

(۱۰) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر و حنین میں دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پکارا تو آندھی اور فرشتوں کی شکل میں وہاں اسے فاتح و قادر پایا۔

(۱۱) صحابہ کرامؓ نے سانپ، شیر اور پھاڑ کھانے والے درندوں سے بھرے ہوئے افریقہ کے جنگلوں میں پکارا تو وہاں بھی اسے اکرم الاکرمین پایا۔

(۱۲) شیطان ملعون نے خدا کو انکے عین غضب و قہر کی حالت میں پکارا تو وہاں بھی اسے اپنی دعاؤں کو قبول کرنے والا پایا۔

(۱۴) خدائی دعویٰ کرنے والے فرعون نے رات کی تاریکی میں دریائے نیل میں بارش کے لئے پکارا تو وہاں بھی اسے مجیب الدعوات پایا۔

اے مسلمانو! زمین و آسمان میں کونسی ایسی جگہ ہے جہاں انکے دوست اور دشمن مسلم اور غیر مسلم میں سے کسی نے بھی جان لیوا آڑے وقت میں اسے پکارا ہو، اور اس ارحم الراحمین نے اسکی نصرت و مدد نہ کی ہو۔

ایسا مشفق و مہربان خالق و مالک اپنے بندوں کو بار بار پکار کر یہ کہہ رہا ہے: لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اے میرے بندو! اپنی نافرمانیاں اور گناہوں کی وجہ سے میری رحمتوں سے مایوس و ناامید نہ ہوں اے میرے بندو! اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا۔ مجھ سے مانگو۔ میں دونگا ایسے لاثانی مہربان داتا سے پھر بھی اگر کوئی نہ مانگے تو پھر ایسے بندوں کی غفلت و کوتاہی کا کیا کہنا!

مظلوم و مضطر کا مقام بارگاہ خداوندی میں

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا جو ظالم کے حق میں ہوتی ہے، اسے بادلوں سے اوپر اٹھالی جاتی ہے۔ آسمانوں کے دروازے اس دعا کو قبول کرنے کے لئے کھول دئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں تیری نصرت و مدد ضرور کرونگا اگرچہ کچھ تاخیر ہو[۱]

(۲) مظلوم کی بددعا اور عرش اعظم کے درمیان کوئی حجاب ور کاوٹ نہیں ہوتی۔

(۳) مظلوم کی بددعا پر عرش اعظم حرکت میں آجاتا ہے۔

(۴) مظلوم کی بددعاؤں نے بڑی بڑی حکومتوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

(۵) امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مضطر (مظلوم) کی دعا کو قبول کرنے کی ذمہ داری خود لے لی ہے۔ (آیت کریمہ)

(۶) اس ارحم الراحمین کو دعا کرنے والے اپنے بندوں کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرم و حیاء آتی ہے۔ یعنی دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں کو ضرور قبول فرمالیتے ہیں۔

(۷) حیوانوں میں سب سے زیادہ ناپاک جنس خنزیر کی دعا مظلومیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ (ناقل، از شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

---

(۱) مسند احمد، ترمذی۔

الحمد للہ، اب یہاں سے تیئسویں فصل شروع ہو رہی ہے، اسکا عنوان ہے اسم اعظم قرآن و حدیث کی روشنی میں، پہلے اسکے متعلق آیت کریمہ تحریر کی جا رہی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (پا ۹ سورۃ الاعراف)	ترجمہ: اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: مخصوص ناموں سے مراد جنکا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دلیل شرعی کے ساتھ ثابت ہو (بیان القرآن)

حضرت[1] مفتی صاحب فرماتے ہیں: اچھے نام سے مراد وہ نام ہیں، جو صفات کمال کے اعلیٰ درجہ پر دلالت کرنے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کمال کا اعلیٰ درجہ جس سے اوپر کوئی درجہ نہ ہو سکے وہ صرف اس احکم الحاکمین ہی کو حاصل ہے۔ اسکے سوا مخلوق میں سے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

فَادْعُوْهُ بِهَا: یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اسماء حسنیٰ ہیں تو پھر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اور انہی اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارو۔

پکارنا یا بلانا۔ یہ دعا کا ترجمہ ہے۔ یعنی جملہ حاجات و مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنا اور مصائب و آفات سے نجات و رہائی کی درخواست کرنا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں، جو شخص انکو محفوظ (یاد) کر لے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں[2]: حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ (ایک کم سو) نام ہیں جو انکا ورد رکھے گا وہ جنت میں جائے گا۔ خدا تعالیٰ وتر (واحد) ہے اس لئے عدد میں بھی وتر کو پسند کرتا ہے۔

فائدہ[3]: جو عدد دو پر تقسیم ہو وہ زوج اور جفت کہلاتے ہیں، جیسے دو، چار، چھ، وغیرہ، اور جس میں ایکائی ہو، ایک باقی رہے وہ طاق کہلاتے ہیں جیسے ایک، تین، پانچ وغیرہ۔

---

(۱) معارف القرآن جلد ۳ پا ۹ ع ۱۲ سورۃ الاعراف صفحہ ۱۲۸ (۲) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۱

(۳) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۹۲

اللہ تعالیٰ چونکہ جفت سے منزہ ہے اس لئے جن اذکار و اعمال میں اخلاص ہو، کہ شائبہ شرک کا اس میں نہ ہو وہ اس کو محبوب ہے۔ اور عدد بھی طاق ہو، چونکہ وہ زوجیت سے بعید ہے اور یکتائی کے حامل ہے اس لئے یہ اس کو پیارا ہے، اسی لئے فرمایا گیا: کہ جن ناموں کے یاد کرنے پر دخول جنت کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ ننانوے ۹۹ ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے یہ ننانوے ۹۹ نام پڑھ کر جس مقصد کے لئے دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی مجھے پکارو (مجھ سے مانگو) میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔ حاجات و مشکلات کے رفع (ختم) کرنے کے لئے دعا سے بڑھ کر کوئی احسن تدبیر نہیں۔

اسم اعظم کی حقیقت

شیخ ابو جعفر طبریؒ ابو الحسن اشعریؒ اور انکے بعد والوں میں شیخ ابو حاتم ابن حبان اور قاضی ابو بکر باقرانیؒ وغیرہ کا فرمان یہ ہے کہ: اسماء حسنیٰ (ننانوے مقدس ناموں) میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ: جس روایت میں اسم الاعظم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں وہاں اعظم، بمعنی عظیم کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تو ہر نام ہی عظمت والا ہے۔

حضرت ابو جعفر طبریؒ فرماتے ہیں کہ: اسم الاعظم کی تعیین میں آثار مختلف موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ سب ہی صحیح ہیں، کیونکہ کسی روایت سے یہ بات متعین نہیں کی جاسکتی کہ یہی اسم سب سے بزرگ تر ہے اور اس سے بزرگ تر دوسرا کوئی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا تو ہر ایک نام ہی اعظم بمعنیٰ عظیم ہے۔

مصلحت خداوندی بھی کوئی چیز ہے

علامہ عاشق الہی میر ٹھیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تمام نام اسم اعظم ہیں کسی کی عظمت میں کچھ بھی کمی نہیں۔ مگر یہ بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ: ہر نام کی خاصیت جدا جدا ہے۔ اس لئے جس اسم کی یہ خاصیت ہے کہ اسکے ذریعہ سے جو دعا کی جائے وہ قبول ہو، تو وہ مخصوص نام انکے جملہ ناموں میں مستور ہے اس کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔

ہاں! اہل علم، بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا جو نام بھی اخلاص و محبت اور استغراق کے ساتھ پکارا جائے گا تو اسی میں اسم اعظم کی خاصیت رونما ہوگی۔

(۱) شرح اسماء حسنیٰ صفحہ ۲۲، قاضی سید سلمان منصور پوریؒ (۲) درر فرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۲۹۰

ہاں یہ ممکن ہے کہ جس طرح سارے انبیاء اور رسولوں (علیہم السلام) میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود، مکانات میں بیت اللہ شریف، ایام میں جمعہ کا دن، اور راتوں میں شب قدر کا خصوصی طور پر انتخاب فرمایا گیا ہے، اسی طرح اپنے اسماء حسنیٰ میں بھی کسی ایک نام کا انتخاب فرمایا ہو، مگر اسکو مخفی رکھا ہے، تاکہ اسکی حرص میں اسکے سارے ہی مقدس ناموں کا ورد کیا جاتا رہے، اسی لئے احادیث نبویہ میں بھی مختلف پیرائے میں اشارہ کنایہ سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ مصلحت الٰہیہ میں فرق نہ آنے پائے۔

بے بسی کی حالت میں زبان سے نکلنے والا اسم ہی اسم اعظم ہے

عارف باللہ شیخ ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے شیخ کامل سے پوچھا کہ: اسم اعظم کونسا ہے؟ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم اپنے دل کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں! تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ تمہارا دل خدا کی طرف متوجہ اور نرم (ترساں و لرزاں) ہو گیا ہے تو اس وقت اسی کیفیت و استغراق کی حالت میں اپنی حاجت مانگو، یہی (انابت الی اللہ) اسم اعظم ہے اور یہی گھڑی قبولیت کی ہے۔

رائپور خانقاہ کی ایک مجلس میں قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے دریافت فرمایا کہ: مفتی جی اسم اعظم کیا ہے؟ تو حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب میں فرمایا کہ: حضرت! اپنی بے کسی و بے بسی، کمال تذلل اور افتقاد، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال، کمال رحمت و مہربانی کے استحضار (اس طرح کہ قلب غیر اللہ کے تصور سے بالکلیہ خالی ہو اس کیفیت) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو نام بھی لیا جائے، وہی اسم اعظم ہے، یہ سنکر حضرت اقدس رائپوریؒ نے فرمایا کہ: ہاں آپ نے صحیح فرمایا!۔

بعض اہل علم کا فرمان ہے کہ: اسم اعظم سے مراد، ہر وہ اسم باری تعالیٰ ہے جسے بندہ اپنی دعا میں شامل کرتا ہے۔ اور خود کو اسی کے معنیٰ میں مستغرق کر دیتا ہے۔

بیشک یہی وہ حالت ہے جس پر قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس (مذکورہ) قول کو امام جعفر صادقؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

(۱) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۱۷۵ (۲) ناقل، حضرت مولانا محمد فاروق صاحب میرٹھی، مرتب فتاویٰ محمودیہ (۳) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۲۴، قاضی منصور پوریؒ۔

بعض مشائخ کا فرمان ہے کہ: اسم الاعظم کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے سوال کیا گیا کہ: اسم اعظم کے ساتھ جو دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول کی جاتی ہے، تو وہ اسم اعظم کیا ہے؟ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: جب آدمی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور بے اختیاری کے عالم میں اسکی زبان سے حق تعالیٰ شانہ کو پکارنے کے لئے دل سے جو نام بھی نکل جائے وہی اسم اعظم ہے۔

اسم اعظم کے متعلق اقوال مختلفہ کا خلاصہ اوپر جو کچھ تحریر کیا گیا، اس میں تو اسم اعظم کی حقیقت بتلاتے ہوئے دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک تو حالت اضطراری میں بے تابانہ کیفیت کا پیدا ہوجانا۔ اصل میں دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنے میں اسکا بہت بڑا دخل ہے، کیونکہ مضطر کی دعا کو اللہ تعالیٰ کسی حال میں رائیگاں نہیں ہونے دیتے چاہے وہ کوئی بھی ہو، اور کسی حالت میں بھی ہو۔

دوسری چیز یہ کہ: اسی مضطربانہ حالت میں لاعلیٰ التعیین ننانوے اسماء مقدسہ میں سے اللہ تعالیٰ کا جو اسم مقدس بھی دل کی گہرائی سے نکلے گا (یا نکالے گا) بس وہ تیر بہدف نشانہ پر لگے گا۔ یعنی اسم اعظم کی خاصیت اسی اسم کے ساتھ متصف ہوکر مراد پالے گا۔ اوپر تحریر کئے گئے اقوال کا یہ خلاصہ ہے۔

اب یہاں سے اللہ تعالیٰ کے اسم ذات یعنی لفظ "اللہ" کے متعلق اہل اللہ اور بزرگان دین کے چند اقوال تحریر کئے جاتے ہیں۔ اس میں حال کے ساتھ قال (یعنی مخصوص نام) کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

صاحبؒ مظاہر حق فرماتے ہیں: زیادہ صحیح بات تو یہی ہے کہ: اسم اعظم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں پوشیدہ ہے۔ تعیین کے ساتھ اسکا کسی کو علم نہیں جیسا کہ لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبولہ وغیرہ۔ لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ: اسم اعظم لفظ "اللہ" ہے۔ اور قطب ربانی سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کے قول کے مطابق اس شرط کے ساتھ زبان سے جب "اللہ" ادا ہو تو دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو، یعنی اسم پاک کی تاثیر اسی وقت ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے وقت دل ماسوی اللہ سے بالکل خالی ہو۔

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۱ صفحہ ۲۲ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (۲) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۵۲

لفظ "اللہ" زبان سے ادا کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے

عارف باللہ شیخ ابوبکر بن اسمٰعیل فرغانیؒ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں خود ایک لمبے عرصہ تک بہت ہی فاقہ کشی میں مبتلا رہا۔ حتیٰ کہ بھوک کی وجہ سے کبھی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بھوک کی وجہ سے ہاتھ کے ناخن کا رنگ بھی متغیر ہو چکا تھا۔ ایک دن میں نے کہا کہ یا اللہ اگر مجھے تیرا اسم اعظم معلوم ہوتا تو میں شدت فاقہ میں آپکے اسم اعظم کے واسطے سے دعا کرتا۔ اس قسم کی پریشانیوں کے عالم میں ایک مرتبہ دمشق میں باب البرید پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتفاقاً فرشتہ نما دو بزرگ آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مجھے نظر آئے، اور وہ سیدھے میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے میں سمجھا کہ شاید یہ فرشتے ہونگے۔

میرے سامنے کھڑے ہو کر ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم سکھاؤں؟ دوسرے نے کہا، ہاں ضرور سکھاؤ! فرغانیؒ صاحب اسکے متلاشی تھے ہی۔ فوراً اسکی طرف کان لگا کر ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک نے کہا، کہو "یا اللہ" دوسرے نے کہا کہ بس میں نے سیکھ لیا، اتنا کہہ کر وہ دونوں وہاں سے جانے لگے، تو پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ جیسا تم (یا اللہ) کہتے ہو ویسا نہیں ہے بلکہ صدق ولجاء کے ساتھ کہا جائے تب وہ اسم اعظم ہو گا۔

شیخ ابوبکر فرغانیؒ فرماتے ہیں، صدق ولجاء کے معنی یہ ہے کہ اسکے کہتے وقت کہنے والے کی کیفیت ایسی ہو جیسا کوئی گہرے سمندر میں بے یار و مددگار ڈوب رہا ہو اور کوئی اسکو دیکھنے اور بچانے والا بھی نہ ہو۔ ایسی بے سہارگی کی حالت میں اخلاص کے ساتھ بلبلاتے ہوئے دل کی گہرائی سے جو لفظ اللہ نکلتا ہے بس وہی اسم اعظم ہے۔ ایسے وقت جو بھی دعا کی جائے گی مقبول ہوگی جو مانگا جائے گا وہ عطا کیا جائے گا۔

منصور پوریؒ فرماتے ہیں، "اسم اعظم لفظ "اللہ" ہے۔ یہی ایک اسم ایسا ہے جسکا اطلاق کسی دوسرے پر نہیں کیا جاتا۔ اور یہی اسم ہے جسکی جانب جملہ اسماء کی صفت کی جاتی ہے۔ (شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۲۰)

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں

ایک بزرگ آدمی ملک شام میں ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دل ہی دل میں دعا اور یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش مجھے اسم اعظم معلوم ہو جاتا۔ بس اتنا تصور کرنا تھا کہ فوراً اسی

۱) قصص الاولیاء، نزہۃ البساتین ترجمہ روضۃ الریاحین جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ امام یمنیؒ ۲) فیوض یزدانی صفحہ ۹۹۲

وقت انہیں دو آدمی آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئے، اور آکر اسکے پہلو میں آ بیٹھے انہیں سے ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ: کیوں جی، تم اسم اعظم سیکھنا چاہتے ہو؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ہاں! پہلے نے کہا کہو "اللہ" یہی اسم اعظم ہے۔

یہ مکالمہ سن کر اس شامی بزرگ نے کہا کہ: او! اللہ کے بندو! اسکو تو میں ہمیشہ ہی کہا کرتا ہوں مگر اسم اعظم کی جو خصوصیت اور تاثیر ہے (فوراً قبولیت کی) وہ تو ظاہر ہوتی نہیں، یہ سنکر آنے والوں نے جواب دیا کہ: بات ایسی نہیں بلکہ ہمارا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ لفظ "اللہ" اس طرح کہو کہ قلب میں دوسرا کوئی بھی نہ ہو اس وقت "اللہ" کہنے کا اثر ہوگا۔ بس اتنا کہنے کے بعد وہ دونوں آسمان پر چلے گئے۔

حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ صاحب نے فرمایا کہ: عامۃ علماء و مشائخ لفظ "اللہ" کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ قطب عالم حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ کے زمانے میں مولانا واجد علی نامی ایک بزرگ تھے جنکو کشف قبور بھی ہوتا تھا، انہوں نے مجھ سے (حضرت مفتی گنگوہیؒ سے) فرمایا تھا کہ: اسم اعظم لفظ "اللہ" ہے اور یہ مجھے حضرت میکائیل علیہ السلام نے بتایا ہے۔

ایسے باکمال حضرات کو اسم اعظم دیا جاتا ہے

بہتؒ مشہور واقعہ ہے۔ ایک فقیر کسی ایسے بزرگ کے پاس گئے جو اسم اعظم جانتے تھے، اسکے پاس جاکر کہا کہ: حضرت مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے، شیخ نے دریافت کیا کہ: کیا تم میں اسکی اہلیت اور قوت برداشت ہے؟ اس فقیر نے کہا کہ ہاں ہے! بزرگ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ مگر اسم اعظم سیکھنے سے پہلے تم شہر کے فلاں دروازہ پر جاکر بیٹھے رہو اور وہاں جو کچھ واقعہ پیش آئے وہ دیکھنے کے بعد مجھے حقیقت حال کی خبر دو۔

چنانچہ وہ وہاں چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک ضعیف العمر کمزور بڑے میاں اپنے گدھے پر لکڑیاں لادے لکڑی کے سہارے چلتے ہوئے جنگل کی طرف سے آرہے ہیں۔ جب وہ دروازہ پر پہونچے تو ایک سپاہی نے اسے پکڑ کر اسکی ساری لکڑیاں چھین لیں، اسکے علاوہ اسے ہاتھوں اور لاتوں سے مار مار کر وہاں سے خالی ہاتھ نکال دیا۔ وہ لکڑہارا مار کھاکر خالی ہاتھ وہاں سے چل دیا۔

اسم اعظم سیکھنے والے فقیر نے اس بڑے میاں کی مظلومیت پر ترس کھاتے ہوئے حیران و پریشان غم و غصہ میں وہاں سے آکر اپنی آنکھوں دیکھا حال اس بزرگ کو سنا دیا۔

---

۱) ملفوظات حکیم الامت جلد ۱ صفحہ ۳۳ (۲) قصص الاولیاء، نزہۃ البساتین ترجمہ روضۃ الریاحین جلد ۵ صفحہ ۱۱۱

شیخ نے واقعہ سن کر اس فقیر سے دریافت کیا کہ، اگر تمہیں اسم اعظم معلوم ہوتا تو ایسے وقت میں تم کیا کرتے؟

اس نے کہا کہ اگر مجھے اسم اعظم معلوم ہوتا تو اسکے وسیلہ سے ایسے ظالم سپاہی کی ہلاکت کے لئے ضرور بددعا کرتا۔ یہ سنکر شیخ نے کہا کہ، اسی لکڑی والے مظلوم بڑے میاں ہی سے میں نے اسم اعظم سیکھا ہے، دیکھ لیا میں نے، تم میں سہار و تحمل کی اہلیت نہیں ہے۔ جاؤ، اپنا کام کرو۔

اسکے بعد شیخ جعفر یمنی یافعیؒ فرماتے ہیں، اسم اعظم سیکھنے والوں میں ایک طرف بڑے صبر و ضبط، تحمل اور قوت برداشت کی طاقت و ملکہ ہونا چاہیئے، تو دوسری جانب اپنے پرائے موافق مخالف، مسلم، غیر مسلم جملہ مخلوق خدا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مہربانی، رحمدلی، شفقت و محبت، غرض جمیع اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمانہ سے متصف ہونا چاہیئے، ورنہ بات بات میں بدلہ لینے یا بددعا کرتے رہنے سے نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور یہ مشیت ایزدی کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن برگزیدہ بندوں کو یہ نعمتِ عظمیٰ عطا فرماتے ہیں انہیں اس لکڑہارے کے مانند مذکورہ اوصاف سے بھی متصف فرما دیتے ہیں۔

اسم اعظم قرآن مجید کی روشنی میں

احادیث نبویہؐ، اقوالِ صحابہ اور اکابرینِ امت کے ارشاداتِ گرامی کی روشنی میں قرآن مجید میں اسم اعظم تلاش کیا گیا تو چند آیاتِ کریمہ اسکے متعلق نظر سے گزریں، جو پیشِ خدمت ہے:-

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝

پ ١٧، سورۃ انبیاء آیت ٨٧

ترجمہ: آپکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ پاک ہیں میں بیشک قصوروار ہوں۔

تشریح: پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا (دعا کی) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں، میں بیشک قصوروار ہوں، میرا قصور معاف کرکے اس شدت سے نجات دیجئے، سو ہم نے انکی دعا قبول کی، اور انکو اس گھٹن سے نجات دی۔ اور جس طرح دعا کرنے سے حضرت یونس علیہ السلام کو ہم نے نجات دی اسی طرح اور ایمان والوں کو بھی کرب اور غم سے نجات دیا کرتے ہیں۔ (بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲۹)

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے

(١) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پ ١٧ سورۃ الانبیاء آیت ٨٧

دعا کے متعلق کچھ فرما ہی رہے تھے کہ ؛ درمیان میں ایک اعرابی (دیہاتی) آگئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف مشغول فرمالیا۔ اس میں کافی وقت گزر گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوگئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے در اقدس کے قریب پہنچ گئے، تو مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں، تو میں نے زور زور سے زمین پر قدم مار کر چلنا شروع کیا۔ میری جوتیوں کی آہٹ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ ؛ کون ابو اسحٰق؟ (یعنی حضرت سعد بن وقاصؓ) میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اول دعا کا ذکر فرمایا تھا کہ درمیان میں وہ اعرابی آگئے جس نے آپ کو اپنی طرف مشغول کر لیا جس کی وجہ سے وہ بات رہ گئی۔

جو بھی جب کبھی اسکے ساتھ دعا کرے وہ قبول ہوگی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہاں وہ دعا ذو النون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی۔ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ[1] پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! جو بھی مسلمان جس کسی معاملہ میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمالیتے ہیں۔ یعنی مذکورہ آیت پڑھنے کے بعد جو دعا مانگے وہ قبول فرمالیتے ہیں۔ (ترمذی۔ مسند احمد)

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں: میں نے دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام ہی کے لئے خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انکے لئے خاص اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ جو بھی یہ دعا کرے۔ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا؟:۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ○

پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۸۸

ترجمہ: سو ہم نے انکی دعا قبول کی اور انکو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں (بیان القرآن)

حضرت سعد ابن وقاصؓ سے دوسری روایت ہے[2]، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یونس

(۱) ابن ابی حاتم (۲) معراج المؤمنین صفحہ ۱۱۰ صوفی عابد میاں عثمانی ڈابھیلی۔

علیہ السلام کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی وہ دعا کی قبولیت اور رنج و غم دفع ہونے کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ قرآن مجید میں ہے جب یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الخ کہا تب نجات دی ہم نے یونس علیہ السلام کو غم سے اور اسی طرح تمام مسلمانوں کو نجات دیتے رہیں گے (ابوداؤد۔ الترغیب)

انہیں صحابیؓ سے تیسری روایتؓ اس طرح وارد ہے: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی کسی مسلمان نے کبھی اس کلمہ کے ساتھ دعا نہیں مانگی مگر یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے قبول فرمالیا۔ یہ سنکر ایک صحابی نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ صرف حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے بھی عام طور پر ہے؟ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو نہیں سنا: وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور اسی طرح ہم مسلمانوں کو نجات دیتے رہیں گے۔ (ترمذی، نسائی، حاکم)

ہر زمانے میں ہر مقصد کے لئے یہ دعا مقبول ہے

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا ہر زمانے میں ہر شخص کے لئے اور ہر مقصد کے لئے مقبول ہے اور استدلال کے طور پر آیت کریمہ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ تحریر فرمائی۔ یعنی جس طرح ہم نے یونس علیہ السلام کو غم اور مصیبت سے نجات دی تھی اسی طرح ہم سب مؤمنین کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے رہیں گے جبکہ وہ صدق و اخلاص کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوں اور ہم سے پناہ مانگیں۔ (ترمذی و احمد)

حضرت کثیر ابن سعیدؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا: اے ابوسعید! خدا کا اسم اعظم جب اسکے ساتھ دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیں اور جب اسکے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا فرمادے وہ کیا ہے؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: برادر زادے کیا تم نے قرآن مجید میں دعائے یونس علیہ السلام نہیں دیکھی، پھر حضرت نے فرمایا: یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اسکے ساتھ دعا کی جائے تو وہ اسے قبول فرمالیتا ہے اور جب اسکے ساتھ مانگا جائے تو وہ عطا فرمادیتے ہیں۔ (رواہ ابن ابی حاتم)

---

(۱) انوار الدعا، ماہنامہ الحادی صفحہ، ماہ صفر ۱۴۳۵ھ حضرت تھانویؒ (۲) معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۲۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اس طرح پڑھو

عارف[۱] ربانی شیخ ابو عبد اللہ المغربیؒ فرماتے ہیں میں ایک رات خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میری ایک حاجت ہے میں کیا کروں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوگانہ ادا کرو اور انکے چاروں سجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ (بعد تسبیح سجدہ) دعائے یونس پڑھو، انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری مراد بہت جلد بر آئے گی، چنانچہ ارشاد گرامی کے مطابق عمل کرنے سے میری حاجت پوری ہو گئی۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد عارف صوفی عابد میاں ڈابھیلیؒ فرماتے ہیں: جس کسی کو کوئی حاجت در پیش ہو تو وہ، بعد نماز عشاء اکتالیس دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق روزانہ سوتے وقت دوگانہ پڑھتے رہا کریں، اور چاروں سجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ دعائے یونس بلاناغہ پڑھتے رہا کریں، تو انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑے ہی دنوں میں فتح مندی کی علامتیں نظر آنے لگے گی اور اکتالیس دن ختم بھی نہ ہونے پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے حاجت پوری ہو جائے گی

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: اس دعائے یونس میں اسم اعظم مخفی ہے جس مصیبت و بلا میں پڑھ کر دعا کی جائے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والا عظیم فائدہ اٹھائے گا۔ (اعمال قرآنی جلد ا صفحہ ۸)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت[۲] ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے (۱) الٓمٓ، اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ (۲) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

حضرت ابی امامہؓ سے روایت[۳] ہے کہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جسکے ذریعہ دعا کی جائے تو وہ قبول ہو، وہ قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے: (۱) سورۃ بقرہ (۲) سورۃ آل عمران (۳) اور سورۃ طٰہٰ (ابن ماجہ)

علامہ[۴] امام رازیؒ فرماتے ہیں: تینوں سورتوں میں تلاش کرنے کے بعد: اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، مشترک پایا اور اس قول کو قوی اور معتبر بتلایا ہے۔ رازیؒ فرماتے ہیں: یہ ہر دو اسماء وہ ہیں کہ عظمت ربوبیت پر دلالت جس قدر ان میں پائی جاتی ہے اتنی دیگر اسماء میں نہیں۔

---

(۱) سراج المومنین صفحہ ۱۱۹ (۲) انوار الدعاء، ماہنامہ الھادی صفحہ ۲۱ (۳) درر فرائد صفحہ ۴۰ (۴) شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۲۲۹ سید منصور پوری

یہ آیت قبولیت دعا میں عجیب تاثیر رکھتی ہے

حضرت سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں: مجھے قرآن مجید کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اسکو پڑھکر آدمی جو دعا بھی کرتا ہے وہ قبول ہوجاتی ہے۔ دریافت کیا گیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو جواب دیا کہ: وہ آیت یہ ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝ (پا ۲۴ سورۂ زمر آیت ۴۶ قرطبی)

حضرت عقبہ ابن عامرؓ کہتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ اثنائے راہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عقبہ، پڑھو! میں نے عرض کیا، کیا پڑھوں، تھوڑی دیر خاموشی کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عقبہ، پڑھو! میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کیا پڑھوں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ فلق، میں نے یہ پوری سنادی، توقف کے بعد پھر فرمایا اے عقبہ پڑھو! عرض کیا، کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ناس، میں نے یہ بھی سنادی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ سے) سوال کرنے والے کے لئے اسکے (ان دونوں سورتوں کے) مانند مانگنے کے دوسرے کلمات نہیں، اور پناہ مانگنے والے کے لئے اس کے مانند پناہ کے دوسرے کلمات نہیں (رواہ نسائی)

فائدہ: یعنی شیاطین جن وانس کے شرور سے حفاظت کے لئے اسے صبح وشام حفاظت کے لئے پڑھ سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ دعا کے شروع میں اسے پڑھنا اجابت دعا کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

****

اب یہاں سے احادیث نبویہ اور ادعیۂ صحابہ کی روشنی میں اسم اعظم ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت[۳] بریدہؓ اسلمی فرماتے ہیں: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک صحابی کو ان الفاظوں کے ساتھ دعا کرتے ہوئے سنا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ الخ یہ سنکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اسکے ایک

(۱) معارف القرآن جلد، صفحہ ۵۹۹ (۲) برکات اعمال، ترجمہ فضائل الاعمال صفحہ ۱۹۶ حافظ المقدسی (۳) انوار الدعا، حضرت تھانویؒ، ابن کثیر، برکات اعمال ترجمہ فضائل الاعمال صفحہ ۹۱، دور فرائد صفحہ ۴۹۔

بڑے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے (جسکی خاصیت یہ ہے کہ) جب اسکے ساتھ سوال کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیدیا کرتے ہیں اور جب اسکے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی حاکم)۔

ان اسماء کے وسیلے سے مانگنے والا مراد پا لیتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ ایک صحابی نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھ رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ یہ سنکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اسکے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے، یہ ایسا اسم اعظم ہے کہ جب اسکے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے، اور جب اسکے ساتھ مانگا جاوے تو وہ عطا کرتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: اسم اعظم کے سلسلہ میں سند کے اعتبار سے اس مذکورہ حدیث کو سب پر ترجیح ہے۔

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی: سُبْحَانَکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، یَا حَنَّانُ، یَا مَنَّانُ، یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ اسکے بعد فرمایا جو شخص یہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مشرق و مغرب (مراد پوری دنیا) کی کوئی بھی مراد مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرما لیتے ہیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۰)۔

اس دعا کے لئے آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا

حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت ابو عیاش زید بن الصامت زرقیؓ کے پاس سے گزرے، وہ نماز کے بعد یہ دعا پڑھ رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، یَا حَنَّانُ، یَا مَنَّانُ، یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ یہ سنکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے بھی ہو! کہ اس نے کس (مقدس نام کے توسل) سے دعا مانگی؟

صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اسکے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(۱) تفسیر مواہب الرحمن جلد ۱ پارہ ۲ صفحہ ۱۳۳ (۲) انوار الدعا، ماہنامہ الہادی صفحہ ۱۵ صفر ۱۳۵۰ھ حضرت تھانوی نوادر فرائد صفحہ ۲۹

قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اسکے اسم اعظم سے (جسکی خاصیت یہ ہے) کہ جب اسکے ذریعہ سے دعا مانگی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے۔ اور جب اس کے ذریعہ سے کوئی درخواست کی جاتی ہے تو وہ عطا فرماتا ہے (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

آسمان کے ستاروں میں لکھا ہوا دیکھا

حضرت شیخ سری بن یحییٰؒ (جو قبیلہ طے میں سے تھے) فرماتے ہیں: اللہ کے ایک بڑے برگزیدہ بندے تھے، وہ بار بار اس طرح دعائیں مانگا کرتے تھے کہ: یا اللہ آپ مجھے اپنا وہ مقدس نام دکھا (سکھا) دیجئے کہ جب اسکے ساتھ دعا کی جائے تو اسکی برکت سے قبول ہو جائے:

تو ایک مرتبہ اس بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ: آسمان پر ستاروں میں یہ لکھا ہوا ہے یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی وہ اسم اعظم ہے جسکے متعلق میں دعائیں کیا کرتا تھا (الترغیب والترھیب، ابویعلی)

******** ———— ********

اب یہاں سے اسم اعظم، اسماء حسنیٰ کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں:

بے قراری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسم اعظم کے ساتھ دعا فرمائی

بزرگانِ دین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں سے حَیٌّ وَ قَیُّوْمٌ یہ بہت سے حضرات کے نزدیک اسم اعظم ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کے وقت میرے دل میں آیا کہ میں جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں سر رکھے ہوئے زبان مبارک سے بار بار یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کہہ رہے ہیں:

تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے: اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یہ اللہ پاک کا اسم اعظم ہے اسکے متعلق امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں: جنگ بدر کے موقع پر سخت بے چینی، پریشانی اور بے قراری کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں سر مبارک رکھ کر اسی اسم اعظم کے ذریعہ بار بار دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا تھا۔

---

(۱) انوار الدعا، ماہنامہ الھادی صفحہ ۵، صفر ۱۴۰۵ھ حضرت تھانویؒ، سراج المؤمنین صفحہ ۸، صوفی عابد میاں ڈابھیلی

(۲) معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۱۳ (۳) سراج المؤمنین صفحہ ۱۱، عارف باللہ صوفی عابد میاں عثمانی نقشبندی ڈابھیلی

مفسر قرطبیؒ نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً نقل فرمایا ہے کہ: آصف بن برخیاء نے جس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی تھی وہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ تھا۔ (الدعاء۔امام قرطبیؒ)

سوال اور دعا میں فرق اس باب میں اور دعائے یونس علیہ السلام کے تذکرہ میں کئی جگہوں پر دو جملے الگ الگ مرقوم ہیں: مثلاً جب اسکے ساتھ دعا کی جائے تو قبول فرمالیں۔اور جب اسکے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا فرمادے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ سوال اور دعا میں قدرے فرق ہے۔

تو بعض علماء کرام نے اسکے جواب میں فرمایا: سوال کے معنٰی تو ہیں طلب کرنا (کسی سے کوئی چیز مانگنا) جیسے کہا جائے اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِی اے اللہ مجھے فلاں چیز عطا فرما۔اسکے جواب میں اللہ تعالٰی کی جانب سے عطا کرنا ہے۔یعنی اسکی مطلوبہ چیز دینا (حاصل ہوجانا۔ملجانا ہے)

اور دعا کے معنٰی ہیں پکارنا جیسے کہا جائے یا اللہ۔اور اسکے جواب میں اللہ تعالٰی کی جانب سے اجابت یعنی قبول کرنا ہے۔جیسے اللہ تعالٰی بندے کی پکار پر فرمائے لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ ہاں اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔اجابت کے معنٰی یعنی دعا (درخواست) نے مقام قبولیت تو حاصل کرلی۔مگر عطا کا معاملہ منشأ خداوندی پر موقوف ہے کہ فوری طور پر ملے یا دیر سے ملے۔یہ تشریح فرمائی ہے صاحب مظاہر حق نے سوال اور دعا کی۔[1]

نگاہ پھیرنے سے پہلے بلقیس کے تخت کو لاکر رکھ دیا سیدنا جیلانی فرماتے ہیں[2]: جب ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دئے اور ملک سباء (یمن) سے بیت المقدس (فلسطین) کی طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آنے کے لئے روانہ ہوگئی اسکی خبر ھدھد پرندے نے حضرت کو دی تو اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ملک کے ذمہ داروں میں سے بڑے اہل علم کو بلوا کر فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اسکے تخت کو لاکر میرے سامنے حاضر کردے؟ اس وقت کتاب اللہ کا ایک بہت بڑا عالم کھڑا ہوا جو اسم اعظم جانتا تھا وہ کہنے لگا: میں اللہ تعالٰی سے دعا کرنے کے بعد اس تخت کو اس جن (جنات) سے بھی پہلے لاسکتا ہوں جو حضرت کی مجلس ختم ہونے سے پہلے لانے کے لئے کہہ رہا ہے۔بلکہ میں اسے اتنی جلدی لاسکتا ہوں کہ جتنی دیر میں آپکی نظر واپس آجاتی ہے۔

---

(۱) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۵۲۸ (۲) غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۴۰

قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد انکے الفاظ بھی نقل فرمادئے اَنَا آتِیکَ بِہٖ قَبلَ اَن یَرتَدَّ اِلَیکَ طَرفُکَ (پا ۱۹ سورۃ النمل آیت ۴۰) ترجمہ: میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو اس سے پہلے کے پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ۔

اس عالم کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو ایسا کر دکھائے تو تو غالب و فاتح ہوگا۔ مختصراً یہ کہ جب سلیمان علیہ السلام نے دربار سجایا، اہل منصب آکر قرینے سے بیٹھ گئے تو اس وقت آصف بن برخیا، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، وضو کیا سجدے میں گیا اور اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم (یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ) پڑھکر دعا کی۔

راوی کہتے ہیں کہ: بلقیس کا شاہی تخت جس جگہ رکھا ہوا تھا اسی وقت وہاں سے زمین میں دھنس کر وہاں سے غائب ہوگیا اور اسی وقت (ہزاروں میل دور سے) سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس آکر باہر نکل آیا اسکے بعد بلقیس بھی دربار میں حاضر ہوکر آپکے سامنے با ادب کھڑی ہوگئ

نوٹ: آصفؒ بن برخیاہ بن شعیان نے جو شرط لگائی تھی کہ: آپکی نگاہ کے واپس لوٹنے سے پہلے تخت لے آؤنگا۔ بعضوں نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ جس چیز پر آپ نگاہ کریں (جمائیں) اور اس نگاہ کو وہاں سے دوسری طرف منتقل فرمائیں، اس انتقال نظر سے پہلے تخت کو میں لے آؤنگا

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ حضرات نے اسے اس صحابی کی کرامت کہی ہے اور بعضوں نے اسے اسم اعظم کی تاثیر بتائی ہے۔ و اللہ اعلم۔

اس نام کی برکت سے مرادیں بر آتی ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو یَاذَا الجَلَالِ وَ الاِکرَامِ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ سے تمہاری جو حاجت ہو وہ مانگو۔ چونکہ اب تیری دعا (اس اسم اعظم پڑھنے کی برکت سے) مقبول ہوگی۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: یَاذَا الجَلَالِ وَ الاِکرَامِ پڑھنے سے انسان کی دعا قبول ہوجاتی ہے اور اسکی برکت سے آدمی کی مرادیں بر آتی ہیں۔

حضرت معاذؓ ابن جبلؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یَاذَا الجَلَالِ وَ الاِکرَامِ کہتے ہوئے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا کہنا قبول کرلیا گیا، اب اپنا سوال کرلے (یعنی جو چاہو، دعا مانگ لو قبول کی جائے گی) (رواہ ترمذی)

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۹ (۲) معراج المؤمنین صفحہ ۱۵۳ (۳) غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۲۰ (۴) انوار الدعاء، ماہنامہ الھادی۔

امام فخرالدین رازیؒ نے فرمایا کہ: اُلوہیت کے لئے جس قدر صفاتِ معتبرہ ہیں یہ اسم ان سب پر شامل ہیں۔ "جَلاَلْ" میں جملہ صفات سلبیہ آجاتے ہیں اور "اِکْرَام" میں سب اضافات ثبوتیہ آجاتے ہیں۔

ہر مسلمان کے لئے ایک اسم مربی ہوا کرتا ہے

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کے خادم نے عرض کیا کہ حضرت سنا ہے کہ آیۃ الکرسی اور آیۂ کریمہ (دعائے یونس علیہ السلام) میں بھی اسم اعظم ہے؟ تو حضرت اقدس رائپوریؒ نے فرمایا: اس سلسلہ میں میرا خیال اور وجدان اور ہے۔

فرمایا: اوّل بات تو یہ ہے کہ خدا کا ہر نام اسم اعظم ہے مگر اس شخص کے لئے جسکا وہ اسم اعظم مربی ہو، پھر وہ اسکو کرلے (یعنی پڑھ لے یا ورد کرتا رہے) تو اسے اس سے نفع ہوتا ہے۔

مولانا گلزار صاحب نے دریافت فرمایا کہ: حضرت اس سے دنیا کا نفع مراد ہے یا آخرت کا؟ تو حضرت اقدس رائپوریؒ نے فرمایا دنیا اور آخرت دونوں اس میں آگئے۔ کیونکہ: ایاز نے جب سلطان محمود (غزنویؒ) کو لے لیا تو پھر ہیرے موتی اور جواہرات کی صندوقوں کی لوٹ میں دیگر دنیادار، وزراؤں کے ساتھ اسے شریک ہونے کی اب ضرورت نہیں رہی جب سلطان ہی کو اپنا لیا تو گویا سب کچھ مل گیا، مطلب یہ ہے کہ جسے خدا مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔

اسکے بعد حضرت رائپوریؒ نے فرمایا: ہر شخص کا ایک اسم مربی ہوا کرتا ہے۔ اگر اپنے مربی اسم (نام) کو اگر کافر بھی پڑھے تو اسکی استعداد کے مطابق اسکو بھی فائدہ ہوگا۔ مگر غیر مسلم کو اور قسم کا ہوگا اور جو فائدہ مؤمن کو ہوگا وہ اور طرح کا ہوگا۔

خادم نے پھر سوال کیا کہ: حضرت اپنا اسم مربی معلوم کرنے کا کوئی اصول اور طریقہ ہے؟ تو حضرت پیر و مرشدؒ نے فرمایا کہ: ہاں اسکے معلوم کرنے کے دو طریقے ہیں: اس بحث کو میں یہاں تشنہ چھوڑ دیتا ہوں، (۱) اسکی مزید تفصیل مجالس حضرت اقدس رائپوریؒ صفحہ ۲۸۵ پر مرقوم ہیں، طالبین حضرات مراجعت فرماسکتے ہیں۔

فائدہ: حضرت اقدس رائپوریؒ کے ارشاد گرامی سے ایک گُر کی بات معلوم ہوئی اور ضمیر بھی اسے قبول کرتا ہے۔ ہر انسان کی طبیعت، صلاحیت، اور اسکے اپنے ذاتی ناموں کے ساتھ مناسبت

(۱) مجالس حضرت رائپوریؒ صفحہ ۲۸۵ مرتب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رائپوریؒ

رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی نہ کسی مربی اسم کا کنکشن اور جوڑ منجانب اللہ ضرور ہوتا ہے، اور ہونا بھی چاہیے۔ اس اسم مربی (اسم الٰہی) کے ورد سے انوارات و برکات کا ظہور ہوتا رہے گا، اور اسکے ساتھ دعا مانگنے سے انکی دعائیں قبول ہوتی رہے گی۔

مگر اس مربی اسم کا معلوم کرنا یہ بڑا اہم اور مشکل مسئلہ ہے۔ یہ عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عارف باللہ اور اصحاب بصیرت کر سکتے ہیں، اس لئے قرآن مجید میں معیت صادقین یعنی اہل اللہ اور بزرگان دین کی صحبت کو ضروری فرمایا گیا ہے۔ بلکہ مجدد ملت حضرت تھانوی ؒ نے تو اہل اللہ کی صحبت کو اس زمانے میں فرض عین فرمایا ہے۔ [1]

اسم اعظم اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا وہ نام بتلادیا کہ جب اسکے ساتھ دعائیں کیجائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ وہ مقدس نام مجھے سکھلا دیجئے؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ وہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس جواب سے میں غمگین ہوگئی، اور تھوڑی دیر ایک طرف جا بیٹھیں (جب دل نہ مانا تو) پھر میں اُٹھی اور جاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر (پیشانی) مبارک کو بوسہ دیا اور منت سماجت کر کے میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ وہ مقدس نام مجھے سکھادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا اے عائشہ وہ تمہارے لئے مناسب نہیں، کیونکہ (شاید) تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز طلب کرلو۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: (جب میں مایوس ہوگئی تو) پھر میں اُٹھی، وضو کیا، دوگانہ ادا کر کے اس طرح دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ، وَ اَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ، وَ اَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ، وَ اَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا، مَا عَلِمْتُ مِنْهَا، وَ مَالَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَ تَرْحَمَنِیْ،

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہے: کہ میری اس دعا کو سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا دیا، اور فرمایا کہ: اے عائشہ! وہ (اسم اعظم) بے شک تمہاری اس دعا میں ہے۔ جس کے ساتھ تم نے دعا مانگی ہے۔ (رواہ ابن ماجہ)

اسی سلسلہ میں ایک دوسری روایت قدرے تغیر کے ساتھ اس طرح آئی ہے۔

---

(۱) انوار الدعا، ماہنامہ - الھادی - صفحہ ۱۸ صفر ۱۳۵۷ھ

حضرت انسؓ سے روایت ہے: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مجھے اللہ کا وہ اسم اعظم بتا دیجئے جس کے ذریعہ دعا قبول ہوتی ہے، اور جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ عطا کیا جاتا ہے۔ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، اس خاموشی پر وہ اٹھی وضو کیا اور اس طرح دعا مانگنا شروع کیا: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ وَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ وَ اِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ، پس یہ دعا سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے عائشہ) واللہ! وہ (اسم اعظم جس کو تم دریافت کر رہی تھی) انہی ناموں میں ہے۔ (رواہ معجم اوسط)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: ان کلمات مقدسہ کے ذریعہ سے جب دعا کی جاتی ہے تو قبول کی جاتی ہے۔ جب سوال کیا جاتا ہے تو نوازا جاتا ہے۔ اور جب مصیبت سے نجات کے لئے اسے پڑھ کر دعا کی جاتی ہے تو اسے عافیت دی جاتی ہے (رواہ ابن ماجہ صفحہ ۲،۳)

اس دعا پر اللہ تعالیٰ کسی کو ناکام نہیں پھیرتے

حضرت معاویہ ابن ابو سفیانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگے گا مگر وہ عطا ہی فرمادیں گے، وہ کلمات یہ ہیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (طبرانی فی کبیر و اوسط)

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر یوں دعا کرے، اَللّٰهُمَّ اِلٰهِیْ وَ اِلٰهَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ، وَ اِلٰهَ جِبْرَئِیْلَ، وَ مِیْکَائِیْلَ، وَ اِسْرَافِیْلَ، اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنَّا مُضْطَرٌّ وَ تَعْصِمَنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلًا وَ تَنَالُنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَ تَنْفِیَ عَنِّیَ الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ، تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اسکے دونوں ہاتھوں کو ناکام (اور خالی) واپس نہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد، صفحہ ۲۲۲)

---

(۱) درر الفرائد ترجمہ جمع الفوائد صفحہ ۴۰۹ (۲) الدعاء امام طبرانیؒ (۳) انوار الدعاء، ماہنامہ "الخادی" صفحہ ۲۱، ۵۰ جلد

(۴) مناجات مقبول صفحہ ۲۹، عمل الیوم واللیل صفحہ ۲۸ حافظ ابو بکر احمد بن محمد اسحٰق السنی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے کچھ نیک کام ذکر، تلاوت، صدقہ، خیرات وغیرہ کرے، پھر دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ بِاسْمِکَ الَّذِی لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِی وَ تَرْحَمَنِی وَ اَنْ تُعَافِیَنِی مِنَ النَّارِ ،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اسم اعظم ہے۔ اسکا پڑھنے کے بعد جو دعا مانگو گے وہ قبول کی جائے گی۔

کوئی ایسی بھی دعا ہے جو رد نہ ہو؟ جی ہاں ہے!

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ کوئی ایسی بھی دعا (کلمات مقدسہ) ہے جو رد نہ ہو؟ (یعنی انکے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہوجائے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہے! تم (شروع میں) یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الْاَعْلٰی الْاَجَلِّ الْاَکْبَرِ (مجربات دیربی صفحہ ۱۳۲)۔

حضرتؒ امام زہیرؒ نے فرمایا: ہمیں بہت سے علماء کرام سے یہ معلوم ہوا کہ دعا کے شروع میں یہ پڑھ لیا کریں لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، بِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی، ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ،

اس کی برکت سے بینائی لوٹ آئی

حضرتؒ لیثؒ نے فرمایا: جب میں نے پہلی مرتبہ ابن نافع کو دیکھا تو وہ نابینا تھے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے انہیں دیکھا تو وہ آنکھوں والے ہوگئے تھے، یہ حالت دیکھ کر میں نے ان سے بینائی واپس آجانے کے متعلق حال دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا اس میں مجھے یوں فرمایا گیا کہ: اے ابن نافع! اپنی بینائی کی درستگی کے لئے اس طرح دعا مانگو، چنانچہ میں نے وہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے میری بینائی لوٹادی وہ دعا یہ ہے: یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ، یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ، یَا لَطِیْفُ لِّمَا یَشَآءُ رُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ ،

نوٹ: ہر حاجت مند اپنی حاجتوں کے مانگتے وقت مذکورہ دعا کے اخیری جملہ رُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ کو نہ پڑھے، بلکہ اس کی جگہ پر اپنی حاجتوں کا نام لیں، یا تصور کریں۔

(۱) احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ (۲) درر فرید صفحہ ۲۹۲ (۳) تصوف و نسبت صوفیاء صفحہ ۲، شاہ وصی اللہؒ۔

اب یہاں سے وہ اسماء حسنیٰ تحریر کئے جارہے ہیں جنکا تعلق زیادہ تر اسم اعظم کے ساتھ ہے۔
مصر و عرب کے مشہور بزرگ شیخ المشائخ حضرت عبد اللہ قرشیؒ فرماتے ہیں: میں ایک دن شیخ ابو محمد للقادریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: آج میں تمہیں ایک ایسی امانت (دعا) دیتا ہوں جس کی خوبی یہ ہے جب تم کو کسی شئی کی حاجت و ضرورت ہو یا مصائب وغیرہ میں مبتلا ہو تو اس دعا کے ساتھ استعانت کرو۔ یعنی اس کے وسیلہ سے دعا کیا کرو۔ تمہاری دعا بہت جلد اور ضرور قبول کی جائے گی،
میں نے عرض کیا: ضرور ایسی دعا سکھا دیجئے۔ تو شیخ ابو محمد للقادریؒ نے یہ اسماء مبارکہ مجھے سکھائے:
یَا وَاجِدُ یَا اَحَدُ، یَا وَاجِدُ یَا جَوَّادُ، اِنْفَحْنَا مِنْکَ بِنَفْحَۃِ خَیْرٍ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔
شیخ عبد اللہ قرشیؒ فرماتے ہیں: جب بھی میں نے ان اسماء مقدسہ کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے۔ تو اسکو میں نے مقبول، مجرب اور کامیاب پایا ہے۔ میں نے اس سے بہت نفع حاصل کیا ہے۔

> اسکے پڑھنے سے اس رحمٰن کی شان رحیمی متوجہ ہو جاتی ہے

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہنے والوں پر متعین ہے جب کوئی مسلمان (دعا کے وقت) تین مرتبہ یا ارحم الراحمین کہتا ہے۔ تو وہ فرشتہ کہتا ہے: ارحم الراحمین تمہاری طرف متوجہ ہے۔ پس مانگ لو کیا مانگتے ہو، بامراد ہو جاؤ گے۔ (رواہ حاکم)
حضرت طاؤس۔ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان غنیؓ نے بسم اللہ کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور جس قدر آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے درمیان قرب ہے اتنا ہی بسم اللہ اور اسم اعظم کے درمیان قرب ہے۔ **فائدہ:** بالفاظ دیگر یہ بھی اسم اعظم میں سے ایک ہے۔
حضرت ابو ربیعؒ نے فرمایا: عارف کا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہنا یہ امر کُن کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ امر کُن کہہ کر جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ کے لئے بسم اللہ ہے، وہ جس کام کی ابتداء میں بسم اللہ کہتا ہے تو اسکی برکت سے وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔

(۱) مجربات دیربی صفحہ ۸، علامہ دیربیؒ (۲) انوار الدعا، صفحہ ۱۵، ماہ صفر ۱۳۵۰ھ، حضرت تھانویؒ۔
(۳) غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۶۲ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۲۱

حاکم نے ابو درداءؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم "رب" ہے۔[1] اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ: بندہ جب "یا رب یا رب" کہتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اومیرے بندے میں موجود ہوں، سوال کر تجھے دیا جائے گا۔ (رواہ حاکم)

آل رسولؐ نے اسم اعظم کے لئے دعا مانگی

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں: آل رسول حضرت امام زین العابدینؒ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا (دعا مانگی کہ) اے بار الہا! مجھ پر اپنا اسم اعظم منکشف فرما دیجئے۔ تو انہیں خواب میں دکھایا گیا کہ اسم اعظم یہ ہے: هُوَ اللّٰهُ، اللّٰهُ، اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.[2]

عارف باللہ شیخ حسن بصریؒ وغیرہ اکابر صوفیہ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کو لفظ "اَللّٰهُمَّ" کے ساتھ (دعا میں) یاد کرتا ہے تو گویا اس نے سارے اسماء حسنیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ لہٰذا ہر مومن صادق کو لازم ہے کہ اس لفظ "اَللّٰهُمَّ" کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کر لیا کریں۔[3]

اب تیئسویں فصل کو ایسے مفید اور ہمت افزا واقعات پر ختم کر رہا ہوں، جنکا تعلق اور نسبت بھی اسماء حسنیٰ اور اسم اعظم کے ساتھ ہے۔

اس دعا پر فرشتے بے تاب ہو گئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ ہو گزرا جو اس طرح ہے: ایک تاجر تھے، جو ملک شام سے مدینہ طیبہ سامان تجارت لا، لیجایا کرتے تھے۔ یہ بسا اوقات توکلاً علی اللہ اکیلے ہی سفر کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ شام سے مدینہ طیبہ مال لا رہے تھے، اثنائے سفر ایک گھوڑ سوار ڈاکو انکے سامنے آگیا، اور چلا کر کہنے لگا کہ: ٹھیر جاؤ، سامان رکھ دو اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تاجر نے کہا: یہ مال تمہیں میں سپرد کئے دیتا ہوں، مجھے چھوڑ دو۔ اس ڈاکو نے کہا، مال تو میرا ہے ہی، میں تو تیری جان لئے بغیر نہیں چھوڑونگا۔ تاجر نے بصد عجز عرض کیا مجھے چھوڑ دو، مگر وہ نہ مانا۔ تاجر نے مجبور ہو کر کہا: اگر جان ہی لینی ہے تو تمہیں اختیار ہے، مگر مجھے دوگانہ کی مہلت دی جائے۔ اس نے کہا اس کی تمہیں اجازت ہے۔ تاجر نے دوگانہ کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور مضطربانہ عالم میں کئی مرتبہ اس طرح دعا مانگنا شروع کیا:

---

(۱) انوار الدعاء صفحہ ۱۹ الہادی ۱۳۵۶ھ حضرت تھانویؒ (۲) مظاہر حق، جلد ۲ صفحہ ۵۳۰، شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۲۵۰

(۳) حزب القلوب، ترجمہ مرغوب القلوب صفحہ ۲۵۶ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ

يَاوَدُوْدُ، يَاوَدُوْدُ، يَاوَدُوْدُ، يَاذَاالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ، يَامُبْدِئُ، يَامُعِيْدُ، يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ مَلَاَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ، وَاَسْئَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِيْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ، وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ، اَغِثْنِيْ، اَغِثْنِيْ اَغِثْنِيْ. بس اتنا پڑھنا تھا کہ اچانک ایک گھوڑ سوار ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار لئے میرے سامنے آگیا، اور اس ڈاکو پر حملہ کر کے زمین پر دے مارا۔ پھر تاجر سے کہا جاؤ، اب تم اسکی گردن دھڑ سے جدا کر دو۔ تاجر نے کہا: اللہ تمہیں خوش رکھیں تم کون ہو؟ میں نے تو آج تک کسی کو قتل نہیں کیا۔ تمہی اسے قتل کر دو چنانچہ اس نے جاکر اسے قتل کر دیا۔

پھر گھوڑ سوار میرے پاس آیا اور کہا کہ: میں تیسرے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں جب تم نے پہلی مرتبہ یہ دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازے پر سخت کھڑ کھڑاہٹ کی آواز سنی۔ جس سے ہم نے جانا کہ کوئی حادثہ ہو رہا ہے۔ پھر جب دوسری مرتبہ یہ دعا کی تو آسمان کے دروازے زور سے کھل گئے۔ اور اُن میں سے چنگاریاں اڑنے لگی۔ پھر جب تیسری مرتبہ یہ دعا پڑھی تو عرش اعظم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آواز دی کہ اس مصیبت زدہ انسان کی مدد کے لئے کون جاتا ہے؟

یہ سنکر میں نے دعا کی کہ: یا اللہ اس خدمت کے لئے مجھے موقع عنایت کیا جائے۔ چنانچہ میں نے آکر اسے کیفر کردار تک پہنچادیا۔

پھر اس فرشتے نے کہا: اُو اللہ کے بندے! تم خوب جان لو کہ جو کوئی بھی مصیبت کے وقت تمہارے ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے گا۔ خواہ کسی قسم کی کوئی پریشانی، یا ابتلاء ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نجات دے گا، اس کی فریاد رسی فرمائے گا۔ اتنا کہہ کر وہ فرشتہ غائب ہو گیا، اور اس تاجر نے مدینہ منورہ آکر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کر دیا، اور وہ دعا بھی سنا دی۔ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بھائی! اللہ تعالیٰ نے تم کو اسماء حسنیٰ کی تلقین کی (علم عطا فرمایا) ہے۔ جس کے وسیلے سے دعا مستجاب اور سوال مقبول ہوتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ حدیث اور واقعہ کے متعلق متعدد اسانید مع حوالۂ کتب اس طرح مرقوم ہے:۔

(۱) حضرت انسؓ مذکورہ دعا کے متعلق فرماتے ہیں: جو کوئی مصیبت زدہ چار رکعت کے بعد مذکورہ دعا کے وسیلے سے دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ (حاشیہ "الھواتف لابن ابی الدنیا صفحہ ۲)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "الاصابہ" میں صفحہ ۸، ۱ پر حضرت ابو معلق انصاری کے ترجمہ میں

اسے نقل فرماکر لکھا ہے ان حضرات نے مذکورہ روایت کو کتاب الوظائف لابی موسیٰ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ (کرامات اولیا، صفحہ ۱۹۶ قطب مدینہ عبداللہ یافعی یمنیؒ)

(۳) ابن اثیر نے مذکورہ حدیث اسد الغابہ میں حضرت معلق انصاریؓ کے ترجمہ میں صفحہ ۲۹۵ پر تحریر فرمایا ہے۔ امام ابی الدنیا نے مذکورہ حدیث کو الھواتف صفحہ ۲۲ پر اور مجابی الدعوۃ کے صفحہ ۲۲ پر بھی تحریر فرمایا ہے۔

(۴) نزہتہ البساتین کے مؤلف فرماتے ہیں: اس حدیث اور واقعہ کو علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ نے اس دعا کے متعلق یوں لکھا ہے یہ ان دعاؤں میں سے ایک ہے جنکے واسطہ سے دعا مانگنے سے آسمانی دنیا میں طوفان بپا ہو کر مظلوم و مضطر کی نصرت و اعانت کے لئے بے تابی کے ساتھ امنڈ آنے کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہے، اسکے علاوہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے بھی اسے ذکر فرمایا ہے۔

(نزہتہ البساتین جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ امام ابو محمد یافعی یمنی)

اس دعا کی برکت سے مطلوبہ چیز مل گئی

حضرت لیث ابن سعدؒ فرماتے ہیں: ۱۱۳ھ میں پاپیادہ حج کے لئے میں گیا، مکہ معظمہ میں نماز عصر کے بعد کوہ ابو قبیس پر چلا گیا، دیکھا تو وہاں ایک بزرگ بیٹھے ہاتھ پھیلائے دعائیں مانگ رہے ہیں، انداز دعا یہ تھا ایک مرتبہ یَا رَبِّ یَا رَبِّ پورے سانس چلنے تک کہتے رہے۔ پھر یَا رَبَّاہُ، یَا رَبَّاہُ پورے سانس ختم ہونے تک کہتے رہے۔ پھر اسی طرح یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ پھر یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پھر یَا رَحْمٰنُ پھر یَا رَحِیْمُ پھر یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یہ مذکورہ سب اسماء مقدسہ سانس ختم ہونے تک پڑھتے رہے۔ پھر اخیر میں یوں دعا کی کہ: خداوندا میں بھوکا ہوں، انگور کھانے کو جی چاہ رہا ہے، اور میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں، مجھے صرف دو کپڑے عنایت فرمادیجئے، حضرت لیثؒ فرماتے ہیں: اس کی دعا ختم ہوتے ہی میں نے بے موسم تازہ انگور کا ایک خوشہ اور دو چادریں انکے سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ دعا مانگنے والے یہ بزرگ آل رسول حضرت جعفر صادقؒ تھے۔ اس (دعا) کو سبعہ اسماء حسنیٰ بھی کہتے ہیں۔

(نزہتہ البساتین ترجمہ روضتہ الریاحین جلد ۲ صفحہ ۲)

خضرؑ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تحفہ

یہ دعا شیخ العربؒ والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سیدنا جیلانی اور امام غزالیؒ وغیرہ جیسے اولیاء کاملین سے منقول ہے اس لئے زیر قلم کر رہا ہوں، حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام نے عارف باللہ حضرت ابراہیم تمیمیؒ کی خدمت میں مسبعات عشرہ کا تحفہ پیش کیا۱ اور فرمایا کہ: یہ تحفہ مجھے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں جو کوئی اسے ہمیشہ بلا ناغہ صبح و شام پڑھا کرے تو دنیا و آخرت میں بڑا ثواب، مقبولیت اور کامیابی حاصل کرے گا۔

بقول حضرت خضر علیہ السلام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہوسکے تو زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہو اسے پڑھ لینا چاہئے۔ چونکہ یہ دس چیزیں ہیں اور سات مرتبہ پڑھی جاتی ہیں اس لئے اس کا نام مسبعات عشرہ رکھا گیا۔ اس وظیفہ پر بہت سے سالکین اور بزرگان دین عمل کرتے رہے ہیں، نماز فجر اور عصر کے بعد اس کا پڑھنا زیادہ مجرب ہے۔ وہ تحفہ مسبعات عشرہ یہ ہیں

(۱) سورہ فاتحہ (۲) سورہ ناس (۳) سورہ فلق (۴) سورہ اخلاص
(۵) سورہ کافرون (۶) آیۃ الکرسی (۷) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
(۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ
(۱۰) اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّ آجِلًا فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، جَوَّادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ٥
مذکورہ ساری دعائیں سات سات مرتبہ پڑھ لی جائیے۔

اس دعا کی برکت سے سمندر مسخر ہوگیا

امام ابو زندہ الفہری طرطوشیؒ کی کتاب سے منقول ہے: حضرت مطرف ابن عبد اللہ المدنیؒ نے کہا کہ جب میں خلیفہ منصور کے دربار میں آیا تو وہ رنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر منصور نے کہا: "مطرف! میں اس قدر رنج و غم میں مبتلا ہوں کہ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی دور نہیں کر سکتا۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو؟

اسکے جواب میں مطرف نے عرض کیا حضور والا! مجھ سے محمد بن ثابتؒ نے عمر بن ثابت

---

(۱) ارشاد مرشد حاجی امداد اللہ صاحبؒ، قوت القلوب، احیاء العلوم، غنیۃ الطالبین، حصن حصین شرح قول متین صفحہ ۸۰۔ سیرۃ النبیؐ بعد از وفات النبیؐ۔

بصریؒ کے حوالہ[1] سے ایک واقعہ سنایا: ایک مرتبہ بصرہ کے ایک آدمی کے کان میں مچھر گھس گیا، جس کی تکلیف کی وجہ سے سماعت ختم ہوکر نیند بھی حرام ہوچکی تھی۔ چنانچہ سیدنا حسن بصریؒ کے متعلقین میں سے کسی نے یہ کہا کہ تم صحابیٔ رسول علاء بن حضرمی کی وہ دعا پڑھو جو انھوں نے جنگل اور سمندر کی ہولناکی کے وقت پڑھی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مع لشکر کے نجات بخشی تھی، بصریؒ نے کہا کہ وہ کونسی دعا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے حضرت ابوہریرہؓ سے معلوم ہوا، وہ فرماتے تھے: ایک مرتبہ العلاء حضرمیؓ کو ایک لشکر دے کر جہاد کے لئے بحرین بھیجا، اس لشکر میں، خود میں (ابو ہریرہؓ) بھی شریک تھا، جنگل کا راستہ طے کرتے ہوئے ہمیں سخت پیاس لگی، بسیار تلاش کے بعد بھی پانی کہیں نہ ملا، یہاں تک کہ ہمیں ہلاکت کا اندیشہ ہونے لگا تب علاء حضرمیؓ نے دوگانہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اس اسم اعظم کے واسطے سے دعا مانگی: یَا حَلِیْمُ، یَا عَلِیْمُ، یَا عَلِیُّ، یَا عَظِیْمُ ہمیں پانی سے سیراب فرمادیں۔

اس کی برکت سے خلیفہ منصور بھی کامیاب ہوگیا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: حضرت علاء حضرمیؓ کا بس اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت اڑتے ہوئے پرندوں کی طرح ابر کے ٹکڑے آنے شروع ہوگئے، سب کے سروں پر چھاگئے، پھر برسنا شروع کیا جس سے نالے بھر گئے، اس پانی سے سب نے سیراب ہوکر پیا، سواریوں کو پلایا، برتن بھر لئے اور روانہ ہوگئے۔ اور چلتے چلتے خلیج (سمندر) پر پہونچ گئے، مگر اس پار جانے کے لئے نہ پل تھا نہ کشتیاں، یہاں پر بھی حضرت حضرمیؓ نے دوگانہ ادا کرکے وہی اسم اعظم پڑھ کر مدد طلب کی: کہ یا اللہ آپکے اس اسم مقدس کا واسطہ ہمیں سمندر پار فرمادے، دعا سے فارغ ہوکر امیر نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا: اللہ کا نام لیکر میرے پیچھے چلو، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں امیر کے پیچھے ہم نے بھی گھوڑے ڈال دیئے، پانی پر اس طرح چل رہے تھے جیسے خشکی پر، اس سمندر میں نہ ہمارے پاؤں بھیگے نہ گھوڑے اور نہ اونٹوں کے۔ اس لشکر کی تعداد چار ہزار تھی، تھوڑی دیر میں دشمنوں کو پالیا انمیں سے کچھ قتل کردیئے، کچھ قیدی بنالئے، خیر یہ واقعہ سنا کر، خلیفہ منصور سے عرض کیا کہ، اس بصری نے جس کے کان میں مچھر گھس گیا تھا اس نے بھی مذکورہ اسماء مقدسہ پڑھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے اسے بھی نجات دے دی۔

(۱) رواہ بخاری فی التاریخ، ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶، حافظ ابن تیمیہ فی کتاب القضاء۔ بیہقی۔ حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۲۵۰

یہ واقعہ سنتے ہی خلیفہ منصور نے اسی وقت بعد نماز اسی اسم اعظم کے واسطے سے دعا مانگنا شروع کی۔ مطرف کہتے ہیں کہ: تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ میری طرف متوجہ ہوئے نام لیکر فرمایا: اُو مطرف! اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور فرمادیا۔ پھر کھانا منگوا کر اپنے ساتھ بٹھلا کر مجھے کھلایا۔

نوٹ: علاء حضرمیؓ یہ صحابی تھے، نام عبد اللہ ہے۔ حضر موت کے رہنے والے تھے اس لئے حضرمی کہلائے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا تھا۔ دور فاروقی تک زندہ رہے پھر ۱۴ھ میں وفات پائی۔ (اصح السیر، صفحہ ۳۸۶ مولانا ابوالبرکات قادری دانا پوری)

ان اسماء مقدسہ کی عجیب تاثیر

عارف باللہ حضرت شیخ احمد کھٹو احمد آبادیؒ فرماتے ہیں: میں حج بیت اللہ کا ارادہ لئے ہوئے احمد آباد (گجرات۔الھند) سے روانہ ہو کر بحری جہاز پر سوار ہوگیا اثنائے سفر ایک دن وضو کرتے ہوئے اتفاقاً میرا پاؤں پھسل گیا اور میں جہاز پر سے سیدھا سمندر میں جا گرا۔ سمندر میں گرتے ہی میری زبان پر بے اختیار منجانب اللہ یہ اسماء مقدسہ جاری ہوگئے:

يَا حَافِظُ ،يَا حَفِيظُ ،يَا رَقِيبُ ،يَا وَكِيلُ ،يَا اَللّٰهُ۔ ان اسماء اعظم کے زبان سے جاری ہوتے ہی مجھے اپنے پاؤں کے نیچے پتھر سا معلوم ہوا اور میں اس پر کھڑا ہوگیا۔

باوجود بحرِ ذخار اور موجیں مارتے ہوئے سمندر کے اس وقت وہاں صرف میری کمر تک پانی تھا پھر بھی میں نے اس ورد کو جاری رکھا، اسکے بعد ملاحوں کو جب میرے گر جانے کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے آلہ سے مچھلی کی طرح اوپر اٹھالیا اور بخیر وعافیت حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوا۔

اسکی برکت سے ہمیشہ کے لئے کشادگی نصیب ہوگی

ایک بزرگؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں تنگی اور خوف شدید میں مبتلا ہوگیا، اور پریشان ہو کر بلازاد راحلہ مکہ معظمہ کے ارادہ سے خالی ہاتھ نکل کھڑا ہوا اور مسلسل تین دن تک چلتا رہا جب چوتھا دن ہوا تو مجھے گرمی، شدت پیاس اور بھوک نے پکڑلیا یہاں تک کہ مجھے اپنی موت کا اندیشہ ہونے لگا۔

اثنائے راہ جنگل میں کوئی درخت بھی نظر نہ آیا جسکے سایہ میں پناہ لیتا، ایسی بے کسی کے عالم میں اپنا حال اللہ تعالیٰ کو سپرد کر دیا اور بے بس ہو کر بیٹھ گیا۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا، میں سو گیا، خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا انھوں نے فرمایا تم اپنا ہاتھ لاؤ، میں نے دیدیا، مصافحہ کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں خوش خبری سناتا ہوں کہ تم سلامتی کے ساتھ بیت اللہ پہونچ جاؤ گے اور پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱) اخبار الاخیار صفحہ ۲۲۲ (۲) مشائخ احمد آباد جلد ۱ صفحہ ۲۹ محدث مولانا یوسف متالا مدظلہ (۳) نزہۃ البساتین جلد ۱ صفحہ ۲۸۸

کی زیارت سے بھی مشرف ہونگے۔

میں نے ان سے دریافت کیا کہ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ آپ کون ہو؟ انھوں نے فرمایا میں اللہ کا بندہ خضر (علیہ السلام) ہوں۔ یہ سنکر میں نے درخواست کی کہ آپ میرے لئے خصوصی دعا فرمائیں تاکہ افلاس و تنگدستی اور خوف و پریشانی دور ہوجائے۔ تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: تین مرتبہ یہ دعا پڑھو:

يَا لَطِيفًا بِخَلْقِهٖ، يَا عَلِيمًا بِخَلْقِهٖ، يَا خَبِيرًا بِخَلْقِهٖ، اُلْطُفْ بِي يَا لَطِيفُ، يَا عَلِيمُ يَا خَبِيرُ.

یہ دعا میں نے اسی وقت یاد کر کے سنادی۔ اسکے بعد خضر علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایسا تحفہ (اسم اعظم) ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لئے غنا ہے۔ جب بھی تمہیں کوئی تنگی یا پریشانی وغیرہ لاحق ہو جائے تو ایسے وقت اسے پڑھ کر دعا مانگا کرو۔ بفضلہ تعالیٰ جملہ مشکلات اور تنگی دور ہوجایا کرے گی۔ اتنا فرمانے کے بعد خواب ہی میں وہ غائب ہوگئے۔ اور پھر میں بیدار ہوگیا۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے جملہ اسباب مہیا فرمادیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ہر بیماری سے شفاء اور دشمنوں پر کامیابی کے لئے

ایک بزرگ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوگیا کہ خود مجھے اور میرے دیکھنے والوں سب کو میری زندگی سے ناامیدی اور مایوسی ہوگئی۔ گویا کہ میں ملک الموت کے قریب پہونچ چکا تھا۔ میں اسی موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ شب جمعہ آگئی، اسی شب میں نے خواب میں دیکھا

ایک وجیہ بزرگ میرے پاس آکر میری داہنی طرف سرہانے بیٹھ گئے، اور دوسرے آپ کے قریب، پھر انکے پیچھے بہت سی مخلوق آئی انکو گھر میں داخل ہوتے ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ سب پرندوں کی شکل میں گھر میں داخل ہوئے، اور بیٹھنے کے بعد دیکھا تو وہ سب آدمیوں کی شکل بن گئے۔ وہ سب جوق در جوق داخل ہوتے رہیں اور میں ان سب کو دیکھتا رہا جب سب داخل ہوچکے تو اس بزرگ صفت انسان نے جو میرے سرہانے تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ: میں اس شہر میں تین آدمیوں کی عیادت کے لئے آیا ہوں انمیں سے ایک تو یہی (میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) شخص ہے۔ دوسرے صالح خلقانی۔ اور تیسری ایک عورت ہے۔ اتنا فرمانے

(۱) نزہۃ البساتین ترجمہ روضۃ الریاحین جلد ا صفحہ ۲۲۴ مترجم علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی۔

کے بعد انہوں نے اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّي، حَسْبِيَ اللّٰهُ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اِعْتَصَمْتُ عَلَى اللّٰهِ، فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ

مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اتنا پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمایا: ان کلمات کو زیادہ پڑھتے رہا کرو۔ اسمیں ہر بیماری سے شفاء ہے ہر تکلیف سے نجات ہے اور ہر دشمن پر کامیابی ہے۔ پہلے پہل اس دعا کو حاملان عرش (بڑے مقرب فرشتوں) نے پڑھا تھا اور قیامت تک وہ یہ دعا پڑھتے رہیں گے۔ ایک شخص جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے یہ فضیلت سنکر دریافت فرمایا کہ:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کوئی شخص اس دعا کو اپنے دشمن سے مقابلہ کے وقت پڑھے تو؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واہ۔ واہ: اس وقت اس دعا کے پڑھنے والوں کو فتح و نصرت ہوگی۔ اس سوال کرنے والے کے متعلق میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ حضرت ابوبکرؓ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں یہ تو میرے چچا حضرت حمزہؓ ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے بائیں طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ سب شہداء ہیں اور پیچھے کی جانب اشارہ کرکے فرمایا کہ: یہ سب صالحین ہیں۔ اتنا فرمانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اتنا دیکھنے کے بعد جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے میری ساری لا علاج بیماریاں دور ہو چکی تھیں۔ اور پہلے سے بھی زیادہ صحت یاب ہو چکا تھا۔

****

قولِ عارف: اپنی حالت تو یہ ہے کہ۔ مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ۔ بوڑھاپے میں مجھے عقل آجائے گی لیکن جب بوڑھاپا آیا تو میری گمراہی اور بڑھ گئی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ

وللهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا | اس فصل کو شروع ہی اس آیت کریمہ سے کیا گیا جس میں خداوند قدوس کا فرمان عالی ہے کہ: انکے جملہ اوصاف و کمالات سے متصف، ہر قسم کے اعلیٰ معیاری اور معتبر اسماء حسنیٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہا کریں۔ یہاں پر انکے اسماء اعظم کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے رہنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

دوسری جانب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کریم داتا کی جانب سے یہ فرمان ہی نہیں بلکہ وعدہ اور یقین دہانی کرادی گئی کہ: اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. دوسری جگہ فرمایا: اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ، یعنی دعائیں کرنے والے سارے مسلمانوں کی دعاؤں کو میں قبول کر لیا کرتا ہوں۔

حضرت تھانویؒ اس جگہ راز اور گُر کی بات کی طرف نشاندہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اجیب۔ میں قبولیت کی ہمت افزا بشارت اللہ تعالیٰ نے پہلے سنادی، دعا کرنے والوں کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے، جسکا مطلب یہ ہوا کہ دعائیں کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول کرنے کے لئے وہ ارحم الراحمین ہر وقت اور ہر آن تیار ہے۔

جب انکی جانب سے کرم نوازی کی اتنی عظیم دولت سے ہر مسلمان کو نوازا جارہا ہے، تو پھر ہمیں بھی انکی ان عظیم نعمتوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کسی حال میں مایوس اور ناامید نہ ہوتے ہوئے سنت طریقہ کے مطابق دعائیں مانگتے رہنے کی عادت بنالینی چاہیے۔

ایک غیبی بشارت

بفضلہ تعالیٰ مؤرخہ: ۱۹/ شوال ۱۴۲۱ھ مطابق گیارہ جنوری ۲۰۰۱ء

شب جمعرات یہ خواب دیکھا کہ: ایک ذی وجاہت صاحب نسبت، دبلے پتلے لمبے بزرگ تشریف لائے اور قبلہ رو کھڑے ہوگئے۔ مجھے غیب سے یہ آواز دی گئی کہ تم احتراماً و ادباً انکے پیچھے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ میں کھڑا ہو گیا، صرف اتنا دیکھنے کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

اسکے بعد چند لمحہ گزرنے پر پھر مجھے نیند آگئی اس وقت بھی وہی وجیہ بزرگ کو خواب میں دیکھا وہ تشریف لائے اور آگے کی جانب کھڑے ہوگئے، اب کی مرتبہ پھر مجھے یہ آواز دی گئی کہ ادباً و احتراماً انکے پیچھے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ میں کھڑا ہو گیا۔ اسکے بعد پھر یہ آواز آئی کہ یہ تشریف لانے والے بزرگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی چاہت یہ ہے کہ: تمہاری (خادم محمد ایوب کی) جمع کردہ سات منزلہ دعائیں پڑھی جائیں یا مانگی جائیں، پھر میں بیدار ہو گیا۔

اس بشارت کا پس منظر حقیقت حال یہ ہے کہ یہ خواب میں نے اس وقت دیکھا جب اس کتاب کی تیئسویں فصل جسکا عنوان ہے" اسم اعظم قرآن و حدیث کی روشنی میں" اس فصل کی تکمیل کے بعد مذکورہ فصل میں جتنے اسم اعظم لکھے گئے، ان سب کو اخیر میں الگ جمع کر کے انکے سات حصے کئے، اسکے بعد قرآن مجید، مناجات مقبول اور دعاؤں کی دیگر بہت سی کتابوں میں سے امت کی زبوں حالی، مسلمانوں کے نشیب و فراز اور پریشان کُن حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت ہی اہم اور ضروری دعاؤں کا بھی انتخاب کر کے انکے بھی سات حصے کئے۔

پھر اسماء اعظم کے ایک ایک حصے کے تحت دعاؤں کا ایک ایک حصہ لکھتا چلا گیا، اسکے بعد فضائلِ درود کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کی زاد سعید، اور عارف باللہ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی فارسی میں لکھی ہوئی فضائل درود، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید ملت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے اردو ترجمہ کر کے اسی نام سے شائع فرمایا تھا۔ ان مذکورہ دونوں کتابوں میں سے چند مقدس درود پاک کا انتخاب کر کے اسم اعظم اور دعاؤں کے ساتوں حصوں کے شروع میں ایک ایک درود پاک بھی تحریر کر کے جب جملہ اسماء اعظم اور منتخب جامع دعاؤں کا پورا مجموعہ تیار ہو گیا، اسکے بعد بفضلہ تعالیٰ خادم نے مذکورہ خواب دیکھا۔

نوٹ: دعاؤں کا یہ سات منزلہ مجموعہ دیگر کتابوں کے مانند زیادہ ضخیم نہیں ہے، بلکہ اسے مختصر سے وقت میں بآسانی پڑھ سکتے ہیں۔

یہ خواب دیکھنے سے بفضلہ تعالیٰ دل میں یہ مسرت اور خوشی ضرور محسوس ہوئی کہ: الحمد للہ ناچیز خادم کی یہ کاوش انشاء اللہ تعالیٰ عند اللہ، اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پسندیدہ اور مقبول ہے، الحمد لله حمداً كثيراً كثيراً على نعمه وكرمه .

خواب کی تعبیر ایک صاحب نسبت بزرگ نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا: بہت مبارک خواب ہے، اس میں مذکورہ (دعا کی) کتاب کی مقبولیت کی بشارت ہے۔ پھر اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لاکر اسکے مانگنے کی طرف اشارہ فرمانا نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ جمع کردہ دعائیں انشاء اللہ تعالیٰ امت کے مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مرقومہ دعاؤں کو حسب منشائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خود مجھے اور امت کے مسلمانوں کو بار بار پڑھنے اور مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین۔

سات منزلہ دعاؤں کا خلاصہ

سات منزلہ دعاؤں میں کس منزل میں کس قسم کی دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے اسکے متعلق قدرے تشریح ذیل میں لکھی جارہی ہے۔

پہلی منزل میں، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم۔ دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں۔ مغفرت۔ رشد و ہدایت، عافیت اور عزت و پاکدامنی والی زندگی۔ نفاق، ریا کاری، فسق و فجور اور عصیان سے پناہ مانگی گئی ہے۔ زبان آنکھ وغیرہ جسمانی اعضاء سے ہونے والے گناہوں سے حفاظت طلب کی گئی ہے۔ ذلت رسوائی سے نجات۔ دین و ایمان کی محبت و سلامتی کی دعا کے علاوہ جنت کی لازوال نعمتوں کو دلانے والی اور ایمان و یقین کے بعد اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب دعاؤں کو اس منزل میں جمع کیا گیا ہے۔

دوسری منزل میں، توبہ استغفار۔ والدین اور جمیع مسلمان کی مغفرت۔ کشادہ مکان، رزق میں وسعت و برکت۔ پہاڑوں کے مانند قرض کے انبار کو ختم کردینے والی۔ اور افلاس و تنگدستی فقر و فاقہ کی ذلت سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

پگلادینے والے ہر قسم کے رنج و غم اور بے بسی سے نجات دلانے والی۔ مومن مسلمانوں سے عداوت اور کدورت سے بچاؤ۔ پریشانیوں سے نجات دلانے والی دعاؤں کے علاوہ بڑھاپے میں محتاجی غربت اور بے سہارگی سے امان نصیب کرنے اور ضعیفی میں خیر و برکت والا رزق عطا کرانے والی دعاؤں کو اس منزل میں شامل کیا گیا ہے۔

تیسری منزل میں، گناہوں کی مغفرت۔ عذاب قبر اور دوزخ سے پناہ۔ دنیا و آخرت کی رسوائی سے نجات۔ برے اخلاق معصیت اور نفس و شیطان کے مکائد سے حفاظت۔ اچانک موت ناگہانی پکڑ اور برائیوں سے امان طلب کی گئی ہے۔ دارین کی بھلائی اور حسن خاتمہ کے علاوہ صالحین کے ساتھ حشر فرمانے والی دعاؤں کو اس منزل میں جمع کیا گیا ہے۔

چوتھی منزل میں بے بسی بے قراری مظلومیت۔ ذلت و رسوائی اور ہر قسم کے شرور و فتن سے نجات دلانے والی۔ شقاوت و بدبختی کو دور کرنے والی۔ سوءِ قضاء کو حسنِ قضاء کی طرف پھیر دینے والی۔ رنج و غم آفات و مصائب اور ہر قسم کی پریشانیوں کو ختم کردینے والی۔ ظالموں کے مظالم اور دشمنوں کے حربے سے حفاظت میں رکھنے والی احادیث نبویہ سے منقول بڑی جامع دعاؤں کو اس منزل میں رقم کیا گیا ہے۔

پانچویں منزل میں، امت کے مسلمانوں کی مغفرت۔ مسلمانانِ عالم کی اصلاح، رشد ہدایت سلامتی باہم اتفاق و محبت خیر و بھلائی۔ عزت و کشادگی والی زندگی حاصل کرانے والی۔ حرمین شریفین اور بیت المقدس کی حفاظت خداور سول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرانے اور رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرانے والی دعائیں۔

دشمنانِ اسلام، یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں جابر و ظالم (غیر مسلم، دہشت گرد، ٹیررسٹ اور فنڈامنٹلسٹ افراد و اقوام) کے لئے زلزلے اور عذاب الیم میں مبتلا ہونے، دنیا سے ملیامیٹ اور ذلیل و رسوا ہوجانے کی دعاؤں کے علاوہ، ظالموں کے مظالم سے نجات دلانے والی، امتِ مسلمہ کے جانباز نگہبانوں اور مجاہدین اسلام کے لئے خدائی غیبی نصرت و مدد فتح مندی اور کامیابی دلانے والی بڑی معرکۃ الآرا، پیغمبرانہ دعاؤں کو مع مستند اسماء اعظم کے اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔

یاد رہے! امت کے لئے تڑپ کر دعائیں مانگنے والوں کا دربارِ خداوندی میں بہت اونچا مقام ہے، دعا مانگنے والا چاہے کوئی بھی ہو اس منزل میں اسی قبیل کی دعاؤں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ والہانہ انداز میں اس منزل کی دعاؤں کو بار بار پڑھنے والوں پر انشاء اللہ تعالیٰ وہ ارحم الراحمین اپنی رحمتوں کے دروازے وا فرماتے رہیں گے، اور ان دعاؤں کے طفیل ہماری دیگر ساری دعاؤں کو بھی شرف قبولیت عطا فرماتا رہے گا۔ اس لئے مؤدبانہ عرض ہے کہ اس منزل کی دعاؤں کو روزانہ بلاناغہ مانگتے رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے ـــــ آمین۔ ثم آمین۔

چھٹی منزل میں مغفرت، رحمت، صحت تندرستی۔ ہر قسم کی خطرناک لاعلاج بیماریوں سے شفائے کاملہ۔ عفت و پاکدامنی زہد و تقویٰ والی زندگی۔ جسمانی اعضاء کی سلامتی، نیک صالحہ بیوی، صالح نرینہ اولاد۔ نعمتوں کے حصول، اخلاقِ حسنہ، علم نافع، اعمالِ صالحہ، رضا بالقضاء۔ عزت والی زندگی اور حسن خاتمہ وغیرہ کے متعلق اکسیر دعاؤں کو اس میں لکھا گیا ہے۔

ساتویں منزل میں، دعا، حاجت، توبہ استغفار۔ دارین کی بھلائیاں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم۔ رشد و ہدایت، عفو درگزر۔ دین و ایمان کی سلامتی، زوال نعمت سے حفاظت۔ مسلمانوں میں باہم الفت و محبت پیدا ہونے اور ہر قسم کی جملہ پریشانیوں اور مصائب سے نجات دلانے والی دعائیں۔

نفاق ریاکاری، خیانت، محتاجی، اور بے سہارا والی زندگی وغیرہ سے امان و عافیت طلب کی گئی ہے اسکے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کی ساری دعاؤں پر مشتمل ایک جامع دعا

سے اس اخیری منزل کو مزین کیا گیا ہے۔

اسمیں ایک ایسی جامع دعا ہے جسکے متعلق قطب عالم حضرت شیخ الحدیثؒ[1] نے فرمایا کہ: اس دعا کو پابندی کے ساتھ مانگنے کا میرا معمول رہا ہے۔ حضرت شیخؒ اس دعا کو کم و بیش ساٹھ (۶۰) سال تک ہمیشہ مانگتے رہے۔ حضرت تھانویؒ[2] نے فرمایا: یہ ایسی جامع دعا ہے کہ اس میں سب کچھ آگیا۔

یہاں تک ساتوں منزلوں میں مشتمل مختلف قسم کی دعاؤں کا اجمالی خلاصہ آپکے سامنے لکھ دیا گیا ہے

****

دعا کی قبولیت کے لئے رہنما اصول

اب آگے ایک گر اور کام کی بات تحریر کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ: بارگاہ خداوندی میں: (۱) مقبولیت (۲) رزق میں برکت (۳) اور دعا کی قبولیت، کے سلسلہ میں والدین کی اطاعت کے علاوہ گناہوں کی مغفرت کا بڑا دخل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ، میں والدین کی مغفرت سے پہلے اپنی مغفرت کی دعا کرائی گئی، دعائے جنازہ میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت سے پہلے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا میں حاضرین کی مغفرت کو مقدم رکھا گیا ہے، اسی طرح اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ، وَ بَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

مذکورہ دعاؤں میں پہلے اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرائی گئی، اسکے بعد اچھا کشادہ مکان اور روزی میں برکت منگوائی جارہی ہے۔ اسکے علاوہ اپنی مغفرت کے بعد ہماری دعا اپنے اور دوسروں کے لئے کارآمد ہوسکتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ: ہر قسم کی دعاؤں سے پہلے توبہ، استغفار اور گناہوں سے مغفرت مانگتے رہنا چاہئے، اس سے مذکورہ تینوں نعمتوں: (۱) بارگاہ ایزدی میں مقبولیت (۲) روزی میں خیر و برکت (۳) اور دعاؤں کی قبولیت سے نوازے جاؤگے۔ الحمد للہ اسی نکتہ کے پیش نظر ناچیز نے ساتوں منزلوں کو اسماء اعظم کے بعد مغفرت کی آیتوں سے شروع کیا ہے۔

اسے معمولی نہ سمجھا جائے

اخیری بات یہ کہ: ان چھوٹی سی منزلوں کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ مسلمانانِ امت کے خلاف دشمنانِ اسلام کا اتحاد، مسلمانوں کی مظلومیت، شرور و فتن، ذلت و رسوائی، مصائب و پریشانی وغیرہ جن میں عمومی طور پر مسلمانوں کی اکثریت مبتلا ہے، ان مذکورہ حالات سے نجات دلانے عزت اور خوشحالی کی طرف لانے والی دعاؤں کو چن چن کر اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔

(۱) الملفوظات المجموعۃ صفحہ ۳۵۴، ملفوظات شیخ الحدیثؒ۔ (۲) حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۱۲

انہیں جملہ دعاؤں کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خواب میں) اپنی دلی تمناؤں کا اظہار فرمایا کہ ان دعاؤں کو زیادہ مانگی جایا کریں۔ اس میں منجملہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول، مستند، ماثور و مقبول دعائیں ان میں ہیں۔ اسکے علاوہ ان اسماء حسنیٰ اور اسماء اعظم کو بھی ہر ہر منزل کے شروع میں لکھ لئے گئے ہیں، جنکے متعلق صادق و مصدوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ: خدا کی قسم اس میں، اسم اعظم ہے! یہ اسم اعظم ہے! اس اسم کے ذریعہ جو دعا کی جائے گی وہ قبول ہوگی وغیرہ۔

اسکے علاوہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کے ستاروں میں اور بعض بزرگوں کو مبشرات اور فرشتوں اور حضرت خضر علیہ السلام وغیرہ کے ذریعہ منجانب اللہ مختلف قسم کے اسماء اعظم کی نشاندہی کی گئی۔ کم و بیش اس قسم کے کافی اسماء اعظم کو ان دعاؤں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ تو گویا کہ: دعائے ماثورہ پر اسم اعظم کے ذریعہ قبولیت کی مہر ثبت کرنا یہ سونے پر سہاگہ سے کم نہیں۔ یعنی اسم اعظم کے ساتھ جو دعا کی جاتی ہے وہ مقبول ہو جایا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان کوششوں کو قبول فرما کر حسب منشاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مسلمانوں کو قلبی جمعیت کے ساتھ ان دعاؤں کو ہمیشہ مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قطب زماں اور وقت کے نباض کی دور اندیشی

جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر میں ۱۹۸۱ء میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ رمضان المبارک میں تشریف لے گئے، وہاں ایک دن حضرتؒ نے اپنے مجاز و خادم مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور صوفی محمد اقبال مدنی صاحبؒ کو بلایا، اور زمانہ کی برق رفتاری، کم فرصتی کے پیش نظر خصوصاً تبلیغی اور دینی (دنیوی) مشاغل رکھنے والے حضرات کی خاطر فرمایا کہ "الحزب الاعظم (جو ضخیم دعاؤں کا مجموعہ ہے اس) کی جملہ منزلوں میں سے خاص خاص دعاؤں کا انتخاب کر کے از سر نو مختصر سی حزب تیار کر کے شائع کیا جائے، تاکہ پڑھنے والوں کو دقت نہ ہو۔"

چنانچہ حضرت شیخؒ کے حکم کی تعمیل میں اہم دعاؤں کا انتخاب کر کے: جدید مختصر الحزب الاعظم، کے نام سے شائع کر دیا۔ حضرت قطب زماںؒ کی موقع شناسی کے پیش نظر، ناچیز نے بھی لمبی دعاؤں میں سے ضروری دعائیہ کلمات کو لیکر سات منزلہ دعاؤں کو ترتیب دیا ہے۔ (محمد ایوب سورتی عفی عنہ)

سات منزلہ دعاؤں کا مجموعہ:

پہلی منزل:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

الٓمٓ. اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ. اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَاجَعَلْتَهٗ سَهْلًا. وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ. سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ

اَلنَّارِ. رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً. اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِی الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِيْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ. وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْيَایَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَاشِیْ. وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَادِیْ. اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَعَيْنِیْ مِنَ الْخِيَانَةِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ. اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَکَرِّهْ اِلَيْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ. اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِيْنِکَ. اَللّٰهُمَّ يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ.

☆..............................☆☆☆..............................☆

﴿ دوسری منزل ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَ سَلِّمْ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى. هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ. يَا آخِرَ الْآخِرِيْنَ. يَاذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ. يَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ. يَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِىْ وَ بِهِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا فِىْ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلُهٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ. اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَّجَوَّادٌ كَرِيْمٌ مَّلِكٌ بَرٌّ رَّؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ. رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ. اَللّٰهُمَّ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ وَوَسِّعْ لِىْ فِىْ دَارِىْ وَبَارِكْ لِىْ فِىْ رِزْقِىْ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَىَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّىْ

وَانْقِطَاعِ عُمرِیْ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقاً طَیِّباً. اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ فَضْلِکَ وَلاَ تَحْرِمْنَا مِنْ رِزْقِکَ. وَبَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا. اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ فُجَائَةِ الْخَیْرِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالْذِّلَّةِ. اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلاَلِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الْدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.

☆..............................☆☆☆..............................☆

﴿ تیسری منزل ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ صَلاَةً دَائِمَةً بِدَوَامِکَ. هُوَ اللّٰهُ. اللّٰهُ. اللّٰهُ الَّذِیْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ. یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ، یَا لَطِیْفاً لِمَا یَشَاءُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاِسْمِکَ الَّذِیْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ. لاَ تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ

تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تُعَافِیَنِیْ مِنَ النَّارِ. یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ، یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ، یَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهُ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰهً وَّاحِداً، لاَ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الاَبْرَارِ. رَبَّنَا وَلاَ تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الاٰخِرَةِ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ، اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّهٗ وَلاَ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِهٖ. اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الاَخْلاَقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ، اَللّٰهُمَّ اَعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ، اَللّٰهُمَّ لاَ تُهْلِکْنَا فُجَائَةً وَّلاَ تَاْخُذْنَا بَغْتَةً، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَّوْتِ الْفُجَائَةِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فُجَائَةِ الشَّرِّ، رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُسْنَ الْخَاتِمَةِ.

☆ .... ☆☆☆ .... ☆

﴿ چوتھی منزل ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ. سُبْحَانَکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰـــہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰـہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَالَ وَاِسْرَافِیْلَ:

اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَّتَعْصِمَنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلیً وَّتَنَالَنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِیَ عَنِّیَ الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مِسْکِیْنٌ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْاَعْلَی الْاَجَلِّ الْاَکْبَرِ. سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَھَّابُ.

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تُعَافِیَنِیْ مِنَ النَّارِ. یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْا ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلٰی

النَّاسِ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ اِنِّی ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ یَا کَرِیْمُ... اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ کَاشِفَ الْغَمِّ مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ، یَا کَاشِفَ عَنِ الْمَکْرُوْبِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَآءِ وَسُوْءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ، رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ. اَللّٰھُمَّ رَبِّ نَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ... اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ ھٰذَا فَرَجاً وَّمَخْرَجاً. اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ... آمِیْن... آمِیْن... بِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَسَلِّمْ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

☆..............................☆☆☆..............................☆

﴿ پانچویں منزل ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ ن النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ
اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاهِیْمَ. اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ. لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ
مِنَ الظّٰلِمِیْنَ. یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ ، یَاذَاالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ،
یَامُبْدِئُ یَامُعِیْدُ یَا فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِنُوْرِ
وَجْهِکَ الَّذِیْ مَلَأَ اَرْکَانَ عَرْشِکَ. وَاَسْئَلُکَ بِقُدْرَتِکَ الَّتِیْ
قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِکَ، وَبِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ
شَیْءٍ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ، اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ
یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ یَاوَهَّابُ، یَاوَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا وَاجِدُ یَاجَوَّادُ
اِنْفَحْنَا مِنْکَ بِنَفْحَةِ خَیْرٍ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰھُمَّ
رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا، وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ
مَوْلَانَا، فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ. فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمُشْرِکِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ
اُمَّةَ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ
ﷺ ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ

اُمَّةِ ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ انْصُرْ عَسَاكِرَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِكَ، اَللّٰهُمَّ قَوِّنَا عَلَى الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِكَ. اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا فَاِنَّكَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ. فَافْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَتْحاً وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَصْلِحْهُمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ. وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَالْحِكْمَةَ. وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالشُّيُوْعِيِّيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدِيَّةَ وَالنَّصْرَانِيَّةَ وَالشُّيُوْعِيَّةَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالشُّيُوْعِيِّيْنَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ، وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ، وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ. وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَاعَلِمْتُ

مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلَنَا وَ تَرْحَمَنَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، وَاَدْعُوْکَ بِاِسْمِکَ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ، اَللّٰهُمَّ اخْذُلِ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی وَالْمُشْرِکِیْنَ، اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ، اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ جَمْعَهُمْ. اَللّٰهُمَّ خَرِّبْ بُنْیَانَهُمْ. اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ دِیَارَهُمْ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِهِمْ، اَللّٰهُمَّ زَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ، وَامْحُ آثَارَهُمْ، وَاقْطَعْ دَابِرَهُمْ، وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ خُذْهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ، اَللّٰهُمَّ اَهْلِکْهُمْ کَمَا اَهْلَکْتَ عَادًا وَّثَمُوْدَ. یَا سُبُّوْحُ یَاقُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. آمِیْنَ آمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

﴿نوٹ﴾ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اللّٰهَ سے لیکر بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ تک اس دعا کو والہانہ انداز میں بار بار مانگتے رہا کریں، یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب مستند اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکے واسطے سے مانگی جانے والی دعا ضرور شرف قبولیت حاصل کرےگی۔

﴿ چھٹی منزل ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی﴿ سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجَوَادِ وَالْکَرَمِ وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِکَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ. لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ. یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ. یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ،

یَاحَافِظُ یَا حَفِیْظُ یَارَقِیْبُ یَاوَکِیْلُ یَااَللّٰہُ. بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّیْ. حَسْبِیَ اللّٰہُ، تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ. اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ. فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ. مَاشَآءَ اللّٰہُ. لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. یَا لَطِیْفاً بِخَلْقِہٖ یَاعَلِیْماً بِخَلْقِہٖ یَا خَبِیْراً بِخَلْقِہٖ. اُلْطُفْ بِیْ اُلْطُفْ بِیْ اُلْطُفْ بِیْ. یَا لَطِیْفُ یَا عَلِیْمُ یَا خَبِیْرُ. یَا رَبَّنَا اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ. اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا اِیْمَاناً کَامِلاً وَّ یَقِیْناً صَادِقاً وَّحُسْنَ ظَنٍّ بِکَ یَا کَرِیْمُ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰی بِالْقَدْرِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ، یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ، یَاشَافِیَ الْاَمْرَاضِ، یَاشَافِیَ الْاَمْرَاضِ. اَللّٰھُمَّ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَااَحْیَیْتَنَا. اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً. رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً. اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَبْ لِيْ حُکْماً وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ. اَللّٰهُمَّ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْداً وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ. اَللّٰهُمَّ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً. اَللّٰهُمَّ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا عِلْماً نَافِعاً. اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ بِالْعِلْمِ وَ زَيِّنِّيْ بِالْحِلْمِ وَاَکْرِمْنِيْ بِالتَّقْوٰی وَجَمِّلْنِيْ بِالْعَافِيَةِ. اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا،

☆ .... ☆☆☆ .... ☆

﴿ ساتویں منزل ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ. يَا رَبَّنَا يَارَبَّنَا يَارَبَّنَا. يَا رَبَّاهُ يَارَبَّاهُ يَارَبَّاهُ. يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ. يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ. يَا رَحْمٰنُ يَا رَحْمٰنُ يَارَحْمٰنُ. يَارَحِيْمُ يَارَحِيْمُ يَارَحِيْمُ. يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ،

يَا سُبُّوحُ يَا قُدُّوسُ يَاغَفُوْرُ يَاوَدُوْدُ. يَامُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ يَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ يَاسَامِعَ الْاَصْوَاتِ يَامُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ يَادَافِعَ الْبَلِيَّاتِ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ. يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ. اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ.

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ حُسْنَ الْخَاتِمَةِ. اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَاباً يَّسِيْراً. اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَيْتَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاسَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ ﴿سَيِّدُنَا﴾ مُحَمَّدٌ ﷺ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ ﴿سَيِّدُنَا﴾ مُحَمَّدٌ ﷺ. وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ.

اَللّٰهُمَّ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. آمِيْن ... آمِيْن اَللّٰهُمَّ آمِيْن... يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى ﴿سَيِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى

اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ. بِفَضْلِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ

الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ............

﴿بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.﴾

یہ دعا مانگنے کی اشد ضرورت ہے مذکورہ عربی دعاؤں کے ساتھ ایک مختصر سی یہ دعا بھی اپنے معمولات میں شامل فرمائی جائے جو ناچیز نے اللہ کے ایک برگزیدہ مخلص بندے کی زبانی سنی وہ یہ ہے:

"یا ارحم الراحمین۔ یا احکم الحاکمین۔ ممالک اسلامیہ کی قیادت و سیادت عنان و لگام محض اپنے فضل و کرم سے خیر و عافیت کے ساتھ تیرے ان مخلص متبع سنت و متبع شریعت بندو اور صلحائے امت میں جو انکے اہل ہوں انکے ہاتھوں منتقل فرمادیں، یا اللہ"

یہ اس لئے کہ اس وقت جتنے ممالک اسلامیہ (۵۵/۵۶) ہیں انمیں صرف ایک دو کے علاوہ سب سربراہان مملکت، یہود و نصریٰ اور دشمنان اسلام سے مرعوب ہو کر اپنی کرسی اور مفاد کی خاطر انکی غلامی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس لئے ایسے لیڈران قوم سے نفاذ احکام شرعیہ کی امیدیں وابستہ رکھنا یہ دین و ملت کے ساتھ مذاق اور توہین کے مترادف ہوگا۔

نفاذ شریعت کی توقع صرف اور صرف غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور متبع سنت عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کی جاسکتی ہے اسی لئے مذکورہ بالا مخصوص دعا مانگتے رہنے کی گزارش کی جارہی ہے۔ یہ دعا امت کا ایک معتد بہ طبقہ اخلاص و للہیت اور مداومت کے ساتھ۔ آخر سحر گاہی۔ جمعہ، رمضان المبارک کی مقبول ساعتوں اور حرمین شریفین میں ساعتِ مقبولہ میں گریہ وزاری کے ساتھ مانگتے رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو جو سربلندی اور کامیابیاں پچاس سال کے بعد متوقع ہے وہ چند سالوں میں یقینی ہو سکتی ہے۔

اس لئے امید ہے کہ شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھنے والے مسلمانانِ عالم اسلام اور دین و شریعت کی ترویج و اشاعت کی خاطر اللہ کے ولی اور نیک بندے کی زبان سے نکلی ہوئی مذکورہ بالا (اردو دعا) اور منازل سبعہ میں سے خصوصاً نمبر ۲/۵ والی دعائیں ضرور مانگتے رہا کرینگے۔ اب آگے ایک شبہ کا ازالہ کے لئے کچھ باتیں تحریر کی جارہی ہیں:

ایک اہم سوال کا جواب بعض لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ہو سکتا ہے کہ: یہ کیا، دعا۔ دعا۔ کی رٹ لگائے رکھی ہے اگر صرف دعا ہی سے سارے مسائل حل ہوجاتے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون مستجاب الدعوات ہو سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

دعا فرمادیتے، کفر اور ظالم حکومتیں ختم ہو جاتیں۔ اسلام اور دین دنیا میں پھیل جاتا۔

اس سوال کے بہت سے جوابات ہیں: یقیناً دنیا دار الاسباب ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اسباب کے تحت ہی نظام عالم چلایا جارہا ہے۔ مگر یہ بھی ذہن نشین فرمالیا جائے کہ دعائیں مانگنا یہ بھی منجملہ اسباب میں سے ایک ہے۔ دوسری بات یہ کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا اسمیں (صرف) دعا کے علاوہ نجات کی کوئی شکل اور راستہ نہ ہوگا (ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۱)

اسکے علاوہ، اس خالق و مالک کا حکم ہے قرآن مجید میں دعائیں مانگنے اور مانگتے رہنے کا بار بار حکم فرمایا گیا ہے۔ متعدد مستند احادیث نبویہ میں بار بار آیا ہے۔ دعائیں مانگنا یہ: افضل العبادات، عبادات کا مغز، دافع البلاء، رحمت کی کنجی، تقدیر کو بدل دینے والی، لشکر خداوندی اور مؤمن کا ہتھیار اسے کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ستر (۷۰) مقامات سے زیادہ جگہوں میں دعائیں مانگنے کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے۔[1]

ظالموں اور دشمنوں تک سے انتقام لینے کی دعائیں خود اس قادر مطلق نے قرآن مجید میں نازل فرمادی ہیں۔ بلکہ بہت سے انبیاء (حضرت نوح، حضرت موسیٰ و حضرت صالح علیہم السلام وغیرہ) سے ایسی دعائیں منگوائی گئیں کہ جنکے نتیجہ میں ظالم افراد اور قومیں نیست و نابود ہو گئیں۔

اور اسے بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ تارک دعا، دعاؤں سے نہ ہونے کا خیال یا دعاؤں سے مستغنی ہو کر دعائیں نہ مانگنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب خداوندی کا مورد بن جانے کی وعیدیں بھی آئی ہیں،

مشاہدہ کرنے والوں نے بھی اسے تسلیم کرلیا

اسکے علاوہ اسباب و ذرائع کے اصول کے تحت تبلیغ و اشاعت دین کے سلسلہ میں الحمد للہ دنیا میں جتنے محاذوں پر مختلف قسم کی محنت و قربانیاں ہو رہی ہیں۔ قربانیوں کے اس بلند معیار کے مقابلہ میں جس قسم کی جتنی دعائیں کرنی اور ہونی چاہیے، وہ ہو نہیں پا رہی۔

برمنگھم کی جامع مسجد میں پرانے کام کرنے والے جماعتی احبابوں میں یادگار سلف حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کی زبانی یہ فرماتے ہوئے خود میں نے سنا، حضرت نے فرمایا تھا: الحمد للہ جماعتی نقل و حرکت اور محنت کا معیار کافی بلند اور زیادہ ہو چکا ہے مگر ان محنتوں اور قربانیوں کے

---

(۱) ماہنامہ بیان مصطفیٰ اکل کوا کا قرآن نمبر (۲) اس قسم کی بہت سی دعائیں منزل ۴/۵ میں جمع کردی گئی ہے۔

مطابق دعاؤں کا معیار بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ اس لئے ان محنتوں کے ساتھ مناسب اوقات میں اگر رو رو کر دعائیں مانگنے کے عمل کو بھی بڑھایا جائے تو پورے عالم میں اسکے ثمرات اور کام پھیلنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ یہ صدا اس تجربہ کار فنا فی التبلیغ بزرگ کی تھی جسکی نظر کے سامنے دنیا کے کفر و اسلام کا نقشہ تھا۔

یہ تو صرف ایک لائن پر ہونے والی محنت کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امت کے مسلمانوں کا درد اور بصیرت عطا فرمائے۔ نفاذِ احکام شرعیہ کے لئے اس قسم کی یا اس سے کہیں زیادہ دیوانہ وار جان و مال کی قربانیوں کے نذرانے پیش کرنے والے دنیا میں بے دریغ قربانیوں کی عظیم تاریخ ثبت کر رہے ہیں۔

اس پر عمل کرلیا تو عنقریب انقلابات رو نما ہونگے

ناچیز کا گمان غالب یہ ہے کہ ان مختلف محاذوں پر بھی انکی قربانیوں کے مقابلہ میں دعاؤں کا معیار بہت ہی کم نظر آتا ہے اس لئے اب اگر اس کی طرف زیادہ توجہ دی جائے جبکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے ذریعہ مکتوبہ دعاؤں کے مانگتے رہنے کی طرف دلی تمناؤں کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ حسب منشاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کیا گیا تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں کہ دنیا میں مسلم امۃ خدا و رسول کی فرمانبرداری اور نفاذِ احکامِ شرعیہ کے طفیل، اطمینان و سکون اور عزت و سرخروئی والی زندگی گزاریں گے۔

اسکے علاوہ دوسری بات یہ کہ: مختلف ممالک اور مختلف محاذوں پر تبلیغ، اشاعت دین اور نفاذِ احکامِ شرعیہ کے سلسلہ میں جب ہر قسم کی قربانیوں کے ساتھ آہ سحر گاہی اور دعاؤں کا معیار امکانی حد تک بلند ہو گا تو ایسے وقت وہ مسبب الاسباب اپنے امورِ تکوینی کے تحت بڑے بڑے عہدوں پر براجمان ظالم و جابر مسلم غیر مسلم حکمران کو بغیر کسی قسم کی خونریزی اور ٹکراؤ کے غیر مرئی طور پر ختم کرتا ہوا چلا جائے گا۔ اسکے سمجھنے کے لئے امورِ تکوینی کا ایک واقعہ نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

ایسے وقت امورِ تکوینی کے فیصلے صادر ہوتے ہیں

طبرستان میں ایک ظالم بادشاہ تھا، شہر کی نوجوان حسین دوشیزاؤں کو وہ بے عزت کرتا رہتا تھا، ایک مرتبہ ایک ضعیفہ روتی، سر پیٹتی ہوئی عارف باللہ حضرت شیخ ابو سعیدؒ کے پاس آئی، اور کہنے لگی کہ

(۱) نزہۃ البساتین جلد ۱، صفحہ ۱۴۰ و شیخ امام ابن محمد اسعد یمنی۔

او! اللہ کے بندے، میری مدد کرو! میری صرف ایک حسین عفت مآب لڑکی ہے، بادشاہِ وقت نے میرے ہاں پیغام بھیجا ہے کہ وہ ناپاک ارادہ سے میرے گھر آئے گا۔ میں تمہارے پاس اسی لئے حاضر ہوئی ہوں کہ شاید تمہاری دعا کی برکت سے اس شر سے ہم محفوظ رہ سکیں۔

یہ سنکر حضرت مراقبہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: اے بڑی اماں! زندوں میں تو کوئی مستجاب الدعوات رہا نہیں، تم مسلمان کی فلاں قبرستان میں چلی جاؤ۔ وہاں تمہیں ایسا آدمی ملے گا جو تمہاری حاجت روائی کر سکے گا۔ یہ سنکر وہ ضعیفہ فوراً وہاں چلی گئی، وہاں اسے ایک خوبصورت، خوش لباس نوجوان ملا۔ بڑھیا نے سلام کر کے ظالم بادشاہ کا پورا واقعہ سنا دیا۔

اس نوجوان نے کہا: تم اسی بزرگ کے پاس جاؤ، اور ان سے ہی دعا کراؤ، انکی دعا تمہارے حق میں مقبول ہوگی۔ یہ سنکر ضعیفہ نے آہ نکالتے ہوئے کہا: کہ مردہ، زندہ کے پاس بھیجتا ہے، اور زندہ، مردہ کے پاس، مجھ بے بس غریب کی کوئی فریاد رسی نہیں کرتا۔ اب میں کیا کروں، کہاں جاؤں، مگر اس نوجوان نے کہا کہ امی جان! تم انہی کے پاس جاؤ انکی دعا تمہارے حق میں مرقوم ہو چکی ہے۔ وہ کیا کرتی مجبور تھی، واپس شیخ ابو سعید کے پاس آئی، اور سارا واقعہ سنا دیا۔

اب حضرت نے فکر مند ہو کر سر جھکا لیا، یہاں تک کہ آپ چند منٹ میں پسینہ پسینہ ہو گئے، جسم کانپنے لگا، ایک چیخ ماری اور منہ کے بل گر پڑے، اِدھر یہ واقعہ ہوا، اُدھر شہر میں اسی وقت ایک شور بپا ہو گیا اور چو طرف سے یہ آوازیں آنے لگی کہ بادشاہ فلاں بڑھیا کے گھر جا رہا تھا کہ اچانک انکے شاہی گھوڑے کو ٹھوکر لگی، بادشاہ سنبھل نہ سکا، اس پر سے اس طرح زمین پر گرا کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی، اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ نے عارف باللہ حضرت شیخ ابو سعیدؒ کی دعا سے لوگوں کو ان مصیبت اور مظالم سے ہمیشہ کے لئے نجات دی۔

ادھر جب حضرت شیخ کو افاقہ ہوا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ: آپ نے پہلے اس ضعیفہ کو قبرستان کیوں بھیجا؟ اور وہ حسین نوجوان کون تھا؟ تو شیخ نے جواب دیا: کہ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میری بددعا سے بادشاہ کا قتل ہو، اس کام کو میں اپنے لئے مناسب نہ سمجھتا تھا۔ اس وجہ سے قبرستان بھیجا وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے، وہ اس کام کے زیادہ مستحق تھے، مگر انہوں نے یہ کام میرے ہی ذمہ یہ کہہ کر لگا دیا کہ ایسے ظالم جابر لوگوں سے اللہ کی مخلوق کو نجات و خلاصی دے دی جائے۔

چنانچہ مجبوراً مجھے یہ کام کرنا پڑا۔

نوٹ: جب صحیح نہج پر محنت اور مخلصانہ دعائیں دونوں مطلوبہ معیار تک پہونچ جائیں گے، تب منجانب اللہ مذکورہ ظالم بادشاہ کے مانند مختلف ممالک سے نااہلوں سے خلاصی کی شکلیں بھی خود بخود پیدا ہوتی رہے گی۔ نا امید ہونے کی ضرورت نہیں، دیر آید درست آید، محنت اور دعاؤں میں لگے رہیں۔

ایک اہم گزارش خداوند قدوس کی ذات سے امید ہے کہ اس اسم اعظم والی فصل اور سات منزلہ دعاؤں کو امت کے خیر خواہ اور مصیبت زدہ مسلمان بار بار پڑھتے رہیں گے۔ اس لئے مسلمانوں میں سے اگر کوئی صاحب خیر لوجہ اللہ اس فصل کو مستقل الگ شائع کرنا چاہیں، تو اس کو بھی اجازت ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہ ہونے پائے، من وعن مع دعاؤں کے اسے شائع فرما سکتے ہیں۔

دیگر عرض یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو پوری سات منزلہ دعاؤں کے مانگتے رہنے کا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ ہر ہر منزل کے شروع میں اسم اعظم کی طرف منسوب متعدد اسماء اعظم لکھنے کے بعد پھر ضروری ماثور دعاؤں کو لکھا گیا ہے۔ مگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلوب و مقبول اسم اعظم کس منزل کے شروع میں ہے؟ اس کا علم سوائے اس علام الغیوب کے کسی کو نہیں۔ اس لئے سب منازل کا ورد رکھنا زیادہ مفید ہوگا۔

مگر ان جملہ منازل میں اگر سب کا ورد نہ کر سکو تو، میرے اپنے وجدان اور ضمیر کے مطابق جملہ منازل میں بھی بہت ہی اہم اسماء اعظم اور مرکزی جامع دعائیں منزل نمبر ۴/۵ میں مرقوم ہیں۔ انفرادی، اجتماعی، ہر قسم کی ضرورتوں، افلاس و تنگدستی، قرض، مصائب و پریشانیوں سے نجات، شرور و فتن، دشمنوں سے حفاظت اور امت کے مسلمانوں کی نصرت و مدد وغیرہ کے متعلق بہت جامع دعائیں ان میں لکھ دی گئی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکے مانگتے رہنے سے خدا اور رسول کی خوشنودی کے علاوہ ہر قسم کی مرادیں بھی پوری ہوتی رہے گی۔

الحمد للہ۔ تیئیسویں فصل بفضلہ تعالیٰ ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر امت کے مسلمانوں کو اس پوری کتاب سے مستفیض ہوتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین، ثم آمین بجرمتہ سید الاولین و الآخرین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین

سات منزلہ دعاؤں کی ترتیب میں ترمیم

فوائد: کتاب "اسم اعظم" کے پہلے ایڈیشن (طباعت) میں سات منزلہ دعائیں ترتیب سے مرقوم ہیں، الحمد للہ، بعض اہل علم نے اسے اپنے معمولات میں بھی شامل فرمالیا ہے۔

اس کتاب کے شائع ہونے پر بعض اہل علم نے یہ مشورہ دیا کہ سات منزلہ اسمائے اعظم کو الگ ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو بہت مناسب ہوگا۔ تاکہ اسمائے مقدسہ کے بعد اہل حاجات حسبِ منشا۔ اپنی اپنی دعائیں مانگ سکیں۔

اس کے علاوہ بعض اکابرین نے بھی مشورہ دیا کہ "کتاب اسم اعظم" میں سے صرف سات منزلہ دعاؤں کو اسی ترتیب سے علیحدہ چھوٹی (پاکٹ) سائز میں (جیسے کہ مسنون دعاؤں کی کتابیں آج کل ملتی ہیں) شائع کردیا جائے۔ تو اسے سفر، حضر وغیرہ میں بھی بآسانی اپنے ساتھ رکھ کر اس سے فیض یاب ہو سکیں، انشا۔ اللہ تعالیٰ اسکا بھی انتظام کیا جائے گا۔

مفید مشورہ کے ماتحت، اگلے صفحات پر سات منزلہ درود شریف اور سات منزلہ اسمائے اعظم کے مجموعہ کو یکجا جمع کرکے آگے لکھ دیا گیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کہ اسم اعظم کے ساتھ جو دعا کی جاتی ہے وہ جلد قبول کرلی جاتی ہے۔ اس لئے درود شریف اور مرقومہ اسمائے اعظم پڑھنے کے بعد اگر کوئی اپنے مقاصد، حاجات و مشکلات وغیرہ کے لئے دعا کرنا چاہیں تو حسب منشا۔ جو دعا مانگنا چاہیں وہ مانگ لیں، یا پھر وہی سات منزلہ دعائیں جو زندگی کے ہر نشیب و فراز جملہ مقاصد و حوائج کو مدنظر رکھتے ہوئے جمع کی گئی ہیں، اسی کو پڑھتے رہیں۔ تو انشا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اثرات و ثمرات کا بھی آپ مشاہدہ فرمائیں گے۔

سالکین کے لئے

قطب الارشاد حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ نے فرمایا: مسلمان کی اصلاح، عشق و محبت الٰہی سے ہوتی ہے، اور یہ دولتِ عظمیٰ ذکر اللہ اور اولیاء اللہ کی صحبت و معیت میں رہنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔
(از مجالس حضرت اقدس رائپوریؒ ۲۰۹)

﴿سات منزلہ (درود شریف) کا مجموعہ﴾

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الاُمِّیِّ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

(۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَ سَلِّمْ.

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِکَ.

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ.

(۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ. اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (زاد السعید)

(۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِکَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ.

(۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وبَارِکْ عَلٰی ﴿سیّدنا﴾ مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِ ﴿سَیِّدِنَا﴾ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (زاد السعید)

﴿سات منزلہ اسمائے اعظم کا مجموعہ﴾

(۱) الٓمّٓ. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّىْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً اَحَدٌ. قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ. اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ.

(۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ. يَا آخِرَ الْآخِرِيْنَ. يَاذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ. يَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ. يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِىْ وَبِهِمْ عَاجِلاً وَّ اٰجِلاً فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلُهٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ. اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَّجَوَّادٌ كَرِيْمٌ مَّلِكٌ بَرٌّ رَّؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

(۳) هُوَ اللّٰهُ. اللّٰهُ. اَللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ. يَا قَرِيْبُ يَا مُجِيْبُ يَا سَمِيْعَ الدُّعَاءِ، يَا لَطِيْفاً لِّمَا
يَشَآءُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَبِاِسْمِكَ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ. لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا
نَوْمٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِىْ وَتَرْحَمَنِىْ وَاَنْ تُعَافِيَنِىْ مِنَ
النَّارِ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، يَا اِلٰهَنَا
وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ اِلٰهٗ وَّاحِداً، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

(۴) سُبْحَانَكَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ
اِلٰهِىْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ
وَاِسْرَافِيْلَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الْاَعْلَى الْاَجَلِّ
الْاَكْبَرِ. سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَلِىِّ الْاَعْلَى الْوَهَّابِ.

(۵) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ . يَا وَدُوْدُ
يَا وَدُوْدُ يَا وَدُوْدُ، يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ. يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيْدُ
يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِىْ مَلَأَ اَرْكَانَ

عَرْشِکَ. وَاَسْئَلُکَ بِقُدْرَتِکَ الَّتِیْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِکَ، وَبِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ، لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ یَا غَیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ، اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ، یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ یَا وَهَّابُ، یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا وَاجِدُ یَاجَوَّادُ اِنْفَحْنَامِنْکَ بِنَفْحَةِ خَیْرٍ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْکَ الرَّحْمٰنَ، وَاَدْعُوْکَ الْبَرَّ الرَّحِیْمَ. وَاَدْعُوْکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی کُلِّهَا مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ، اَنْ تَغْفِرَلَنَا وَتَرْحَمَنَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ مَاعَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ، وَاَدْعُوْکَ بِاِسْمِکَ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ.

(۶) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ. لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ. یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضِ. یَاذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ. یَاحَیُّ یَا قَیُّومُ یَاحَافِظُ یَاحَفِیْظُ یَارَقِیْبُ یَاوَکِیْلُ یَا اَللّٰهُ. بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّیْ. حَسْبِیَ اللّٰهُ. تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ. اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ. فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ. مَاشَآءَ اللّٰهُ. لاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ. یَا لَطِیْفاً بِخَلْقِهٖ یَاعَلِیْماً بِخَلْقِهٖ یَا خَبِیْراً بِخَلْقِهٖ. اُلْطُفْ بِیْ اُلْطُفْ بِیْ

اُلْطُفْ بِیْ یَا لَطِیْفُ یَا عَلِیْمُ یَا خَبِیْرُ.

(۷) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ.

یَا رَبَّنَا یَا رَبَّنَا یَا رَبَّنَا. یَا رَبَّاہُ یَا رَبَّاہُ یَا رَبَّاہُ. یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ.

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ. یَا رَحْمٰنُ یَا رَحْمٰنُ

یَارَحْمٰنُ. یَا رَحِیْمُ یَارَحِیْمُ یَا رَحِیْمُ. یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ

یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَا سُبُّوْحُ

یَا قُدُّوْسُ یَاغَفُوْرُ یَاوَدُوْدُ. یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ

یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ یَاسَامِعَ الْاَصْوَاتِ یَامُجِیْبَ

الدَّعْوَاتِ یَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ.

درود شریف سے لیکر یہاں تک پڑھنے کے بعد، اب اپنی جو کچھ بھی دعائیں جس زبان میں مانگنا چاہیں، مانگ لیا کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چوبیسویں فصل

☆ ملفوظات و حکایات دعائیہ ☆

اس سے پہلے "اسم اعظم" کے نام سے فصل گزر چکی ۔اب یہاں دعا کے متعلق اکابرین امت کے ملفوظات و حکایات ۔جو دراصل قرآن و حدیث کا نچوڑ اور خلاصہ ہوا کرتا ہے ۔انکے مطالعہ سے دل میں ایک نور اور عمل کرنے کے لئے قلب میں ہمت افزا داعیہ پیدا ہوا کرتا ہے ۔انہیں زیر قلم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ۔جنکے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

دعا کے متعلق ایک زرین اصول ۔اس قسم کی دعا سے مشائخ کو احتیاط کرنا چاہیے ۔کوئی تعویذ دعا کے برابر موثر نہیں ہو سکتا ۔ہم دعا مانگتے ہیں یا اللہ میاں کو آرڈر دیتے ہیں ؟ قبولیت دعا کے آثار اور نشانیاں ۔ماں کی دعا سے بیٹا زندہ ہو گیا ۔قبر میں مسلط اژدھوں پر عورت کی دعا کا اثر ۔قضائے آسمانی پر شیر دھاڑیں مارتا رہ گیا ۔بلی کے بچے نے دعا کی اور مغفرت ہو گئی ۔اور خواب میں ڈنڈے کھائے ۔زخمی ہو کر شوہر کے قدموں میں جا گری ۔ وغیرہ جیسے نصیحت آموز واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔

یا راحم المساکین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کو اسلاف امت کے اقوال و

ہدایات کو مد نظر رکھتے ہوئے ۔انکے بتلائے ہوئے اصول و طریقہ کے

مطابق بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر مرادیں مانگتے رہنے

کی توفیق عطا فرما ـــــ (آمین)

ملفوظات و حکایات
قرآن مجید کی روشنی میں

اب یہاں سے چوبیسویں فصل شروع ہو رہی ہے۔ اسکا عنوان ہے۔ ملفوظات و حکایات دعائیہ۔ اسکے متعلق ملفوظات لکھنے سے پہلے کسی قسم کے بھی ملفوظات وغیرہ لکھنے کے مقاصد و فوائد کیا ہیں؟ اسے قرآن و حدیث کی روشنی میں پہلے ذہن نشین فرمالیا جائے تاکہ ملفوظات وغیرہ کو عظمت و قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انشراح صدر کے ساتھ اسکا مطالعہ کر سکیں۔

عارف باللہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ اولیاء اللہ کی سوانح و ملفوظات وغیرہ لکھنے کی بہت سی وجوہات و فوائد لکھنے کے سلسلہ میں سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادیؒ کا ارشاد عالی تحریر فرماتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: بزرگوں کا کلام خداوند کریم کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ جو شکستہ دل مرید کے دل کو تقویت دیتا ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ (پا ۱۲ سورہ ھود آیت ۱۲۰) اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں جنکے ذریعہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی بھی ہے: صالحین کا ذکر خیر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

شیخ عطارؒ نے فرمایا: قرآن و حدیث کی روشنی میں بزرگانِ دین ہی کے کلام کو میں نے سب سے بہتر پایا۔ اس لئے میں نے اپنے آپکو اس شغل (حکایات و ملفوظات اولیاء اللہ لکھنے) میں مصروف کرلیا۔ تاکہ اگر میں ان لوگوں میں سے نہ بن سکوں تو: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ، کے تحت انکے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت تو ہو ہی جائے گی۔ ملفوظات کے فوائد کے متعلق صرف اتنا لکھنے کے بعد اب میں اس سلسلہ کو شروع کرتا ہوں۔

قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ، إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ، فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۝ (پا ۱۲ سورہ ھود آیت ۴۶) ترجمہ: فرمایا: اے نوحؑ وہ نہیں تیرے گھر والوں میں۔ اسکے کام ہیں خراب سومت پوچھ مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوحؑ یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں سے نہیں جو ایمان لاکر نجات پاوینگے۔ یعنی اسکی قسمت میں ایمان نہیں۔ بلکہ یہ خاتمہ (موت) تک

---

(۱) تذکرۃ الاولیاء صفحہ، شیخ فرید الدین عطار۔

تباہ کار (کافر رہنے والا) ہے۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جسکی تم کو خبر نہیں۔ یعنی ایسے امر محتمل کی دعا مت کرو۔

کافر اور ظالم کے لئے دعا کرنا جائز نہیں

مفتی صاحبؒ[1] فرماتے ہیں: اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کرنے والا پہلے یہ معلوم کر لے کہ جس کام کی دعا کر رہا ہے، وہ جائز اور حلال بھی ہے یا نہیں، مشتبہ اور مشکوک حالت میں دعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ آجکل کے مشائخ میں جو یہ عام رواج ہو گیا ہے کہ جو شخص دعا کے لئے آیا، اسکے لئے ہاتھ اٹھا دئے اور دعا کر دی۔ حالانکہ زیادہ تر انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جس مقدمہ کے لئے یہ دعا کرا رہا ہے اس میں یہ خود ناحق پر ہے۔ یا ظالم ہے، یا کسی ایسے مقصد کے لئے دعا کرا رہا ہے جو اسکے لئے حلال نہیں، کوئی ایسی ملازمت یا منصب ہے جس میں یہ حرام میں مبتلا ہو گا، یا کسی کی حق تلفی کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے گا۔ ایسی دعا کرنا حالات معلوم ہونے کی صورت میں تو حرام و ناجائز ہی ہے۔ اگر حالت اشتباہ کی بھی ہو تو حقیقت حال اور معاملہ کے جائز ہونے کا علم حاصل کئے بغیر دعا کے لئے اقدام کرنا بھی مناسب نہیں۔

احسان کا بدلہ دعا سے لینا یہ ثواب کم کر دیتا ہے

ام المؤمنین حضرت[2] عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا معمول یہ تھا کہ، جب کچھ خیر خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتی تو اپنے قاصد (خیرات لیکر جانے والے) سے یہ فرما دیتی تھیں کہ خیرات لیکر فقیر جو کچھ دعا کے کلمات (جملے) اپنی زبان سے کہے وہ یاد کر لینا، جب وہ قاصد آ کر اسکی دعا کے کلمات دہراتے تو یہ امہاتؓ بھی وہی کلمات دہرا کر انکو ویسی ہی دعائیں دیتی تھیں، اسکے بعد فرماتی کہ دعا کا بدلہ دعا، اس لئے ہم نے کیا کہ ہمارا صدقہ (کا ثواب) بچا رہے۔

غرض کہ پہلے (خیر القرون کے زمانے) کے لوگ فقیر سے دعا کی توقع بھی نہیں رکھتے تھے، یہ اس لئے کہ (جوابی) دعا بھی ایک مکافات (بدلہ) جیسا طریقہ ہے، اس لئے اگر کوئی اسکے لئے دعا کرتا تو اسکے بدلے میں ویسی ہی دعا اسکے لئے خود بھی کر دیا کرتے تھے۔

(۱) معارف القرآن جلد ۴ پا ۱۲ صفحہ ۶۴۱۔

(۲) مذاق العارفین، ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۶۸۔

دعا کے متعلق ایک زریں اصول۔ مولانا محمد الیاسؒ

مخلص داعی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا[1]: اس راہ (تبلیغ) میں کام کرنے کی صحیح ترتیب یوں ہے کہ:

جب کوئی قدم اٹھانا ہو، مثلاً خود تبلیغ کے لئے جانا ہو، یا تبلیغی قافلہ کہیں بھیجنا ہو ۔ یا شکوک و شبہات رکھنے والے کسی شخص کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے مخاطب ہونے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اپنی نااہلیت، بے بسی اور ظاہری اسباب و وسائل سے اپنی تہی دستی کا صدق دل سے تصور کر کے، اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر اور قادر مطلق یقین کرتے ہوئے پورے الحاح و زاری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کریں کہ:

خداوندا! تو نے بارہا بغیر اسباب کے بھی محض اپنی قدرتِ کاملہ سے بڑے بڑے کام کر دئیے ہیں، الٰہی! بنی اسرائیل کے لئے تو نے محض اپنی قدرت ہی سے سمندر میں خشک راستہ پیدا کر دیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تو نے اپنی رحمت و قدرت ہی سے آگ کو گلزار بنا دیا تھا، اور اے اللہ! تو نے ہی اپنی حقیر مخلوقات سے بھی بڑے بڑے کام لے لئے، ابابیل سے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکر کو شکست دلوائی، اور اپنے گھر کعبۃ اللہ کی حفاظت کرائی، عرب کے اونٹ چرانے والے امیوں (غیر تعلیم یافتہ) سے تو نے اپنے دین کو ساری دنیا میں چمکایا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔

پس اے اللہ! اپنی اسی سنتِ قدیمہ کے مطابق مجھ نکمے، ناکارہ، عاجز و بے بس بندے سے بھی کام لے لیں، اور میں تیرے دین کے جس کام کا ارادہ کر رہا ہوں اسکے لئے جو طریقہ تیرے نزدیک صحیح ہے مجھے اسکی طرف رہنمائی فرما، اور جن اسباب کی ضرورت ہو وہ محض اپنی قدرت سے مہیا فرما دے۔

بس اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگ کر پھر کام میں لگ جائے، جو اسباب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتے رہیں ان سے کام لیتا رہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت و نصرت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی کوشش بھی بھرپور کرتا رہے، اور مرو رو، کر اس سے نصرت و انجاز (حاجت روائی) کی التجا بھی کرتا رہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد کو اصل سمجھے اور اپنی کوشش کو اس کے لئے شرط اور پردہ سمجھے۔

خیر خیرات کرنے والے، دعا اور شکریہ کے منتظر نہ رہیں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا[2]: یہاں (میرے ہاں) تو استغنا کی یہ شان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص

---

(۱) ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ صفحہ ۹۰ مرتب مولانا محمد منظور نعمانیؒ (۲) حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۲۹

نے مدرسہ میں کچھ بھیجا اور طالب علموں سے دعا کرانی چاہی۔ تو میں نے منی آرڈر واپس کر دیا، اور لکھ دیا کہ: یہاں دعا کی دکان نہیں ہے کہ روپے پیسے دو اور اسکے عوض دعا کی درخواست کرو۔ میں تو لکھ دیتا ہوں کہ جب تم دے کر دعا کے طالب ہوئے تو تم نے خلوص سے نہیں دیا۔

چنانچہ، قرآن مجید میں ہے: اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (پارہ ۲۹ سورۃ الدھر، آیت ۹) ترجمہ: ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے (اسکا فعلی) بدلہ چاہیں اور نہ (اسکا قولی) شکریہ چاہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس (دعا) کی فرمائش بھی نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں لینے والے کا کام ہے کہ وہ خود ہی دعا کرے گا۔ تمہاری طرف سے خواہش کیوں ہو، میرے لکھنے پر ان صاحب نے لکھا کہ حضرت رقم مدرسہ میں لے لو، اب میں دعا کا طالب نہیں، واقعہ یہ ہے کہ خود، اللہ تعالیٰ نے نفی فرمائی ہے ارادۂ جزا و شکور کی۔ اور دعا بھی ایک قسم کی جزا یا شکور ہے۔ کیونکہ دعا سے مکافات (بدلہ) کرنا یہ عوض ہے، پس یہ بھی جزا ہے حکماً، اور و لا شکوراً سے معلوم ہوتا ہے کہ شکریہ بھی نہیں چاہئے، پس دینے والا اسکی بھی درخواست نہ کرے۔ ہاں وہ (لینے والا) خود دعا کرے گا کیونکہ اسکو حکم ہے دعا کرنیکا، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۝ پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳) ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انکے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انکو پاک صاف کر دینگے اور انکے لئے دعا کیجئے، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ لے کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى، اور صیغۂ صلوٰۃ کا قرآن میں جس طرح امر (حکم) تھا اسی کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیل بھی (عملاً) فرمائی، پس ادب یہ ہے کہ جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ دینے والا تو منتظر نہ رہے جزا اور بدلہ کا۔ لیکن لینے والا خود شکریہ ادا کرے۔ سبحان اللہ! کیسی اچھی تعلیم دی ہے شریعت مطہرۃ نے۔

دعا میں تضرع کا اثر حضرت[1] مفتی صاحب نے فرمایا: مرہٹے کی ایک قوم تھی، جو بہادری میں مشہور تھی انکی حالت یہ تھی کہ جب ان پر کوئی حملہ آور ہوتا تو انکے مقابلہ سے پہلے وہ اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے خود قتل کر دیا کرتے تھے، وہ یہ گوارا نہ کرتے تھے کہ ہمارے بعد ہمارے بیوی بچے دوسروں

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۱ صفحہ ۴ حضرت مفتی محمود گنگوہی۔

کے قبضے میں جائیں اس غیرت کے تحت وہ پہلے ہی انکو ختم کردیتے تھے، پھر خوب لڑتے تھے، اور میدانوں میں اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے تھے۔

ایک مرتبہ انکا مقابلہ سلطان محمود غزنویؒ کی فوج سے ہوا، اس معرکہ میں یہ منظر سامنے آیا کہ مرہٹے کا ایک ایک آدمی سلطان محمود غزنویؒ کے دس دس سپاہیوں کو قتل کر کے رکھ دیا کرتا تھا۔ سلطان نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بڑا متحیر و ششدر رہ گیا، اس مایوسی اور اضطراری کی حالت میں بارگاہ ایزدی میں اس نے جبینِ نیاز جھکادی، اور تڑپتے، گڑگڑاتے ہوئے تضرع وگریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنے لگے کہ:

یا اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو فتح وکامیابی کا مستحق نہیں ہوں۔ لیکن میں تو محض لوجہ اللہ، اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑ رہا ہوں، اور تیری ذات تو ہر چیز پر قادر ہے، اس طرح دعا مانگتے ہوئے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس طرح دعائیں مانگنے پر اسکے قلب پر اطمینانی کیفیت طاری ہوئی، اسکے بعد اس نے مع فوجیوں کے گھوڑوں پر سوار ہو کر جو حملے کئے، تو اب کی مرتبہ غیبی نصرت ومدد کی بناء پر میدان جنگ کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی، اب سلطان کا ایک ایک فوجی مرہٹوں کے دس دس آدمیوں کو کیفر کردار تک پہونچانے لگا، اسکی وجہ سے مرہٹے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے

ورنہ نظام عالم تہہ و بالا ہو جائے گا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ[1] فرماتے ہیں: کھانا پینا، کپڑے حلال ہوں، خلوص دل، دعا میں یقین اور عزم قوی سے کام لیا جائے، اوقات اکمنہ قبولیت اور احوال قبولیت کا لحاظ رکھا جائے، دعائیں بار بار کی جایا کریں، ان شرائط کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین فرمالی جائے کہ، کبھی کبھی تمام شرائط (پائے جانے) کے باوجود بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: امت کے مسلمان باہم نہ لڑیں، (مسلمانوں میں باہم جھگڑے فساد نہ ہو) مگر یہ دعا قبول نہ ہوئی اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ (پ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت ۲۳) ترجمہ: اسکی عظمت ایسی ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا، اور اوروں سے باز پرس کی جاسکتی ہے۔

اس لئے (مصالح مختلفہ کی بناء پر) حکمت ہائے الٰہیہ اور پرورش ہائے ربانیہ متقاضی ہیں کہ انسانوں

(۱) شیخ الاسلام کی ایمان افروز باتیں صفحہ ۱۳۰ مرتب مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی۔

کی سب دعائیں قبول نہ کی جائیں، ورنہ عالم تہہ و بالا ہو جائے گا، اور انسانی دنیا کو انتہائی مشکلات پیش آجائے گیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا: میں نے اپنے بڑوں سے یہ سنا

حضرت شیخ الحدیث صاحب[1] فرماتے ہیں: میں تو دعاؤں کے متعلق ہمیشہ اسباقِ حدیث میں بھی اسکی تاکید کرتا رہتا ہوں کہ دعائیں بھی ماثورہ، منقولہ مانگا کرو، یہ اس لئے کہ احادیث میں دین و دنیا کی کوئی ایسی ضرورت نہیں چھوڑی جسکو مانگ کرنہ بتلایا ہو، میں نے اپنے بڑوں سے بھی یہ بار بار سنا کہ دعائیں اپنے الفاظ میں نہ مانگا کرو بلکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ میں مانگا کرو، یہ اس لئے کہ محبوب کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی مالک کے ہاں قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ اس قدر جامع ہوتے ہیں کہ انمیں مقصد پورا ہو جاتا ہے، اس لئے ماثورہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول) دعائیں زیادہ مفید ہوا کرتی ہیں۔

غیر مسلم کافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کرلیا

حکیم الامت[2] حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دین اور ترقی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا، حالانکہ یہ تعلق بہت زیادہ ظاہر ہے، صدیوں تک مسلمانوں ہی نے نہیں، بلکہ کافروں نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ دین کی پابندی نے مسلمانوں پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھولدئے تھے۔

ادھر مسلمانوں نے دین کی پابندیاں چھوڑنا شروع کردی، ادھر ترقی نے مسلمانوں کا ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ ان (جدید تعلیم یافتہ) لوگوں کا یہی دستور ہے کہ جو بات انکی سمجھ میں نہیں آتی فوراً اسکا انکار کردیتے ہیں، صرف ظاہر اور مادّہ پر انکی نظر ہے۔ باطن اور روحانیت سے بالکل غافل ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان (نعوذ باللہ) مذہب سے اکتا گئے ہیں۔ اور مذہب کے ساتھ کُلُّ جُدُیدٍ لَذِیذٌ، (ہر نئی چیز مزے دار ہے) کا سلوک کرنا چاہتے ہیں، اسلامی احکام، اسلامی تہذیب اور اسلامی اخلاق چاہے کتنے ہی اعلیٰ و افضل کیوں نہ ہوں وہ انہیں پسند نہیں آتے طبائع بالکل مسخ ہوتی جارہی ہیں۔ نیک و بد کا امتیاز ہی اٹھتا جاتا ہے، کاش مسلمان ہوش میں آجائیں اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔

(۱) آپ بیتی ۵ باب ہفتم صفحہ ۵ سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ۔ (۲) مآثر حکیم الامت صفحہ ۲۲

حضرات صحابہ کرامؓ اپنی تدبیروں پر بھی بھروسہ نہ کرتے تھے، بلکہ ہر قسم کی تدبیریں مکمل کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا اور طلب نصرت اور تفویض الی اللہ کرتے تھے۔ یہ راز ہے انکی کامیابی کا اور یہ وہ زبردست ہتھیار ہے جس کو مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے۔

اے مسلمانوں! یاد رکھو تم کو جب بھی کامیابی ہوگی اللہ تعالیٰ سے علاقہ (تعلق) جوڑنے کے بعد ہی ہوگی اور تم جب تک اپنی کامیابی کو مادی اسباب اور ظاہری طاقت کے حوالہ کرتے رہو گے کبھی کامیاب نہ ہوگے۔ یاد رہے ایسی حالت میں دیگر اقوام ہم سے ہمیشہ آگے رہے گی، تم انکے برابر کبھی نہیں ہو سکتے۔ تمہارے پاس رضاء الٰہی اور اتفاق اور جمعیت کے ساتھ دعا کا ہتھیار بھی ہو تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکتی۔

مشیت ایزدی پر اسباب موقوف ہے حضرت مفتی صاحبؒ[1] فرماتے ہیں: حدیث میں ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اسکے اسباب بھی خود بخود مہیا ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے دشمن کے مقابلہ میں کوئی بڑی سی بڑی قوت انسان کے لئے اتنی کار آمد نہیں ہو سکتی جتنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنا، بشرطیکہ طلب صادق ہو محض زبان سے کچھ کلمات بولنا نہ ہو۔ اصل چیز استعانت باللہ (اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد کے لئے دعا مانگنا) ہے جسکے بعد کامیابی یقینی ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ: خالقِ کائنات جس کی مدد پر ہو تو ساری کائنات کا رُخ اسکی مدد کی طرف پھر جاتا ہے۔ کیونکہ ساری کائنات اسکے تابع ہے۔

کوئی تعویذ دعا کے برابر مؤثر نہیں ہوسکتا حضرت تھانویؒ نے فرمایا[2]: بہت سے لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے، یا دفع امراض و مصائب کے سلسلہ میں تعویذ گنڈے وغیرہ کی تو بڑی قدر کرتے ہیں، اسکے لئے کوششیں بھی کرتے ہیں، مگر جو اصل تدبیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا، ان سے دعائیں مانگنا وغیرہ اس میں غفلت برتتے ہیں، میرا تجربہ یہ ہے کہ کوئی نقش و تعویذ دعا کے برابر مؤثر نہیں ہوسکتا، ہاں دعا کو دعا کی طرح (مع آداب و طریقہ سنت کے) مانگا جائے اور موانع قبولیت سے پرہیز کیا جائے۔

عملیات تعویذات۔ دعا و توجہ الی اللہ[3]، ان دونوں کا حال الگ الگ ہے، وہ یہ کہ عملیات میں شان دعوے کی ہوتی ہے، اور دعا میں سراسر احتیاج و نیازمندی کی شان ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و

(۱) معارف القرآن جلد ۳ سورۃ اعراف صفحہ ۳۱ (۲) مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۲۲ (۳) الافاضات یومیہ صفحہ ۲۹۰۔

کرم پر معاملہ ہے۔ عملیات میں یہ نیاز و اعتقاد نہیں ہوتا، بلکہ اس پر نظر رہتی ہے کہ جو ہم پڑھ رہے ہیں۔ (وظائف وغیرہ) اسکا خاصہ (تاثیر) یہ ہے کہ یہ کام ہو ہی جائے گا۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے دعا اور عملیات میں۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ (شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم، بستی نظام الدین، نیو دہلی) فرماتے ہیں: جمہور علماء امت، ائمہ کرام و محدثین عظام کے نزدیک، دربارِ خداوندی میں دعا مانگنا یہ بھی ایک عبادت ہے، لہٰذا دعا مانگنی چاہیے۔ حضرت ابو سلیمان خطابیؒ کا قول نقل فرماتے ہوئے کہا: دعا مانگنے کا تقاضہ اگر دل میں پیدا ہو تو اس وقت دعا مانگ لینی چاہیے، مگر جب دل ہی میں دعا مانگنے کا تقاضہ (بشاشت اور حضور قلبی) نہ ہو تو پھر ایسے وقت میں دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

(کتاب الدعوات، فی الدرس البخاری)

اگر تجھے کسی بد اخلاق سے واسطہ پڑے تو؟

ایک مرتبہ[1] حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کے ایک مرید نے رخصت ہوتے وقت کچھ وصیت طلب کی تو اس وقت حضرت بسطامیؒ نے فرمایا: بیٹے تین خصلتوں (عادتوں) کا خیال رکھنا: اول یہ کہ اگر تجھ کو کسی بد اخلاق سے واسطہ پڑے تو اسکی بد خلقی کو اپنی خوش خلقی (نرمی، شیریں زبانی اور حسن خلق) میں تبدیل کر لینا، دوسرا یہ کہ: اگر کوئی تم پر احسان کرے تو اول اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا پھر محسن کا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اسکے دل کو تمہارے اوپر مہربان کیا ہے، تیسری بات یہ کہ: اگر تم پر کوئی مصیبت پیش آئے تو فوراً اپنی عاجزی کا اقرار اور فریاد (دعا) کرنا کہ اے بار الہا! مجھ میں ان مصائب کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے۔

ایک غریب آدمی نے جامع دعا مانگنے کا سبق سکھایا

ایک[2] بے اولاد غریب آدمی جسکی والدہ بھی اندھی تھی وہ کسی مستجاب الدعوات بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی، مستجاب بزرگ نے فرمایا: کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس مفلس نے کہا کہ حضرت صرف اتنی دعا فرما دیجئے کہ میری اندھی ماں اپنے پوتوں کو سونے کے کٹوروں میں دودھ پیتے دیکھے، بزرگ نے اس قلیل الالفاظ کثیر المطالب دعا کو سن کر اسکی ذہانت کی داد دی کہ ایک مختصر سے فقرہ میں اس غریب آدمی نے، دودھ پوتے، دولت اور اندھی ماں کی بینائی سب کچھ مانگ لیا۔

(۱) تذکرۃ الاولیاء، جلد ۱ صفحہ ۸۳ شیخ عطارؒ۔ (۲) مخزن اخلاق صفحہ ۵۵ مولانا رحمت اللہ سبحانی

زبان سے دعا ہوگی دل سے نہیں

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ (محدث دیوبندی ثم راندیری) نے ایک مرتبہ حدیث کی کتاب ابو داؤد شریف کے سبق میں فرمایا تھا: کہ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا فرمائیں، تو حضرت نے فرمایا کہ: بھائی دعا کیوں کریں؟ کیا تم نے ہم کو راحت و آرام پہنچایا ہے؟ اگر تم سے راحت پہونچی ہوتی تو خود بخود دل دعا دے گا، ورنہ خواہ مخواہ زبان سے تو دعا ہوگی مگر دل دعا نہ دے گا۔

عارف باللہ حضرت شیخ خواجہ ضیاء بخشیؒ نے ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا: اے عزیز اگر مسلسل ہزار سال تک بھی اس راستہ (سلوک و تصوف) پر چلتے رہو اور پھر تمہارے دل میں یہ خیال آجائے کہ تم اس مقام تک پہونچ گئے کہ تمہاری دعا قبول ہو جانی چاہئے: تو یقین کر لو کہ تم جاہ پرست ہو راہِ حق کے طالب نہیں ہو، بھلا جو آدمی پیشاب کے پلید (ناپاک) راستہ سے دنیا میں آیا ہے اسے شان و شوکت کیسے زیب دے سکتی ہے، وہ بیچارہ تو گندہ نطفہ اور سڑی ہوئی مٹی سے بنایا اور پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے انہیں تفوق، بڑائی، برتری اور خود بینی زیب نہیں دیتی۔

اس قسم کی دعا کرنے سے مشائخ کو احتیاط کرنا چاہئے

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: بعض لوگ بزرگوں سے دعا کراتے ہیں کہ: ہمارا لڑکا فلاں امتحان میں پاس ہو جائے تو اسے گورمنٹ کے فلاں اعلیٰ محکمہ میں ملازمت مل جائے گی، تو اس قسم کی دعا کرنا جائز نہیں کیونکہ حکومت کی اکثر ملازمتوں میں رشوت ستانی، مظالم، بے رحمی اور بے درکاری وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے، ان حکام اور ملازمین کا اس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ستانا یہ خلافِ شرع ہے۔

اس لئے گناہوں پر نصرت و مدد کرنے کے لئے گویا دعا کرائی جاتی ہے، جو غیر مناسب ہے۔ اس قسم کی دعاؤں میں علماء، صلحاء اور مشائخ کو احتیاط کرنا چاہئے، اسی طرح مقدمات وغیرہ بھی بہت سے حقوق العباد کے سلب کرنے پر مبنی ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا اعتبار نہ کرنا چاہئے، اگر کسی کی دل شکنی وغیرہ کا خیال ہو تو یوں دعا کر دی جائے کہ یا اللہ حق والوں کو حق مل جائے۔ بس،

حضرتؒ نے فرمایا: اللہ میاں سے مانگو تو وہ خوش ہوتے ہیں، خواہ دین مانگو یا دنیا، اور دوسرے لوگوں سے مانگو تو وہ ناراض اور خفا ہوتے ہیں، تو جہاں مانگنے سے عزت ہوتی ہے وہاں سے تو مانگتے

---

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۲ صفحہ ۱۰ حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ (۲) اخبار الاخیار صفحہ ۲۲۹ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ۔ (۳) اغلاط العوام صفحہ ۴۹ حضرت تھانویؒ (۴) حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۱۰ ملفوظات حضرت تھانویؒ۔

نہیں، اور جہاں ذلت ہوتی ہے، وہاں سے مانگتے ہیں۔

سب سے زیادہ شغل انسان کا اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہونا چاہئے، لوگوں نے بس ایک دعا آموختہ کی طرح یاد کرلی ہے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً[1] اس میں بھی منہ کسی اور طرف ہوتا ہے۔ اور زبان سے پڑھتے جارہے ہیں، خدا تعالیٰ سے مانگنے کی طرف دل ابھرتا ہی نہیں۔ یہ مرض ہے۔ اگر کسی عیب کی تاویل کرلی تو نفع کیا ہوا؟ ازالہ مرض تو نہ ہوا۔

مسلمانوں کی غم خواری کرنیوالوں کا بلند مقام

امام عبد الوہاب شعرانیؒ نے[2] مقام قطبیت حاصل کرنے کی ایک تدبیر لکھی ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی زمین پر جہاں جہاں جو جو معروفات مٹے ہوئے ہیں، اور مردہ ہوچکے ہیں، انکا تصور کرے پھر دل میں انکے مٹنے کا ایک درد محسوس کرے اور پورے الحاح و تضرع کے ساتھ انکے زندہ اور رائج کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اور اپنی قلبی قوت کو بھی انکے احیاء کے لئے استعمال کرے۔

اسی طرح جہاں جہاں جو جو منکرات پھیلے ہوئے ہیں انکا بھی دھیان کرے، اور پھر انکے فروغ کی وجہ سے اپنے اندر ایک سوزش اور دکھ محسوس کرے پھر پورے تضرع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے انکو مٹا دینے کے لئے دعا کرے اور اپنی ہمت و توجہ کو بھی انکے استیصال (ختم ہوجانے) کے لئے استعمال کرے، امام شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ: جو شخص ایسا کرتا رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ قطب عصر ہوگا۔

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں[3]: اے طلب حق کے مدعی، جو اسکی رحمت و محبت کے خزانوں سے آگاہ ہے۔ خدا تک پہونچنے سے پہلے جب تک تم اسکے راستہ (راہ سلوک) میں ہو، تو اس سے دعا مانگتے رہو، جس وقت تجھ کو حیرت پیش آئے تو عرض کر کہ: اے حیران مخلوق کے راہبر میری رہبری فرما، اور جب تو کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور صبر سے عاجز ہو جائے تو دعا مانگ کہ، اے میرے معبود میری مدد فرما اور مجھ کو قوت تحمل عطا فرما، میری تکلیف دور فرما۔ لیکن جس وقت تجھ کو وصول (وصال، نسبت مع اللہ) نصیب ہوجائے اور تیرے قلب کو حضوری میں لے جایا جائے تو اس وقت نہ سوال ہو نہ زبان، بلکہ سکوت و مشاہدہ ہو، ایسے وقت میں تم مہمان بن جاؤگے اور مہمان کسی شئی کی فرمائش نہیں کیا کرتے، بلکہ ادب و تہذیب سے رہتے ہیں۔ جو کچھ انکے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اسے لے لیتا ہے، مگر ہاں جب اسکو (منجانب اللہ) حکم ہی

(۱) ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ صفحہ ۷۹ (۲) فیوض یزدانی صفحہ ۴۴ سیدنا عبد القادر جیلانیؒ۔

کیا جائے کہ فرمائش کرو تو بے شک وہ تعمیل حکم کے لئے فرمائش کرتا ہے نہ کے اپنی خواہش سے۔

حاجات مختلفہ میں مانگنے کا جامع اصول

عارف[1] باللہ شاہ عبد الغنی پھولپوری نے فرمایا: اس عالم ناسوت (عالم اجسام، دنیا) میں روح کے علوم بڑھ گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کی معرفت نصیب ہو گئی، اور بندوں کے ساتھ تمام اسماء حسنیٰ کا تعلق ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ: بندوں کو جس قسم کی حاجت پیش ہوں اسی حاجت کے مناسب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام منتخب کر کے اس کا کثرت سے ورد کرتے رہیں تو وہ حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

مثلاً: کوئی رزق کی تنگی میں مبتلا ہے تو وہ کثرت سے "یا مُغْنِی" کا ورد کرتا رہے۔ مُغْنِی، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے جسکے معنیٰ، اے غنی کر دینے والی ذات کے ہیں، اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کی توجہ بندوں کی تربیت کے ساتھ کام کرتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ وَ رَحِیْمٌ ہے، تو اس صفت مغفرت ورحمت کے تعلق کی نسبت سے بندوں کو مغفور اور مرحوم کہا جاتا ہے، وہ رزاق ہیں، تو بندے مرزوق، وہ وَدُود ہیں تو بندے مَوْدُود، وغیرہ عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسُ، اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کی تفصیلی معرفت اسی عالم میں ارواحوں کو نصیب ہوئی ہے۔

ہم دعا مانگتے ہیں یا دعا پڑھتے ہیں

حضرت مفتی[2] صاحبؒ فرماتے ہیں: صرف امام دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہتے رہیں، تو یہ ایسی صورت بنتی ہے کہ گویا امام صاحب، اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے۔ بارگاہ خداوندی میں عرض ومعروض انہیں کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس محرومی اور بدنصیبی کی کیا انتہا ہے۔ رب کریم نے تو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ کو اجازت بلکہ حکم دیا ہے کہ ہم سے بلاواسطہ مانگو ہم سب کی سنیں گے۔

اس کے علاوہ اکثر و بیشتر اماموں (اور مبلغین) کی عادت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے عربی جملوں سے دعا مانگتے ہیں، ایسا کرنا اگر انکے معنیٰ سمجھ کر ہو تو افضل و اولیٰ ہے، مگر زیادہ تر ائمۂ کرام (اور داعی صاحبان) یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان عربی عبارت میں ہم اللہ تعالیٰ سے کیا مانگ رہے ہیں اس لئے یہ دعا مانگنا نہیں ہوتا بلکہ دعا پڑھنا ہوتا ہے۔

اسکے پڑھنے کا ثواب تو ضرور مل جائے گا۔ مگر کسی مقصد کو سمجھ کر دعا مانگی ہی نہیں۔ محض الفاظ

---

(۱) معرفت الٰہیہ حصہ ۲ صفحہ ۲۴۱ ملفوظات شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ (۲) احکام دعا صفحہ ۱۱ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

پڑھے ہیں تو اس مقصد کے لئے دعا قبول ہونے کا استحقاق بھی نہیں۔ہاں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم بڑا ہے۔اگر دعا اپنے فضل و کرم سے عطا فرمادیں تو یہ انکا کرم ہے۔ مگر ضابطہ سے جب کچھ مانگا ہی نہیں تو مستحق بھی نہیں۔ ما حصل یہ کہ دعا کے قبول نہ ہونے یا دعا پر ثمرہ مرتب نہ ہونے کا ایک سبب مذکورہ بالا بھی ہے۔دعا مانگنے کی اصل غرض اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات و ضروریات کا سوال کرنا ہے اور وہ اس وقت ہو سکتا ہے جب آدمی سمجھ کر دعا مانگے۔

ہم دعا مانگتے ہیں یا اللہ میاں کو آرڈر دیتے ہیں

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق صحیح نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ خدا سے جو مانگا کریں وہ ملتا رہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کام بناتا رہے۔تو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے ورنہ نہیں۔ نرینی (یہ ایک قصبہ کا نام ہے) میں ایک صاحب نماز کے بڑے پابند تھے۔ عرصہ کے بعد حضرت سے انکی ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ انہوں نے نماز وغیرہ عبادات سب چھوڑ دی تھی اور مجھ سے کہا۔ مولانا۔ میں اتنے دن سے نماز پڑھ رہا ہوں۔ پریشان حال ہوں۔ دعائیں کرتا ہوں مگر میری پریشانی دور نہیں ہوتی ۔ایسی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اس لئے میں نے نماز وغیرہ چھوڑ دی۔

یہ سنکر حضرتؒ نے فرمایا: ارے بندۂ خدا! تم اللہ تعالیٰ کی ماننے آئے ہو یا خدا سے منوانے آئے ہو نماز تو اس واسطے پڑھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ فرض ہے۔ بندگی کے واسطے نماز پڑھی جاتی ہے پریشانی ہو یا نہ ہو۔ پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کب مانگتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کو آرڈر دیتے ہیں کہ۔ یا اللہ یہ بھی ہو جائے۔ یہ بھی کر دیجئے (نعوذ باللہ) جیسے نوکر سے کہا جاتا ہے کہ یہ کام کر لینا۔ یہ بھی کر دینا۔ کھیت میں ہل بھی جوت دینا۔ بازار سے سودا بھی لیتے آنا وغیرہ۔ اسی طرح (نعوذ باللہ) ہم بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتے نہیں بلکہ آرڈر دیتے ہیں۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ مانگنے پر دیتے ہیں۔ آرڈر پر نہیں دیتے مانگنا اور چیز ہے آرڈر دینا اور چیز ہے۔ مانگنے کے طریقے سے مانگو پھر دیکھو۔ اللہ تعالیٰ دیتے ہیں یا نہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ سے نسبت تو قائم کرو۔ احکام پر عمل کرو۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ پہلے فرمایا کہ ہمارا آپ سے یہ تعلق ہے۔ کہ تیری غلامی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور جب تیرے غلام ہیں تو تیرے سوا ہم جائے کہاں؟ تو ہی ہماری مدد فرما۔

ہم بندے بننے کو تیار نہیں۔ اور لینے کو تیار ہیں۔ نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتے۔ گھر میں تلاوت

(۱) افادات صدیق جلد ۲ صفحہ ۱۱ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی۔

نہیں۔ٹی وی گھر میں چل رہی ہے۔اور چاہتے ہیں کہ جو ہم چاہیں وہ اللہ تعالیٰ پورا کر دیں۔شکایت کرتے ہیں کہ اولاد کہنا نہیں مانتی۔ارے تم اللہ کی کتنی مانتے ہو۔ایک بے نمازی کی نحوست نہ معلوم کتنے گھروں تک ہوتی ہے۔بے نمازی کے گھر اللہ کی رحمت و برکت نہیں ہوتی۔اور یہاں پورا کا پورا گھر بے نمازی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے آئے۔دعائیں کیسے قبول ہوں؟

دعا قبول ہونے کی علامت حضرت ابو درداءؓ اپنے شاگرد شہر بن حوشبؒ سے پوچھتے ہیں: اے شہر،تم بدن کی کپکپی نہیں جانتے۔انہوں نے عرض کیا جانتا ہوں۔تو حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا اس وقت دعا کیا کرو اس (کپکپی کے) وقت کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں: ایک بزرگ نے فرمایا: مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی اور کونسی نہیں ہوئی۔لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا کہ جس وقت میرے بدن پر کپکپی (جرجری) آجائے۔دل خوف زدہ ہو جائے۔اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔تو اس وقت مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میری دعا ہے قبول ہو گئی۔(فضائل صدقات جلد ا صفحہ ۲۸ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ)۔

قبولیت دعا کے آثار اور علامتیں حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ نے ایک مرتبہ اثنائے تلاوت احقر (حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ) کو فرمایا: حکیم صاحب! (۱) جب دعا مانگتے وقت آنکھوں سے آنسو نکل آئے یا آنکھیں ڈبڈبا جائے تو سمجھ لو کہ وہ دعا قبول ہو گئی۔

عارف باللہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا: (۲) حلاوت دعا (استغراق کے ساتھ دعا میں دل لگ جانا) یہ اجابت دعا کی علامت ہے۔اسکے علاوہ (۳) خشیت اور بکاء (رونے) کی کیفیت پیدا ہونا۔(۴) آنکھوں سے آنسوؤں کا ٹپک جانا۔(۵) بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جانا۔(۶) جسم میں کپکپی اور جرجری کا پیدا ہو جانا (۷) دعا مانگتے وقت تضرع گڑگڑاہٹ۔انابت الی اللہ اور سکون کے ساتھ دعا میں قلب کا متوجہ ہونا۔(۸) قلب پر غیر معمولی ہیبت کا طاری ہونا۔(۹) ہیبت طاری ہو جانے کے بعد دل میں سکون کا پیدا ہو جانا۔(۱۰) قلب میں خوشی ؤ مسرت کا پیدا ہو جانا۔(۱۱) ظاہر میں طبیعت کا ہلکا پھلکا ہو جانا۔اور ایسا محسوس ہو جانا کہ مجھ پر ایک بوجھ سا تھا جو اتر گیا۔(۱۲) دعا کے بعد قلب

(۱) باتیں انکی یاد رہے گی،صفحہ ۹۰ ملفوظات حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ۔(۲) مخزن اخلاق صفحہ ۵۰۵ مولانا رحمت اللہ سبحانی۔(۳) نزل الابرار صفحہ ۲۲ مولانا صدیق حسن بھوپالی۔(۴) ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی صفحہ ۲۲ سحبان الهند۔

میں اطمینان و سکون کا پیدا ہوجانا۔ (۱۴) دعا مانگتے رہنے کی توفیق مل جانا۔

نوٹ: جب دعا مانگنے والوں پر دعا مانگنے کے درمیان یا دعا ختم ہونے پر مذکورہ حالات و آثار میں سے کوئی سی بھی کیفیت طاری ہوجائے تو یہ یقین اور تصور فرمالیں کہ انکی دعائیں بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوگئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر حمد و ثناء ادا کی جائے۔ ہوسکے تو راہِ خدا میں صدقہ خیرات بھی کردی جائے۔

قبولیت دعا پر اس طرح شکر ادا کیا جائے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1]: جب تم میں سے کوئی اپنے اللہ سے دعا مانگے اور آثار و قرائن سے معلوم ہوجائے کہ وہ دعا قبول ہوگئی، تو شکر کے طور پر ایسے وقت یہ کلمات پڑھ لیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ، یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنی نعمت پوری فرمائی۔

اور اگر دعا مانگنے اور قبول ہونے میں دیر معلوم ہو تو ایسے وقت میں یہ پڑھیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ہے۔ ہر حال میں اس سے میں راضی ہوں۔ (رواہ احمد و حاکم)

حضرت[2] مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت پھولپوریؒ نے اپنے چہرے پر بھیلے ہوئے آنسوؤں کو (اپنے ہاتھ سے) پہلے اپنی آنکھوں پر پھر تمام چہرے پر پھر داڑھی پر مل لیا اور فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت تھانویؒ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت ہے ایک صحابی حضرت محمد بن منکدرؓ جب (دعا میں) روتے تھے، تو آنسوؤں کو اپنے چہرے اور داڑھی پر پھیلالیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ نہ پہنچے گی جہاں آنسو پہنچے ہونگے۔

نوٹ: دعا کے متعلق بھی ملفوظات تو بہت ہیں، مگر اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہوئے اب آگے حکایاتِ دعائیہ کا سلسلہ شروع کرکے اسکے متعلق چند مفید حکایات تحریر کررہا ہوں۔

دعا کی برکت سے چکی چلنے لگی اور خود بخود روٹیاں پکنے لگیں

صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت[3] ابوہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) اللہ کا ایک بندہ اپنے اہل و عیال کے پاس اپنے گھر گیا، مگر وہاں جاکر

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰۔ (۲) باتیں انکی یاد رہیں گی صفحہ ۲۷ ملفوظات حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔ (۳) معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۱۸ مولانا محمد منظور نعمانیؒ۔

معلوم ہوا کہ غربت اور فقر و فاقہ کی وجہ سے بال بچے سب بھوکے ہیں، اور گھر میں کوئی چیز کھانے کی نہیں ہے۔

یہ حال دیکھ کر وہ صحابی اسی وقت جنگل کی طرف روانہ ہوگئے تاکہ تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ گریہ وزاری کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ روزی طلب کرے۔ ادھر جب اسکی نیک بیوی نے دیکھا کہ اسکے شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ (یقین) کرتے ہوئے اس نے گھر میں تیاری شروع کردی، پہلے چکی کے پاس آئی اسے صاف کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کہیں سے غلہ بھجوادیں تو اسے جلدی سے پیسا جاسکے۔

پھر وہاں سے تنور (چولہا، گیس) کے پاس گئی اسے بھی جلا کر گرم کیا، تاکہ روٹی پکانے میں دیر نہ لگے، اتنا ظاہری اسباب کر کے وہ صالحہ بیوی خود بھی دوگانہ ادا کر کے دعا میں مشغول ہوگئی، اِدھر گھر میں تڑپ کر یہ دعا مانگ رہی ہے، اُدھر جنگل میں بِلَک بِلَک کر شوہر دعائیں مانگ رہا ہے۔

اب دعا سے فارغ ہو کر اس عورت نے دیکھا کہ گھر میں چکی خود بخود چل رہی ہے اور چکی کے اردگرد آٹے کے لئے جو جگہ بنی ہوئی ہوتی ہے وہ آٹے سے بھری ہوئی ہے، پھر تنور کے پاس گئی، تو وہاں یہ منظر دیکھا کہ تنور بھی خود بخود روٹیوں سے بھرا ہوا ہے، جتنی روٹیاں اس میں لگ سکتی ہے اس میں لگی ہوئی ہیں، اتنے میں اسکا شوہر بھی آگیا، اور دریافت کیا کہ میرے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی چیز عنایت فرمائی؟

بیوی نے کہا کہ ہاں ہمیں اپنے خالق و مالک کی جانب سے (براہ راست، خزانہ غیب سے اس طرح) رزق عطا کیا گیا ہے، پھر پورا واقعہ بیان کردیا۔ یہ سنکر وہ بھی مسرت و خوشی میں چکی کے پاس چلے گئے، اور اسکے اوپر کے پاٹ کو اٹھا کر دیکھا، پھر کھانے پینے سے فارغ ہو کر وہ صحابی مارے خوشی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت و مدد کا پورا واقعہ بیان کردیا۔ یہ سنتے ہی:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بھائی! تمہیں اس بات سے مطلع کرتا ہوں کہ اگر چکی کے اس پاٹ کو اٹھا کر تم نہ دیکھتے تو چکی قیامت تک یوں ہی چلتی رہتی، اور اس میں سے ہمیشہ آٹا نکلتا رہتا (رواہ مسند احمد)

فائدہ: اس واقعہ میں بہت سی عبرت کی چیزیں ملے گیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ساری کائنات خصوصاً مسلمانوں کے لئے ہر قسم کی حوائج و مرادیں مانگنے کے لئے صرف وہی ایک ذات ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا ۔وہی ہمارا خالق و مالک ۔ داتا اور پالنہار ہے ۔ ملے گا تو اسی چوکھٹ سے ملے گا۔ وحدانیت اور ربوبیت کے اس اصول کے پیش نظر میاں بیوی دونوں نے اہل دنیا سے نظر بچاکر سب سے پہلے جو ہاتھ پھیلائے تو اسی بارگاہِ قدس میں پھیلائے۔

دوسری بات یہ کہ ،دعا کا جو اصول بتلایا گیا ہے کہ ،قبولیت دعا کا یقین بھی پورا ہو ۔اس لئے دعا ایسے اخلاص ،دل جمعی اور پختہ عزم و یقین سے مانگی جائے کہ جو (جائز) چیزیں مانگی ہیں وہ ضرور ملے گی ۔میری دعا یقیناً قبول ہوگی ۔چنانچہ اسی یقین کے تحت بیوی نے چوہا ،چکی تیار کی۔

تیسری بات یہ کہ :عام طور پر عطائیں ،اسباب ہی کے تحت ملتی ہیں ۔ لیکن کبھی کبھی براہِ راست وہ احکم الحاکمین اپنی قدرت سے ایسے واقعات ظاہر فرماتے رہتے ہیں جسکی وجہ سے لوگوں کو بھی یقین ہو جائے کہ وہ قادر مطلق عادت اللہ کے خلاف ارادۃ اللہ کے تحت بھی سب کچھ کرنے پر قادر ہیں ۔اسکے علاوہ بقول حضرت تھانویؒ ،دعائیں مانگنا بھی منجملہ اسباب میں سے ایک ہے ۔اس لئے دعائیں مانگنے کو اپنا شیوہ بنالینا چاہئے ۔اسے معمولی نہ سمجھا جائے۔

ماں کی دعا سے بیٹا جنازے میں زندہ ہو گیا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :ایک عورت اپنے ہمراہ ایک جوان بچہ (تقریباً ۱۶ / ۱۷ سالہ لڑکے) کو لیکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو تو اپنے گھر مستورات کا مہمان بنالیا ۔اور اسکے لڑکے کو ہماری مہمانی میں دے دیا ۔اسکے آنے کے کچھ دنوں بعد مدینہ منورہ میں ایک وبائی مرض پھیل پڑا ۔اس میں یہ لڑکا بھی مبتلا ہو گیا ۔اور نوبت یہاں تک پہنچی کے اس وبائی بیماری میں اس لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا۔

انتقال کے بعد اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی آنکھیں بند کر دیں ۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تجہیز و تکفین کا حکم بھی صحابہ کرامؓ کو دیدیا ۔جب ہم نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :اے انس! اسکی والدہ کے پاس جاؤ ،اور انکو اس حادثۂ موت کی خبر کر دو۔ حضرت

(۱) البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۱۵۰، ترجمان السنہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ محدث کبیر سیدنا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ۔

انسؓ فرماتے ہیں: میں نے انکی والدہ کو اسکے لڑکے کے انتقال کی خبر دی، تو وہ عورت اسی وقت اپنے بچے کے جنازے کے پاس آئی اور اسکے قدموں کے پاس جا بیٹھی۔

اور غم میں نڈھال ہو کر اسکے پیر پکڑ کر دربارِ الٰہی میں اس طرح عرض کرنے لگی کہ: یا اللہ! میں دل سے آپ پر ایمان لائی ہوں، اور زمانۂ جاہلیت کے بتوں سے سچے دل سے سخت متنفر ہو کر ان سب کو چھوڑ دیا ہے۔ اور تیری محبت میں صرف تیرے لئے ہجرت کر کے تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہو گئی ہوں، یا اللہ! اب تو مجھ پر بت پرستوں کو ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے، اور مجھ کمزور بے بس و بے سہارا عورت کو مصیبت میں مبتلانہ فرما جسکے برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: اس دعا کے ختم ہونے پر، ابھی کچھ زیادہ دیر بھی نہ ہو پائی تھی کہ اس لڑکے نے جنازہ میں اپنے پیروں کو حرکت دینا شروع کر دی، اور خود ہی اپنے منہ سے کپڑا اٹھا کر اٹھ بیٹھا، اسکے بعد کافی عرصہ تک وہ زندہ اور سلامت رہا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دار فانی سے تشریف لے گئے، پھر اس لڑکے کی والدہ محترمہ کا بھی وصال ہو گیا اسکے بعد تک وہ زندہ رہا۔ (رواہ امام بیہقی)۔

نوٹ: اس واقعہ کو علماء دیوبند میں سے مشہور و مستند محدث عارف باللہ حضرت مولانا سید محمد بدرِ عالم صاحب مہاجر مدنیؒ نے بھی اپنی ترجمان السنہ میں نقل فرمایا ہے؛ اس سے اندازہ لگائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مرد حضرات تو بڑے مستجاب ہوئے ہی ہیں، مگر عورتوں میں بھی ایسی برگزیدہ عفت مآب مستجاب الدعوات ہر زمانے میں ہوتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔

ظالموں کے پنجے سے نجات دلانے والی پیغمبرانہ دعا

مؤرخ ابن خلقان نے سیدنا موسیٰ کاظم بن جعفر صادقؒ کی سوانح میں لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کاظمؒ کو خلیفۂ ہارون رشید نے بغداد کے جیل خانہ میں بند کر دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ وقت نے کوتوال کو انہیں بلانے کے لئے بھیجا، اور ان سے کہا: میں نے آج رات خواب میں ایک حبشی کو دیکھا اسکے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ: او خلیفہ! آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت موسیٰ کاظمؒ کو قید خانہ سے رہا کر دو، ورنہ اسی نیزہ سے میں تمہیں ہلاک کر دونگا۔

(۱) حیاۃ الحیوان، جلد ا صفحہ ۱۰ علامہ کمال الدین الدمیریؒ۔

اس لئے تم جاکر اسے قید سے رہا کر دو، اور انہیں تیس ہزار درہم بھی میری طرف سے ہدیہ دیدو۔ مزید یہ کہا کہ اگر حکومت میں کوئی عہدہ لینا چاہتے ہو تو وہ بھی حسب منشاء ملجائے گا، ورنہ مدینہ طیبہ جانا چاہو تو اسکا بھی انتظام کر دیا جائے گا۔

یہ پیغام لے کر کوتوال قید خانہ میں گیا، اور حضرت سے پورا واقعہ سنا دیا۔ یہ سنتے ہی:
سیدنا موسیٰ کاظمؓ نے فرمایا کہ: میں بھی تمہیں اپنی سرگزشت سناتا ہوں وہ یہ کہ: ایک رات خواب میں نانا جان سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے موسیٰ! تمہیں بے گناہ ظالمانہ قید کر دیا گیا ہے۔ تم یہ دعا پڑھتے رہا کرو، اسکی برکت سے بہت ہی جلد قید و بند کی صعوبتوں سے نجات مل جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے:

یَا سَامِعُ کُلِّ صَوتٍ، وَ یَا سَابِقَ کُلِّ فَوتٍ، وَ یَا کَاسِیَ الْعِظَامِ لَحْماً وَّ مُنْشِرُهَا بَعْدَ الْمَوتِ، اَسْئَلُکَ بِاَسْمِکَ الْعِظَامِ، وَ بِاَسْمِکَ الْاَعْظَمِ الْاَکْبَرِ، اَلْمَخْزُوْنِ الْمَکْنُوْنِ الَّذِیْ لَمْ یَطَّلِعْ عَلَیْهِ اَحَداً مِنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ یَا حَلِیماً اِذَا نَاةَ لَا یَقْدِرُ عَلٰی اِنَاتِهٖ، یَا ذَا الْمَعْرُوفِ الَّذِیْ لَا یَنْقَطِعُ مَعْرُوْفُهٗ اَبَداً وَلَا تُحْصِیْ لَهٗ عَدَداً، فَرِّجْ عَنِّی،

یہ واقعہ اور مذکورہ پیغمبرانہ دعا سنا کر سیدنا موسیٰ کاظمؓ نے فرمایا کہ: پھر وہی ہوا جسے تم دیکھ رہے ہو یعنی تم میرے لئے اس دعا کی برکت سے رہائی کا پروانہ لیکر آگئے۔

نوٹ: سیدنا موسیٰ کاظمؓ کی وفات ۱۸۳ھ میں بغداد میں ہوئی۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظمؓ کی قبر پر دعا تریاق مجرب ہے یعنی حضرت کی مزار پر دعاؤں کے قبول ہونے کا بار بار تجربہ ہو چکا ہے یہی بات خطیب ابو بکرؒ کے حوالے سے بھی ملتی ہے۔

قبر میں مسلط اژدھوں پر عورت کی دعاؤں کا اثر

یزید نے مسرف[1] مسلم بن عقبہ کو اپنا والی اور وزیر بنا کر مدینہ منورہ بھیجا اور کہا کہ میری اطاعت و غلامی میں سب کو لے آؤ، بعضوں نے ناچار مجبوراً بیعت کر لی مگر انہی لوگوں میں ایک شخص قبیلہ قریش میں سے تعلق رکھتے تھے، (جنکا نام یزید بن عبداللہ بن زمعہ تھا) ان سے یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا، انہوں نے کہا کہ میں طریقہ طاعت (شریعت کے مطابق عمل کرنے) پر بیعت کرتا ہوں خلاف شرع معصیت میں نہیں۔

(۱) راحت القلوب، ترجمہ جذب القلوب (تاریخ مدینہ) صفحہ ۴۳ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ۔

یہ سنکر اس ملعون نے انکو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اسے وہیں شہید کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر اس شہید کی ماں نے یہ قسم کھالی کہ اگر میں قدرت پاؤنگی تو اس مسرف کو زندہ یا مردہ ہر حال میں جلا کر خاک کردونگی،

اہل مدینہ کے قتل و قتال کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے قتل کرنے کے ارادہ سے وہ روانہ ہوگیا،

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ سے نکلنے کے بعد مکہ معظمہ جاتے ہوئے اس مردود کا پیٹ زرد (زہریلے) پانی اور پیپ سے بھر گیا۔ اور بہت ہی برُی طرح وہ مرگیا۔ لوگوں نے اسے راستہ ہی میں مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلے پر دفن کر دیا۔ جب اس قریشی عورت کو اسکی موت کا علم ہوا تو وہ اپنے غلاموں کو لیکر وہاں پہونچ گئی۔ تاکہ اپنی قسم کو پوری کرلے۔

چنانچہ جب اسکی قبر کھولی گئی تو دیکھا۔ ایک زہریلا اژدھا اسکے ناک اور گردن میں لپٹا ہوا ہے، اور دوسرا اژدھا اسکے قدموں میں چمٹا ہوا، ڈنک مار رہا ہے۔ عورت نے کہا کہ اس میت کو نکالو۔ مگر غلام و خدام ڈر گئے اور کہنے لگے کہ اس قادر مطلق نے اسکو اپنے ظلم و ستم کے عوض اژدھوں کی شکل میں عذاب قبر میں مسلط کر دیا ہے، یہ کیا کم ہے۔ اسے چھوڑدو۔ اژدہے کی چنگل سے اسکو چھڑانا یہ ہمارے بس کا کام نہیں۔

یہ سنکر اس عورت نے وضو کیا۔ دوگانہ ادا کی۔ اور ہاتھ اٹھا کر نہایت گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں دعا کی کہ:

اے خدائے قہار! تو جانتا ہے، مسلم بن عقبہ (مسرف) پر میرا غصہ محض تیری رضامندی کے لئے ہے۔ اے خدا مجھ کو موقع اور قدرت دے تاکہ میں اپنی قسم پوری کرلوں۔ اس طرح دعا سے فارغ ہوکر اسی قریشی عورت نے ایک لکڑی لی اور اژدھے کی دم پر آہستہ سے ماری، وہ اژدھے اسی وقت اس سے جدا ہو کر غائب ہوگئے۔ پھر اس عورت نے غلاموں کے ساتھ اسکی نعش کو باہر نکال کر آگ لگا کر جلادی،

فائدہ: ایک عورت کا لوجہ اللہ اخلاص کے ساتھ قسم کھانا۔ اور پھر دوگانہ ادا کرکے اس عزم و یقین کے ساتھ دعا مانگ کر جہنمی اژدھوں کو بھگا دینا یہ کوئی معمولی کردار نہیں، بلکہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

خدا کی عطائیں ان اداؤں پر نچھاور ہوتی ہیں

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حدیث میں جو یہ آیا ہے: مدیون (قرض لینے والے) کی روح دین (قرض) کی وجہ سے معلق رہتی ہے، جنت میں داخل نہیں ہوتی، وہ اس پر محمول ہے کہ: قرض بلا ضرورت ہو اور قرض ادا کرنے کی نیت وارادہ بھی نہ ہو، اور اگر ضرورت ہو اور ادائے قرض کا پختہ ارادہ اور نیت بھی درست ہو تو اسکے لئے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسکا قرض دنیا ہی میں ادا کرا دینگے، ورنہ آخرت میں دائن (قرض دینے والے) سے معاف کرا دینگے۔[1]

اسی لئے بعض اہل اللہ قرض لینے پر بہت جری (نڈر) ہوتے ہیں۔ عارف باللہ شیخ خضرویہؒ بہت مقروض رہا کرتے تھے، مگر ویسے ہی انکی آمدنی بھی بہت ہوا کرتی تھی۔ کافی لوگ حضرت کے معتقد تھے، جس کی وجہ سے نذرانے تحائف بھی زیادہ آیا کرتے تھے، اس لئے حضرت کو قرض دینے سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ مگر آخری وقت میں جب انتقال کا وقت قریب آیا، زندگی سے مایوسی ہو گئی تو لوگوں کو اپنے پیسے کی فکر ہونے لگیں، اور آکر سب لوگ جمع ہونے لگے، اور قرض کی رقوم کا مطالبہ کرنے لگے۔

اس وقت حضرت خاموش ہو کر سو گئے اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا، اتنے میں ایک حلوائی کا لڑکا حلوا بیچتے ہوئے سامنے سے گزرا، حضرت نے اسے بلوایا، اور سارا حلوا خرید کر آئے ہوئے لوگوں کو (مہمانی کے طور پر) کھلا دیا، جب سب کھا چکے تو لڑکے نے پیسے مانگے۔ حضرت نے فرمایا بھائی یہ سب لوگ بھی اپنے اپنے پیسے مانگنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، میرے پاس تو ایک ڈھیلا بھی نہیں تم بھی انکے ساتھ لائن میں بیٹھ جاؤ۔

یہ سنکر لڑکا حواس باختہ ہو گیا۔ اس نے رونا چلانا شروع کر دیا کہ: ہائے اللہ! مجھے تو میرا باپ مار ڈالے گا۔ لڑکے کے اس طرح بلک بلک کر رونے سے سب لوگوں کو اس بزرگ پر غصہ آ گیا، بھلا ان بڑے میاں کو مرتے مرتے بھی قرض لینے کی کیا سوجھی؟ مگر ان لوگوں کو کیا خبر تھی کہ اس بزرگ نے قرض خواہوں کی ضرورت کے پیش نظر یہ کیا تھا۔ بچہ کے رونے پر ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ کسی امیر کا ایک خادم ایک سینی (خوان) میں اشرفیاں لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ:

فلاں امیر نے حضرت والا کی خدمت میں یہ ہدیہ ارسال فرمایا ہے اسے قبول فرمالیں۔

---

(۱) حرمات الحدود، رسالہ الالجاء، ماہ صفر ۱۳۵۶ھ تقریر حضرت تھانویؒ۔

چنانچہ آپ نے قبول فرما کر دیکھا تو بالکل قرض کی رقم کے برابر ہی اس میں سے نکلی ۔ اسی وقت آپ نے سب کا قرضہ ادا کر کے روانہ کر دیا ۔ اب تو لوگ اور زیادہ معتقد ہو گئے ۔ کہ واقعی یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں۔

یہ واقعہ تو ہو گزرا ۔ مگر خداموں میں سے کسی نے عرض کیا کہ ؛ حضرت آپ نے حلوائی لڑکے کا حلوا بلا ضرورت کیوں خرید فرمایا ۔ اس سے تو لوگوں میں آپکی بڑی رسوائی معلوم ہو رہی تھی ۔ تو اسکے جواب میں حضرت نے فرمایا ؛

جب یہ سارے قرض خواہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے ۔ اور تقاضا شروع کر دیا ۔ تو اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔ تو الہام کے ذریعہ مجھے جواب ملا کہ ۔ مانگنے والے تو بہت سے ہیں ۔ مگر انہیں کوئی رونے اور بلبلانے والا نہیں ہے ۔ ہمارے پاس کسی قسم کی کچھ کمی نہیں ہے مگر ہاں ان مانگنے والوں میں سے کوئی رونے والا نہیں ہے ۔ تو مجھے رونے والے کی تلاش تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بھیج کر رونے چلانے کی صورت پیدا فرما دی ۔ بس اسکے بلبلا کر رونے پر اللہ تعالیٰ نے مطلوبہ رقم اپنے خزانہ غیب سے ارسال فرما دی ۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے علامہ رومیؒ نے اپنی مثنوی میں یوں فرمایا ہے ۔

تانہ گرید کودکے حلوا فروش　　بحر بخشایش نمی آید بجوش
تانہ گرید طفل کے جوشد لبن　　تانہ گرید ابر کے خندد چمن
گر تو خواہی کز بلا جان و آخری　　جان خود را در تضرع آوری
در تضرع باش تا شاداں شوی　　گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

☆☆☆☆☆☆

دوستی ایسے باوفا سے کرنی چاہئے

امام غزالی فرماتے ہیں[1] ؛ ایک شخص کسی پر عاشق ہو گیا اس عاشق ہونے والے نوجوان کا ایک دوست بھی تھا ۔ جو بہت ہی مخلص اور صالح تھا ۔ عاشق ہونے والے نے اپنے نیک دوست سے کہا کہ ؛ بھائی ۔ تم نیک صالح باعزت لوگوں میں سے ہو ۔ میری تمہارے ساتھ عرصہ ہوا ۔ دوستی اور رفاقت ہے ۔ اس لئے میں تمہیں دھوکہ میں رکھنا نہیں چاہتا ۔ میں اپنا حال تم پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ کہ :

(۱) مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ امام غزالیؒ ۔

مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے ۔اس لئے اب تمہارا میرے ساتھ تعلق رکھنا، چلنا پھرنا مناسب نہیں ہے۔ ورنہ لوگ تمہارے متعلق بھی سوءظنی رکھیں گے، میرے اس غیر مناسب کام سے آپ کو مطلع کرنا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے آپکے سامنے حقیقت حال واضح کر دی۔ انکے نیک رفیق نے یہ سنکر انکو یہ جواب دیا کہ: بھائی، میں ایسا دوست نہیں ہوں کہ تمہاری خطا اور گناہ کی وجہ سے میں تمہاری سالہا سال کی پرانی دوستی اور تعلق کو ختم کر کے تمہیں ایسے ہی چھوڑ دوں۔

اتنا کہنے کے بعد اس باوفا رفیق نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر لیا کہ: یا اللہ! جب تک آپ میرے دوست کو نفسانی خواہشات کے پنجہ سے امان نصیب نہ فرمائینگے، وہاں تک نہ میں کچھ کھاؤنگا نہ پیونگا۔ دوسری طرف اس نے اسی وقت رونا، گڑگڑا کر دعائیں مانگنا شروع کر دیا، وقفہ وقفہ کے بعد اپنے اس دوست سے ملتے، حالات دریافت کرتے، بھوک اور غم کی وجہ سے وہ نڈھال و کمزور ہو گیا۔

تب اللہ تعالیٰ کو اس پر ترس اور رحم آگیا، کیونکہ وہ متقی اور پارسا تو تھا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول فرمائی، اور انکے رفیق کو نفسانی خواہشات سے بچا کر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور ہدایت سے نواز دیا۔ مخلص اور ہمدرد سچے دوست ایسے ہوا کرتے ہیں، دوستی کر لینا تو آسان ہے۔ مگر اس کا نبھانا اسے کہتے ہیں۔

قضائے آسمانی پر شیر ڈھاریں مارتا رہ گیا منقول ہے کہ: خلیفہ[1] مہدی کے زمانہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا، ہر چند کہ امیر نے خزانے کے دہانے کھولدئے، اور غلہ کے انبار وقف عام کر دئے، لیکن قحط کی مصیبت کم نہ ہوئی، اس وجہ سے خلیفہ کو خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی جان عزیز بھی تلخ معلوم ہوتی، نہ پیٹ بھر کھانا کھاتا نہ چین سے سوتا، ایک دن بستر پر پریشانی کی حالت میں کروٹیں لے رہا تھا، اور خادم پاس بیٹھا ہوا تھا، تو ان سے کہا کہ کوئی کہانی سناؤ تاکہ دل بہلے اور غم میں کمی ہو۔

غلام نے کہا: خادم کی کہانی شہنشاہ کے سماعت کے لائق نہیں ہے۔ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں، جیسی بھی تمہیں معلوم ہو بیان کرو، یہ سنکر خادم نے حکایت کہنا شروع کی کہ:

ہند کی سرزمین کے کسی بیابان میں ایک شیر زیاں رہا کرتا تھا، اور جنگل کے سب درندے اسکی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے، ایک دن لومڑی نے اس شیر سے کہا کہ:

---

(۱) مخزن اخلاق صفحہ ۳۰۲ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی۔

جہاں پناہ! تم ہی ہمارے آقا اور بادشاہ ہو، اور ہم تمہاری رعیت ہیں، اور بادشاہ پر رعیت کی رعایت (نگہبانی) بہر صورت ضروری ہے۔

اس وقت مجھے ایک ضروری سفر در پیش ہے، جائے بغیر چارہ نہیں، مگر مشکل یہ ہے کہ میرا ایک چھوٹا سا بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ بچہ تمہارے سپرد کر جاؤں، تاکہ تم اسے اپنی پناہ میں رکھو، جسکی وجہ سے دشمنوں کے چنگل سے حفاظت میں رہے۔ شیر نے یہ بات قبول فرمالی۔ لومڑی اپنا بچہ شیر کے حوالہ کرکے سفر پر روانہ ہو گئی، شیر نے اس بچہ کو اپنی پیٹھ پر بٹھالیا تاکہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہونچا سکے۔

اتنے میں اچانک ایک عُقاب اپنی غذا تلاش کرتے اڑتے ہوئے جارہا تھا، اسکی نگاہ لومڑی کے بچہ پر پڑی اور شیر کی پیٹھ پر جھپٹا مار کر اسے لے اڑا۔ اِدھر شیر اپنی ڈھاریں مارتا اور سر کھجاتا رہ گیا، اتنے میں لومڑی بھی سفر سے واپس آ گئی، شیر کے پاس اپنے بچہ کو نہ دیکھ کر وہ بولی کہ:

کیا تم نے میرے بچے کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ شیر نے جواب دیا کہ: ہاں میں نے اس بات کی ذمہ داری لی تھی کہ زمین (جنگل) کا کوئی جانور اسکو گزند نہ پہونچائے، لیکن جو بلائیں ناگہانی اوپر آسمان کی طرف سے نازل ہو تو اسکے لئے میرا کوئی ذمہ نہ تھا۔

خلیفہ مہدی نے یہ کہانی یہاں تک سنتے ہی کہہ دیا کہ: بس کرو اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائیں، بات سمجھ میں آ گئی، خلیفہ اٹھ بیٹھا، وضو کیا، دوگانہ ادا کرکے خوب رو دھو کر دربار الٰہی میں ہاتھ پھیلائے دعائیں مانگنی شروع کر دی کہ: بار الہا! جو کچھ فتنہ فساد زمین سے اٹھے اسے تو ہم اپنی وسعت کے مطابق دفع کرنے کی سعی کرتے ہیں، مگر آفات و بلا اور قضائے آسمانی، قدرت یزدانی میں بندۂ ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو اسکے دعا مانگنے کی یہ ادا پسند آ گئی اور اپنے فضل و کرم سے اس قحط سالی کو چند دن میں ختم فرمادیا۔

فائدہ: مذکورہ بالا واقعہ سے بہت سے نصائح مُنتج ہو سکتے ہیں، منجملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض وہ امور جو اپنی طاقت اور بس سے باہر ہوں، جیسے لاعلاج امراض، ظالم کے مظالم اور پریشان کُن حالات وغیرہ تو ایسے وقت میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے ہی گڑگڑا کر دعاؤں کے ذریعہ اسے حل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

حسنِ ظن نے مستجاب الدعوات بنا دیا

منقول[1] ہے کہ ایک عابد نے عبادت و ریاضت کے ارادہ سے آبادی سے نکل کر دور ایک پہاڑی پر جا بسیرا کیا۔ ایک دن اسے خواب میں یوں حکم دیا گیا کہ: شہر میں فلاں جگہ سرِ راہ ایک موچی بیٹھ کر جوتے گانٹھ رہا ہے۔ وہ مستجاب الدعوات ہے۔ اسکے پاس جا کر تم اپنے لئے دعا کراؤ۔

صبح ہوتے ہی عابد اسکے پاس جا پہونچا۔ اور تحقیق کرنے لگا کہ تمہارے اعمال و عبادات کیا کیا ہیں؟ موچی نے کہا کہ: میں دن میں روزہ رکھ کر یہ جوتے گانٹھنے کا کام کرتا ہوں اس سے جو کچھ روزی مل جاتی ہے۔ اس میں سے اپنے بال بچے کو کھلاتا ہوں اور جو بچ جائے اسے میں اللہ تعالیٰ کے نام غربا و مساکین پر خیرات کر دیتا ہوں۔

یہ سنکر عابد نے دل میں سوچا کہ: یہ عمل اچھا تو ہے مگر اتنا بڑا نہیں کہ صرف اتنا کرنے سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جائے۔ یوں گمان کرتے ہوئے وہ واپس چلا گیا۔ رات سویا تو پھر خواب میں حکم دیا گیا کہ تم اسی موچی کے پاس جا کر اس سے پوچھو کہ تمہارے چہرہ کا رنگ زرد (پیلا) کیوں ہو گیا ہے؟۔

صبح اٹھتے ہی وہ عابد پھر اس موچی کے پاس آیا اور انکے چہرہ کا رنگ زرد ہو جانے کی وجہ دریافت کی تو موچی نے جواب دیا کہ: میرے قریب سے مسلمانوں میں سے جو بھی کوئی گزرتا ہے تو میں ان سبھی مسلمانوں کے لئے دل میں یہ تصوّر (گمان) کرتا ہوں کہ: یہ مجھ سے اچھے ہیں۔ جنکی وجہ سے انکی مغفرت و نجات ہو جائے گی اور میں اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو جاؤنگا۔ یہ تصور کرتے ہوئے ندامت کے آنسو بہایا کرتا ہوں۔ جسکی وجہ سے میرے چہرہ کی یہ حالت ہو گئی ہے۔

عابد نے جب یہ سنا تو کہا کہ: ہاں تیرا یہ عمل مستجاب الدعوات ہونے کے قابل ہے۔

مریدین کی دعا سے پیر و مرشد کو ہدایت

ایک مرتبہ قطبِ[2] عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں تین آدمی بیعت ہونے کے لئے آئے۔ حضرت نے انہیں بیعت فرمالیا۔ پھر یوں ارشاد فرمایا کہ: تم بھی میرے لئے دعا کرو میں بھی تمہارے لئے کرونگا۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض مرید بھی اپنے پیر کو تیرا لیا کرتے ہیں۔

پھر حضرت گنگوہیؒ نے ان مریدین سے ایک واقعہ سنایا کہ: پہلے زمانے میں شیخ صنعان نامی ایک بڑے

(۱) قصص الاولیاء جلد ۱، صفحہ ۲۲۲ امام جلیل ابی محمد عبداللہ یمنی یافعیؒ۔ (۲) تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۰، سوانح حضرت گنگوہیؒ۔

کامل ولی تھے۔ ایک مرتبہ وہ مع مریدین حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اثنائے سفر کسی شہر میں ایک عیسائی عورت پر شیخ کی نظر پڑی، اور اس پر فریفتہ ہوگئے، سب اعمال (عبادات) چھوڑ کر اسکے در پر جا بیٹھے۔ جب اس نصرانیہ کو حضرت کے عشق کی خبر ہوئی تو اس نے پیغام بھیجا کہ چار شرطیں منظور کرلو تو تم مجھے حاصل کرسکتے ہو۔

(۱) یہ کہ اپنے گلے میں ہماری عیسائیت کی زنار پہن لو، (۲) یہ کہ قرآن مجید کی بے حرمتی کرو، (۳) یہ کہ میرے خنزیر کو جنگل میں چرایا کرو (۴) یہ کہ شراب پینا شروع کردو۔

شیخ صنعان نے قرآن مجید کی بے ادبی کرنے کو گوارا نہ فرمایا، مگر بقیہ تین شرطیں مان لیں، اس منظوری پر وہ نصرانیہ شیخ سے آملی۔ ادھر جب مریدین نے اپنے پیر کا یہ حال دیکھا تو وہ سب اپنے شیخ کو چھوڑ کر چلدیئے، کچھ تو مکہ معظمہ اور کچھ واپس اپنے گھر ہولئے، مکہ مکرمہ جانے والے حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں عطار نامی ایک شخص بھی شیخ صنعان سے بیعت تھے۔ جب ان سے شیخ کی تباہی و بربادی کی حالت بیان کی، تو انہوں نے کہا کہ افسوس تم نے بہت برا کیا کہ انکو چھوڑ کر چلے آئے۔

جب پیر کی بدحالی دیکھی، تو اس وقت تم کو چاہئے تھا کہ انکی اصلاح کی فکر کرتے انکے لئے دعا مانگتے اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں، انکے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہ تھی،

خیر پھر سب مریدین مشورہ کرکے روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور سب نے مل کر رو رو کر شیخ کی ہدایت کے لئے دعائیں کرنا شروع کیں، چنانچہ دعا قبول ہوگئی، اور یہ سب حضرات بشارت لے کر شیخ کی طرف دوڑے۔

ادھر شیخ صنعان کی یہ حالت ہوئی کہ وہ سوئے ہوئے تھے، آنکھ کھلی تو وحشت طاری ہوئی اسی وقت زنار توڑ، خنزیر چھوڑ کر وہاں سے چلدیئے، نصرانیہ عورت نے (جسکے لئے شیخ کی یہ حالت ہوگئی تھی) جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھی مسلمان ہوگئی، اور شیخ کے ساتھ اس نے بھی چلدیا۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ: میاں اس طرح بعض مرید بھی اپنے پیر کو لغزش سے بچالیتے ہیں۔

جہاد میں جانے والے کی دعا نے مردہ گدھے کو زندہ کردیا

شیخ ابو شریک نخعیؒ فرماتے[۱] ہیں: ایک آدمی یمن سے آرہا تھا، راستہ میں اسکا گدھا مر گیا، اسنے اسی وقت

(۱) ابن ابی الدنیا، من عاش بعد الموت، ۱۱ البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۲۹۲، ترجمان السنہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ محدث بدر عالمؒ

وضو کیا، دوگانہ ادا کی، پھر یوں دعا مانگنا شروع کی: یا اللہ! میں مدینہ منورہ کی طرف صرف جہاد اور تیری رضا حاصل کرنے کے ارادہ سے اپنے وطن سے آیا ہوں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، اور جو مر کر دفن بھی ہو چکے ہیں انکو بھی اپنی قبروں سے نکال کر تو ہی زندہ کرے گا۔

یا اللہ! آج میری گردن پر کسی کا احسان نہ رکھنا، میں آپ ہی سے دعا کے ذریعہ مدد مانگتا ہوں، یا احکم الحاکمین میرے مردہ گدھے کو پھر دوبارہ زندہ فرما دیں، بس اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت وہ گدھا اپنے کانوں کو پھڑ پھڑاتا ہوا، اٹھ کھڑا ہوا، پھر مالک نے اس پر اپنی زین کسی، لگام چڑھا کر روانہ ہو گیا۔

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں، اسکے بعد وہ گدھا اتنی مدت تک زندہ رہا کہ اسکو کوفہ کے محلہ کناسہ میں بکتے ہوئے خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسکے علاوہ ابن ابی الدنیاؒ فرماتے ہیں: کہ اس مردہ گدھے کو دعا کے ذریعہ زندہ کرنے والا آدمی قبیلہ نخع میں سے تھا، اسکا نام نباتہ بن یزید تھا۔ اور وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں غزوہ میں شرکت کے لئے چلا تھا۔ (رواہ بیہقی و شعبی) ناقل محدث بدر عالم مہاجر مدنیؒ)

بلی کے بچے نے دعا کی اور مغفرت ہو گئی

منقول ہے۔ ایک بزرگ سردی کی رات میں کہیں جا رہے تھے راستہ میں بلی کے بچہ کو دیکھا، جو سخت سردی کی وجہ سے ٹھٹھر رہا تھا، بزرگ کو اس پر رحم آگیا، اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور لحاف میں اسے چھپا لیا، جب اس بزرگ کا انتقال ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ، بتلاؤ ہمارے لئے کیا لائے ہو؟ یعنی اپنے نامۂ اعمال پیش کرو، اس بزرگ نے بہت سوچ کر خیال کیا کہ خالص اعمال تو میرے اس قابل نہیں کہ انکو پیش کر سکوں، لیکن الحمد للہ،

مجھے ایمان حاصل ہے اس میں ریا وغیرہ کچھ نہیں، بس ایمان کو پیش کرنا چاہئے، اس لئے عرض کیا کہ، اے بار الہا! میں توحید لایا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ دودھ والی رات بھی یاد ہے؟ اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ تھا کہ، ایک رات اس بزرگ نے دودھ پیا، اسکے بعد انہیں پیٹ میں درد ہونے لگا، صبح کے وقت انکے منہ سے یہ بات نکل گئی کہ رات دودھ پیا تھا اسکی وجہ سے درد ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اس بات کو انہیں توحید کے جواب میں یاد دلا کر توحید کے دعویٰ کی گرفت فرمائی کہ، کیا یہی توحید ہے کہ ہم کو چھوڑ کر تم نے دودھ کو موثر سمجھا اور درد کو اسکی طرف منسوب کیا،

(۱) حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات صفحہ ۹۰ مرتب مولانا ابو الحسن اعظمی صاحب۔

یہ سنکر وہ بزرگ تھرا اٹھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے اپنے دعوی کی حقیقت تو دیکھ لی، لو اب ہم تم کو ایک ایسے عمل پر بخشتے ہیں جسکی بابت تم کو یہ وہم بھی نہ ہوگا کہ یہ موجب نجات ہو جائے گا وہ یہ کہ تم نے ایک رات بلی کے بچے کو جو سردی میں مر رہا تھا، اسے اپنے لحاف میں سلا دیا تھا، تو ایسے وقت میں بلی کے اس بچے نے تمہارے حق میں دعا کی تھی جو ہم نے قبول کرلی۔ جاؤ اس بلی کے بچے کی دعا پر تم کو ہم بخشتے ہیں۔ تم نے ہماری ایک بے بس مخلوق پر رحم کیا تھا، تو ہم اسکے زیادہ مستحق ہیں کہ تم پر رحم کریں۔

امکانی کوشش کرنے پر شانِ کریمی کا فیضان

مشہور واقعہ ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے بھی اپنے فضائل میں اسے نقل فرمایا ہے۔ سیدنا منصور عمار بصریؒ ایک مرتبہ مجلس میں وعظ فرمارہے تھے۔ اثنائے وعظ ایک غلام کا گزر اس مجلس پر ہوا، ایک نوجوان رئیس عیش و طرب میں زندگی بسر کر رہا تھا، اسی نے اس غلام کو چار درہم دیکر بازار سے کھانے کی اشیاء خریدنے بھیجا تھا۔ جب شیخ منصور کا بیان سنا تو وہ اسی مجلس میں جا بیٹھا۔

اثنائے بیان شیخؒ نے فرمایا: کوئی ہے، جو چار درہم کے عوض چار دعائیں اللہ تعالیٰ سے قبول کرالے (یہ سوال آپ نے اس وجہ سے کیا کہ اس وقت وہاں موجود ایک درویش کے لئے صرف چار درہم کی ضرورت تھی) شیخ کی زبانی جب یہ اعلان سنا تو اس غلام نے اسی وقت وہ چار درہم شیخ کی خدمت میں پیش کردئے۔ شیخؒ نے لیکر اس سے فرمایا مانگ تو کیا دعا منگوانا چاہتا ہے۔؟

یہ سنکر غلام نے کہا (۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو انسانوں کی غلامی سے آزادی نصیب فرمائے۔

(۲) یہ کہ میرے مالک کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے (۳) یہ کہ ان چار درہموں کا عوض بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمادے۔ (۴) یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر، میرے مالک پر آپ پر اور جملہ حاضرین مجلس پر رحم فرمائیں (یعنی سب کی مغفرت فرمادیں) یہ سنکر شیخ منصور عمارؒ نے اسکے حسب منشا دعائیں فرمادیں۔

دعا سے فارغ ہو کر غلام خالی ہاتھ واپس اپنے مالک کے پاس آگیا۔

مالک نے خالی ہاتھ اور دیر سے آنے کی وجہ پوچھی، تو غلام نے شیخ منصور عمارؒ کے وعظ اور چار دعا کا سارا واقعہ بیان کردیا۔ خداوند قدوس کی قدرت کہ: یہ واقعہ غلام کی زبانی سنتے ہی مالک نے کہا کہ: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے تجھے آزاد کردیا۔ دوسری بات یہ کہ اب اسی وقت سے

(۱) تذکرۃ الاولیاء، جلد ۱ صفحہ ۱۹۰ شیخ فریدالدین عطارؒ۔

میں سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، اور آئندہ کے لئے عہد کرتا ہوں کہ بقیہ زندگی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزارونگا۔ تیسری بات یہ کہ میں تجھے چار درہم کے عوض ایک سو درہم دیتا ہوں،

بس جو کچھ میرے اختیار (بس) میں تھا وہ میں کر گزرا۔ لیکن جس بات پر میں قادر نہیں (یعنی ان سب حضرات کی مغفرت) یہ میری دسترس سے باہر ہے۔ یہ کہہ کر مالک سو گیا، اسی رات اس نے خواب میں دیکھا کہ غیب سے آواز دینے والا (ہاتف) یہ آواز دے رہا ہے کہ اے نوجوان! جب تو اپنی بساط وہمت کے موافق جو کر سکتا تھا وہ کر گزرا تو اب ہماری باری ہے۔ ہم بھی اپنی شان کریمی کے مطابق تجھ پر، تیرے غلام پر، منصور اور جملہ حاضرین مجلس پر رحمتیں نچھاور کرتے ہیں یعنی سب کی مغفرت کئے دیتے ہیں۔

ایک غریب عورت کے والہانہ عشق رسول ﷺ کا منظر

مجدد ملت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: ہمارے پڑوس (تھانہ بھون) میں ایک عورت رہتی تھی، وہ بہت سال پہلے (یعنی ۱۳۵۵ھ سے بھی پہلے) حج بیت اللہ کے لئے گئی ہوئی تھی، ان دنوں کا زمانہ تھا (مکہ سے مدینہ تک کا) راستہ غیر مامون ہونے کی وجہ سے وہ حضرات مجبوراً صرف حج بیت اللہ ہی سے فارغ ہو کر واپس ہندستان چلے آئے تھے، اور مدینہ منورہ نہ جاسکے۔

چونکہ وہ عورت بڑی نیک اور پارسا تھی، مدینہ طیبہ نہ جانے کا اسے بہت غم اور قلق تھا، جب کبھی وہ کسی کی زبانی مدینہ طیبہ کا تذکرہ سنتی اسی وقت بے قرار ہو کر رو دیتی تھی،

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: میں نے اسکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کے عشق و محبت کی وجہ سے ان (میاں بیوی) کے لئے حج بدل کے اخراجات کا انتظام کرادے، اور اس عورت کو مطلع کرادیا کہ یہاں سے مکہ معظمہ تک حج بدل کے اخراجات کا انتظام میں کئے دیتا ہوں اور مکہ سے مدینہ تک کے اخراجات کا انتظام تم دونوں اپنی طرف سے خود کر لینا۔

چنانچہ یہ انہوں نے منظور کر لیا، وہ حج بیت اللہ کے لئے چلے گئے، حج سے فارغ ہو کر جب وہ مدینہ منورہ پہونچے تو وہاں داخل ہوتے ہی اسے ماہواری شروع ہو گیا، یہاں تک کہ پھر واپسی میں صرف پانچ سات دن باقی رہ گئے، ماہواری کی وجہ سے مسجد نبوی میں حاضری سے وہ قاصر تھی،

(۱) کلمۃ الحق صفحہ ۱۸ رسالہ الہادی شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ ملفوظات حضرت تھانویؒ۔

وہ سخت بے چین اور پریشان ہو گئی، اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں عاشقانہ انداز میں بے انتہا گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی کہ :

یا اللہ! واگمدا، صفائی (پاکی) مجھکو بس اخلاص و بے قراری میں کی گئی دعا رنگ لائی، دعا نے شرف قبولیت حاصل کرلی، اور صرف ایک ہی دن کے اندر ماہواری بند ہو گیا اور قاعدہ شرعیہ کے اعتبار سے وہ حیض نہیں رہا۔

پھر اطمینان سے اس نے زیارت کی صلوۃ و سلام سے اچھی طرح مشرف ہوئی، اپنی برسہا برس کی دلی تمناؤں کو اس نے اچھی طرح پالیا۔ دوسری طرف کمال یہ ہوا کہ وہاں سے وطن آنے کے بعد پھر اسے (دعا کی برکت سے) زندگی بھر ماہواری نہیں آیا، اور رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت وغیرہ کرتی رہیں، یہ ایک عورت کی دعا کی تاثیر اور برکت کا نتیجہ تھا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے یہ مقام نصیب ہوا۔

خواب میں ڈنڈے کھائے، زخمی ہو کر شوہر کے قدموں میں جا گری

بعض مشائخ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اپنی بیوی پر عاشق تھا، ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ ہم دونوں سوئے ہوئے تھے، اتفاقاً مجھ پر ایک جذب کی سی حالت طاری ہو گئی، اور بے کیفی کی حالت میں میری زبان سے جو کچھ نکلتا رہا وہ سب سنتی رہی، میری حالت بہت بری تھی، جب مجھے افاقہ ہوا، تو بیوی نے کہا کہ آپکی کیا حالت ہورہی تھی؟ میں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ عورت نے صرف اتنا ہی کہا کہ کچھ نہیں اچھا ہی دیکھا، اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد آہستہ سے وہ باہر نکلی میرے ایک ملازم سے کہا کہ، تم اسی وقت میرے گھر جا کر میری والدہ اور بہن کو اسی وقت یہاں لے آؤ، وہ خادم جا کر دونوں کو لے آیا، بیوی نے شوہر کا سارا واقعہ سنا دیا اور کہا کہ یہ تو مجنون اور پاگل ہے، میں انکے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتی، مجھے ابھی اپنے ہمراہ لے چلو، ماں بہن نے اسے بتیرا سمجھایا مگر نہ ماننا تھا نہ مانی، اور یہ کہتی ہوئی وہ چلی گئی، کہ اب میں تم سے جدائی چاہتی ہوں، اور اس نے جاتے ہی صرف دس دن کی مہلت دی کہ دس دن میں جدائی کا مقدمہ دائر کر دیا جائے گا۔

شوہر فرماتے ہیں کہ اسکے فراق میں مجھے سخت صدمہ اور پریشانی لاحق ہو گئی، سچی اور پاکیزہ محبت کی

(۱) نشر المحاسن جلد ۱ صفحہ ۲۰۴ مقام آخر جلدہ صفحہ ۲۰ امام جلیل ابی محمد عبداللہ یمنی یافعی۔

وجہ سے میری حالت متغیر ہو گئی ۔میرا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔جب مہلت کے دنوں میں صرف ایک رات باقی رہ گئی تھی تو میری حالت ناگفتہ بہ ہو گئی زمین میرے لئے تنگ ہو گئی۔تو ناچار ہو کر میں نے اپنے ارحم الراحمین کی طرف متوجہ ہو کر اپنا معاملہ اسے سپرد کر دیا۔پھر عشاء کے بعد دوگانہ ادا کر کے میں نے تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ یَاعَالِمَ الْخَفِیَاتِ ، وَ یَا سَامِعَ الْاَصْوَاتِ ، یَا مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتِ ، وَیَامُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ ، اَسْتَغِیْثُ بِکَ وَاَسْتَجِرْتُ بِکَ ، یَا مُجِیْرُ اَجِرْنِیْ یَا مُجِیْرُ اَجِرْنِیْ یَا مُجِیْرُ اَجِرْنِیْ ،

دعا سے فارغ ہو کر قبلہ رو سو گیا۔نصف رات گزرنے پر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا ۔جب دروازہ کھولا تو میری بیوی تھی ۔مجھے دیکھتے ہی قدموں میں گر گئی' پاؤں چومنے لگی اور کہا کہ میں خدا کا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ مجھے معاف کر دو۔مجھ سے راضی ہو جاؤ میں اپنی غلطی پر توبہ کرتی ہوں۔

یہ سنکر میں نے کہا معافی بعد میں۔پہلے تو تم توبۃ اللہ کرنے کی وجہ بتلاؤ قصہ کیا ہوا؟ تب اس نے کہا کہ جدائی کی اخیری رات تھی' میں اپنے دل میں بہت خوش ہو رہی تھی' کہ اب کل مجھے آزادی مل جائے گی۔اسی خوشی میں سو گئی۔خواب میں دیکھا کہ ایک ہیبت ناک ڈراؤنا شخص میرے پاس آیا اس کے ایک ہاتھ میں چھری تھی ۔دوسرے میں کوڑا (ڈنڈا) تھا اس نے غضب ناک ہو کر مجھے کہا کہ اگر تو اپنے شوہر سے رجوع نہ کرے گی'اور اسی وقت انکے پاس نہ جائے گی تو میں اسی وقت تجھے ذبح کر دونگا۔اور اتنا ہی نہیں بلکہ غصہ میں آکر میری پیٹھ پر اس نے تین کوڑے لگاتے ہوئے کہا کہ چل جلدی کر!

اسی وقت چینخ مار کر میں اُٹھ بیٹھی اور تاریک رات میں دوڑتی ہوئی تمہارے قدموں میں آگری۔تاکہ تم مجھے معاف کر دو۔پھر اس نے کپڑا اٹھا کر اپنی پیٹھ دکھائی تو واقعتہً تین کوڑوں کے تین زخم پڑ گئے تھے ۔وہ بہت ہی منت و سماجت کرنے لگی' میں نے اسے معاف کر دیا۔اس نے حق مہر بھی معاف کر دیا۔شکریہ میں'اس نے اپنے زیورات اور بیس درہم تھے وہ بھی صبح ہوتے ہی سب اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خیرات کر دیئے۔میں نے بھی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

مذکورہ اسم اعظم اور دعا میں یہ تاثیر تھی کہ اسکے وسیلہ سے مانگی ہوئی دعا کو اللہ تعالیٰ نے شرف

قبولیت عطاء فرمائی، ہر قسم کی مشکلات دور کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے، اسکے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، اس لئے اسی سے مانگتے رہنا چاہیے۔

ملفوظات اور واقعات تو اور بھی تھے، مگر اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہوئے فصل کو ختم کرتا ہوں۔

الحمد للہ، چوبیسویں فصل ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم اور مقبولانِ الٰہی کے صدقہ اور طفیل میں اسے قبول فرما کر امت کے مسلمانوں کو اس کتاب سے بار بار مستفیض ہوتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں ــــــــ آمین اللھم آمین۔

شیخ (پیر) کی پہچان

سیدنا مسیح الامتؒ نے ایک مجلس میں فرمایا: جسکا خلاصہ یہ ہے کہ: گفتگو پیر و مرشد کے اوصاف کے متعلق ہورہی تھی کہ پیر کیسا ہونا چاہیے؟ اس پر فرمایا کہ اگر کسی شیخ کا مرید خدا نخواستہ کسی گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جائے، پھر اس قبیح فعل کر کے شیخ کی خدمت میں آکر شیخ کے سامنے یوں کہے کہ: آج مجھ سے زنا کاری ہو گئی ہے۔

مرید کی زبان سے زنا کاری وغیرہ گناہ کبیرہ کی بات سن کر اگر شیخ کے چہرے پر شکن یا ناراضگی کے معمولی آثار بھی رونما ہوں تو وہ شیخ، شیخ بننے اور بنانے کے لائق اور قابل نہیں، اور فرمایا کہ، بس مرید کی اصلاح ہو گئی، یعنی پیر و مرشد کی ناراضگی کی وجہ سے مرید کی اصلاح و تربیت اور رشد و ہدایت کی لائن سے ترقی مخدوش ہو جاتی ہے۔

مسلمان اخلاقِ ذمیمہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اسکی اصلاح کے لئے بزرگوں کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اب شیخ کا کمال یہ ہے کہ وہ طالب یا مریدوں کو ان اخلاقِ ذمیمہ سے پیار و محبت بھرے انداز اور حکمت سے انہیں سے آہستہ آہستہ نکال کر، اعمالِ حسنہ کی طرف رواں دواں ہوں۔

(ناقل و سامع، خادم محمد ایوب قاسمی عفی عنہ)

پچیسویں فصل

☆ (۱) فضائل یٰسٓ شریف (۲) فضائل آیت الکرسی
(۳) فضائل بسم اللہ ☆

اس سے پہلے ملفوظات و حکایات کے نام سے فصل گزر چکی، اب اس فصل میں تین ابواب پر مشتمل مذکورہ سورۃ اور آیات وغیرہ سے متعلق حسب ذیل عنوانات کے تحت انکی تاثیرات اور حیرت انگیز کمالات کو زیر قلم کر رہا ہوں،

چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں :۔
یٰسٓ کے اسماء مقدسہ، یٰس کی تاثیر کا حیرت انگیز واقعہ، تین ہزار اسماء الٰہیہ کا مجموعہ، بسم اللہ کے احترام کرنے پر ولایت عظمیٰ پر فائز، بسم اللہ یاد کرنے پر والد کی مغفرت، افلاس و تنگدستی دور کرنے والی آیت مقدسہ، شیاطین گھر میں آکر کھانے کی چیزوں کو کھا جاتے ہیں، ایصالِ ثواب کے فضائل، بسم اللہ اور یہودی لڑکی اور بسم اللہ پر قاری طیب صاحبؒ کی نکتہ نوازی وغیرہ جیسے مفید اور کار آمد چیزوں سے اس فصل کو مزین کیا گیا ہے۔

★ یَاحَنَّانُ وَیَامَنَّانُ ★

آپکی بے پناہ عنایتوں اور نوازشوں کی قدر کرتے ہوئے ہمیں اور امت مسلمہ کو آپ سے رات دن فیضیاب ہوتے رہنے کی سعادت اور توفیق عطا فرما...... (آمین)

پہلا باب ☆ فضائل سورۂ یٰسٓ شریف ☆

بعد حمد و صلوٰۃ: اب یہاں سے ایک عظیم سورۃ جسے قرآن مجید کا قلب اور دل کہا گیا ہے۔ اسکے اثرات و برکات اور فضائل مختصر طور پر تحریر کئے جا رہے ہیں۔

یٰسٓ شریف کے اسماء مقدسہ یٰسٓ شریف کے احادیث نبویہ میں متعدد نام آئے ہوئے ہیں جنکی مختصر تشریح حسب ذیل ہیں (۱-۱۰)

(۱) یٰسٓ کا ایک نام: قاضیہ ہے۔ یعنی اسکے پڑھنے والے کی مرادوں اور حاجتوں کو پورا کرنے والی ہے۔

(۲) یٰسٓ کا ایک نام: دافعہ ہے۔ یعنی اسکے پڑھنے والے سے ہر قسم کی برائیوں کو دفع کر دیتی ہے۔

(۳) یٰسٓ کا ایک نام: مدافعہ ہے۔ یعنی اسکے پڑھنے والے سے بلاؤں و مصائب کو دور کرنے والی ہے۔

(۴) یٰسٓ کا ایک نام: رافعہ ہے۔ یعنی مومنوں کے رتبہ کو بلند کرنے والی ہے۔

(۵) یٰسٓ کا ایک نام: خافضہ ہے۔ یعنی کافروں کو پست کرنے والی ہے۔

(۶) یٰسٓ کا ایک نام: عظیمہ ہے۔ یعنی اسکے پڑھنے والے کو مقبولیت، عزت و عظمت دلانے والی ہے

(۷) یٰسٓ کا ایک نام: منعمہ ہے۔ یعنی اسکے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں دلانے والی، اور آخرت کی ہول و گھبراہٹ کو دور کرنے والی ہے۔

(۸) یٰسٓ کا ایک نام: قلب القرآن ہے۔ یعنی قرآن مجید کا دل۔

(۹) یٰسٓ: اسماء الٰہیہ میں سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے۔

(۱۰) یٰسٓ: یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ناموں میں سے ایک نام ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا متعدد ناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ: یہ ایسی مقدس سورت ہے کہ اسکے پڑھنے والے کی مرادوں، حاجتوں کو بر لانے والی، دارین میں بھلائی، عافیت و برکات عطا کرانے والی مقبولیت و عظمت دلانے والی اور اسکے پڑھنے والوں کے مراتب بلند کرنے والی ہے۔

اسکے علاوہ، پڑھنے والوں سے ہر قسم کی آفات و بلیات اور مصائب دور کرنے والی، آخرت کی گھبراہٹ اور بے چینی کو دور کرنے والی اور خاتمہ بالخیر نصیب کرنے جیسے دین و دنیا کے بہت سے ثمرات و برکات لئے ہوئے ہے۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے اسے روزانہ صبح و شام پڑھتے رہنا چاہئے۔

(۱-۱۰) روح المعانی، فضائل قرآن ص ۱۵، تحفۂ خواتین ص ۲۱۵، معارف القرآن جلد ۷ ص ۳۰۰، مظاہر حق، تفسیر مظہری جلد ۹ ص ۵۲۹

فضائل سورۂ یٰس شریف

حضرت[1] ابوہریرہؓ سے روایت ہے: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کرنے سے بھی ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰس کو پڑھا، جب فرشتوں نے سنا تو وہ کہنے لگے: بڑی خوش نصیب، خوش حال اور مبارک ہے وہ امت جس پر یہ سورتیں نازل ہونگی اور بڑے خوش حال ومبارک ہے وہ سینے جو انکو حفظ یاد رکھیں گے۔ اور خوش حال ومبارک ہیں وہ زبانیں جو اسکی تلاوت کرے گی۔ (سنن دارمی جلد۲ صفحہ ۵۴۸)

حضرت[2] انسؓ سے روایت ہے: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا ایک دل ہوا کرتا ہے اور قرآن کریم کا دل یٰس شریف ہے اور فرمایا جس نے سورۂ یٰس کو (ایک مرتبہ) پڑھی تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے دس مرتبہ قرآن مجید ختم کرنے کا ثواب لکھ دینگے۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

رسول کریم[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نیک نیتی سے خالص رضاء الٰہی کے لئے سورۂ یٰس پڑھتا ہے تو اسکے سب گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور یٰس پڑھنے والوں کا نام کتابوں میں شریف آیا ہوا ہے۔ (بیہقی، حدیث مسند)[4]

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ یٰس پڑھنے والوں کی شفاعت قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ کے لوگوں سے بھی زیادہ (لوگوں) کے حق میں قبول کی جائے گی۔ (روح المعانی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ یٰس کو رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرمادے گا۔ (طبرانی ابن سنی صفحہ ۶۲۲)

بزار[5] میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری چاہت یہ ہے (یعنی میرا دل یہ چاہتا ہے) کہ میری امت کے ہر ہر فرد کو سورۂ یٰس زبانی یاد ہو۔ (مظاہر حق)

حضرت[6] یحییٰ بن کثیرؒ نے فرمایا: جو کوئی صبح کے وقت سورۂ یٰس کو پڑھ لے تو شام تک وہ خوشی اور آرام سے رہے گا، اور جو شام کو اسے پڑھے تو صبح تک خوشی وآرام سے رہے گا، اور حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ بات مجھے ایسے معتبر بزرگ نے بتلائی ہے جس نے خود اسکا بارہا تجربہ کیا ہوا ہے (روح المعانی)

---

(۱) مظاہر حق فضائل قرآن صفحہ ۱۵۱ (۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۱۵، برکات اعمال صفحہ ۱۹۲ (۳) روح المعانی، معارف القرآن جلد۷ صفحہ ۳۰۳، ابن کثیر جلد۳ (۴) معارف القرآن جلد۷ صفحہ ۳۴۱ (۵) تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ ۸۸ (۶) تفسیر مظہری، معارف القرآن۔

حضرت عطاء بن رباحؒ (تابعی) فرماتے ہیں: مجھے یہ حدیث پہونچی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دن کے شروع (صبح) میں یٰس پڑھی تو اسکی پورے دن کی سب حاجتیں پوری کر دی جائے گی۔ (مشکوٰۃ، دارمی)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں: جو شخص اپنی حاجتوں اور مرادوں کے پورا ہونے کی نیت سے سورۂ یٰسٓ کو پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حاجتوں میں کامیابی عطا فرمائے گا اور مرادیں بر آئے گی۔ (تفسیر مظہری)

ایک روایت[۳] میں اس طرح وارد ہوا ہے جو کوئی سورۂ یٰسٓ کو ایک مرتبہ پڑھے گا تو اسے بیس حج کے برابر ثواب ملے گا۔

حضرت مقریؒ فرماتے ہیں: جب بادشاہ، حاکم یا دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو ان سب سے نجات حاصل کرنے کی نیت سے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو اللہ تعالیٰ انہیں امن نصیب فرمادے گا۔ (فضائل قرآن صفحہ ۱۵)

ایک روایت میں آیا ہے: سورۂ یٰسٓ کو جو کوئی بھوک کی حالت میں پڑھے گا تو وہ سیر ہو جائے گا۔ جو راستہ گم ہو جانے کے وقت پڑھے گا تو اسے راستہ مل جائے گا، کھانا کم ہو جانے کے خوف کے وقت پڑھے گا تو کھانا کافی ہو جائے گا۔ (فضائل قرآن)

سورۂ یٰس اور تاجر حضرات پیرومرشد سیدنا شاہ مسیح الامت[۳] جلال آبادی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: سینکڑوں سال تک مسلم تاجروں کا یہ شیوہ (معمول) اور طریقہ رہا کہ صبح کے وقت (بعد نماز فجر) جبتک سورۂ یٰسٓ کی تلاوت اور چار رکعت ابتدائے دن (صبح کے وقت) میں نہیں پڑھ لیتے تھے وہاں تک وہ اپنے کاروبار، تجارت (ملازمت) وغیرہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

اسی وجہ سے زمانہ سابقہ میں مسلمانوں کو (جان و مال میں، چوری، ڈاکہ، فسادات وغیرہ سے) نقصانات نہیں ہوتے تھے، بلکہ خیر و برکت زیادہ ہوا کرتی تھی۔

ایک حدیث[۵] میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو نماز کا اہتمام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ طرح سے اسکا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں، ان پانچ میں سب سے پہلا اکرام و انعام یہ ہے کہ اس

---

(۱) تحفۂ خواتین (۲) فضائل قرآن (۳) تفسیر مظہری جلد ۹ صفحہ ۵۰۹ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ (۴) افادات فاروقی جلد ۱ صفحہ شیخ شفیق الامت حضرت مولانا حاجی فاروق صاحب سکھرویؒ (۵) فضائل نماز

پرسے رزق کی تنگی (افلاس و تنگدستی ، تجارت و ملازمت میں سے بے برکتی) ہٹادی جاتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے، نماز پڑھنا یہ روزی (میں برکت و زیادتی) کو کھینچنے والی ہے۔ اسکے علاوہ صحت و تندرستی کی حفاظت کرنے والی، بیماریوں کو ختم کرنے والی اور دل (ہارٹ) کو قوی اور مضبوط کرنے والی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کے وقت جو شخص نماز کے لئے جاتا ہے (یعنی نماز فجر ادا کرتا ہے) تو اسکے ہاتھ میں ایمان (رضائے خداوندی) کا جھنڈا ہوتا ہے، اور جو (بغیر نماز ادا کئے) بازار (ملازمت، تجارت وغیرہ کے لئے) جاتا ہے تو اسکے ہاتھ میں شیطان (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، بے برکتی) کا جھنڈا ہوتا ہے۔ (فضائل نماز)

فائدہ: یعنی صبح کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد جو مسلمان اپنے مشاغل میں مصروف ہونگے تو وہ خیر و برکت والی زندگی اور دولت سے نوازے جائینگے، اور جو فرض ادا کئے بغیر اپنے مشاغل میں لگ جائیں گے، تو شیطان لعین انکے ہر کام میں شریک ہونے کی وجہ سے بجائے خیر و برکت کے نحوست تنگدستی اور گراوٹ کی جانب دھکیل دئے جائینگے، گو بظاہر آمدنی میں زیادتی معلوم ہو۔

یہ مختصر سے معمولات لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ملازمت پیشہ مسلمان اور تاجر حضرات اداء فرض اور رضاء خداوندی کی نسبت سے روزانہ صبح کے وقت کم از کم نماز و سورۂ یٰس شریف کی تلاوت کا معمول بنالیں، تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ بقول حضرت شیخ مسیح الامتؒ انکی برکت سے اللہ تعالیٰ صحت، خیر و عافیت والی زندگی کے ساتھ مال و دولت اور تجارت میں خیر و برکت اور ترقی عطا فرماتے رہیں گے، جنکا سینکڑوں سالہ تجربہ اور مشاہدہ امت کے مسلمان فرما چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ——— (آمین)

۴۱

حضرت تھانویؒ[2] نے فرمایا: سورۂ یٰس کو جس حاجت کے لئے اکتالیس مرتبہ پڑھے، پھر دعا کرے تو وہ حاجت پوری ہوجائے گی، اگر کسی قسم کے خوف کے وقت پڑھے تو امن نصیب ہوجائے گا، اور اگر بیماری دفع کرنے کی نسبت سے اکتالیس مرتبہ پڑھے تو ہر قسم کی بیماری سے شفایاب ہو۔

مشکلات سے نجات کا ایک مخصوص طریقہ

سورۂ یٰس کے خواص اور تاثیرات[3] میں سے ایک یہ ہے کہ: جو شخص جس قسم کی حاجت وغیرہ میں کامیابی چاہے تو وہ دو رکعت کے بعد سورۂ یٰس کو

(۱) محمد ایوب سورتی قاسمی عفی عنہ، (۲) اعمال قرآنی حصہ ۲ صفحہ ۶۵ (۳) مجربات دیربی صفحہ ۳۶۔

مسلسل چار مرتبہ تلاوت کرے، یعنی ایک ہی جگہ ایک مرتبہ ختم ہونے پر فوراً دوسری مرتبہ پڑھنا شروع کر دے، جب اس طرح چار مرتبہ (درمیان میں بغیر وقفہ اور گفتگو کے) پڑھ لے تو اسکے بعد یہ دعا بھی فوراً چار مرتبہ پڑھے:

سُبْحَانَ الْمُنَفِّسُ عَنْ کُلِّ مَدْیُوْنٍ۔ سُبْحَانَ الْمُفَرِّجُ عَنْ کُلِّ مَحْزُوْنٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ خَزَائِنَهٗ بَیْنَ الْکَافِ وَ النُّوْنِ، سُبْحَانَ مَنْ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. یَا مُفَرِّجُ فَرِّجْ. یَا مُفَرِّجُ فَرِّجْ. یَا مُفَرِّجُ فَرِّجْ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنِّیْ هَمِّیْ وَ غَمِّیْ فَرَجاً عَاجِلاً بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. آمین. آمین. وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

حالت نزع اور فیضان یٰسٓ شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ یٰسٓ کو ایسے آدمی کے پاس پڑھے جو نزع کی حالت میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے۔ (فضائل قرآن صفحہ ۵۱)۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انتقال کرنے والے کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھی جاتے تو موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے۔ (روح المعانی)[1]

منقول ہے کہ: انتقال کرنے والے کے سامنے جب یٰسٓ کی تلاوت کی جاتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے۔ (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۸۸)

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہے جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو اسکے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پس اس سورۃ کو تم اپنے مُردوں پر (مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے) پڑھا کرو۔ (مظاہر حق، فضائل قرآن صفحہ ۵۱)

(۱) دیلمی، تفسیر مظہری، معارف القرآن، جلد ۷ صفحہ ۳۶۲۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اپنے ماں باپ دونوں، یا دونوں میں سے ایک کی قبر پر جا کر یٰسین پڑھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس سورۃ کے ہر حرف کی تعداد کے برابر اسکے گناہ معاف کر دے گا۔ (تفسیر مظہری، جلد ۹ صفحہ ۵۲۹ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ)

یٰسین کی تاثیر کا حیرت انگیز واقعہ

سورۂ یٰسین شریف کی تاثیر اور برکت کے متعلق یہاں پر ایک حیرت انگیز مفید واقعہ تحریر کر رہا ہوں: [۱]

منقول ہے، ایک مرتبہ امام ناصر الدینؒ لبتی بیمار ہوئے اس بیماری میں آپ کو سکتہ کا مرض ہو گیا، رشتہ داروں نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا، رات کے وقت جب افاقہ ہوا تو اپنے آپ کو کفن میں در گور پایا یہ دیکھ کر متحیر ہو گئے۔

اس اضطراب و پریشانی میں آپ کو ایک عمل یاد آیا کہ جو کوئی پریشانی اور مصائب کے وقت چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھ کر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے، یہاں تک کہ تنگی بھی فراخی سے بدل جاتی ہے۔

چنانچہ آپ نے قبر میں سورۂ یٰسین پڑھنا شروع کر دیا ابھی انتالیسویں مرتبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک کفن چور نے قبر کھودنی شروع کی امام صاحب نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ یہ کوئی کفن چور ہے۔ تو آپ نے چالیسویں مرتبہ بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا، ادھر یٰسین شریف چالیس مرتبہ ختم ہوئی، اُدھر اس نے اپنا کام پورا کر لیا۔ (یعنی قبر پوری کھود لی) قبر کھل جانے پر امام ناصر الدین باہر نکل آئے یہ منظر دیکھ کر کفن چور اتنا ڈر گیا کہ تاب نہ لا سکا اور اسی وقت وہ وہاں مر گیا۔

امام صاحب بستی میں گئے اور محلے میں آواز دیتے ہوئے اپنے گھر تشریف لے گئے، کہا، میں ناصر الدین ہوں، تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی بیماری میں مردہ سمجھ کر دفن کر دیا تھا، میں تو زندہ ہوں۔

یہ ہے یٰسین شریف کی تاثیر اور برکات، اس لئے جہاں تک ہو سکے اسکی تلاوت کرتے رہنا چاہئے۔

فضائل سورۂ ملک

اس سورۃ کو حدیث شریف میں "واقیہ" یعنی بچانے والی اور "منجیہ" یعنی نجات دلانے والی بھی فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورۃ عذاب قبر کو روکنے والی اور عذاب سے نجات دلانے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچا لے گی۔ [۲]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرا دل یہ

(۱) فوائد الفوائد مترجم صفحہ ۱۲۹ (۲) معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۵۱۲۔ ترمذی، قرطبی۔

چاہتا ہے کہ سورۂ ملک ہر مؤمن کے دل میں ہو۔ ایک حدیث میں اس طرح وارد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں ایک سورۃ ایسی ہے جو تیس[1] آیتوں والی ہے، وہ اپنے پڑھنے والے کے لئے شفاعت کرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اسکی مغفرت کرا دیتی ہے۔ وہ سورۂ ملک (تَبَارَکَ الَّذِیْ) ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عذاب قبر کو روکنے والی فرمایا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: اس سورۃ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورۂ مَانِعَۃ (عذاب قبر سے روکنے والی) کہا جاتا تھا۔

حضرت خالد بن معدانؓ فرماتے ہیں: یہ سورۂ ملک اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ (یا اللہ) اگر میں تیری کتاب (قرآن مجید) میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول فرما، ورنہ مجھے اپنی کتاب میں سے نکال دے۔

حضرت[2] ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: بعض صحابہ نے ایک جگہ خیمہ لگایا، انکو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ خیمہ لگانے والوں نے اچانک اس جگہ سے کسی کو سورۂ ملک (تَبَارَکَ الَّذِیْ) پڑھتے سنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا، یہ سنکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورۃ خدا کے عذاب سے روکنے اور نجات دلانے والی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

****

اب یہاں سے فیوض و برکات حاصل کرنے اور ایصالِ ثواب کرنے کے متعلق چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کے فضائل تحریر کئے جاتے ہیں۔ سورتوں کے مرقومہ ثواب کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مرتبہ دو چار سورتیں یا ایک ایک سورت کو چند مرتبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے رہیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ مرحومین کی ارواحیں خوش ہونگی، حقوق بھی ادا ہونگے، اور ہمیں بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے...... (آمین)

مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے

حدیث[3] میں ہے: ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ جمع ہو جاؤ: آج میں تمہیں تہائی قرآن سناؤنگا۔ یہ سنکر صحابہ جمع

(۱، ۲) مشکوٰۃ شریف، مجمع الزوائد ۱۳۱، دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۵۵ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۲۱۔ (۳) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۳۰ صفحہ ۱۲۳۔

ہو کر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سورۃ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) پڑھی اور پھر گھر میں تشریف لے گئے۔

اب صحابہ میں باتیں ہونے لگیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ تو تہائی قرآن مجید (دس پارے) سنانے کا فرمایا تھا۔ شاید کسی کام یا وحی آنے کے سلسلہ میں درِ اقدس میں تشریف لے گئے ہونگے اس قسم کی باتیں ہو رہی تھی کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ:

"بھائی میں نے تم سے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا تو سنو۔ یہ سورۃ اخلاص تہائی قرآن مجید کے برابر ہے" (رواہ ترمذی)

اسکے علاوہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: سنو! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کئے ہیں، اس میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی سورۃ تیسرا حصہ ہے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، مسند احمد)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون ہے جو رات میں ایک تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہو؟ صحابہ کو یہ بات گراں معلوم ہوئی اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے کون اسکی طاقت رکھ سکتا ہے؟ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، یہ سورۃ تہائی قرآن ہے، یعنی سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے سے ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت[2] ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھی تو اسے دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا۔

حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت[3] ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۃ زلزال (اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ) یہ نصف قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے، جو شخص سورۃ زلزال کو پڑھے تو اسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے یعنی سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ کو دو مرتبہ پڑھنے سے ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا (مشکوٰۃ ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت[4] ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم میں سے کوئی آدمی اسکی قدرت رکھتا ہے کہ روزانہ قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھ لیا کریں؟

---

(۱) برکات اعمال صفحہ ۲۹۳ (۲) تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۵ (۳) تفسیر مظہری، معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۸۰

(۴) تحفۂ خواتین صفحہ ۲۹۰ مفتی بلند شہری۔

صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے؟ یعنی ہم تو اتنا زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ یہ سنکر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۃ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ روزانہ ایک مرتبہ پڑھنے سے ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (حاکم، بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ کے ساتھ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھے تو اسے ہزار آیتوں کے برابر ثواب ملے گا۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، یہ سورۃ ہزار آیتوں کے برابر ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی روزانہ یہ سورۃ پڑھ لیا کرے تو اسے ایک ہزار آیتوں کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ اس سورت میں دنیا سے بے رغبتی دلائی گئی ہے۔ اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (مظاہر حق ۲ صفحہ ۴۲۹)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت[2] ہے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ یہ چوتھائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ یعنی جس نے سورۃ کافرون کو چار مرتبہ پڑھا تو اسے ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (رواہ ترمذی)

ایک روایت[3] میں ہے سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ یعنی اس سورۃ کو چار مرتبہ پڑھنے سے ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، بغوی)

فائدہ: چھوٹی چھوٹی سورتوں کا جب اتنا زیادہ ثواب ملتا ہے تو صبح و شام یا کسی نماز کے بعد اگر دو چار سورتیں چند مرتبہ پڑھ کر اپنے والدین، رشتہ داروں، اساتذہ، مشائخ اور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت کے مرحومین کی روحوں کو بھی ایصالِ ثواب کا معمول بنا لیا جائے تو انہیں اس سے اتنی خوشی ہوگی کا جسکا ہم اندازہ اس دنیا میں نہیں لگا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایصال ثواب کو روزانہ کا معمول بنانے کی توفیق عطا فرمائے .... آمین۔

(۱) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۰۔ (۲) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۱۱ (۳) تحفۂ خواتین

دوسرا باب ☆فضائل آیت الکرسی☆

فضائل آیتُ الکرسی | بعد حمد و صلوٰۃ: اب یہاں سے آیت الکرسی کے متعلق کچھ فضائل قلم بند کر رہا ہوں:

سورۂ بقرۃ: قرآن[1] کی کوہان اور اسکی بلندی ہے، اسکی ایک ایک آیت کے ساتھ اسّی[80] اسّی فرشتے اترے ہیں، سورۂ بقرۃ کی آیت (آیت الکرسی) عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے، اور اسے سورۂ بقرۃ کے ساتھ ملا دی گئی ہے۔

حضرت[2] ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کی کوئی بلندی (چوٹی کی انتہا) ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید کی چوٹی سورۂ بقرۃ ہے، اور اس میں ایک ایسی آیت ہے جو تمام قرآنی آیات کی گویا سردار ہے، وہ آیت الکرسی ہے۔ (رواہ ترمذی)

حضرت[3] ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ: اے ابو المنذر! تم جانتے ہو، ساری کتاب اللہ میں (پورے قرآن مجید میں ثواب کے اعتبار سے) سب سے بڑی کونسی آیت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ آیت الکرسی ہے، یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک مارا، اور فرمایا کہ تم کو یہ علم مبارک ہو اے ابو المنذر (رواہ مسلم، ابو داؤد)

فـائدہ: حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: سب سے بڑی آیت باعتبار، ثواب خاص کے ہے، اسکے علاوہ میں دوسرا مضمون خوبی متضمن توحید ہونا باعث تضاعف ثواب خاص ہو سکتا ہے۔

حضرت[4] علیؓ فرماتے ہیں: اے کاش کہ تم جان لیتے کہ یہ (آیت الکرسی) کیا ہے؟ عرش کے نیچے جو خزانہ ہے اس میں سے یہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دی گئی ہے، اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ عظیم تحفہ کسی اور نبی ورسول کو نہیں دیا گیا۔ (دارمی، کنز)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے آیت الکرسی صبح کے وقت پڑھی تو اسکو شام تک حفاظت میں رکھا جاتا ہے۔ اور جس نے شام کو پڑھا اسے صبح تک (تمام آفات و مصائب سے) حفاظت میں رکھا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۸۸ (۲) برکات اعمال ترجمہ فضائل اعمال صفحہ ۱۹۰ حافظ ضیاء الدین المقدسیؒ، (۳) التکشف عن مہمات التصوف، صفحہ ۳۰ حضرت تھانویؒ (۴) حیاۃ الصحابہ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۲۱۸

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے آیت الکرسی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے ایک فرشتہ مقرر فرماتے ہیں جو اس (تلاوت کے) وقت سے لیکر دوسرے دن تک (یعنی چوبیس گھنٹے) اسکی نیکیاں لکھتا رہتا ہے اور اسکے گناہوں کو مٹاتا رہتا ہے۔ (رواہ نسائی شریف)

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں، آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی توحید، ذات وصفات کو ایک عجیب و غریب انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا، زندہ ہونا، سمیع وبصیر ہونا، متکلم ہونا، دائم و باقی ہونا، تمام کائنات کا مالک ہونا، صاحب عظمت وجلال ہونا، ایسے علم محیط کا مالک ہونا کہ جس سے کوئی بھی کھلی یا چھپی چیز کا کوئی ذرہ یا قطرہ باہر نہ رہے، سب کائنات کا موجد و خالق ہونا، تغیرات اور تاثرات سے بالاتر ہونا، آیت الکرسی کا یہ اجمالی مفہوم ہے۔

شیطانی شرارت اور جادو سے حفاظت حضرت علیؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی گھر ایسا نہیں کہ اس میں آیت الکرسی پڑھی جائے مگر یہ کہ تیس دن تک اس گھر سے شیاطین الگ رہتے ہیں، اور چالیس رات تک اس گھر میں کوئی جادوگر یا جادوگرنی داخل نہیں ہو سکتی۔ (یعنی وہ گھر جادو کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے) اے علیؓ! تم خود بھی اس آیت الکرسی کو سیکھو اور اپنے اہل و عیال کو بھی سکھاؤ، اور اپنے پڑوسیوں کو بھی سکھاؤ، اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی کوئی آیت نازل نہیں فرمائی۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں بسا اوقات آیت الکرسی کا ورد رکھا کرتا تھا، اتفاقاً میرے پہلو میں سخت درد ہونے لگا جسکی وجہ سے بڑی بے چینی پیدا ہوگئی، اسی کرب و تکلیف میں، میں سو گیا۔ خواب میں دو آدمی دیکھے جس میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ: یہ مریض ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتا رہتا ہے جو تین سو ساٹھ (۳۶۰) رحمتیں لئے ہوئے ہے، تو کیا ایک رحمت بھی انہیں سے اسے نہ پہونچے؟ چنانچہ جب نیند سے میں بیدار ہوا تو اپنے آپ کو بالکل صحیح و تندرست پایا، اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی کی برکت سے مجھے شفاء عطا فرمائی اور میرے دکھ درد کو ختم فرمادیا۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کے یہاں اپنا ایک کھلیان (غلہ رکھنے کی جگہ) تھا جس میں کھجوریں تھیں یہ انکی نگہداشت کرتے تھے، ایک دن انہوں نے دیکھا کہ وہ کم ہو رہی ہے، ایک رات اسکی رکھوالی کے لئے شب بیداری کی، تب انہوں نے دیکھا کہ ایک جانور، نوجوان لڑکے کے مشابہ ہے، میں نے اسے

(۱) معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۰۲۔ (۲) بیہقی فی شعب الایمان تفسیر کشف الرحمن (۳) حیاۃ الصحابہ جلد ۲ حصہ ۹ صفحہ ۲۱۸۔

سلام کیا، اس نے جواب دیا، میں نے پوچھا تو جن ہے یا انسان؟ اس نے کہا میں جن ہوں؟ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں (قوم اجنہ) سے ہم کو کونسی چیز پناہ دے سکتی ہے؟

اسنے کہا کہ: آیت الکرسی جو سورۃ بقرۃ میں ہے، جس نے اسے صبح پڑھ لیا شام تک وہ ہم سے پناہ (حفاظت) میں رکھا جائے گا۔ یہ سنکر حضرت ابی ابن کعبؓ نے صبح کے وقت جا کر یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس خبیث نے سچ کہا۔[1]

یہ عمل کرنے سے جنت کا مستحق ہو جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[2] جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے تو اسکو جنت میں داخل ہونے کے لئے موت کے علاوہ اور کوئی چیز مانع نہیں۔ (رواہ نسائی)۔ یعنی موت کے بعد فوراً جنت کے آثار، راحت و آرام کا مشاہدہ وہ (قبر میں) کرنے لگے گا۔

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے:[3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں ہو گا۔ یعنی غیب سے اسکی حفاظت ہوتی رہے گی۔

حضرت[4] علیؓ نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے تو اسکو جنت میں جانے کے لئے موت ہی آڑ بنی ہوئی ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس منبر کی لکڑیوں (منبر مسجد نبویؐ) پر سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جس نے آیت الکرسی ہر فرض نماز کے بعد پڑھی اسے جنت کے داخلہ سے محض موت ہی روکے ہوئے ہے۔ اور فرمایا: جس نے آیت الکرسی سوتے وقت پڑھی تو اللہ تعالیٰ اسے امن میں رکھے گا۔ اسکے گھر میں بھی امن ہو گا اور اسکے پڑوسی کے گھر میں بھی امن ہو گا۔ اور جو مکانات اسکے ارد گرد (چو طرف پڑوس) میں ہیں انکے گھروں میں بھی امن ہو گا۔ (بیہقی، کنز)

اگر فقیر ہے تو غنی ہو جائے گا حکیم الامت[5] حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: جو شخص ہر نماز کے

---

(۱) معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۴ (۲) درر فرائد صفحہ ۵۰۹ (۳) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۱۱ (۴) حیاۃ الصحابہ جلد ۲ حصہ ۹ صفحہ ۳۱۰۔ (۵) اعمال قرآنی حصہ ۲ صفحہ ۹۶ حضرت تھانویؒ۔

بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھ لیا کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اسکے پاس شیطان نہ آسکے گا۔ کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے کہ جو شخص آیت الکرسی پڑھتا ہے میں اسکے پاس نہیں جاتا۔

اسکے علاوہ یوں بھی فرمایا کہ: جو شخص آیت الکرسی ہر نماز کے بعد یا صبح و شام، گھر میں داخل ہوتے وقت اور رات سوتے وقت پڑھ لیا کرے تو فقر سے غنی ہو جائے گا۔ اور بے گمان رزق ملے گا رزق میں بھی ایسی برکت ہوگی کہ کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ اور جہاں پڑھے گا وہاں چور نہ جاسکے گا۔

ایک حدیث میں ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو پوری آیت الکرسی پڑھ لو اگر ایسا کر لو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے اوپر ایک نگران مقرر ہو جائے گا اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

ایک حدیث میں ہے: سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنے سے رات بھر شیطان اسکے قریب نہیں آتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی حفاظت ہوتی ہے۔ (طبرانی)

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو آدمی اسلام (مسلمان کے گھر) میں پیدا ہو یا وہ عاقل بالغ ہو تو وہ ضرور رات سوتے وقت آیت الکرسی پڑھ لیا کرے۔ پھر فرمایا: میں نے کبھی کوئی رات نہیں گزاری یہاں تک کہ اس میں تین مرتبہ آیت الکرسی نہ پڑھا ہو۔ (دارمی، کنز)

****

آیت الکرسی کے فوائد اب یہاں پر آیت الکرسی کے فوائد کے متعلق چند واقعات لکھ کر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی زکوٰۃ کے مال کی حفاظت کرنے کے لئے مجھے متعین کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نے آکر اپنے دونوں لب (ہاتھ) بھر بھر کر اس مال میں سے چرانا (چوری کرنا) شروع کر دیا میں نے جا کر اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤنگا تاکہ چوری کی سزا تجھے مل جائے۔

اس پر وہ خوشامدانہ طور پر کہنے لگا کہ میں بہت محتاج ہوں، مستحق زکوٰۃ ہوں، بال بچے والا غریب ہوں

(۱) تحفۂ خواتین صفحہ ۳۱۱ (۲) حیاۃ الصحابہؓ جلد ۳ حصہ ۹ صفحہ ۳۱۰ (۳) ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲۶۵ محدث کبیر علامہ محمد بدر عالم مہاجر مدنیؒ

مجھے معاف کردو۔اس طرح واویلا کرنے پر مجھے اس پر رحم آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔

صبح کے وقت جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا کہ: اے ابوہریرۃ کہو! شب والے تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ تو میں نے رات والا پورا واقعہ سنا دیا۔ یہ سنکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا۔ وہ پھر آئے گا۔

چنانچہ حسب ارشاد دوسری رات وہ پھر آیا۔ اور وہی حرکت (چوری) کرنی شروع کر دی۔ میں نے پھر اسے پکڑ لیا۔ اور کہا کہ آج تو تجھے ضرور لے جاؤنگا۔ اس نے پھر اپنی حاجت مندی، غربت، اور بچوں کی شکایت کر کے عاجزی کرنی شروع کر دی۔ اس پر مجھے پھر رحم آگیا اسے چھوڑ دیا۔ صبح جب حاضری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ اسکی محتاجی، عاجزی، اور معافی کا واقعہ میں نے سنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے جو کچھ کہا سب جھوٹ کہا۔ مگر وہ پھر آئے گا۔

چنانچہ حسب ارشاد پھر وہ تیسری رات بھی آگیا۔ حسب عادت چوری کرنے لگا۔ اب کی مرتبہ میں نے اسے گرفتار کر لیا اور کہا کہ تین مرتبہ ہوچکا اب میں نہیں چھوڑونگا۔ لے جا کر خدمت میں پیش کرونگا۔ تب اس نے کہا اب کی مرتبہ معاف کر دو۔ اسکے عوض میں تمہیں چند کلمات ایسے بتاتا ہوں جو تمہارے لئے نفع بخش ہونگے۔

یہ سنکر حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا: بہت اچھا۔ بتاؤ وہ کیا ہیں؟ تب اسنے کہا جب تم رات سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو اس وقت آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ اسکے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح تک ایک فرشتہ تم پر نگران مقرر ہوجائے گا اور تمہارے پاس شیطان بھٹک بھی نہ سکے گا۔ یہ کہنے پر میں نے اسے رہا کر دیا۔

صبح حاضری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری سرگزشت عرض کر دی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے (آیت الکرسی کے متعلق) جو کچھ کہا وہ تو بالکل سچ ہے۔ مگر وہ بے حد جھوٹا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرۃؓ تم جانتے ہو تین راتوں سے تم کس کے ساتھ باتیں کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا در اصل وہ شیطان تھا۔

(۱) بخاری شریف۔

اسکے ڈر سے شیطان کی ریح بھی نکل جاتی ہے

اس قسم کا ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے شیطان نے کہا اگر تم مجھے کشتی میں پچھاڑ دو تو میں تمہیں وہ چیز سکھاؤنگا جو تمہیں نفع دے گی۔ چنانچہ دو مرتبہ حضرت نے اسے گرایا، تیسری مرتبہ شیطان نے کہا کہ: اب آخری مرتبہ پھر مجھ آزمائی کر لو۔ اب کی مرتبہ اگر مجھے پچھاڑ دیا تو وہ کار آمد چیز ضرور بتلادونگا۔

چنانچہ تیسری مرتبہ پھر کشتی ہوئی، اس میں بھی اسے چت کر دیا۔ تو اس مردود نے کہا: اے ابن مسعودؓ! وہ کلمات: آیت الکرسی ہیں۔ جب بھی کسی گھر میں اسے پڑھا جاتا ہے تو شیطان اس گھر سے اتنا بھاگتا ہے، کہ اسکی ریح (ہوا) بھی نکل جاتی ہے۔ (طبرانی وابن عساکر)

شیطان گھر میں آکر کھانے کی چیزوں کو کھا جاتا ہے

حضرت بُرَیدہؓ نے فرمایا: مجھے خبر ملی کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیطان کو پکڑا تھا، تو میں نے انکے پاس جا کر حقیقت حال معلوم کرنا چاہی تو انہوں نے فرمایا واقعہ یہ ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ کی کھجوریں آئیں تو اسے لیکر میں نے اسے اپنے بالاخانہ میں رکھ دیں، پھر میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ روزانہ اس میں سے کم ہو رہی ہیں، میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطانی کام ہے تم اسکی گھات میں رہو۔

چنانچہ میں رات تفتیش کے لئے بیٹھا رہا، رات گئے دیکھا کہ ہاتھی کی شکل میں وہ آیا۔ جب گھر کے قریب آیا تو اس نے اپنی شکل بدل دی، اور گھر میں داخل ہو کر کھجوروں کو کھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا کہ اے مردود! میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤنگا۔ یہ سنکر اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ مجھے چھوڑ دو، اب میں نہیں آؤنگا۔ اسکے رونے اور وعدہ کرنے پر میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا، تو خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے معاذؓ تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟

میں نے عرض کیا: اس نے پھر نہ آنے کا وعدہ کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پھر آئے گا، دوسری رات وہ پھر آگیا، میں نے پکڑ کر لیجانے کے لئے کہا، تو اس نے پھر اگلی رات کے

(۱-۲) حیاۃ الصحابہؓ جلد ۲ حصہ ۱۰ صفحہ ۶۵۹۔

مانند معذرت کے ساتھ نہ آنے کا وعدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پھر آئے گا، تیسری رات پھر آکر کھانے لگا، میں نے پکڑ کر کہا: او اللہ کے دشمن! دو مرتبہ جھوٹے وعدے کئے، یہ تیسری رات ہے اب کی مرتبہ تجھے ہرگز نہ چھوڑونگا، تجھے ضرور لے جاؤنگا۔

اس وقت اسنے کہا کہ میں شیطان ہوں، میرے بال بچے بھی بست ہیں، میں اس وقت "نصیبین" سے آیا ہوں، پہلے میں اسی جگہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو بڑی آیتیں نازل ہوئیں تو انکی وجہ سے ہم یہاں سے چلے گئے۔

ان دو آیتوں کی تاثیر یہ ہے، کہ وہ جس گھر میں بھی پڑھی جائے گی اس گھر میں تین دن تک شیطان نہیں آتا، اگر تم مجھے چھوڑ دو، تو وہ آیتیں بتلا دوں، یہ سنکر میں نے کہا کہ: بہت اچھا۔

اس نے کہا: ان دو میں سے ایک تو آیت الکرسی ہے، اور دوسری سورۂ بقرۃ کا آخری حصہ (آمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک) ہے۔ چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔

پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، پوچھا تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ تو رات والا واقعہ سنا دیا، یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس خبیث نے (دونوں آیتوں کے متعلق تو) سچ کہا، اگرچہ اس کی عادت جھوٹ بولنے کی ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں ان دونوں آیتوں کو پڑھ کر ان کھجوروں پر دم کر کے سوجایا کرتا تھا۔ اس کے بعد پھر کبھی اس میں نقصان اور کمی نہیں پائی۔ (رواہ طبرانی)

سورۂ اخلاص تجھے جنت میں لے جائے گی

حضرت انسؓ سے روایت [1] ہے، ایک صحابی امامت کرتے تھے، اور ہر نماز میں سورت کے ساتھ سورۂ اخلاص ضرور پڑھا کرتے تھے، یہ معمول دیکھ کر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ بھائی، تم ہمیشہ سورۂ اخلاص کیوں پڑھا کرتے ہو؟ اس صحابیؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یہ سورۃ پسند (محبوب) ہے۔ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بھائی، سورۂ اخلاص کی محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ (بخاری شریف، ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت [2] ہے: ایک صحابیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کا امیر

(۱-۲) برکات اعمال ترجمہ فضائل اعمال صفحہ ۱۹۵۔

بنا کر بھیجا، وہ ہمیشہ نماز میں سورۃ کے ساتھ اخیر میں سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ سفر سے واپسی پر انکے ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے معمول کا ذکر کیا۔

یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ صحابہؓ نے ان سے پوچھا، تو اس امیر صاحب نے کہا کہ: اس سورۃ میں رحمن (اللہ تعالیٰ) کی صفت ہے، اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس کو پڑھتے رہا کروں، یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو بتادو، کہ اللہ تعالیٰ انسے محبت کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

مستجاب الدعوات ہونے اور نزول برکت کا عمل

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یوم عرفہ کی شام ایک ہزار مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پوری سورۃ) کو پڑھا، تو اللہ تعالیٰ اسکی ہر دعا قبول فرمائیں گے، اور حضرت جریر بن عبد اللہ البجلیؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گھر میں داخل ہوتے وقت سورۃ اخلاص پڑھا تو اس کے گھر اور اسکے پڑوس والوں کے گھر سے فقر کو دور کر دیا جائے گا۔

(طبرانی جلد ۲ صفحہ ۳۴۰)

حضرت انسؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھی تو اس پر برکت نازل ہوگی۔ جس نے دو مرتبہ پڑھی تو اس پر اور اسکے اہل وعیال پر برکت نازل ہوگی۔ اور اگر کسی نے اسے تین مرتبہ پڑھا تو اس پر اور اسکے اہل وعیال اور اسکے پڑوسیوں پر بھی برکت نازل ہوگی۔[1]

****

اقوال دانش:

زندگی یہ ایک ہیرا (ڈائمنڈ) ہے، اسکا تراشنا (یعنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتے ہوئے اسے کار آمد بنانا) یہ انسان کا کام ہے۔

کمزور آدمی موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے، لیکن باہمت آدمی خود موقع تلاش کر لیتا ہے۔

(۱) جمع الجوامع للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۸۲۱ تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۰

تیسرا باب ☆ فضائل بسم اللہ ☆

فضائل بسم اللہ اور اسکا شان نزول بعد حمد وصلوٰۃ، الحمد للہ اب یہاں سے پچیسویں فصل کا آخیری باب شروع ہو رہا ہے۔ اسکی ابتداء فضائل بسم اللہ سے کی جارہی ہے۔

حدیث شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت(۱) ہے: آیت کریمہ "بسم اللہ" کے آسمان سے نازل ہوتے وقت بادل مشرق کی طرف ہٹ گئے۔۔ ہوائیں ٹھہر گئیں۔ موجیں مارتا ہوا دریا خاموش اور پر سکون ہو گیا۔۔ سارے چوپائے اور جانور سننے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ اور شیطان لعین خاک آلود ہو گیا۔ اور اس پر آسمان سے آگ کے انگارے (پتھروں کی شکل میں) برسائے گئے۔

اور اللہ رب العزت نے اپنی عظمت وعزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ: جس چیز پر میرا یہ بابرکت نام لیا جائے گا، وہ کام برکت در حمت والا ہو جائے گا اور اس کام میں (ضرور) برکت ہوگی۔ اسکے علاوہ سیدنا جیلانیؒ نے حدیث قدسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے اپنی عزت کی قسم جو مسلمان کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے یقین کے ساتھ "بسم اللہ" پڑھے گا تو میں اسکے کام میں برکت دونگا۔

جتنے بھی اہم کام ہیں شریعت مطہرہ نے انکے متعلق فرمایا کہ "بسم اللہ" سے اسکی ابتداء کی جائے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَاْهُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ اَوْ اَبْتَرُ، یعنی ہر وہ بڑے کام جو عظیم یا اہم سمجھے جاتے ہوں انہیں "بسم اللہ" پڑھے یا لکھے بغیر شروع نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ میں تین نام عطا فرمائے ہیں۔ اللہ، رحمن، رحیم یہ اس لئے کہ بندہ اپنے سارے (جائز) کام دین کے ہوں یا دنیا کے ہوں انکو ان ناموں سے شروع کرے اس وجہ سے کہ یہ تین نام ہر کام کی درستی پر دلالت کرتے ہیں۔

بسم اللہ: میں پہلا لفظ: اللہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ یہ ہر کام کے شروع ہو کر اسکے حصول اور تکمیل تک پہونچانے پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرا نام، رحمن ہے، یہ صفاتی نام ہے، یہ اس کام کے باقی رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ تیسرا رحیم ہے، یہ بھی صفاتی نام ہے یہ اس کام سے فائدہ حاصل کرنے

(۱) در منثور جلد ۱ صفحہ ۹ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۲ غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۳۶۔

پر دلالت کرتا ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ: بسم اللہ بندے کے سب کاموں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مہر تصدیق ہے جو کام بھی بسم اللہ سے شروع کیا جائے گا اس میں شروع سے لیکر اخیر تک حصول مقصد میں خیر و برکت کے ساتھ تکمیل بھی ہوگی ۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بھی ہر کام شروع فرماتے وقت بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔[1]

اسکے علاوہ بسم اللہ کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو غرق ہونے سے بچنے کے لئے: بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا پڑھکر کشتی کو روانہ کیا۔ تو اہل کشتی بسم اللہ کی برکت سے طوفان دعذاب الٰہی سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے۔

تو غور کیا جائے کہ جب نوح علیہ السلام نے صرف آدھی بسم اللہ پڑھ کر طوفان عظیم (عذاب الٰہی سے نجات حاصل کرلی تو جو بندہ پوری بسم اللہ پڑھے گا وہ جملہ مصائب، آفات و بلیات سے محفوظ رہتے ہوئے دین و دنیا کی نعمتوں سے ضرور برکات و ثمرات حاصل کرتا رہے گا۔

پورے قرآن مجید کا جوہر اور خلاصہ مفسرین کرام فرماتے ہیں: بسم اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی محترم و مقدس آخری کتاب قرآن کریم کا جوہر ہے جب کسی کے دل میں اسکی قدر و منزلت اتر جاتی ہے گھر کر لیتی ہے تو پھر اس پاکیزہ کنجی کے ساتھ دوسری کوئی چیز رہ نہیں سکتی۔

اسکے علاوہ جو عظمت و رفعت اور برکت اس بسم اللہ کو حاصل ہے وہ مستجاب میں سے کسی اور عمل کو میسر نہیں، یہ اس لئے کہ بسم اللہ میں اللہ جل شانہ کا جلال بھی ہے جمال بھی ہے۔ اس میں ہیبت الٰہی بھی ہے اور رحمت رحمن بھی ہے۔ رب العٰلمین کی قدرت و طاقت کا یہ سرچشمہ بھی ہے

بعض علماء مفسرین فرماتے ہیں: پورے قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور پوری سورۂ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ شریف میں ہے۔ تو گویا بسم اللہ نے پورے قرآن مجید کو اپنے اندر سمولیا ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں: بسم اللہ کی "باء" کے صرف ایک نقطہ سے فیض و برکات کے چشمے ابلتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات آسمان ہو یا زمین، نوری ہو یا ناری خاکی ہو یا آبی انہیں چشموں سے فیض یاب ہوتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسے

(۱) تحفۃ الاسلام معراج المومنین صفو ۳، صوفی سید عابد میاں نقشبندی، ڈابھیلی۔

کاغذ کو تعظیم کی نیت سے اٹھائے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام (بسم اللہ یا اسماء الٰہیہ وغیرہ میں سے بھی کوئی نام) لکھا ہوا ہو تو اس اٹھانے والے کا نام صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اگر اسکے والدین عذاب قبر میں مبتلا ہوں تو انکے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۲۹)

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیاں عطا فرمائے گا، اور ایک نیکی کا وزن اتنا ہو گا کہ وہ زمین و آسمان میں سما نہ سکے، اور چار ہزار خطائیں معاف فرما دے گا، اور چار ہزار درجات بلندی سے نواز دے گا۔ (نزہۃ المجالس)

تین ہزار اسمآء الٰہیہ کا مجموعہ علامہ سید اسمٰعیل حقیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں، ایک ہزار نام فرشتوں کو بتلائے ایک ہزار نام انبیاء علیہم السلام کو بتلائے۔ تین سو "تورات" میں نازل فرمائے۔ تین سو "زبور" میں تین سو "انجیل" میں نازل کئے۔ ننانوے نام قرآن کریم میں اور ایک نام اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے جو کسی کو نہیں بتایا۔

پھر ان تمام ناموں کے معنیٰ کو، بسم اللہ کے تین لفظ: اللہ، رحمٰن، اور رحیم میں سمو دئے۔ تو جس نے بسم اللہ پڑھی تو گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو تین ہزار ناموں کے ساتھ یاد کیا اور پکارا ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کی ایک آیت سے غافل ہیں، جو میرے اور سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوئی وہ آیت، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، ہے (در منثور جلد ۱ صفحہ ۲۰)

جہنم اور عذاب قبر سے برائت حدیث قدسی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1] نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام، ان سب نے قسم کھا کر بیان کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اسرافیل مجھے اپنی عزت وجلال، اور بخشش وکرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (کی "میم") کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ ملا کر اگر ایک مرتبہ بھی پڑھ لے تو تم گواہ رہو کہ میں اسکی زبان کو نہیں جلاؤنگا، اسکو جہنم اور قبر کے عذاب سے پناہ دونگا، اور قیامت کے عذاب سے بھی بچالونگا۔

(۱) فتوحات، شیخ اکبر، روح البیان۔

اسکے علاوہ یہی بات شیخ اکبرؒ نے اپنی کتاب فتوحات، میں لکھی ہے کہ جب تم سورۂ فاتحہ پڑھو تب ایک ہی سانس میں بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو ملا کر پڑھو۔ (روح البیان)

صرف بسم اللہ یاد کرنے پر والد کی مغفرت

بسم اللہ کے مختصر فضائل لکھنے کے بعد اب یہاں سے اسکے برکات کے متعلق چند واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں:

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنی فتح العزیز میں لکھا[1] ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک مرتبہ ایسی قبر پر سے ہوا جس میں میت پر عذاب ہورہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر چل دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد واپسی اسی راہ سے ہوئی تو پھر اس قبر پر تشریف لے گئے۔ اب کی مرتبہ یہ دیکھا کہ میت پر بجائے عذاب کے رحمت کے فرشتے جنت کی نعمتیں نچھاور کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر حیران ہوگئے، اور اسی وقت بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی کہ: یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ تیرا غضب رحمت سے کیسے بدل گیا جبکہ مرحوم اعمال خیر کرنے سے تو انتقال کرنے کی وجہ سے محروم ہوگیا تھا۔

پس اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ: اے عیسیٰ، (علیہ السلام) یہ بندہ گنہگار تھا جب سے اسکا انتقال ہوا تھا اسی وقت سے عذاب قبر میں یہ مبتلا تھا، مگر یہ اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر مرا تھا، اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا، عورت نے اسکی اچھی پرورش اور تربیت کی جب پڑھنے کی عمر کو پہونچا تو ماں نے اسے مکتب میں بھیجا، جب استاذ صاحب نے اسکو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سکھائی، اور جب اس بچے نے مجھے رحمن ورحیم کے نام سے یاد کیا تو مجھے حیا آئی کہ یہ بچہ تو مجھے رحمٰن ورحیم کہے، اور میں اسکے والد کو عذاب دیتا رہوں، پس اسی وقت میں نے عذاب قبر کو رحمت سے بدل دیا۔ یہ ہے دینی تعلیم اور بسم اللہ پڑھنے، پڑھانے کے برکات۔

بسم اللہ کا احترام کرنے پر ولایت عظمیٰ پر فائز

واقعہ مشہور ہے متعدد کتابوں میں[2] آیا ہے: بشر حافیؒ سے پوچھا گیا کہ تمہاری ابتدائی حالت کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: میری توبہ کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ میں ایک مرتبہ حالت نشہ اور مستی میں کہیں جارہا تھا، اسی حالت میں چلتے ہوئے

(۱) تفسیر فتح العزیز صفحہ، تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۷۲

(۲) نزہۃ البساتین جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ امام ابی محمد یمنی، تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۹۰، شیخ فرید الدین عطارؒ۔

سر راہ ایک کاغذ پر نظر پڑی جس پر بسم اللہ لکھا ہوا تھا، اسے میں نے زمین سے بڑے ادب و احترام کے ساتھ اٹھالیا اور صاف کر کے عمدہ قسم کا عطر خرید کر کاغذ کو معطّر کیا اور اسے ایسی بلند جگہ پر رکھا جہاں بے ادبی نہ ہو۔

یہ عمل کر کے میں سو گیا، اسی رات کسی اللہ والے نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں کہ تم جاکر بشر حافی کو کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی اسکو عطر سے معطر کر کے بلند جگہ پر رکھا، تو اس احترام پر ہم بھی تم کو پاک کر کے تمہارا مرتبہ بلند کرینگے۔ یہ حکم سن کر وہ بزرگ بہت حیران ہوئے، اور دل میں کہا کہ بشر حافی تو ایک فاسق و فاجر آدمی ہے یقیناً میرا خواب غلط ہے، وہ وضو کر کے سو گئے، اب کی دفعہ بھی خواب میں وہی حکم ہوا لیکن خواب سے بیدار ہو کر اب بھی شک و شبہ میں رہا، پھر وضو کر کے سو گیا تو تیسری مرتبہ بھی وہی حکم ملا۔

چنانچہ صبح اٹھ کر وہ بزرگ میرے گھر تشریف لائے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ شراب خانہ میں پڑا ہوا ہو گا، یہ سنکر وہ شراب خانہ آئے، اور میرے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ میں وہاں نشہ کی وجہ سے مدہوش پڑا ہوا تھا، اس بزرگ نے کہا کہ اسکو کہہ دو کہ میں اسکو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں، چنانچہ لوگوں نے اسکو بڑی منت و سماجت سے سمجھایا تو آپ نے کہا کہ اس آنے والے سے پوچھو کہ کس آدمی نے پیغام لیکر تمہیں بھیجا ہے؟ اس بزرگ نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام لیکر آیا ہوں۔

جب اسے یہ کہا گیا تو اسی وقت اللہ کا نام سنکر وہ رو پڑے، اور دل میں خیال پیدا ہو گیا کہ خدا جانے میری بد اعمالیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں عتاب یا عذاب لیکر نہ آئے ہوں، چنانچہ ڈر کی وجہ سے نشہ بھی اسی وقت کافور ہو گیا۔ اور اس بزرگ کے پاس گئے انہوں نے اسے رات خواب والا واقعہ سنایا اور خوشخبری کے ساتھ مبارک بادی بھی دی۔

یہ خوش خبری سنکر میں بہت خوش ہوا، اسی وقت ہر قسم کی برائیوں سے توبہ کر لی اور دوستوں سے کہا کہ اب آج کے بعد تم پھر کبھی مجھے ایسی جگہ نہ دیکھو گے، اسکے بعد اپنے بزرگ ماموں سے بیعت ہو کر ریاضت و مجاہدات شروع کر دئے اور خداوند قدوس نے اپنے فضل و کرم سے بسم اللہ کے احترام کرنے کی برکت سے زمانے کے اولیاء کاملین کا بلند مقام مجھے عنایت فرمایا۔

منقول ہے کہ شہر بغداد میں حضرت بشر حافیؒ کے ادب کی وجہ سے جانور اور چوپائے بھی راستہ اور سڑکوں پر گوبر یا لید (پیشاب پائخانہ) نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت شیخ بشر حافیؒ ننگے پاؤں پھیرا کرتے تھے، یہ واقعہ خلاف معمول حضرتؒ کی کرامت کے طور پر ہو سکتا ہے۔ خیر یہ بلند مقام انہیں اللہ تعالیٰ کے مقدس نام بسم اللہ کے احترام کرنے پر ملا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ کی تاثیر بادشاہِ روم قیصر نے حضرت عمر فاروقؓ پر ایک خط بھیجا۔ جس میں لکھا کہ میرے سر میں درد ہوتا رہتا ہے، اگر ہو سکے تو اسکے لئے کوئی علاج بتائیں، حضرت عمرؓ نے اسکے پاس اپنی ٹوپی بھیجی کہ اسے سر پر رکھا کرو درد سر جاتا رہے گا۔[1]

چنانچہ قیصر جب وہ ٹوپی سر پر پہن لیتا۔ تو درد ختم ہو جاتا، اور جب اسے اتارتا تو درد پھر شروع ہو جاتا، یہ دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا، حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے اس نے اس ٹوپی کو پھاڑ کر دیکھا تو اسکے اندر سے ایک رقعہ (کاغذ) نکلا جس پر پوری بسم اللہ لکھی ہوئی تھی۔

یہ بات بادشاہ روم کے دل میں گھر کر گئی، بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ دین اسلام کس قدر معزز (اور پُر تاثیر) ہے، اسکی تو ایک آیت بھی باعث شفاء ہے تو پھر پورا دین باعث نجات کیوں نہ ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اسلام قبول کر لیا۔[2]

یہودی لڑکی کے مسلمان ہونے کا عجیب واقعہ معتبر کتاب "لمعات صوفیہ" میں لکھا ہے، ایک بزرگ کسی جگہ وعظ فرما رہے تھے، وعظ میں انہوں نے، بسم اللہ کے فضائل بھی بیان کئے، اس وعظ کو یہودی کی ایک لڑکی بھی سن رہی تھی۔ بزرگ کے اس وعظ اور فضائل بسم اللہ کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئی، اور اس نے اپنے لئے یہ معمول بنا لیا کہ جب بھی وہ دین و دنیا کا کوئی بھی کام کرتی تو ہر کام کے شروع کرتے وقت وہ بسم اللہ ضرور پڑھ لیا کرتی تھی۔

لڑکی کے باپ کو جب اسکی خبر ہوئی۔ تو وہ اس سے بہت سخت ناراض ہو گیا، اسے دھمکی دینا شروع کر دی۔ تاکہ اسلام سے پھر جائے، مگر وہ لڑکی سختی سے جمی رہی۔ لڑکی کا باپ بادشاہ کا وزیر اور مقرب تھا، اسے خیال ہوا کہ اگر لڑکی کے مسلمان ہونے کی خبر لوگوں کو ہوئی تو اسے بڑی شرمندگی

(۱) مواہب لدنیہ شرح شمائل ترمذی صفحہ، تفسیر موضح القرآن۔ (۲) فضائل بسم اللہ صفحہ ۲۹ مولانا محمد ایوب قاری بندہ الٰہی مدظلہ

اور خفت اٹھانی پڑے گی، اس لئے باپ نے یہ طے (فیصلہ) کر لیا کہ لڑکی کو سخت ذلیل و رسوا کر کے کسی بہانہ سے اسے ہلاک کر دیا جائے، اس کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا:

باپ نے بیٹی کو مہر (سٹامپ) لگانے کی شاہی انگوٹھی دی، اور کہا کہ یہ شاہی عطیہ ہے، اسے حفاظت سے رکھنا اسکے گم ہونے پر شاہی عتاب سے جان کا بھی خطرہ ہے۔ لڑکی نے عادت کے مطابق بسم اللہ پڑھ کر انگوٹھی لی اور اپنے جیب میں رکھ لی۔

رات کے وقت لڑکی جب گہری نیند سو گئی تو اسکے باپ نے خود اسکی جیب سے وہ انگوٹھی نکال اور غصہ میں آکر اسے ندی میں پھینک آیا، تاکہ صبح کے وقت جب اس سے انگوٹھی مانگنے پر نہ ملے تو اسے موت کی سزا دی جائے۔

شانِ کریمی کو بھی دیکھئے، صبح کے وقت ایک مچھیرا مچھلی لیکر اسی وزیر کے پاس آیا اور کہا کہ جہاں پناہ آپکے لئے میں مچھلی بطور ہدیہ کے لایا ہوں، امید کہ قبول فرمائینگے۔ وزیر نے قبول فرما کر اپنے گھر لڑکی سے کہا کہ اس مچھلی کو اچھی طرح پکا کر مجھے کھلا، لڑکی نے والد کے ہاتھ سے دل میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے لے لی، اور بسم اللہ پڑھتے ہوئے اسے صاف کر کے کاٹنا شروع کیا، جیسے ہی کاٹا تو اسکے پیٹ سے وہی انگوٹھی نکل آئی۔

لڑکی انگوٹھی دیکھ کر حیران ہو گئی، سوچنے لگی کہ یہ انگوٹھی میری جیب سے نکل کر مچھلی کے پیٹ میں کیسے پہونچ گئی؟ پھر فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اسے اپنی جیب میں رکھ دی، مچھلی پکا کر والد کے سامنے رکھ دی، والد نے کھانے سے فارغ ہو کر فوراً انگوٹھی کا مطالبہ کیا تو بیٹی نے بھی بسم اللہ پڑھ کر اپنی جیب سے نکال کر باپ کو تھما دیا۔ یہ منظر دیکھ کر باپ حیران و ششدر ہو گیا۔ بچی سے پوچھا یہ انگوٹھی تمہارے پاس کہاں اور کیسے آ گئی؟

یہ سنکر بچی نے پورا واقعہ سنایا، لڑکی نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ: میرے مالک نے بسم اللہ کی برکت سے میری لاج رکھ لی، تم نے تو مجھے ہلاک کرنے کے لئے اسے ندی میں پھینک دی تھی، مگر میرے اللہ کی قدرت کہ وہی انگوٹھی مچھیرے کے ذریعہ تمہارے ہی ہاتھوں مجھے پہونچا دیا۔ باپ نے جب بیٹی کی کرامت اور خدائی غیبی نصرت و مدد کا یہ سارا واقعہ دیکھا تو وہ بھی اسی وقت مسلمان ہو گیا، یہ ہے بسم اللہ سے ہر کام کے شروع کرنے کے برکات اور خداوند قدوس کی غیبی نصرت و مدد۔

لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے اور پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے ہم بھی دین و دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کاموں کو شروع کرتے وقت، بسم اللہ پڑھتے رہنے کا معمول اور عادت بنالیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا عارفانہ جواب

بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ: بسا اوقات لوگ بسم اللہ نہیں پڑھتے اسکے باوجود کام ہو جاتے ہیں۔ تو پھر بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں کوئی امتیاز نظر نہیں آتا؟

اسکا جواب دیتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ [1] نے فرمایا: اصولی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایک ہے دنیوی کاموں کی تکمیل، یہ بسم اللہ پر موقوف نہیں، اور ایک ہے آخرت کے برکات و ثمرات۔ تو عند اللہ اس کام کا مقبول ہونا اور اس پر اجر و ثواب کا ملنا یہ بغیر بسم اللہ کے نہیں ملتا۔

شریعت کا موضوع اولاً آخرت کے لئے کام کرنا ہے، باقی دنیوی معاملات تو یہ اسکے تابع ہیں۔ لہذا اگر دنیوی کام بغیر بسم اللہ کے مکمل ہو جائیں تو ضروری نہیں کہ آخرت میں بھی وہ مقبول ہو جائے، اور اس پر اسے اجر و ثواب بھی ملے۔ جیسے بعض حسی (ظاہری) افعال ایسے ہیں کہ بغیر بسم اللہ کے اگر وہ کئے جائیں تو شریعت نے اس پر بھی ثمرات مرتب کئے ہیں، لیکن وہ ثواب کا بھی مستحق بنے یہ ضروری نہیں۔

مثلاً: کسی نے بلا نیت وضو کرلیا، تو وہ وضو مفتاح الصلوٰۃ تو بن جائے گا۔ اور نماز بھی ہو جائے گی لیکن وضو کے عمل پر جس خیر و برکت کا شریعت نے وعدہ کیا ہے وہ برکات اسے نہیں ملینگے، ایک ہے دنیا میں کسی کام کا مفتاح بنجانا اور کام ہو جانا، اور ایک ہے عند اللہ اسکا مقبول ہونا، تو شریعت کا مقصد یہ ہے کہ وہ عند اللہ مقبول بنے۔

دنیا میں اگر کامیابی ہو جائے تو ہو جائے۔ مگر آخرت کی کامیابی، بغیر بسم اللہ کے نہیں ہوگی۔ تو یہاں فَهُوَ اَقْطَعُ کا معنیٰ مقطوع البرکات کے ہیں، مقطوع الثمرات کے نہیں کہ کوئی ثمرہ ہی مرتب نہ ہو، بلکہ کبھی ثمرہ بھی مرتب ہو جاتے ہیں۔ جیسے غسل جنابت کا بلانیت کے نماز کے لئے مفتاح بن جانا وغیرہ۔

(۱) سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، انڈیا

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیوی عمل پر ثمرہ مرتب فرمایا لیکن وضو اور غسل کا جو ثواب ہے وہ مرتب نہ ہوگا کیونکہ اس کے لئے نیت شرط ہے۔ یہ ہے کام بن جانے اور نہ بن جانے کا مطلب۔

بسم اللہ کا بغیر وضو کے چھونا منع ہے[1] بہت سے صحابہ کرامؓ اور جمہور علماء کے نزدیک، بسم اللہ یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے کوئی سورۃ کا جزو نہیں، مگر سورۃ نمل (پا ۱۹، آیت ۳۰) میں جو بسم اللہ ہے وہ اسی سورۃ کا جزو ہے۔ اس لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ، بسم اللہ کا احترام بھی (قرآنی ایک آیت ہونے کی وجہ سے) اتنا ہی ضروری ہے جتنا قرآن کریم کی کسی اور آیت کا، اور جس طرح قرآن کریم کو بغیر وضو کے چھونا پکڑنا جائز نہیں اسی طرح بسم اللہ کا (تعویذ وغیرہ میں) لکھنا، اور جس کاغذ پر بسم اللہ وغیرہ لکھی ہوئی ہو اسکو پکڑنا بھی بغیر وضو کے جائز نہیں اس میں بہت غفلت سے کام لیا جاتا ہے۔

بسم اللہ کے ذریعہ مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ[2] ضروری کاموں کی تکمیل کے لئے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں اور حضرت تھانویؒ نے اپنی اعمال قرآنی میں لکھا ہے کہ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھا جائے کہ جب ایک ہزار مرتبہ پڑھ چکو تو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت پوری ہونے کے لئے دعا کی جائے، پھر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر اسی طرح دو رکعت پڑھ کر مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا مانگے، اسی طرح ہر ہزار پر دوگانہ ادا کرکے دعائیں مانگتے رہا کریں، اس طرح بارہ ہزار مرتبہ ختم کرے، انشاء اللہ تعالیٰ حاجت مند کی حاجت پوری ہوگی۔

نوٹ: اس باب میں تقریباً سبھی جگہ، بسم اللہ، بسم اللہ لکھا ہوا ہے، اس سے صرف (لفظ) بسم اللہ نہیں بلکہ پوری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا مراد ہے۔

فائدہ: بسم اللہ کے فضائل تو اس سے بھی بہت زیادہ متعدد کتابوں میں مرقوم ہیں۔ لیکن یہاں پر مسلمانوں کو بسم اللہ کی عظمت کا احساس دلانے کے لئے چند چیزیں لکھ دی گئی ہیں،

اوّل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کاموں کو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس پر عمل فرماتے رہے۔ اس لئے دین و دنیا کے ہر اچھے کاموں کے شروع کرتے وقت ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) فضائل بسم اللہ صفحہ ۳۴ مولانا محمد ایوب قاری بندہ الٰہی مدظلہ (۲) درس قرآن جلد ا صفحہ ۱۵۰

کی اتباع سنت کا تصور فرماتے ہوئے ہمیں بھی اسے پڑھتے رہنا چاہیئے۔

دوسرا یہ کہ: قرآن مجید کی آیت کریمہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مقدسہ وغیرہ، خطوط میں، رسائل و اخبارات میں یا کاغذ وغیرہ میں لکھے ہوئے جہاں کہیں بھی گرے پڑے نظر سے گزرے، چاہے وہ کتنے ہی بوسیدہ یا غبار آلود ہوں۔ انہیں انکی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے ادب و احترام کے ساتھ اٹھا کر اسکو بحفاظت اچھی جگہ رکھنے کا اہتمام فرماتے رہیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس ادب و احترام کرنے پر بھی منجانب اللہ انکے لئے ہدایت، مغفرت، عزت اور مقبولیت وغیرہ کے فیصلے صادر ہوتے رہیں گے۔ جیسا کہ واقعات کی روشنی میں اسکی نشاندہی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے .... آمین

علامہ جامیؒ فرماتے ہیں: ہست صدائے سر خوان کریم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امیر خسروؒ فرماتے ہیں: مطلعِ انوار خدائے کریم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت نظامیؒ فرماتے ہیں: ہست کلید در گنجِ حکیم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ:

(۱) کریم آقا کے دستر خوان سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا سایہ بسم اللہ کے ذریعہ نصیب ہوگا

(۲) تجلیاتِ ربانی کا مطلع ابرِ رحمت بسم اللہ ہے۔

(۳) حکیمِ مطلق (خداوند قدوس) کے خزانہ کی کنجی بسم اللہ ہے۔

****

تو راہِ طلب میں اے ناداں مشکل کا ذرا بھی خوف نہ کر

یوں مشکل مشکل رٹنے سے کب مشکل آساں ہوتی ہے

ارے ہمت کا سہارا لیکر جو طوفان سے ٹکرا جاتے ہیں

ان پختہ عزائم والوں کی ہر موج نگہباں ہوتی ہے

چھبیسویں فصل

☆فضائل جمعہ، فضائل حزب البحر☆

اس سے پہلے فضائل نیت۔ کے نام سے فصل گزر چکی اب یہاں پر فضائل جمعہ و حزب البحر کے متعلق حسب ذیل عنوانات کے تحت انکی تاثیرات و فوائد وغیرہ رقم کر رہا ہوں انکے متعلق

مرقومہ عنوانات :

تاریخ یوم جمعہ، اسلام میں ہفتہ کا پہلا دن، یوم جمعہ کی مخصوص دعا، جمعہ کے دن انتقال کرنے والوں کے فضائل، یوم جمعہ اور سورۃ کہف، بلاواسطہ درود شریف، تجارت میں ستّر گنا برکت، خاتمہ بالخیر کے لئے بہترین عمل، حزب البحر کی حقیقت، حزب البحر کے اثرات دشمنوں کے حملوں اور ظالموں سے نمٹنے کے لئے بہترین ہتھیار وغیرہ جیسے نادر، اہم اور کارآمد چیزیں، احادیث نبویہ اور بزرگانِ دین کی طرف منسوب بہترین اعمال اس فصل میں لکھے گئے ہیں۔

★یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ★

آپکی رحیمی و کریمی کا واسطہ، امّت مسلمہ کو اتباعِ سنت و شریعت کے ساتھ صحابۂ کرامؓ اور ائمۂ عظام کے نقش و قدم پر چلتے ہوئے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما.............. آمین۔

پہلا باب ☆ فضائل جمعہ ☆

تاریخ یوم جمعہ

اب یہاں فضائل جمعہ، اعمال جمعہ، اوراد جمعہ اور ادعیۂ جمعہ وغیرہ کے متعلق کچھ ضروری باتیں تحریر کر رہا ہوں۔ یاد رہے، جمعہ کا دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی ایک امتیازی شان شرف اور فضیلت کا دن مانا جاتا تھا۔

چنانچہ زمانہ جاہلیت[1] میں اس دن کو یوم عروبہ کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے قبائل عرب میں سے کعب بن لوئی نے اس دن کے نام کو عروبہ سے بدل کر جمعہ رکھا۔ اس دن بہت سے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے تھے، اور کعب بن لوئی انکے سامنے بطور خطیب کچھ اچھی باتیں فرمایا کرتے تھے۔

کعب بن لوئی کو زمانہ جاہلیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے شرک و بت پرستی اور برے کاموں سے بچا لیا تھا، یہ قوم کے بڑے باوقار لوگوں میں سے تھے۔ اور توحید و وحدانیت کے قائل تھے۔ یہ کعب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں سے تھے، اور یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچسو ساٹھ (۵۶۰) سال پہلے کا ہے۔

ماحصل یہ کہ: یوم جمعہ کا احترام و اہتمام قبائل عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بھی سینکڑوں سال پہلے سے کیا جاتا تھا۔ اور اس مقدس نام کی نسبت بھی انہیں کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ مگر اسلام نے اس دن کو حقیقی و ازلی عظمت و شان کے پیش نظر اسے ارفع و اعلیٰ دن قرار دیا۔

قرآن مجید میں ہے: وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ، اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ جمعہ کے دن کی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے یہ جمعہ کا دن بھی ایک ہے۔ یوم عرفہ اور یوم جمعہ یہ آخرت کے لئے اعمال خیر کے ذخیرہ اور جمع کرنے کے دن ہے۔ (سورۃ بروج پا۳۰)

امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت[2] کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جمعہ کے دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس دن تیرے باپ (حضرت) آدم علیہ السلام کی مٹی جمع کی گئی، اور اسی دن اسکا خمیر بنایا گیا تھا، اس وجہ سے اسکا نام جمعہ رکھا گیا (فضائل جمعہ صفحہ ۶)

---

(۱) تفسیر مظہری (۲) جذب القلوب تاریخ مدینہ صفحہ ۲۶۲

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں میں جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ بہترین دن جمعہ کا دن ہے، اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی روز انہیں جنت سے دنیا میں بھیجا گیا، اسی روز انکی توبہ قبول ہوئی اسی روز انکا انتقال ہوا اور اسی دن قیامت بھی قائم ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی، مالک)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب جمعہ میں (شب جمعہ کے متعلق) فرماتے تھے جمعہ کی رات سفید رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔ (رواہ مشکوٰۃ شریف)

ایک روایت میں ہے، جمعہ کا دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن سے بھی افضل ہے (تفسیر ابن کثیر)

فقیہ وقت حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: شب جمعہ افضل ہے شب قدر سے، یہ اس وجہ سے کہ نطفۂ طاہرہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود) جو کہ ساری کائنات کا خلاصہ اور جوہر ہے وہ مع اپنے جملہ کمالات و برکات کے اسی شب جمعہ میں سیدۃ حضرت آمنہؓ کے بطن مبارک میں قرار پایا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، یہ اس وجہ سے کہ جمعہ کا دن اور رات دوسرے دنوں سے افضل ہے، اس میں ایک ساعت اجابت ہے جو اور دنوں میں نہیں، اسکے علاوہ اس میں ہر عمل ستر گنا (زیادہ) اجر (ثواب) رکھتا ہے۔ تو جمعہ کے رات دن میں جتنا زیادہ درود پڑھا جائے گا اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ (از کشکول نقشبندی، صفحہ ۱۶۸ سوانح مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب بونیریؒ)

ناشکری پر نعمت چھین لی جاتی ہے

دنیا کی ہر قوم، ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو متبرک مانتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱]: (اولاً) اہل کتاب پر جمعہ کے دن عبادت کرنا فرض قرار دیا تھا، انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس جمعہ کے دن عبادت کے لئے باہم مل کر جمع ہوجایا کریں، مگر انہوں نے اسکی ناقدری و سرکشی کی انہیں اسکی (عبادت و احترام کی) توفیق نہیں ہوئی۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسکی ہدایت فرمائی، یعنی اس مقدس دن کے ادب و احترام اور عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ہم اگرچہ (امت کے اعتبار سے) سب کے بعد آئے، مگر پہل ہماری ہوگئی

(۱) الاتقان، تفسیر مظہری، مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۸۸۴۔

یعنی ہفتہ کا پہلا دن جمعہ کا ہمیں عطا کیا گیا۔ اسکے بعد والا دن سنیچر کا دن یہود کے لئے اسکے بعد والا اتوار کا دن عیسائی کے لئے متعین کیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

اسلام میں ہفتہ کا پہلا اور مقدس دن یہ ہے

چنانچہ ابھی تک دنیا میں یہ دونوں فرقے (قومیں)[1] ان دنوں میں عبادت کا اہتمام کرتے ہیں۔ عیسائی حکومتوں میں اتوار کے دن اسی وجہ سے سرکاری دفاتر، تعلیم گاہوں وغیرہ میں تعطیل ہوتی ہے، شومئ قسمت کہ بعض مسلم حکومتوں کی یہ مرعوبیت اور بدنصیبی ہے کہ وہ بھی عیسائی حکومتوں کے اس خاص مذہبی طرز عمل کو بدل نہ سکے اور اپنے ملکوں میں باوجود مختارِ کل ہونے کے بجائے پیغمبرانہ مقدس یوم جمعہ کے، اتوار کے دن عام تعطیل کرنے پر مجبور ہیں۔

دوسری بات یہ کہ: جمعہ کا دن چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق (پیدائش) کا دن ہونے کی وجہ سے نسلِ انسانی کے لئے مبدأ اور انسانی زندگی کا سب سے پہلا دن ہے، اس لئے اس دن عبادت کرنے والے عبادت کے اعتبار سے متبوع اور اسکے بعد کے دو دن (سنیچر و اتوار) میں عبادت کرنے والے اسکے تابع ہوئے، اسی بناء پر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرعاً اور اصولاً جمعہ کا دن ہی ہفتہ بھر کے دنوں میں پہلا دن ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ بعض ممالک اسلامیہ میں اسکے برعکس اور خلاف عمل کیا جارہا ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے[2]: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی (زمین) کو سنیچر کے دن پیدا کیا، اس میں پہاڑ اتوار کے دن نصب کئے، درختوں کو پیر کے دن پیدا کئے، مکروہ چیزیں منگل کے دن پیدا کی گئیں، بدھ کے دن نور پیدا کیا، حیوانات کو جمعرات کے دن اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا، اسی لئے یہ ساعت قبولیتِ دعا کے لئے تسلیم کی گئی، اور اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا۔

جمعہ کے دن کی دو رکعتیں ستر سالہ عبادت سے بہتر ہے

فردوس فاطمہؒ میں ہے: ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت میں سے مستقل ایک جماعت کو دیکھا، جو ستر برس سے بیت المقدس میں رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھی، یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو بہت خوشی ہوئی، بس اسی وقت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام پر وحی آئی جس میں

(۱) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۸۸۲۔ (۲) حدیث مرفوع، درر فرائد ترجمہ الفوائد صفحہ ۱۰۳۔

یوں فرمایا گیا: اے موسیٰ! (علیہ السلام) اُمتِ محمدیہ کے ایک دن کی دو رکعتیں اس (قوم کی بیت المقدس میں کی جانے والی ستر سالہ عبادت) سے بہتر ہے۔

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ: الٰہی وہ کونسے دن کی رکعتیں ہیں؟

منجانب اللہ فرمایا گیا: وہ جمعہ (کے دن) کی ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم نے (عبادت کے لئے) سنیچر کا دن تمہارے لئے، اتوار کا دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے پیر کا دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے۔ منگل کا دن حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے۔ بدھ کا دن حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے۔ جمعرات کا دن حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اور جمعہ کا دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کیا ہے۔ (فضائل جمعہ صفحہ ۲۰)

جمعہ کے دن انتقال کرنے والوں کے لئے خوشخبری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ کا دن دے کر پچھلی تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔[1]

اور فرمایا کہ جو جمعہ کے دن وفات پاتا ہے، اسکی نیکیاں بے حجاب ہوکر سامنے آجاتی ہیں، اور فرمایا کہ جمعہ کے دن دوزخ نہیں دہکائی جاتی۔ بلکہ دوزخ کے دروازے جمعہ کے دن (مسلمانوں کے لئے) بند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کی شب میں وفات پاتا ہے، وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے، اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی علامت ہوگی (حکیم ترمذی)

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں وفات پائے وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے (رواہ احمد و ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[2]: جسکا جمعہ کے رات دن میں انتقال ہوتا ہے وہ عذاب اور فتنۂ قبر سے بچالیا جاتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اسکے ذمہ کوئی حساب نہیں ہوتا، اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکے ساتھ گواہ ہونگے جو اسکے لئے نجات و براءت کی گواہی دینگے، اسکے علاوہ ان پر شہید کی علامت نمایاں ہوگی، جو خود گواہی دے گی۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)

حضرت علیؓ عکرمہ بن خالد مخزومیؓ فرماتے ہیں: جسکا انتقال جمعہ کی شب و روز میں ہوتا ہے تو یہ علامت

(۱) موت کا جھٹکا صفحہ ۲۲۲ (۲) شرح الصدور موت کا جھٹکا صفحہ ۲۲۲ مفسر قرآن سحبان الهند۔

(۳) موت کا جھٹکا صفحہ ۲۲۳۔

ہے اس بات کی کہ اسکا خاتمہ ایمان پر ہوا اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (رواہ بیہقی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مسلمان وفات پائے جمعہ کے دن یا اسکی رات میں وہ نجات پایا ہوا ہے عذابِ قبر سے، اور قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی۔ (ابونعیم فی الحلیہ)

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہے: بیشک جو کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے تو اسکے لئے قبر میں منکر نکیر کا سوال نہیں ہوگا۔

حدیث پاک میں وارد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ اسکو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دوسری حدیث نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ جمعہ کے رات و دن میں انتقال کرنے والوں کا قیامت کے دن بھی حساب نہیں ہوگا، اور یہ اس حال میں اس اعزاز و اکرام کے ساتھ حاضر ہوگا کہ اسکی پشت پر شہیدوں کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔

مُردے قبر پر حاضر ہونے والوں کو پہنچانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2] نے فرمایا: جب کوئی شخص میت (مرحوم) کی زیارت (قبر پر) کرتا ہے: جمعہ، جمعرات یا سنیچر کے دن، تو میت (مرحوم) اسکی قبر پر آنے والوں کو پہچان لیتے ہیں، (کہ آنے والے کون لوگ ہیں)

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردہ (مرحوم) دنیا میں جس شخص سے محبت (اور دوستی) رکھتا تھا جب وہ آدمی اسکی زیارت کے لئے (انکی قبر پر) جاتا ہے تو اسے (دیکھ کر) مرحوم کو زیادہ انسیت (خوشی) ہوتی ہے۔

اور عارف ربانی شیخ محمد واسعؒ فرماتے ہیں: مُردے، جمعہ کے دن اپنی زیارت کرنیوالوں کو خوب جان اور پہچان لیتے ہیں اور جمعہ سے ایک دن پہلے، جمعرات کو قبر پر جانے والوں کو بھی جان پہچان لیتے ہیں، (ابن ابی الدنیا)

جمعہ کے دن ساعت مقبولہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت[3] ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی (وقت) ہے کہ جو کوئی مسلمان اسمیں کسی خیر د

(۱) مواہب ربانیہ فیوض ربانی صفحہ ۱۰ شیخ المشائخ شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔ (۲) موت کا جھٹکا صفحہ ۳۵۵

(۳) تحفۃ خواتین صفحہ ۲۹۳ مفتی بلند شہری رحمۃ اللہ۔

بھلائی کا سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث[1] میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَشَاہِدٍ وَمَشْهُوْدٍ اس سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ کوئی دن جمعہ کے دن سے زیادہ بزرگ نہیں۔ اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ کوئی مسلمان اس میں جو (جائز) دعائیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیتے ہیں۔ اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دیدیتے ہیں (رواہ ترمذی)

حضرت انسؓ سے مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلاش کرو اس ساعت کو جس میں دعا کی قبولیت کی امید ہے: جمعہ کے دن عصر سے لیکر آفتاب کے غروب ہونے تک۔ امام احمدؒ و امام اسحٰقؒ اسی ساعت کے قائل ہیں۔ (رواہ ترمذی)

حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ سے روایت[2] ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ میں ایک وقت ہے اس وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا فرمائے گا۔ پوچھا: یا رسول اللہ، وہ ساعت کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت نماز جمعہ کھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت سے لیکر نماز ختم ہونے تک۔ (رواہ ترمذی)

فائدہ: اس باب میں حضرت ابولبابہؓ، حضرت ابوموسیٰؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے بھی روایات ہیں۔ یعنی مذکورہ قول کی تائید میں۔ ایک حدیث میں اس طرح وارد ہے۔ یہ گھڑی جمعہ کے دن سب سے آخری گھڑی (تقریباً آخری دس پندرہ منٹ) ہے۔ (ترمذی)

ساعت مقبولہ کے متعلق اکابرین کے اقوال اور معمولات

ساعت مقبولہ جسکا ذکر احادیث مبارکہ میں ہے وہ کس وقت ہوتی ہے؟ علماء کرام کے اقوال اس بارے میں متعدد ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب شرح سفر السعادۃ میں اس ساعت کے متعلق کم و بیش چالیس اقوال نقل کئے ہیں۔ مگر نتیجۃً ان سب میں صرف دو قول کو ترجیح دی ہے۔ ایک یہ کہ وہ ساعت امام کے خطبۂ جمعہ شروع کرنے سے لیکر نماز جمعہ ختم ہونے تک آسکتی ہے۔ مگر اس وقت

(۱) العطور المجموعہ صفحہ ۵۵ ملفوظات حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ، صوفی اقبال مدنی۔

(۲) تحفۃ خواتین صفحہ ۹۹ شیخ بلند شہری۔

دعا دل ہی میں مانگی جائے گی۔ ہاتھ اٹھا کر زور سے نہیں۔ کیونکہ خروج امام کے بعد اس قسم کی ساری عبادتیں ممنوع ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: وہ مقبول ساعت دن کے آخری وقت میں آسکتی ہے۔ یعنی جمعہ کے دن بعد نماز عصر غروب سے کچھ دیر پہلے سے لیکر غروب تک کا وہ وقت ہو سکتا ہے۔ اور اس قول کو جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اسکے علاوہ بہت سی احادیث بھی اسکی تائید میں وارد ہوئی ہیں۔

حضرتؒ شاہ دہلویؒ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کا یہ معمول رہا ہے کہ جمعہ کے دن کسی خادمہ کو فرمادیا کرتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے (یعنی غروب میں کم و بیش پندرہ، بیس منٹ باقی ہوں) تو اس وقت مجھے مطلع کر دینا تاکہ اس ساعت مقبولہ میں ذکر و اذکار اور دعا وغیرہ میں مشغول رہوں۔

جمعہ کی ساعت مقبولہ اور دعا

حضرت مفتی تقی الدینؒ صاحب[2] ندوی مدظلہ (ملفوظاتِ شیخ الحدیث میں) تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ایک مجلسِ عام روزانہ عصر بعد ہوا کرتی تھی مگر وہ پُر بہار مجلس بھی جمعہ کے دن عصر بعد موقوف ہو جاتی تھی۔

حضرتؒ کا سالہا سال سے جمعہ کے دن شام کے وقت عصر و مغرب کے درمیان مراقبہ اور دعا میں مشغول اور متوجہ الی اللہ رہنے کا معمول رہا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں: میرے والد ماجد (عارف باللہ محدث کبیر) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا بھی یہی معمول رہا تھا یعنی وہ بھی جمعہ کے دن عصر و مغرب کے درمیان ہر قسم کی مجالس و گفتگو کو ختم کر کے غروب تک دعا و توجہ الی اللہ میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: احادیث صحیحہ میں ہے کہ جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں جو دعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ مگر اس گھڑی (وقت) کی تعیین میں روایات اور اقوالِ علماء مختلف ہیں، اور محققین کے نزدیک فیصلہ یہ ہے کہ: یہ مبارک گھڑی جمعہ کے دن دائر و سائر (چوبیس گھنٹے میں بدلتی) رہتی ہے۔ کبھی کسی وقت میں اور کبھی کسی وقت میں آتی ہے۔ مگر تمام اوقات میں سے زیادہ روایات و اقوال صحابہؓ و تابعینؒ وغیرہم سے دو وقتوں کو ترجیح ثابت ہوتی ہے

---

(۱) العطور المجموعہ صفحہ ۵۵ و ملفوظات شیخ الحدیث صاحبؒ۔ صوفی محمد اقبالؒ

(۲) صحبتِ با اولیاء صفحہ ۱۹ ملفوظات شیخ الحدیث صاحبؒ۔

پہلا قول یہ ہے کہ: جس وقت امام خطبہ کے لئے بیٹھے اس وقت سے لیکر نماز ختم ہونے تک کا ہے (مسلم شریف)

دوسرا قول یہ ہے کہ: عصر کے بعد سے غروب تک کا ہے۔ (ترمذی) ۔اس لئے اہل حاجت کو چاہیے کہ ان دونوں وقتوں میں مشغول رہا کریں ۔اتنی بڑی نعمت کے مقابلہ میں دونوں وقت تھوڑی دیر کے لئے مشغول رہنا کوئی مشکل نہیں ۔

نوٹ : مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں[1]: خطبہ کے درمیان دعا زبان سے نہ کریں۔ یہ ممنوع ہے ۔ بلکہ دل ہی دل میں (زبان ہلائے بغیر) مانگتے رہا کریں ۔ یا خطبہ میں جو دعائیں خطیب کرتا ہے ان پر دل میں آمین کہتے رہیں۔

بلقینیؒ نے فرمایا[2]: دعا کے لئے تلفظ (زبانی الفاظ) شرط نہیں ہے، بلکہ اپنے مقصود و مطلوب کا دل ہی میں دھیان رکھنا کافی ہے ۔یعنی دعا کے الفاظ زبان سے ادا کئے بغیر دل میں دعا مانگ لی جائے ۔ اس طرح کرنے سے مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا جو شرعی حکم ہے اسکے خلاف بھی نہ ہو گا۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: یہ بات مجھے معلوم ہوئی کہ جمعہ کی شب میں بھی مانگی جانے والی دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔ (مظاہر حق)

یوم جمعہ کی مخصوص دعائیں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں[3]: مستحب یہ ہے کہ: نماز جمعہ کے بعد جو کوئی یہ دعا پڑھا کرے :

اَللّٰھُمَّ یَاغَنِیُّ یَاحَمِیْدُ یَامُبْدِیءُ یَامُعِیْدُ یَارَحِیْمُ یَاوَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۔

فرماتے ہیں: کہ جو کوئی اس دعا پر مداومت کرے گا (ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اپنی دعاؤں کے ساتھ اسے بھی مانگتا رہے گا) تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی مخلوق سے بے پرواہ کر دے گا ۔ اور اسکو ایسی جگہ سے روزی دے گا کہ جس کا اسکو وہم و گمان بھی نہ ہو گا ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے[4] روایت ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) احکام دعا صفحہ ۹۰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۲) مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۸۶۲۔

(۳) احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۲۱۔ (۴) غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۰ سیدنا جیلانیؒ۔

سُبْحَانَکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

یہ دعا پڑھ کر جو شخص اللہ تعالیٰ سے جمعہ کی مقدس و مقبول ساعت میں مشرق و مغرب کی (یعنی بڑی سے بڑی، جائز) کوئی بھی مراد مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمالیتے ہیں۔

صلحائے امت میں سے کسی بزرگ نے فرمایا[1]: میں بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے منبر کے پاس جمعہ کے دن عصر کے بعد بیٹھا ہوا تھا۔ دفعتاً دو بزرگ مسجد میں تشریف لائے ان میں سے ایک کا قد و قامت ہماری طرح تھا۔ وہ میرے قریب آکر بیٹھ گئے، اور دوسرے ہم سے بہت دراز قد کے بڑے قوی و قد آور آدمی تھے۔ انکی پیشانی ایک ہاتھ سے بھی زیادہ کشادہ تھی وہ ہم سے دور جا بیٹھے، میں نے اپنے قریب بیٹھنے والے بزرگ سے سلام کے بعد دریافت کیا کہ: اللہ رحم کرے آپ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: میرا نام تو خضر (علیہ السلام) ہے، اور وہ دور بیٹھنے والے میرے بھائی حضرت الیاس (علیہ السلام) ہیں، اسے دیکھ کر مجھے خوف و ڈر معلوم ہونے لگا، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ڈرو مت، ہم تم سے محبت رکھتے ہیں۔

اسکے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے خود ہی یہ فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز ادا کر کے قبلہ رو ہو بیٹھے اور غروب تک صرف یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یہ دو کلمات پڑھتا رہے، اسکے بعد (یعنی غروب سے چند منٹ پہلے) جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ اسے دے دی جائے گی۔ یعنی جو دعا مانگوگے وہ قبول کی جائے گی۔

ان معمولات کے بعد دعا قبول ہوتی ہے

فضائل قرآن میں[2] ہے: جو شخص جمعہ کے دن سورۃ یٰسٓ اور سورۃ والصّٰفّٰت، ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگے گا وہ قبول کی جائے گی۔ (فضائل قرآن)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: جمعہ کے دن بعد نمازِ عصر خلوت و تنہائی میں بیٹھ کر، آیت الکرسی کو ستر مرتبہ پڑھے، اتنی مرتبہ پڑھنے سے قلب میں ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہوگی، اس حالت میں (ستر مرتبہ پڑھنے کے بعد) جو دعا کی جائے گی وہ قبول ہوجاتی ہے۔ (اعمال قرآنی حصہ، صفحہ ۲۴)

نوٹ: آیت الکرسی پڑھتے وقت ہر مرتبہ بسم اللہ سے شروع کیا جائے،

(۱) نزھۃ البساتین جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ (۲) مظاہر حق، فضائل جمعہ صفحہ ۲۸

سیدنا جیلانیؒ فرماتے ہیں[1]: جمعہ کا دن عاجزوں (مجبور و مظلوم وغیرہ) کی دعائیں قبول کرنے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اور عید کا دن مؤمنوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دلانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی جمعہ (کی نماز) کے بعد ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ پڑھے گا، اسکے ایک لاکھ اور اسکے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف کر دیئے جائینگے۔ (ابن السنی صفحہ ۳۴۴)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت[2] ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل کیا، پھر جمعہ میں آیا اور جس قدر اسکے مقدر میں تھی نماز پڑھی، پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش بیٹھا رہا، پھر اسکے ساتھ نماز پڑھی، تو اس جمعہ سے لیکر گزشتہ جمعہ تک بلکہ اس سے بھی تین دن زیادہ کے اسکے گناہ بخش دیئے جائینگے۔ (رواہ مسلم)

ایک حدیث[3] میں اس طرح وارد ہوا ہے: جو شخص اچھی نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کے لئے جائے تو اسکے لئے ایک سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ سال بھر کے روزے اور سال بھر کی (نفل) نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

سنن اربعہ میں ہے[4] جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے، اور سویرے ہی مسجد کی طرف (نماز جمعہ کے لئے) پیدل چل نکلے، (سواری پر سوار نہ ہو) اور امام کے قریب جاکر بیٹھ جائے، اہتمام اور توجہ سے خطبہ سنے، اس درمیان کوئی لغو اور لایعنی کام، بات وغیرہ کچھ نہ کرے، تو ایسے نمازی کو گھر سے لیکر مسجد تک چلتے ہوئے ہر ہر قدم پر ایک ایک سال کے روزوں اور پورے سال رات بھر نفلی عبادت کے برابر ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن کا ایک عظیم پیغام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب[5] صاحبؒ نے فرمایا: جمعہ کا دن فقط نماز ہی کا نہیں، بلکہ یہ دعوت کا دن بھی ہے۔ جمعہ کا دن بزبانِ حال دعوت بھی دے رہا ہے کہ لوگ متحد ہوں، جیسے تم جامع مسجد میں آئے، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوئے، ہاتھوں سے ہاتھ ملائے، تو پھر دل بھی تمہارے ملے ہوئے ہونے چاہیئے۔

(۱) غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۴۸ (۲) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۹۰۰ (۳) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پا ۲۰ صفحہ ۸۳ (۴) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ سورۃ جمعہ ص ۶۸ (۵) فضائل جمعہ ص ۱۸-۲۲ بیان بروز جمعہ (علامہ اکاڈمی - مانچسٹر) حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ

ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت اور ہمدردی کے جذبات ہونے چاہئیے، جو انسانیت کا بھی تقاضا ہے۔ اسلام نے تو کہا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (قرآن مجید) یعنی سارے مؤمن بھائی بھائی ہی تو ہیں، جب ایمان ہے تو ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ باہم الفت و محبت ہو، اور جب انسان ہیں تو انسانیت کا بھی تقاضا یہ ہے کہ باہم ایک دوسرے سے انس و محبت ہو۔ تو جمعہ جہاں عبادت کا دن ہے وہاں باہم محبت سے جمع ہونے ملنے جلنے رہنے کی دعوت کا بھی دن ہے۔ ایک دوسرے کی عظمت دل میں ہو، اگر اختلاف بھی ہو تو احترام میں کمی نہ آنے پائے، اپنی رائے دیدو، مگر احترام باقی رہنا چاہیے۔

فرمایا: اسلام میں ایک ہے توحید اور ایک ہے اتحاد، توحید کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اور اتحاد کی نسبت دنیا کے ساتھ ہے، اس لئے اگر باہم اختلاف ہو گا تو دنیا کی زندگی کرکری اور بد مزہ ہوجائے گی۔ اور اگر توحید نہ ہوگی تو آخرت کی زندگی تباہ و برباد ہوجائے گی۔ تو دونوں کے لئے تسکین کا سامان بتایا ہے، آخرت کے لئے توحید کا دامن تھامے رہو ساری عبادات اسکے ماتحت ہیں، اور دنیا کے لئے باہم اتحاد پیدا کرو زندگی کی ساری خوشیاں اسکے ماتحت ہیں۔

جمعہ کے دن کے دو حق فرمایا: جمعہ میں دو چیزیں مسنون ہیں: (۱) ایک ہے اللہ تعالیٰ کا حق اور ایک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق، تو فرمایا گیا کہ اس میں سورۂ کہف کی تلاوت کروا سے پڑھنے کی متعدد احادیث میں بڑی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ یہ اعلیٰ ترین مستحب ہے۔

فرمایا کہ سورۂ کہف کی تلاوت دجال کے دجل و فساد سے بچاتی ہے۔ اسکے علاوہ سورۂ کہف کی تلاوت کرنے والوں پر دجال کے دجل و فریب اور تلبیس کا اثر نہیں ہوتا۔ حق حق نظر آنے لگتا ہے اور باطل باطل نظر آنے لگتا ہے جسکی وجہ سے آدمی حق پر قائم رہتا ہے، ایمان کا تحفظ ہوجاتا ہے، اس لئے جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرلیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

درود شریف بلا واسطہ پہونچانے کا طریقہ (۲) اور زمین و آسمان اور ساری کائنات پر بڑا احسان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، تو اس احسان کے حق کی ادائیگی کے لئے درود شریف کی کثرت بتائی گئی ہے۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں درود شریف پڑھنے والوں

کا درود بالواسطہ یعنی ملائکہ کے واسطہ سے مجھ تک پہونچتا ہے ، اور جواب بھی میں بالواسطہ ہی دیتا ہوں ، مگر جمعہ کے دن (یعنی جمعہ کے چوبیس گھنٹہ میں) درود شریف پڑھنے والوں کا درود بلاواسطہ مجھ تک پہونچتا ہے ، اور جواب بھی میں بلاواسطہ ہی دیتا ہوں ۔ تو گویا جمعہ کی برکت کی وجہ سے درود شریف کے ذریعہ بلاواسطہ مؤمن و مسلمان کا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رابطہ قائم ہو جاتا ہے ۔ تو جمعہ کا دن بڑا قیمتی اور خیر و برکت کا دن ہے ۔ دنیوی اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی ، اس لئے اسکی قدر کرنی چاہئے ۔ جمعہ کا دن غفلت ولایعنی وغیرہ میں نہیں گوانا چاہئے ۔

مخصوص و مشہور درود شریف حضرت ابوہریرۃؓ سے حدیث منقول ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی (۸۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً

تو اسکے پڑھنے والے کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہو جائینگے ، اور مزید اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا ۔ (فضائل اعمال ، فضائل درود شریف حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] : جو آدمی جمعہ کی رات سورۂ دخان (پ ۲۵) پڑھے گا تو صبح تک اسکے گناہ معاف ہو چکے ہونگے ، اور اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا ۔

ایک روایت میں اس طرح وارد ہے ، جو آدمی شب جمعہ میں سورۂ یٰس پڑھے گا تو اسکی مغفرت کردی جائے گی ۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے[2] ایک آدمی نے کہا : میں دل میں ارادہ کرتا ہوں کہ آخر شب میں بیدار ہو کر نماز پڑھوں ، مگر نیند غالب آجاتی ہے جسکی وجہ سے میں اٹھ نہیں سکتا ۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا : جب تم سونے کے ارادہ سے بستر پر جاؤ ، تو اس وقت سورۂ کہف کی آخری آیتیں : قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً سے ختم سورت تک پڑھ لیا کرو ، تو جس وقت بیدار ہونے کی نیت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی وقت بیدار کر دینگے ۔

زر بن جیشؓ نے حضرت عبدۃؓ کو بتلایا : جو آدمی سورۂ کہف کی مذکورہ آیتیں پڑھ کر سوئے گا تو

(۱) جذب القلوب الترغیب والترھیب (۲) معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۳۲

جس وقت بیدار ہونے کی نیت کرے گا اسی وقت وہ بیدار ہوجائے گا۔

حضرت عبدہؒ کہتے ہیں کہ ہم نے بارہا مرتبہ اسکا تجربہ کیا تو بالکل ایسا ہی پایا۔ (مسند داری، ثعلبی)

تجارت میں ستر گنا برکت نماز جمعہ کے بعد تجارت میں برکت[1] کا وعدہ ہے۔

حضرت عراک بن مالکؓ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لاتے۔ تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ: یا اللہ، میں نے تیرے حکم کی اطاعت کی، تیرا فرض ادا کیا، اب یا اللہ آپکے حکم (وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ) کے مطابق میں نماز سے فارغ ہو کر رزق کی تلاش میں جارہا ہوں، آپ اپنے فضل و کرم سے مجھے رزق عطا فرمادیجئے۔ آپ تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ، نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کسب معاش اور تجارت وغیرہ میں لگ جاؤ۔ مگر کفار کی طرح خدا سے غافل ہو کر نہ لگو بلکہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا کے ساتھ۔ یعنی عین خرید و فروخت تجارت و ملازمت اور مزدوری کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی یاد، ادائیگی نماز اور ذکر اللہ وغیرہ جاری رکھو

بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ: جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے ستر گنا زیادہ تجارت میں برکت عطا فرمادیتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم، ابن کثیر)

نوٹ: الحمد للہ، اس باب، فضائل جمعہ میں مختلف قسم کی بہت سی ضروری اور اہم چیزیں تحریر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ــــــ آمین۔

یوم جمعہ اور فضائل سورۂ کہف حضرت ابو سعیدؓ سے روایت[2] ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی شب جمعہ میں سورۂ کہف پڑھے گا تو اسکے اور بیت اللہ کے درمیان ایک نور قائم کردیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے: جو سورۂ کہف پڑھے گا تو قیامت کے روز اسکے لئے اتنا نور ہوگا جو اس (پڑھنے والے) کی جگہ سے لیکر مکہ مکرمہ تک پھیلے گا۔

حضرت[3] ابن عمرؓ سے مروی ہے: جو کوئی جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا تو اس کے قیام سے لیکر آسمان تک نور ہوگا جو قیامت کے دن روشن ہوگا۔ اسکے علاوہ دو جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کردئے جائیں گے۔ (رواہ طبرانی)

(۱) معارف القرآن جلد ۸ سورۂ جمعہ صفحہ ۴۴۳ (۲) معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۳۰۹ (۳) الترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۲

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی سورۃ کہف کے شروع کی دس آیتیں محفوظ (زبانی یاد) رکھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اسی صحابی سے دوسری روایت اس طرح وارد ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے سورۃ کہف کی آخری دس آیتیں (زبانی) یاد رکھیں تو وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم، ابو داؤد، نسائی)[1]

علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے:[2] سورۃ کہف کا اول، آخر، دونوں (طرف کی دس دس آیتوں کے یاد کرنے) کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا، اور علماء کرام جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھنے کو سنت قرار دیتے ہیں۔

اپنی جگہ سے بیت اللہ تک نور اسے عطا کیا جائے گا

حضرت مفتی گنگوہیؒ فرماتے ہیں:[3] حدیث میں ہے: جو کوئی سورۃ کہف جمعہ کے دن پڑھتا ہے تو جس جگہ پر بیٹھ کر پڑھتا ہے وہاں سے لیکر بیت اللہ تک کا نور اسکو عطا کیا جائے گا۔ پھر اگر کوئی بیت اللہ میں پہونچ کر بیت اللہ کے سامنے (جمعہ کے دن) بیٹھ کر پڑھے تو وہ انوارات کتنے تیز اور روشن ہونگے۔

حضرت ابو سعید سے روایت[4] ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن کوئی سورۃ کہف پڑھے تو اسکے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا وہ قیامت کے اندھیرے میں اس کو کام آئے گا۔ اور اس جمعہ سے لیکر پچھلی (گزشتہ) جمعہ کے درمیان جتنے گناہ اس سے ہوئے ہونگے وہ سب معاف کر دیئے جائینگے۔ (نسائی شریف)

خاتمہ بالخیر کے لئے بہترین عمل

دجالی فتنہ یہ ایسا سخت فتنہ ہے کہ اسکے خروج کے وقت بڑے بڑوں کے ایمان و یقین میں زلزلے اور دڑاریں پڑجانے کا خطرہ ہوتا ہے ایسے وقت میں سورۃ کہف ہر جمعہ کو پڑھتے رہنے والوں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائینگے۔ جب اس عظیم فتنہ میں ایمان کی حفاظت ہوگئی تو پھر سورۃ کہف کی تلاوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسکے تلاوت کرنے والوں کو خاتمہ بالخیر کی دولت سے بھی اپنے فضل و کرم سے نوازدینگے۔ (محمد ایوب سورتی عفی عنہ)

نوٹ: مذکورہ بالا مختلف احادیث مبارکہ میں رات اور دن میں سورۃ کہف پڑھنے کے جو

(۱) معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۶۱، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۰۳۔ (۲) روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۰ (۳) ملفوظات فقیہ الامتؒ جلد ۸ صفحہ ۶۸ (۴) جذب القلوب، الترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۲۔

فضائل وارد ہوئے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کے چوبیس گھنٹے میں غروب سے لیکر غروب تک کسی وقت میں بھی اسے ناظرہ یا زبانی پڑھ لیا جائے تو اسے مذکورہ سارے فضائل حاصل ہو جائیں گے۔

اسکے علاوہ جو بھی مسلمان جمعہ کے چوبیس گھنٹے میں جمعہ کے احترام کی خاطر ہر قسم کے گناہ، ناجائز افعال، لایعنی باتوں اور کاموں سے بچتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو (احترام جمعہ کی وجہ سے) ہر قسم کی برائیوں سے استغفار اور سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور اپنی رحمتوں سے نوازدے گا۔

(محمد ایوب سورتی عفی عنہ)　　　*************

جو مانگا ہے جو مانگیں گے خدا سے ہم وہی لینگے　　مچل جائینگے، رو دینگے کہینگے ہم یہی لینگے

نہیں دشوار کچھ تجھ کو جو تو چاہے ابھی دیدے　　کہ ہم محتاج تیرے ہیں جو تو دے گا وہی لینگے

تیرا فضل و کرم تیری عنایت دیکھ کر اس دم　　رہینگے پھر نہ ہم چپ، یوں کہینگے ہم ابھی لینگے

نہیں گو ہم کسی قابل مگر تیری عنایت ہے　　جو تیری شان کے لائق ہے ہم تجھ سے وہی لینگے

کیا تو نے طلب ہم کو اٹھینگے ہم نہ اس در سے　　نہ جائینگے نہ جائینگے ابھی لینگے وہی لینگے

ارے بہتر نہ تو گھبرا جو مانگے گی وہ پائے گی　　ملے گی جب تو یہ رو رو کر کہ ہم اس دم یہی لینگے

****

مایوس مت ہو اے دل دست دعا اٹھا کر　　پھیرے گا وہ نہ خالی در سے تجھے بلا کر

ضائع نہیں وہ کرتا محنت کبھی کسی کی　　دے گا ضرور ایک دن مانگو تو گڑ گڑا کر

ظاہر میں دور ہے وہ، پر ہے قریب سب سے　　ساری خبر ہے اسکو جو چاہے تو دعا کر

کچھ یاد بھی ہے تجھ کو کب کب تجھے سنبھالا　　کن کن مصیبتوں سے آخر بچا بچا کر

تیری یہ آہ و زاری تیری یہ بے قراری　　اسکو بہت ہے پیاری، دیتا ہے وہ رُلا کر

رہنا کبھی نہ غافل دم بھر اس سے بہتر
ہر دم خدا خدا کر　　ہر دم خدا خدا کر

از: محترمہ سیدۃ خیر النساء بہترؒ (والدہ علی میاں صاحب ندویؒ)

☆ دوسرا باب : فضائل حزب البحر ☆

بعد حمد و صلوٰۃ : اب یہاں پر دعائے حزب البحر کی حقیقت، تشریحات، فوائد، فضائل اور اسکے شان ظہور وغیرہ کے متعلق اکابرین امت کے ارشادات، ملفوظات اور معمولات وغیرہ قلم بند کر رہا ہوں۔

حزب البحر کی اصل بنیاد اور حقیقت

دعائے حزب البحر، جو قطب الاقطاب عارف باللہ حضرت[1] مولانا شاہ ابو الحسن شاذلیؒ پر منجاب اللہ الہام فرمائی گئی، مشائخ و بزرگان دین کی جانب سے مقاصد حسنہ میں کامیابی اور برکات حاصل کرنے کے ارادہ سے طالبین کو اسے پڑھنے کی اجازت دینے کا معمول چلا آرہا ہے۔

پہلے حزب البحر کی حقیقت اور شان ظہور قارئین کی خدمت میں تحریر کئے دیتا ہوں، حضرت[2] شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ دعائے حزب البحر کے متعلق فرماتے ہیں: معتبر علماء ربانی سے منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ شہر قاہرہ (مصر) میں مقیم تھے، کہ ایام حج قریب آگئے، موصوف نے ان ایام میں اپنے دوستوں سے فرمایا کہ: ہم کو اس سال حج کرنے کے لئے غیب سے حکم ہوا ہے، لھذا بحری جہاز تلاش کرو۔

متعلقین کو بسیار تلاش کے بعد ایک بوڑھے عیسائی کے جہاز کے علاوہ اور کوئی جہاز نہ ملا، سارے جہاز روانہ ہو چکے تھے۔ بالآخر اسی میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے، قاہرہ سے نکلتے ہی باد مخالف نے جہاز کا رخ موڑ دیا، بہت کوششوں کے باوجود جہاز حجاز کے بجائے قاہرہ کی طرف ہی پلٹ جاتا، یہاں تک کہ ایک ہفتہ تک جہاز آگے نہ جاسکا مجبور ہو کر ملاح نے ہتھیار ڈال دیئے۔

جہاز میں سوار کچھ لوگ طعنے دینے اور فقرے کسنے لگے کہ شیخؒ تو فرماتے ہیں کہ مجھ کو غیب سے حج کا حکم کیا گیا ہے، اور حالت یہ ہے کہ حج کا وقت بالکل قریب آگیا ہے، اور ہم اپنے ہی وطن میں باد مخالف میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ بات حضرت شیخؒ کے لئے دل بےچینی کا باعث ہوئی، مگر حضرت حلم و بردباری اور صبر سے کام لیتے رہے۔

اتفاقاً ایک دن دوپہر قیلولہ کے وقت سو گئے، نیند آگئی، اسی میں منجانب اللہ غیب سے یہ دعائے حزب البحر کا حضرت کے دل پر الہام فرمایا گیا۔ حضرت شیخؒ نے بیدار ہو کر یہ دعا پڑھنی شروع کی، بس دعا شروع کرنا تھا کہ اسی وقت باد مخالف موافق ہو گئی، حالات سازگار ہونے پر حضرتؒ نے

(۱) جدید مناجات مقبول صفحہ ۱۴ فرید خان، (۲) معیار السلوک صفحہ ۵۴ شیخ صوفی محمد ہدایت اللہ نقشبندی، جیپوری

افسر کو بلا کر فرمایا کہ: خدا کے بھروسہ، بادبان کو اٹھا دو۔ اس نے کہا کہ: پھر ہمیں قاہرہ پہنچا دے گی حضرت شیخؒ نے فرمایا: فکر مت کرو جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کرو۔ بس بادبان اٹھانا تھا کہ نصرت الٰہی نے آلیا۔ اسی وقت باد مخالف موافق ہو گئی، اور بڑی تیزی کے ساتھ امن و امان و سلامتی کے ساتھ بہت جلد جدہ پہونچ گئے۔ حضرت شیخؒ کی یہ کرامت دیکھ کر جہاز کے بوڑھے عیسائی کا بیٹا مسلمان ہو گیا، یہ دیکھ کر عیسائی بہت ناراض و مغموم ہو گیا، رات اس بوڑھے عیسائی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ شاذلیؒ ایک بڑی جماعت کے ساتھ جنت میں تشریف لے جا رہے ہیں، اس جماعت میں اسکا بیٹا بھی ہے۔ یہ دیکھ کر بوڑھا عیسائی بھی اپنے بیٹے کے پیچھے جانے لگا، مگر اسی جگہ فرشتوں نے اسے روکتے ہوئے فرمایا کہ: تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہارا تعلق ان جانے والوں کے دین و مذہب سے نہیں ہے۔ اس وجہ سے تم انکے ساتھ نہیں جا سکتے۔

بس اسی فکر و بےچینی میں بیدار ہو گیا۔ رحمتِ خداوندی نے دستگیری فرمائی، صبح ہوتے ہی وہ جہاز کا مالک عیسائی بوڑھا بھی مسلمان ہو گیا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت شاذلیؒ کی صحبت، معیت و خصوصی دعا و توجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں روحانیت اور ولایت کے ایسے اعلیٰ مقام سے مشرف فرمایا کہ بعد والے حضرات انکی صحبت و دیدار کے واسطے تڑپتے تھے۔ یہ ہے دعائے حزب البحر کا اصل واقعہ اور شانِ ظہور۔

عارف ربانی شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کی الہامی دعا

شاذلیہ سلسلہ میں دعائے حزب البحر کو بڑی اہمیت[1] حاصل ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ یہ دعا حضرت شاذلیؒ کی الہامی تصنیف ہے، ابن بطوطہ نے اسے اپنے سفر نامہ "عجائب الاسفار" میں لکھا ہے کہ جب حضرت شاذلیؒ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، تو بحری جہاز پر سوار ہو کر روزانہ اس دعا کو پڑھ لیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ مسیح الامتؒ جلال آبادیؒ اپنی الہامی تصنیف "شریعت و تصوف" کے صفحہ ۲۲۲ پر معمولاتِ سالک کے عنوان کے تحت حضرت سے اصلاحی تعلق رکھنے والوں کے لئے تحریر فرماتے ہیں: منجملہ دیگر معمولات کے بعد نماز فجر، تلاوتِ قرآن کے بعد ایک منزل مناجات مقبول مع حزب البحر روزانہ پڑھ لیا کریں۔

دعائے حزب البحر کے اثرات

عارف باللہ حضرت شیخ مولانا شاہ محمد ہدایت علی[2]

(۱) مشائخ احمد آباد جلد ا صفحہ ۲۱۰ شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا صاحب (۲) معیار السلوک صفحہ ۲۸۴ مولانا محمد ہدایت علی جیپوری

نقشبندیؒ تحریر فرماتے ہیں: دعائے حزب البحر کو تمام طرق صوفیہ میں پڑھا جاتا ہے۔ اسکی برکتیں اور انوارات جس پر جس قدر برستے ہیں وہ خوب جانتے ہیں۔ یہ مبارک دعا نہایت مستجاب سریع التاثیر اور حل مشکلات ہے۔ اسکا ہر ہر جملہ پُر امید اور دعا سے خالی نہیں۔

اسمیں دشمنوں پر غلبہ، رزق میں برکت اور قرب خداوندی ہے۔ اس میں تسخیر ہے، غرض کہ جو بھی کام دین و دنیا کا ہو بشر طیکہ حلال و جائز ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے پڑھتے رہنے سے ضرور حل فرمادیتے ہیں۔

یہ دشمنوں کے لئے وار اور حملوں سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے

عارف ربانی حضرت شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں[1] (شہید) فرماتے ہیں، جو شخص اس دعا کو نوسو اٹھانوے مرتبہ پڑھ لیتا ہے تو وہ داخل جماعت اولیاء (اور محبوب خدا) ہوجاتا ہے۔

اس دعا کے شروع میں نَسْئَلُکَ العِصْمَةَ سے عَنْ مُطَالَعَةِ الغُيُوْبِ تک دعا کے جو الفاظ ہیں وہ طلب ولایت کرتے ہیں، اور یہ دعا (مذکورہ کلمات) دعائے حزب البحر کا نچوڑ اور مغز ہے،

حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے ہیں: میرے دادا پیر حضرت شیخ محمد خان صاحبؒ نے پیر و مرشد حضرت علی شیر خان صاحبؒ سے فرمایا تھا کہ: دعائے حزب البحر یہ دشمن کے واسطے تلوار ہے، اور دشمن کے وار سے بچنے کے لئے ڈھال ہے، اور یہی ارشاد حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا بھی ہے۔

قطب عالم[2] حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ: مجھ کو اپنے مشفق استاذ عارف باللہ حضرت مولانا محمد بخش رامپوریؒ نے حزب البحر اور دلائل الخیرات دونوں کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔

دعائے حزب البحر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حزب البحر کے فضائل کے ثبوت اور شہادت کے لئے اس سے زیادہ بڑی اور کیا چیز ہو سکتی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ جیسے مستند و مسلم محدث نے اس دعا کی بہت تعریف کی ہے اور اسکی شرح اور تاثیر پر مستقل ایک کتاب "جوامع البحر" لکھی ہے۔ اسکے علاوہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالیؒ نے بھی ایک کتاب "الداء والدواء" لکھی ہے۔ اس میں بھی اس دعائے حزب البحر کی بہت تعریف لکھی ہے۔

(۱) معیار السلوک (۲) حیاۃ حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکیؒ صفحہ ۳ مولانا مرغوب صاحب ثانی ڈیوزبری

(۲) معیار السلوک صفحہ ۱۸۰ شیخ جیپوریؒ۔

صاحب تفسیر مظہری اس دعا کو چالیس سال تک ہمیشہ پڑھتے رہے

عالم ربانی مفسر قرآن[1] حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ یہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ بڑے متبحر عالم محدث اور مفسر تھے۔ تفسیر مظہری انہیں کی لکھی ہوئی ہے۔ ان کے پیر و مرشد مرزا مظہر جان جاناں اپنے مرید باصفا، (حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ) سے یوں فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب تم کیا عمل کرتے ہو؟ یہ اس وجہ سے کہ جب تم میری مجلس (اور خدمت) میں آتے ہو تو فرشتے تمہاری تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور تمہارے بیٹھنے کے لئے جگہ خالی کر دیا کرتے ہیں۔

اتنے بڑے پائے کہ یہ ولی اور بزرگ تھے۔ انکے علاوہ انکے زہد و تقویٰ اور مقبولیت عند اللہ پر اتنا اعتماد تھا کہ انکے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر میدان حشر میں اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ دریافت فرمائیں کہ اے مرزا مظہر (صاحب) تم میرے لئے دنیا سے کیا تحفہ لیکر آئے ہو؟

تو اللہ تعالیٰ سے میں عرض کر دونگا کہ یا اللہ: میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، مگر ہاں خدایا: میں قاضی ثناء اللہ (صاحبؒ) کو لایا ہوں، یہ مقام تھا ایک مرید کا اپنے پیر و مرشد کے دل میں، یہی محدث و شیخ کامل حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ: میں اپنی زندگی کے چالیس سال تک مسلسل بلاناغہ یہ دعائے حزب البحر پڑھتا رہا ہوں۔

ہو سکتا ہے کہ اس دعائے بحر پر مداومت کی برکت سے شیخ کی مجلس میں فرشتے انکے احترام کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے ہوں، بہر حال اس واقعہ سے حزب البحر کی قدر و قیمت اور مقام کا اندازہ فرمالیں کہ یہ کتنی عظیم اور محبوب و مقبول دعا ہے کہ ایک مسلم شیخ اسے چالیس سال تک روزانہ پڑھتے رہے۔

ظالموں سے نمٹنے اور تسخیر کے لئے عمل

شیخ العرب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب[2] مہاجر مکی نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ آنعزیز کی پریشانیوں کا حال معلوم ہوا، اگر ممکن ہو تو روزانہ صرف تین مرتبہ دعائے حزب البحر اس ترتیب سے پڑھتے رہا کرو، ایک مرتبہ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر دوسری مرتبہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اور تیسری مرتبہ چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر، اس طرح پڑھتے رہنے سے اللہ تعالیٰ ہر مہم (ہر قسم کے پریشان کن حالات)

---

(۱) معیار السلوک صفحہ ۲۲۵ شیخ جیپوریؒ۔ (۲) امداد المشتاق صفحہ ۲۱۸ ملفوظات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ۔

میں کامیابی اور ہر قسم کی مشکلات سے نجات کے لئے کافی ہو جائے گا۔ اسکے علاوہ ظالموں سے نمٹنے اور تسخیر (مطیع و فرمانبردار بنانے) کے لئے بھی یہی طریقہ کافی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: شیخ العرب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ہاں حزب البحر کے عمل کا معمول تھا۔ حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ عملیات وغیرہ سے بہت بچتے رہتے تھے۔ اسکی وجہ خود حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ: اس (بحر) کے عمل میں فراخئ رزق اور دفع شر اعداء کی (خاص) خاصیت ہے، اور یہی دو چیزیں تنگئ رزق اور غلبۂ اعداء، یہ قلب کو مشوش کر کے دل کو توجہ الی اللہ سے باز رکھتی ہیں۔ سو اس نیت سے اس کا عمل (ورد) دین سے ہے۔[1]

حزب البحر پڑھنے کے منافع شیخ الاسلام محدثِ دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں: اس دعا کے بہت سے منافع ہیں۔ رزق میں کشادگی و برکت، آفات و بلیات سے حفاظت، لاعلاج امراض سے شفایابی، دشمنوں کے حملوں سے امان میں رہنے اور خاص کر نفس و شیطان کے غلبہ سے نجات، اور تسخیر وغیرہ امور کے لئے یہ بڑی مفید چیز ہے۔[2]

حضرت مولانا سید محمد اشرف علی صاحبؒ سلطان پوریؒ (ریاست کپور تھلہ، پنجاب، مجاز و خلیفہ حضرت گنگوہیؒ) فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے پیر و مرشد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کے بعد، ذکر و اذکار کے علاوہ دیگر اوراد و وظائف کی درخواست کی، تو عالم ربانی محدث گنگوہیؒ نے جو جواب تحریر فرمایا اس میں دلائل الخیرات، اور حزب البحر، ان دونوں کے پڑھتے رہنے کی مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔[3]

قطبِ عالم، محدثِ اعظم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے آپکے ایک مرید مولانا قاری فضل الرحمٰن، کچھرانویؒ صاحب نے ذکر و اذکار کے متعلق دریافت کیا، تو جواب میں حضرت مدنیؒ نے تحریر فرمایا: اپنے ذکر و اذکار اور وظائف میں حزب البحر اور دلائل الخیرات بھی شامل ہے۔ انکو بھی پڑھتے رہا کریں۔[4]

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں[5]: مکہ معظمہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ عبد

---

(۱) ماہنامہ رسالہ "الخیر" صفحہ ۱۱، جالندر اپریل ۱۹۰۲ء (۲) شیخ الاسلام کی ایمان افروز باتیں صفحہ ۸۰ مولانا ابو الحسن بارہ بنکوی (۳) مناوحشات رشیدیہ صفحہ ۸۸ مرتب مولانا حکیم نور الحسن منظور سلطان پوری صاحبؒ۔ (۴) حضرت مدنی نمبر ۸۵ در رسالہ المحرم، میرٹھ ۱۹۵۸ء (۵) زاد المتقین، تاریخ مشائخ احمد آباد جلد ۱ صفحہ ۴۰ مولانا یوسف متالا صاحب۔

الوھاب متقی (گجراتی) کی خدمت میں تین چار سال تک مجھے رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت اپنے پیر و مرشد حضرت متقیؒ نے مجھے حزب البحر کو پڑھتے رہنے کی مخصوص اجازت سے سرفراز فرمایا۔

اسے کہتے ہیں اعتدال قطب الاقطاب شیخ المحدثین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا منصفانہ ملفوظ یہ ہے۔ موصوف حزب البحر اور حزب الاعظم دونوں اورادوں کی اپنے متعلقین کو اجازت عنایت فرمایا کرتے تھے۔

مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کرتے تھے: (باوجود اس میں منافع کثیرۃ کے) انھیں اتنا انہماک یا پابندی کے ساتھ مداومت رکھنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ جس سے تلاوت قرآن کریم (ادعیۂ منصوص ومأثور) یا درس احادیثِ نبویہ وغیرہ میں کمی یا کوتاہی ہونے لگے۔

تنبیہ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: یہ دعا بیشک متبرک ہے۔ لیکن احادیث و قرآن مجید میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں ان کا رتبہ اور اثر اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔ خوب یاد رکھو۔ لوگ اس میں بڑی غلطی کرتے ہیں۔

یاد رہے: اوراد و وظائف کی اجازت حضرات مشائخ سے حاصل کرنا یہ ایک مندوب طریقہ ہے جو موجب برکت و طمانیت ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ اجازت سے سلسلہ کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات بآسانی انکے قارئین کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ تجربہ بھی اس پر شاہد ہے۔

مگر یہ اور اس قسم کے دیگر بہت سے وہ اوراد و وظائف اور ادعیہ جسکی نسبت بذریعہ احادیث، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو، اپنے بڑوں سے انکی اجازت لینے کو ضروری سمجھنا یہ شرعاً واجب نہیں۔ ہاں اجازت لینے سے قلبی اطمینان ضرور ہوتا ہے، اس لئے یہ (اجازت لینا) استحباب کے درجہ میں ہے۔

عارف شاذلیؒ کے بعد، اس موضوع پر جتنے بڑے اکابر کے نام لکھے گئے ہیں، کم و بیش سبھی نے یہ فرمایا کہ: مجھے فلاں شیخ، استاذ یا بزرگ سے اسکے پڑھنے کی اجازت ملی ہے۔ یا دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ: اس دعا پڑھنے کے لئے اجازت حاصل کرلینا یہ مناسب ہے۔ حقیقتہ و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۱) تذکرۃ الرشید حصہ ۲ صفحہ ۴۰۰ سوانح گنگوہیؒ۔ (۲) مناجات مقبول مترجم صفحہ ۱۵۸، دار الاشاعت کراچی

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو براہ راست حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کی نصبی اولادوں میں جو بڑے اور صاحب نسبت اجازت یافتہ بزرگ تھے انکی جانب سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو حزب البحر کی اجازت ملی ہے۔

شیخ الکل حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی جانب سے حزب البحر کی اجازت حضرت حاجی صاحبؒ کے نائب منظور نظر خلیفہ حکیم الامت مجدّدِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ملی۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی جانب سے حضرت کے مجاز و خلیفہ فنا فی الشیخ عارف باللہ مسیح الامت حضرت شیخ مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ اور دیگر مجاز محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کو حزب البحر کی اجازت ملی۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ اور یادگارِ سلف محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کی جانب سے راقم الحروف ناچیز خادم محمد ایوب سورتی قاسمی عفی عنہ (ماکھنگوی) کو حزب البحر کی اجازت حاصل ہے۔ حضرت شیخ مسیح الامتؒ کے علاوہ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی جانب سے بھی حزب البحر کی اجازت بفضلہ تعالیٰ خادم محمد ایوب سورتی قاسمی کو حاصل ہے۔ نیز عارف باللہ شیخ المشائخ پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ سید انور حسین صاحب لاہوری مدظلہ (مشہور بشاہ نفیس الحسینی رقم صاحب، مجاز و خلیفہ حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ) کی جانب سے بھی خادم محمد ایوب سورتی عفی عنہ کو حزب البحر کی اجازت حاصل ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اور میں (محمد ایوب سورتی قاسمی عفی عنہ) اپنی جانب سے میرے بڑے مولوی مسیح اللہ صاحب سلمہ کو مذکورہ جملہ اکابر کی جانب سے ملی ہوئی حزب البحر کی اجازت منتقل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ انکو قبول فرمائیں، انکے ظاہری، باطنی، علمی، روحانی فیوض و برکات و اثرات کو متعدی فرمائیں۔ آمین

حزب البحر کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی طرف منسوب مناجات مقبول میں لکھا ہوا ہے: ماہ صفر کی ۶-۷-۸ تاریخ کو روزے رکھے اور سنت طریقہ کے مطابق تینوں دن اعتکاف بھی کریں اور روزانہ

نوٹ: یہاں زکوٰۃ سے مراد کسی وظیفہ کا کسی خاص طریقہ سے خاص وقت میں پڑھنا ہے، اس طرح پڑھنے سے وظیفہ میں اثر و تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔

تین مرتبہ حزب البحر کو اس طرح پڑھتے رہیں:

اول چھ تاریخ کی شام نماز مغرب کے بعد دعائے حزب البحر کو ایک مرتبہ پڑھے۔ پھر نماز عشاء کے بعد ایک مرتبہ پڑھے، پھر صبح چاشت کی نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھے۔ اسی طرح روزانہ تین دن تک روزے اور اعتکاف کے ساتھ تین تین مرتبہ مذکورہ اوقات میں پڑھتے رہا کریں،

پھر تیسرے دن یعنی آٹھویں صفر کے بعد والی رات (نویں صفر کے دن مغرب کے بعد) تین چار مساکین غرباء کو اپنے ہمراہ بٹھا کر کھانا کھلائے (اگر مساکین وغیرہ نہ ملے تو اندازاً اتنی رقم خیرات کر دی جائے) اتنا عمل (زکوٰۃ ادا) کرنے کے بعد پھر روزانہ صرف ایک ایک مرتبہ حزب البحر کو کسی متعینہ وقت میں پڑھ لیا کریں،

اس دعا کا پڑھنا (زکوٰۃ کی لائن سے) ماہ صفر کی پانچویں تاریخ کی شام سے شروع ہو کر صفر کی آٹھویں دن چاشت کی نماز کے بعد ختم ہو جائے گا۔ ایامِ زکوٰۃ میں مطلوب، مقصد اور نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ہو۔

نوٹ : اگر عورت اس دعا کو پڑھنا چاہے تو وہ بھی اسی مذکورہ طریقہ کے مطابق زکوٰۃ ادا کر کے پڑھ سکتی ہے۔

اب یہاں سے حزب البحر شروع کی جاتی ہے، مگر اس دعا کے پڑھنے کا بھی ایک مخصوص طریقہ ہے جو اسی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ (دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:)

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے، فرائض، واجبات، سنن اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بعد اسے پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسکے پڑھنے والوں کو اپنے مقاصدِ حسنہ میں حسب منشاء کامیابی عطا فرمائے۔ آمین،

■ □ ■ □ ■ □ ■ □ ■ □

وہی خوش بخت ہے جسکو ملی ہے دین کی دولت　　وہ مستغنی ہے لیکر کیا کرے گا تاج سلطانی

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ ہو حاصل　　نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں　　یہی کہتے ہیں بسطامیؒ، غزالیؒ اور جیلانیؒ

(شاہ محمد احمد پرتاپ گڑھی نقشبندیؒ)

☆ دعائے حزب البحر ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ، اَنْتَ رَبِّیْ وَعِلْمُکَ حَسْبِیْ فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبِّیْ وَ نِعْمَ الْحَسْبُ حَسْبِیْ، تَنْصُرُ مَنْ تَشَآءُ وَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعِصْمَۃَ فِی الْحَرَکَاتِ وَالسَّکَنَاتِ وَ الْکَلِمَاتِ وَ الْاِرَادَاتِ وَ الْخَطَرَاتِ مِنَ الظُّنُوْنِ وَالشُّکُوْکِ وَ الْاَوْھَامِ السَّاتِرَۃِ لِلْقُلُوْبِ عَنْ مُطَالَعَۃِ الْغُیُوْبِ، فَقَدِ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِیْداً، (اس جگہ داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرے)

وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ، وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا غُرُوْراً، فَثَبِّتْنَا وَ انْصُرْنَا (اس جگہ پڑھتے وقت دل میں مطلب کا خیال کرے)

وَ سَخِّرْ لَنَا ھٰذَا الْبَحْرَ کَمَا سَخَّرْتَ الْبَحْرَ لِسَیِّدِنَا مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ سَخَّرْتَ النَّارَ لِسَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ سَخَّرْتَ الْجِبَالَ وَ الْحَدِیْدَ لِسَیِّدِنَا دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ الرِّیَاحَ وَ الشَّیَاطِیْنَ وَ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ لِسَیِّدِنَا سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ سَخَّرْتَ الْمُلْکَ وَ الْمَلَکُوْتَ وَ الْعَوَالِمَ کُلَّھَا لِسَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ، وَ سَخِّرْ لَنَا کُلَّ وَزِیْرٍ وَّ اَمِیْرٍ وَّ رَعِیَّۃٍ وَّ سَخِّرْ لَنَا کُلَّ بَرٍّ وَّ فَاسِقٍ وَّ فَاجِرٍ، وَ سَخِّرْ لَنَا کُلَّ بَحْرٍ ھُوَ لَکَ فِی الْاَرْضِ وَ السَّمَآءِ وَ الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ وَ بَحْرِ الدُّنْیَا وَ بَحْرِ الْاٰخِرَۃِ، وَ سَخِّرْ لَنَا کُلَّ شَیْءٍ یَا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ بِحَقِّ کٓھٰیٰعٓصٓ کٓھٰیٰعٓصٓ کٓھٰیٰعٓصٓ (تین بار پڑھے پہلی مرتبہ پہلے حرف کے ساتھ داہنے ہاتھ کی چھنگلیا

(چھوٹی انگلی) بند کرے دوسرے حرف کے ساتھ اسکے پاس والی انگلی اور تیسرے حرف کے ساتھ بیچ کی انگلی اور چوتھے حرف کے ساتھ انگلی شہادت اور پانچویں حرف کے ساتھ انگوٹھا بند کرے، دوسری مرتبہ اس کلمہ کے ساتھ اسی ترتیب سے انگلیاں کھولدے، اور تیسری مرتبہ کلمہ پڑھے تو اسی ترتیب سے انگلیاں پھر بند کرے۔ پھر پڑھے:

اُنْصُرْنَا (یہاں پہلی انگلی یعنی چھنگلیا کھولدے) فَاِنَّکَ خَیْرُ النَّاصِرِیْنَ ○

وَافْتَحْ لَنَا (یہاں اسی ترتیب سے دوسری انگلی کھولدے) فَاِنَّکَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ ○

وَاغْفِرْ لَنَا (یہاں تیسری یعنی بیچ کی انگلی کھولدے) فَاِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ ○

وَارْحَمْنَا (یہاں انگلی شہادت کھولدے) فَاِنَّکَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ ○

وَارْزُقْنَا (یہاں انگوٹھا کھولدے) فَاِنَّکَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ ○

وَاحْفَظْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْحَافِظِیْنَ ۔ وَاھْدِنَا وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ، وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رِیْحًا طَیِّبَۃً کَمَا ھِیَ فِیْ عِلْمِکَ وَانْشُرْھَا عَلَیْنَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِکَ وَاحْمِلْنَا بِھَا حَمْلَ الْکَرَامَۃِ مَعَ السَّلَامَۃِ وَالْعَافِیَۃِ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ لَنَا اُمُوْرَنَا (۳ بار کہے اور دل میں اپنے مطلب کا تصور کرے) مَعَ الرَّاحَۃِ لِقُلُوْبِنَا وَاَبْدَانِنَا وَالسَّلَامَۃِ وَالْعَافِیَۃِ فِیْ دِیْنِنَا وَدُنْیَانَا وَکُنْ لَنَا صَاحِبًا فِیْ سَفَرِنَا وَخَلِیْفَۃً فِیْ اَھْلِنَا وَاطْمِسْ عَلٰی وُجُوْہِ (وجوہ پڑھتے وقت دشمن کی تباہی کا تصور کرے اور داہنے ہاتھ کی مٹھی باندھ کر زمین پر مارے اور کھولدے) اَعْدَائِنَا وَامْسَخْھُمْ عَلٰی مَکَانَتِھِمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ الْمُضِیَّ وَلَا الْمَجِیْءَ اِلَیْنَا، وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰی اَعْیُنِھِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ، وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰھُمْ عَلٰی مَکَانَتِھِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ○

یٰسٓ ۝ یٰسٓ ۝ یٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّآ اُنْذِرَ آبَاؤُھُمْ فَھُمْ غَافِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلاً فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدّاً وَّ مِنْ خَلْفِھِمْ سَدّاً فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ (تین بار کہے اور یہاں دل میں اپنے دشمنوں کی بربادی کا خیال کرے اور ہر بار الٹا (بایاں) ہاتھ زمین پر مارے)

وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْماً ، طٰسٓ طٰسٓمٓ حٰمٓعٓسٓقٓ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ ۝ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ (یہ کلمہ حٰمٓ سات مرتبہ پڑھا جاتا ہے، پہلی مرتبہ پڑھ کر داہنی طرف پھونک مارے، اور دوسری بار پڑھ کر بائیں طرف، تیسری بار پڑھ کر سامنے، چوتھی بار پڑھ کر پیچھے، پانچویں بار پڑھ کر اوپر، چھٹی بار پڑھ کر نیچے اور ساتویں بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر اندر کی طرف دم کر کے سارے بدن پر مل لے) حٰمٓ الْاَمْرُ وَجَآءَ النَّصْرُ فَعَلَیْنَا لَا یُنْصَرُوْنَ حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ بَابُنَا تَبَارَکَ حِیْطَانُنَا یٰسٓ سَقْفُنَا کٓھٰیٰعٓصٓ (یہاں داہنے ہاتھ کی انگلیاں چھنگلیاں سے شروع کر کے انگوٹھے پر بند کرے ترتیب وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے)

کِفَایَتُنَا حٰمٓعٓسٓقٓ (یہاں انگلیاں اسی ترتیب سے کھولدے جس طرح بند کی تھیں)

حِمَايَتُنَا آمِينَ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سِتْرُ الْعَرْشِ مَسْبُولٌ عَلَيْنَا وَعَيْنُ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ إِلَيْنَا وَبِحَوْلِ اللّٰهِ لَا يُقْدَرُ عَلَيْنَا (سِتْرُ الْعَرْشِ سے عَلَيْنَا تک سات بار پڑھے) وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيطٌ ـ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ○

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا ـ وَّ هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○ (فَاللّٰه سے رَاحِمِین تک تین بار پڑھے)

إِنَّ وَلِيِّ ـَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (یہ آیت تین بار پڑھے)

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ـ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (سات بار پڑھے)

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (تین بار پڑھے)

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ (تین بار پڑھے)

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ آمِين اَللّٰهُمَّ آمِين

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِينَ

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ○

★★★★ ❑❑❑ ★★★★

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ دہلوی (بستی نظام الدین، دہلی) کی مراد آباد کے تبلیغی اجتماع میں کی جانے والی آخری عالم گیر جامع دعا

(منقول از: ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ صفحہ ۱۹۱، حضرت مولانا یوسفؒ نمبر ۱۳۸۵ھ)

جن لوگوں نے حضرت مولانا مرحومؒ کو دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہیں سنا، وہ تو بالکل اندازہ نہیں کر سکتے کہ کسی کا دعا میں یہ حال بھی ہوتا ہے، اور کوئی اس طرح مجسم دعا بن کے بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو جن نعمتوں سے نوازا تھا، ان میں سے ایک عظیم ترین نعمت حقیقت دعا بھی تھی........... ہماری بڑی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندہ نے کسی اجتماع میں مولانا کی دعا کو لفظ بلفظ لکھا ہوا ہو وہ ہم کو مل جائے۔ لیکن اس کی امید اس لئے نہ تھی کہ انکی دعا کے وقت ہر شخص اپنے امکان کی حد تک ظاہر و باطن سے انکی دعا میں شریک ہونا چاہتا تھا، اس لئے جو حضرات تقریروں کا لفظ بلفظ لکھنا چاہتے تھے وہ دعا کا ایک لفظ بھی نہیں لکھ پاتے تھے........... لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ ہمیں معلوم ہوا کہ مراد آباد کے آخری اجتماع میں آپ کی دعا کے وقت ایک صاحب نے رکارڈ مشین لگا کر آپکی دعا کو رکارڈ کر لی تھی، اسکی مدد سے آپکی دعا لفظ بلفظ قلمبند کر لی گئی، اور وہ بالکل حضرت مولانا مرحومؒ کے الفاظ ہی میں، تحریر کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ مراد آباد کے ان احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کو اہتمام اور محنت سے قلمبند کر کے مرحمت فرمایا، دعا میں جو الفاظ مکرر سہ کرر ہیں وہ اصل دعا میں اسی طرح تھے۔

(درود شریف کے بعد بالجہر دعا اس طرح شروع فرمائی):

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. الٓمّٓ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ عَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ، یَا اَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ. یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ. یَا رَبَّنَا یَا سَیِّدَنَا یَا مَوْلٰنَا وَ یَا غَایَۃَ رَغْبَتِنَا یَا خَالِقَ اَنْفُسِنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا. وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ. رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ. اَللّٰهُمَّ
مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ. اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ
قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ. اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ. يَا
مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ. يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى
دِيْنِكَ. يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِيَنَا وَ
جَوَارِحَنَا بِيَدِكَ. لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا. فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ بِنَا. فَكُنْ اَنْتَ وَلِيَّنَا
وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ. اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا
وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ. اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَ حُبَّ رَسُوْلِكَ وَ حُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنَا
حُبُّهٗ عِنْدَكَ وَ الْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنَا حُبَّكَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيَّ
وَ اجْعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَاءِ عِنْدِيْ. اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا.
وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ. سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ
الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ
مَغْفِرَتِكَ. وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ اَللّٰهُمَّ لَا
تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ. وَ لَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَ لَا كَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهٗ وَ لَا ضُرًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ

وَلَا حَاجَةً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا وَيَسَّرْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. اِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَفِيْ اَنْفُسِنَا لَكَ رَبِّ فَذَلِّلْنَا وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا. وَمِنْ سَيِّئِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنَا وَعَلٰى صَالِحِ الْاَخْلَاقِ فَقَوِّمْنَا وَعَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ فَثَبِّتْنَا. وَعَلَى الْاَعْدَاءِ اَعْدَائِكَ اَعْدَاءِ الْاِسْلَامِ فَانْصُرْنَا. اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا وَلَا تَنْصُرْ عَلَيْنَا. اَللّٰهُمَّ اَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا. اَللّٰهُمَّ اٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا. اَللّٰهُمَّ اُمْكُرْ لَنَا وَلَا تَمْكُرْ عَلَيْنَا. اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا. اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا لِلْاِسْلَامِ. اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ الْمُهْتَدِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا.

اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْهُمْ مَرَاشِدَ اُمُوْرِهِمْ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ دُعَاةً اِلَيْكَ وَاِلٰى رَسُوْلِكَ. اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُمْ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِكَ. اَللّٰهُمَّ اَوْزِعْهُمْ اَنْ يَّشْكُرُوْا نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. وَاَنْ يُّوْفُوْا بِعَهْدِكَ الَّذِيْ عَاهَدْتَّهُمْ عَلَيْهِمْ. اَللّٰهُمَّ انْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اِلٰهَ الْحَقِّ اٰمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ اهْدِ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ. اَللّٰهُمَّ اهْدِ هٰذَا الْمُلْكَ. اَللّٰهُمَّ اهْدِ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةَ. اَللّٰهُمَّ اهْدِ النَّاسَ جَمِيْعاً. اَللّٰهُمَّ اهْدِ النَّاسَ جَمِيْعاً. اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِصَنَادِيْدِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ. اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَشِدَّائِهِمْ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَهُمْ. اَللّٰهُمَّ خُذْ مُلْكَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ. اَللّٰهُمَّ قَلِّ اَسْلِحَتَهُمْ. اَللّٰهُمَّ اَهْلِكْهُمْ كَمَا اَهْلَكْتَ عَاداً وَّ ثَمُوْدَ. اَللّٰهُمَّ خُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْحَبِيْبِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. اَللّٰهُمَّ اَخْرِجِ الْيَهُوْدِيَّةَ وَالنَّصْرَانِيَّةَ وَالْمَجُوْسِيَّةَ وَالشُّيُوْعِيَّةَ وَالشِّرْكَ عَنْ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ. يَا مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا بِالْاِمَامِ الْعَادِلِ وَالْخَيْرِ وَالطَّاعَاتِ وَاتِّبَاعِ سُنَنِ الْمَوْجُوْدَاتِ. اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُمْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى. وَاجْعَلْ اٰخِرَتَهُمْ خَيْراً مِّنَ الْاُوْلٰى. اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ

فِی مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبِھَا. اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ اَللّٰھُمَّ اَعْلِ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْمَمْلَکَۃِ الْھِنْدِیَّۃِ وَ غَیْرِھَا مِنَ الْمَمَالِکِ الْمُلْحِقَۃِ. اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ وَ الْفَوْزَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ. اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ. اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا. مَآ اَبْقَیْتَنَا. اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ. اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ. اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا وَ اَوْلَادَنَا وَ اَحْبَابَنَا وَ اَقَارِبَنَا وَ جَمِیْعَ الْمُبَلِّغِیْنَ وَ الْمُعَلِّمِیْنَ وَ الْمُتَعَلِّمِیْنَ عَنِ الْفَوَاحِشِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ وَ جَنِّبْنَا الْحَرَامَ حَیْثُ کَانَ وَ اَیْنَ کَانَ وَ عِنْدَ مَنْ کَانَ. وَ حُلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ اَھْلِہٖ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَ الْجَنَّۃَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ. وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ، وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَ الْمَغْرَمِ

وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَوْتِ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِراً۔ اَللّٰهُمَّ تَثْبِیْتاً کَتَثْبِیْتِ مُوسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اَللّٰهُمَّ تَثْبِیْتاً کَتَثْبِیْتِ مُوسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اَللّٰهُمَّ وَاقِیَةٌ کَوَاقِیَةِ الْوَلِیْدِ۔ اَللّٰهُمَّ وَاقِیَةٌ کَوَاقِیَةِ الْوَلِیْدِ۔ اَللّٰهُمَّ نَصْراً کَمَا نُصِرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ نُصِرَ اَصْحَابُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ نَصْراً کَمَا نُصِرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ نُصِرَ اَصْحَابُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ نَصْراً کَمَا نُصِرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ نُصِرَ اَصْحَابُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ یا اللہ ہماری لغزشوں کو معاف فرما۔ اے اللہ ہم قصوروار ہیں، ہم خطاکار ہیں ہم گنہگار ہیں ہم مجرم ہیں۔ ہماری ساری زندگی خواہشات کی اتباع میں گزر گئی۔ اے خداوند قدوس ہم دنیا کو سامنے رکھ کر اس سے متاثر ہوئے۔ اور اسی کے یقین میں جذب ہوگئے۔ اور اسی کے طالب بن گئے۔ اور اسی کے اندر اپنی ساری صلاحیتوں کو ہم نے ضائع کر دیا۔ اے خدا ہماری محنت کے بگڑ جانے کے اس جرم عظیم کو معاف فرما۔ جس جرم عظیم سے ہزاروں خرابیاں ہم میں پیدا ہو گئیں۔ اور ہزاروں ہمارے اندر کی دولتیں لٹیں۔ اے خدا اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا جرم عظیم ہیں۔ ساری امت کے اس جرم عظیم کو معاف فرما۔ اے خدا ساری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جرم عظیم کو معاف فرما۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس محنت پر ڈال کر گئے اس محنت کو چھوڑ کر ان محنتوں میں الجھ گئے جن محنتوں سے نکال کر دہ گئے تھے۔ اے خدا اس محنت کا بدلنا یہ ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ اس کو خصوصیت کے ساتھ معاف فرما۔ اور اس محنت کو چھوڑ دینے کی بناء پر جتنے جرائم میں ہم مبتلا ہوئیں، ایک ایک جرم کو اپنے کرم سے معاف فرما، اور ایک ایک

عصیاں کو معاف فرما۔ ایک ایک گناہ کو معاف فرما۔ اے اللہ کمائیوں کی لائن کی ہماری عصیاں اور خرچ کے لائن کی ہماری عصیاں اور معاشرت کے لائن کی ہماری عصیاں اے اللہ ہر لائن میں ہم عصیاں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اے اللہ نکلنے کی ہمارے لئے کوئی صورت نہیں۔ ڈوبا ہوا خود کہاں نکل سکتا ہے؟ جو ڈوبا نہیں ہے وہی نکال سکتا ہے۔ اے خدا ہم سب ڈوبے ہوئے ہیں، اور تو ہی نکالنے والا ہے۔ اے اللہ، عصیاں کے دریاؤں میں سے ہم کو نکال لیں۔ اپنے فضل سے نکال دے، اپنے کرم سے نکال دے، اے کریم نافرمانیوں کے دریاؤں میں سے اپنے کرم سے نکال دے۔ اے اللہ اپنے رحمت کی رسی ڈال اور ہمیں کھینچ لے۔ اور ہمیں عصیاں کے دریاؤں میں سے نکال دے۔ اور ہمیں طاعت کی سڑکوں پر ڈال دے۔ اے اللہ ہمیں قربانیوں کی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہونچا دیں۔ اے اللہ ہمیں دین کی محنت کے لئے قبول فرما۔ ہم سب کو دین کی محنت کے لئے قبول فرما۔ اور اے اللہ سو فیصد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی محنت کے لئے قبول فرمالیں۔ دین کی محنت کے لئے ایمان کی محنت کے لئے عبادت کی محنت کے لئے، ذکر کی محنت کے لئے، اخلاق کی محنت کے لئے، نمازوں کی محنت کے لئے حج کی محنت کے لئے، روزوں کی محنت کے لئے، زکوٰۃ کی محنت کے لئے، ان سارے فرائض و عبادات کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقے پر آجانے کے لئے ہم سب کو اس کی پوری پوری توفیق و محنت نصیب فرمادے۔ اے اللہ، اے اللہ ہماری زندگی کے شعبوں کی بدعملیوں کو بھی دور فرما۔ کمائی کی بدعملیوں کو دور فرما، اور کمائی کے اعمال صالح کو زندہ فرما۔ گھر کی زندگیوں کی بدعملیوں کو دور فرما، اور اعمال صالحہ کو گھریلو زندگیوں میں زندہ فرما، معاشرت کی بدعملیوں کو ختم فرما، اے اللہ عدل و انصاف والے اعمال کو ہماری معاشرت میں زندہ فرما، اے اللہ ہمیں نیک اعمال سے آراستہ فرمادے۔ اور برے اعمال سے ہم کو نکال دے، اے خداوند قدوس جس قسم کے زمانے میں تو نے اس تبلیغ کے ذریعہ اس کلمہ و نماز پر محنت کی صورت پیدا فرمادی، اور ہمارے تمام دوستوں کو اس پر جمع ہونے کی اور کہنے سننے کی اور اپنے راہ میں نکلنے کی توفیق دی، اے اللہ جب تو نے اپنا کرم فرماکر اس کام کے کہنے سننے کا رخ پیدا فرمادیا، اور اس کام کی نقل و حرکت کا رخ پیدا فرمادیا، اے کریم اپنے کرم سے سب کو قبول فرمالے، اور ان سب کی ایسی تربیت فرما کے یہ نقل و حرکت تجھے پسند آجائے، تو ہی اپنے کرم سے اس تربیت

کی اور نقل و حرکت کی، تربیت فرما، تو ہی مربی ہے۔ تو ہی تربیت کرنے والا ہے۔ تو ہی تزکیہ کرنے والا ہے۔ اور تو ہی پاک و صاف کرنے والا ہے۔ اے اللہ اس نقل و حرکت کو قبول فرما، اے اللہ اس نقل و حرکت کو قبول فرما۔ اے اللہ اس نقل و حرکت کو قبول فرما، (انتہائی رقّت کے ساتھ) اے خدا انکو اخلاص نصیب فرما، اے اللہ انکو اخلاص نصیب فرما، اے اللہ ہم سب کو اخلاص نصیب فرما، اے اللہ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین نصیب فرما، ہم سب کو یقین نصیب فرما، ہم سب کو اپنے وعدوں پر یقین نصیب فرما۔ یا اللہ ہمارے عقیدوں کو درست فرمادیں، اور اس محنت کے لئے ہمارے اندر وہ جذبات پیدا فرمادے اے خدا جن قربانیوں سے، اے اللہ یہ منی کے گندے قطرے کا بنا ہوا انسان تیرا دوست بن جاتا ہے اور جن قربانیوں سے تیرا محبوب بن جاتا ہے، اے خدا ان قربانیوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے۔ اے اللہ جس کرم سے تو نے یہ کام اٹھایا اب اس کام کو تکمیل تک پہونچادے، اس کام میں لگنے والوں میں دنیا کی رغبت ان کے دلوں سے نکال دے۔ ملک و مال کی رغبت انکے دلوں سے نکال دے۔ اقتدار کی ہوس انکے دلوں سے نکال دے۔ دنیا کے نقشے کے بارے میں بے رغبتی انکے دلوں میں پیدا فرمادے۔ موت کی حقیقت ان کو عطا فرما، قناعت کی دولت انکو نصیب فرما، اے اللہ صبر و اخلاص، مجاہدے کی طاقت انکو نصیب فرما،

اے خدا جس مجاہدے پر انسان اندر سے تیرے انوارات سے جگمگا جاتا ہے اور تیرے صفات اخلاق ان اعلیٰ مجاہدوں پر اے اللہ ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور اخلاق کی چوٹیوں پر انسان پہونچ جاتا ہے، اے اللہ وہ مجاہدے کی دولت ہم سب کو نصیب فرما، اے اللہ جس طرح تو نے یہ کام اٹھایا، اس کام کو ہدایت کے پوری دنیا میں آجانے کا اس کام کو سو فیصد ذریعہ قرار دیدے، اے اللہ سارے انسانوں کے لئے اور سارے ملکوں کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے ہدایت ملنے کا سبب اس کو قرار دیدے، سارے زمانوں قوموں، ملکوں میں اس محنت کے پہونچنے کے لئے قبول فرمالے، اور یا اللہ ہدایت عام فرما، ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو، ہمارے رشتہ داروں کو اور اس کام میں لگنے والوں کو انکے متعلقین اور رشتہ داروں کو، اور ان سے تعلق اور محبت رکھنے والوں کو اس ہدایت میں سے نصیب فرما جو تو مجاہدین کو ہدایت دیا کرتا ہے۔ اور تو داعیوں کو ہدایت دیا کرتا ہے، اور جو تو نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے ساتھیوں کو ہدایت نصیب فرمائی تھی، اور تو

نے انبیاء سابقین کو اور اولیاء اللہ کو ہدایت و قربانی عطا فرمائی تھی اے اللہ اس ہدایت سے ہم سب کو بھرپور حصہ نصیب فرما، اے اللہ ان خالی ہاتھوں کو اپنے کرم سے بھر دے۔ اور ان خالی دلوں کو اپنے کرم سے بھر دے۔ اپنے عشق سے اور اپنی محبت سے ہدایت کا فرمان ہمارے لئے فرما دے۔

یا اللہ پوری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اے اللہ اے اللہ جو انہیں ضلالت کی طرف کھینچے، انکے ہاتھوں سے انہیں چھوڑا دیں، اور جو انہیں ہدایت کی طرف کھینچے انکے ہاتھوں کی طرف انکو منتقل کر دے۔ اے خدا اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ، مشرکین و ملحدین کے ہاتھوں سے چھڑا دے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر انکو کھڑا کر دے، یا اللہ انکے یقینوں کو ٹھیک کر، انکو ہدایت نصیب فرما، انکو ایمان کی قوت نصیب فرما، انکو علوم نبوتیہ کا استقبال نصیب فرما، اسلام کی دولت انکے سینوں میں اتار دے۔ اور اپنا ذکر انکے دلوں کو نصیب فرما دے، اور دنیا کی بے رغبتی نصیب فرما کر علم دین سیکھنے کے مطابق زندگی گزارنے کی ہدایت نصیب فرما۔ عام انسانوں کو ہدایت نصیب فرما، اس ملک کے بسنے والوں کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ اس ملک کے حاکم و محکوم کو، یہاں کی اقلیت و اکثریت کو، اے اللہ اس راستہ کی ہدایت نصیب فرما۔ اے اللہ، درندوں کی اور اژدہوں کی قسم سے جتنے انسان اور درندے انسان ہیں اور جن کو تجھے انسانیت سے نوازنا ہی نہیں اے خدا ایسوں کو چُن چُن کر ہلاک فرما۔ ایسے لوگوں کی زمینوں کو اس کے لئے پھاڑ دے، ایسوں کے مکانوں کو ان پر ڈھا دے۔ ایسوں سے اپنی نعمتوں کو چھین لیں، ایسی عبرت ناک سزائیں عطا فرما کہ دنیا دیکھ لیں کے جو اپنی انسانیت کو بگاڑتا ہے خدا اسکی صورتوں کو اس طرح بدلتا ہے، اے خدا ظالم ترین مفسد ترین انسانوں کو چُن چُن کر ہلاک فرما۔ جن ناکوں کی ہدایت سے قوموں اور ملکوں میں ہدایت آجائے انکو ہدایت نصیب فرما، اور جن ناکوں کی اے اللہ ہلاکت سے قوموں اور ملکوں کے ضلالت و فساد ختم ہوجائے اے اللہ اس کو چُن چُن کر ہلاک فرما دے، اے خدا لوٹ کھسوٹ کے ماحول کو ختم فرما، ظلم و ستم کے ماحول کو ختم فرما، عدل و انصاف کے ماحول کو قائم فرما، علم و ذکر کے ماحول کو قائم فرما، خدمت خلق کے ماحول کو قائم فرما، تعاون و ہمدردی و محبت کے ماحول کو قائم فرما،

اے اللہ ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما، ہمارے مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی کے اسباب مہیا فرما، ہمارے محتاجوں کی حاجتوں کو پورا فرما، ہمارے بیماروں کو تندرستی عطا فرما۔

جو آنکھ کے بیمار ہیں انکو آنکھ کی شفاء عطا فرما، یا اللہ جو معدے کے بیمار ہیں انکو معدے کی شفا عطا فرما، اور بقیہ جتنے آدمیوں نے اس جلسہ میں ہم سے دعاؤں کے لئے کہا، یا آج تک اس سے پہلے ہم سے دعاؤں کو کہا، یا آئندہ ہم سے وہ دعاؤں کو کہیں، یا اللہ ان سب کی حاجتوں کو پورا فرما، اور سب کی پریشانیوں کو ختم فرما۔

اے اللہ! اس جلسہ کو سارے ہی انسانوں کے لئے اور سارے ہی مسلمانوں کے لئے انتہائی باعث خیر و برکت، باعث رشد و ہدایت، باعث لطف و رفعت اور باعث فلاح و فوز، اپنے لطف و کرم سے فرما، ہماری دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔ ان نکلنے والوں کو اپنے کرم سے قبول فرما۔

آمین۔ و صلی اللہ علی النبی الکریم۔ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

برحمتک یا ارحم الراحمین

★★★★★★★★

وقت کے مسیحا کی درد بھری آواز

سیدنا مسیح الامتؒ نے فرمایا: جسکا خلاصہ یہ ہے کہ: اے میرے مسلمان احبابو! اپنی اولاد (لڑکا یا لڑکی) خدا نخواستہ چاہے کتنی ہی بے راہ روی (گمراہی) اختیار کرلے، مگر خود اسے اپنے گھر سے نہ نکالدو، اسکی ہدایت کے لئے دعائیں کرتے رہو، خدا نے چاہا تو دیر سویر اسکے راہ یاب ہونے کی امید ہے۔

آج تو وہ نافرمان یا گستاخ ہے، مگر وہ گھر میں ہے، جس کی وجہ سے ایمان کے تحفظ کی امید ہے۔

مگر خدا نخواستہ ناراض یا غصہ میں آکر اسے گھر سے نکالدیا تو پھر وہ کہیں غیروں کی باہوں میں جاکر ایمان ہی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں، اور اسکی باز پرس ہم سے ہو، اس لئے سہار اور تحمل سے کام لیا جائے۔

(ناقل و سامع محمد ایوب سورتی عفی عنہ)

ستائیسویں فصل

☆ فضائلِ ختمِ خواجگان، کلمہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ کے فضائل، بعض دعاؤں کے متعلق شبہات مع جوابات، دعا کے متعلق چند اشعار ☆

اس سے پہلے فضائل جمعہ کے نام سے فصل گزر چکی، اب یہاں پر مذکورہ موضوعات کے متعلق بہت ہی مفید اور کار آمد باتیں لکھی جارہی ہیں، جنکے مرقومہ عنوانات یہ ہیں: ختمِ خواجگان مشائخ چشتیہ کے آئینے میں، خانقاہ تھانا بھون اور ختم خواجگان، اذان کے جواب میں لاحول پڑھنے کی حکمت، محدث دہلویؒ کا آبائی مجرب عمل، اصحابِ بدریین کے فضائل مع برکات، اس کلمہ کی برکت سے قیدی کو رہائی مل گئی، اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لانے والا بہترین وظیفہ وغیرہ جیسے وظائف، بخاری و مسلم شریف جیسی کتابوں سے اخذ کرنے کے علاوہ اکابرین امت کے نادر مجرب عملیات بھی اس اخیری فصل میں لکھدیئے گئے ہیں۔

★ یاارحم الراحمین ★

محض اپنے فضل و کرم سے اس پوری کتاب کو قبول فرماکر ہمیں اور امتِ مُسلِمہ کو ہمیشہ سنت طریقہ کے مطابق دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔

یااللہ! میں تیرا بہت ہی گنہگار بندہ ہوں، اس کتاب کے لکھنے میں لغزشیں، خطائیں، یا کمی بیشی ضرور ہوئی ہوگی یا اللہ آپکی صفات ستاری و غفاری کا واسطہ مجھے معاف فرمادے اے میرے مالک۔ آمین یارب العٰلمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆ تمت بالخیر ☆

پہلا باب: ☆ فضائل ختم خواجگان ☆

بعد حمد وصلوٰۃ: اب یہاں سے اکابرین امت کے معمولات میں سے ایک عمل خیر جسکو فن تصوف کے سلاسل اربعہ میں سے ہر سلسلہ کے مشہور مشائخ، انفرادی، اجتماعی، ملکی اور عالمی پریشان کن حالات، مصائب و مشکلات وغیرہ مواقع میں اس پر عمل پیرا ہوکر (یا اسکا ایصال ثواب کر کے بزرگان دین کے وسیلے سے) دعائیں مانگ کر آزمائش و ابتلاء سے نجات اور مقاصد حسنہ میں کامیابیاں حاصل فرماتے رہے ہیں۔ اسکا نام ختم خواجگان ہے۔

فضائل ختم خواجگان یوں تو ختم خواجگان کا سلسلہ صدیوں پرانا ہے، متقدمین میں سے حضرت امام جعفر صادقؒ، عارف ربانی شیخ بایزید بسطامیؒ، عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ، عالم ربانی شیخ سرہندی مجدد الف ثانیؒ، مرزا مظہر جان جاناںؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جیسے آفتاب و مہتاب نما ائمۂ تصوف اور پابند شرع علماء ربانی ختم خواجگان کے قائل اور عامل ہو گزرے۔

انکے علاوہ متاخرین میں سے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ اور قطب الاقطاب شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ وغیرہ جیسے متبع سنت و شریعت کی خانقاہوں میں بار بار اور عرصۂ دراز تک اجتماعی طور پر ختم خواجگان کی صدائیں گونجتی رہیں، اور یہ سلسلہ جاری رہا ہے،

صرف تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے لیکر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعد بھی مجموعی طور پر کم و بیش ڈیڑھ سو ۱۵۰ سال تک ختم خواجگان کا ورد جاری رہا ہے۔ اور اب بھی ہمارے بعض مشائخ کے ہاں بہت سی جگہ یہ سلسلہ جاری ہے۔

اس لئے ختم خواجگان کے پڑھنے یا پڑھتے رہنے میں کسی قسم کا اشکال پیدا کرنا یا شک و شبہ میں مبتلا ہونا یہ کم علمی یا نادانی یا اکابرین امت سے بدظنی مول لینے کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ختم خواجگان اور مشائخ نقشبندیہ نقشبندیہ، چشتیہ، اور قادریہ وغیرہ سلاسل کے اکابرین کے ہاں قدرے تفاوت کے ساتھ صدیوں سے ان اوراد کے بعد مقاصد میں کامیابی کے لئے دعائیں ہوتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ اب یہاں پر لفظ خواجہ کی پہلے مختصر سی تشریح کرتا چلوں:

لفظ خواجہ، یہ مختلف اوقات میں، مختلف امور و اشخاص کے لئے مستعمل ہوتا ہوا چلا آیا ہے مگر

یہاں خواجہ کے معنی شیخ اور پیر و مرشد کے ہیں۔ خواجہ واحد کا صیغہ ہے اور خواجگان یہ جمع کا صیغہ ہے ختم خواجگان یعنی اہل اللہ و بزرگانِ دین کی طرف منسوب (جائز) اوراد، اذکار اور وظائف کے معمولات کا (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) انفرادی یا اجتماعی طور پر ادا کرنا۔

(۱) حضرت شیخ محمد بن علیؒ نے خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، عارف باللہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ اور آپکے پیروکار نقشبند مشائخ کی آراء اور تجربات یہ ہیں کہ: آفات و بلیات، مصائب و مشکلات سے نجات، بیماریوں سے شفا یابی، حاجت روائی اور مرادوں وغیرہ میں کامیابی حاصل کرنے اور حاسدین، مخالفین اور معاندین کے فتن سے نجات حاصل کرنے کے لئے ختم خواجگان کا ورد بہت مفید و مجرب ہے۔

(۲) عارفِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کی خانقاہ میں ختمِ خواجگان کا معمول رہا (۳) شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ختم خواجگان کا ورد بڑا مجرب ہے (۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خانقاہ (تھانا بھون) میں حضرت کی موجودگی میں چشتیہ طریقہ کے مطابق کافی لمبے عرصہ تک ختم خواجگان پڑھا جاتا رہا (۵) ولئ کامل مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے ہاں ختم خواجگان پڑھنے کے بعد نقشبندیہ سلسلہ کے اکابرین کی ارواحوں کو اسکا ثواب بخش دیا جاتا تھا۔ اسکے بعد انکے وسیلے سے دعائیں کی جاتی تھی (۶) نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ بھوپالی اپنی کتاب الداء والدواء میں تحریر فرماتے ہیں: ختم خواجگان جس نیت و ارادہ سے پڑھا جائے گا۔ ان مقاصد میں کامیابی حاصل ہوگی۔ (۷) قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ کی خانقاہ میں مصائب سے نجات اور مقاصد حسنہ میں کامیابی کی نیت سے عرصۂ دراز تک یہ ورد پڑھا جاتا تھا (۸) جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں بھی بعد نماز عصر یہ ورد پڑھا جاتا رہا۔ اس مجلس میں بسا اوقات قطب الاقطاب شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ خود بھی شرکت فرماتے رہے اور جملہ مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے لئے ختم خواجگان کے بعد خصوصی دعائیں کی جاتی رہیں۔

حضرت تھانویؒ اور ختم خواجگان

عارف باللہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ اشرف السوانح میں تحریر فرماتے ہیں بہ اشارہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ، رفاہ عام کے لئے نیز مساکین مقیمین خانقاہ کی اعانت کی مصلحت سے روزانہ بعد نماز عصر ختم خواجگان کا وظیفہ پڑھا جاتا رہا ہے

(۱، ۲، ۳) رسالہ ختم خواجگان صفحہ ۹۔ ۱۲ جامعہ حسینیہ راندیر، گجرات، انڈیا (۴) اشرف السوانح جلد ۲ صفحہ ۲۲۳

جس میں بعض شرائط مناسبہ پر مساکین خانقاہ شریک وظیفہ ہوتے ہیں، ایسے سب صاحبوں کے لئے وظیفہ (ختم خواجگان) ختم ہونے کے بعد روزانہ نام لے لے کر انکی حاجت مطلوبہ کی دعائیں مانگی جاتی تھی، آگے اسکے متعلق پورے ایک صفحہ پر مسائل کے اعتبار سے اسکی تفصیل وتشریح لکھی گئی ہے۔

اور انگریز مقدمہ ہار گیا شیخ المشائخ حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ[1] نے فرمایا متحدہ ہندوستان میں ایک مرتبہ انگریز نے ظلماً ایک مسلم ریاست کو ضبط (قبضہ) کر لیا تھا، ریاست کے جو والی تھے انہوں نے ایک طرف تو اس انگریز کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور دوسری طرف حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو حقیقت حال سے آگاہ فرما کر مقدمہ میں کامیابی کے لئے خصوصی دعا کی درخواست کی۔

اسکے لئے حضرت تھانویؒ نے اپنی خانقاہ میں ختم خواجگان کا ورد جاری فرمایا، اور اسلاف کے طریقے کے مطابق اجتماعی طور پر روزانہ ختم خواجگان کے بعد اسکے لئے دعا فرمائی جاتی رہی، بفضلہ تعالیٰ ختم خواجگان کی برکت اور دعاؤں کے طفیل کچھ عرصہ کے بعد وہ ریاست مسلمان والی کو واپس مل گئی، اور وہ قابض ظالم انگریز مقدمہ ہار گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ختم خواجگان کے بڑے اثرات و برکات ہیں۔

ختم خواجگان اور سیدنا حضرت مسیح الامتؒ حضرت شیخ[2] مولانا مسیح اللہ صاحبؒ، حضرت تھانویؒ کے زمانہ میں جب تھانہ بھون تشریف لے جاتے تھے، اس وقت اگر وہاں ختم کا ورد ہو رہا ہوتا تو حضرت اس مجلس میں شرکت فرمالیا کرتے تھے، حضرت تھانویؒ کے وصال کے بعد بھی جب حضرت مسیح الامتؒ کا تھانہ بھون جانا ہوتا اور ختم کا وقت ہوتا، تو حضرت اس میں شرکت فرماتے رہے۔

اسکے علاوہ کبھی کبھی تو حضرت شیخ مسیح الامتؒ خاص ختم خواجگان کی مجلس میں شرکت کے لئے مستقل وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ختم خواجگان کی مجلس میں خاص شرکت کے لئے حضرت جلال آبادیؒ نے اپنے متعلقین میں سے کسی کو باقاعدہ تھانہ بھون بھیجا، اور فرماتے تھے کہ اس میں بڑے برکات ہیں۔

تھانہ بھون سے جلال آباد قریب ہونے کی وجہ سے اگر حضرتؒ اپنے ہاں ختم کا ورد شروع فرماتے تو حضرت شیخ مسیح الامتؒ کی مقبولیت، اور مستجاب الدعوات ہونے کی وجہ سے لوگ وہاں سے

(۱،۲) مجالس ذکر صفحہ ۲۰۰ شیخ المشائخ حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ۔

یہاں چلے آتے، اسکا وہاں اثر پڑتا، یا شاید تھانہ بھون میں یہ سلسلہ بند ہو جاتا، ان وجوہات کے علاوہ اصل بات یہ بھی تھی کہ اپنے پیر و مرشد حضرت تھانویؒ کی خانقاہ میں یہ ورد جاری ہونے کی وجہ سے انکے ادب و احترام کی خاطر حضرتؒ نے اپنے ہاں (جلال آباد میں) یہ سلسلہ شروع نہ فرمایا۔

حضرت شیخ مسیح الامتؒ کے مجاز خاص، منظورِ نظر خلیفہ حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ نے اپنے ہاں (سکھر، سندھ، پاکستان میں) ختم خواجگان کا سلسلہ شروع کرنے کی حضرت شیخ مسیح الامتؒ سے اجازت مانگی، تو حضرتؒ نے انہیں روزانہ پڑھتے رہنے کی اجازت عنایت فرمادی تھی، اور الحمدللہ یہ سلسلہ سکھر میں اب بھی جاری ہے۔ (خادم محمد ایوب سورتی قاسمی عفی عنہ)

ننتر قسم کی تکالیف کی دوا حضرت[1] مکحول شامیؒ جو جلیل القدر تابعی اور ملک شام کے مفتی تھے، وہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ: جس نے پڑھا: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ، لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ، تو اللہ تعالیٰ اس سے ننتر تکالیف کو دور کردینگے، جن میں سب سے ادنیٰ قسم کی تکلیف فقر (غربت) کی ہے۔ (رواہ نسائی شریف)

ختم خواجگان کے فضائل اور انکے اثرات و برکات پر اکابرین امت کی تصدیقات کے بعد اب یہاں پر مشائخ چشتیہ کے مطابق اسے پڑھنے کا طریقہ رقم کر رہا ہوں:

ختم خواجگان مشائخ چشتیہ کے آئینے میں[2]

(۱) باوضو مجلس میں بیٹھ کر اول دس مرتبہ درود شریف پڑھا جائے۔
(۲) پھر لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ، لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ ۳۶۰ مرتبہ پڑھے۔
(۳) پھر سورۃ الم نشرح پوری مع بسملہ کے ۳۶۰ مرتبہ پڑھے۔
(۴) پھر دوبارہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ، لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ ۳۶۰ مرتبہ پڑھے
(۵) اسکے بعد دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔

بس اس طرح اتنا پڑھنے کے بعد سب مل کر بارگاہِ الٰہی میں والہانہ انداز میں گریہ وزاری کے ساتھ مقاصد میں کامیابی کے لئے دعائیں مانگتے رہیں۔

نوٹ: جس مقصد کے لئے یہ ورد شروع کیا گیا ہو اس میں کامیابی ملنے تک پابندی کے ساتھ مذکورہ طریقہ کے مطابق متعینہ وقت میں مذکورہ ورد پڑھ کر دعائیں مانگتے رہا کریں، انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی

(۱) مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ملا علی قاریؒ۔ (۲) رسالہ ختم خواجگان صفحہ ۹ - جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا۔

سے ہمکنار ہونگے۔

خانقاہوں (یا مساجد۔ مدارس، مکان وغیرہ) میں اس وظیفہ کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کھجوریں یا خرما وغیرہ کی گٹھلی کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) دانے گن کر کسی تھیلی یا ڈبہ وغیرہ میں رکھ لی جائیں، پھر روزانہ کسی نماز کے بعد (یا حسب منشا اپنی فرصت پر، مگر وقت متعین ہو) جا نماز یا لمبا کپڑا بچھا کر وہ سب دانے اس پر بکھیر دئے جائیں، پھر جتنے احباب ہوں وہ سب اس کپڑے کے آمنے سامنے مل مل کر بیٹھ جائیں،

پھر مجمع میں سے ایک صاحب لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق کیے بعد دیگر ورد، آواز دے کر پڑھنے کی تلقین کرتے رہیں، جب پڑھنے سے فارغ ہو جائیں تو حاضرین میں سے کسی صالح آدمی سے اجتماعی دعا کرا دی جائے۔

کاش! اپنا حق سمجھتے ہوئے اسے کرلیا جائے

دشمنانِ اسلام کے مسلمانوں کے ساتھ ناپاک، جابرانہ و جارحانہ عزائم کے پیش نظر امت مسلمہ کی مظلومیت اور زبوں حالی پر ترس کھاتے ہوئے خاص کر رمضان المبارک کے مقدس و مقبول اوقات میں صرف تیس چالیس دن تک مشورہ کے بعد کوئی وقت متعین کر کے ختمِ خواجگان کا ورد کر کے سب مل کر مسلمانان عالم کے لئے روزانہ دعائیں کی جاتی رہیں،

تو اس میں کوئی شک نہیں کہ، یہ عمل خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور مسلمانوں کی فلاح و ترقی کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی کارآمد اور مفید ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے مخلص بندوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ، ختم خواجگان کے فضائل و برکات اور کثیر الفوائد ہونے کے باوجود یہ بات اپنی جگہ مسلم اور طے شدہ ہے کہ، یہ اور اس قسم کے دیگر بعض وہ اوراد و معمولات جنکی نسبت امت کے برگزیدہ اکابرین کی طرف کی گئی ہو، ان پر عمل پیرا ہو کر انہیں اتنا انہماک یا پابندی کے ساتھ مداومت رکھنا کہ جسکی وجہ سے بعض کم علم یا بے علم لوگ اسے بھی شریعت مطہرہ کا ایک جزو سمجھنے لگے، یا تلاوت قرآن مجید (ادعیہ منصوص و ماثور) یا درس احادیث نبویہ وغیرہ میں کمی یا کوتاہی ہونے لگے، یہ مناسب نہیں۔

معمولات، مسائل کی روشنی میں ختم خواجگان کے متعلق حضرات[1] اکابر فرماتے ہیں۔
معمولات میں مستحبات کو اپنی جگہ رکھا جائے، مسنونات کو اپنا درجہ دیا جائے، معمولات میں مداومت اور چیز ہے، اور اصرار دوسری چیز ہے۔ اسے فرض، واجب یا سنت متوارثہ کا درجہ نہ دیا جائے، ایمان و عقائد کی محافظت فرماتے ہوئے افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

ختم خواجگان کے وقت اگر کوئی نوافل تلاوت، تعلیم، ذکر واذکار یا اپنے انفرادی معمولات وغیرہ میں مشغول ہو، تو ایسے حضرات کو ختم میں شرکت کی نہ دعوت دی جائے، نہ اصرار کیا جائے، نہ ہی انہیں برا سمجھا جائے، بلکہ ان سے کسی قسم کی بدظنی کے شائبے تک سے اپنا دل و دماغ کی حفاظت کی جائے۔

ختم خواجگان میں بیٹھنے کے لئے نہ کسی کو تاکیداً کہا جائے، نہ کسی پر جبر کیا جائے، نہ اسکا اعلان و ایڈورٹائز کی جائے۔ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو تنقید کا نشانہ بنانا، حقارت یا دوسری نگاہ سے دیکھنا وغیرہ یہ سب معیوب اور غیر مستحسن اعمال ہیں۔

خدا نخواستہ، اگر ایسا ہونے لگے تو پھر ایسے وقت میں ایسے معمولات کو (جنکی نسبت بزرگانِ دین کی طرف ہو، باوجود کثیر الفوائد کے، انہیں) موقوف یا ساقط کر دینا چاہیے۔

ختم خواجگان کا ورد تھانا بھون میں کم و بیش ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال سے وقتاً فوقتاً ہوتا ہوا چلا آرہا ہے، اسکے باوجود بفضلہ تعالیٰ اس میں ابتک خلاف شرع ممنوعات، بدعات، مکروہات وغیرہ میں سے کوئی بھی چیز نظر نہیں آئی، یہ ہے ہمارے اہل سنت اکابرین کا اعتدال۔ الحمد للہ علی ذالک

ناگہانی مصائب سے نجات کے لئے بہترین عمل عارف[2] ربانی مجدد الف ثانیؒ نے، ناگہانی آفات و بلیات اور پریشان کن حالات سے نجات و خلاصی حاصل کرنے کے لئے ایک زود اثر مختصر سا ورد بتلایا ہے وہ یہ ہے:

(۱) پہلے باوضو ہو کر سو مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر (۲) صرف لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پانچسو (۵۰۰) مرتبہ پڑھیں، (۳) پھر سو مرتبہ درود شریف پڑھیں۔

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں: کوئی وقت متعین کر کے صرف مذکورہ وظیفہ (اکیلا آدمی)

---

(۱) نوٹ: مسائل سے لیکر اکابر کا اعتدال تک کا سارا مواد مجالس ذکر صفحہ ۲ انگریزی (افریقہ) سے لیا گیا ہے۔
مؤلف: حضرت شیخ حاجی محمد فاروق صاحب سکھرویؒ (۲) رسالہ ختم خواجگان صفحہ ۱، جامعہ حسینیہ راندیر۔ گجرات، انڈیا۔

اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہونے تک پابندی کے ساتھ پڑھ کر دعائیں کرتا رہے۔انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد کامیابی نصیب ہوگی۔ (معیارالسلوک)

محدث دہلویؒ کا مستند و مجرب عمل

مشہور بزرگ عارف باللہ[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: میرے والد محترم نے مجھے اپنا ایک خصوصی مستند و مجرب عمل بتلایا تھا وہ یہ کہ حضرتؒ نے فرمایا: جب کبھی تمہیں کسی امر عظیم، ناگہانی واقعہ پیش آجائے۔ یا کوئی بڑی اہم حاجت و ضرورت کا سامنا ہو تو ایسے وقت میں صرف اکیس (۲۱) دن تک:

یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

بارہ سو (۱۲۰۰) مرتبہ کسی متعینہ وقت میں پابندی کے ساتھ پڑھ کر بارگاہِ خداوند قدوس میں دعائیں مانگتے رہا کریں۔ (اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف) انشاءاللہ تعالیٰ ہر مقاصد میں کامیابی کے غیب سے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔ (از: القول الجمیل)

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس محنت کو قبول فرما کر ہمدردانِ ملت کو ان مختلف کلمات مقدسہ کے ورد کے بعد اپنے اور دیگر مسلمانوں کے مصائب و مشکلات سے نجات اور مقاصد حسنہ میں کامیابی حاصل کرنے کی دعائیں مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے...... آمین۔

حضرت علیؓ کی ذہانت

ایک مرتبہ[2] ایک مشرک نے عین نماز جماعت کھڑے ہوتے وقت حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ کونسے جانور انڈے دیتے ہیں اور کونسے جانور بچے جنتے ہیں؟

یہ سوال کرنے سے اس مشرک کا مقصد یہ تھا، کہ جب جانوروں کی فہرست بتلانا شروع فرمائینگے۔ تو اتنے میں نماز جماعت میں شرکت سے محروم ہو جائینگے۔

مشرک کا یہ سوال سنکر حضرت علیؓ نے برجستہ فی الفور یہ جواب ارشاد فرمایا کہ: جن جانوروں کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں، اور جن کے کان باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں، اب تم تلاش کرتے پھرو، اتنا کہہ کر نماز شروع فرمادی، یہ جواب سنکر وہ مشرک دم بخود رہ گیا۔ یہ تھا علمی مقام!

(۱) رسالہ ختم خواجگان صفحہ ۱۰، جامعہ حسینیہ، راندیر، ضلع سورت، گجرات انڈیا۔ (۲) مخزن اخلاق صفحہ ۱۰۶

☆ فضائل اصحاب بدرئین ☆

صاحب[1] استیعاب (شیخ ابن عبد البرؒ) نے اپنی کتاب میں اصحاب بدرئین کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) لکھی ہے۔ اسی طرح حضرت جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجیؒ نے بھی انکی صحیح تعداد تین سو تیرہ لکھی ہے۔ اس سلسلہ میں راجح قول یہی ہے کہ اصحاب بدر کُل تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے۔

اصحاب بدرئین کے فضائل اصحاب بدر کے فضائل میں سب سے بڑی مستند بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعہ جنت کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ یعنی اے اصحاب بدر تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی۔

اسکے علاوہ ان حضرات کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے انکے اگلے، پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں، اور انکے لئے جنت میں جانا طے ہو چکا ہے۔ ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ: جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل فرمایا اور ان فرشتوں نے اصحابِ بدر کے ساتھ مل کر دشمنانِ اسلام سے جنگ کی۔

اصحاب بدرئین کے اسماء مقدسہ کے اثرات و برکات اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کے اسماء (ناموں) کے ذکر میں بھی عجیب خاصیتیں اور برکتیں رکھی ہیں، ان ناموں کے ساتھ مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ برہان حلبیؒ نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے، اور علامہ دوانیؒ نے اپنے مشائخ حدیث سے سنا، اہل بدر کے اسماء کے ذکر (پڑھنے) کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے۔ اور تجربہ سے بھی ثابت ہے۔

اسکے علاوہ شیخ عبداللطیفؒ[2] نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے، بعض علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ کتنے ہی اولیاء اللہ کو اصحاب بدر کے اسماء مقدسہ (کے ورد) کی برکت سے ولایت کا بلند مرتبہ ملا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جن مریضوں نے اصحاب بدرئین کے وسیلے سے اپنے لئے شفاء کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انکو شفاء عطا فرمائی۔

ایک بزرگ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بات فرماتے ہیں کہ: میں نے پریشان کُن اور امورِ مہمہ میں جب کبھی

(۱-۲) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ، جلد ۵ صفحہ ۸۸۸۔

اہل بدر کے اسماء کو زبان سے پڑھ کر یا لکھ کر دعا کی، تو حقیقت یہ ہے کہ میں نے کوئی دعا اس سے جلد قبول ہونے والی نہیں پائی۔

حضرت جعفر بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں: میرے والد ماجدؒ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہؓ سے محبت رکھوں، اور تمام مہمات میں اصحاب بدر کے وسیلے سے دعا مانگا کروں، کیونکہ اصحاب بدر کے اسماء مبارک کے ذکر کے ساتھ جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

والد صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: جب کوئی بندہ اصحاب بدر کے اسماء کے ساتھ (یعنی پڑھ کر) دعا مانگتا ہے تو اس وقت خداوند قدوس کی جانب سے مغفرت، رحمت، برکت اور رضا و رضوان اس بندہ کو گھیر لیتی ہے۔

نوٹ: علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو حضرات ان اسماء مقدسہ کا روزانہ یا کسی ضرورت کے وقت بھی ورد کرنا چاہیں، تو بہتر یہ ہے کہ مذکورہ صحابی کے ہر نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ، ضرور پڑھ لیا کریں۔

اصحاب بدر کے اسماء گرامی مستند کتابوں میں چھپ چکے ہیں، اسکے علاوہ مظاہر حق شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۸۸۶ پر سارے اصحاب بدریین کے اسماء گرامی لکھے ہوئے ہیں۔ مراجعت فرمالی جائے۔

☆☆☆☆☆ ——— ☆☆☆☆☆

ملفوظ حضرت اقدس رائپوریؒ

قطب عالم حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ نے ایک مجلس میں فرمایا:[1] تبلیغ کا اثر نہ ہو تو بے دل (بددل) نہ ہونا چاہیئے، اور سمجھنا چاہیئے کہ کمی میرے اپنے اندر ہے، اور حقیقتاً یہ کمی ایسی ہی ہے جو پورے طور پر پوری (نابود) ہوا ہی نہیں کرتی۔

دراصل تبلیغ کرنے کے لئے جانا یہ اپنی تربیت (اصلاح) کرنا ہے، اگر باقاعدہ یہ کام کیا جائے، تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں، (یعنی نسبت مع اللہ بھی عطا فرمادیں) اسمیں دوسروں پر نظر نہ رکھی جائے، بلکہ اپنی اصلاح مد نظر ہو۔ مبلغ بننا اور تبلیغ کا مؤثر ہونا بھی نیت میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف رضاء الٰہی حاصل کرنا اور اپنی زندگی کو رضاء کے کاموں سے وابستہ کرنا پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

---

(۱) مجالس حضرت اقدس رائپوریؒ صفحہ ۲۵۸۔

دوسرا باب ☆ فضائل لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ ☆

اب یہاں سے کلمہ: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ کے فوائد اور تاثیرات کے متعلق کچھ احادیث و اقوال نقل کر رہا ہوں:

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ کے فضائل لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم[1] اس مقدس کلمہ کی نقاب کشائی فرماتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: اس کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ: عالم (دنیا) کی ہر چیز سے طاقت و قوت کی نفی کر کے، یعنی ہر چیز کو عاجز و بے بس جان کر صرف اللہ تعالیٰ کو طاقت و قوت والا سمجھا جائے کہ تمام قوتوں کا سرچشمہ صرف اور صرف وہی ایک ذات عالی ہے۔

مخلوق میں سے کوئی بھی اپنی ذاتی قوت سے کسی چیز پر حاوی و غالب نہیں ہے۔ اسکے ذکر و ورد سے آدمی پر اپنی بے چارگی اور بے بسی منکشف ہوجاتی ہے۔ اسکا غرور ختم ہوجاتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی طاقت پر بھروسہ کر کے کام کرنے کا عادی ہوجاتا ہے، جسکی وجہ سے خدائی غیبی نصرت و مدد شامل حال ہوجاتی ہے

یہ دو نعمتیں مل گئی تو سب کچھ مل گیا عارف[2] باللہ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ فرماتے ہیں: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ، یہ دعا جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اس میں فنائیت اور عبدیت کی عجیب تعلیم دی گئی ہے، بندوں کی طرف سے درخواست ہورہی ہے کہ: اے علو و عظمت والی ذات، آپ اپنی بلندی اور رفعت شان کا استحضار مجھکو نصیب فرمادیجئے، تاکہ میں اپنی نگاہ میں پست ہوجاؤں، اور اپنی عظمت و کبریائی کا استحضار مجھ پر غالب فرمادیجئے، تاکہ میں اپنی نگاہ میں حقیر ہوجاؤں۔ عَلِیٌّ اور عَظِیْمٌ دو ناموں کی برکت سے استعانت کی درخواست ہورہی ہے علو کے مقابلہ میں پستی اور عظمت کے مقابلہ میں حقارت ہے۔

اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں بندوں سے یہ مطالبہ کررہی ہے کہ: میرے علو کے سامنے پست ہوجاؤ، اور میری عظمت کے سامنے حقیر ہوجاؤ، جب یہ دونوں نعمتیں مل گئیں تو سب کچھ مل گیا۔ یہی پستی اور نیستی تو حاصل عبدیت ہے۔ بندگی نبود بجز افگندگی، بندگی اسی کا نام ہے کہ اپنے آپ کو مٹادے۔

---

(۱) ملفوظ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، (۲) معرفت الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۵۰، شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ۔

ہاں جب علو اور عظمتِ الٰہیہ کا غلبہ ہوا تو اپنی حقیقت معلوم ہوگئی کہ ہم تو محض مٹی کے ایک ڈھیر ہیں، اور جب ہم نہایت ضعیف و عاجز ہیں تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کے شایانِ شان کیسے عبادت ہو سکتی ہے اور غلامی کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ پس کوئی چارہ نہ دیکھا بجز اپنی عاجزی و بیچارگی کے اظہار کے، اور اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرنے کے۔

اذان میں حیّ علی الصلوٰۃ کے وقت جواب میں لاحول پڑھنے کی حکمت

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کو درخواست کا مضمون بتلا دیا کہ اس طرح عرض کرو کہ: اے اللہ نہ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نہ ہی نیک اعمال کرنے کی قوت ہے، مگر آپ کے ان دو ناموں علی و عظیم کی مدد سے۔ اس دعا میں اپنی بے چارگی پیش نظر ہے کہ، ہم ضعیف ہیں، ہماری نگاہ تو صرف آپکے کرم پر ہے۔ بس اس نیستی اور پستی کا تصور اور یقین کر لینے پر وہ ارحم الراحمین اپنی رحمتوں کے دہانے وا فرما دیتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ان بندوں کی نگاہیں صرف ہماری ذات پر ہے تو ایسوں کو میں کیسے محروم رکھوں؟ یہ تو میری علوِ شان کے خلاف ہے کہ میں ایسے عاجزوں پر رحم نہ کروں اور خالی ہاتھ پھیر دوں۔ مگر ہاں جب حضرت انسان کو اپنے حول اور قوۃ پر نگاہ ہوتی ہے تو پھر وہاں سے مدد نہیں آتی کیونکہ رحمت کا پانی نشیب و پستی تلاش کرتا ہے۔

یہی راز ہے کہ جب موذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (آؤ نماز کے لئے) کہے تو اس کے جواب میں لَبَّیْکَ یَا رَبِّیْ (حاضر ہوں، اے میرے رب) کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت اپنی عاجزی اور کمزوری کو ظاہر کرتے ہوئے یوں کہو کہ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی اے اللہ نہیں ہے طاقت برائیوں سے بچنے کی اور (نماز جیسے) اچھے کام کرنے کی مگر آپکی مدد اور توفیق سے۔

یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک ہے

حضرت[1] ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: اے عبد اللہ بن قیسؓ کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، عرض کیا ضرور بتائیے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ ہے (بخاری و مسلم)

(۱) ترجمان السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ محدث بدر عالم مہاجر مدنیؒ

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں تحریر فرمایا[1] ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب نے کیا تھا، تو میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ: اے بار الٰہا! مجھ سے پہلے جتنے انبیاء (علیہم السلام) ہوئے ان سب کی آپ نے تکریم کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو موم کر دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات و شیاطین و ہواؤں کو مسخر کیا، وغیرہ،

تو یا اللہ! میرے لئے بھی (اپنے فضل خاص میں سے) کچھ ہے یا نہیں؟ تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے ان سب سے افضل چیز تمہیں نہیں دی، وہ یہ کہ: میرے ذکر (میرے نام) کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے، اور میں نے تمہاری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کریم کو ظاہراً پڑھتے ہیں، یہ میں نے اگلی امتوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اسکے علاوہ میں نے تمہیں عرش کے خزانوں میں سے ایک عظیم خزانہ دیا اور وہ یہ ہے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی[2] ہے: نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے، عرض کیا کہ ضرور، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ہے جب بندہ اسے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش اعظم کے ملائکہ سے فرماتے ہیں: میرا بندہ میرا فرمانبردار ہو گیا، اور سرکشی کو چھوڑ دیا اور میرے بندے نے دونوں جہاں کے تمام غموں کو میرے سپرد کر دیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی[3] ہے: فرمایا: جسے غم و افکار نے گھیر لیا ہو اسے چاہئے کہ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بکثرت پڑھا کرے، صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اور ترمذی میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ (الترغیب)

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۰، (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۲۱

(۳) مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

گمراہی سے ہدایت پر لانے والا بہترین ورد

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ کا مفہوم بزبانِ خاتم نبوت[1] صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں میں نے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ پڑھا۔ یہ سنکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: تم جانتے بھی ہو اسکی کیا تفسیر ہے؟

حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ: نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے، اور نہیں ہے قوت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی مگر انکی مدد (اور توفیق) سے۔

حضرت[2] جابرؓ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ بکثرت پڑھا کرو، کیونکہ یہ ننانوے 99 باب بیماری اور تکلیف کے، دور کر دیتا ہے، جن میں سب سے کم درجہ کی تکلیف ھم، یعنی فکر و غم ہے۔

دوسری ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے، رسول کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ یہ ننانوے 99 بیماریوں کی دوا ہے، جس میں سب سے ادنیٰ بیماری غم ہے۔ (چاہے غم دنیا کا ہو یا آخرت کا)۔

ایک روایت میں اس طرح آیا[3] ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں جنت کا خزانہ نہ بتلاؤں؟ پھر فرمایا وہ خزانہ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ ہے، مزید یہ فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کلمہ کے پڑھنے والے میرے بندے نے مجھے مان لیا، اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔

حضرت[4] امام جعفر صادقؒ اپنے والد ماجدؒ سے روایت کرتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کچھ نعمت عطا فرمائے تو اسے لازم ہے کہ اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جس کو رزق کی تنگی ہو تو وہ (بکثرت) استغفار پڑھا کرے، اور جو کسی قسم کے غم میں مبتلا ہو تو وہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ پڑھا کرے۔

ننانوے 99 بیماریوں کی ایک دوا

اگر کسی کی یہ چاہت[5] ہو کہ: اللہ تعالیٰ اسے ننانوے امراض سے محفوظ اور سلامت رکھیں، یہاں تک کہ چھوٹے گناہ اور دیوانگی کے اثرات وغیرہ سے بھی اسے

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ صفحہ ۱۲۲ (۲) معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۸۳ (۳) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ پارہ ۱۵ صفحہ ۹۸

(۴) نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۳۰ (۵) حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۵۹۔

نجات مل جائے تو یہ کلمات لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ پڑھتے رہا کریں، اسے پڑھنے والا امن سلامتی اور حفاظت میں رہے گا۔

ایک روایت میں ہے[1]: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ جب کوئی پڑھتا ہے تو ہر مرتبہ آسمان سے ایک ایک فرشتہ اترتا ہے اور پڑھنے والے کے لئے صحت مندی (سلامتی) لاتا ہے، اسکے علاوہ متعدد صحابہ کرام سے نبوی ارشاد گرامی منقول ہے جس میں بیماریوں کے علاوہ ہم و غم کے متعلق تو فرمایا گیا کہ اسکے سامنے غم کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں، اس کے ورد سے بہت جلد غموں سے نجات و رہائی مل جاتی ہے، مشائخ فرماتے ہیں: اس کلمہ کے ورد سے بڑھکر دوسری کوئی چیز مددگار نہیں۔

صاحب[2] روح المعانی فرماتے ہیں: کلمہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ کی تاثیرات میں سے یہ ہے کہ: یہ کلمہ عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے اور جنت کی چھت عرش الٰہی ہے۔ اسکے پڑھتے رہنے سے اعمال صالحہ کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہونے لگتی ہے، اس اعتبار سے یہ جنت کا خزانہ ہے۔

شیخ[3] ابو الحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں

مشہور بزرگ عارف باللہ شیخ ابو الحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں: اثنائے سفر مجھے ایک بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی، انہوں نے مجھے اچھے کام کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ: میرے بھائی خوب اچھی طرح جان لو! کہ نیک اعمال (کرنے) کے لئے اقوال و کلمات میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ کے برابر کوئی قول اور کلمہ (ورد) نہیں اور افعال میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے (عمل صالح کرنے) اور اسکے فضل کی راہ اختیار کرنے کے برابر کوئی فعل مدد و معاون نہیں۔

اسکے علاوہ اس ورد کے متعلق شیخ سرہندی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں[4]: دینی اور دنیوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کلمہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ کی کثرت اور ورد بہت مجرب ہے۔

اور کثرت کی مقدار بھی خود حضرت مجددؒ نے یہ بتلائی کہ: روزانہ پانچسو (۵۰۰) مرتبہ یہ کلمہ پڑھتے رہا کریں، اور اول آخر سو سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے دعائیں کیا کریں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد مقاصد میں کامیابی نصیب ہوجائے گی۔

نوٹ: بفضلہ تعالیٰ اس باب میں بہت سی مفید اور کار آمد باتیں تحریر کی گئی ہیں، اب اخیر

(۱) مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۰۴ کنز العمال۔ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ (۳) مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۵۴۔

(۴) معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۸۸ تفسیر مظہری۔

میں اسی مقدس کلمہ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ کے متعلق مزید ایک واقعہ جسکا تعلق خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے اسے تحریر کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس سعی و محنت کو قبول فرماکر اسے ہمارے لئے ہدایت، عمل صالح کی توفیق، ہر قسم کے امراض و مصائب اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

اس کلمہ کی برکت سے قیدی کو مع غنیمت کے رہائی مل گئی

سیرت ابن اسحٰق میں حضرت[1] مالک اشجعیؓ سے روایت ہے: فرماتے ہیں میرا لڑکا کسی لڑائی میں کافروں کے ہاتھ گرفتار ہو کر قید میں بند کر دیا گیا، جب عوفؓ کی والدہ کو اسکا علم ہوا تو وہ بہت رونے لگی، یہاں تک کہ بیٹے کے غم میں کھانا پینا بھی چھوٹ گیا، یہ دیکھ کر حضرت مالک اشجعیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر حالات بیان کئے۔

واقعہ سنکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی طرح تمہارے لڑکے پر یہ کہلوادو کہ وہ ہر وقت بکثرت لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ پڑھتے رہا کریں، یہ سنتے ہی والد نے لڑکے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام پہونچا دیا، عوفؓ نے قید میں اس ورد کو بکثرت پڑھنا شروع کر دیا، اس ورد کے شروع کرنے کے مختصر سے عرصہ میں ایک رات اچانک انکے قدموں سے بیڑیاں اور ہتھکڑیاں خود بخود ٹوٹ گئیں، اور قید خانہ کا دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔

ہمت کر کے جب وہ باہر نکلا تو دروازہ پر ایک اونٹنی کھڑی پائی اسی وقت اس پر سوار ہو کر وہاں سے وہ روانہ ہو گیا، خدا کا کرنا کہ راستہ میں اسے اونٹنیوں کا ایک ریوڑ ملا، انہوں نے اس کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور سیدھے مدینہ طیبہ آگئے، اہل مدینہ کو معلوم ہونے پر سب لوگ دیکھنے کے لئے نکل پڑے گھر پہونچنے پر والدہ نے بیٹے کو سینے سے لگایا، انکے گھر کا احاطہ اونٹنیوں سے بھر گیا، والد صاحب نے اونٹنیوں کے متعلق پوچھا تو واقعہ سنا دیا۔ یہ سنکر والد صاحبؓ نے کہا: اچھا تم گھر ٹھیرو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمہارے آجانے کی خوشخبری سنادوں، اور اونٹنیوں کے متعلق مسئلہ بھی دریافت کرلوں، چنانچہ واقعہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کا آجانا مبارک ہو، اور وہ مال (اونٹنیوں کا ریوڑ) جو اپنے ہمراہ لایا ہے وہ بھی تمہاری ملکیت ہے۔ جو چاہو اس میں تصرف کرو۔ یہ ہے کلمہ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ کی تاثیر۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۲۸ صفحہ ۸۶، معراج المومنین صفحہ ۱۸۸ صوفی عابد میاں نقشبندی ڈابھیلی۔

نوٹ: مشائخ عظام فرماتے ہیں: اس کلمہ لا حول و لا قوۃ کے مذکورہ بالا اور اس قسم کے دیگر بھی بہت سے فوائد ہیں، خصوصاً گناہوں سے حفاظت، عمل صالح کی توفیق، ہموم و غموم اور بیماری وغیرہ سے نجات اور مقاصد حسنہ میں کامیابی کے لئے یہ وردِ اکسیر اعظم ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے حالات کے وقت اس سے منتفع ہوتے رہنا چاہیے۔

اس پورے باب میں جہاں کہیں لا حول و لا قوۃ لکھا ہے اس سے پورا کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا مراد ہے۔ صرف لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ نہیں۔

☆☆☆☆☆ —— ☆☆☆☆☆

ہوا ہوں نفس اور شیطان کے ہاتھوں بہت رسوا	میرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ
کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت آپ	ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ
شفیعِ عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم	تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

اقوالِ دانش:۔

دنیا میں حسین شئی صرف ماں ہے۔ ماں کا پیار ایسا ہے جو لکھنے اور بتانے کا نہیں۔ ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جا سکتا ہے۔ بچے کے لئے سب سے اچھی جگہ ماں کا دل ہے۔ ماں وہ انمول ہیرا ہے جس کے پیروں تلے جنت ہے۔ دنیا میں عظیم ترین رشتہ صرف ماں کا ہے۔ ماں کی ممتا گھنے (گنجان) درخت کی چھاؤں کی طرح ہے۔ (از مخزن اخلاق)

دنیا کی تمام خوشیاں، زبان سے لفظ ماں کہتے ہی مل جاتی ہے۔ (امام غزالیؒ) ۔ ماں کے بغیر گھر قبرستان لگتا ہے۔ (عالمگیرؒ) ۔ میں زندگی میں صرف دو کے آگے جھکا ہوں۔ ایک میرے پالنہار خدا اور دوسری ماں (شیلے) از مخزن اخلاق۔

☆☆☆☆☆☆☆

جو آدمی، آفات و مصائب کے گراں بار کو بحسن و خوبی اٹھا سکتے ہیں، ویسے آدمی بڑے اچھے کام کر سکتے ہیں۔ (از مخزن اخلاق صفحہ ۱۹۵)

تیسرا باب ☆ بعض دعاؤں کے متعلق شبہات مع جوابات ☆

بعد حمد و صلوٰۃ، اب یہاں پر دعائیں مانگنے والوں کو بھی بعض دعاؤں پر سوالات و شبہات وغیرہ دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ تو انکی تشفی کے لئے اکابرین کی جانب سے دیئے گئے بعض اشکالات کے جوابات نقل کئے جاتے ہیں، امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تشریحات کارآمد و مفید ثابت ہوگی،

سوال نمبر (۱) قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جو جو دعائیں وارد ہوئی ہیں، انمیں بعض دعاؤں میں واحد کے صیغے اور بعض میں جمع کے صیغے وارد ہیں۔ تو اپنی انفرادی اور اجتماعی دعاؤں میں واحد کی جگہ جمع اور جمع کی جگہ واحد کے صیغے ہم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

دعائیں مانگنے کا قرآن مجید و حدیث میں حکم دیا گیا ہے، اسکے اصول۔ آداب اور طریقے بھی مرقوم ہیں۔ مثلاً قبلہ رو بیٹھنا دست سوال دراز کرنا، تَبَاكُوْ اَفَتَبَاكُوْ وغیرہ،

مگر اشکال ان ماثورہ دعاؤں کے پڑھنے کے متعلق ہے، جو کتابوں میں باقاعدہ جمع کر کے روزانہ منزل بمنزل تلاوت کے مانند انکو بھی ہفتہ بھر پڑھا جاتا ہے، جیسے حزب الاعظم، مناجات مقبول وغیرہ۔ تو کیا یہ منزلیں پریشانیاں دور کرانے اور مسائل حل کرانے کے لئے ہیں، یا صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے ہیں ؟

کیونکہ مذکورہ منزلیں پڑھتے وقت دعائیں مانگنے کے بہت سے اصول و آداب ترک ہوجاتے ہیں مثلاً: حاجت مندانہ طریقہ، ہاتھوں کو اٹھانا وغیرہ تو متلو اور غیر متلو دونوں طریقوں میں فرق تو بالکل ظاہر ہے، مگر کیا فوائد و منافع کے نتیج ہونے کے اعتبار سے بھی دونوں طرق برابر ہیں ؟

الجواب: و باللّٰہ التَّوْفِيْق، حزب الاعظم یا ادعیۂ ماثورہ میں صرف پڑھنے میں بھی ثواب ہے، اور دعاؤں کے آداب کے ساتھ پڑھنے میں ثواب اور دعا دونوں فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ نے مجھے جب حزب الاعظم کی تعلیم فرمائی تھی، اس وقت ارشاد فرمایا تھا کہ: روزانہ ایک ایک حزب پڑھی جائے، اور پڑھتے وقت دل لگا کر جس طرح دعا مانگتے ہیں اسی طرح دھیان لگا کر پڑھی جائے۔

اس لئے اگر ان دونوں چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے پڑھا جائے تو ثواب اور دعا دونوں فضیلت

(۱) حضرت مفتی اسمعیل کچھولوی صاحب مدظلہ دار الافتاء، بریڈ فورڈ، یوکے۔

حاصل ہوگی،اور اگر معمولات کی طرح پڑھا جائے تو ثواب ملے گا،اور معمولات کی ظاہری پابندی باطن میں بھی مفید ہوگی (یعنی حاجت روائی،اور پریشان کن حالات وغیرہ سے رہائی کا بھی سبب بنے گی) گو بدیر سہی۔

فقط واللہ اعلم،کتبہ (حضرت مفتی) اسمٰعیل کچھولوی عفرلہ

الجواب (۲) شرعاً اس میں مضائقہ نہیں (یعنی واحد کی جگہ جمع اور جمع کی جگہ واحد کے صیغے استعمال کر سکتے ہیں)

مذکورہ آداب کے ساتھ دعا ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے دونوں میں استحضار قلب ضروری ہے،استحضار قلب کے ساتھ دونوں صورتوں میں نفع اور ثواب برابر ہوگا۔کسی عارض کی وجہ سے بعض آداب اگر ترک ہوجائیں تو گناہ نہیں۔

(دار الافتاء،دار العلوم،دیوبند،انڈیا)

الجواب (۳) حامداً و مصلیاً و مسلماً:قرآن کریم و احادیث نبویہ میں جو دعائیں منقول ہیں،انکو انہی الفاظ کے ساتھ پڑھنا افضل و اولیٰ ہے،تاہم اجتماعی و انفرادی دعاؤں میں واحد کو جمع اور جمع کو واحد کے ساتھ بدل کر پڑھنا بھی جائز ہے،اور واحد متکلم کے صیغے میں تمام حاضرین کی نیت بھی ہو سکتی ہے۔ (فی احکام القرآن للتھانوی جلد ۲ صفحہ ۵۰۰)

قرآن و احادیث میں دعا کے جو آداب بیان کئے گئے ہیں وہ شرط نہیں لہٰذا چلتے پھرتے ہر حالت میں دعا کی جا سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہر دعا کو سنتا ہے۔لہٰذا ہر دعا کی قبولیت کی امید رکھنی چاہئے۔

البتہ،آداب کی رعایت کے ساتھ جو دعا مانگی جائے اس میں قبولیت کی زیادہ امید ہے،اور مناجات مقبول،حزب الاعظم وغیرہ میں جو دعائیں ہیں،ان دعاؤں کو پڑھنے سے مصائب اور پریشانیاں بھی دور ہونگی اور ثواب بھی حاصل ہوگا،کیونکہ یہ اکثر دعائیں قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں،جنکا درجہ باقی دعاؤں سے بڑھا ہوا ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

محقق علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے سوال کیا کہ:حضرت غوث پاک (سیدنا جیلانیؒ) نے تحریر فرمایا ہے کہ:ترک دعا عزیمت ہے،اور دعا کرنا رخصت ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ،دعا نہ کرنا انسب ہے؟

(۱) دار الافتاء،جامعہ دار العلوم،کراچی،پاکستان (۲) حسن العزیز جلد ۱ صفحہ ۱۱ ملفوظات حضرت تھانویؒ۔

مجدد ملت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: یہ کسی غلبۂ حال میں فرمایا ہے، یا یہ انکی رائے ہے، کیونکہ وہ اس فن کے مجتہد تھے۔ باقی اکثر (مشائخ کبار و علماء ربانی) کا مذاق اور تحقیق یہی ہے کہ ترک دعا سے دعا کرنا ہی افضل ہے۔ کیونکہ دعا میں اِفتِقَار اِلیَ اللّٰہ (احتیاج کا اظہار کرنا) ہے جو ترک دعا میں نہیں ہے۔

سائل نے پھر عرض کیا کہ: دعا کرنے میں تو گویا اپنے اختیار کو حق تعالیٰ کے اختیار پر ترجیح دینا ہوا اور ترک دعا میں یہ بات نہیں؟

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: جی نہیں، عین دعا کے وقت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ خاص (مطلوبہ) بات میری مصلحت کے خلاف ہو اور حق تعالیٰ اسے قبول نہ فرمائیں تب بھی میں راضی ہوں، اور اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو اسکے قلب میں شکایت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ محبت میں ناگوار باتیں بھی سب گوارا ہوجاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے محبت ہونا یہ فطری بات ہے۔

تو جتنے فضائل ترک دعا میں ہے، ان سب کا مجموعہ دعا (مانگنے) میں مع شئی زائد حاصل ہے، اسکے علاوہ اختیار دعا میں یہ کتنی بڑی بات ہے کہ: کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا مشاہدہ ہوتا ہے کیا ٹھکانا ہے رحمت کا کہ باوجود اس علم کے کہ فلاں حالت اللہ تعالیٰ کے علم میں اسکی مصلحت کے خلاف ہے، پھر بھی ہماری تسلی کے لئے اسکا مانگنا ہمارے لئے جائز فرمادیا۔

اس تصور سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا غلبہ ہوکر عجیب کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے، اور بات یہ ہے کہ ہم دعا کیوں نہ مانگیں؟ جب ہم روزانہ مشاہدہ کررہے ہیں کہ دعا مانگتے ہی (بسا اوقات) مل جاتا ہے۔

علامہ میرٹھیؒ نے پھر سوال کیا کہ: دعا مانگے بغیر جو کچھ ہونا ہے وہ ہوجائے گا، پھر دعا مانگنے سے کیا فائدہ؟ اس کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے فرمایا: مولانا! یہ تو آپ مسئلہ قضا و قدر میں گفتگو فرمانے لگے۔ اس کا اس سے کچھ تعلق نہیں، قضاء و قدر یہ مستقل ایک باب ہے جسکی بحث کا اس وقت موقع نہیں۔[1]

سوال: حضرت مفتی صاحب، دفع مصائب کے لئے دعا کرنا یہ رضا بالقضاء (مقدرات) کے خلاف، اور منافی تو نہیں؟

(۱) ملفوظات فقیہ الامتؒ جلد ۲ صفحہ ۲۴ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔

جواب: اس طرح دعا کرنا کہ یااللہ یہ مصائب بھی تیری رحمت میں سے ہیں، اور انکا ہٹ جانا بھی آپکی رحمت ہے، میں اپنے ضعف و کمزوری کی وجہ سے مصائب کی رحمت کو برداشت نہیں کرسکتا، اس لئے اس رحمت کو اس رحمت سے بدل دیجئے، اس طرح دعا کرنا رضا بالقضاء کے منافی نہیں۔

نوٹ اس جواب میں ادب کے علاوہ انداز دعا کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ (ایوب عفی عنہ)

حضرت مفتی صاحبؒ سے کسی نے عرض کیا کہ: جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے پھر بزرگوں سے دعاؤں کے لئے کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: کھانا کھانے کی کیا ضرورت؟ اللہ تعالیٰ تو بغیر کھائے بھی پیٹ بھرنے پر قادر ہے (یہ تو الزامی جواب ہوا)

تحقیقی جواب یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے، قرآن مجید میں ہے: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ، اسکے علاوہ دوسروں سے دعا کرانے کے متعلق بھی حدیث شریف میں آیا ہے: حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب ۹ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحاج بنا کر حج کے لئے روانہ فرمایا، تو اس وقت ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے دعا کرنے کے لئے فرمایا تھا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیدی، اور ساتھ ہی یوں ارشاد فرمایا کہ: اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِکَ یَا اُخَیَّ، اے بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک (یاد) کر لینا۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ: بڑا چھوٹے سے دعا کے لئے کہے تو یہ بھی صحیح ہے بلکہ سنت ادا ہوگی۔[1]

سوال: حدیث سنن میں آیا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز سے سلام پھیرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داہنی یا بائیں طرف ہوجاتے تھے اور قبلہ سے رخ انور پھیر لیتے تھے، حالانکہ آداب دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: قبلہ رو ہو کر دعا کی جائے۔

الجواب: جماعت کے مسلمانوں کے احترام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: انکی طرف پیٹھ کئے ہوئے

(۱) ملفوظات فقیہ الامت جلد ۱ صفحہ ۳۸ (۲) کفایت المفتی جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ مفتی اعظم ہند و پاک حضرت مفتی کفایت اللہؒ۔

نہ بیٹھے رہیں، نماز میں تو مجبوری تھی کہ استقبالِ قبلہ فرض ہے، دعا میں استقبال قبلہ مستحب تھا، مگر اس میں مسلمانوں کا احترام اسکے منافی تھا، اس لئے احترام مؤمن کو احترام قبلہ پر ترجیح دی، ہاں تنہا دعا کرنے والا روبقبلہ ہو کر دعا مانگے اسکے لئے یہ بہتر ہے۔

سوال کا خلاصہ حدیث: بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ ؎ بچپن سے یہ دعا صبح و شام پڑھا کرتا ہوں، اور اکثر بلیاتِ مضرۃ سے مامون رہتا ہوں، لیکن بعض دفعہ کچھ گزند (تکلیف) چوٹ وغیرہ مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد بھی پہونچ جاتی ہے، تو طبیعت متزلزل سی ہو جاتی ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں اس کے پڑھنے والے کی نسبت عدم مضرت کا وعدہ آیا ہوا ہے۔

پچھلے دنوں آپ (حضرت تھانویؒ) کے رسالہ میں تعویذ وغیرہ کے متعلق یہ لکھا ہوا نظر سے گزرا کہ ادعیہ، ادویہ، تعویذ وغیرہ کی تاثیر قطعی ضروری نہیں جو برتقدیر تخلف انکی نسبت بدظنی کی جائے۔

سوال یہ ہے کہ: حدیث مذکورہ بالا کی نسبت بھی ایسا ہی خیال کیا جاوے یا نہیں، وعدۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم متخلف نہیں ہو سکتا، مگر جب خیال کیا جاتا ہے کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو کئی ادویہ مثل سناء (دوا کا نام) وغیرہ کی نسبت بھی ایسا ہی آیا ہے، لیکن ہر جگہ انکا ظہور، کُلی طور پر ہوا ایسا نہیں ہو پاتا، اسکی کیا وجہ ہے؟

الجواب: معنیٰ حدیث عدمِ مضرۃ کے یہ ہیں کہ فی نفسہٖ اس دعا کا یہ اثر ہے، اور مؤثر کی تاثیر ہمیشہ مقید ہوتی ہے عدم مانع کے ساتھ، پس کسی مانع سے ترتب نہ ہونا، نہ اسکے مقتضیٰ ہونے میں خلل ڈالتا ہے اور نہ خبر مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی شبہ پیدا کرتا ہے۔

اور میں نے جو لکھا ہے وہ عاملین کی ادعیہ کے بارے میں لکھا ہے نہ کہ ادعیۂ نبویہ میں، اور ادویہ وارد فی الحدیث پر اس کا قیاس صحیح نہیں کیونکہ وہ خبر منقول عن الخلق ہے، بخلاف خبر مطلق ادعیہ کے کہ یہ مستند الی الوحی ہے۔

سوال: مشہور حدیث ہے، کسی صحابیؓ نے صبر کی دعا کی تھی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم نے بلاء (مصیبت) کی درخواست کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کی دعا مانگنا ممنوع ہے، مگر دوسری جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ دعا: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا بھی آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کی دعا مانگنا جائز (اور ثابت) ہے، تو ان

(۱) امداد الفتاوی جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ حضرت تھانویؒ، (۲) امداد الفتاوی جلد ۲ صفحہ ۳۲۸ مسائل شتی، حضرت تھانویؒ۔

دونوں عبارتوں میں توافق مطلوب ہے۔

الجواب: تطبیق ان میں یہ ہے کہ: صبر کے دو درجہ ہیں، ایک خلق وملکہ دوسرا صدور اور فعل۔ اول کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے اندر ایک ایسی قوت پیدا ہوجائے کہ اگر کوئی بلاء آجائے تو اسکا تحمل کرسکے، اور یہ بلاء آنے پر موقوف نہیں۔ دوسری حدیث میں یہی درجہ مراد ہے جیسا کہ صفت کا صیغہ اس کا قرینہ ہے۔

اور دوسرے درجہ کا حاصل یہ ہے کہ فی الحال اسکا وقوع ہو اور یہ بلاء آنے پر موقوف ہے۔ اور حدیث اول میں یہ درجہ مراد ہے۔ جیسا کہ صیغۂ مصدر اسکا قرینہ ہے۔ پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی۔

سوال: دعائے ماثورہ میں جن موقعوں سے پناہ مانگی گئی ہیں۔ مثلاً سواری سے گر کر مرجانے۔ سانپ کے کاٹنے۔ درندوں سے یا آگ میں جل جانے اور مرض جذام سے۔ پانی میں ڈوب جانے وغیرہ سے۔

مگر بعض کتابوں میں دیکھا انہیں مواقع میں سے بعض میں درجۂ شہادت پانے کا لکھا ہے۔ بلکہ آپ نے شوق وطن (رسالہ) میں تحریر فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ کو کسی کا مرتبہ بڑھانا منظور ہوتا ہے، تو انہیں کسی جسمانی مرض میں مبتلاء کردیتا ہے۔

اور شوق وطن میں کسی بزرگ کی ایک حکایت لکھی ہے کہ مرض طاعون کے خوف سے بستی والوں کو جب بھاگتے دیکھا تو اس بزرگ نے کہا کہ: اے طاعون آ۔ ہم کو لے لے۔ دعاؤں میں جب ان باتوں سے پناہ مانگی گئی ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کرلیا تو پڑھنے والا گویا رتبۂ شہادت سے محروم ہوگیا؟

الجواب: ان اسباب موت میں دو حیثیتیں ہیں، بعض حالتوں میں بلاء، اور بعض حالتوں میں نعمت، تو پناہ مانگنا پہلی حیثیت سے ہے اگر یہ دعائیں قبول ہوجائیں تو یہ حوادث پہلی حیثیت سے واقع نہ ہونگے، گو دوسری حیثیت سے ہوجائے۔ اسی طرح طاعون میں بھی، بلکہ خود قتل میں بھی کہ شہادت کبریٰ کا سبب ہے۔ تمنا بھی آئی ہے اور پناہ بھی آئی ہے۔ جیسے لَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا بِذُنُوبِنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا اور اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، مَعْرُوفاً وَمَجْهُولاً۔

(۱) امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۴۰۳ مسائل شتیٰ حضرت تھانویؒ۔

سوال: حضرت[1] تھانویؒ سے پوچھا گیا کہ: غیر مسلم کے لئے دعا کرنا کیسا ہے؟ تو حضرتؒ نے فرمایا: دعائے ہدایت کرنا تو درست ہے، دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا (والد صاحب) سے فرماتے ہیں، سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ اِنَّهٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا○ (پ۱۶ مریم آیت ۴۷) ترجمہ: اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کرونگا، بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے، یعنی امید ہے کہ اپنی مہربانی سے میرے والد کے گناہ معاف فرمادے گا۔

(یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک جلیل القدر پیغمبر نے اپنے (مشرک) والد صاحب کے لئے دعا کرنے کا ارادہ یا وعدہ فرما لیا، مگر جب منشاء خداوندی منکشف ہوگیا جنکا ثبوت اس دوسری آیت سے ہوگیا۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (پ۱۱ توبہ آیت ۱۱۴) ترجمہ: پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ (کفر و شرک پر انکا خاتمہ ہونے کی وجہ سے) وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے۔ (یعنی دعائے استغفار وغیرہ کرنا چھوڑ دیا)۔

حضرتؒ فرماتے ہیں: دونوں آیتوں میں تطبیق یہ ہے کہ: وعدۂ استغفار بمعنی دعائے توفیق للایمان جو مستلزم مغفرت ہے یہ (خاتمہ سے) پہلے تھا، اور تبری (دعائے برائت) اس وقت ہوئی جبکہ معلوم ہوگیا کہ وہ ایمان نہ لائینگے، سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ، کا سیاق و سباق صاف بتارہا ہے کہ یہ (وعدۂ دعا کا) قصہ ابتداء کا ہے۔

دعا کے متعلق سوال ایک مرتبہ حضرت[2] موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے بار الہا! جہر (آواز) سے دعا کروں یا آہستہ سے؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: تم ایسے پکارو، جیسے اپنے جلیس (اپنے ساتھ قریب میں بیٹھنے والے) کو پکارتے ہو۔

اور پاس والے کو نہ زور سے پکارا جائے، نہ بالکل آہستہ سے کہ آواز بھی نہ نکلے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا (قرآن مجید) یعنی نہ اپنی دعا میں جہر کرو، نہ آہستہ کرو، بلکہ اسکے درمیان کا راستہ اختیار کرو۔

سوال حضرت[3] شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ فرماتے ہیں: ایک مولانا صاحب نے مجھ سے عرض کیا کہ دعائے ماثورہ میں ایک دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ

(۱) حسن العزیز جلد ۴ صفحہ ۹، ملفوظات حضرت تھانویؒ۔ (۲) مذہب مختار ترجمہ معانی الاخبار صفحہ ۲۰۶

(۳) مفتاح الرحمۃ صفحہ ۲۴ تالیفات مصلح الامتؒ شاہ وصی اللہ صاحب۔

اَلنَّاسِ کَبِیْرًا، یعنی یا اللہ مجھے اپنی آنکھوں میں چھوٹا دکھائیے، اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا دکھائیے۔ تو اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے بڑائی کو بھی چاہا گیا ہے۔ حالانکہ بڑائی یہ کوئی اچھی چیز نہیں یہ تو کبر کی شاخوں میں سے ایک ہے؟

الجواب حضرت مصلح الامت نے فرمایا: یہاں مجموعہ مراد ہے۔ یعنی اپنی نظروں میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا ہونا چاہا گیا ہے، جسکا دوسرا نام تواضع ہے، جو ایک محمود وصف ہے۔ بلکہ جملہ فضائل کی اصل ہے، اور اسی کا یہ خاصہ ہے کہ انسان اپنے کو کمتر سمجھتا ہے (جسکی وجہ سے) اللہ تعالیٰ دوسروں کی نظروں میں اسکی وقعت بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

سوال قربات میں اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ. تو جسکی خلقت (ظاہری شکل و صورت) میں کمزوری ہے کیا وہ بھی ایسا ہی کہے؟ (یعنی وہ بھی یہی دعا مانگے؟)

الجواب حسن و قبح یہ اضافی ہے، بدشکل آدمی بنی نوع میں تو قبیح ہے، مگر دوسرے انواع میں حسن ہے۔ احسنت خَلْقِی کا یہی معنٰی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ، وَفِیْ مَقَامٍ آخَرَ: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ،

خلاصۂ سوال و جواب یہ بات ذہن نشین فرمالی جائے کہ منصوص و ماثور سینکڑوں قسم کی دعائیں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی دعا (العیاذ باللہ) مضر یا غیر مناسب منقول نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بعض انسانی اذہان میں کسی ادعیہ کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہوجائے جیسا کہ اسی باب میں بعض دعاؤں کے متعلق وجود پذیر ہوئے،

مگر بفضلہ تعالیٰ علماء ربانی و مشائخ حقانی نے انکے تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے۔ یہ معدودے چند ہے، اگر تلاش کیا جائے تو صرف دعاؤں کے متعلق شبہات و جوابات کا مستقل ایک دفتر تیار ہوجائے، مگر نہ اسکی تلاش کی ضرورت ہے نہ ان شبہات میں الجھنے کی۔

قرآن مجید سے منصوص اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے منقول جو جو دعائیں وارد ہوئی ہیں، یقیناً یہ ایک انمول خزانہ ہے، ملت واحدہ کے علاوہ دنیا میں سینکڑوں مذاہب باطلہ و کاذبہ انکی نظیر اور مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ امت مسلمہ اس نعمتِ عظیمہ پر جتنا بھی شکر ادا کریں، کم ہے۔

---

(۱) امداد الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ مسائل شتیٰ حضرت تھانوی۔

منصوص و ماثور دعاؤں پر آج تک پچاسوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، بزرگان دین نے مسلمانوں کی ہمدردی اور دارین میں ترقی و کامیابی کے پیش نظر ہر قسم کی نزاکتوں کا خیال رکھتے ہوئے حالات و مواقع کے مطابق امید افزا سب مفید دعائیں ہی شائع فرمائی ہیں، اس لئے مستند مسنون دعاؤں کے متعلق کسی قسم کے وساوس یا خدشات سے بالاتر ہو کر عزم و استقلال اور کامل یقین کے ساتھ دعائیں مانگتے رہا کریں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد بامراد اور فائز المرام ہونگے۔

بفضلہ تعالیٰ، یہ مختصر سا باب بھی ختم ہوا، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس سعی کو قبول فرما کر دعاؤں کی قبولیت پر ہمیں یقینِ کامل اور اطمینانِ کلی عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

★★★★★★★

الحمد للہ، آج مورخہ ۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۲ فروری ۲۰۰۵ء کو بفضلہ تعالیٰ دعاؤں کے متعلق کتاب بنام "برکاتِ دعا" مشتمل ستائیس فصلوں پر ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ میری لغزشات کو درگزر فرما کر محض اپنے فضل و کرم سے اس محنت کو قبول فرما کر عوام و خواص کو اس سے مستفیض ہوتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ، عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

راقم، خادم، محمد ایوب سورتی قاسمی، کھلوڑیا، ماکھنگوی عفی عنہ
باٹلی، یوکے، برطانیہ

چوتھا باب دعاؤں کے متعلق چند اشعار

خُذْ بِلُطْفِكَ يَا اِلٰهِيْ مَنْ لَهٗ زَادٌ قَلِيْلٌ　　مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ يَاْتِيْ عِنْدَ بَابِكَ يَا جَلِيْلُ

میری مدد فرما اپنی مہربانی سے اے میرے خدا اس لیے کہ توشۂ آخرت میرے پاس بہت کم ہے　　نادار اور مفلس ہوں، سچے دل سے آپ کی چوکھٹ پر حاضر ہوا ہوں، اے میرے مالک

ذَنْبُهٗ ذَنْبٌ عَظِيْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ　　اِنَّهٗ شَخْصٌ غَرِيْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيْلٌ

میں بہت بڑا گنہگار ہوں، میرے سارے گناہوں کی مغفرت فرما کر میرے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ فرما　　یہ اس لیے کہ میں تیرا اک بہت بڑا گنہگار غریب اور ذلیل بندہ ہوں

عَافِنِيْ مِنْ كُلِّ دَاءٍ وَّاقْضِ عَنِّيْ حَاجَتِيْ　　اِنَّ لِيْ قَلْبًا سَقِيْمًا اَنْتَ مَنْ تَشْفِي الْعَلِيْلُ

ہر قسم کی جسمانی بیماریوں سے میری حفاظت فرما اور میری ہر قسم کی ساری ضرورتوں کو پورا فرما　　میرا دل ہر قسم کے باطنی (عیوب و) امراض میں ملوث ہے تو ہی بیمار دل کو شفا دینے والا ہے

طَالَ يَا رَبِّيْ ذُنُوْبِيْ مِثْلَ رَمْلٍ لَا تُعَدُّ　　فَاعْفُ عَنِّيْ كُلَّ ذَنْبٍ وَّاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلُ

ریت کے ذرات کے مانند بے شمار گناہوں کا مرتکب ہو چکا ہوں　　میرے سارے گناہوں کی بخشش فرما کر اے میرے اللہ، بہترین درگزر والا معاملہ فرما

اَنْتَ كَافِيْ اَنْتَ وَافِيْ فِيْ مُهِمَّاتِ الْاُمُوْرِ　　اَنْتَ حَسْبِيْ اَنْتَ رَبِّيْ اَنْتَ لِيْ نِعْمَ الْوَكِيْلُ

آپ میرے لیے کافی ہیں اور آپ حاجت روا ہیں بڑی سے بڑی مشکلات کے لیے　　آپ میرے لیے بہت ہیں اور آپ ہی میرے رب ہیں اور آپ ہی میرے لیے بہترین کارساز ہیں

اِلٰهِيْ عَبْدُكَ الْعَاصِيْ اَتَاكَ مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَ

فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاكَ اَهْلُهٗ وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَ

ترجمہ: "او میرے اللہ، تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ قدس میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے بصد ندامت دست دعا دراز کیے ہوئے حاضر ہوا ہے۔
اگر آپ نے اس کی مغفرت فرمادی تو بیشک آپ لائق اہل ہیں، اور خدانخواستہ اگر آپ نے اسے ٹھکرادیا، تو پھر آپ کے سوا اور کون ہے؟ جو اس بےبس پر رحم کرے"

اَدْعُوْكَ رَبِّ كَمَا اَمَرْتَ تَضَرُّعًا
اے میرے پروردگار! جیسا کہ آپ کا حکم ہے میں آپ کو عاجزی کے ساتھ رو رو کر پکارتا ہوں

فَاِذَا رَدَدْتَ يَدِىْ فَمَنْ يَّرْحَمُ
اگر آپ نے میرا ہاتھ جھٹک دیا (خالی ہاتھ پھیر دیا) تو پھر مجھ پر کون رحم کرے گا

مَالِىْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةٌ اِلَّا الرَّجَآءُ
میرے پاس (اپنے اعمال میں سے) کوئی ایسا وسیلہ نہیں ہے جو پیش کرسکوں۔

وَجَمِيْلِ عَفْوِكَ ثُمَّ اَنِّىْ مُسْلِمٌ
سوائے آپ سے معافی کی امید اور میرے امتی ہونے کے

جو مانگنا ہے خالقِ ارض و سما سے مانگ
کیوں مانگتا ہے بندوں سے اپنے خدا سے مانگ

دنیا میں تیرا کوئی بھی مشکل کشا نہیں
اس لا شریک مولا و مشکل کشا سے مانگ

تیرا خدا کریم ہے اور بادشاہ بھی
مخلوق تو گدا ہے، نہ ہرگز گدا سے مانگ

اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں
مومن ہے تو، تو بس اسی حاجت روا سے مانگ

مخلوق تو حقیر ہے اس کی طرف نہ دیکھ
رب کبیر و حضرت رب العلیٰ سے مانگ

دونوں جہاں میں ہے وہی رزاقِ کائنات
ہر ایک چیز والئی ہر دوسرا سے مانگ

رد و قبول پہ تیری ہرگز نہ ہو نظر
تو بندگی و عجز سے حسن وفا سے مانگ

اے تاج پھر تیری دعا ہو جائے گی قبول
زاری سے انکسار سے اور التجا سے مانگ

محمد یوسف شکور تاج

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کی

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی میں ہوں بس خطا وار تیرا — مجھے بخشش، ہے نام غفار تیرا

الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری — کہاں جائے اب بندہ لاچار تیرا

نگاہ کرم تک بھی کافی ہے تیری — میں ہوں گرچہ بندہ بہت خوار تیرا

دوا یا رضا کیا کروں میں الٰہی — کہ دارو بھی تیری اور آزار تیرا

مرض لا دوا کی دوا کس سے چاہوں — تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا

الٰہی میں سب چھوڑ گھر بار اپنا — لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا

سوا تیرے کوئی نہیں اپنا یا رب — تو مولا ہے میں عبد بیکار تیرا

کہاں جائے جس کا نہیں کوئی تجھ بن — کسے ڈھونڈے جو ہو طلبگار تیرا

رہے گا نہ کچھ نقد عصیاں سے میرا — لگے گا جو رحمت کا بازار تیرا

سدا خواب غفلت میں سوتا رہا ہوں — نہ اک دم ہوا آہ بیدار تیرا

چلا نفس و شیطاں کے احکام پر میں — نہ مانا کوئی حکم زنہار تیرا

میری مشکلیں ہوویں آسان یکدم — جو ہووے کرم مجھ پہ اک بار تیرا

خبر لیجیو اس دن بھی میری الٰہی — کھلے جب کہ بخشش کا بازار تیرا

گناہ میرے حد سے زیادہ ہیں یا رب — مجھے چاہیئے رحم بسیار تیرا

الٰہی رہے وقت مرنے کے جاری — بتصدیق دل لب پہ اقرار تیرا

تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا — ترا فضل میرا مرا کار تیرا

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے — میں تجھ سے ہوں یا رب طلبگار تیرا

اٹھا غم، رکھ امید امداد حق سے — تجھے غم ہے کیا، رب ہے غم خوار تیرا

الٰہی ہو میری مناجات مقبول
کہ رد کرنا ہرگز نہیں کار تیرا

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

منزلیں گم ہوئیں رستے کھو گئے　زندگی ریت کی جیسے دیوار ہے
سرورِ دوجہاں رہبرِ انس و جاں　تیری رحمت ہمیں پھر سے درکار ہے

وقت نے ٹھوکروں پر ہمیں رکھ لیا　تجھ سے کٹ کر نہ کچھ بھی ہمارا رہا
اب عطا کر ہمارا تشخص ہمیں　ہم کو پہچان اپنی بھی دشوار ہے

تو ہے جان اور دل کے قریں یا نبیؐ　تیرے دامن میں کیا کچھ نہیں یا نبیؐ
بخش دے پھر شعورِ محبت ہمیں　آدمی آدمی ہی سے بیزار ہے

چاند، سورج، ستارے، شفق، کہکشاں　پھول کلیوں سے سجتے ہوئے گلستاں
ان کی تجھ سے چمک، اپنی تجھ سے مہک　حسنِ فطرت کا تو ایسا شہکار ہے

کور بختوں کو ذوقِ نظر ہو عطا　پا شکستوں کو شوقِ سفر ہو عطا
شب کے ماروں کو دے دے نویدِ سحر　تیری رحمت کا یہ ہی تو معیار ہے

مدح خواں ہیں تیرے انبیاء اولیاء　تو رضاؔ لائے کیا نعت کا حوصلہ
پھر بھی ہے! یہ اک طرف سر خمیدہ کھڑا　عجز ہی اس کی چاہت کا اظہار ہے

محمد اکرم رضا

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذکر کی اب توفیق ہو یارب کام کا یہ ناکام ہو تیرا — قلب میں ہر دم یاد ہو تیری، لب پہ ہمیشہ نام ہو تیرا
تجھ سے بہت رہتا ہے گریزاں کب دل وحشی رام ہو تیرا — مجھکو اب استقلال عطا کر پختہ بس اب یہ خام ہو تیرا

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذکر ترا کر کے الٰہی دور کروں میں دل کی سیاہی — چھوڑ کے حب مالی و جاہی اب تو کروں میں فقر میں شاہی
شام و سحر بے شغل مناہی میرے گنہ ہیں لامتناہی — کس سے کہوں میں اپنی تباہی تو ہی میری کر پشت پناہی

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

نفس کے شر سے مجھکو بچالے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ — پنجۂ غم سے مجھکو چھڑا لے اے میرے اللہ اے میرے اللہ
سُن میرے نالے، سن میرے نالے، اے میرے اللہ — اپنا بنا لے اپنا بنا لے اے میرے اللہ اے میرے اللہ

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

اپنی رضا میں مجھکو مٹا دے اے میرے اللہ اے میرے اللہ — کر دے فنا سب میرے ارادے اے میرے اللہ اے میرے اللہ
جام محبت اپنا پلا دے اے میرے اللہ اے میرے اللہ — دل میں مری یاد اپنی رچا دے اے میرے اللہ اے میرے اللہ

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

دیدہ و دل میں تجھ کو بسالوں سب سے ہٹالوں اپنی نظر میں
تیرا ہی جلوہ پیش نظر ہو جاؤں کہیں میں دیکھوں جدھر میں
تیرا تصور ایسا جمالوں قلب میں مثل نقش حجر میں
بھول سکوں تا عمر نہ تجھ کو، چاہوں بھلانا خود بھی اگر میں
شغل میرا بس تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب
منظور نظر خلیفہ اعظم مجدد ملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

مختلف اشعار

زمین و آسماں کے درمیاں رہتی ہیں سرگرداں
وہ دعائیں جن میں ذکر مصطفیٰ شامل نہیں ہوتا

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
وہ غیر اللہ کے در کا کبھی سائل نہیں ہوتا

جو مانگنے کا طریقہ ہے اسی طرح مانگو
در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

خدا سے مانگ جو مانگنا ہو اے مسلم
یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

خدا سے مانگ اے دل شرم کر بندوں کی منت سے
جو حاجتمند ہے ہر دم وہ کیا حاجت روا ہوگا

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

کیا نظر مجھ پہ نہ ڈالی جائے گی　　　　کیا میری فریاد خالی جائیگی

مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے　　　　تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

کرم جنس ہے یاں دستگیری نیم جانوں کی　　　　خریدا کر، ملیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی

قفلِ درِ قبول نہ کھولے یہ بعید ہے　　　　انساں کے پاس دستِ دعا ہی کلید ہے

شعورِ سجدہ نہیں ہے مجھکو، تو میرے سجدوں کی لاج رکھنا　　　　یہ سر ترے آستاں سے پہلے کسی کے آگے جھکا نہیں ہے

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے　　　　کرے بندہ فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو　　　　تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یا رب عام کر اپنا

شفاء کامل عطاء کر یا الٰہی ، بفیضِ آقائے خیر البرایا ﷺ

بہت بیمار ہوں کر دے کرم اب ، زمانے بھر کا ہوں میں تو ستایا

کرم کر دے میرے آقا خدایا، تیرے گھر میں کمی کیا ذو العطایا

مجھے توفیق نیکی کی عطاء کر ، گناہوں سے ہو لے دل یہ کالا

کیوں دعاء اپنی نہ ہو بابِ ظفر کی کنجی　　　　گریہ سے ہے قفلِ درِ گنج اثر کی قبول

اے جلیل اشکِ گنہگار کے اِک قطرہ کو　　　　ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرّ من پیدا مکن

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نو اُمیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

اُدھر تو در نہ کھولے گا، اِدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں اُن کی کہیں میری

قبول است گرچہ ہنر نیست تست
کہ جز ما پناہ دیگر نیست تست

انقلاباتِ جہاں، واعظِ رب ہیں دیکھو
ہر تغیّر سے صدا آتی ہے فَافْهَمْ فَافْهَمْ

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ہے ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی ہے مجلس کی

تو فخرِ کون و مکاں، زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے بجز ستار

رسالت کو معزز کر دیا اپنے تعلق سے
نبوّت ناز کرتی ہے کہ ختم الانبیاء تم ہو

خزانہ گھر میں ہے موجود پھر بھی آہ مفلس ہیں
بھٹکتے پھر رہے ہیں چار سُو اے وائی نادانی

تیرے محبوب کی یا رب شباہت لیکے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لیکے آیا ہوں

سراپائے اقدس صلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ وآلہٖ وسلم

اے رسُولِ امیںؐ ، خاتمُ المرسلیںؐ ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصِدق ویقیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اے براہیمی و ہاشمی خُوش لقب ، اے تو عالی نسب ، اے تو والا حسب
دُودمانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے ، جملہ اوصاف سے خُود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں ، اے ابد کے حسیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

بزمِ کونین پہلے سجائی گئی ، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سیّدُ الاوّلیں ، سیّدُ الآخریں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سِکّہ رواں کُل جہاں میں ہُوا ، اِس زمیں میں ہُوا ، آسماں میں ہُوا
کیا عرب ، کیا عجم ، سب ہیں زیرِ نگیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

تیرے انداز میں وُسعتیں فرش کی ، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خُلد کی یاسمیں ، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

"سِدرَۃُ المُنتَہیٰ" رہگزر میں تری، "قابَ قوسین" گردِ سفر میں تری
تُو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کہکشاں ضَو ترے سَرمدی تاج کی، زُلفِ تاباں حَسیں رات معراج کی
"لَیلَۃُ القَدر" تیری مُنوّر جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

مُصطفیٰ مُجتبیٰ، تیری مدح و ثنا، میرے بس میں نہیں، دَسترس میں نہیں
دِل کو ہمّت نہیں، لَب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لِکھوں، کوئی ہے! وہ کہ مَیں جس کو تجھ سا کہوں
تَوبہ تَوبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صِدّیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
شاہدِ عَدل ہیں یہ ترے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے سراپا نَفیس اَنفسِ دو جہاں، سَرورِ دِلبراں دلبرِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

○

(۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)

مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ
اشعار حرمِ پاک میں اور کچھ جدّہ میں ہُوئے ——— نفیسؔ

○

شُکر ہے تیرا خُدایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
تُو نے اپنے گھر بُلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

اپنا دِیوانہ بنایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
گِرد کعبے کے پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مُدّتوں کی پیاس کو سَیراب تُو نے کر دِیا
جامِ زمزم کا پِلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک مِرے سینے میں تُو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذِکر اِلاَّ اللہ کا
یہ سبق کِس نے پڑھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

خاص اپنے دَر کا رکھّا تُو نے اے مَولا مُجھے
یُوں نہیں دَر دَر پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافِل رہا
پَر نہیں تُو نے بُھلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں کہ تھا بے راہ تُو نے دستگیری آپ کی
تُو ہی مُجھ کو رہ پہ لایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

عہد جو رُوزِ ازل تُجھ سے کیا تھا یاد ہے
عہد وُہ کِس نے نبھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہُوا مُجھ کو نصیب
گُنبدِ خضرا کا سایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قُدس میں
اَور جو پایا سو پایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بارگاہِ سیّدِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آکر نفیس
سوچتا ہُوں، کیسے آیا؟ مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

○

(۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء)

نعتِ پاک

ہے نظر میں جمالِ حبیبِ خدا — ان کی تصویر سینے میں موجود ہے
جس نے لاکر کلامِ الٰہی دیا — وہ محمدؐ مدینے میں موجود ہے

پھول کھلتے ہیں پڑھ پڑھ کے صلِّ علیٰ — جھوم کر کہہ رہی ہے یہ بادِ صبا
ایسی خوشبو چمن کے گلوں میں کہاں — جو نبیؐ کے پسینے میں موجود ہے

چھوڑنا تیرا طیبہ گوارا نہیں — سارا دنیا میں ایسا نظارا نہیں
ایسا منظر زمانے میں دیکھا نہیں — جیسا منظر مدینے میں موجود ہے

جب طوفاں سفینے سے ٹکرا گیا — میں نے اس سے بھی بے ساختہ کہہ دیا
کیا بگاڑے گا تو کشتیٔ دین کا — ناخدا جب سفینے میں موجود ہے

ہم نے مانا کہ جنت بہت ہے حسیں — چھوڑ کر ہم مدینہ نہ جائیں کہیں
یوں تو جنت میں سب ہے مدینہ نہیں — اور جنت مدینے میں موجود ہے

بے سہاروں کو سینے سے لپٹا لیا — جس نے جو مانگا اس کو عطا کر دیا
اس کے در کے سوالی ہے شاہ و گدا — وہ شہنشاہ مدینے میں موجود ہے

ہے نظر میں جمالِ حبیبِ خدا — اُن کی تصویر سینے میں موجود ہے

جس نے لاکر کلامِ الٰہی دیا
وہ محمد مدینے میں موجود ہے

قاری عبدالعزیز اظہر

نظم

حقیقت کی باتیں بتاتا چلا جا
کھرا کھوٹا کیا ہے بتاتا چلا جا

کتاب اور سنّت کی تعلیم دے
چراغ شریعت جلاتا چلا جا

نہیں تیرے شایاں تکبر عداوت
تو خلق محمد دکھاتا چلا جا

نبیؐ کی اطاعت میں ہے سرخروئی
ہاں شانِ اطاعت دکھاتا چلا جا

فراموش لوگوں نے جو کر دیا ہے
وہ فرمان حق کا سناتا چلا جا

مٹا کر نشانِ ستم اس جہاں سے
صداقت کا پرچم اڑاتا چلا جا

زمانہ پہ چھایا ہے ابرِ ضلالت
ہدایت کی مشعل جلاتا چلا جا

خدا کی محبت میں سرشار ہو کر
نشاں سرکشی کا مٹاتا چلا جا

مدار اپنی قوت کا ایمان پر رکھ
یوں رنگِ شجاعت دکھاتا چلا جا

اعانت غریبوں، یتیموں کی کرکے
سخاوت کا دریا بہاتا چلا جا

تراشے تیرے وہم نے جو صنم ہیں
وہ اصنام باطل گراتا چلا جا

نہیں کوئی حاجت رواجز خدا کے
حقیقت یہی ہے بتاتا چلا جا

اے اظہر تو اپنے بیاں سے دلوں میں
محمدؐ کی عظمت بٹھاتا چلا جا

حادثات سے بچنے کا وظیفہ

حضرت طلق فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کا مکان جل گیا، فرمایا نہیں جلا، پھر دوسرے شخص نے یہی اطلاع دی تو فرمایا نہیں جلا، پھر تیسرے آدمی نے یہی خبر دی، آپ نے فرمایا نہیں جلا، پھر ایک اور شخص نے آکر کہا۔ کہ اے ابو الدرداء آگ کے شرارے بہت بلند ہوئے مگر جب آپ کے مکان تک آگ پہونچی تو بجھ گئی، فرمایا مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا۔ کہ "میرا مکان جل جائے" کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے شام تک اس کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی (میں نے صبح یہ کلمات پڑھے تھے اس لیے مجھے یقین تھا کہ میرا مکان نہیں جل سکتا) وہ کلمات یہ ہیں۔ الفقیر نفیس الحسینی

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

ملنے کا پتہ

مکتبہ سید احمد شہید۔ لاہور | مکتبہ سلطان عالمگیر۔ لاہور | مکتبہ لدھیانوی۔ کراچی